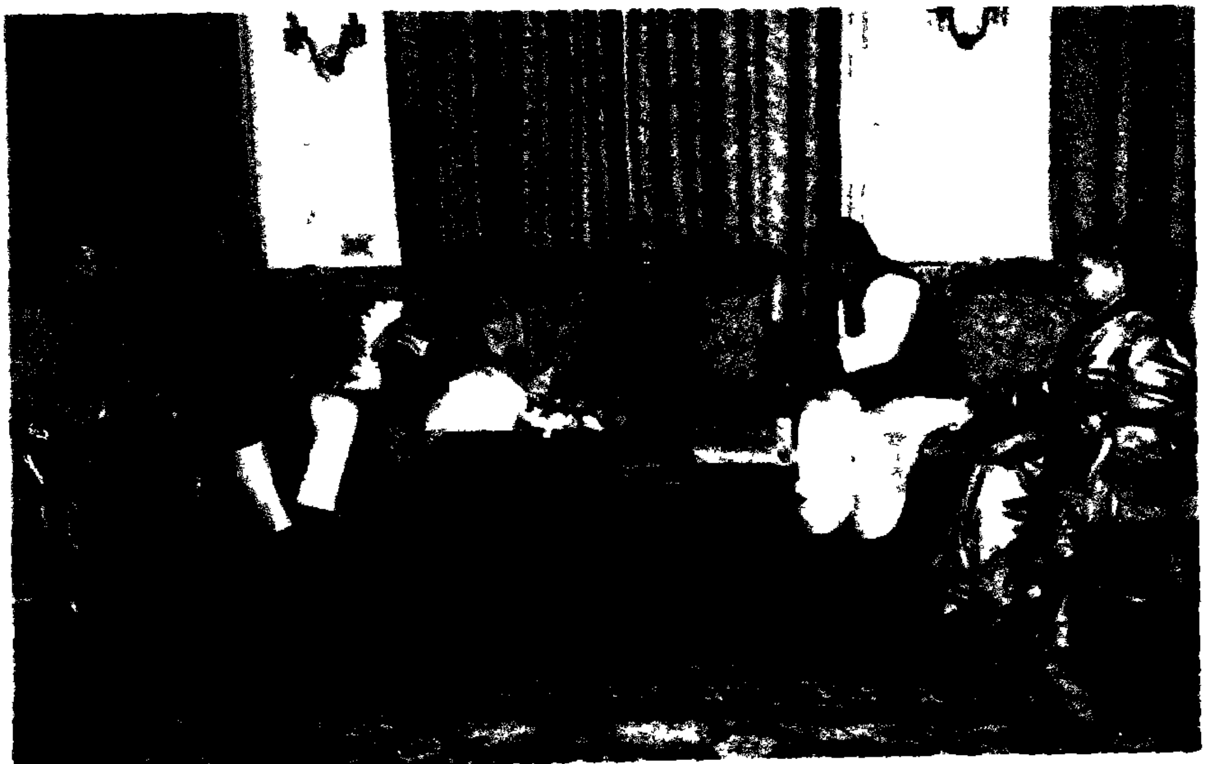
مَغربی بَنگال





ریاستی وشہری استقبالیہ میں شری جیوتی باسو پروفیسر امرتا سین کو یادگار تحفہ پیش کرتے ہوئے



راج بھون میں امرتا سین ڈاکٹر اے آر قدوائی، جیوتی باسو، اشیم داس گپتا اور ستیہ سادھن چکرورتی کے ساتھ



پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

امرتا سین پر ایک خصوصی شمارہ

جلد نمبر ۴۶ ▪ یکم جنوری و ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء ▪ شمارہ نمبر ۱ اور ۲

مدیر اعلیٰ:- تارا پدا گھوش
مدیر معاون:- محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ: دس روپئے ● نصف سالانہ: پانچ روپئے

● اس شمارہ کی قیمت: ایک روپیہ

● ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ

بزنس منیجر!
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

● پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون:- 235-5601/3371 Ext: 710

ترتیب

حکومتِ مغربی بنگال اور کلکتہ میونسپل کارپوریشن کی جانب سے پروفیسر امرتا سین کو شہری استقبالیہ

آنیوالی نسلیں پروفیسر سین کے فلسفہ اور اخلاقیات پر مبنی ایک نئے عہد کی تعمیر کریں گی

● ڈاکٹر اے۔آر۔ قدوائی

یہ موقع مغربی بنگال اور پورے ہندوستان کے عوام کیلئے مسرت اور فخر کا ہے: شری جیوتی باسو



دائیں سے اسپیکر ہاشم عبدالحلیم، گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی، ڈاکٹر امرتا سین، وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، وزیر اطلاعات بدھا دیب بھٹاچاریہ اور پرستاچرجی

پروفیسر امرتا سین نے اپنے تمام تحقیقی کاموں کے ذریعے ترقی پذیر معاشیات میں عوام کی بڑی اکثریت کے بارے میں گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ تعلیم و آزادی کی کوششوں کے سلسلے میں ان کے تصورات اور اصلاحات اراضی و تعلیم و سماجی بیداری سے متعلق ہمارے خیالات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ مغربی بنگال اور ہندوستان کی ترقی کے لئے ہمارے اجتماعی تشویش کے باعث امور میں ہمارے اور ان کے خیالات میں مطابقت ضروری ہے۔"

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گذشتہ ۲۷ دسمبر کو کلکتہ کے نیتاجی انڈور اسٹیڈیم میں ماہر معاشیات اور نوبل انعام یافتہ پروفیسر امرتا سین کو حکومت مغربی بنگال کی جانب سے استقبال کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔ یہ استقبالیہ کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے اشتراک سے ہوا تھا۔

واضح رہے کہ پروفیسر سین کو نوبل انعام ملنے کے بعد ہندوستان میں سرکاری سطح پر یہ پہلا عوامی استقبالیہ تھا جس میں ہزاروں عقیدتمندوں نے نحر ہندوستان فرزند بنگال شری امرتا سین کو تالیوں کی گونج میں ایسے

دلی مبارکباد دی۔

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے اپنی تقریر کے شروع میں ہی پروفیسر امرتا سین کو اس سال معاشیات میں نوبل انعام سے نوازے جانے پر مبارکباد دیتے ہوئے نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ بلاشبہ یہ موقع مغربی بنگال اور پورے ہندوستان کے عوام کے لئے مسرت اور فخر کا ہے۔ اس موقع پر ہم لوگ بنگال اور ہندوستان کے لوگوں کے تجربات میں آنیوالے خوشی کے ان لمحات کو بھی یاد کرتے ہیں جب بین الاقوامی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور، پروفیسر سی۔ وی۔ رمن، مدر ٹریسا اور اس سے قبل ڈاکٹر رونالڈ روس کو نوبل انعام سے نوازا گیا تھا۔ شری باسو نے کہا کہ اپنے تمام تر تحقیقی کاموں کے ذریعہ انھوں نے ترقی پذیر معاشیات میں عام لوگوں کی بڑی بھاری اکثریت کے بارے میں گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ وہ فلاحی معاشیات کے قلب تک پہنچے ہیں اور اجتماعی انتخاب کے بنیادی مسئلہ سے رجوع ہوئے ہیں۔ یہاں بلاشبہ انھوں نے حقیقی معنوں میں نئے افق ڈھونڈ نکالا ہے۔ انھوں نے فلاحی معاشیات کی حدوں کو تسخیر ہی نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے ترقی پذیر معاشیات میں قحط کے مسائل،

خوراک کی دستیابی، تعلیم اور صحت عامہ تک پہنچ وغیرہ پر غور و خوض کے لئے "استعدادات" اور "آزادی" جیسے نئے تصورات کا اطلاق بھی کیا ہے۔ انھوں نے یہاں اصلاحات اراضی اور تعلیم و حفظان صحت کی سہولتوں کی دستیابی جیسے ٹھوس کارروائیوں کے ذریعہ "استعدادات" اور "آزادی" کو بہتر بنانے میں حکومت کے مثبتی کردار کی ضرورت کو بلندی عطا کی ہے۔ ان کو نوبل انعام سے نوازنے کا عمل فلاحی معاشیات کے میدان میں ان کی نظریاتی خدمات کو تسلیم کرواتا ہے۔ علاوہ ازیں انعام ہذا ریاست کے فلاحی کردار کو بھی منواتا ہے اور یہ ان کی صحیح کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مسٹر باسو نے مزید کہا کہ ہندوستانی معاشیات پر اپنے تحقیقی کاموں میں انھوں نے مغربی بنگال میں اصلاحات اراضی کے میدان میں اٹھائے گئے مثبتی اقدامات کو سراہا ہے اور یہ توقع بھی کی ہے، کہ تعلیم اور صحت عامہ کے میدان میں بھی مذکورہ بالا طرز کے اقدامات اٹھائے جائیں گے انھوں نے کہا کہ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ سبھوں کو خواندہ بنانے، سبھوں کو ابتدائی تعلیم سے آراستہ کرنے اور سبھوں تک بنیادی سہولیات پہنچانے پر مقررہ وقت کے اندر ایک کارروائی پروگرام کی شروعات بھی ہم لوگ کر چکے ہیں۔

مسٹر سین نے اپنی تحریروں کے ذریعہ درست طور پر آزادی کے کاز کو بلند کر رکھا ہے لیکن جمہوریت کا غلط استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ پیداواری اثاثوں پر مساوی پہنچ اور اس صحیح قسم کی تعلیم کی توسیع جو لوگوں کے اندر بیداری پیدا کرتی ہے، پر کڑی تاکید نہیں کی جاتی ہے۔ یہ وہی نکتہ ہے جہاں "استعدادات" تعلیم و آزادی کی توسیع کے سلسلے میں ان کے تصورات اور اصلاحات اراضی، تعلیم اور سماجی بیداری کے معاملے میں ہمارے خیالات ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مسٹر باسو نے کہا کہ ان کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں آج کے حالات کے پیش نظر جہاں ریاستوں کے اختیارات محدود ہیں اور سچی وفاقیت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ مغربی بنگال کی بایاں محاذ حکومت گذشتہ بائیس برسوں سے عام لوگوں کی بڑی اکثریت کے مفاد کی خاطر ایک معقول کم از کم پروگرام کو روبہ عمل لانے کی کوشش کرتی چلی آرہی ہے۔ ہم لوگوں نے ان سے رابطہ بنائے رکھا انھوں نے کہا کہ ہمیں یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ چند ماہ قبل "لامرکزیت، تعاون اور شرکت"، کے موضوع پر مجوزہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے ہماری دعوت کو انھوں نے قبول کیا تھا۔ کانفرنس ہذا شروع ہونے والی ہے اور اس میں وہ اور دیگر مایہ ناز ماہرین معاشیات شرکت کریں گے ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ ان تمام امور پر ہمارے اور ان کے خیالات میں مطابقت ہو، جو ہمارے اجتماعی تشویش کا باعث ہیں اور وہ صرف مغربی بنگال کی ترقی کیلئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی ترقی کے لئے بھی نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔

مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے۔ آر۔ قدوائی نے مغربی بنگال کے عوام کی جانب سے پروفیسر امرتا سین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر موصوف نے پوری قوم کو اعزاز فخر بخشا ہے۔ ان کی شخصیت علم و فضل سے ہی صرف معمور نہیں ہے بلکہ ان کے قلب کے اندر بنی نوع انسان کیلئے بے شمار محبت اور رحم کا جذبہ موجزن ہے۔ آپ نے ہمارے سماجی رفاہ کے تصورات میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور ہم لوگوں کا انسانی خوشی میں اضافہ کرنے کی راہ دکھائی۔ عالمی بینک اور آئی۔ ایم۔ ایف نے قومی آمدنی اور مجموعی گھریلو مصنوعات کی شرح نشو و نما سے متعلق اعداد و شمار جاری کیا ہے۔ یہ اعداد و شمار کسی سماج میں مقیم انسانی زندگی کے معیار سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ کوئی سماج آمدنی کی ایک زبردست غیر منصفانہ تقسیم کے ساتھ ایک اونچی فی کس آمدنی کا حامل ہو سکتا ہے اس طرح کے سماج میں امیروں اور دولتمندوں کی چھوٹی سی ٹولی کیلئے کثیر تعداد میں اشیائے تعیش دستیاب ہوتے ہیں لیکن اسی سماج میں دوسری جانب عوام کی ایک بہت بڑی تعداد کو فاقہ کشی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اونچی جی ڈی پی کا مفہوم لازمی طور پر ہر ایک فرد کے لئے تعلیم اور سہولیات صحت نہیں نکلتا ہے۔ قحط پڑتا ہے گرچہ وہاں خوراک کی قلت نہیں ہوتی ہے بلکہ قحط کا سبب یہ ہے کہ غریب افراد قوت خرید سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر قدوائی نے مزید کہا کہ پروفیسر سین کے علم ریاضی، فلسفہ اور اخلاقیات کا موضوع انسان کے ان ہی بنیادی مسائل سے جڑا ہوا ہے۔ ایسے بہت سارے مسائل ہیں جن کی جانب پروفیسر سین نے دنیا کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ آنے والی نسلیں پروفیسر سین کے فلسفہ اور اخلاقیات پر مبنی ایک نئے سماجی عہد کی تعمیر کریں گے۔

گورنر موصوف نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ امرتا کا مفہوم غیر فانی یا کبھی نہ مرنے والا نکلتا ہے اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نوبل انعام پانے والی شخصیت کو ٹیگور نے امرتا کا نام دیا تھا۔ میلان کندیرا نے کہیں کہا ہے کہ "یہ نام ایک انسان کی لافانیت کی نشاندہی کرتا ہے"۔ کندیرا کے مقالہ نے اسے سچ ثابت کر دکھایا۔ امرتا سین کو حیات جاودانی مل گئی ہے۔

کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے میئر مسٹر پرشانت چٹرجی نے ڈاکٹر امرتا سین کی خدمات و معاشیاتی فلسفہ کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر سین کو نوبل پرائز ملنے پر مبارکباد دی۔ باشندگان کلکتہ کی طرف سے انھوں نے کہا کہ تمام باشندگان بالخصوص شہر کلکتہ کے باشندے آپ کی بنیادی تحقیق اور معاشی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے ۹۸ء کیلئے ڈاکٹر سین کو نوبل پرائز کا مستحق ہونے پر خوشی و فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس عظیم شہر کے صد سالہ تاریخ میں یہ روشن ترین وقائع میں سے ایک ہے۔ یہ رابندرا ناتھ کا کلکتہ ہے۔ یہاں ڈاکٹر رونلڈ روس، سی۔ وی۔ رمن اور مدر ٹریسا نے اقامت کی اور اپنی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ بین الاقوامی سطح پر مسٹر سین بلاد ونی عزت وقدر افزائی نے اس عظیم شہر کی روایت کو مالا مال کیا ہے اور اس کے تسلسل میں روح پھونک دی ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ مسٹر سین کے کاموں نے آج آفاقی سطح پر داد تحسین حاصل کی ہے۔ سماجی سائنس کے وسیع میدان پر بھی ان کے تحقیقی کار زندگی سے متعلق ان کے فلسفہ کی عکاسی کرتے ہیں جس سے ہم عرصہ دراز سے مالا مال ہوتے ہیں۔ دولت کی پیداوار اور بازاری معیشت کی توسیع ہی سماجی ترقی کی عام علامتیں نہیں ہیں بلکہ سماجی انصاف اور دولت کی مساوی تقسیم کے ذریعے ایک رفاہی ریاست کی تعمیر کے سلسلے میں ان کی دکھائی ہوئی جہت سے تیسری دنیا کے عوام کے سامنے امید کی کرنیں ابھر کر سامنے آئی ہیں۔ معیشت کے میدان میں انسان کی سماجی حیثیت اکثر مبہم رہی لیکن انھوں نے اس حیثیت کو صحیح مقام عطا کیا ہے اور جس کے ذریعے انھوں نے علم معاشیات کو مکمل شکل دیا۔ ان کی خدمات میں معاشیات نے فلسفیانہ روپ اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے تمام سماجی رکاوٹوں کو جمع کیا ہے اور سماجی رفاہ، غریبی، قحط اور بھوک کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو نمایاں کرتے ہیں۔

مسٹر سین نے کہا کہ اس عظیم شہر کی تاریخ بیرونی حکمران کے خلاف جدوجہد سے جڑی ہوئی ہے۔ ماضی کی اس تاریخ کا ہر صفحہ سماجی ناانصافی کے خلاف احتجاج سے بھرا پڑا ہے اور اس شہری روایت کی پوری قدریں انسان کی عظمت سے ہم آغوش ہیں۔ اس شہر کو ہر لمحہ زندگی کی جدوجہد کو جاری رکھنا پڑتا ہے اور اس کے لئے مسٹر سین کے کاموں کے ذریعہ خود کو ازسر نو جانے کا موقع ملا ہے۔ انھوں نے اصلاحات آراضی، عالمی تعلیم اور سب کے لئے صحت جیسے جو اہم باتیں اٹھائی ہیں۔ ان میں ہماری حالتوں کی ترجمانی دے رہی ہے۔ انھوں نے جمہوریت کے فائدے کے لئے بار بار بیباک ہو کر آواز اٹھائی ہے۔ آج ہمارے چاروں طرف جب ہماری تہذیب و تمدن کو پیچھے لے جانے کی ناپاک کوشش ہو رہی ہے، فرقہ پرستی کے خلاف ان کے منہ زور جہاد سے ہمیں حوصلہ ملا ہے۔ ان کی عزت افزائی ہمارے نزدیک کوئی تعریفی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہماری بے ساختگی ہے اور ہمارے دلوں کی اجتماعی عقیدت کا اظہار ہے۔

اس عظیم شہر نے اپنے مستقبل کا خواب دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ ان کی کامیابیاں ہمارے جوانوں کی حوصلہ افزائی کریں گی۔ بستری چیٹرجی نے امید ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر سین کا آئندہ کام اور بھی وسیع تر ہوگا۔

انھوں نے کلکتہ کے باشندگان کی جانب سے امرتا سین سے اپنی بے لوث محبت اور پُرخلوص تشکر کا اظہار کیا اور ان سے کلکتہ والوں کے پُرجوش استقبال کو قبول فرما کر ممنون کرنے کی درخواست کی۔

اس موقع پر عزت مآب اسپیکر جناب ہاشم عبدالحلیم نے مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کی منظور کردہ قرارداد پڑھ کر سنایا۔ یہ قرارداد امرتا سین کے نوبل پرائز ملنے پر مغربی بنگال اسمبلی نے گذشتہ سیشن میں انھیں مبارکباد دیتے ہوئے منظور کی تھی۔

شہری وعوامی استقبالیہ تقریب میں پروفیسر امرتا سین کی تحقیق پر اظہار خیال کرتے ہوئے وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا نے کہا کہ پروفیسر سین نے ایک ہی نہیں کئی موضوعات پر تحقیقی کام کئے ہیں اور ان کے ذریعے نئے نئے راستے نکالے ہیں۔ ان کے تحقیقی کاموں میں پچھلی تحقیق کے ساتھ اگلی تحقیق کا ہمیشہ رشتہ رہا ہے۔ انھوں نے عام لوگوں کی صحت، تعلیم اور ترقی سے متعلق سوچ وچار کیا ہے۔ ان کی تحقیق ہندوستان سمیت تیسری دنیا کے عوام کی ترقی کے مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ ماہر اقتصادیات شری امرتا سین کی کچھ تجویزوں پر روشنی ڈالتے ہوئے شری داس گپتا نے اعلان کیا کہ حکومت مغربی بنگال اپنے نویں منصوبے میں پانچ سے نو سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے پرائمری تعلیم کو لازمی بنانے پر عمل درآمد کرے گی۔

انھوں نے مزید کہا کہ حکومت نے بچوں کی شرح اموات میں کمی لانے کے پروگرام کے نفاذ کے علاوہ اصلاحات آراضی، تعلیم، عام صحت اور ترقیات پر اعلیٰ مطالعہ وتحقیق کے لئے ریاست میں بین الاقوامی سطح پر سماجی سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ڈاکٹر داس گپتا نے یہ بھی اعلان کیا کہ ریاستی حکومت بہت جلد پروفیسر سین کے منتخب کاموں کو کم قیمت پر بنگالی زبان میں شائع کرے گی تاکہ عام لوگوں تک مسٹر سین کی باتیں پہنچ سکیں۔

شہری استقبالیہ میں جلسہ کا روح رواں ڈاکٹر امرتا سین نے اپنی

تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا ــــ" میں گھر آکر خوش ہوں اور دوستی والسانی ہمدردی کی گرمجوشی سے جس کے ساتھ مجھے مبارک باد دینے کا مستحق کیا گیا اور جس میں یقیناً یہ پُر خوش استقبال شامل ہے، انتہائی سرور محسوس کرتا ہوں۔ میں سچ مچ بہت ممنون ہوں۔"

گھر کی واپسی میں کیا ایسی خصوصی بات ہو سکتی ہے؟ اس کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے چالیس سال سے پہلے جب جادوپور یونیورسٹی میں معلم تھے ایک معصوم بچے کے ساتھ ہوئی بات چیت کو دہراتے ہوئے کہا کہ یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ جنوبی کلکتہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے گئے تھے۔ انھوں نے گھنٹی بجائی۔ تھوڑی دیر کے بعد تقریباً تین سال کی ایک بچی لوہے کی کالکسیول گیٹ کی دوسری جانب نمودار ہوئی فراخدلانہ مسکراہٹ کے ساتھ۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا "تمہارا نام کیا ہے؟" "نہیں، نہیں، نہیں"۔ بچی نے منصفاً طور پر جواب دیا۔ "یہ ہمارا گھر ہے"، "تمہارا نام کیا ہے؟" انھوں نے کہا کہ مجھے اس بچے کی طرف سے جو ڈانٹ ملی میں اس کا پورا مستحق تھا۔ اس سے یہ تمیز پیدا ہوتی ہے کہ یہ کس کا گھر ہے۔"

کلکتہ واپس لوٹنے پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ" میں ایک ایسے شہر میں واپس آگیا ہوں جسے میں بلاشبہ اپنا گھر کہہ سکتا ہوں۔"

"میں یہاں اپنا حقوق جتانا نہیں چاہتا تاہم میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس بار خیر مقدم کی توسیع وشدت میری توقع سے زیادہ ہے۔ اسی لئے میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنے خیر مقدم کا احساس دلایا اور اس ماٹی کے سپوت کے طور پر دولتِ فخر سے نوازا۔"

انھوں نے کہا کہ انھیں ایک شہر کی حیثیت سے کلکتہ پر بہت فخر ہے۔ بے شک دنیا بھر میں اس کے امیج کے مطابق اس شہر کے نام کو اکثر غربت سے پہچانا جاتا ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ اس امیج میں سچائی ہے۔ اس کے باوجود یہ حیرت ناک قوتِ عزمی کا بھی شہر ہے اور یہ دانشورانہ سلیقہ مندی، فنکارانہ تصورات اور سیاسی زندہ طبعی کا بھی شہر ہے۔ اور ان سب کے علاوہ یہ رواداری اور اختراع کا قابل قدر مقام ہے جو وطنی تہذیب کو اس شہر میں مہاجر کی لائی ہوئی ثقافت اور ادراک کے ساتھ مشترک کر لیتا ہے۔

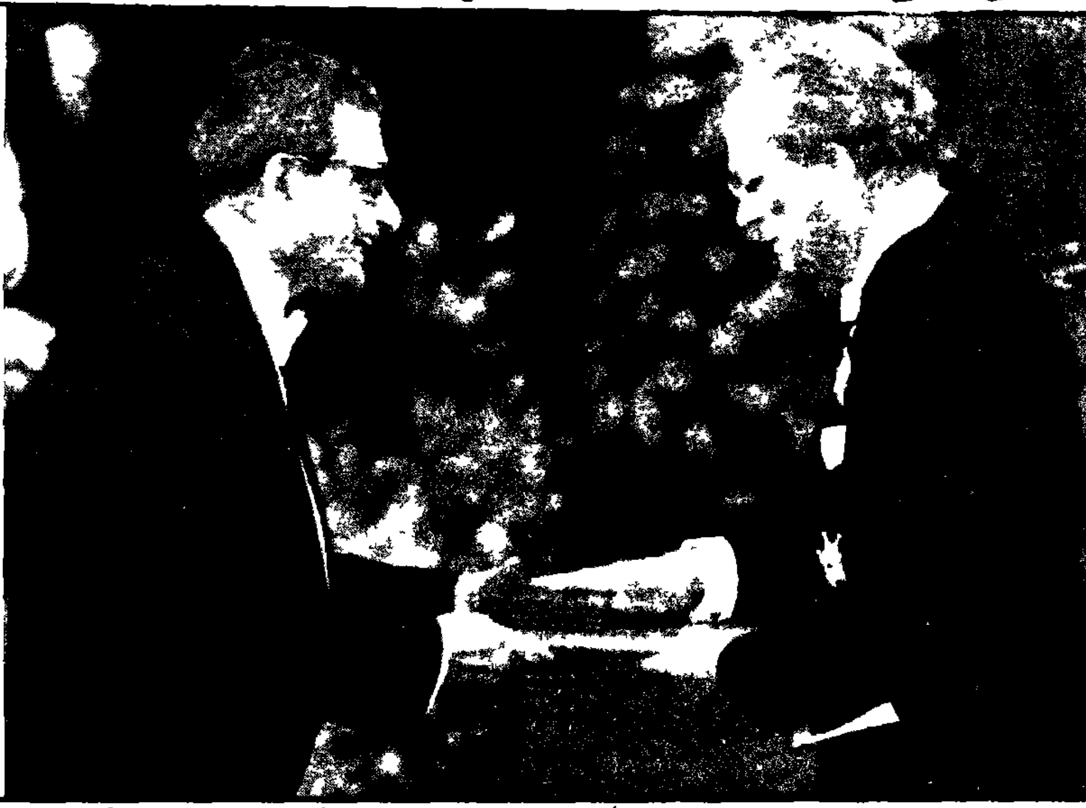
آخر میں پروفیسر امرتا سین نے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنے نوبل انعام کی رقم سے ہندوستان اور بنگلہ دیش میں تعلیم وصحت کی نگرانی کے لئے ان کی رہائش گاہ شانتی نکیتن میں "پراتیچی" کے نام سے ایک خیراتی ٹرسٹ قائم کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ ترقی پذیر ممالک میں تعلیم وحفظان صحت دونوں کی اشد ضرورت ہے۔ وہ اس میدان میں عرصہ دراز سے کام کرتے رہے ہیں۔ وہ انسانیت پر یقین رکھتے ہیں اور انسانیت کی خدمت میں خرچ کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ آج مسائل بے شمار ہیں اور اس رقم سے قائم ٹرسٹ حالات میں معمولی تبدیلی لا سکتا ہے۔ انھیں یقین ہے کہ عوام الناس اس کے اس مقصد کی تکمیل کے نیک خواہشات کا ضرور اظہار کریں گے۔

سب سے آخر میں وزیر اطلاعات وثقافتی امور وداخلہ (پولس) شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن ہم ناعاقبت اندیش معیشت کے شکار ہیں۔ آج کے نامساعد حالات میں تشدد آمیز دنیا مختلف بحران سے دوچار ہے۔ ایسی حالت میں امرتا سین کی رفاہی معاشیات ایک نئی جہت کا اعلان کرتی ہے۔ وزیر موصوف نے رابندر ناتھ ٹیگور کی نظم کے ایک اقتباس سے آج کے مہمان خصوصی سے اپنی عقیدتمندی کا اظہار کیا ؎

طلمت کے توسط سے جو اجالا نمودار ہوتا ہے
وہ تمہارا ہی اجالا ہے
اختلافات کے درمیاں سے جو اعتماد
ابھر کر سامنے آتا ہے وہ تمہارا ہی اعتماد ہے!

اس موقع پر حکومت مغربی بنگال کلکتہ میونسپل کارپوریشن اور ہوڑہ میونسپل کارپوریشن کی جانب سے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، کلکتہ کے میئر شری پرشانتا چٹرجی اور ہوڑہ کے میئر شری سدیش چکرورتی نے بالترتیب تحائف اور یادگاریں پیش کیں۔ وزیر اعلیٰ موصوف نے ان کے کاندھے پر فضیلت کا پٹہ (اتیریو) رکھ کر ان کی عزت افزائی کی۔ ■■

ڈاکٹر امرتا سین کو نوبل پرائز سے سرفراز کیا گیا



• ڈاکٹر امرتا سین سوئیڈن کے راجا کارل گستاو کے ہاتھ سے نوبل پرائز لیتے ہوئے

گذشتہ ۱۰ دسمبر کو اسٹاک ہوم کے کنسرٹ ہال میں منعقدہ ایک پرشکوہ تقریب میں ادب، طب، کیمیا اور طبیعات کے ساتھ معاشیات پر بھی نوبل انعام تقسیم کئے گئے۔ معاشیات کے میدان میں نوبل پرائز کا حقدار مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر امرتا سین نے سوئیڈش کے بادشاہ کارل گستاو کے ہاتھ سے ۱۹۹۸ء کا نوبل پرائز برائے معاشیات حاصل کرکے اپنی برتری کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر سین سے قبل رویندر ناتھ ٹیگور، سی وی رمن، ہرگوبند کھورانہ، مدر ٹریسا نے مختلف میدانوں میں نوبل پرائز حاصل کرکے ہندوستان کی عظمت کا ثبوت دیا تھا۔ ڈاکٹر سین نوبل پرائز پانیوالوں میں چھٹے ہندوستانی ہیں اور معاشیات پر نوبل انعام یافتگان میں پہلا ایشیائی باشندہ ہیں۔ انکی حسب بازاری معیشت کے سلسلے میں تحقیقی خدمات، سماجی فلاح کے مسئلے معاشیات اور سماج کے محروم طبقہ کے مفادات کے پیش نظر اقتصادی خدمات اور انکے عوامی نظریہ خیال کو تسلیم کرتے ہوئے رائل سوئیڈش اکاڈمی آف سائنس نے ڈاکٹر امرتا سین کو ۱۹۹۸ء کا نوبل پرائز بیاد الفریڈ نوبل دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ فلاحی معاشیات میں اس نوعیت کا یہ پہلا انعام ہے۔

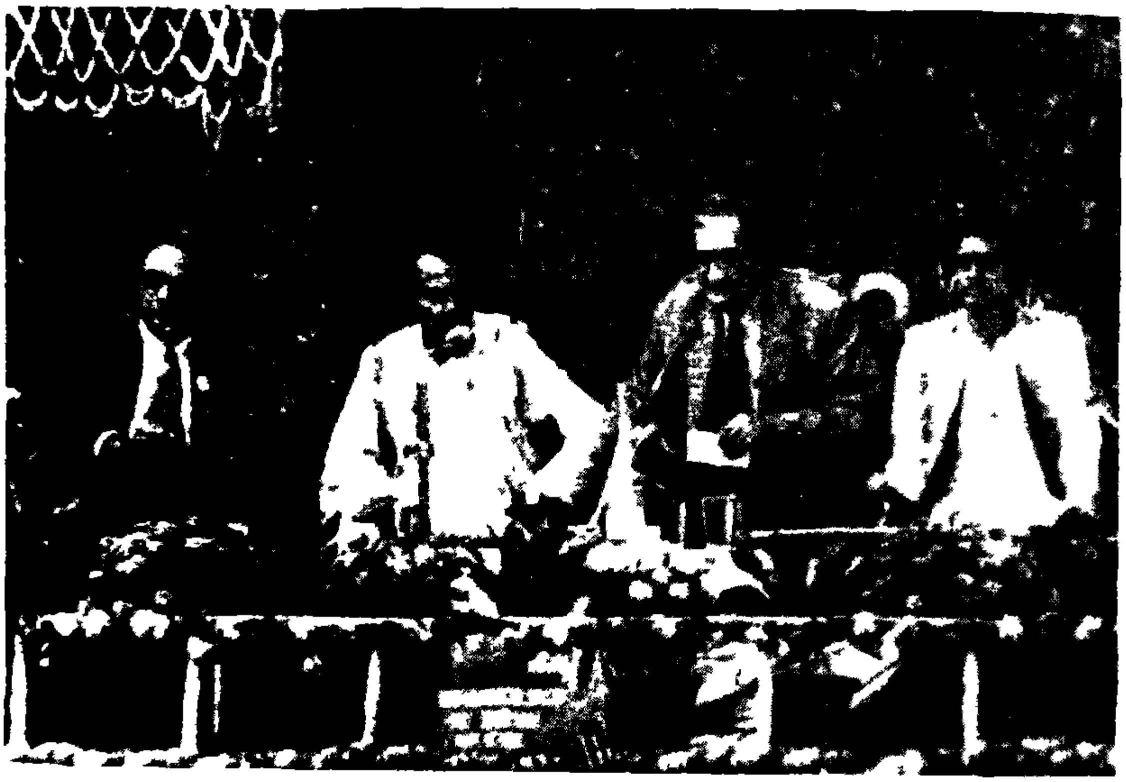
ڈاکٹر امرتا سین کو نوبل پرائز میں ۷۶۰ لاکھ سوئیڈش کرونر (مطابق ۹ لاکھ ۳۸ ہزار امریکی ڈالر)، میڈل اور اعزازی نامہ پیش کیا گیا۔ نوبل پرائز سے سرفراز ہونے کے بعد ڈاکٹر سین نے آکاش وانی کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں ہندوستانی معیشت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ سرکاری پالیسی کو تجارتی ہونے کے بجائے عوامی ہونا چاہئے۔ اس اعتبار سے خاص طور پر سماج کے ان لوگوں پر جو مالی محرومی کے شکار ہیں، توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ عالمگیر معاشی پالیسی سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ معاشی ترقی یقیناً اہمیت کی حامل ہے لیکن عام لوگوں کی شرح آمدنی کی اقتصادی حالت کی بہتری پر بھی زور دینا ضروری ہے تاکہ وہ بھی بہتر زندگی گزار سکیں۔ انہوں نے بتایا کہ گلوبلائزیشن کے عہد میں سہولتوں سے مستفید ہونے کیلئے تعلیم کی بڑی اہمیت ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں بنیادی تعلیم پر توجہ کم دی گئی ہے۔

ڈاکٹر امرتا سین کی اس کامیابی اور نوبل پرائز کی سرفرازی سے پوری ہندوستانی قوم بالخصوص بنگالیوں کا سر اونچا ہو گیا۔ انہوں نے بنگال اور کلکتہ سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار کرکے اہل بنگال اور باشندگان کلکتہ کا حوصلہ بڑھایا ہے۔

پروفیسر امرتا سین کی پریس سے ملاقات

مغربی بنگال میں اصلاحات آراضی کی کامیابی دوسری ریاستوں کیلئے ایک مثال ہے

• پروفیسر سین



• امرتا سین پریس نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے

قومی آمدنی کی افزائش کی بنیاد پر ایک شخص کا اندازہ لگانا صحیح نہیں ہوگا۔ معاشی ترقی کا تعلق قومی جمہوریت کے فروغ سے گہرا ہے۔ یہ بات کلکتہ کے دورے پر آئے ہوئے مشہور ماہر اقتصادیات ڈاکٹر امرتا سین نے گزشتہ ۲۶ دسمبر ۹۸ء کو کلکتہ پریس کلب میں پریس نمائندوں سے ملاقات کے دوران کہی۔ اس موقع پر وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا نے بھی اظہار خیال کیا اور کلکتہ پریس کلب کے صدر شری کاسنیل داس نے جلسہ کی صدارت کی۔

ڈاکٹر امرتا سین پریس نمائندوں سے دو بدو گفتگو کے دوران خندہ پیشانی سے مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے سلسلے میں میتھلیسین تھیوری اسی قدر درست ہے جس قدر ہم تاریخ میں اس کے ثبوت رکھتے ہیں (واضح رہے کہ میتھلیس نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ دنیا اپنی بڑھتی ہوئی شرح آبادی کی وجہ سے زوال پذیر ہو جائے گی) انھوں نے کہا کہ زرخیزی تولید سماجی معاشی ترقی کی منافی ہے اور ہندوستان کی بعض ریاستوں میں جہاں زرخیری کی شرح کم ہے۔ خواتین کے حق میں ، جمہوری حقوق، تعلیم لنسواں اور روزگار پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جب ایک خاتون ضبط تولید کے سلسلے میں اگر فیصلہ کرے تو یقیناً زرخیزی تولید کی شرح میں کمی آجائے گی۔ انھوں نے واضح کیا کہ شاید اسی لئے ایک ریاست کی معاشی ترقی کا دارومدار شرح آبادی پر نہیں ہوتی ہے بلکہ آبادی کی شرح افزائش یا زرخیزی کی شرح کا انحصار معاشی ترقی پر

ہوتا ہے۔ انھوں نے غریبی، قحط اور بھوک مری کی شرح کو کم
کرنے کے لئے کاشتکاری کی افزائش اور پیداواریت کی ترقی پر
زور دیا۔ انھوں نے کہا کہ عوام کے پاس جب غذا کے لئے
کافی قوت خرید ہوگی، غریبی اور قحط جیسے اہم مسائل
حل ہو جائیں گے۔ حکومت اور سماج دونوں کو چاہئے کہ وہ
مناسب تعلیم، صحت اور روزگار کی فراہمی کے ذریعے معاشی
ترقی کے لئے عوام کی مدد کریں۔

ایک سوال کہ آپ موڈل معاشی نظام کے طور پر کس ملک
کی مثال دیں گے؟ کا جواب دیتے ہوئے مسٹر سین نے کہا
کہ اس سوال کا جواب مشکل ہے لیکن اس سلسلے میں مختلف
ملکوں کے معاشیات پر نظر دوڑانا ضروری ہے۔ بہت سے
ایسے ممالک ہیں جہاں کافی ترقی یافتہ معیشت موجود ہے لیکن
وہاں بھی کچھ خامیاں ہیں۔ مثال کے طور پر امریکہ جیسے امیر ملک
میں صحتی خدمات پر توجہ نہیں دی گئی۔ اگرچہ جاپان نے دوسرے میدان
عمل میں کافی ترقی کی ہے اس لئے انھیں سدکر کے موڈل
کی حیثیت سے کسی ایک ملک کی مثال دینا درست نہیں ہے۔

پروفیسر سین کے مطابق جمہوری ملک میں معاشی
ترقی کے امکانات زیادہ ہیں ایسے ملکوں میں معاشی ترقی
سے عام لوگ زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

انھوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ملک اور ملک
سے باہر جو باتیں صحت مند ہیں انھیں اپنانے کی ضرورت ہے۔
وہ اچھی چیزیں جو ملک کو ترقی کی منزل تک لے گئی ہے انھیں
حاصل کرنا چاہئے۔ بہت سے معاملوں میں ہم چین اور ہندوستان
سے بھی سبق لے سکتے ہیں۔

سوال: "بائیں محاذ کی کارکردگی کے سلسلے میں آپ کا
کیا خیال ہے؟ کیا آپ کی نظر میں یہ موڈل ہو سکتا ہے؟"
اسکے جواب میں ڈاکٹر سین نے کہا کہ میں نے اصل میں ابھی تک
اس کا جائزہ نہیں لیا ہے اس لئے اس سلسلے میں میرا کوئی
خیال نہیں ہے۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ بہت سے میدانوں میں
اس نے کامیابی حاصل کی ہے۔ مغربی بنگال میں
اصلاحاتِ آراضی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ
دوسری ریاستوں کے لئے یہ ایک مثال ہے جس کی
پیروی کی جاسکتی ہے۔ کیرالا میں توسیع تعلیم کے سلسلے
میں کئے گئے اقدامات سے بھی ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سین نے اشتراکی نظام حکومت کی کامیابیوں
کے حوالے سے کہا کہ ہم سوویت یونین ایسٹ یورپ
کے اشتراکی طرزِ حکومت کے تحت کئی قابلِ قدر کامیابیوں
کو نہیں بھول سکتے ہیں۔ ہمیں یاد ہوگا کہ رابندرناتھ ٹیگور
نے روس سے واپسی پر روسی حکومت اور وہاں کے
اشتراکی نظام کی خاص طور پر تعلیم کی توسیع کے لئے
تعریف کی تھی۔ اگرچہ وہ واحد پارٹی نظام کی حکومت کے
زبردست مخالف تھے۔ ڈاکٹر سین نے کہا کہ چین،
ویتنام اور کیوبا میں بھی اشتراکی نظام حکومت قائم ہے۔
اس میں ویتنام نے بہت سے میدانوں میں کافی ترقی
بھی کی ہے۔ چین کی بازاری ترقی سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا
ہے۔ دوسری جانب جمہوریت کے فروغ کے لئے چین کو بھی
ہندوستان سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اس موقع پر ڈاکٹر سین
نے پریس کلب کے احاطے میں رابندرناتھ ٹیگور کی ایک شبیہ
کی نقاب کشائی کی۔ ■■

بقیہ :- پروفیسر امرتیہ سین

ہیں کہ جب تک معاشرتی سیاسی اور معاشی نابرابری سے نپٹنے کے
ضمن میں بے توجہی سے کام لیا جاتا رہا وہ ان مسائل پر بار بار اظہار
خیال کرتے رہیں گے۔

پروفیسر سین نوبل انعام حاصل کرنے والے چھٹے ہندوستانی
ہیں اور خاص طور پر ان کے اس انعام سے ہمیں خوشی ہوئی ہے کہ انھوں نے
نہ صرف ہندوستان کی شہریت بحال رکھی ہے بلکہ اپنی فکری بنیاد بھی
ہندوستان کو ہی قرار دیا ہے جہاں سے تاثیر اور تحریک حاصل کرنے
وہ وقتاً فوقتاً یہاں آتے رہتے ہیں۔ (بشکریہ آجکل، نئی دہلی) ■■

پروفیسر امرتیہ سین

از:- دیویش

پروفیسر امرتیہ سین کو نوبل انعام دیا جانا معاشیات کی بنیادی سروکاروں کی بحالی کا اعلان ہے۔ رائل سویڈش اکاڈمی آف سائنس کا یہ عہد ساز فیصلہ اس ضابطۂ علم کے ضمن میں اس کے سابقہ موقف سے انحراف کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ حال کے برسوں میں جن لوگوں کو یہ انعام ملا ہے اس کے بارے میں معلومات عام نہیں ہیں۔ ان حضرات کی تمام ذہنی فعالیت منڈی معیشت کی ناز برداری اور اس کے تفاعل سے متعلق کچھ الجھے مسائل کے تکنیکی حل فراہم کرنے سے عبارت رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نوع کی کارگزاری میں وسیع انسانی مفاد کا پہلو مفقود ہی رہے گا۔ گزشتہ چند دہائیوں سے معاشیاتی فکر کا اصرار بمنزلہ اس موضوع کی روایاتی دلچسپیوں کے، مارکیٹ نیز اس کے نقائص، توقعات اور اتفاقات کے اس کردار پر رہا ہے جو یہ کمرشیل قوتوں کے تعین میں ادا کرتے ہیں اس صورت حال میں مابعد نو آبادیاتی دور کا وہ تصور بھی از کار رفتہ اور بے مصرف قرار پایا جس کی رو سے ترقی یافتہ ممالک کا مطلق العنان ہونا معاشرتی بہبود کے منافی ہے۔ بعض ماہرین کے خیال میں اس انعام کے لئے پروفیسر سین کا انتخاب بے لگام منڈی معیشت کے متعلق روز افزوں شک و شبہات کی نشاندہی نیز اس کے مفید مطلب ہونے پر سوال قائم کرتا ہے اپنے خراج تحسین میں اکاڈمی کا کہنا ہے کہ "پروفیسر سین کو یہ انعام فلاحی معاشیات کے میدان میں ان کی نمایاں خدمات کے لئے دیا گیا ہے۔ انھوں نے قحط اور غریبی کے تہہ نشیں اقتصادی میکانزم کی تفہیم میں ہماری معاونت کی ہے۔ معاشیات اور فلسفے دونوں کے استاد رہ چکے امرتیہ سین نے ان ضابطہ ہائے علوم کے اصولوں کو متصل کر کے اقتصادیات کے مرکزی قضایا کے بحث میں ایک اخلاقی جہت بحال کی ہے۔"

پروفیسر سین منڈی معیشت کے افادیتی پہلوؤں کے بڑے قائل رہے ہیں، لیکن ان کے نزدیک ہر ایسی معاشی سرگرمی جو وسیع تر انسانی فلاح کی نسبت بے حسی کا مظاہرہ کرتی ہو مشتبہ و بے معنی ہے۔ بہتوں کی نظر میں پروفیسر سین کی خدمت کو جو اتنا گراں قدر اور معنی خیز بناتا ہے وہ ہے ان کا معاشیات کے تصوراتی بنیادوں کا فلسفیانہ انتقاد اور ان کی فکر کا انسانیت پسندانہ تناظر۔ امرتیہ سین کے کیمبرج یونیورسٹی میں طالب علمی کے زمانے کے ساتھی جیفری ہارکورٹ نے اس انعام کو مستقبل کے لئے ایک خوشگوار علامت سے تعبیر کیا ہے اور کہا کہ امرتیہ سین اس نوع کے امور پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں جو ہر ماہر معاشیات کی فکر کا اصل موضوع ہونا چاہئے وہ وہ ایڈم اسمتھ، ریکارڈو، مارکس، کیس اور کالیکی کی روایت کے مفکر ہیں مشہور معاشیات داں امیہ باگچی کے الفاظ میں "سین ان بہت تھوڑے لوگوں میں ہیں جنہیں محض ایک ماہر معاشیات تصور کرنا غیر مناسب ہوگا۔ اس سے کہیں زیادہ وہ ایک فلسفی ہیں جس نے اپنی تمام زندگی کروڑوں افلاس زدہ لوگوں کی بدحالی کے اسباب کا تجزیہ کرنے نیز ان کے نجات کے طریقوں اور وسائل کی جستجو میں وقف کردی ہے" سین سے قبل ایسے کسی معاشیاتی مفکر کو نوبل انعام نہیں ملا ہے جس نے بازار کو یکسر آزاد کرنے کی مخالفت اور ریگن۔ تھیچر معیشت کی تنقید کی ہو۔ انھوں نے بڑے ہی موثر انداز میں اس بات کی وکالت کی ہے کہ معیشت میں ریاستی مداخلت کو کلیتاً خارج نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ لاکھوں کروڑوں عام انسانوں کے مفادات کے تحفظ میں ریاست کا ایک مثبت کردار ہوتا ہے۔

۶۳ سالہ امرتیہ سین اس وقت ٹرینٹی کالج کیمبرج کے ماسٹر ہیں۔ وہ ہارورڈ یونیورسٹی میں معاشیات کے اور ڈرمنڈ یونیورسٹی میں سیاسی معاشیات کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۹۳۳ء میں شانتی نکیتن میں ہوئی تھی۔ ان کا یہ نام خود ربندر ناتھ ٹیگور کا رکھا ہوا ہے۔ ان کے دادا سنسکرت کے ایک بڑے عالم تھے چنانچہ انھوں نے بھی سنسکرت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ کالج میں ان دلچسپی کے موضوع ریاضی اور طبعیات تھے لیکن بعد میں وہ ریاضی اور معاشیات کی جانب آگئے۔ اس تبدیلی کی وجہ ان کے سیاسی سروکار تھے۔ انھیں لگا کہ معاشیات ایک ایسا موضوع ہے جس کی مدد سے دنیا بھر

میں پھیلی محرومی، افلاس اور استحصال جیسی لعنتوں سے سرد آزما ہوا جاسکتا ہے۔ غریب اور معلوک الحال عوام کے لیے کچھ کرسکنے کا جذبہ ان میں اتنا شدید تھا کہ وہ شانتی نکیتن اور پریزیڈینسی کالج کے زمانے سے ہی بائیں بازو کی فکر سے وابستہ ہوگئے۔ کیمبرج میں وہ سوشلسٹ کلب کے ایک فعال رکن تھے۔

ان کی رو سے جمہوریت کی عدم موجودگی انسانی حقوق اور سیاسی آزادی کی ہی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ ایک نہایت بنیادی معنی میں لوگوں کی مامونیت یعنی بقا کے تحفظ کی خلاف ورزی ہے۔

قریب ۱۰ برس قبل امرتیہ سین نے ہندوستان کے ایک انگریزی روزنامے کے ساتھ گفتگو میں اپنی ذہنی دلچسپیوں کی بوقلمونی کے ضمن میں کہا تھا کہ "میں نہیں سمجھتا یہ ضابطۂ علم ایسا ہے کہ ایک خالص معاشیات داں کا تصور ممکن ہو۔ معاشیات کا تعلق انسانی سماج سے ایک نہایت ہی مرکزی پہلو پر اس سماج کی تعلیل اور اس کی قدر پیمائی سے ہے۔ اس کے خمیر میں معاشرتی عوامل اور عمرانیاتی پہلو موجود ہیں۔ یہ تاریخ پر تاریخی مطالعات سے اثر قبول کرتی ہے۔ اس کی نوعیت و ماہیت پر نفسیاتی عوامل کے ساتھ ساتھ نفسیاتی مطالعات کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مزید برآں طریقہ کار پر قدر پیمائی کا مسئلہ لازمی طور پر فلسفے اور بطور خاص علمیات اور اخلاقیات کی جانب لے جاتا ہے۔"

حیرت نہیں کہ ایسے معاشیاتی تعمص میں اتنے وسیع سیاق و سباق اور تناظر کے حامل اس دانشور نے فلاحی معاشیات کو اپنا موضوع خاص بنایا۔ اسی لئے نوبل انعام کے بارے میں اطلاع موصول ہونے کے بعد ان کا پہلا ردعمل تھا کہ وہ بے حد خوش ہیں اور اس سے بھی زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ انھیں یہ انعام فلاحی معاشیات کے لئے دیا جارہا ہے۔ لیکن انھوں نے اس بات پر دکھ کا بھی اظہار کیا کہ اس انعام سے سب سے زیادہ خوش ہونے والے ان کے دوست محبوب الحق ان سے بچھڑ گئے ہیں جن کی یاد میں ہونے والے جلسے میں شریک ہونے وہ یہاں آئے ہیں۔ امرتیہ سین نے فلاحی معاشیات کے بنیادی مسائل کی تحقیق میں متعدد کلیدی خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں معاشرتی اختیار کے واضح بالذات نظریے سے لے کر فلاح اور غریبی کے اشاریات کی تعریفوں کا

تعین نیز فاقہ زدگیوں کے تجرباتی مطالعات تک شامل ہیں اور ان سب کو جس چیز نے باہم دیگر منسلک کیا ہوا ہے وہ ہے تقسیم سے متعلق سوالوں میں عمومی اور معاشرے کے غریب ترین ارکان میں خصوصی دلچسپی۔ سین نے اس وضاحت کے ذریعے کہ بین شخصی موازنہ پذیری کے متعلق مختلف مفروضات کس طرح اجتماعی فیصلوں کے لئے ایک غیر آمرانہ اور استوار حکومت کے امکان پر اثر انداز ہوتے ہیں، معاشرتی اختیار کے نظریے میں ایک بالکل نئے شعبے کی طرح ڈالی ہے۔ سین بلا اصرار کہتے ہیں کہ فلاح کی تشکیل کے اسباب بذات خود نہیں بلکہ وہ عملیت کرتی ہے جس کے واسطے ان کا اکتساب کیا جاتا ہے۔ اس نکتہ نظر کی رو سے آمدنی کی معنویت کا سبب وہ مواقع ہیں جن کو یہ خلق کرتی ہے، لیکن اصلی مواقع یا بالفاظ سین "صلاحیتوں" کا انحصار متعدد دوسرے عوامل پر بھی ہوتا ہے، مثلاً صحت اور فلاح کا اندازہ لگانے کے عمل میں ان عوامل کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

امرتیہ سین نے اس امر کی جانب بھی اشارہ کیا ہے کہ من حیث کل تمام مبنی بر حقائق اخلاقی اصول افراد کے مابین مساوات کو کچھ تو پہلے سے فرض کرلیتے ہیں لیکن یکساں مواقع سے مستفید ہونے کی صلاحیت ہر فرد میں الگ الگ ہوتی ہے اس لئے تقسیم کے مسئلے کو مکمل طور پر کبھی حل نہیں کیا جاسکتا۔ بعض ابعاد میں مساوات کے معنی بعض دوسروں کی نابرابری میں ہوتا ہے۔ کن ابعاد میں ہم مساوات کی پیروی کریں اور کن میں ہمیں نابرابری کو تسلیم کرنا ہے۔ ظاہر ہے یہ منحصر ہوگا اس بات پر کہ فلاح کے مختلف ابعاد کی ہم کس طرح قدر پیمائی کرتے ہیں۔ فلاحی پیمائش کے اپنے طریق کار کی رو سے سین زور دیتے ہیں کہ افراد کے لئے یکساں مواقع ہی اس جہت کی تشکیل کرتے ہیں جس جہت میں مساوات کے لئے ہمیں جدوجہد کرنی چاہیئے۔

نوبل انعام یافتہ مفکر رابرٹ سولو نے امرتیہ سین کو "معاشیاتی کاروبار کے ضمیر کا محافظ" قرار دیا تھا۔ یہ بیان ایک ایسے معاشیاتی مفکر کی بے مثال طباعی کو ضبط اظہار میں لاتا ہے جس کی ذکاوت اپنے ضابطۂ علم کے حدود میں مقید نہیں ہے۔ امرتیہ سین کا وژن منسلک ہے ان کے معاشرتی وژن سے۔ ترقی، حریت اور یکساں مواقع اس کے تین بنیادی حوالے ہیں۔

امرتیہ سین نے معاشرے میں عورتوں کے خلاف متعصبانہ رویوں کا بھی تجزیہ نیز ان کے ساتھ نابرابری اور ناانصافی کے سلوک پر بڑے شد و مد سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انھیں کے الفاظ میں "کلکتہ میں اپنے

طالب علمی کے زمانے میں مجھے عورتوں اور مردوں کے مابین عدم مساوات کا احساس ہوا۔ حتیٰ کہ سیاسی طور پر اپنے خیالات کے بے کم و کاست اظہار کی اہلیت رکھنے والی عورتیں بھی کہیں نہ کہیں اس نابرابری کے آگے سربسجدہ تھیں۔ شروع میں مجھے اس کا قطعی اندازہ نہیں تھا کہ جنس سے متعلق یہ عدم مساوات صرف معاشرتی مقام و حیثیت ہی نہیں بلکہ غذائیت اور صحت کی سطح پر بھی کارفرما ہے۔ اس امر کی آگاہی مجھے جنس اور قحط سے متعلق فنا پذیری کا مطالعہ کرنے کے دوران ہوئی۔ صحت کے معاملے میں تفریقی رویوں کے نتیجے میں دنیا اور بالخصوص ایشیا میں "گمشدہ عورتوں" کی ایک کثیر تعداد ہوتی ہے۔ طبی اور عام دیکھ بھال کے معاملے میں شیرخوار بچیوں پر بھی ویسی توجہ نہیں کی جاتی جیسی لڑکوں پر۔ یہ سب عورتوں اور مردوں کی شرح اموات میں ایک ناقابل برداشت تفریق کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ میڈیا بھی طفل کشی، جہیز سے جڑی موتوں اور کسی بیوہ کو سپرد آتش کرنے جیسی خبروں کو تو سرخیوں میں پیش کرتا ہے لیکن وہ باتیں سامنے نہیں آپاتیں جو ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں زندگیوں کو متاثر کرتی ہیں کیونکہ یہ سارا عمل بالکل خاموش تشدد کی طرح ہے۔"

امرتیہ سین کی فکری ابعاد کی تشکیل میں ان کے ملک یعنی ہندوستان کا خاصا اہم کردار رہا ہے۔ سین کی ایک سابق متعلم اور پلاننگ کمیشن کے رکن مانٹیک سنگھ اہلو والیہ کا کہنا ہے کہ "نہ صرف یہ کہ ان کی علمی کارگزاری کا ایک اہم حصہ یہاں کی معاشی حقیقت کے لئے مفید مطلب ہے بلکہ اس پر مبنی بھی ہے۔" از روئے سین ہندوستان میں غربت اور عدم مساوات کی جڑیں بہت گہرائی میں پیوست ہیں۔ اور یہی اس ملک کا بنیادی مسئلہ ہے لیکن افسوس کہ حکومت نے اس صورت حال سے متصادم ہونے میں کبھی کوئی سنجیدہ دلچسپی نہیں دکھائی۔ آزادی کے شروعاتی چالیس برسوں تک سرکار کی پوری توجہ پیداواری گنجائشوں کو طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑنے پر تھی۔ سین کہتے ہیں کہ صنعتی کنٹرول میں تو حکومت نے ضرورت سے زیادہ فعالیت دکھائی لیکن تعلیم، صحت اور زرعی اصلاحات جیسے بنیادی اہمیت کے شعبوں میں اس کی کارکردگی نہایت افسوسناک رہی ہے۔ بے شک پروفیسر سین اقتصادی اصلاحات کے حامی ہیں لیکن جب ۱۹۹۲ء کے بعد سرکار نے یہاں کی معیشت میں کھلاپن لانے کی کوشش شروع کی تو انہیں اس سارے عمل میں کوئی امید افزا پہلو نظر نہیں آیا۔ وہ مسلسل اور ہندوستان کے خصوصی حوالے سے کہتے آرہے ہیں کہ اقتصادی اصلاحات اسی صورت میں کامیاب ہوسکتی ہیں جب ان کے

ساتھ معاشرتی پالیسی جیسے معمولی ابتدائی تعلیم، بنیادی طبی سہولتیں، ملکیتی پیرائے اور عورتوں کی حیثیت میں بنیادی تبدیلی لائی جائے۔ ورنہ یہ ساری مشق اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے جیسی ہوگی۔ پروفیسر امرتیہ سین نے ان لوگوں کو متنبہ کیا تھا جو ایک بے لگام آزاد مارکیٹ کو فروغ دینے کے جواز کے طور پر مشرقی ایشیا کی معاشی کامیابیوں کی مثال لاتے تھے۔ سین نے ان کی یاد دہانی کرائی کہ ان ملکوں نے سماجی مواقع کی تعمیر کو کبھی نظرانداز نہیں کیا بلکہ صحت عامہ، بنیادی خواندگی، اعلیٰ تعلیم اور اصلاح اراضی کے فروغ میں یہ کافی پیش پیش رہے ہیں لیکن بھارت اور پاکستان کی سرکاروں نے ان شعبوں میں مجرمانہ بے حسی کا ثبوت دیا ہے۔

پروفیسر امرتیہ سین اس بات کے پوری طرح قائل ہیں کہ ہندوستان ہمیشہ سے ایک مختلف النوع، کثیر المذاہب اور کثیر اللسان معاشرہ رہا ہے اس کو صرف ایک فرقے کے ملک کے طور پر دیکھنا اس کی بے قدری کرنا ہے۔ ہندوستان میں اسلام، یورپ کے کچھ حصوں میں عیسائیت کے مقابلے زیادہ پرانا ہے۔ یہاں یہودیت، پارسی مذہب اور عیسائیت کی ہم موجودیت رہی ہے۔ تکثیریت کا تعلق ہندومت کے اپنے اندرونی تنوع سے بھی ہے۔ ہندومت کو بھی ایک تکثیری مذہب ہی گردانا جائے گا۔ ہندوستان کے ثقافتی ادیوں کی اپنی تنقید میں امرتیہ سین مغربیت کا ہوا کھڑا کرنے کی کوششوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مغرب زدگی کے لیبل کا استعمال لوگ اپنے ان روایتی رویوں کے غیر عقلیت پسندانہ دفاع کی پردہ پوشی کے لئے کرتے ہیں جن کی تنقیدی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ دنیا میں مغرب کی ثقافتی سامراجیت کی مثالیں موجود ہیں لیکن ہندوستان کے لوگ مغربی ماخذ والی کسی چیز کو "مغربی" قرار دینے نیز ان کی مذمت کرنے میں عجلت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہرحال دنیا میں ثقافت نیم سائنس اور ریاضی کے فروغ میں سرحدیں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ غالباً یہ استعماریت کی میراث ہے کہ برطانوی حکومت کے ردعمل کے طور پر ہم ہمیشہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو عظیم اور اچھا قرار دیتے ہیں۔ کیا Penicillin کے استعمال کو مغرب زدگی سے تعبیر کیا جائے گا۔ یا کہ ہندوستانی طباخی کو محض اس بنا پر مغرب زدہ ٹھہرایا جاسکتا ہے کہ پرتگالیوں کی آمد سے قبل مرچ یہاں کے لئے اجنبی تھی۔

امرتیہ سین پر خود کو دہرانے کا الزام بھی لگایا گیا ہے لیکن بعض

باقی صفحہ ۸ پر

سماجی پیش رفت کیلئے امرتا سین کا نظریۂ فکر



یہ ۱۴ اکتوبر کی علی الصباح کی بات ہے جب ڈاکٹر امرتا سین نیویارک کے ایک ہوٹل کے ایک کمرے میں آرام فرما تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ رائل سویڈش اکاڈمی آف سائنس کے سکریٹری نے اطلاع دی کہ نوبل پرائز کمیٹی نے فلاحی معاشیات کے لئے اعلیٰ خدمات پر انھیں ۱۹۹۸ء کے نوبل پرائز برائے معاشیات کا مستحق قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سین اس دوران اپنے ہم جماعت دوست محبوب الحق (پاکستان) کی یاد میں منعقدہ میٹنگ میں اقوام متحدہ میں تقریر کرنے گئے ہوئے تھے۔ وہ یہ خبر سن کر متعجب رہ گئے اور سوچنے لگے کہ انھیں ان کی ایسی خدمات پر کیا نوبل پرائز جیسا اعلیٰ انعام مل بھی سکتا ہے جس کا تعلق صرف غریب عوام اور ان کے مسائل سے ہے۔

ڈاکٹر امرتا سین کو "فلاحی معاشیات" کے سلسلے میں ان کی خدمات و نظریۂ خیال کو تسلیم کرتے ہوئے رائل سویڈش اکاڈمی آف سائنس نے ۱۹۹۸ء کا نوبل پرائز برائے معاشیات دے کر تیسری دنیا کے عام لوگوں کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سین کی خدمات اور ان کی کامیابی نے برسوں سے نظر انداز ہونے والے عام لوگوں کی فلاح و ترقی اور ان کے مسائل پر پوری دنیا کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ سویڈش اکاڈمی کا کہنا ہے کہ نظریاتی طریقۂ کار کی فلاح اور اس کے اطلاق کے سلسلہ میں پروفیسر سین کی خدمات نے قحط پر مبنی معاشی ساخت کے بارے سمجھ بوجھ میں اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے علم معاشیات کے مرکزی میدان میں بے شمار قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں اور تحقیقات کے میدان میں آنے والی نسلوں کے لئے مطالعہ کی نئی راہ کھول دی ہے۔

اہم معاشی مسائل سے متعلق پروفیسر سین کے طریقۂ کار نے ایک اخلاقی جہت حاصل کی ہے کیونکہ انھوں نے فلسفہ اور اصول معاشیات کو ایک دوسرے میں ضم کر دیا ہے۔ آپ نے اکثریتی ضابطہ، انفرادی حقوق اور انفرادی فلاح سے متعلق اطلاعات کی دستیابی جیسے مسائل سے بحث کی ہے۔

ان کے تقریباً تمام تر کام ارتقائی معاشیات سے وابستہ رہے ہیں کیونکہ غریبوں کی فلاح پر آپ کی نگاہ ہمیشہ مرکوز رہی ہے۔ ۴۴-۱۹۴۳ء میں بنگال کا عظیم قحط جس نے لاکھوں لوگوں کی جان لی تھی۔ ایک نو سالہ لڑکے پر ایک ایسی انمٹ چھاپ چھوڑی تھی جسے اس کی یادداشت کبھی بھول نہیں پائی لہٰذا "غربت اور قحط: حقوق کی باریابی و محرومی" پر مضمون آپ کی ایک مشہور ترین تخلیق ہے۔ اپنی اس تخلیق میں آپ نظریہ عامہ کو چنوتی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خوراک کی قلت (صرف کبھی کبھی) قحط کا سبب بنتی ہے۔ بلائے ناگہانی اور بے شمار آفات کا باریکی سے مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قحط اس وقت بھی پڑا ہے جب خوراک کی فراہمی سابق / پچھلے قحط زدہ علاقوں میں نمایاں طور پر کم تر نہیں تھی یعنی کبھی کبھی اس طرح کے قحط کا سبب

برآمد ہے۔ خوراک ختم نہیں بنتا ہے۔" قحط اس وقت بھی پڑتا ہے جب خوراک کی سپلائی میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے لیکن لوگ خوراک خرید نہیں سکتے کیونکہ ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے ہیں۔ کسی جمہوری ملک میں قحط نہیں پڑتا ہے کیونکہ آزاد ذرائع ابلاغ اور اس ملک کے عوام ملک کے لیڈران کو کافی متحرک بنا ڈالتے ہیں۔ غیر جمہوری ممالک کے حکمراں قحط سے متاثر نہیں ہوتے اور وہ کسی کو جوابدہ بھی نہیں ہوتے اس وقت بھی جب لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

انھوں نے ۱۹۷۴ء میں بنگلہ دیش کی قحط سالی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پورے ملک میں سیلاب کی وجہ سے خوردنی اشیاء کی قیمتیں کافی بڑھ گئی تھیں اور ایک فصل کی کاشت نہ ہونے کی وجہ سے کھیت مزدوروں کے لئے کام کے مواقع کم ہو گئے تھے۔ ان وجوہات سے کھیت مزدوروں کی حقیقی آمدنی اتنی کم ہو گئی تھی کہ وہ بھکمری کے شکار ہو گئے۔

پہلے کے ماہرین اقتصادیات جیسے ادم اسمیتھ، ڈیوڈ ایکارڈو، تھامس رابرٹ، مالتھس اور کارل مارکس بے شک سماج کے بارے میں فکر مند رہے لیکن مارکس کے بعد قدامت پسند ماہرین اقتصادیات نے شاید ایسے تمام مسائل کو الگ رکھ دینے کو بہتر سمجھا تھا اور قدر و تقسیم جیسے اصل نظریے پر اپنے خیالات کو مرکوز کر دیا تھا۔ اس رجحان میں کچھ حد تک جان مینرڈ کینس جیسے لوگوں نے رد و بدل کیا کیونکہ وہ بے روزگاری کے مسئلے کے سلسلے میں متفکر تھے۔ امرتا سین سماج کے لئے اپنی فکر کو اور آگے لے گئے اور جب اس کے عملی پہلو پر اظہار خیال کرتے ہیں ہمیشہ عام طور پر ہندوستان اور بالخصوص کرالا کا حوالہ دیتے ہیں۔ درحقیقت انھوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا مظاہرہ بھی کہ کرالا نے کئی ترقیاتی میدان میں چین کے بہ نسبت زیادہ بہتری دکھائی ہے خاص طور پر توسیع تعلیم کے میدان میں۔

امرتا سین ہمیشہ قحط کے مسئلہ پر جذباتی رہے کیونکہ وہ خود قحط بنگال کے دوران بڑے ہوئے ہیں۔ وہ عوام کی بالکل بے بسی سے لرزاں بر اندام ہو گئے تھے۔ اپنے گھروں سے باہر دور سفر میں نکلے ہوئے عوام کی موت نے انھیں از حد متاثر کیا تھا۔ اس تجربے نے انھیں ان پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ وہ قحط کے مسئلہ پر مطالعہ میں لگ گئے اور اس بات کی وضاحت کی کہ قحط صرف خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی صحیح تقسیم کے مسئلہ کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں بنگال اور چین کے قحط کا جائزہ موازنہ کیا ہے اور اپنے دعوے کی دلیل پیش کی ہے۔ (کے۔ این راج کے ایک مضمون پر مبنی) ●



شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے ڈائرکٹر شری تارا پدا گھوش ڈاکٹر امرتا سین کو حکومتِ مغربی بنگال کی مطبوعات کا سلسلہ بطور تحفہ پیش کرتے ہوئے

(تصویر: ایس۔ پترنویس)

پروفیسر امرتیہ سین

ڈاکٹر مظہر کبریا



مختلف المذاہب اور کثیر اللسان ہندوستان ہمیشہ سے ایک زرخیز ملک رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں ہندوستانی مٹی نے بڑی بڑی ہستیاں پیدا کی ہیں اور رہتی دنیا تک ہمارا ملک اس کرۂ ارض پر اپنی منفرد شناخت قائم رکھے گا۔ بنگال جو پوری دنیا میں اپنا ایک مخصوص مقام رکھتا ہے۔ جہاں رابندر ناتھ ٹیگور، قاضی نذرالاسلام، ایشور چندر ودیا ساگر، سبھاش چندر بوس اور مدر ٹریسا جیسی شخصیتیں اپنی اپنی قابلیتیں منوا چکی ہیں ان ہستیوں کی شمولیت کے بغیر دنیا کی کوئی بھی تاریخ مرتب نہیں کی جا سکتی ہے۔ اسی سرسبز شاداب سرزمین سے تعلق رکھنے والا امرتیہ سین بھی ہیں جن کی پیدائش ۱۹۳۳ء میں شانتی نکیتن میں ہوئی تھی۔ اور یہ کتنا خوبصورت اتفاق ہے کہ نوبل یافتہ رابندر ناتھ ٹیگور ہی کا دیا ہوا نام امرتیہ سین ہے۔

تریسٹھ سالہ امرتیہ سین کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج کے ٹیچر ہیں اور ہارورڈ یونیورسٹی میں "معاشیات" کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ امرتیہ سین شروع ہی سے ذہین رہے ہیں۔ اس کی دوسری بنیادی وجہ ان کے خانوادہ کا تعلیم یافتہ ہونا ہے پروفیسر سین کے دادا سنسکرت کے جید عالم تھے۔ امرتیہ خود بھی سنسکرت ادب کے دلدادہ ہیں۔ پروفیسر اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ کر "ریاضیات" اور "معاشیات" کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ پروفیسر سین کے اندر کچھ کر گزرنے کا جذبہ شروع ہی سے موجزن رہا ہے جب انھوں نے معاشیات کو اپنا موضوع بنایا تو انھیں لگا کہ اس کے ذریعہ دنیا بھر میں پھیلی محرومی، غریبی، بھوک، قحط اور استحصال جیسی لعنتوں سے سرد آزما ہوا جا سکتا ہے۔ اور وہ اسی جستجو کی راہ پر نکل پڑے۔

رائل سوئیڈش اکاڈمی آف سائنس کا پروفیسر امرتیہ سین کو نوبل انعام دیا جانا ایک اہم اور تاریخ ساز فیصلہ ہے۔ پروفیسر سین چھٹے ہندوستانی اور ایشیا کا پہلا شخص ہے جن کو یہ انعام فلاحی معاشیات کے میدان میں ان کی نمایاں خدمات کے لئے دیا گیا ہے۔ انھوں نے قحط اور غریبی کی بنیادی اقتصادی میکانزم کی تفہیم میں ایک نیا باب کھولا ہے۔ اقتصادیات کی بابت ایک نئی راہ دکھائی ہے بقول مشہور معاشیات داں امیہ باگچی۔ "پروفیسر امرتیہ سین محض ایک ماہر معاشیات ہی نہیں بلکہ ایک فلسفی بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی کروڑوں غریب لوگوں کی بدحالی کے اسباب کا تجزیہ کرنے نیز ان کی نجات کے طریقوں اور وسائل کی تلاش میں وقف کر دی۔"

پروفیسر سین ایک ماہر فلسفی بھی ہیں لہذا ان کی فکر میں عمیق گہرائی ملتی ہے۔ انتہائی مفکرانہ انداز میں وہ گوش گذار کرتے ہیں کہ معیشت میں ریاست کی شمولیت (Involvement) ناگزیر ہے کیونکہ عام انسانوں کے مفادات کے تحفظ میں ریاست ایک مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

امرتیہ سین دور بین اور دور رس بھی ہیں۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کسی بھی ملک و قوم کی ترقی میں عورتوں کا جڑا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ وہ ملک و قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی ہے لہذا عورتوں کے خلاف متعصبانہ رویے اور نابرابری کی سختی سے مخالفت کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کا گہرا احساس ہے کہ ہندوستان میں عورتوں کے ساتھ ناانصافی برتی جاتی ہے۔

پروفیسر سین اس بات پر زور دیکر کہتے ہیں کہ عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے تمام شعبوں سے منسلک ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ عورتیں جب تک معاشی اور سماجی سطح پر حصہ نہیں لیں گی تب تک سماج و قوم کی ترقی ممکن نہیں۔ عورتوں کا انسلاک اور اس کی فعالیت سے معاشرہ میں اقتصادی صحت مندی آئے گی ساتھ ہی بڑھتی ہوئی آبادی پر بھی روک لگ سکتی ہے اور ہمارا معاشرہ یقیناً ترقی و کامرانی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔

ہندوستانی حکومت کو بھی چاہیئے کہ ملک کا سب سے بڑا اور پُر وقار قومی انعام سے نواز کر انھیں عزت و توقیر بخشے۔ یہ ہمارے ملک اور قوم کی جانب سے پروفیسر سین کے لئے ایک خوبصورت تحفہ ہوگا۔ ■

ڈاکٹر امرتا سین: حیات و خدمات

ا-م-اکبر

۳ نومبر ۱۹۳۳ء میں اسوتوش سین اور امیتہ سین کے متوسط گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رابندر ناتھ ٹیگور نے "امرتا" رکھا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ نونہال بچہ بڑے ہو کر اپنے گرانقدر کارناموں کی بنیاد پر اپنے نام کو واقعی امرتا (غیر فانی) بنادے گا۔ اس نے "فلاحی معاشیات" پر جو گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں اس کے لئے اسے دنیا کا پُر وقار نوبل پرائز سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اسکی نیک نامی سے پوری ہندوستانی قوم کا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر امرتا سین آج کے معاشیاتی میدان میں نمایاں تعلیمی کیریر رکھنے والوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی اسکولی تعلیم شانتی نکیتن میں ہوئی۔ کلکتہ کے پریسی ڈنسی کالج اور ٹرینیٹی کالج، کیمبرج سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ ۲۳ سال کی عمر میں جادو پور یونیورسٹی میں علم معاشیات کے پروفیسر ہوئے جہاں انھوں نے ۱۹۵۸ء تک اپنی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۳ء سے دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی ۱۹۷۱ء سے ۷۷ء تک لندن اسکول آف اکانومکس سے وابستہ رہے اور پھر ۸۰-۱۹۷۷ء کے دوران اکسفورڈ یونیورسٹی میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ ہارورڈ میں یونیورسٹی پروفیسر بھی رہے۔ گذشتہ سال کے شروع میں ٹرینٹی کالج کے نامزد "ماسٹر" ہوئے۔ ماسٹر کا عہدہ ایک شاہانہ عہدہ ہے جس پر تقرری برطانیہ میں سب سے اعلیٰ تعلیمی تقرری سمجھا جاتا ہے۔ امرتا سین اپنی قابلیت کی بنیاد پر اس عہدے پر فائز ہوئے۔

امرتا سین کو ۱۹۸۰ء میں یونیورسٹی آف سسکاچیوان کی جانب سے اعزازی ڈی۔ لٹ کی ڈگری تفویض کی گئی۔ ۸۸-۱۹۸۰ء کیلئے اکسفورڈ کے آل سولس کالج سے فیلوشپ بھی ملی۔ ۱۹۹۰ء میں اگنیلی انٹرنیٹ پرائز ملا۔ اسی سال انھیں ایلم شوائن فینسٹین ورلڈ ہنگر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اور پھر ۱۹۹۸ء میں انھیں دنیا کا سب سے پُر وقار انعام "نوبل پرائز" سے سرفراز کیا گیا۔ ان کے علاوہ ہندوستان و بیرون ملک کے کئی مشہور یونیورسٹیوں نے انھیں ڈاکٹریٹ و ڈی لٹ کی اعزازی ڈگریاں تفویض کیں۔

ڈاکٹر امرتا سین ماہرین معاشیات میں پہلا شخص ہیں جو مختلف بین الاقوامی معاشی اداروں سے منسلک رہے۔ وہ بیک وقت انٹرنیشنل اکانومک ایسوسی ایشن، دی اکانومیٹرک سوسائٹی، امریکن اکانومک ایسوسی ایشن، ڈیولپمنٹ اسٹڈیز ایسوسی ایشن اور انڈین اکانومک ایسوسی ایشن کے صدر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سین کی شادی جرمن نژاد معاشی تاریخ داں اور کنگس کالج کی فیلوا یما روتھس چائلڈ سے ہوئی۔ محترمہ کیمبرج یونیورسٹی کے مرکز برائے تاریخ معاشیات کے ڈائرکٹر بھی رہیں۔

امرتا سین کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہیں۔ ان کے والد اسوتوش سین کا ۱۹۷۱ء میں انتقال ہو گیا۔ ماں امیتہ سین بقید حیات ہیں جو شانتی نکیتن کی ثقافت اور تاریخ سے کافی دلچسپی رکھتی ہیں اور شانتی نکیتن کی رہائش گاہ میں مقیم ہیں۔

ڈاکٹر سین کی دو درجنوں سے زائد کتابیں شائع ہو کر مقبول انام ہو چکی ہیں۔ انھوں نے ۲۲۵ سے بھی زائد تحقیقی مقالات اور مضامین لکھے جو مختلف کتابوں اور رسائل میں شامل اشاعت ہوئے۔ ان کی تحریروں میں اصول فلسفہ اور علم معاشیات کی آمیزش سے حقیقت پر مبنی ایک عالمانہ نظریۂ خیال ابھر کر سامنے آیا ہے۔ انھوں نے سماجی انصاف و آزادی، معاشی مساوات و ترقی جمہوری طریقۂ کار، میادی حقوق، بہبودئ نسواں، سماجی سہولتوں، ضبط تولید اور صحت عامہ کی وکالت کرتے ہوئے "فلاحی معاشیات" کا ایک واضح تصور پیش کیا۔ انھوں نے غریبی، قحط اور بھوک مری کے اسباب کا جس طرح تجزیاتی مطالعہ کیا ہے اور اسے اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ انھوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قحط صرف خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں آتی۔ یہ کالا بازاری، ذخیرہ اندوزی اور غیر مناسب تقسیم کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس کی دلیل میں انھوں نے قحط بنگالہ کا بار بار حوالہ دیا ہے۔ انھوں نے ہندوستانی معیشت کی ترقی کے لئے اپنی کتابوں اور مقالوں میں کئی اہم مشورے دیئے ہیں۔ مغربی بنگال میں اصلاحات آراضی

اور کرالا میں توسیع تعلیم کو پورے ملک کے لئے ایک مثال بنا یا ہے۔

ڈاکٹر امرتا سین نے اپنے معاصرین اور قدیم ماہرین اقتصادیات کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھا۔ انھیں قدیم ماہرین میں ادم اسمیتھ نے کافی متاثر کیا۔ کارل مارکس اور جان اسٹارٹ میل سے بھی وہ بنیادی طور پر متاثر رہے۔

ان کی تقریباً سبھی کتابوں نے اپنے مخصوص نظریۂ فکر کیلئے کافی مقبولیت پائی ہے لیکن ان میں کلکیٹو چوائس اینڈ ویلفیر، ایمپلائمنٹ، ٹکنالوجی اینڈ ڈیولپمنٹ، گروتھ اکانومکس، کاشتکاری فور پروڈکٹوائی ڈیلیشن، انڈین اکانومک ڈیولپمنٹ اینڈ سوشیل اپر چونیٹی، سینس اور کامن مین، آن اکونامک ان ایکولیٹی، آن پولیٹیکل اکانومی آف ہنگر، پوورٹی اینڈ فیمین اور کوالیٹی آف لائف وہ کتابیں ہیں جنھوں نے ہماری سوچ و فکر کو ایک نئی جہت دکھائی ہے۔

امرتا سین کی دو کتابیں ــــ "ڈیولپمنٹ آف فریڈم" اور "فریڈم ریشنالیٹی اینڈ سوشیل چوائس" اشاعت کی منتظر ہیں۔ اول الذکر کتاب کل پانچ لکچروں پر مبنی ہے جس کا بنیادی خیال ہے کہ ایک شخص کی ترقی کا جائزہ لینے کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اس شخص کو کتنی بنیادی آزادی ملی ہے۔ اس کتاب میں معاشی ترقی اور سماجی سہولتوں کی تحلیق کے لئے عام طریقۂ کار کی مختلف صورتوں پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ دوسری کتاب ایک تکنیکل کتاب ہے جس میں ترقی بطور آزادی اور شخصی ترقی اور اس کی تشخیص پر بحث کی گئی ہے۔

امرتا سین نے جتنی کتابیں لکھی ہیں، جتنے مقالات تیار کئے ہیں ان میں ہر ایک پر سیر حاصل بحث کی جاسکتی ہے۔ ان کی گرانقدر خدمات کی بنیاد پر مختلف انعامات مع نوبل پرائز بھی کم ہیں۔ ان کی خدمات کا اصل انعام انھیں اس وقت ملیگا جب انھیں ہماری عملی زندگی میں استعمال میں لایا جاسکے اور ان کے بتلائے ہوئے راستوں پر دنیا بالخصوص تیسری دنیا کے عوام کی بہبود و ترقی کے لئے اقدامات کئے جاسکیں۔ فلاحی معاشیات پوری دنیا کے لئے ایک تحفہ ہے جسے خندہ پیشانی سے قبول کرنا ہی ہمارے سماجی و معاشی مسائل کے حل کیلئے اشد ضروری ہے۔

امرتا سین نے معاشی ترقی کے لئے جو نظریۂ خیال پیش کیا ہے اور معاشیاتی میدان میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں ان کی اہمیت ہر دور میں یکساں رہے گی۔ ان کی خدمات یقیناً ان کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی ضامن ہوں گی۔ انھوں نے واقعی روی ٹھاکر کے نام کا بھرم رکھ دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں ان کی نگارشات دنیا پر اور بھی گہرا نقش چھوڑیں گی۔ ■■



شری جیوتی باسو گذشتہ ۲۸ دسمبر کو راشٹرپتی بھون... ۲۸ دسمبر کو راسدراسدن میں حکومت مغربی بنگال کے اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کے زیر اہتمام بین الاقوامی سمینار بعنوان "لامرکزیت: اقتدار کی منتقلی اور شرکت" کا افتتاح کرتے ہوئے۔ بیٹھے ہیں: امرتا سین اور پرشاد رنجن رائے۔ اس میں ڈاکٹر اشیم داس گپتا اور بملا جالان نے بھی شرکت فرمائی تھی

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ ▪ یکم فروری ۱۹۹۹ء ▪ شمارہ نمبر ۳

مدیر اعلیٰ :- تارا پدا گھوش
مدیر معاون :- محمّد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ : دس روپئے • نصف سالانہ : پانچ روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ
بزنس منیجر ،
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور ، حکومت مغربی بنگال
۱ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس ، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Extn: 715

ترتیب

سرورق : گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی یوم جمہوریہ کے موقع پر ریڈ روڈ کے پریڈ میں مارچ پاسٹ سے قبل قومی پرچم لہراتے ہوئے (تصویر : سمنتا چکرورتی)

یوم جمہوریہ کے موقع پر عوام کے نام گورنر کا پیغام

بین الاقوامی مقابلہ میں کامیابی کیلئے سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی ضروری ہے

ہم نے علم و ثقافت کے میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے

گورنر ڈاکٹر اخلاق الرحمن قدوائی

بھائی اور بہنو!

۴۹ ویں یوم جمہوریہ کے تاریخی موقع پر میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں اس موقع پر آپ سبھوں کو خوش آئند اور مبارک نئے سال کی نیک خواہشات بھی پیش کرتا ہوں۔

ہندوستان کے عوام نے ۱۹۵۰ء میں خود مختار سوشلسٹ، سیکولر اور عوامی جمہوریہ کے طور پر ہندوستان کی دستور سازی کا عزم مصمم کیا تھا۔ ہمارا دستور سماج کی اخلاقی بنیاد اور ہندوستان کے عوام کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ ہمارے دستور کی تمہید ([illegible]) سماجی، معاشی اور سیاسی عدل اور مرتبت کی مساوات اور سبھوں کے لئے مواقع کی ضمانت دیتی ہے۔ ہمارے دستور کے ہدایاتی اصول ([illegible]) ایسی بنیادی قدروں کی فراہمی کرتے ہیں جو ہمارے ملک کے حکمرانی کے اصول متعین کرتی ہیں۔

آج جب ہم اپنی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ منارہے ہیں یہ ہمارا قومی فرض ہے کہ ہم اپنے ان لیڈروں اور مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کریں جنہوں نے مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو، بال گنگا دھر تلک، سی آر داس، ڈاکٹر بی سی رائے، سردار پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد اور راجندر پرشاد جیسے محبان وطن کی جماعت کی قیادت میں آزادی کی حصولیابی کے لئے اپنی زندگی قربان کردی۔ آج ہمیں نیتاجی سبھاش چندر بوس اور ان کی انڈین نیشنل آرمی کو بھی یاد کرنے کی ضرورت ہے جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے بہادری کے ساتھ لڑائی کی۔ ہزاروں مردوں اور عورتوں نے اپنی کیریر کو قربان گاہ پر

چڑھا دیا اور اپنی پوری زندگی کو جدوجہد آزادی کے لئے وقف کردیا۔ نہرو جی کے الفاظ میں ان انقلابیوں نے خطرے کے ساتھ زندگی گزاری اور وہ خطروں کے ساتھ شہید ہوگئے۔

بنگال نے ہماری جدوجہد آزادی میں صف اوّل پر رہا۔ بنگال کے احیائے نو نے راجا رام موہن رائے، پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر، رشی بنکم چندر چٹوپادھیائے، سوامی ویویکانند، رشی اربندو اور گرودیو رابندر ناتھ ٹیگور جیسی عظیم شخصیتوں اور بہت سے بلند مرتبت سماجی مصلحین، مفکرین اور انقلابیوں کو پیدا کیا۔ ممنون قوم آزادی کے کاز اور ملک کی تعمیر کے لئے ان کی گرانقدر خدمات اور عظیم قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

آزادی کے ۵۰ سال کے دوران ہم نے تعلیم، صحت، زراعت، صنعت، سائنس، ٹکنالوجی، الکٹرونکس، ٹیلی کمیونی کیشن اور دیگر شعبے سمیت ترقیات کے بہت سے سیکٹروں میں نمایاں فروغ حاصل کیا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی میں ہماری کامیابیاں قابل تعریف ہیں۔ ہم آج نیوکلیائی کلب کے ممبر ہیں اور میزائیلوں کی ٹکنالوجی پر دسترس حاصل کرلی ہے۔ ہم نے اپنا سٹلائٹ نصب کیا ہے اور الیکٹرونکس اور ٹیلی کمیونی کیشن، دفاعی مصنوعات کی پیداوار، خلائی ٹکنالوجی، جہاز سازی، ریلویز، آٹوموبائلس اور بھاری انجینئرنگ صنعتوں کے میدان میں اپنے بل بوتے پر بہت سے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ علم و ثقافت کے میدان میں ہمارے ملک نے قابل قدر مثال قائم کی ہے۔ ہندوستان کے سائنسداں، ٹکنالوجی کے ماہرین اور ڈاکٹر حضرات بیرون ملک سے طرۂ امتیاز حاصل کررہے ہیں۔ امرتاسین نے علم معاشیات میں نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ زراعت کے میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں اور

آج ہندوستان کو سب سے زیادہ زراعتی اشیاء پیدا کرنے والوں میں تیسرا مقام پر شمار کیا جاتا ہے۔ زرعی پروسیسنگ صنعتوں کے قیام کے ذریعے صنعتی پیداوار کی مزید ترقی کے لئے ابھی اور بھی گنجائش ہے۔ ہندوستان میں زرعی اور صنعتی پیداوار میں اضافہ کے ساتھ، تجارت، کاروبار اور بینکنگ میں توسیع آئی ہے۔ آج ہندوستان کو دنیا کے سب سے بڑی معیشت رکھنے والے ملکوں میں ۵ واں ملک سمجھا جاتا ہے۔ پانچ سالہ منصوبوں نے ہماری معیشت کا کایا پلٹ دیا ہے۔ ہم نے سماجی مساوات کے ساتھ معاشی ترقی کی ہے لیکن ابھی بھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ ابھی بھی عوام غریبی کی سطح سے کہیں نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ عام خواندگی ہنوز ایک خواب ہے۔ بنیادی تعلیم، صحت و معالجہ اور بہت سے امراض کی روک تھام پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ لیکن سب سے اہم مقصد جس پر ہمیں کامیابی حاصل کرنی ہے، غریبی اور بے روزگاری کا خاتمہ ہے۔ اور یہ ہر فرد کو بار آور روزگار کی فراہمی کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ نچلی سطحوں پر مضبوط بنیاد کے ساتھ جمہوریت کو فروغ دینے کے لئے پنچایتی راج پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ پنچایت نظام میں خواتین کی ۳۳ فیصد کی نمائندگی ایک بنیادی ترقی ہے۔ اس سے خواتین سماج میں ایک اہم کردار ادا کرسکیں گی۔ ڈسٹرکٹ پلاننگ کمیٹیاں پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے تیار کردہ منصوبوں کی ضمانت و تحفظ میں ضلع سطح پر ایک عظیم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ لامرکوز منصوبہ بندی، مقامی اداروں کو اپنے تئیں منصوبے تیار کرنے اور ان کو روبہ عمل لانے کے لئے خود کو شامل کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ لامرکزیت عام لوگوں کو فیصلہ سازی کے طریقۂ کار میں اہم رول ادا کرتی ہے اور اس طرح جمہوریت کو تقویت پہنچاتی ہے۔ پنچایتی ادارے عوام کے تعاون کو پر یقین بناتے ہیں جس سے بہت سے ایسے پروگراموں کو روبہ عمل لانے میں مدد ملتی ہے جنہیں پہلے روبہ عمل نہیں لایا جاسکا۔ میری مراد خواندگیٔ بالغان، عام بنیادی تعلیم، مہلک امراض کا خاتمہ اور روزگار و دولت کی افزائش جیسے پروگراموں سے ہے۔ ۹ویں پلان کے لئے اپروچ پیپر نے بھی اس بات کا خیال رکھا ہے کہ مضافاتی علاقوں میں پنچایتی راج ادارے اور شہری علاقوں میں میونسپلٹیاں ترقیاتی کام کاج میں براہ راست شرکت کریں گے۔

عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے عوام کی شمولیت کو خالص جمہوری لامرکزیت کے ذریعے تسلیم کیا جائے گا۔

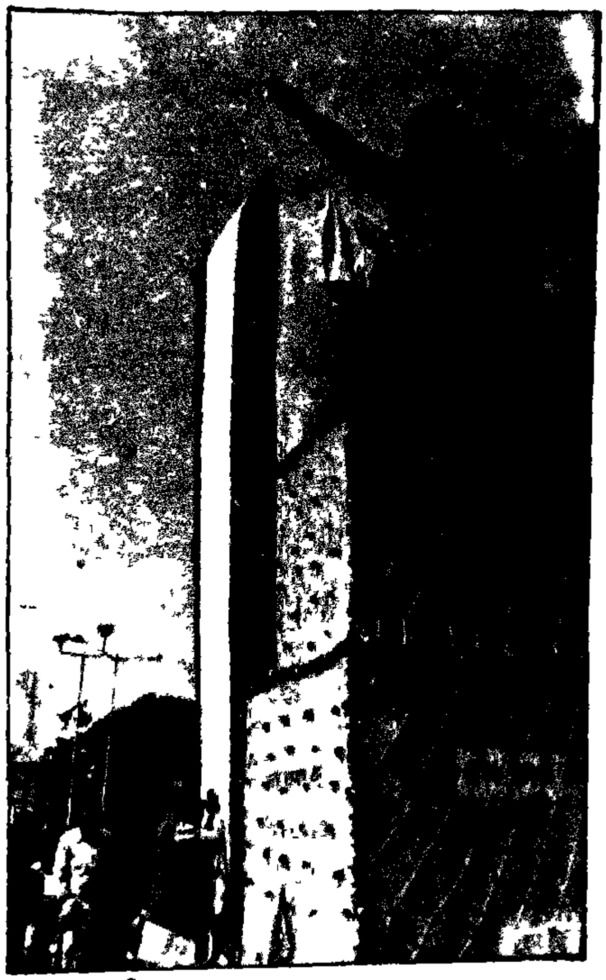
مغربی بنگال نے بہت سال قبل پنچایتی راج چالو کیا تھا۔ اس لحاظ سے یہ ریاست، ترقیاتی سرگرمیوں کے لئے دیہی پنچایتوں کے استعمال میں ہندوستان کی دیگر ریاستوں سے آگے ہے۔ اس لئے ۹ ویں منصوبے کے دوران یہ ریاست دیہی ترقی اور خاتمۂ غریبی کے لئے زیادہ مؤثر طور پر پنچایتوں کو استعمال میں لانے کی ضرور لائق ہوگی۔

ہم ایک نئے عہد میں داخل ہو رہے ہیں۔ اطلاعاتی ٹکنالوجی نے دنیا کو عالمگیر دیہات میں محدود کر دیا ہے۔ ہمیں یقیناً گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کے اس طریقۂ کار میں شریک ہونا چاہئے۔ پیداوار اور پیداواریت، تجارت و کاروبار، سماجی عدل اور سماجی رفاہ، سائنس اور ثقافت کے معاملوں میں ہمیں تاریخ میں ایک اہم مقام حاصل کرنا ہوگا۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہمیں ترقیاتی معیشت، کو اپنانا ہوگا۔ بین الاقوامی مقابلہ میں کامیابی کے لئے سائنس اور ٹکنالوجی کی نمائندہ ترقی ضروری ہے۔ اس کے لئے ایک متحمل اور پُرامن سماج کی بھی ضرورت ہے۔ ہم اگر اپنی راہ میں فرقہ پرستی، ذات پات کے تعصب اور دیگر تفریق پسند قوتوں کو نہ آنے دیں تو ہم یقیناً گلوبلائزیشن (عالمگیریت) میں بلا روک ٹوک کامیاب ہوں گے۔ معیشت کی عالمگیریت، ثقافت کی عالمگیریت کی طرف دلالت کرتی ہے۔ ایک عالمگیر ثقافت کسی بھی تعصب سے باز رہتی ہے۔ یومِ جمہوریہ کے موقعہ پر ہمیں یہ باضابطہ عہد کرنا ہوگا کہ ہم تمام علیحدگی پسند قوتوں کا خاتمہ کردیں گے اور دنیا کو ایک متحدہ قوم کی حیثیت سے نمودار کریں گے۔

اس تاریخی موقع پر آئیے ہم خود کو ہماری جدوجہد آزادی کے مقدس اصولوں کے لئے از سر نو وقف کریں اور ان کی پیروی کریں نیز سچے سیکولرزم، سوشلسٹ اور عوامی جمہوریہ کی حصولیابی کے لئے کام کریں۔

جے ہند !

ریاست میں نیتاجی سبھاش چندر بوس کا جشنِ سالگرہ منایا گیا



• شری جیوتی باسو نیتاجی کے مجسمہ پر گلپوشی کرتے ہوئے

گذشتہ ۲۳ جنوری کو ریاست بھر میں مختلف پروگراموں کے ذریعہ سبھاش چندر بوس کی ۱۰۲ ویں یومِ پیدائش منایا گیا۔ مختلف تنظیموں کی جانب سے نیتاجی کے یومِ ولادت کے موقع پر سبھاش چندر بوس کے مجسمہ پر گلہائے عقیدت چڑھائے گئے۔ اس کے علاوہ قومی جھنڈے لہرائے گئے۔ علاوہ ازیں پد یاترا، جن سبھا، مجلس مذاکرہ، عوامی جلسہ جلوس کا اہتمام کیا گیا۔

ریاستی حکومت کی جانب سے اس دن صبح ریڈ روڈ پر سبھاش چندر بوس کے مجسمہ پر گلہائے عقیدت پیش کئے گئے۔ مرکزی تقریب راجا سبودھ ملک اسکوائر میں منعقد ہوئی۔

اس دن صبح کو ریڈ روڈ کے قریب سبھاش چندر بوس کے مجسمے کی گلپوشی وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے کی۔ ان کے علاوہ وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھا دیب بھٹاچاریہ، فارورڈ بلاک کی ریاستی کمیٹی کے جنرل سکریٹری اشوک گھوش، دمکل کے وزیر پراتیم چٹرجی، وزیر خوراک و رسد شری کلیم الدین شمس، ریاستی وزیر سموبائے شری بھگتی بھوشن منڈل وغیرہ نے بھی گلپوشی کی۔

اس دن سبودھ ملک اسکوائر میں نیتا جینتی کمیٹی کے زیر اہتمام جشن یومِ پیدائش کا انعقاد ہوا۔ اس تقریب میں فارورڈ بلاک کے مرکزی نیتا اشوک گھوش، فارورڈ بلاک کے نیتا دیبابرتا بسواس، کلیم الدین شمس، مرکزی نیتاجی جینتی کے جنرل سکریٹری موتی لال موئترا، ایم ایل اے اجیت پانڈے، دمکل کے وزیر پراتیم چٹرجی وغیرہ نے بھی اظہار خیال کیا۔ تقریب سے آگے لیڈروں نے نیتاجی کے مجسمہ پر گلہائے عقیدت چڑھائے۔ شہر کے مختلف علاقوں سے بہت سے لوگ جلوس کی صورت میں آکر اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اس دن نیتاجی انسٹی ٹیوٹ فور ایشین اسٹڈیز اور نیتاجی سبھاش اوپن یونیورسٹی کی جانب سے بھی یوم پیدائش کی تقریبات کا انعقاد کیا گیا۔ گورنر ڈاکٹر اے۔ آر۔ قدوائی نے اس تقریبات کا افتتاح کیا۔ مجاہد آزادی بمل کرشنا چودھری اور ریاست کے وزیر اعلیٰ تعلیم ستیہ سادھن چکرورتی وغیرہ نے اس موقع پر تقریریں کیں۔ ڈاکٹر قدوائی نے کہا کہ جدوجہد آزادی میں سبھاش چندر بوس کی بہت سی خدمات ہیں۔ آزادی اور متحدہ بھارت کیلئے ان کے خواب نے نوجوان نسل کو کافی حوصلہ بخشا ہے۔ آئی سی ایس امتحان پاس کرنے کے بعد بھی انھوں نے ملک کے کاز کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔ کلکتہ کارپوریشن کی انتظامیہ عہدے میں رہ کر انھوں نے کلکتہ کو سنوارا تھا۔ ان کے اندر کوئی مذہبی تعصب نہیں تھا۔ انھوں نے جلد ہی اپنی جدوجہد کے ذریعے ملک کو آزاد دیکھنا چاہا تھا۔ اس دن کلکتہ یونیورسٹی کے دربھنگا ہال میں وزیر اعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی نے ایک سادہ سی تقریب میں نیتاجی سبھاش چندر بوس کی ایک روغنی تصویر کی نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر وزیر موصوف نے اپنی تقریر میں نیتاجی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ انکے علاوہ شہر کے مختلف علاقوں اور مضافات کے مختلف اداروں کی جانب سے بھی مختلف پروگراموں کے ذریعے نیتاجی کے یوم پیدائش کی تقریبات منائی گئیں۔

آزاد ہند فوج | حب الوطنی کی عظیم مثال

آزاد ہند فوج انڈین نیشنل آرمی (آئی این اے) ایک انقلابی فوج تھی، جس کا قیام اپنی مادر وطن سے سیکڑوں میل دور غیر ملکی سرزمین پر عمل میں آیا تھا۔ اس فوج کے عملے، پیسے، کپڑے، خوراک اور دیگر شہری رسدات کے لئے اپنے ان ہموطنوں کے جذبۂ حب الوطنی پر انحصار کرنا پڑتا تھا، جو ملایا سے لے کر جاپان تک مشرقی ایشیا میں آباد تھے۔ اس کا سب سے بڑا اثاثہ ان لوگوں کا خود کو قربان کر دینے کا جذبہ تھا، جنہوں نے اپنے لبوں پر "چلو دہلی" کے نعرے کے ساتھ اپنی زندگیاں قربان کر دینے کی رضاکارانہ طور پر پیشکش کی تھی۔

سبھاش ــــ ایک عظیم محب وطن: نیتاجی سبھاش چندر بوس اس بے مثل فوج کے کمانڈر اعلیٰ تھے۔ وہ ایک عظیم محب وطن تھے جو ۱۹۲۱ء میں صرف ۲۴ سال کی عمر میں ہی ملک کی جدوجہد آزادی میں دل وجان سے کود پڑے تھے۔ سبھاش نے جلد ہی ایک ایسے مقبول عام محب وطن رہنما کی حیثیت حاصل کر لی تھی، جس سے ملک گیر سطح پر نوجوانوں اور طالب علموں کو ترغیب عملی ملی، صنعتی کارکنوں کی حمایت حاصل ہوئی اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے ان لوگوں کو عام طور سے سربراہی ملی، جو غیر ملکی حکمرانوں سے ٹکر لینے کیلئے بے قرار تھے۔ اس عمل میں انھوں نے اپنے کو ان برطانوی حکمرانوں کے غضب اور قہر میں مبتلاء کر لیا تھا، جنہوں نے انہیں بار بار گرفتار اور جلا وطن کر کے انھیں قابو میں رکھنے نیز ان کی آواز دبانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

۱۹۳۸ء میں، سبھاش کانگریس کے صدر منتخب کئے گئے تھے۔ کانگریس کی ان کی قیادت ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ حصول آزادی کے لئے گاندھیائی طریقے استعمال کرنے پر شدید اختلافات ہو جانے کی وجہ سے انھوں نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

آئی۔این۔اے کا قیام:۔ دسمبر ۱۹۴۰ء میں وہ کلکتہ سے فرار ہو گئے جہاں انھیں برطانوی حکمرانوں نے نظر بند کر رکھا تھا۔ وہاں سے فرار ہونے کا ان کا مقصد برلن پہنچ کر اپنے اس مصمم ارادے کو عملی جامہ پہنانا تھا کہ صرف باہر سے مسلح امداد سے ہی ہندوستان اپنی سرزمین سے برطانوی حکومت کو باہر نکال سکتا ہے۔ وہ ۱۹۴۳ء میں جرمنی سے ۹۰ دن کے سفر کے بعد جاپان پہنچے۔

وہاں انھوں نے اپنی جدوجہد کے سلسلے میں ہر ممکنہ امداد کے لئے حکومت جاپان سے یقین دہانی حاصل کی۔ سبھاش نے انڈین انڈی پینڈینس لیگ اور انڈین نیشنل آرمی (آئی این اے) کی قیادت سنبھال لی۔ یہ تنظیمیں ان ہندوستانی انقلابیوں نے قائم کی تھیں، جو ہندوستان کی آزادی کے لئے زبردست جدوجہد کر رہے تھے۔ ان میں سرفہرست راس بہاری بوس بھی تھے لیکن ان کی سرگرمیوں میں اس وقت کافی تیزی آ گئی تھی، جب سبھاش چندر بوس نے جولائی ۱۹۴۳ء میں سنگاپور میں ان کی کمان سنبھال لی تھی۔

سنگاپور پہنچنے کے چار مہینے سے بھی کم کے عرصے میں نیتاجی نے ہندوستانیوں کی تحریک آزادی کی شہرت مغرب میں برما سے لے کر مشرق میں جاپان تک پہنچا دی تھی۔ آئی این اے ایک مضبوط یونٹ بن چکی تھی جو کہ "اتحاد، یقین اور قربانی" کے اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو نیتاجی نے پورے مشرقی ایشیا سے انڈین انڈی پینڈینس لیگ کے آئے ہوئے نمائندوں کی ایک میٹنگ میں آزاد ہندوستان کی عبوری حکومت کے قیام کا تاریخی اعلان کیا تھا۔

آئی این اے کا ایک اہم جزو جھانسی کی رانی کی وہ ریجیمنٹ تھی جو کہ رضاکار ہندوستانی عورتوں سے تشکیل دی گئی تھی۔ یہ خواتین ملک کی جدوجہد آزادی میں اپنا تعاون دینے کی انتہائی متمنی تھیں۔ اپنی کمانڈینٹ کے طور پر کیپٹن لکشمی کی سربراہی میں ان عورتوں نے ہندوستان کی آزادی کی لڑائی میں نہایت ہی اہم کردار ادا کیا تھا۔

آئی این اے حرکت میں: ۔جنوری ۱۹۴۴ء میں نیتاجی کے اپنا ہیڈ کوارٹر برما منتقل کرنے کے بعد فوجی کارروائیوں کے لئے تیاریاں پوری طرح سے مکمل ہو چکی تھیں اور آئی این اے تھائی لینڈ اور برما کے راستے ملایا سے ہندوستان کی سرحد تک پہنچا دی گئی تھی۔ جلد ہی آئی این اے نے برما اور ہندوستان کی سرحد کے آگے سیکٹروں میں جنگ چھیڑ دی تھی۔ کرنل ایس اے ملک کی سربراہی میں آئی این اے کی ایک ٹکڑی ہندوستانی علاقے میں کافی اندر تک پہنچ گئی تھی اور اس نے ۱۴ اپریل ۱۹۴۴ء کو منی پور میں موئی رنگ کے مقام پر قومی ترنگا لہرا دیا تھا جو کہ برطانوی حکمرانوں سے ہندوستان کی سرزمین کے ایک حصے

کو آزاد کرانے کی ایک علامت تھا۔ اس کے بعد کوہیما کے قلعے اور دیماپور۔ کوہیما سڑک پر ایک چھاؤنی پر قبضہ کرلیا گیا تھا۔ یہاں سے آئی این اے امپھال کا محاصرہ کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ برطانوی حکمراں تعداد، ہتھیاروں اور رسدات کے معاملے میں اپنی فوقیت کی وجہ سے کہیں جون میں جاکر امپھال کا محاصرہ ختم کراسکے تھے۔

افسوسناک حقیقت:۔ اس کے بعد سے اس لڑائی میں آئی این اے کا پلڑا ہلکا پڑنے لگا۔ اس کی صفیں موسموں کی تند و تیز بارشوں کی وجہ سے بری طرح متاثر ہونے لگیں۔ ان میں ملیریا اور پیچش کی بیماری پھیل گئی۔ اس کی سپلائی کے راستے بھی مسدود ہو گئے۔ اس طرح آئی این اے کو واپس لوٹنا پڑا لیکن اس سے نہ تو فوج اور نہ ہی اس کے کمانڈر کے حوصلے پسپا ہوئے۔ برما میں عوام کو آئی این اے کی ناکامی کی افسوسناک حقیقت بتاتے ہوئے، نیتاجی نے انھیں زیادہ سے زیادہ پیسہ اور ساز و سامان اکٹھا کرنے نیز زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فوج میں بھرتی کرنے کے سلسلے میں اپنی کوششوں کو دگنا کرنے کی تلقین کی۔ انھوں نے اعلان کیا کہ ہم امپھال پر ایک بار نہیں، دس بار حملہ کریں گے۔ ان کا پُرجوش نعرہ "تم مجھے خون دو، میں تمہیں آزادی دوں گا" ایک بار پھر پورے مشرقی ایشیا میں زور و شور سے گونجنے لگا لیکن حب الوطنی کا یہ تمام جوش و خروش رائیگاں گیا۔ اس وقت تک برطانوی فوجیں لوگوں پہنچ چکی تھیں اور بڑے پیمانے پر جوابی حملہ کرنے کی تیاریاں کررہی تھیں۔ آئی این اے کو زبردست نفسیاتی دھکا اس وقت لگا، جب ۱۷ اگست، ۱۹۴۵ء کو جس ہوائی جہاز میں نیتاجی سفر کررہے تھے وہ زبردست حادثے کا شکار ہوگیا۔

لال قلعہ میں مقدمہ:۔ مشرقی ایشیا میں آئی این اے کے سپاہیوں کو برطانوی حکمرانوں نے قیدی بنالیا تھا۔ ان سپاہیوں کو وہ ہندوستان لے آئے تھے۔ دہلی کے تاریخی لال قلعے میں آئی این اے پر تاریخی مقدمہ چلایا گیا۔ جب آئی این اے کی روداد پہلی بار عوام کے سامنے آئی تو لوگوں کے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ پورا ملک فخر اور عزت محسوس کرنے لگا۔ ان بہادروں کا دفاع کرنے کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس میں سرتیج بہادر سپرو، بھولا بھائی ڈیسائی اور جواہر لال نہرو جیسی عظیم شخصیتیں شامل تھیں۔ اگرچہ کورٹ مارشل میں تین ملزم افسران شاہ نواز، سہگل اور ڈھلوں کو برطانوی حکومت کے خلاف جنگ کرنے کا مجرم پایا گیا تھا، لیکن عوام میں اس وقت پائے جانے والے زبردست جذبے کو محسوس کرتے ہوئے انھیں زندگی بھر کے



• آزاد ہند فوج کے کمانڈر اعلیٰ اپنے دیگر کمانڈروں کے ساتھ

لئے جلاوطن کرنے کی سزا معاف کر دی گئی تھی۔

اگرچہ آئی این اے میدان جنگ میں آزادی کی لڑائی جیتنے میں ناکام رہی تھی لیکن ہندوستان پہنچنے کے بعد آئی این اے مثبت طور سے اس ملک سے برطانوی حکومت ختم کرانے کی جد و جہد میں تیزی لائی تھی۔ آئی این اے کی حب الوطنی، شجاعت اور قربانی کی عظیم مثال سے آج بھی ہندوستان کے عوام کو ترغیب عمل مل رہی ہے۔ اس کا یہ عظیم کارنامہ ہمیشہ ہی ہماری تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک شاندار باب رہے گا (بشکریہ: پی آئی بی)

■■

چھبیس ۲۶ جنوری

درد چاپدانوی، کانپور

کرگس اڑا کے لے ہی گیا سارے بال و پر — گلشن میں اب کوئی بھی نہیں یارِ معتبر
چھبیس جنوری کا تعارف کرے گا کون — افسوس مٹ کے رہ گیا اب فرقِ خیر و شر

دیوار و در شکستہ ہے ان دنوں — چھبیس ۲۶ جنوری کی خوشی کیا منائیں ہم
ہر گام ایک حادثہ نو بہ نو ہے آج — بارِ غمِ حیات کہاں تک اٹھائیں ہم

چھبیس ۲۶ جنوری کی فضا ہے بہت ملول — آمد ہے اسکی حلقۂ غربت کو نا قبول
ہونٹوں پہ مرثیہ ہے تباہی کا آج بھی — چھبیس جنوری ترا آنا ہے اب فضول

دہشت سی ہے وطن کی فضاؤں میں آج بھی — اک زہر سا گھلا ہے ہواؤں میں آج بھی
ایسے میں تیرا گیت کوئی گائے کس طرح — ہم سب گھرے ہوئے ہیں بلاؤں میں آج بھی

بارِ گراں ہے تو تو خوشی ہم کو کیا رہے — کیا لطف ہے دلوں میں اگر فاصلہ رہے
دل نفرتوں سے پاک اگر ہو کسی طرح — مسرور اہلِ دل کا ہر اک قافلہ رہے

ہم سب کا فرض ہے کہ مٹا دیں یہ دوریاں
جذبات اتحاد کے ہوں اور بھی جواں
احساسِ درد دردؔ مٹے تو کسی طرح
چھبیس جنوری ہو مسرت کی ترجماں

۲۴ ویں کلکتہ کتابی میلے کا افتتاح

افتتاحی تقریب میں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ کی شرکت

وزیر اعلیٰ شری باسو نے بنگلہ دیش سے آئے ہوئے مہمانوں کا خیر مقدم کیا



• کتابی میلہ کی افتتاحی تقریب میں سری جیوتی باسو، شیخ حسینہ، شمس الرحمٰن اور گلڈ کے صدر پرادیپ مجمدار

۲۴ ویں کلکتہ کتابی میلہ کا افتتاح گزشتہ ۲۷ جنوری کو پُروقار ماحول میں ہوا۔ امسال کے میلہ کا مرکزی موضوع تھا "بنگلہ دیش"۔ میلہ کے میدان میں قائم کردہ اصل اڈیٹوریم میں منعقدہ افتتاحی تقریب کا رسمی افتتاح بنگلہ دیش کے مشہور شاعر شمس الرحمٰن نے گھنٹی بجا کر کیا۔ اس تقریب میں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔ وزیر اعلیٰ مغربی بنگال سری جیوتی باسو اور وزیر خارجہ امور بنگلہ دیش مسٹر عبدالصمد آزاد بھی شریک تقریب تھے۔

اپنے ملک کے وزیر اعظم ہونے کے بعد شیخ حسینہ کا یہ پہلا دورۂ کلکتہ تھا۔ وزیر اعظم موصوف نے اپنی تقریر کی شروعات میں کتابی میلہ کی افتتاحی تقریب میں بنگلہ دیش کے عوام کے نمائندہ کے طور پر اپنی شرکت کے لئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس میلہ کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس میلہ کے مرکزی موضوع کے طور پر بنگلہ دیش کو منتخب کیا، اور انھوں نے اسے اپنے ملک کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز قرار دیا۔

انھوں نے اپنی جذباتی تقریر میں ۶ فروری ۱۹۷۲ء کو اپنے والد محترم شیخ مجیب الرحمٰن کے دورۂ کلکتہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے عوام بالخصوص مغربی بنگال کے عوام نے ۱۹۷۱ء کی عظیم جنگِ آزادی کے دوران ہزاروں بنگلہ دیشیوں کو پناہ دیکر اپنی دلی ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ کیا تھا اور اس لئے دیش بندھو نے

اظہار تشکر و محبت کے لئے کلکتہ کو اپنے بیرونی سفر کا پہلا مقام منتخب کیا تھا۔ آج ۲۷ سال کے بعد میں ان کی بیٹی کی حیثیت سے آپ کے پاس گہری محبت و رفاقت کے گلدستوں کے ساتھ آئی ہوں۔

شیخ حسینہ نے کتابی میلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ کتابیں ماضی و حال کے درمیان خلیج کو، ایک ملک سے دوسرے ملک، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک سماج سے دوسرے سماج کے درمیان دوریاں پاٹتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک وسیع قوس قزح کے طور پر کتابیں زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی عادت کو بڑھانے کے لئے سماجی تحریک کی ضرورت ہے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ کتابی میلہ اسی تحریک کو فروغ دینے میں ایک اہم اور مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ انھوں نے کتابی میلہ کو ہماری ثقافتی زندگی کا جزو لاینفک قرار دیا۔

انھوں نے مزید کہا کہ ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر ہیں اور یہ وقت ہے کہ ہم پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں کی حیثیت سے دیکھیں تاکہ نچلے سطح کے عوام بھی اس تمدن کے نتائج سے مستفید ہوسکیں۔

محترمہ حسینہ نے مزید کہا کہ بنگلہ دیش ۱۹۹۵ء سال سے کلکتہ کتابی میلہ میں شرکت کررہا ہے اور یہ شرکت ہمارے ملک کے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میلے کے ذریعے مغربی بنگال کے بنگلہ بھاشی عوام بنگلہ دیش کے شاعروں، ادیبوں، دانشوروں اور محققین کی لکھی کتابوں، وہاں کے اخباروں، رسالوں اور جرائد کے بارے میں آگاہ ہوسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ اس کتابی میلہ نے دو ملکوں بالخصوص بنگلہ دیش اور مغربی بنگال کے ادیبوں، شاعروں، فنکاروں، دانشوروں اور ناشروں کے درمیان اپنی سوجھ بوجھ اور تعاون کو بڑھاوا دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

شیخ حسینہ نے بتایا کہ مجھے جہاں تک معلوم ہے بنگلہ دیش کے ۴۵ اشاعتی اداروں نے اس سال کتابی میلے میں حصہ لیا ہے۔ اب تک بنگلہ دیش کی یہ سب سے بڑی جماعت ہے۔ انھوں نے آخر میں کتابی میلہ کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے اپنی تقریر میں کتابی میلہ میں بنگلہ دیش سے آئے ہوئے تمام لوگوں کا خیر مقدم کیا۔ انھوں نے کہا کہ شیخ حسینہ کا دورۂ کلکتہ نے انھیں سرکاری اور ذاتی دونوں طور پر خوشی بخشا ہے۔

شری باسو نے مزید کہا کہ ہند ـ بنگلہ دیش کو بہت زیادہ کامیابی حاصل کرنی چاہئے۔ اس سے خاص طور پر مغربی بنگال بار آور ہوگا۔ انھوں نے پبلیشرس اینڈ بک سیلرس گلڈ کا اور بنگلہ دیش کو موضوع کے طور پر منتخب کرنے کے لئے میلے کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔

شری جیوتی باسو نے کلکتہ کتابی میلے کو ہندوستان میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا میلہ قرار دیتے ہوئے تمام متعلقین کو نئے سال کی مبارک باد اور نیک خواہشات پیش کیں۔

اس موقع پر وزیر خارجی امور، بنگلہ دیش شری عبدالصمد آزاد، پبلیشرس اینڈ بک سیلرس گلڈ کے صدر پراویر مجمدار اور گلڈ کے جنرل سکریٹری انیل اچاریہ نے بھی اظہار خیال کیا۔

بنگلہ دیش اور مغربی بنگال کے مشہور بنگلہ شاعر شری شمس الرحمٰن نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرقہ پرستی کے خطرے جس سے ہندوستان اور بنگلہ دیش دونوں پڑوسی ممالک دوچار ہیں، پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ جب مذہبی تعصب پسندی اور فرقہ پرستی و دہشت گردی خطرے کا ماحول پیدا کردیتی ہے اس وقت دانائی خود کو بے بس محسوس کرنے لگتی ہے۔ انھوں نے تمام سیکولر ذہن کے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت سے بالاتر ہوکر ایک ہوجائیں کیونکہ اتحاد اور سیکولرزم ہی ترقی کے ضامن ہیں۔ ■■

رائٹرس بلڈنگس میں عوامی شکایات و امداد کیلئے نئے دفتر کا افتتاح



• چیف سکریٹری مالش گپتا اعلیٰ افسران کے ساتھ رائٹرس بلڈنگس میں نئے دفتر کا معائنہ کرتے ہوئے

ریاستی حکومت نے عوامی شکایات اور امداد اور عوامی ضروریات کے لئے انتظامیہ کو زیادہ جواب دہ بنانے کے لئے اور سرکار اور عوام میں آپسی تعلقات استوار کرنے کے لئے رائٹرس بلڈنگس میں شکایاتی و امدادی دفتر کا قیام عمل میں لایا ہے جس کا افتتاح ریاست کے چیف سکریٹری مسٹر مالش گپتا نے گذشتہ یکم جنوری کی صبح کو کیا۔ اس دفتر میں شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے افسروں کی تقرری کے علاوہ مختلف شعبوں کے نمائندوں کو مقرر کیا گیا ہے اور خاص طور پر کچھ شعبے جیسے پولس، اصلاحات آراضی، خوراک و رسد، نقل و حمل، سماجی رفاہ، امداد ماہی، تعلیم، کمرشیل ٹیکس، ایکسائز، رجسٹریشن وغیرہ کا عوام سے برابر رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ جوائنٹ سکریٹری کے عہدہ کا ایک افسر (جہاں اس عہدے کا کوئی افسر نہیں ہے وہاں ایک ڈپٹی سکریٹری) اور جوائنٹ ڈائرکٹر کے عہدہ کا افسر (جہاں اس عہدے کا افسر نہیں ہے وہاں ڈپٹی ڈائرکٹر) کو رائٹرس بلڈنگس میں واقع عوامی شکایاتی و امدادی دفتر (پبلک گریونس اینڈ اسسٹنس آفس) سے قریبی رابطہ رکھنے اور عوام کے ہر رکن کو مناسب رہنمائی اور مدد فراہم کرنے کے لئے متعین کیا گیا ہے۔

عوامی شکایات و امداد کے لئے اسی نوعیت کے دفاتر نیو سکریٹریٹ بلڈنگس، وکاس بھون اور دیگر عمارتوں میں یکم مارچ 1999ء تک قائم کئے جائیں گے۔

عوامی شکایات و امداد کے ان دفاتر کے کام کاج کو آسان بنانے کے لئے ہفتے میں ہر بدھ کا دن 'عدم ملاقات کا دن' کے طور پر منایا جائے گا۔ اس دن ان دفتروں کو ریاستی سرکار کے ہر دفتر میں عوام کے ہر رکن کی جانب سے امداد، شکایات اور مشوروں کے لئے درخواستوں کو حاصل کرنے کے لئے اور ان کو سہولت اور رہنمائی مہیا کرنے کے لئے علیحدہ کر کے دیکھا جائے گا۔

جوائنٹ سکریٹری / جوائنٹ ڈائرکٹر اگر اس شعبہ / ڈائرکٹریٹ میں اس عہدہ کے افسران موجود نہیں ہیں ایسے میں ڈپٹی سکریٹری / ڈپٹی ڈائرکٹر) کو ہر شعبہ / ڈائرکٹریٹ میں گریونس اسسٹنس افسر کی حیثیت سے مقرر کیا جائیگا۔ اور جو ڈائرکٹر آف گریونس کہلائیں گے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر شعبہ، ڈائرکٹریٹ، ماتحت ادارے اور فیلڈ آفس میں بھی پبلک گریونس اینڈ اسسٹنس آفس کا قیام ہوگا جو متعلقہ شعبہ / ڈائرکٹریٹ، ماتحت ادارے اور فیلڈ آفس کے کام کاج کے سلسلے میں عوام سے درخواستیں، شکایات

اور مشورے سے غور کرے گا۔
اس کے کام کاج کو مؤثر بنانے اور ترقی دینے کے پیش نظر ہر شعبہ اور ڈائرکٹریٹ کے پبلک گریونس اسٹنس آفس کا سال میں دو بار متعلقہ شعبہ کے سکریٹری معائنہ کریں گے اور اس معائنہ کی رپورٹ ستمبر اور مارچ کے آخر میں چیف سکریٹری کو جمع کر دی جائے گی۔
اسی طرح ضلع صدر دفتروں میں ضلع مجسٹریٹ ڈسٹرکٹ گریونس اینڈ اسٹنس آفیسر ہوں گے۔ سب ڈویژنل سب ڈویژنل افسران سب ڈویژنل گریونس اینڈ اسٹنس افسر بلاک سطح پر بی ڈی او گریونس اینڈ اسٹنس افسر ہوں گے۔
ضلع اور سب ڈویژن کی سطح پر ضلع مجسٹریٹ اور سب ڈویژنل آفیسر کی قیادت میں ایک چھوٹی سی کمیٹی کی تشکیل کی جائے گی جس میں ایس پی اور ایڈیشنل ایس پی یا ایس ڈی پی او حسب ضرورت ممبر ہوں گے۔ یہ کمیٹی ہر ماہ ایک میٹنگ کرے گی اور ان کے تحت دفتروں اور ان کے ماتحتی دفتروں کے کام کاج کا جائزہ لے گی اور ان کی کارکردگیوں میں بہتری لانے کے لئے اقدامات کرے گی۔ اس میں یہ لوگ عوام کے کسی بھی رکن کی طرف سے دیئے گئے مشورہ پر غور کریں گے اور عوام کے لئے حکومت کے کام کاج کو زیادہ مؤثر، بارآور اور رفیقانہ بنانے کے لئے تمام سطح کے ملازمین کو شامل کرنے کو یقینی بنائیں گے۔
تمام شعبوں کے سکریٹریوں سے اپنے شعبوں، ڈائرکٹریٹ دفتروں اور فیلڈ آفسوں میں پبلک گریونس اینڈ اسٹنس آفس قائم کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔ ••

شیخ حسینہ کو کلکتہ کارپوریشن کی جانب سے شہری استقبالیہ

کلکتہ میونسپل کارپوریشن نے گذشتہ ۲۷ جنوری کو ٹاؤن ہال میں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد کو شہری استقبالیہ دیا۔ استقبالیہ میں اہم شخصیتوں میں مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی، وزیر اعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی، وزیر ترقیات و فلاح اقلیات شری محمد امین، وزیر بلدیاتی امور او رشہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ اور وزیر محنت شری شانتی گھٹک نے شرکت فرمائی۔ بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ شری عبدالصمد آزاد بھی اس موقع پر موجود تھے۔ کلکتہ کے میئر شری پرسنتا چٹرجی نے کلکتہ میونسپل کارپوریشن کی جانب سے شیخ حسینہ کے استقبال میں اپنا خطبہ پڑھ کر سنایا جس میں انھوں نے اپنے اور کلکتہ کے شہریوں کی جانب سے پُرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے بنگلہ دیش کی ہر دلعزیز وزیر اعظم کو مبارکباد دی جن کی قیادت میں ان کا ملک ترقیات، تعمیر نو، تعلیم، صحت اور روزگار جیسے اہم کاموں اور جمہوریت کی تعمیر کے کاذ میں پیش رفت ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے دونوں ملکوں کے عوام کو پیچھے ڈھکیل دینے کیلئے بنیاد پرست طاقتیں سرگرم عمل ہیں۔ انھوں نے اپنی توقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دونوں بنگال کے عوام سخت امتحان کے وقت آگے آئیں گے اور ماضی کی شاندار روایتوں کے ساتھ روشن مستقبل کی جانب گامزن ہوں گے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ وزیر اعظم موصوف کی قیادت میں ہندوستان اور بنگلہ دیش کے مابین دوستی بھائی چارگی اور خیر سگالی کے تعلقات مضبوط ہوں گے۔ وزیر اعظم محترمہ حسینہ نے کلکتہ کے سہ روزہ دورہ پر شہری استقبالیہ اور کتابی میلہ کے علاوہ سالٹ لیک میں عوامی جلسے سے بھی خطاب کیا۔ وشو بھارتی نے انھیں جنوبی ایشیا میں قیام امن اور بنگلہ دیش میں جمہوریت کی بحالی کے لئے دیشی کوتاما کا اعلیٰ اعزاز پیش کیا۔ ایک پُرشکوہ تقریب میں انھیں یہ ایوارڈ وشو بھارتی کے اچاریہ شری آئی کے گجرال نے دیا۔ ••

تاج بنگال میں جیوتی باسو اور شیخ حسینہ کی ملاقات

بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ اور مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کے درمیان گذشتہ ۲۸ جنوری کو تاج بنگال ہوٹل میں ایک خوشگوار ملاقات ہوئی جس میں دونوں کے درمیان دو طرفہ مسائل پر تقریباً ایک گھنٹے تک بات چیت ہوتی رہی۔ اس موقع پر وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹاچاریہ اور وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا بھی موجود تھے۔
شیخ حسینہ نے وزیر اعلیٰ کی جانب سے دیئے گئے ایک عشائیہ میں شرکت فرمائی تھیں۔ اس عشائیہ میں گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔ ••

انجمن جمہوریت پسند مصنفین و بنگلہ اکاڈمی کے زیر اہتمام

غالب کی ۲ صد سالہ سالگرہ کی سہ روزہ تقریبات کا افتتاح



• تقسیم انعامات کی تقریب میں شری بمان لوس کے ساتھ بیٹھے ہیں محمد اسرائیل، شہناز بی، سرلا مہتوری اور پالگل میں شہریار

انجمن جمہوریت پسند مصنفین اور مغربی بنگال بنگلہ اکاڈمی کے اشتراک سے گزشتہ ۲۲ جنوری کو رابندرا سدن اور سدن کے کھلے کیمپس میں مرزا غالب کے دو صد سالہ سالگرہ کی سہ روزہ تقریبات کا افتتاح ہوا۔

افتتاح وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) مرزا غالب کی شبیہ پر پھول چڑھا کر کیا۔ افتتاحی تقریب میں وزیر ترقیات و فلاح اقلیات شری محمد امین، کلکتہ کے میئر شری پرسنتا چٹرجی اور مشہور شاعر پروفیسر شہریار نے مہمانان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی تقریب کی صدارت بنگلہ اکاڈمی کے چیئرمین شری آنندا شنکر رائے نے کی۔

شری محمد امین نے اپنی مختصر تقریر میں اردو، ہندی اور بنگلہ کے اشتراک سے منعقدہ تقریبات کی سراہنا کی اور کہا کہ ہم ایسے ہی اتحاد اور مشترکہ کاوشوں کے ذریعے ملک میں تفریق پسند عناصر کا مقابلہ کر سکیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اردو اکاڈمی اور ہندی اکاڈمی کو بالخصوص بنگلہ اکاڈمی کی طرح آگے آنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چاہئے کہ غالب کے کلام اور خدمات کو اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی منتقل کریں۔ انھوں نے غالب کے متعدد اشعار کے حوالے سے اپنا ایک پُر لطف بالتانیہ پڑھ کر سنایا۔

شری پرسنتا چٹرجی نے غالب سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی حیات و شاعری پر مختصر طور پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ غالب کی شاعری میں انسانی مسائل کا حل نظر آتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم شہر کی ایک سڑک کو غالب سے موسوم کر کے انھیں زبردست خراج عقیدت پیش کر پائے ہیں۔

پروفیسر شہریار نے اپنی مختصر سی تقریر میں کہا کہ مرزا غالب دنیا کے بڑے شاعروں میں سے ایک تھے۔ ان کی شاعری میں انسانی مسائل، پریشانیوں اور نفسیاتی کشمکش کے حل کیلئے اشارہ ملتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ غالب ایک سمندر کی طرح ہے جو ہمیشہ رواں دواں ہے اور جس میں مختلف ندیاں آکر ملتی ہیں۔

اس موقع پر بنگلہ اکاڈمی کے سکریٹری شری سنت چنو پادھیہ اور جن وادی لیکھک سنگھ کے سکریٹری شری اردن مہیشوری نے بھی اظہار خیال کیا۔ صدر جلسہ شری آنند شنکر رائے نے غالب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ غالب اردو کے شاعر ضرور تھے لیکن ان کی تحریریں عوام الناس کے لئے تھیں۔

اس افتتاحی تقریب کا آغاز غالب کی غزلوں سے ہوئی جنہیں نوجوان فنکار شوبھو موئے نے ساز پر پیش کیا۔ جلسے کی نظامت کے فرائض انجمن جمہوریت پسند مصنفین کی سکریٹری محترمہ شہناز نبی نے کی اور آخر میں انجمن کے صدر جناب سعید پریمی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ سب سے آخر میں شام غزل کا پروگرام شروع ہوا جس میں شوبھو موئے بھٹاچاریہ نے غالب کی متعدد غزلیں گا کر ماحول کو اور بھی خوشگوار بنا دیا۔

دوسرے دن ۲۳ جنوری کو بنگلہ اکاڈمی کے اڈیٹوریم میں عہد غالب کے عنوان سے سمینار کا پہلا سیشن جناب سالک لکھنوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں پروفیسر حافظ محمد طاہر علی اور ابوذر ہاشمی نے حصہ لیا۔ اسی دن سیسر منچ میں دبی پرفورمرس گروپ کی جانب سے ایک تمثیلی ڈرامہ" میں ہوں اپنی شکست کی آواز" پیش کیا گیا۔ اس ڈرامے کی ہدایت کار فیروز شاہین تھے۔

۲۴ جنوری کی صبح "اردو کی ادبی روایت اور غالب کا فن" کے عنوان سے سیمنار کا آخری سیشن کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت پروفیسر مظفر حنفی نے کی اور جس میں پروفیسر زبیر رضوی، ڈاکٹر خواجہ نسیم اختر اور ظہیر انور نے مقالات پڑھے۔

اسی دن ربندر اسدن میں ثقافتی مقابلوں میں کامیاب ہونے والے طلباء طالبات کو انعامات و اسناد سے نوازا گیا۔ تقسیم انعامات عوامی رہنما شری بمان بوس کے ہاتھوں ہوا۔ شری بمان بوس نے اس موقع پر اردو میں تقریر کی جس میں غالب کے اشعار کے حوالے سے کلکتہ سے غالب کا والہانہ رشتہ کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ۷ بجے شب سے مشاعرے کا آغاز ہوا جس کی صدارت پروفیسر اعزاز افضل نے کی۔ مشاعرے کا افتتاح حضرت سالک لکھنوی نے اپنے کلام سے کیا۔ مشاعرے میں جن شعراء نے اپنا کلام پیش کیا ان کے اسم گرامی حسب ذیل ہیں:

اعزاز افضل، علقمہ شبلی، شہریار، نصر غزالی، نفیس غازیپوری، زبیر رضوی، ناظم سلطان پوری، شہود عالم آفاقی، ولی رضوی، حبیب ہاشمی، شمیم انور، ف۔ س۔ اعجاز، کمال جعفری، مصطفیٰ اکبر، حلیم صابر، نور پیکر، حیدر صفت، شہناز نبی، عزیز قریشی، افضل حسین افضل، زاہد امر اور نسیم عزیزی۔ ہندی کے کئی شعراء نے بھی اپنا کلام سنایا جن امرناتھ جھا، یاتان اور کیھی ناتھ مشر کے نام قابل ذکر ہیں۔ ▬

جیوتی باسو نے مرکزی حکومت کی جانب سے لازمی غذائی اجناس کی قیمت میں اضافہ کو عوام دشمن قرار دیا

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے عوامی نظام تقسیم کے تحت چاول، گیہوں اور چینی میں اور ایل پی جی گیس میں از حد اضافہ کے لئے حکومت ہند کے ایک طرفہ فیصلہ پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے وزیر اعظم شری اے۔ بی۔ واجپئی کے نام اپنے ایک مکتوب مورخہ یکم فروری ۹۹ء میں کہا کہ لازمی اجناس میں اس طرح کے اضافہ کے فیصلہ کا مطلب غریب تر طبقہ کی اصل آمدنی کو بالکل کم کردینا ہے اور اس سے ان غذائی ضمانت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ انھوں نے اپنے مکتوب میں مزید کہا ہے کہ یہ فیصلہ ریاستوں سے مشورہ کئے بغیر اور پارلیمنٹ کو نظر انداز کر کے کیا گیا ہے۔ ایسے عوام دشمن فیصلے کی وضاحت بھی نہیں کی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مالی خسارے کو ملک کے غریب عوام پر بوجھ ڈالنے کے بجائے کالے دھن کو باہر نکال کر بھی دور کیا جاسکتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کے مطابق کالے دھن کو بے نقاب کرنے سے ہر سال تقریباً ایک لاکھ کروڑ روپئے کی فاضل رقم جمع ہو سکتی ہے۔

انھوں نے وزیر اعظم سے اس عوام دشمن فیصلے کو واپس لینے کی درخواست کی ہے اور اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے وزرائے اعلیٰ کی ہنگامی میٹنگ بلانے پر زور دیا ہے تاکہ موجودہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے متبادل اور بہتر راستے نکالے جاسکیں۔ ▬

۲۰۰۰ء تک کوڑھ سے نجات یافتہ دنیا کا تصور



• لیپروسی مشن کلکتہ میں کوڑھ کے مریضوں کا علاج

ایک صدی قبل ۱۸۹۷ء میں برلن میں جب کوڑھ کے بارے میں پہلی عالمی کانفرنس منعقد کی گئی تھی تو ماہرین اس بات پر متفق تھے کہ کوڑھ کا مرض لاعلاج ہے لیکن اب جبکہ نئی صدی کا علاج ہونے والا ہے، نہ صرف کوڑھ کا علاج تلاش کر لیا گیا ہے بلکہ عالمی صحتی تنظیم (ڈبلیو ایچ او) نے امید ظاہر کی ہے کہ سن ۲۰۰۰ء تک دنیا سے کوڑھ کا خاتمہ ہو جائے گا

کوڑھ کے ساتھ سماجی ریشہ دوانیاں بھی وابستہ ہیں، جن کے نتیجے میں کوڑھ کے مریض کے ساتھ امتیاز اور خیالات کا قابل اعتراض مظاہرہ ہوتا ہے جس کے افسوسناک نتائج سامنے آتے ہیں چنانچہ یہ ضروری ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ کوڑھ پر مکمل طور پر قابو پایا جا سکتا ہے نیز یہ دیگر کئی دوسری بیماریوں کے مقابلے میں کم متعدی ہے۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ کوڑھ سے متعلق کاموں میں صرف طبی امداد کرنا ہی شامل نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ سے زندگی میں آجانے والی مایوسی اور ناامیدی کو امید اور خوشی میں بدلنا بھی شامل ہے۔

۱۹۸۴ء میں ڈبلیو ایچ او نے اندازہ لگایا تھا کہ دنیا میں ۱۰ تا ۱۲ ملین لوگ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہیں۔ آج کوڑھ کے آٹھ ملین سے زیادہ مریضوں کا علاج کیا جا چکا ہے اور اب تقریباً ۱۳ملین سے کم ہی مریضوں کا علاج ہونا باقی ہے ان میں سے دو تہائی سے زیادہ مریض آج کل زیر علاج ہیں۔ گذشتہ دہائی میں بہتر طریقہ علاج کے سبب کوڑھ کے واقعات میں ۵۰ فیصد کمی واقع ہوئی تھی اور مئی ۱۹۹۶ء میں کوڑھ کے درج شدہ زیر علاج مریضوں کی تعداد ایک ملین سے بھی کم رہ گئی تھی

ایم ڈی ٹی۔ حیرت انگیز علاج:-

کوڑھ کے علاج میں اس تیز رفتار کامیابی کا سہرا ملٹی ڈرگ تھیراپی (ایم ڈی ٹی)

کے سر جاتا ہے جس میں رینمپیسن، کلوفزی کائن اور ڈیپسون نامی ادویہ شامل ہیں، جو کوڑھ کے بیکٹریا کو روکتی ہیں۔ علاج کا طریقہ آسان ہے یعنی متعینہ مدت تک اور متعینہ وقت پر دوائیں لی جائیں۔ پاؤ بیسلری کوڑھ میں چھ ماہ اور ملٹی بیسلری کوڑھ میں دو سال تک دوائیں کھانی ہوتی ہیں۔

ریاستی حکومت کے شعبۂ صحت و خاندانی رفاہ کی جانب سے ریاست بھر میں یکم ستمبر تا ۸ ستمبر گھر گھر جاکر مریضوں کی تشخیص کرنے کی زوردار مہم چلائی گئی۔ اس مہم کا مقصد جملہ افراد کو صحت سے متعلق تعلیم دینا تھا کہ یہ مرض مکمل طور پر قابل علاج ہے اور کوڑھ کے مریضوں کو سماجی طور پر قبول کرنے کے سلسلے میں سماجی بیداری لانا اور عوام کو مفت علاج دستیاب ہے سے متعلق مطلع کرنا ہے۔ اس مہم سے کوڑھ کے تخمینہ شدہ اور درج شدہ معاملوں کے درمیان خلیج کو کم کیا جاسکے گا۔

ریاستی حکومت کے شعبۂ صحت و خاندانی رفاہ نے خاتمہ جذام پروگرام کے جزو کے طور پر ایم ڈی ٹی کے خدمات کو استعمال میں لانے اور انہیں فروغ دینے کیلئے رضاکاروں، دوک شاپوں کی خاطر اورینٹیشن کورسس چالو کرنے اور اس کی خامیوں کو دور کرنے کے پیش نظر آخر میں اس کے نتائج کا جائزہ لینے کیلئے بھی منصوبے بنائے ہیں۔ چونکہ تنہا اس شعبے کے ذریعہ اس پروگرام کو کامیاب بنانا ممکن نہیں ہے اس لئے اس میں ریاستی حکومت اور مرکزی حکومت کے دیگر شعبے اور دیگر غیر سرکاری تنظیمیں بھی شامل ہوئی ہیں

اکتوبر ۱۹۹۶ء میں نئی دہلی میں کوڑھ کے خاتمہ کے سلسلے میں منعقدہ دوسری عالمی کانفرنس میں کوڑھ کے مرض سے زیادہ متاثرہ ممالک کے حکام اور ماہرین نے سن ۲۰۰۰ء تک کوڑھ کے خاتمے کے سلسلے میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیا تھا اور اس نشانے کو حاصل کرنے کے اپنے عزم کا اعادہ کیا تھا۔ کانفرنس نے ۲۰ شدید ترین متاثرہ ممالک کی رپورٹوں کا بھی جائزہ لیا تھا۔ اس مرض کے خاتمے کے لئے نئی تدابیر

مریضوں کی ضرورتیں، اس سلسلے میں کئے جانے والے اقدامات کی نگرانی اور مرض سے شفایاب ہونے والے مریضوں کے معیار زندگی اور ان کی بازآباد کاری پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (ڈبلیو ایچ او) کے اندازے کے مطابق دنیا میں اس وقت ۱۲۶۰۰۰۰ لوگ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے ۹۴۰۰۰۰ لوگ علاج کے لئے رجسٹرڈ ہیں جس میں سے ۹۰ فیصد لوگوں کو ایم ڈی ٹی دی جارہی ہے۔ ایک تا دو ملین لوگ ماضی میں یا اس وقت کوڑھ کی وجہ سے معذور ہوچکے ہیں۔ ایم ڈی ٹی کے آغاز سے تقریباً ۲ ملین مریضوں میں نئی معذوریاں پیدا ہونے سے روکا جاسکا۔ ۶۰ ملکوں میں کوڑھ کا مرض کافی پایا جاتا ہے، جس میں سرفہرست (۵۴۳۰۰۰ مریض) ہندوستان ہے، اس کے بعد برازیل (۳۸۰۰۰)، انڈونیشیا (۲۴۰۰۰)، میانمار (۲۱۰۰۰) اور نائجیریا (۱۷۰۰۰) کا نمبر ہے ہر سال کوڑھ کے نصف ملین سے زیادہ مریض علم میں آتے ہیں۔

ہندوستان کی صورت حال:- ہندوستان کوڑھ کے مریضوں والے ممالک میں سرفہرست ہے جہاں دنیا بھر میں کوڑھ کے کل مریضوں کا ۵۸ فیصد حصہ آباد ہے۔ ان مریضوں میں بچوں کی تعداد ۱۵ تا ۲۰ فیصد ہے۔ ملٹی بیسلری مریضوں کی تعداد مختلف علاقوں میں ۱۰ تا ۳۰ فیصد ہے۔ اور معذور ہوجانے کی شرح کل واقعات میں ۶ تا ۸ فیصد ہے۔ ایک سال میں کوڑھ کے نئے مریضوں میں معذور ہوجانے کی شرح ۳٫۸۹ فیصد ہے۔ اگرچہ ملک میں کوڑھ کا مرض ہر جگہ پایا جاتا ہے لیکن اس کا پھیلاؤ غیر مساوی ہے۔ کوڑھ کے زیادہ تر مریض ملک کے جنوب مشرقی اور مرکزی علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن میں تامل ناڈو، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، بہار، اتر پردیش، مہاراشٹر، کرناٹک اور مغربی بنگال شامل ہیں۔ فی الوقت بہار، اتر پردیش، مغربی بنگال، اڑیسہ اور مدھیہ پردیش میں کوڑھ کے مریضوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو ملک بھر میں کوڑھ کے کل مریضوں کا ۶۳ فیصد حصہ ہے۔

۱۹۸۳ء میں ایم ڈی ٹی شروع کئے جانے کے بعد سے بڑی

تعداد میں کوڑھ کے مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔ پہلی بار ۱۹۸۷ء میں کوڑھ کے مرض سے شفایاب لوگوں کی تعداد کوڑھ کے نئے مریضوں کی تعداد کے مقابلے میں صرف دس فیصد سے تجاوز کی تھی۔

۹۷-۱۹۹۶ء میں کوڑھ کے ۱۴ء۵ لاکھ سے زیادہ مریضوں کا علاج کیا گیا جب کہ کوڑھ کے ۸۲ء۴ لاکھ نئے مریضوں کا انکشاف ہوا۔ عالمی بینک نے اس پروگرام کے تحت ۱۲۰ء ۱ بلین روپے کے خرچ کے مقابلے میں ۰۵ء ۱ بلین روپے کی رقم فراہم کی ہے۔ ۹۸-۱۹۹۷ء کے لئے نظر ثانی شدہ تخمینہ ۷۹۰ ملین روپے کا ہے جس میں ۷۸۴ ملین روپے کی رقم خرچ کی جا چکی ہے۔

ڈبلیو ایچ او سے امداد:۔ ۱۹۹۶ء میں ڈبلیو ایچ او کے تحت ۸۲۵۰۰ امریکی ڈالر کی رقم فراہم کی تھی اور ۱۹۹۷ء میں اس نے ۷۸۰۰ امریکی ڈالر کی رقم فراہم کی تھی۔ ۹۶-۱۹۹۵ء میں ۶ء۵ ملین ڈالر کی دوائیں سپلائی کی گئی تھیں۔ ۹۸-۱۹۹۷ء میں اضافی مقدار میں دوائیں سپلائی کی گئی تھیں جس میں واحد خوراک والے آر او ایم بھی شامل ہے۔ کوڑھ کے خاتمے کی مہم کے سلسلے میں ۴۰ پروجیکٹوں پر زائد ملکی بجٹ کے ساتھ ڈبلیو ایچ او نے رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اس مہم کے تحت بہار کو امدادی جاری ہے اور مغربی بنگال کو امداد فراہم کرنے کے سلسلے میں کارروائی چل رہی ہے۔

کوڑھ کا خاتمہ:۔ کوڑھ کے خاتمہ سے متعلق قومی پروگرام ۱۹۵۵ء سے زیر عمل ہے۔ شروع میں یہ مرکزی امداد سے چلایا گیا اور اس میں زیادہ توجہ دیہی علاقوں پر مرکوز کی گئیں۔ ۱۹۹۶ء میں اس کو پوری طرح سے مرکزی امداد سے چلنے والی اسکیم میں تبدیل کر دیا گیا۔ سن ۲۰۰۰ء تک ملک سے کوڑھ کے خاتمہ کا قومی پروگرام کا نام ۱۹۸۳ء میں کوڑھ کے خاتمہ کا قومی پروگرام رکھ دیا گیا۔ موجودہ لائحہ عمل یہ ہے کہ مرض کا ابتدائی مرحلے میں پتہ لگا کر ایم ڈی ٹی سے اس کا فوری اور باقاعدہ علاج کیا جائے۔ مریض اور دوسرے لوگوں کو مرض کے قابل علاج ہونے کے بارے میں بتانا اور عملے کو تربیت دینا نیز شفایاب مریضوں کی باز آبادکاری کا کام اس پروگرام کے اہم جزو ہیں۔



عالمی بینک نے ۹۴-۱۹۹۳ء سے شروع ہونے والی تین سالہ مدت کے لئے ایم ڈی ٹی کی خدمات کی توسیع کے سلسلے میں حکومت کو ۳.۲۰ ملین روپے کی قرضہ جاتی امداد فراہم کی ہے تاکہ غیر مستفید علاقوں میں موجودہ خدمات کو مستحکم بنایا جائے، مریضوں کی مناسب دیکھ بھال کی جا سکے، صحت کے بارے میں تعلیم سے متعلق سرگرمیوں میں تیزی لائی جائے نیز افرادی قوت کو ضروری تربیت دی جائے اور اس میں مناسب اضافہ کیا جائے۔ مجموعی طور پر ۲۳۳ اضلاع میں کوڑھ کے علاج اور متعلقہ سرگرمیوں کے لئے امدادی جاری ہے۔ اس کے علاوہ، ملک بھر میں صحت کے بارے میں تعلیم کی جامع سرگرمیوں اور معذور افراد کی دیکھ بھال سے متعلق مناسب خدمات کے سلسلے میں بھی امداد دی جاتی ہے۔ ہندوستان ہریانہ اور پنجاب میں دس ہزار کی آبادی میں کوڑھ کے صرف ایک مریض کی شرح پہلے ہی حاصل کر چکا ہے۔ آئندہ سال کے اختتام تک ملک کی مزید ۱۰ ریاستوں میں پروگرام پر عملدرآمد کے کام میں تیزی لانے اور کوڑھ کی بیماری کے واقعات میں کمی لا کر مذکورہ سطح حاصل کرنے نیز ۲۰۰۰ء تک ملک کے باقی حصوں میں بھی یہی سطح حاصل کرنے کی کوششیں تیزی سے جاری ہیں۔ (بشکریہ پی آئی بی) ■

مَغربی بنگال



پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ ▪ ۱۵ فروری ۱۹۹۹ء ▪ شمارہ نمبر ۴

مدیر اعلیٰ :- تارا پدا گھوش
مدیر معاون :- محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ دس روپئے • نصف سالانہ پانچ روپئے

• اس شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ

بزنس منیجر

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ

کلکتہ ۱ ۷۰۰۰

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

ترتیب

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک سی ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون :- 235-5601/3371 Ext: 710

صدر کے ہاتھوں مانو ویکاش کیندر کا افتتاح

معذور بچوں کو نگراں سماج کی ضرورت ہے" ۔ صدر کے آر نرائنن



صدر معذور بچوں کے ساتھ

تفکر آمیز خاکہ اور سائنسی طریقۂ کار معذور بچوں کو اپنے معذوری پر قابو پانے کے لئے ضروری ہے ۔ یہ بات صدر ہند شری کے۔ آر۔ نارائنن نے گزشتہ ۱۲ فروری کو دورۂ کلکتہ کے پہلے دن معذور بچوں کی بحالی کے لئے ادارہ " مانو ویکاش کیندر" کا افتتاح کرتے ہوئے کہی ۔ اس موقع پر ریاستی گورنر ڈاکٹر اے۔ آر۔ قدوائی، ریاستی وزیر اعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی اور مانو ویکاش کیندر کے چیرمین شری ایس ایس کا نوریا نے بھی اظہار خیال کیا ۔

صدر موصوف نے کہا کہ وہ بچے جو ذہنی یا جسمانی طور پر معذور ہیں، کی بحالی کیلئے سماج کے ہر شخص کو آگے آنا چاہئے ۔ انھیں ہمدردی، محبت اور مسئلہ کی سائنسی سوجھ بوجھ کے ساتھ مدد کرنی چاہئے تاکہ ایک صحت مند سماج کی افزائش ہو سکے اور ان لوگوں کو سماج میں ایک عزت دار مقام حاصل ہو سکے ۔ صدر نے کہا کہ یہ ہم سبھوں کا اخلاقی اور سماجی فرض ہے کہ وہ ایک فلاحی و منصفانہ سماج کی تشکیل کریں ۔ یہ ایک ایسا طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے ہم اپنی اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو بڑھا سکتے ہیں ۔ شری نارائنن نے بتلایا کہ ہمارے ملک میں ۸۰ فیصد معذور بچے دیہی علاقوں میں رہتے ہیں ۔ ان معذور بچوں کی مدد ہمارا فرض میں شامل ہے ۔ خود شعاری کے جذبے کے بغیر ان کے لئے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے ساتھ ہی مناسب اور سائنسی تربیتی سہولتوں کا بھی انتظام کرنا ہوگا ۔ صدر موصوف نے اس سلسلے میں مرکزی حکومت کے ایک ایکٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ معذور لوگوں کو زندگی میں مساوی مواقع بھی ملنے چاہئیں ۔ انھوں نے کہا کہ ملک کی تعمیر میں حصہ لینے کیلئے انھیں مساوی حق حاصل ہے ۔ انھوں نے معذور بچوں کی بحالی میں مانو ویکاش کیندر کی سراہنا کی ۔

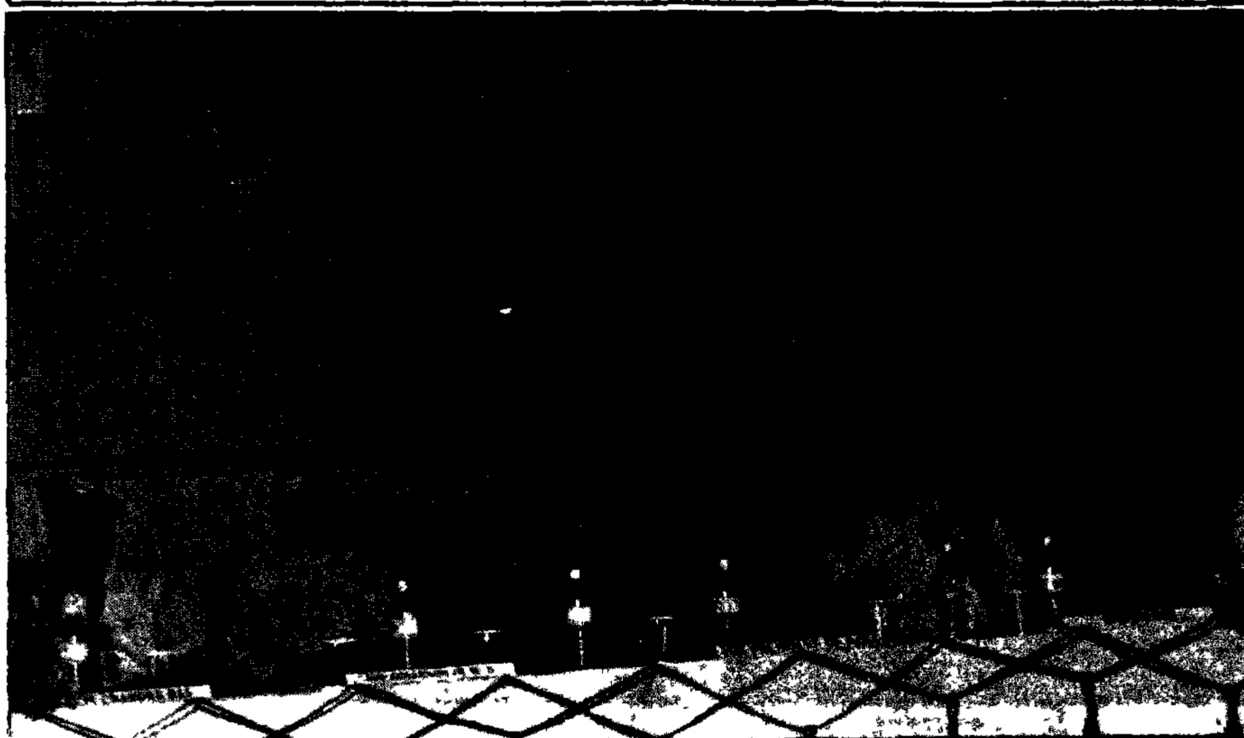
مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے۔ آر۔ قدوائی نے کہا کہ سماج میں ہر شخص کو دوسروں کی جانب سے عزت پانے کا پیدائشی حق حاصل ہے ۔ یہ بھی ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم اپنی خود اعتمادی کے ساتھ دوسروں کی مدد کریں ۔ انھوں نے کہا کہ اس فرض کی ادائیگی میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آنی چاہئے ۔ اس تقریب میں مانو ویکاش کیندر کے چیرمین شری ایس ایس کا نوریا نے استقبالیہ خطبہ پیش کیا ۔

واضح رہے کہ صدر ہند شری کے ۔ آر ۔ نارائنن اور ان کی اہلیہ اوشا نارائنن کلکتہ کے دو روزہ دورے پر آئے تھے ۔ کلکتہ ائیر پورٹ پر انھیں گورنر ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی ۔ وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور ریاستی وزیر اعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی نے خیر مقدم کیا ۔

صدر کے ہاتھوں سمینار بعنوان "شہری رہائش میں نجی۔سرکاری ساجھیداری" کا افتتاح

رہائشی ترقی کیلئے مشترکہ اقدامات کا خیر مقدم کیا جانا چاہیئے

● صدر کے۔آر۔نرائنن

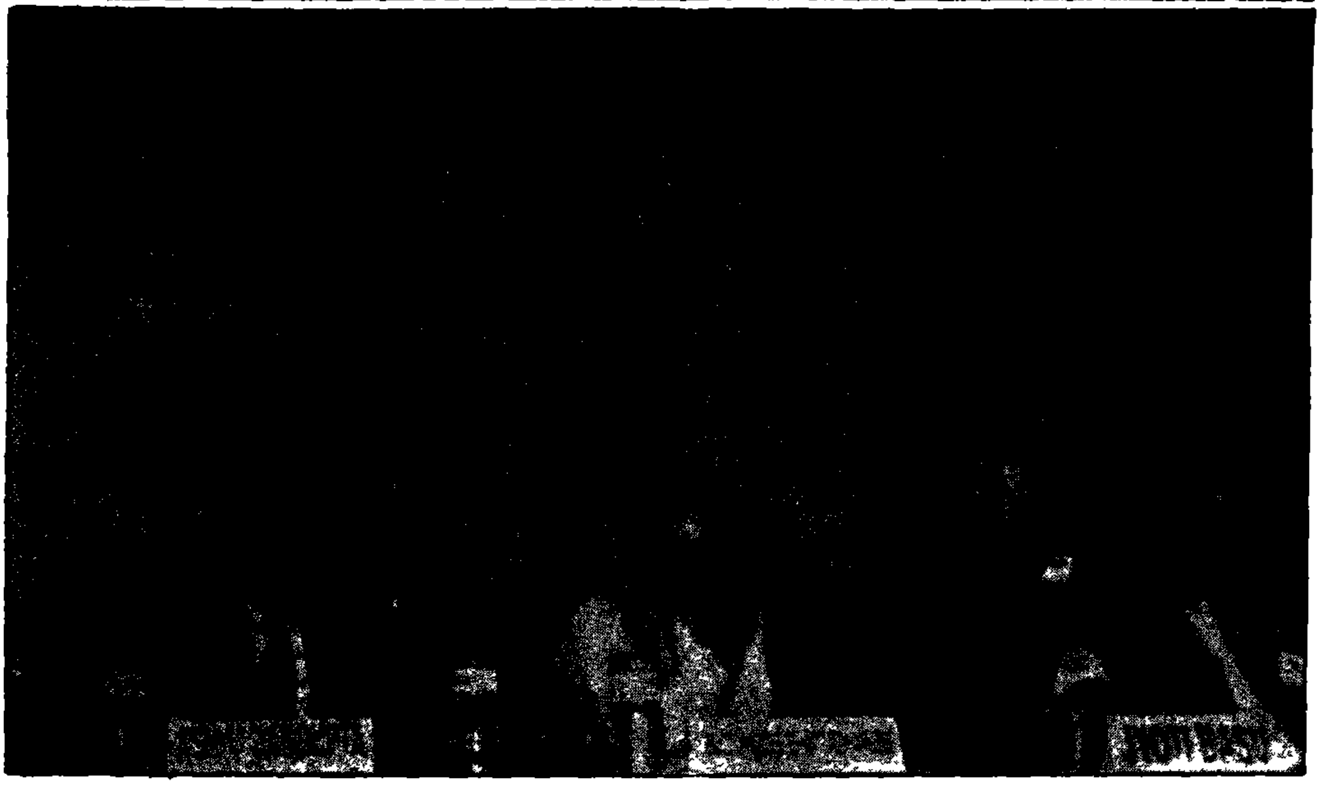


حکومت مغربی بنگال نے ریاست میں تمام مکتبۂ فکر کے عوام کے لئے کامیابی کے ساتھ ہاؤسنگ پروجیکٹ کی ترقی کے سلسلے میں نجی سرمایہ کاروں کی دلچسپی کیلئے جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے وہ ملک بھر کیلئے ایک مثال ہے۔ یہ بات صدر جمہوریہ شری کے۔آر۔نرائنن نے گذشتہ ۱۳ر فروری کو کلکتہ میں "شہری تعمیر عمارات" (رہائش) میں سرکاری۔نجی ساجھیداری" پر منعقدہ ایک قومی سمینار کا افتتاح کرتے ہوئے کہی۔ مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے۔آر قدوائی، ریاستی وزیر رہائش شری گوتم دیب، تریپورہ کے وزیر شہری ترقیات شری سدھیر کمار داس، آسام کے وزیر بلدیاتی امور شری سراج کمار شرمانے بھی اس موقع پر تقریریں کیں۔ یہ دو روزہ سمینار بنگال امبوجا ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ لمیٹیڈ کے اشتراک سے ریاستی ہاؤسنگ بورڈ نے اُدایون ہاؤسنگ کمپلکس میں منعقد کیا تھا۔ اس تقریب میں ملک کی ۱۳ ریاستوں کے ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ کے وزراء و اعلیٰ افسران نے شرکت کی۔

ہاؤسنگ پروجیکٹوں میں اس طرح کی سرکاری۔نجی بندھن کے لئے حکومت مغربی بنگال اور ریاستی وزیر برائے رہائش کی تعریف کرتے ہوئے صدر موصوف نے کہا کہ اس خیال سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود مغربی بنگال ہی واحد ریاست ہے جس نے سرکاری۔نجی ساجھے داری کے سلسلے میں پہل کی ہے۔ انھوں نے سرکاری۔نجی مساوات کی اہمیت پر زور ڈالتے ہوئے کہا کہ ایسی مساوات قومی ترقی میں ایک اہم رول ادا کر سکتی ہے۔ صدر موصوف نے کہا کہ رہائش کو بنیادی حق تسلیم کر لینا چاہیئے۔

اس موقع پر مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے۔آر قدوائی نے بتایا کہ حکومت مغربی بنگال نے زرعی سیکٹر میں عظیم الشان کامیابی کے بعد دیگر سیکٹروں میں کامیابی کیلئے لگاتار کوشش کر رہی ہے۔ شہری و دیہی علاقوں میں بالترتیب میونسپل ادارے اور پنچایتی ادارے اس کامیابی میں تعاون کر رہے ہیں۔ ریاستی وزیر رہائش شری گوتم گھوش نے کہا کہ ریاستی حکومت نے بالخصوص کم اور متوسط آمدنی والے عوام کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے متعدد مشترکہ پروجیکٹوں کو اپنایا ہے۔ اس تقریب میں ریاستی شعبہ رہائش کے سکریٹری امل گھوش نے استقبالیہ تقریر کی اور بنگال امبوجا ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ لمیٹیڈ کے منیجنگ ڈائرکٹر شری ہرش وردھن نیوٹیا نے اظہار تشکر کیا۔ ■■

ریاست میں صنعت کاری ہمارا نصب العین ہے: جیوتی باسو



ڈاکٹر بدھادیب بھٹا چاریہ اسیم داس گپتا سومناتھ چٹرجی

ریاستی حکومت نے مغربی بنگال کو صنعتی سرگرمیوں کا اہم مرکز بنانے کا سیاسی عہد کیا ہے۔ یہ بات وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے گذشتہ ۱۷ر جنوری کو ۲۴ پرگنہ کے رائے چک میں سرمایہ کاروں کی ایک میٹنگ سے "ڈیسٹینیشن ویسٹ بنگال" میں جلسے کو خطاب کرتے ہوئے کہی۔ اس میٹنگ کا اہتمام مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن لمیٹڈ نے کیا تھا۔ ایک سو سے بھی زائد کارپوریٹ اداروں کے صنعت کاروں نے اس میٹنگ میں حصہ لیا۔ اس موقع پر وزیر اطلاعات و ثقافتی امور اور داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹا چاریہ، ریاستی وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا، سومناتھ چٹرجی، ایف آئی سی سی آئی کے صدر شری سدھیر جالان، سی آئی آئی کے صدر شری راجیش شاہ، سی اے سی سی آئی کے صدر شری آر پی گوئنکا، آئی ڈی بی آئی کے چیئرمین شری جی پی گپتا، آئی سی آئی سی آئی کے چیئرمین ایم کاماتھ نے بھی تقریر کی۔ ریاستی وزیر صنعت و تجارت شری بدیوت گانگولی نے اس سیشن کی صدارت کی۔

مغربی بنگال کو صنعتی سیکٹر میں صف اول کے مقام پر دوبارہ لانے کی سرکاری نصب العین کو دہراتے ہوئے وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے کہا کہ حکومت مغربی بنگال نے اس ریاست کو کارافزا اور سرمایہ کار دوست ریاست کے طور پر ترقی دینے کے لئے سختی سے کوشش کر رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے آنے والی صدی کے لئے خود کو تیار کر لیا ہے۔ حکومت ہند نے ۵۰ سال قبل اپنے عوام سے جو وعدے اور عہد کئے تھے وہ ہنوز پورے نہیں ہوئے ہیں۔ ان نامکمل اور فوری کاموں کو جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہوگا۔ ہم اس وقت آئندہ ہزار سالہ چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کا مستحق ہو جائیں گے۔

وزیراعلیٰ موصوف نے میٹنگ میں زیر بحث تمام نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ صورتحال کے لئے موزوں نئے رہنمائی اصول تیار کرنے اور انھیں چالو کرنے کی اپیل کی۔

مغربی بنگال، تریپورہ اور کیرالا کی بائیں محاذ حکومتوں کی مثال دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ان تینوں ریاستوں کی طرح حکومت کو ایسی صورت حال میں

نمونے کے طور پر اپنانے کی ضرورت ہے، جب ملک ایک متبادل کے طریقۂ کار کی تلاش میں لامقصدیت کی جانب گامزن ہے۔ بائیں محاذ حکومت اختیارات کی لامرکزیت کی وکالت کرتی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ریاستوں کو زیادہ اختیارات منتقل کئے جانے سے مرکز اور بھی مضبوط ہوگا۔ حکومت کے حقیقی وفاقی ساخت کی تشکیل کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے۔ مغربی بنگال میں لامرکزیت کی جڑیں پھیل کر پنچایت اور میونسپلٹی سطح تک گئی ہیں۔ پنچایت اور میونسپل اداروں کے ذریعے اب ریاستی سالانہ بجٹ کی ۵۰ فیصد رقم خرچ کی جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ ایک مربوط اصلاحاتِ اراضی پروگرام کو برقرار رکھا گیا ہے۔ ان اقدامات سے سماج کے نچلے درجے سے نئے لیڈرشپ کے امکانات میں اضافہ ہوا ہے اور عورتوں کے لئے میدان ہموار کیا گیا ہے۔

مغربی بنگال کے دیہی علاقوں میں معیاری تبدیلی کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے وزیراعلیٰ موصوف نے کہا کہ عام لوگوں کی قوتِ خرید میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ یہ سماجی۔ معاشی بنیاد نے ریاست میں صنعت کاری کے اقدامات کو ایک نئی جہت عطا کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ صنعت کاری کی رفتار کو سرکاری اور نجی دونوں سطحوں پر تعاون سے تیز تر کرنا ہے۔

شری باسو نے بتایا کہ بایاں محاذ حکومت گذشتہ ۲۲ برسوں سے اس ریاست میں مضبوطی سے قائم ہے اور جمہوریت اور سیکولرزم کی روایت کو ہمیشہ بلند رکھی ہوئی ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ریاستی حکومت سیاست دانوں اور جرائم پیشہ افراد کے درمیان بدبختانہ تعلقات کو الگ رکھنے میں ہمیشہ مستعد رہی ہے۔ مرکز نے ماضی میں ریاست کی ترقی کو مساوی مالی کرایہ لائسنسنگ سسٹم وغیرہ جیسے مختلف طریقے سے روکنے کی کوشش کی لیکن اب اندرونی اور بیرونی بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے حالات بدل رہے ہیں۔ مغربی بنگال سرمایہ کاری کو متوجہ کرنے کے لئے دوسری ریاستوں کے ساتھ مسابقت میں ہے۔ شری باسو نے امید ظاہر کی کہ ریاستوں کے درمیان ایسی مسابقت سے قومی معیشت مضبوط ہوگی۔

اس وقت ملک کی مالی صورت حال کی جو خستہ حالی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ریاستی حکومت کو ایسی حالت میں بھی ایسی پالیسی متعین کرنی پڑتی ہے۔ ہم بے شک مغربی بنگال اور ہندوستان کو دنیا کے دوسرے حصوں سے الگ کرکے نہیں دیکھ سکتے لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی طرح کی تیاری کئے بغیر ہم ۱۹۹۱ء میں آزاد معاشی طریقۂ کار میں داخل ہو چکے ہیں۔ غریب اور پچھڑے لوگوں کی خاص کر صنعتی مزدوروں کی حفاظت کرنے میں ناکامیابی سے مغربی بنگال اور باقی ہندوستان کی لوگوں کی حالت میں گراوٹ آئی ہے۔

اس منتقلی دور میں جن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے شری باسو نے کہا کہ جوٹ اور انجینئرنگ صنعتوں سمیت بہت سی پرانی صنعتیں ہیں۔ اس کے علاوہ مرکزی عوامی سیکٹر یونٹیں ہیں جو اب بہت سی وجوہات کی بنا پر بحران سے دوچار ہیں۔ باسو نے کہا کہ عوامی، نجی اور مشترکہ سیکٹر کے بیچ تعاون اور تال میل ہونا چاہئے۔ باسو نے عوامی سیکٹر کی کچھ اہم یونٹوں کی الگ جماعت بنا کر اس پر سوچ وچار کرنے اور فوری طور پر اس کے مسائل حل کا مشورہ دیا۔

باسو نے کہا کہ یہ عوامی سیکٹر کی یونٹیں بہت دنوں تک چلنے والی ہیں، پیشہ وارانہ مینجمنٹ نظام، تکنیکی ترقیات اور جدت کاری جیسے میدان میں اقدامات اٹھانا ان صنعتوں کے لئے بہت ضروری ہے اور تبھی ان کا احیاء نو ہو سکتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ مغربی بنگال کی کچھ بیمار صنعتی یونٹوں کے لئے بھی ایسے ہی قدم اٹھائے جانے سے مزدوروں کو کافی حوصلہ ملا ہے اور یہ یونٹیں بہت ہی اچھی طرح کام کرنے لگی ہیں۔

وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے پٹروکیمیکل جیسی ابھرتی ہوئی صنعتوں میں روزگار کی افزائش پر زور دیا۔ انھوں نے بتایا کہ ۵۱۷۰ کروڑ روپے کے ہلدیہ پٹروکیمیکل پروجکٹ کا ۶۰ فیصد کام ہو چکا ہے۔ اس سال کے دوسرے حصے میں پیداوار شروع ہو جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ یہ پروجکٹ اس ریاست میں جاری صنعت کاری طریقۂ کار کی واضح علامت ہے۔ اس موقع پر انھوں نے ہلدیہ میں متسو بیسی کیمیکل کارپوریشن کے پی ٹی اے اور کلکتہ لیدر کمپلکس پروجکٹ کا بھی ذکر کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ متعدد دیگر مشترکہ مہم پروجکٹوں میں کچھ ہاؤسنگ پروجکٹوں کو شہری خدمات کی بہتری کے لئے حال ہی میں اپنایا گیا ہے۔ راجرہاٹ میں سٹالائٹ ٹاؤن شپ پروجکٹ بھی چالو کیا گیا ہے۔
شری باسو نے ہگلی ندی کے ساحل کی ترقی، ایک مستقل نمائشی مرکز اور عالمی تجارتی مرکز کی تعمیر، وراثتی عمارتوں کی حفاظت اور اوا ای سی ایف امدادی اڑان پل اور اسٹاک اکسچینج پروجکٹوں میں سرمایہ کاری کے لئے نجی سرمایہ کاروں سے اپیل کی۔ ■■

تیستا گنگا اتسو ——— امید و سرخوشی کا تہوار



ایک قبائلی لوک رقص

گزشتہ یکم تا ۵ فروری شمالی بنگال کے چھ اضلاع میں ثقافتی تہوار "تیستا ـــ گنگا اتسو" کا انعقاد ہوا۔ جس کا اہتمام ریاستی شعبۂ اطلاعات وثقافتی امور نے شمالی بنگال و جنوبی بنگال کے عوام کے درمیان ثقافتی اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے کیا تھا۔ یہ تہوار دارجلنگ، کوچ بہار، جلپائی گوڑی، شمالی دیناجپور، جنوبی دیناجپور اور مالدہ اضلاع کے ۱۴ منتخبہ ترقیاتی بلاکوں میں منعقد ہوا تھا۔ ہر ضلع میں دو دنوں کے لئے اس تہوار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس تہوار کے مختلف ۸۴ پروگراموں میں ایک ہزار سے زائد فنکاروں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ بھوائیا، بھٹیالی، باؤل، چٹکا، گمبھیرا، لالن، ٹیگور اور نذرل کے نغمے، کورس، نظم خوانی، ڈرامہ، موجودہ امور پر سمینار، اوپن فورم اور شمالی بنگال کی روایتی لوک ثقافت کی رنگارنگ نمائش وغیرہ اس تہوار میں عام توجہ کے مرکز رہے۔

مقامی لوگوں کیلئے یہ یادگار موقع تھا۔ یہ لوگ متعدد ممتاز فنکاروں جیسے امرپال، آتپلیندو چودھری، سیلن داس، سری رادھا مندھو پادھیہ، دیپابرتو سوم، پوبالی مکھرجی، پردیپ گھوش، پارتھو گھوش، گوری گھوش، سمیرن سانیال، پریمل بھٹاچاریہ، تمالیکا گوہا، کاجل سور، تان سوری باسو سرکار، سبھان سندر باسو اور بہت سے دیگر فنکار کے فن سے محظوظ ہوئے۔ دیہی بنگال میں یہ ایسی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا۔ حسب توقع یہ پروگرام عام لوگوں کی خدمات کی عکاسی کا باعث بن ہوا تھا اور امید سے زیادہ کامیاب رہا۔

ہر مکتبہ فکر کے عوام گرمجوشی کے ساتھ اس جلوس میں شامل ہوئے جس کا اہتمام تہوار کی شروعات میں کیا گیا تھا۔ یہ تہوار اتحاد، یکجہتی اور بھائی چارگی کا ایک پیغام تھا جو امید افزا نقش کی صورت میں اختتام پذیر ہوا۔ ■■

پھول مرجھا گیا خوشبو کا سفر جاری ہے

معمر ادیب و شاعر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن کا انتقال



اردو کے خاموش خدمت گزار، متعدد کتابوں کے مصنف شفیق معلم و ممتاز ماہر تعلیمات اور معمر ادیب و شاعر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن کا گزشتہ ۱۱ فروری ۱۹۹۹ء کی صبح کو انتقال ہو گیا۔ موت کے وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔ ان کے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر ہیں۔ منجھلے بیٹے بھاگلپور یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر ہیں۔ باقی تین بیٹے مغربی بنگال میں اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن فارسی اور اردو کے جید عالم تھے۔ انھیں انگریزی زبان پر دسترس حاصل تھی۔ انھوں نے درجنوں علمی، ادبی و درسی کتابیں لکھیں جن میں تلمیحات و اشارات (انگریزی)، فارسی و اردو تلمیحات و اشارات، علم بیان و علم عروض، ہسٹری آف مدرسہ ایجوکیشن (انگریزی)، تاریخ بنگالہ و مصادر نظام سلطنت ہند، فارسی اور ادبیات فارسی کافی مقبول ہوئیں۔ درسی کتابوں میں گلزار مضامین، بے مثال مضامین، موڈرن پرسیس ریڈر، موڈرن پرسیس گرامر، ہائر سکنڈری گولڈن پرسیس گائیڈ، سیو متھڈ انگلش ٹرانسلیشن، موڈرن پرسیس ٹرانسلیشن و گرامر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے انگریزی، فارسی اور اردو میں متعدد مضامین لکھے جو مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے۔ اجالا، کلکتہ میں ان کے کئی ادبی مضامین شائع ہو کر مقبول انام ہو چکے ہیں۔ انھوں نے قوس نمرہ پوری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، مولانا محمد علی جوہر، علامہ رضا علی وحشت، سید شاکر کلکتوی، امیر رضا کاظمی اور اعزاز افضل پر جو مضامین لکھے ہیں وہ تسکین روح، اجالا اور اخبار مشرق میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن اردو کے مستند شاعر بھی تھے عرفی تخلص تھا۔ ندرت احساس، زور بیان اور طرز ادا ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انھیں مولانا آزاد کے سالانہ مشاعرے میں اکثر سنا گیا۔ دیگر مشاعروں میں نہیں جاتے تھے کلام کی اشاعت کے سلسلے میں بھی کبھی توجہ نہیں دی۔ ڈاکٹر مجیب الرحمٰن خاموش طبع اور شریف النفس انسان تھے۔ نام و نمود کے لئے کبھی تگ و دو نہیں کی۔ عمر بھر بڑی خاموشی کے ساتھ علم و ادب کی خدمات انجام دیتے رہے۔

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن کی پیدائش ۱۹۱۷ء میں کلکتہ میں ہوئی تھی۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں میٹرک کیا۔ اسلامیہ کالج سے ۱۹۳۸ء میں بی اے آنرز (فارسی) کا امتحان فرسٹ کلاس سے پاس کیا۔ آپ جنلی اسکولرشپ اور گریجویٹ اسکولرشپ یافتہ تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ایم۔ اے (فارسی) اور ۱۹۵۰ء میں ایم۔ اے۔ (اردو) کلکتہ یونیورسٹی سے فرسٹ کلاس سے کیا۔ آپ کا تعلیمی کیریر کافی روشن تھا۔

پیشہ کے اعتبار سے درس و تدریس سے جڑے رہے۔ پہلے پریسی ڈنسی کالج، پھر لیڈی برابورن کالج میں لکچرر رہے اور اس کے بعد مولانا آزاد کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوئے۔ کلکتہ یونیورسٹی میں بھی جز وقتی لکچرر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔ آپ ویسٹ بنگال کلکتہ مدرسہ بورڈ کے سکریٹری بھی تھے۔ اور متعدد تعلیمی و علمی اداروں سے منسلک رہے۔

ان کی موت سے اردو دنیا اور تعلیمی ادارے کو کافی نقصان ہوا ہے جس کی تلافی مشکل ہے۔

رکھا نہ کہیں کا مجھے آشفتہ سری نے
ہم بزم میں بیٹھے رہے پوچھا نہ کسی نے

منزل سے بھی واقف نہیں خود اپنی بشر آج
رسوا کیا دنیا میں اسے بے خبری نے

داخل جو چمن میں ہوئے سب ہنس پڑے غنچے
کیا کان میں پھونکا تھا نسیم سحری نے

جب تک نہ کوئی بات ہو شہرت نہیں ملتی
فرہاد کو مشہور کیا کوہ کنی نے

وارفتگیٔ شوق بھرم کھول ہی دیتی
اچھا ہوا سمجھا نہ مری بات کسی نے

اندوہ و غم و جور کے نرغے میں رہے ہم
لیکن کبھی روتے ہوئے دیکھا نہ کسی نے

کچھ بیش نہیں قطرۂ خوں سے دل عرفی
بن جاتا ہے دریا اسے چھیڑا جو کسی نے

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن مرحوم

از:- ڈاکٹر عبدالمنّان

پروفیسر مجیب الرحمان کی موت کی خبر ہمارے لئے تکلیف کا باعث اس بنا پر ہے کہ موصوف سے ہمارے تعلقات پرانے اور گہرے تھے۔ جب میں آزاد کالج میں پڑھتا تھا وہ بہ حیثیت استاد فارسی اور عربی شعبہ سے منسلک تھے۔ اگرچہ میں فارسی کا طالب علم نہیں تھا لیکن ان کی ہدایت علمیت و منعداری سے مستفیض ہوتا رہتا تھا۔ جب میرا تقرر شعبۂ اردو کلکتہ یونیورسٹی میں ہوا تو انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اور بلا کر مفید مشوروں سے نوازا۔ پروفیسر شاہ مقبول احمد صاحب کے یہاں پابندی سے آتے تھے اور گھنٹوں بیٹھتے تھے۔ ان سے دوستی تھی اور بہت ساری رازکی باتیں کرتے تھے۔ چونکہ تقریباً ہم عمر تھے اور برسوں آزاد کالج میں ایک ساتھ سبق پڑھا چکے تھے اس لئے رفاقت میں شدت اور گہرائی پیدا ہو گئی تھی۔ موصوف نے اپنے کیریر کا آغاز ایک اسکول کی ملازمت سے کیا تھا اور رفتہ رفتہ یونیورسٹی تک پہنچے تھے۔ اس درمیان طلباء کی سہولت اور جانکاری کی غرض سے کئی کتابیں لکھیں جن میں علم بیان و علم عروض (انگریزی اور اردو) قواعد اور تاریخ بارا گاواں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تاریخ بارا گاواں میں اپنے علاقے کو base بنا کر علمی، دانشوری، اقتصادی اور سماجی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مقتدر ہستیوں کا اظہار کیا۔ اب ان میں بیشتر افراد سرحد پار میں مقیم ہو گئے ہیں یا اس دارِفانی سے کوچ کر گئے ہیں لیکن ان کے علمی، ادبی اور سماجی کارنامے ہنوز باقی ہیں اور آنے والی نسلوں کو ہدایت دیتے رہیں گے۔ موصوف نے نہ صرف ان کی خدمات اور مرتبہ کا اعتراف کیا بلکہ تجزیاتی عمل بھی پیش کیا۔

گرامر علم العروض و بلاغت اور مضمون سے متعلق ان کی اہم اور نادر تحریریں مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

موصوف اپنے گھر میں ایک Loving فادر اچھے رشتہ دار کی حیثیت رکھتے تھے۔ اپنے بچوں کے کیریر کی استواری کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے بچے اونچے عہدوں پر فائز ہوئے۔ بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ کسی واقعہ کے بیان میں مزاح کا عنصر پیدا کر دیتے تھے اور خود بھی آہستگی کے ساتھ ہنستے تھے اور دوسروں کو بھی ہنساتے تھے۔ فیصلہ لینے کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ ان کا ہر قدم سوچا سمجھا ہوتا تھا جس میں ذاتی فائدے کا عنصر غالب تھا۔ جہاں بینی کسی نتیجے سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ بزم شاکری سے دیرینہ تعلق تھا۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ وہ بزم کے ممبر رہے لیکن شاکر صاحب کی شاعری سے متاثر تھے۔ وہ شعر بھی کہتے تھے اور چند ادبی محفلوں میں شریک ہوئے تھے لیکن ان کی شاعری ان کی شہرت کا ذریعہ نہیں بن سکی۔

دراز قد، سانولا رنگ، چمکتی ہوئی آنکھیں جاذبیت متاثر کرنے کا سبب بھی تھی۔ ابتدا میں شیروانی پہنا کرتے تھے لیکن میں نے ان کو پینٹ شرٹ میں دیکھا ہے۔ پان کا شوق عادت نہیں بن سکا تھا۔ نسی کی پرانی عادت تھی جسے سنگاں کی دین کہا جا سکتا ہے۔

■■

قطعاتِ تاریخ

از: سفیر الدین کمال

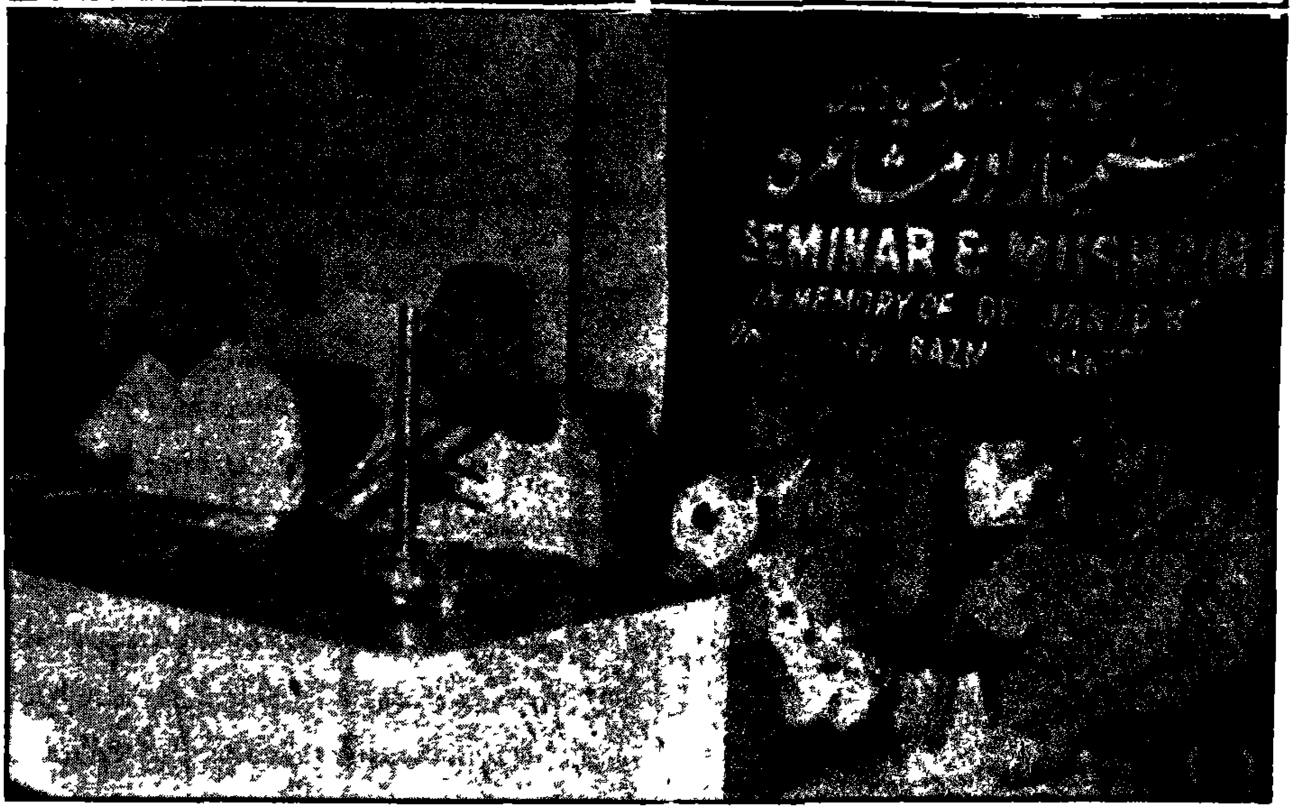
ہوئی رحلت مجیبِ نکتہ داں کی
اٹھا اک عالمِ عالی نسب لکھ
کہا دل نے برائے سالِ ہجری
کہ "داغ نازشِ بزم ادب" لکھ
۱۴۱۹ھ

دامنِ اردو پہ وہ نوکِ قلم سے
ٹانکتے تھے دُرِ الفاظ و معانی
مصرعِ تاریخ رضواں نے سنایا
عرفی شیریں بیاں خلد آشیانی
۱۹۹۹ء

۷

بزمِ شاکری کے زیر اہتمام

ڈاکٹر جاوید نہال کے فن اور شخصیت پر سمینار اور انکی یاد میں مشاعرہ



• جناب محمد امین سمینار کا افتتاح کرتے ہوئے

ادب کا دائرہ سیاست سے کم نہیں ہے اور سیاست نے جب بھی ادب کی قدروں کو پہچانا ہے اس میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ باتیں ریاستی وزیر ترقیات و فلاح اقلیات شری محمد امین نے گزشتہ ۱۴ فروری کو مغربی بنگال بنگلہ اکاڈمی آڈیٹوریم میں بزم شاکری کے زیر اہتمام ایک سمینار و مشاعرہ کا افتتاح کرتے ہوئے کہیں۔ انھوں نے کہا کہ اردو کو اپنے خون جگر سے جن مجاہدین قلم نے سینچا ہے ان میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر جاوید نہال کا بھی ہے۔ لہٰذا جب تک اردو زندہ رہے گی ان کی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکے گا۔

وزیر موصوف نے ڈاکٹر جاوید نہال مرحوم سے اپنی دیرینہ تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم سے ان کی پہلی ملاقات ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔ ان دنوں نہال صاحب کی طرح وہ خود بھی روزنامہ آزاد ہند کلکتہ سے منسلک تھے۔ ۱۹۶۵ء میں جب مالک و مدیر آزاد ہند کو بھی گرفتار کر لیا گیا تو اخبار کی ذمہ داری میرے ساتھ ڈاکٹر جاوید نہال نے سنبھال لی۔ ایک دن وہ اداریہ لکھتے تھے تو ایک دن جاوید نہال صاحب۔ شری محمد امین نے مزید کہا کہ ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی طرح سیاست کو بھی سیاست برائے سیاست اور سیاست برائے زندگی کے خانوں میں بانٹا جا سکتا ہے اور جس میں موخر الذکر قابل ستائش اور سود مند قرار پاتی ہے۔ جاوید نہال کو سیاست سے لگاؤ نہیں تھا لیکن صحافت سے منسلک رہنے کے سبب وہ اس سے قطعی طور پر الگ بھی نہیں رہ سکے لہٰذا انھوں نے جب بھی اداریہ لکھا سماج کے حقائق پر پردہ ڈالنے کے بجائے ہمیشہ اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ ان کی صحافت ایک سچی صحافت تھی۔

افتتاح سے قبل بزم شاکری کے اعزازی جوائنٹ سکریٹری جناب مصطفےٰ اکبر نے اپنی استقبالیہ تقریر میں جلسے کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور ڈاکٹر جاوید نہال مرحوم کی ادبی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔

ڈاکٹر جاوید نہال کے فن اور شخصیت پر منعقدہ اس سمینار میں جناب کمال جعفری نے "پروفیسر جاوید نہال مغربی بنگال کے خاموش خادم اردو"، جناب نور الھدیٰ نے جاوید نہال شخصیت اور علمی خدمات کے عنوان سے مقالے پڑھے۔ ان کے بعد انگریزی اخبار ایشین ایج (انگریزی) سے منسلک خاتون صحافی مس سکینہ سعادت حسین نے اپنا انگریزی مقالہ نہال صاحب کی کتاب "۱۹ ویں صدی میں بنگال کا اردو ادب" سے متعلق پڑھا جس کے بعد دی اسٹیٹس مین کلکتہ کے ڈپٹی نیوز ایڈیٹر او۔ پی۔ رانا نے انگریزی میں تقریر کی اور اس بات کا اعتراف کیا کہ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان قرار دینا سراسر غلط ہے۔ پٹنہ سے آئے ہوئے ہندی صحافی جناب ظفر جنید فاطمی نے اپنا ہندی مقالہ "ڈاکٹر جاوید نہال پھول رانی کے آئینے میں" پڑھا۔ جناب اشرف چنگیزی نے "انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب ایک تحقیقی مطالعہ"، اور ڈاکٹر عبدالمنان نے "جاوید نہال کی متاعِ فکر" کے عنوان سے مقالے پڑھے۔ ان مقالوں کی روشنی میں ڈاکٹر جاوید نہال کی ادبی و علمی، تدریسی و صحافتی زندگی کے مختلف پہلو ابھر کر سامنے آئے ہیں۔

سمینار کی صدارت جسٹس خواجہ محمد یوسف نے فرمائی اور نظامت کے فرائض پروفیسر سلیمان خورشید نے بحسن و خوبی انجام دیئے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے تعارفی جملوں میں ڈاکٹر جاوید نہال کی ادبی، تدریسی اور صحافتی زندگی کے مختلف گوشوں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا۔

جسٹس خواجہ محمد یوسف نے اپنی صدارتی خطبہ میں بتایا کہ ڈاکٹر جاوید نہال سے ان کے تعلقات ۱۹۵۲ء سے تھے۔ وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ "انیسویں صدی میں مغربی بنگال کا اردو ادب" کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ کتاب ان کے تحقیقی مقالے پر مشتمل ہے اور اردو تحقیق میں یہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

جلسے کے مہمان خصوصی اور مشاعرے کے صدر پروفیسر اعزاز افضل نے اپنی تقریر میں کہا کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی اردو بولی، پڑھی اور سمجھی جاتی ہے وہاں جاوید نہال صاحب کا نام جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ مرحوم کو اگر کرکٹ کی اصطلاح میں آل راؤنڈر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ انھوں نے اتنے مضامین، افسانے اور اداریئے لکھے کہ اگر ان کو میزان کی ایک طرف رکھ دیا جائے اور دوسری طرف مجھ جیسے ناتواں کو رکھا جائے تو ان کا وزن مجھ سے کہیں زیادہ ہوگا۔

پروفیسر اقبال جاوید نے ان کے والد کی یاد میں منعقدہ اس سمینار و مشاعرہ کے انعقاد کے لئے اراکین بزم شاکری کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے کہا کہ ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے اب وہ صرف ان کے والد نہیں بلکہ اب وہ اردو والوں کی میراث ہیں۔ اس کی حفاظت سبھوں کا فرض ہے۔

سمینار کے اختتام کے بعد پروفیسر اعزاز افضل کی صدارت میں مشاعرہ ہوا۔ مشاعرے کی نظامت کے فرائض جناب مصطفےٰ اکبر نے انجام دیئے۔ جن شعراء نے اپنے کلام پیش کئے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

اعزاز افضل، نور کلکتوی، نسیم سلطانپوری، اشرف چنگیزی، ناظم سلطانپوری، نور قریشی، ولی رضوی، علیم اللہ صدیقی، انجم عظیم آبادی، عاشق فیض آبادی، ایم۔ کے۔ اثر، قاصر مکرم پوری، کمال جعفری، حلیم صابر، سفیر الدین کمال، علی حسین نجم، عرش نقوی، شاد محمد، ڈاکٹر جمیل حیدر شاد، انور بارہ بنکوی، کھٹ پٹ یوسفی، زاہد امر، مشتاق انجم، تابش عظیم آبادی، سیدہ ماہ ناز وارثی، شگفتہ یاسمین غزل، شاہ جہاں محیط، مرشد عالم ندوی، تسیم فائق، شفیق شایاں، ارم انصاری۔

آخر میں بزم شاکری کے صدر جناب نور کلکتوی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

■■

اردو غزل میں عشق کی مختلف اصطلاحیں

از:- مصطفٰے اکبر

اُردو شاعری بالخصوص اردو غزل کی عمارت فارسی شاعری کی اساس پر قائم ہے۔ اس کے موضوعات، لفظیات، تراکیب، استعارات و کنایات صنائع و بدائع سب کچھ فارسی سے مستعار ہے حتیٰ کہ اردو کے قدیم کلاسیکی شعرا کے افکار و اظہار پر بھی فارسی شعراء کے ہی اثرات غالب رہے ہیں۔ اردو غزل کا عشق بھی براہِ راست فارسی شاعری سے مستعار ہے۔

عشق اردو غزل کا موضوعِ خاص رہا ہے۔ اردو شعرا نے دیگر مضامین کو بھی عشق کے لفظیات کے سہارے ادا کیا ہے۔ اردو شعراء کی نظر میں عشق کو اعلیٰ مرتبت حاصل ہے۔ لفظ عشق کے معنی انتہائی شوق یا کسی شیئے سے گہری رغبت کے ہیں۔ عشق دراصل شدتِ محبت کا نام ہے۔ کسی شیئے سے از حد محبت کو ہی عشق کا درجہ دیا جاتا ہے۔ مسعود حسن رضوی کے الفاظ میں "عشق پاک محبت اور بے غرض محبت کا نام ہے . . . . محبت جب خود غرضی اور نفس پرستی کی سرحد سے گزر جاتی ہے تو عشق کا درجہ پاتی ہے[1]" مولانا حالی عشق کی انہی خصوصیات کو محبت کا نام دیکر مقدمہ شعر و شاعری میں لکھتے ہیں۔ "محبت کچھ ہوا و ہوس اور شاہد بازی و کام جوئی پر موقوف نہیں ہے۔ بندہ کو خدا کے ساتھ، اولاد کو ماں باپ کے ساتھ، ماں باپ کو اولاد کے ساتھ، بھائی بہن کو بھائی بہن کے ساتھ، خاوند کو بی بی کے ساتھ، بی بی کو خاوند کے ساتھ، نوکر کو آقا کے ساتھ، مکین کو مکان کے ساتھ، وطن کے ساتھ، ملک کے ساتھ، قوم کے ساتھ، خاندان کے ساتھ غرض یہ کہ ہر چیز کے ساتھ دلبستگی ہو سکتی ہے" (مقدمۂ شعر و شاعری صفحہ ۲۳۶ مرتبہ: ڈاکٹر وحید قریشی)

لہٰذا عشق احساسِ لطیف سے پیدا ہونے والا وہ جذبۂ پاک ہے جس سے دل میں کشش، سینۂ وجود میں حرارت اور زندگی میں ایسی لذت پیدا ہوتی ہے کہ جس میں مستغرق ہو کر آدمی ایک وسیع کائنات میں پہنچ جاتا ہے جہاں دنیا کھوکھلی اور اس کی ہر چیز کمتر نظر آنے لگتی ہے ؂

عشق کی اک جست نے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں (اقبال)

دراصل عشق ہی حقیقتِ حیات در روحِ کائنات ہے۔ عشق ہی حیات وکائنات کی تخلیق کا محرک اور نجات کا وسیلہ ہے یہ ایک ایسی پُر سوز حقیقت کا نام ہے جس کی بدولت زندگی میں کشش و تپش اور دنیا میں رونق و ہماہمی اور سینۂ وجود میں تھرتھراہٹ قائم ہے۔ بقول اقبال ؂

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم

میر کہتے ہیں ؂ عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

ذوق فرماتے ہیں ؂ فروغِ عشق سے ہے روشنی جہاں کے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لئے

عشق حیات وکائنات کی تخلیق کا محرک اور نجات کا واحد وسیلہ ہے۔ عشق دائمی حیات کا دوسرا نام ہے۔ یہ ایک ازلی اور ابدی قوت ہے جس کے آگے موت کا ہر قدم ناکام ہے ؂ جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اس کے دو کنارے ہیں
ازل نام اس کنارے کا، ابد نام اس کنارے کا (ذوق)

مردِ خدا کا ہے عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام (اقبال)

کوئی بھی شخص فطرت کی اس اساسی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ عشق ہر شخص میں اس کی بساط اور استعداد کے مطابق برق کی طرح حرارتِ زندگی پیدا کرتا ہے جس شخص کا احساس جتنا شدید ہوگا اور اس کی نظر جس قدر تیز ہوگی اس کا عشق بھی اتنا ہی ہمہ گیر اور وسیع ہوگا۔ یہ اپنے اپنے احساس اور نظر کا فیض ہے کہ عشق کا مفہوم ہر شخص کے نزدیک جداگانہ ہے۔ کہیں یہ قوتِ حیات (Life-Force) سے موسوم ہے تو کہیں عزم البقا (Will-to-Live) کہیں یہ عزم القوی (Will-to-Power) سے عبارت ہے تو کہیں عزم صداقت (Will-to-Truth) سے کہیں اسے عزم الخیر (Will-to-Goodness) کہا گیا ہے تو کہیں اسے اندھا عزم (Blind-Will) سے موسوم کیا گیا ہے[2]۔ لیکن یہ سب عقلیت اور علمیت کی بات ہے۔ عشق کو علم یا عقل سے کیا سروکار

---

[1] ہماری شاعری، مسعود حسن رضوی صفحہ ۲۱، مطبوعہ نظام پریس لکھنؤ ۱۹۷۶ء

[2] ملاحظہ کیجئے، "تمہید" اقبال کا تصورِ عشق" از ڈاکٹر غلام محمد خان۔

عشق کا درجہ سمجھنے اور متعین کرنے کے لئے علم یا عقل کی قطعی ضرورت نہیں
پڑتی بلکہ دل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ عقل تو اندھی ہے، مادیت پسند ہے،
عشق کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ عشق کے ہر قدم پر تنقید کرنا عقل کی بری
عادت ہے۔ بقول اقبال ؎ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عشق راہِ مسافت میں عقل کی کب سنتا ہے۔ وہ تو اس کی ہر رکاوٹ
کو پار کرکے اس مقام پر پہنچ جانا چاہتا ہے جہاں عقل کے پر جلتے ہیں ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی (اقبال)

اردو غزل میں عشق مختلف اصطلاحوں اور معانی میں استعمال ہوا ہے۔
شوق، آرزو، محبت، الفت، چاہت، پیار سب عشق کے مترادفات ہیں۔
فارسی شعراء کی تقلید میں اردو شعراء نے بھی اس موضوع خاص میں ایسے ایسے
لطیف مطالب و معانی پیدا کئے ہیں اور اس پر تخیل اور جذبات کے کچھ ایسے رنگ و
روغن چڑھائے ہیں کہ اس کا ہر پہلو دیدہ زیب اور پر کشش بن گیا ہے جس کی
مثال شاید ہی دوسرے ادب میں ملے۔

اردو غزل میں عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کی اصطلاحیں عام ہیں۔
اردو غزل میں عشق کی دونوں صورتوں کی وارداتیں اور مفصل کیفیتیں مختلف
انداز سے ملتی ہیں۔ عشق کیا حقیقی کیا مجازی دونوں ہمارے شعراء کو مرغوب ہیں۔
وہ عشق بازی کے شغل کو اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں۔ بقول ولی ؎

شغل بہتر ہے عشق بازی کا کیا حقیقی و کیا مجازی کا
عشق کر اے دل سدا تجدید کی عاشقی ہے ابتدا توحید کی

عشقِ حقیقی سے مراد عشقِ الٰہی ہے۔ اس عشق میں محبوب و مطلوب
ذاتِ باری ہے اور عشقِ مجازی سے مراد انسانی و دنیاوی عشق ہے جس کا محبوب و
مطلوب انسان ہے۔ عشقِ حقیقی میں دو مخصوص تصورات ہیں۔ ایک تو وہ ہے۔
جس کی راہ تقربِ الٰہی کے شوق میں معرفت و سلوک کی طرف جاتی ہے اور دوسرا وہ ہے
جس کی راہ ہمہ اوست کے فلسفہ کے ساتھ فنا فی الذات پر ختم ہوتی ہے۔ پہلی صورت
میں روحانیت کا غلبہ ہے۔ عاشق اپنے محبوبِ حقیقی کے عشق میں اسکے دید کا طالب
ہوتا ہے۔ دید کا شوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اسے خدا کی بنائی ہوئی ہر شئے
میں اس کا پرتو حسن نظر آنے لگتا ہے۔ پرتو حسن کو نظروں سے چومنے کے شوق
میں وہ دنیا کی ہر چیز حتی کہ ذرے ذرے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ جب یہ

محبت ارتقائی زینے طے کرتی ہوئی اپنی انتہائی منزل پر پہنچتی ہے تو عشقِ حقیقی
حرارتِ جاں بن کر پورے وجود میں سرایت کرنے لگتا ہے۔ ذاتِ باری سے عشق
کی بدولت اس کے دل میں ساری کائنات کی محبت پیدا ہو جاتی ہے جس کے نزدیک
فرق و امتیاز کے ظاہری اعتبارات بے معنی ہو جاتے ہیں۔ ہر شئے میں محبوبِ حقیقی کا
پرتو نظر آنے لگتا ہے ؎

جگ میں آکے اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا (درد)

اس ہستیٔ خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشۂ ظہور یہ تیری ترنگ ہے (درد)

جدھر دیکھتا ہوں یہی گفتگو ہے
زمانے میں کچھ ہے تو بس تو ہی تو ہے (نامعلوم)

وہ عالمگیر جلوہ اور حسن مشترک تیرا
خدا جانے ان آنکھوں پہ ہوا کس کس پہ شک تیرا (شاد عظیم آبادی)

عاشق کائنات میں بکھرے ہوئے جلوؤں کو خانۂ دل میں سمیٹ
لینا چاہتا ہے۔ اسے کب گوارا ہے کہ محبوبِ حقیقی کے جلوے اِدھر اُدھر بکھرے
پڑے رہیں۔ دل ہی موزوں ہے اسے ایک جگہ سمیٹ کر رکھنے کے لئے میر درد
فرماتے ہیں ؎ ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اور جب سرمایۂ حیات دل ہی میں آچھپتا ہو تو نظر کو کسی اور شئے کی ہوس باقی
نہیں رہتی ؎ دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی!

اور جب اس سے بھی دل کی تشنگی نہیں جاتی تو وہ محبوبِ حقیقی کی ماورائی حقیقت
کا متلاشی ہو جاتا ہے جس کے شوق میں جانے کب سے اس کی روح سرگرداں ہے ؎

دھوکا قدم قدم پہ تری بزمِ ناز کا
کیا سخت مرحلہ ہے طلسمِ مجاز کا (فانی)

رگ و پے میں آگ بھڑک اٹھی پھنکے ہی پڑا ہے سبھی بدن
مجھے ساقیا مئے آتشیں کا یہ جام کیسا پلا دیا! (نیاز بریلوی)

وصال کی تڑپ جاگتی ہے۔ عاشق کبھی خودی میں ڈوب کر اور کبھی روح
کی پنہائیوں میں اتر کر محبوبِ حقیقی کے ابدی و ازلی حسن کی تلاش میں سرگرداں
ہو جاتا ہے مگر سفر کا ہر قدم محرومی و مایوسی پر ختم ہوتا ہے۔ جدائی کی تڑپ اور

اور ہجر کا غم عاشق کا مقدر بن جاتا ہے ؎

نہ پوچھو کچھ ہمارے ہجر کی اور وصل کی باتیں
چلے تھے ڈھونڈنے جس کو سو وہ ہے آپ کھو بیٹھے

یا۔ یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک و فہم یاں
دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے (ذوقؔ)

اور کبھی تلاشِ حسن میں عاشق دشتِ تنہائی میں یوں بھٹکنے لگتا ہے کہ اسے اپنا سراغ تک نہیں ملتا ہے ؎

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا (ذوقؔ)

عاشق وجدان کے ذریعہ اس مقام تک کی رسائی چاہتا ہے جہاں پہنچ کر ہی خدا کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ عرفان قدوسی اور عشق الٰہی کی معراج یہ ہے کہ عاشق اپنے اندر محبوبِ حقیقی کا پرتو دیکھنے لگتا ہے اور خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق بن جاتا ہے۔ ایسے عالم میں اس کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ انا الحق ہوتا ہے ؎

ہم آپ کو ہی اپنا مقصود جانتے ہیں
اپنے سوائے کس کو مسجود جانتے ہیں

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے
اس رمز کو ولیکن معدود جانتے ہیں (میر تقی میرؔ)

سو بار ترا دامن ہاتھوں میں مرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا (اصغرؔ)

ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے
وہ ہی آڑے آ گئے جیدھر چلے (میر دردؔ)

عشقِ حقیقی کی دوسری صورت وہ ہے جہاں عاشق محبوبِ حقیقی کے وصال کا متمنی ہو کر ذاتِ الٰہی میں مکمل سپردگی کی راہ ڈھونڈھتا ہے۔ تقربِ الٰہی کی تمنا میں وہ جسم اور روح دونوں کو اس ذاتِ باری میں فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اردو غزل کے تصوف میں عشقِ الٰہی کا تصور ترکِ دنیا اور فنافی الذات کے مخصوص رجحانات کے ساتھ ابھرتا ہے۔ یہ تصور صوفیائے کرام کے یہاں بطورِ خاص ملتا ہے۔ عشقِ حقیقی میں وصال کے بعد عاشق کی ہستی ہی باقی نہیں رہتی۔ یہاں ہمہ اوست کا فلسفہ کارفرما ہوتا ہے۔ ہمہ اوست کے فلسفے میں انسانی خودی کی منتہا تو یہ ہے کہ انائے مطلق میں اپنے آپ کو اس طرح معدوم یا ضم کر دے کہ حقیقت سے علیحدگی کا یا پھر تنہائی کا ذرا بھی احساس باقی نہ رہے جس طرح ایک

قطرہ سمندر میں مل کر اپنی ہستی فنا کر دیتا ہے اور فنا ہو کر اسے ایک حقیقی اور ابدی زندگی کا احساس ہوتا ہے۔ یہاں من و تو یا ما و شما کے تمام امتیازات ختم ہو جاتے ہیں ؎

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم ذاتِ یزدانی کرے (ولیؔ)

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی (سراجؔ)

نہ میں ہی میں، نہ تو ہی تو فقط اللہ ھُو، اللہ ھُو (نامعلوم)

از بس کہ جہاں نقشِ فنا کا ہی نگیں ہے
دل جس سے لگایا اسے دیکھا تو نہیں ہے (دردؔ)

مقامِ فنا ہے مقامِ محبت کہ یکساں ہے سب خاص و عامِ محبت (مجذوبؔ)

غالبؔ کی غزلوں میں بھی ایسے تصور کے اشعار ملتے ہیں ؎

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

یا۔ نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

نیازؔ بریلوی فرماتے ہیں ؎

جبھی جا کے مکتبِ عشق سے سبق مقامِ فنا لیا!
جو پڑھا لکھا تھا نیازؔ نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا

عشقِ حقیقی میں فنا کے بعد کی حالتیں کون جانتا ہے۔ فنا کے بعد تو عاشق کی اپنی ہستی ہی باقی نہیں رہتی۔ چونکہ غزل میں عشقِ حقیقی کی واردات اور کیفیات کا اظہار تفصیل، منطقی تسلسل اور صراحت کے ساتھ ممکن نہ تھا۔ اس لئے شعراء نے یہ سارے مضامین تصوف کے علامتی اوصاف کے ساتھ نیز عشقِ حقیقی کے فلسفہ اور حکمت کو بھی ماورائی انداز میں ایوانِ غزل میں پیش کیا۔ تقریباً تمام اساتذہ کے یہاں تصوف سے لبریز جذباتِ عشق کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ ولیؔ، میرؔ، دردؔ، ذوقؔ، غالبؔ، نیازؔ، فانیؔ، اصغرؔ، شادؔ اور جگرؔ کے یہاں تو تصوف کے نکات اور وسائل کا بیان بطورِ خاص ملتا ہے ؎

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسنِ بے حجاب اس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا (ولیؔ)

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرّہ ظہور تھا (میرؔ)

حجاب رُخِ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا (میر دردؔ)

ہے تجلی تری سامانِ وجود ذرّہ بے پرتوِ خورشید نہیں ۔ دیا ۔
ہر چند ہر اک شئے میں تو ہے پہ تجھ سے تو کوئی شئے نہیں ہے (غالبؔ)

وہ مہر نو میں تاب، وہ گوہر تو میں آب
نے مجھ سے جدا وہ ہے نہ میں اس سے جدا ہوں (ذوقؔ)

دید اپنے کی تھی اسے خواہش آپ کی ہر طرح بنا دیکھا
تھا وہ برتر شمار ملسے نیازؔ پھر وہی اب شمار و ما دیکھا (نیازؔ بریلوی)

تجلیاتِ وہم ہیں مشاہداتِ آب و گل
کرشمۂ حیات ہے خیال وہ بھی خواب کا (فانیؔ)

یہ عشق نے دیکھا ہے، یہ عقل سے پنہاں ہے
قطرہ میں سمندر ہے، ذرّہ میں بیاباں ہے

اے پیکرِ محبوبی میں کس سے تجھے پوچھوں
جس نے تجھے دیکھا ہے وہ دیدۂ حیراں ہے (اصغرؔ)

دیدۂ شوق سے بے وجہ ہے پردا تیرا
کس نے دیکھا نہیں ان آنکھوں سے جلوا تیرا (شادؔ)

کرشمے ذات و صفات کے ہیں جمال قدرت دکھا رہے ہیں
کہ ہر تصوّر سے دور رہ کر وہ ہر تصوّر میں آ رہے ہیں

اگر نہیں پسِ پردہ کوئی حقیقت میں
یہ کون بول رہا ہے طلسمِ صورت میں (جگرؔ)

اردو غزل میں عشق حقیقی سے زیادہ عشق مجازی کا چلن عام رہا ہے۔
عشق مجازی کا مطلب جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے انسانی عشق ہے۔
اس میں روحانیت سے زیادہ مادیت کو دخل ہے۔ عشق مجازی کی بھی دو صورتیں
ہیں۔ ایک تو وہ جس میں محبت ایک روحانی تعلق کی حیثیت رکھتی ہے اور اس
میں کسی غرض یا مطلب کو کوئی دخل نہیں۔ اس میں محبت کی ایک روحانی کشش
ہوتی ہے۔ جیسے کسی عزیز دوست، پیر طریقت و مرشد، پیشوائے دین وغیرہ کی
محبت۔ اس میں وصل اور اس کی لذت کا کوئی شوق اظہار نہیں ہوتا۔ دائمی
ہجر اور دلی اضطراب کا بیان ملتا ہے۔ میر دردؔ اپنے دیوان میں عشق مجازی
کی انہی خصوصیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
"بوالہوسی عشق مجازی نہیں ہے اور اس مجاز کو حقیقت کی راہ نہیں
کہہ سکتے۔ پیر کی محبت وہ عشق مجازی ہے جو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیتی ہے" [1]

بعض اوقات عشق مجازی کے پاکیزہ بیان کی وجہ سے عشق حقیقی اور
عشق مجازی میں فرق و امتیاز ناممکن ہو جاتا ہے۔ جگرؔ نے اس سلسلے میں
بڑی پیاری بات کہی ہے اور مجاز کو حقیقت کا پرتو بتایا ہے ؎

صوفی نے جس کو شاہدِ مطلق سمجھ لیا
اک پرتوِ لطیف تھا حسنِ مجاز کا (جگرؔ مراد آبادی)

بعض کی نظروں میں عشق مجازی کی یہ پہلی صورت عشق حقیقی تک پہنچنے
کا ایک مضبوط وسیلہ ہے۔ اس عشق سے پیدا ہونے والا ہر احساس مقدس اور ہر جذبہ
پاکیزہ ہوتا ہے۔ غزل کے بعض شعروں سے ہم حقیقت اور مجاز دونوں کے مطالب
نکال سکتے ہیں۔ اردو غزل میں تقریباً تمام قدماء اور متوسطین کے یہاں عشق مجازی
کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ ہمارے شعراء بعض اوقات عشق مجازی سے مراد عشق بتاں
اور عشق خدا دونوں لیتے ہیں۔ بقول میرؔ ؎

صورت پرست ہوتے نہیں معنی آشنا
ہے عشق سے بتوں کے سوا مدّعا کچھ اور

میرؔ کا عشق خالص انسانی عشق ہے۔ وہ گفتگو کرتے ہیں تو مجاز
سے گفتگو کرتے ہیں مگر ان کے بیشتر اشعار حقیقت اور مجاز دونوں کے عکاس ہیں۔
مثلاً یہ شعر ؎ کوئی ہو محرمِ شوخی ترا تو میں پوچھوں
کہ بزمِ عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم ہے

ایسے ذو معنی اشعار دوسرے غزل گو شعراء کے یہاں بھی موجود ہیں۔
مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

غالبؔ مجھے ہے اس سے ہم آغوشی کی آرزو
جن کا خیال ہے گلِ جیبِ قبائے گل (غالبؔ)

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا (مومنؔ)

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے
مشتاقِ دید اور بھی للچا کے رہ گئے (حسرتؔ)

بے نام سی اک یاد ہے کیا جانئے کس کی
بے وجہ تب و تاب ہے معلوم نہیں کیوں (جگرؔ)

---

[1] : مقدمہ دیوانِ دردؔ مطبوعہ مطبع نظامی بدایوں، نوشتہ نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی بحوالہ ہماری شاعری ص۔ از مسعود حسن رضوی۔

عشقِ مجازی کی دوسری صورت وہ ہے جس میں محبوب و مطلوب صنفِ نازک ہے اور اسکی عمارت صنفی محبت، نفسانی خواہشات اور جنسی میلانات کی بنیاد پر قائم ہے۔ اردو غزل میں ایسے الفاظ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جو صنفِ نازک کے لوازمات اور خصوصیات پر دلالت کرتے ہیں۔ محبوب کے خد و خال، قد و قامت، ادا و انداز وغیرہ کی معاملہ بندی اردو شاعروں کا شیوۂ خاص رہا ہے۔ وہ تلذز پرستی پر کبھی کبھی اس قدر اتر آتے ہیں کہ عشق کا وقار مجروح ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ معشوق کے حسن و شباب کا وصف بیان کرنے، تانک جھانک کرنے، گلہ شکوہ کرنے، ظلم و اذیت سہنے، ذلیل و خوار ہونے کو اپنا مقدر سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی برتری محسوس کرتے ہیں۔ محبت اور بوالہوسی کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ ہوس پرستی میں ہمارے شعرا اتنی پستی پر اتر گئے ہیں کہ محبت کے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ اس زمرے میں کچھ ایسے بھی شاعر آتے ہیں جنھوں نے کہیں کہیں عشق کا معیار نقطۂ عروج پر پہنچا دیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

مل جا گلے سے تاب اب اے نازنیں نہیں
ہے ہے خدا کے واسطے مت کر نہیں نہیں (جرأت)

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا مجھے تو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ (نظام رامپوری)

اک ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی (انشاء)

ہمارے پاس جو بیٹھے تو کسمسا کے اٹھے
چرا کے آنکھ وہ اپنا بدن چرا کے اٹھے (داغ)

بغل میں غیر کی یہ آپ سوئے ہیں کہیں ورنہ
سبب کیا خواب میں آ کر تبسم ہائے پنہاں کا

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کئے (غالب)

عشقِ مجازی میں جنسیات کا برملا اظہار جدید اردو غزل میں بھی بڑی بے باکی کے ساتھ ملتا ہے مگر اس حقیقت کے ساتھ کہ بارِ طبیعت نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ آج کے سماج میں اس طرح کی باتیں کم از کم مخرب اخلاق نہیں رہیں۔ جدید شعراء زندگی کی سچائی کے اظہار میں قباحت محسوس نہیں کرتے کیوں کہ وہ جیسا محسوس کرتے ہیں کہہ جاتے ہیں ؎ زلف و سینہ، ناف، کمر
ایک ندی میں ——— کتنے بھنور

تو کہ بہتی ہوئی ندیا کے سمان
تجھ کو دیکھوں تو مجھے پیاس لگے (جاں نثار اختر)

مجھے خوشبو میں لپیٹے جسم کچھ اچھے نہیں لگتے
مگر اس کو مرا خالی بدن بھی کاٹتا ہوگا (فضل تابش)

شاید کوئی چھپا ہوا سایہ نکل پڑے
اجڑے ہوئے بدن میں صدا تو لگائیے (عادل منصوری)

لیکن اس دور میں جب محفل میں عورتوں کا ذکر تک خلافِ تہذیب تھا اور جہاں شعراء پردہ داری سے کام لیتے تھے مختلف لفظیات، استعارے، کنائے اور رمز و ایما کا سہارا لیتے تھے حتیٰ کہ معشوق کے حسن کو صیغۂ راز میں رکھ کر افعال و صفات لاتے تھے تو اس طرح کی نفسیاتی خواہش اور جنسی میلانات کا اظہار یقیناً ذہنی پستی کی دلیل ہے۔ مذکرافعال میں نفسانی لوازمات و خصوصیات کا بیان بھی مخربِ اخلاق اور خلافِ فطرت ہے۔ اردو غزل میں اکثر جگہ عشق کا دعویٰ مصنوعی اور محبت کا معیار پست معلوم ہوتا ہے۔ اردو غزل کے اس کمزور پہلو پر بہت سے نقادوں نے قلم اٹھایا ہے۔ یہاں تک کہ حالی نے اسے خلافِ فطرت قرار دیا لیکن اس پہلو پر تنقید کرنا یا صفائی پیش کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارا مقصد تو یہ دکھانا ہے کہ اردو غزل میں عشقِ مجازی کی جب یہی صورت طہارتِ نفس، نفاستِ طبیعت، خلوصِ دل اور پاکیزگی جذبات کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے تو تغزل کا ایک ایسا رنگ ابھرتا ہے جسے ہم آبروئے غزل یا ایک تہذیب کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار ؎

ہر قدم پر تھی اس کی منزل ایک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا

عشق کرتے ہیں اس پری رو سے
میر صاحب بھی کیا دِوانے ہیں (میر)

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

کہا اس بت پہ مرتا ہوں تو مومن
کہا "میں کیا کروں مرضی خدا کی" (مومن)

اردو کے ترقی پسند شعراء کے یہاں بھی حسن و عشق کی معاملہ بندی نمایاں طور پر ملتی ہے۔ ان کا عشق نہ تو عشقِ مجازی کی اس بلندی کو چھو سکتا ہے جس کی سرحد عشقِ حقیقی سے ملتی ہے اور نہ ہی ان کا عشق، عشقِ مجازی کی اس پستی کا غماز ہے جسے ہم ہوس پرستی کا نام دیتے ہیں بلکہ یہ میانہ روی کی عمدہ مثالیں پیش کرتے

ہیں جہاں جنسیات کی جگہ رومانیت غالب ہے۔ عشق مجازی کے پاکیزہ جذبات رومان کے خوبصورت پیکروں میں ڈھل کر ایسے اشعار کی تخلیق کرتے ہیں جن کا ہر لفظ جذبۂ محبت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے ؎

قدم قدم یہ محبت کے پھول کھلتے ہیں
نسیم صبح سی نازک خرامیاں تیری
یہ نکہتوں کی نرم روی، یہ ہوا، یہ رات
یاد آرہے ہیں عشق کے ٹوٹے تعلقات (فراق)

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں، وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا کہ چراغ راہ میں جل گئے (مجروح)

کاکلیں لہرائیں، راتیں مہکیں، پیراہن اڑے
ایک ان کی یاد ایسی تھی نہیں آئی تو کیا
ان کے پہلو کے مہکتے ہوئے شاداں جھونکے
یوں چلے جیسے شرابی کا خرام آہستہ (مخدوم)

ادائے حسن کی معصومیت کو کم کر دے
گناہگار نظر کو حجاب آتا ہے (فیض)

پھر نہ کیجئے مری گستاخ نگاہی کا گلہ
دیکھئے آپ نے پھر پیار سے دیکھا مجھکو (ساحر)

آج بھی جیسے شانے پر تم ہاتھ مرے رکھ دیتی ہو
چلتے چلتے رک جاتا ہوں ساڑی کی دوکانوں پر (جاں نثار اختر)

ترقی پسند شعراء کا عشق افلاطونی عشق نہیں اور نہ ہی فاسقانہ عشق ہے۔ بلکہ یہ حقیقت پرستی پر مبنی جذبات کا نام ہے۔ یہ خالص انسانی عشق ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہاں محبوب و مطلوب عورت ہے جس کے بیان میں کسی طرح کی پردہ داری نہیں اور نہ ہی کسی طرح کا تصنع۔ یہاں محبوب گوشت پوشت کا ہے، صیغۂ تانیث سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے افعال و صفات فطری طور پر مونث ہیں۔

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ (فیض)

یا۔ مری ندیم محبت کی رفعتوں سے نہ گر
بلند بام حرم ہی نہیں کچھ اور بھی ہے (ساحر)

یا۔ اب مرے پاس تم آئی ہو تو کیا آئی ہو (مجاز)

اردو شاعری میں اقبال کا عشق ایک تصور رہے، ایک فلسفہ کی صورت جلوہ گر ہوتا ہے۔ اقبال نے عشق کی اصطلاح کو نہایت وسیع اور ہمہ گیر معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اردو غزل میں عشق کے مروجہ مفہوم سے اقبال کے عشق کو کوئی سروکار نہیں۔ اقبال کا تصورِ عشق اردو غزل بالخصوص اردو غزل کے نام نہاد رسمی عشق سے بالکل مختلف ہے۔ یہ سرمستی و بے خودی، بے تابی و ناصبوری یا دل لگی و دل بستگی کا ذریعہ نہیں بلکہ عالمگیر قوتِ حیات کا وسیلہ ہے جس کے ذریعہ ہی تسخیر فطرت انسان کے لئے ممکن ہے۔ اقبال کا عشق مجاز و حقیقت دونوں پر حاوی اور خودی کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ خودی کی بلندی جو اندرونِ ذات میں چھپی ایک حقیقت کا نام ہے، عشق کی قوتِ پرواز پر موقوف ہے ؎

خودی ہو عشق سے محکم تو غیرتِ جبریلؑ
اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیلؑ

اقبال کے یہاں عشق اس جوشِ وجدان کا نام ہے جس کے رنگ و روغن سے ذات اپنی تصویرِ صفات بناتی ہے اور جس کی پاسداری انسان کی عظمت کی ضامن بنتی ہے۔ اس کی بدولت انسان تکمیل ذات کے لئے جذب و تسخیر پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ہر قسم کے موانع پر قابض ہوتا ہے۔ عشق کی وجدانی کیفیتوں کے سہارے ہی انسان ان بلندیوں اور گہرائیوں سے آشنائی حاصل کرتا ہے جہاں کسی کی رسائی نہیں۔ پھر یہ کہ انہی وجدانی کیفیتوں سے انسانی ذہن زمان و مکان پر اپنی گرفت مضبوط کر لیتا ہے اور تمام دنیاوی بندشوں سے چھٹکارا پاکر حقیقی آزادی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ عشق کی بدولت انسان کی افضلیت ہر شئے پر حاوی ہوجاتی ہے ؎

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

انسان عشق کے ذریعہ اپنے دل کو کائنات سے ہم آہنگ کرکے اس بلندی پر پہنچ جاتا ہے جہاں عقل کے پر جلتے ہیں اور جہاں فرشتے تک کی رسائی ناممکن ہے ؎

عشق کی تیغِ جگردار اڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں بلند

اقبال کے نزدیک عشق کو عقل پر فوقیت حاصل ہے مگر کہیں بھی انھوں نے علم یا عقل کی حیثیت سے انکار نہیں کیا ہے۔ وہ تو عقل کو تسخیر فطرت کے لئے مشعل راہ مانتے ہیں جس کی رہبری کے بغیر عشق کا سفر قطعی ممکن نہیں اس لئے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں ؎

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات
علم مقامِ صفات، عشق تماشائے ذات

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ

لیکن جب ایک دوسرے سے موازنہ کا عمل آتا ہے تو عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں ؎

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی
ہے دانشِ برہانی حیرت کی فراوانی

اک سر مستی و حیرت ہے سراپا تاریک
اک سر مستی و حیرت ہے تمام آگہی

عقل مصلحت اندیشی اور موقع پرستی کا شکار ہے ــــ یہ ہر معاملہ کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھتی ہے۔ راہِ مسافت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے شاید اسی لئے اقبال نے عقل کو راہِ مسافت میں اکثر جگہ تنہا چھوڑ دیا ہے۔ معراجِ عشق کیلئے وہ عقل کو راستے میں چھوڑ دینے کی تلقین کرتے ہیں ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اقبال کے نزدیک مردِ مومن یا مردِ کامل کا جو تصور ہے اس کی تشکیل دراصل عشق، علم اور خودی کی تثلیث سے ہی ممکن ہے۔ اسی تثلیث میں عشق نقطۂ عروج پر ہے "بالِ جبریل" کی غزل کا یہ شعر اسی تثلیث کے پسِ منظر ہے ؎

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریلؑ
اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیلؑ

اقبال عشق کو مسلسل جدوجہد و مسافت اور دائمی جستجو کا نام دیتے ہیں۔ جمود عشق کی موت ہے۔ عشق کی دوامی حیات کا واحد سبب دائمی جستجو یا مسلسل تگ و دو ہے ؎

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

راہِ مسافت میں عشق کو کسی مقام پر آسودگی کہاں نصیب۔ سفر، سعی، دائمی جستجو، مسلسل جدوجہد صاحبِ عشق کا نصب العین ہے ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اور یہ شعر ؎

فضا تیری مہ و پروین سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

اور بالآخر دائمی جستجو اور مسلسل تگ و دو کے نتیجے میں صاحبِ عشق اس بلند مقام تک پہنچ ہی جاتا ہے جہاں خدائے مطلق کو مجبور ہو کر اپنے بندۂ مومن سے یہ پوچھنا پڑتا ہے کہ "بتا تیری رضا کیا ہے؟"

عشق کی حوصلگی، برتری، بلندی پرواز اور فتوحات کے سلسلے میں "بالِ جبریل" کی غزلوں سے مزید چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ؎

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھکو
یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق ہے نورِ حیات، عشق ہے نارِ حیات

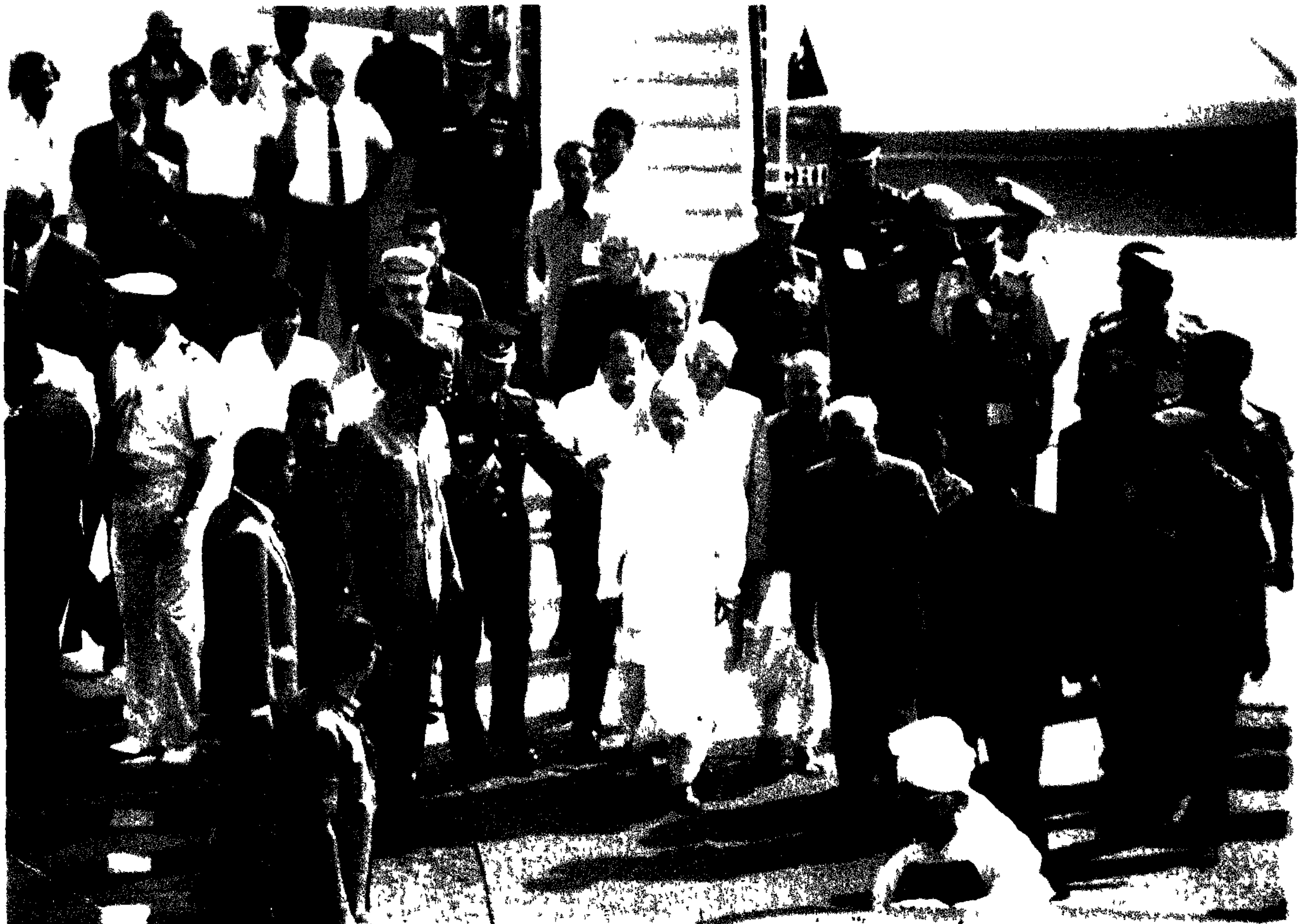
اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق!

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشقِ ید اللّٰہی!

اردو غزل میں فراق کا عشق ترقی پسندوں میں منفرد اور دیگر غزل گو شعراء سے جداگانہ ہے۔ فراق کے یہاں بنیادی مسئلہ فراق کا ہے۔ فراق کی وہ مروجہ معنی جو اکثر اردو غزل میں مراد لئے گئے ہیں یعنی علیحدگی کی وجہ محبوب کے رشتہ داروں کی رکاوٹ یا محبوب کی بیوفائی اور تغافل ــ فراق کے یہاں فراق کا سبب دو شخصیتوں اور دو افراد کی بنیادی علیحدگی ہے۔ فراق کے یہاں اس اساسی اور عنصری علیحدگی کا جو نادر اور عمیق احساس ملتا ہے اس کی اردو غزل میں بڑی کمی ہے ؎

وصال اس سے میں چاہوں کہاں یہ دل میرا
یہ لوٹ رہا ہوں کہ کیوں اسکو میں نے دیکھا تھا

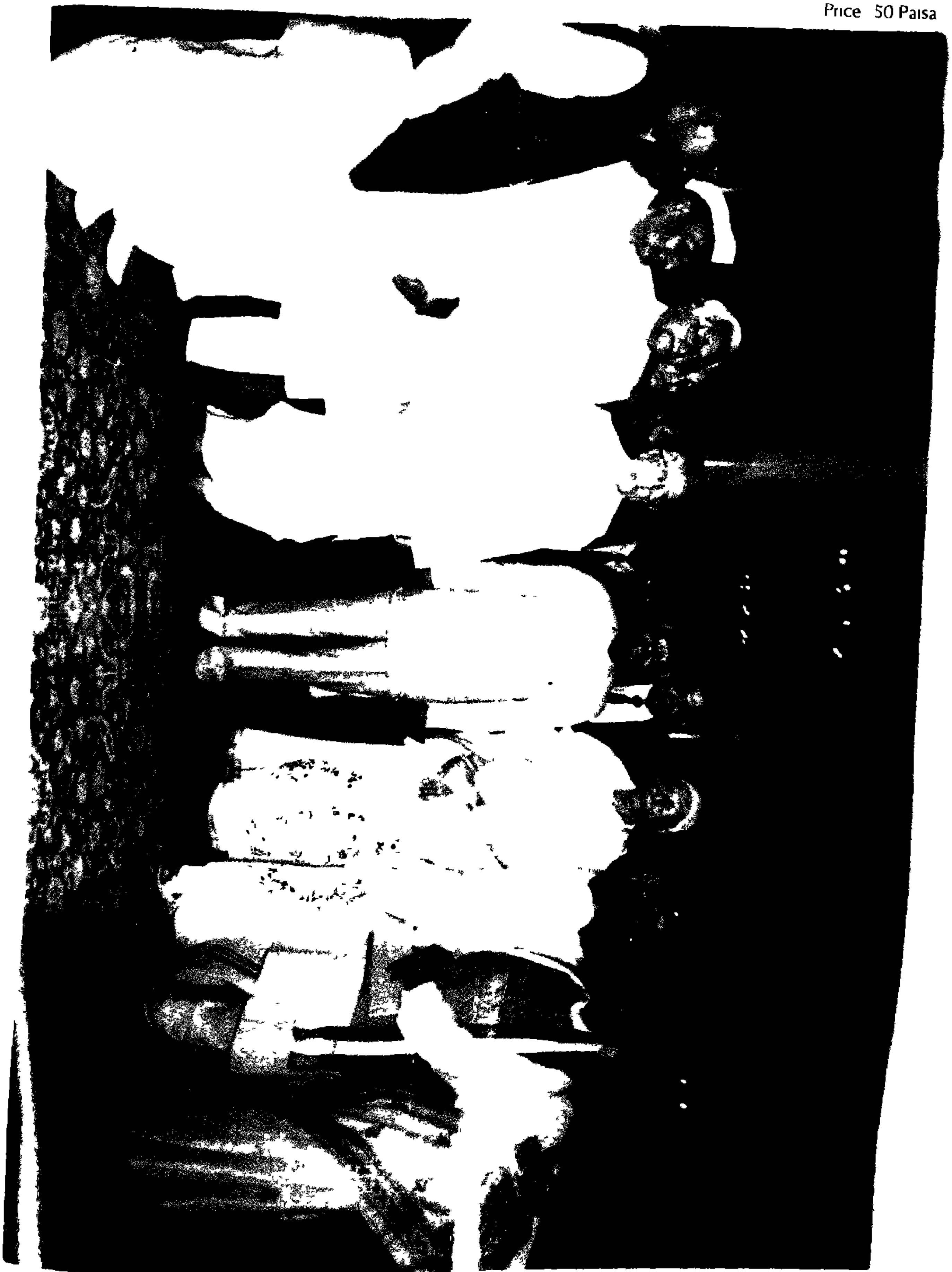
یہ سوز و ساز نہاں تھا وہ سوز و ساز عیاں
وصال و ہجر میں بس فرق تھا تو اتنا تھا



۱۲ر فروری کو کلکتہ ایئرپورٹ پر صدر ہند کے آر وینکٹ رمن اور انکی اہلیہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی، وزیر اعلیٰ جیوتی باسو، وزیر اعلیٰ تعلیم ستیہ سادھن چکرورتی و دیگر اعلیٰ سرکاری افسران۔

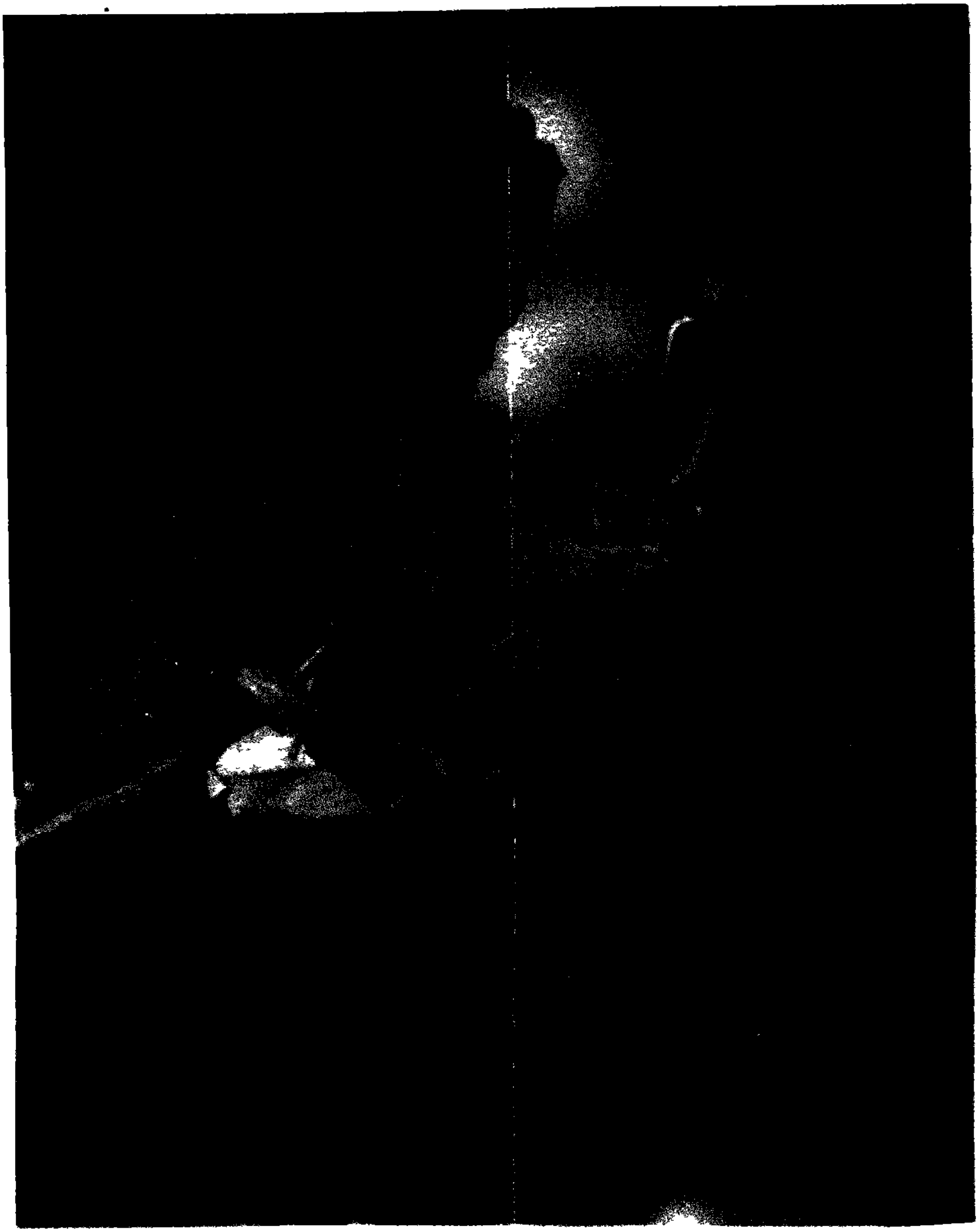
An Urdu Fortnightly
February 15, 1999

Vol No 46, Issue No 4
Price 50 Paisa



Editor Tarapada Ghosh, Asst Editor Md Mustafa, P hed by the Information & Cultural Affairs Deptt. of
id 166 Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700012

مغربی بنگال



پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ ■ یکم مارچ ۱۹۹۹ء ■ شمارہ نمبر ۵

مدیر اعلیٰ:- تارا پدا گھوش
مدیر معاون:- محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ: دس روپئے • نصف سالانہ: پانچ روپئے

• اس شمارہ کی قیمت: ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ
بزنس منیجر،
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون:- 235-5601/3371 Ext. 710

ترتیب

کلکتہ میں تجارتی میلہ کیلئے کمپلکس قائم کیا جائے گا



• مسٹر باسو دستخط شدہ معاہدے کی فائلیں مرکزی وزیر تجارت مسٹر رام کرشنا ہیگڑے کو پیش کرتے ہوئے

حکومت مغربی بنگال اور حکومت ہند کے اشتراک سے کلکتہ میں تجارتی میلہ کے لئے ایک مستقل کمپلکس قائم کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں گزشتہ ۲۴ فروری کو رائٹرس بلڈنگس میں وزیر اعلیٰ مسٹر جیوتی باسو، مرکزی وزیر تجارت مسٹر رام کرشنا ہیگڑے اور ریاستی وزیر تجارت وصنعت مسٹر بدودت گانگولی کی موجودگی میں ایک معاہدے پر دستخط ہوا۔ اس مقصد کے لئے ایسٹرن میٹرو پولیٹین بائی پاس پر کالیکا پور میں ۴۰ ایکڑ قطعات اراضی مخصوص کئے گئے ہیں جہاں انڈین ٹریڈ پروموشن (آئی ٹی پی او) آرگنائزیشن اور ویسٹ بنگال انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ڈبلیو آئی ڈی سی) مشترکہ طور پر دلی کے پراگتی میدان کے تجارتی کمپلکس کے ماڈل پر تجارتی میلہ کے لئے مجوزہ مستقل کمپلکس تیار کریں گے۔ یہ پروجکٹ کی تقریباً ۸۰ ملین روپئے کی لاگت سے ہوگا جسے آئی ٹی پی او اور ڈبلیو آئی ڈی سی مساوی ساجھیداری سے پورا کریں گے۔

ریاستی وزیر صنعت وتجارت مسٹر بدودت گانگولی نے بعد میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ جلد ہی ایک کمپنی کی تشکیل کی جائے گی ریاستی حکومت اور آئی ٹی پی او دونوں ۲۰۰ ملین کی مالیت کی ساجھیداری کی کمپنی کے مساوی حصہ دار ہوں گے جس کی آدھی رقم آئی ٹی پی او کی جانب سے آئے گی اور باقی آدھی رقم ریاستی حکومت کی طرف سے دی جائے گی۔ جہاں تک ریاستی حکومت کا تعلق ہے۔ زمین کی قیمت اور بنیادی سہولتیں پیدا کرنے کے لئے اخراجات اس کی ساجھیداری میں شامل ہوں گے اس سلسلے میں ایک ماسٹر پلان ڈبلیو آئی ڈی سی کی جانب سے تیار کیا جائے گا جو پروجکٹ میں ایجنسی کے طور پر کام کرے گا اس پروجکٹ کے لئے بنیادی سہولتیں پیدا کرنے کی نگرانی کلکتہ میٹرو پولیٹین ڈیولپمنٹ اتھوریٹی کرے گی۔ مسٹر گانگولی نے امید ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ۵۰ مربع میٹر کے علاقے میں پھیلا ائیر کنڈیشنڈ تجارتی میلہ کمپلکس کی تعمیر اس سال تک مکمل ہو جائے گا ■■

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں حقوق اقلیات پر منعقدہ کانفرنس کا افتتاح

موجودہ سماجی سیاسی صورتحال میں حقوق اقلیات کا تحفظ خصوصی اہمیت کا حامل بن گیا ہے

• جیوتی باسو



• قومی کانفرنس میں وزیر اعلیٰ جیوتی باسو، آر این مردھا اور ہاشم عبدالحلیم

بی جے پی کی قیادت میں ۱۸ پارٹیوں کی اتحادی حکومت ہمارے ملک کی سیکولر روایت کو نظر انداز کر رہی ہے۔ ملک کی سیکولر ساخت کے تحفظ کے لئے متحدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ باتیں وزیر اعلیٰ مسٹر جیوتی باسو نے گذشتہ ۱۲ فروری کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی میں حقوق اقلیات پر منعقدہ قومی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہیں۔ یہ کانفرنس ویسٹ بنگال فیڈریشن آف یونائیٹڈ نیشنس ایسوسی ایشنس اور کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن (مغربی بنگال) کے اشتراک سے منعقد ہوا تھا۔ افتتاحی تقریب کی صدارت سابق مرکزی وزیر اور انڈین فیڈریشن آف یو این ایسوسی ایشن رام نواس مردھا نے کی۔ اس موقع پر مرکزی وزیر سی ایم ابراہیم، ہندوستان کے سابق چیف جسٹس ایم ایچ احمدی، قومی کمیشن برائے اقلیات مسٹر طاہر محمود، مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر مسٹر ہاشم عبدالحلیم، ریاستی وزیر برائے پارلیمانی امور مسٹر پربودھ چندر سنہا اور مغربی بنگال فیڈریشن آف یو این ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری مسٹر سیتارام شرما بہ نفس نفیس موجود تھے۔

مسٹر جیوتی باسو نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرکز کی حکومت ہمارے ملک کے عوام کے صبر و تحمل کی قوت کو منتشر کر دینے کے لئے تمام مضر رجحانات کو بڑھاوا دے رہی ہے۔ بنیاد پرست اور فرقہ پرست طاقتیں حکمراں جماعت کی حمایت سے بلا وجہ اقلیتوں پر بار بار حملے چلائے جا رہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایسی سماجی۔ سیاسی صورت حال میں حقوق اقلیات کا تحفظ خصوصی اہمیت کا حامل بن گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ موصوف نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ آزادی کے پچاس سال کے بعد بھی ہندوستان کو ایسی سنگین صورت حال سے گزرنا پڑ رہا ہے۔

مذہبی بنیاد پرست کے ایک طبقہ کی جانب سے ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کے انہدام کو ایک قابل مذمت جرم قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس نے بین الاقوامی سطح پر ہندوستان کے تصویر کو مسخ کر دیا ہے۔ شری باسو نے مزید بتایا کہ بی جے پی کی قیادت میں مرکزی حکومت نے اپنے قومی پروگرام میں

اعلان کیا ہے کہ وہ لوگ ملک کے صحیح سیکولر ڈھانچے کی حفاظت کریں گے لیکن یہ انتہائی افسوسناک پہلو ہے کہ مرکز میں حکمراں جماعت مذہبی آزادی کے حق کی ضمانت دینے کی بجائے "ہندو قومیت" کے قیام کی کوشش کررہی ہے۔ وزیراعلیٰ نے ملک کے تمام صحیح الدماغ سیاسی پارٹیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس طرح کی تنگ نظر سیاست کی براہ راست مخالفت کریں۔

وزیراعلیٰ موصوف نے کہا کہ یہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کو مکمل تحفظ فراہم کرے تاکہ وہ لوگ اپنی ثقافت، مذہب اور زبان کو عمل میں لاسکیں اور ان کی تبلیغ کرسکیں۔ دستور ہند کی دفعہ ۲۵(۱) کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ تمام اشخاص اپنی مرضی کی آزادی اور اپنے مذہب پر اعتقاد رکھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے آزادانہ حق کے مساوی حقدار ہیں۔

شری باسو نے کہا کہ تبدیلیٔ مذہب کے مسئلہ پر وزیراعظم کی جانب سے اٹھایا گیا تنازعہ مکمل طور پر بے سود ہے۔ انھوں نے کہا کہ تنازعہ عوام کے مذہبی جذبات کو بھڑکاتا ہے جو ایک سنگین موڑ لے سکتے ہیں۔ ایک سیکولر جمہوریت میں جیسے کہ ہم ہیں، تمام مذاہب کو مساوی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے مذہبی فرقوں کی مذہبی آزادی کے حق کو سلب کرنا ایک غیر دستوری فعل ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ بی جے پی کی قیادت میں فرقہ پرست طاقتیں جس طرح ہندوستان کے عوام پر ہندوتوا کو مسلط کرنے کی کوششیں کررہی ہیں اس سے ہندوستان کا اتحاد اور اس کی یکجہتی یقیناً خطرے میں پڑسکتی ہے۔

انھوں نے بتایا کہ فرقہ پرست قوتوں کی لاپروائی اور بے اصول سرگرمیوں نے اقلیتی بنیاد پرستوں کو ملک کے کچھ حصوں میں بڑھاوا دیا ہے۔ اگر ایسی تفریق پسند رجحانات کو روکا نہیں گیا تو اقلیتی فرقے متاثر ہوں گے اور انھیں سماج کے اکثریتی طبقہ کی جانب سے الگ تھلگ کردیا جائے گا۔ انھوں نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ پر زور دیا اور کہا کہ سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی امتیاز سے صرف غیر معمولی کشیدگی پیدا ہوگی۔ شری باسو نے کہا کہ اگر اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا جاسکتا تو حقوق انسانی کے بین الاقوامی طور پر منظور شدہ اصولوں سے انحراف سمجھا جائے گا۔ حقوق انسانی پر اقوام متحدہ کے بین الاقوامی چارٹر جس پر ۱۹۴۸ء میں دستخط کیا گیا تھا مساوی حقوق اور حیثیت کے لئے انسان کی حاودان خواہش کی غمازی کرتا ہے۔ باسو نے عوام سے اپیل کی کہ سماج کے تمام طبقوں کے حقوق اور مواقع کی حفاظت کا ایک بار پھر عہد کریں۔ شری باسو نے تقریر کے اختتام میں کہا کہ اتحاد اور یکجہتی کے پیغام کے ذریعے اس عوامی وفاقی جمہوریہ کو آگے بڑھانا ہمارا فرض اولین ہے۔ ■

بقیہ: رام پرساد بسمل ہندو مسلم اتحاد ....

خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
جاکے آباد کریں گے کسی ویرانے کو

مختصر یہ کہ ہندوستان کی آزادی میں ان شہیدوں کے خون کی سرخی بھی شامل ہے جنہوں نے نہایت بے خوفی کے ساتھ آزادیٔ وطن کی خاطر اپنی قیمتی جانیں نچھاور کیں۔ یہی نہیں انھوں نے ہندوستانی عوام کے لئے کچھ ایسے پائیدار نقوش بھی چھوڑے جن کی افادیت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں ہندو مسلم ایکتا کے لئے ان کے وہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں جو انھوں نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنے جگری دوست، جسے وہ اپنا چھوٹا بھائی مانتے تھے، یعنی اشفاق اللہ خاں کو لکھے۔ اس سلسلے میں ان کے تاثرات خود انھیں کے الفاظ میں دہرانا آج کے دور میں انتہائی ضروری ہے اور یہی وقت کی پکار بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مجھے یدی (اگر) شانتی ہے تو یہی کہ تم نے سنسار میں میرا مکھ (منہ) اجوول (روشن) کردیا۔ بھارت کے اتہاس میں یہ گھٹنا (واقعہ) بھی لکھینی (قابل ذکر) ہے کہ اشفاق اللہ خاں نے انقلابی تحریک میں تن من دھن سے مدد کی۔ انھوں نے اپنے بھائی بندھوں اور عزیزوں پر رشتہ داروں کے سمجھانے اور مجھ (رام پرساد بسمل) سے دوستی ترک کردینے کی نصیحت بھی نہ مانی۔ پیارے بھائی، تمہیں یہ سمجھ کر اطمینان ہوگا کہ جس نے اپنے ماں باپ کی دولت کو دیس سیوا میں نثار کرکے، انھیں بھکاری بنادیا، اس نے اپنے پیارے بھائی اشفاق کو بھی مادر وطن کی بھینٹ چڑھادیا۔"

بلاشبہ وہ ایک عظیم محب وطن تھے۔ ہندوستان کی تاریخ آزادی ان کے ذکر کے بغیر ہمیشہ ہی نامکمل سمجھی جائے گی۔ (بشکریہ پی آئی بی) ■■

صنعتی تنازعات کو دور کرنے کیلئے وزیر اعلیٰ کی قیادت میں ایک مشاورتی کمیٹی کی تشکیل



• شری جیوتی باسو، شری بدھا دیب بھٹاچاریہ اور شری اسیم داس گپتا مختلف چیمبر آف کامرس کے نمائندوں کے ساتھ

ریاست میں صنعتی تنازعات کو دور کرنے کیلئے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی سہ رکنی مشاورتی کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے۔ یہ کمیٹی ریاستی حکومت، چیمبر آف کامرس اور ٹریڈ یونین تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔ گذشتہ ۲۳ فروری کو رائٹرس بلڈنگس میں منعقدہ ایک میٹنگ میں اس کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔ اس میٹنگ میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کے علاوہ وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولیس) شری بدھا دیب بھٹاچاریہ، وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا، وزیر صنعت و تجارت شری ودیوت گانگولی اور چیف سکریٹری منیش گپتا ریاستی حکومت کے نمائندوں کی حیثیت سے اس میں، انڈین چیمبر آف کامرس، بھارت چیمبر آف کامرس، بنگال چیمبر آف کامرس اور مرچنٹ چیمبر آف کامرس کے نمائندوں نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں اس میٹنگ میں اعلیٰ سطح کی مرکزی مشاورتی کمیٹی، ضلع سطح کی مشاورتی کمیٹیوں کی بھی تشکیل کی گئی۔ ساتھ ہی چیف سکریٹری کی قیادت میں ایک ٹاسک فورس کی بھی تشکیل کی گئی ہے۔ یہ فورس ان پالیسیوں کا جائزہ لے گی جو صنعتوں کے خیال کے مطابق کئی صنعتوں کی منظوری کے لئے پوری طرح موثر نہیں ہے۔ یہ ٹاسک فورس ایک ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔

بعد میں وزیر اعلیٰ نے پریس نمائندوں سے کہا کہ ریاست میں صنعت کاری کے سلسلے میں دیگر مسائل کے ساتھ مزدوروں کی بے چینی، ہڑتال جیسے مسائل پر بھی اس میٹنگ میں بات چیت ہوئی۔ وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ اس سلسلے میں بنیادی طور پر ریاستی حکومت اور چیمبر آف کامرس کے درمیان کچھ معمولی نا اتفاقی ہے۔ اس کے باوجود دونوں فریق نے میٹنگ میں واضح طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ محنت کش افراد کے حق کے تحفظ کے لئے ہڑتال آخری راستہ ہوگا۔ معمولی وجہ سے اس کی پکار نہیں دی جا سکتی ہے اور نہ دینی چاہئے۔

وزیر اعلیٰ موصوف نے مزید بتایا کہ انھوں نے چیمبر آف کامرس سے کہا ہے کہ مرکزی حکومت کی جانب سے جو متواتر پالیسیاں اپنائی جا رہی ہیں وہ ٹریڈ یونینوں کو ہڑتال کرنے اور دوسری نوعیت کے احتجاج پر مجبور کر رہی ہیں۔ انھوں نے اپنا بیان دیتے ہوئے آخر میں کہا کہ جہاں تک ان تمام ٹریڈ یونینوں کی وکالت کی جا رہی ہے وہاں ملک کے مجموعی مفاد میں ایسی پالیسیوں کو بنا لینی چاہئے۔ بعد میں شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے پریس نمائندوں کو بتایا کہ یہ میٹنگ بہت ہی خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ انھوں نے ریاستی حکومت کی جانب سے کہا کہ میٹنگ میں اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ وہ لوگ ایسے سرمایہ کاری دوست حکومت سازی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور صنعت کاری حکومت کی آخری منزل ہے۔ ••

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں دمدم میونسپل اسپتال کے کینسر وارڈ کا افتتاح

اقتدار کی لامرکزیت ہی جمہوریت ہے / جیوتی باسو

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گذشتہ ۲۳ فروری کو دمدم میونسپل اسپشلائزڈ ہسپتال اینڈ کینسر ریسرچ سنٹر میں ایک علاحدہ کینسر وارڈ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ لامرکزیت میں جمہوریت ہے۔ دمدم میونسپلٹی کی پہل ایک مثال ہے کیونکہ متعدد رکاوٹوں کی وجہ سے حکومت حتیٰ کہ انتہائی ضرورت کے باوجود ہر کام تنہا نہیں کر سکتی۔ ایسے حالات میں انفرادی پہل کا ہمیشہ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ انھوں نے رضا کارانہ تنظیموں سے درخواست کی کہ وہ آگے آئیں اور بالخصوص تعلیمی سیکٹروں کے لئے کام کریں۔ انھوں نے یقین دلایا کہ حکومت حسب ضرورت انھیں ہر ممکنہ سرکاری تعاون اور مدد بہم پہنچائے گی۔

اس سلسلے میں انھوں نے ریاستی حکومت کی جانب سے پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کو دیئے گئے مالی اور انتظامی اختیارات کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ مغربی بنگال میں اختیارات کو اس طرح لامرکوز بنایا گیا ہے اور یہی جمہوریت کا تقاضہ بھی ہے۔

وزیر اعلیٰ موصوف نے صحت خدماتی سیکٹر میں ہڑتال کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ڈاکٹروں اور صحتی ورکروں کو اپنے مطالبات پورا کرانے کے لئے ہڑتال پر جانے کا دستوری حق حاصل ہے لیکن ان ہڑتالوں سے بنیادی طور پر سب سے زیادہ مریض ہی متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وقت ہے کہ ہر کوئی سوچے کہ اس کا اخلاقی فرض کیا ہے دوسری طرف انھوں نے بتایا کہ یہ متعلقہ حکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ڈاکٹروں اور طبی ورکروں کے جائز مطالبات کی ضمانت دیں۔

واضح رہے کہ دمدم میونسپل اسپیشلائزڈ ہسپتال اینڈ کینسر ریسرچ سنٹر ۱۹۸۳ء میں قائم کیا گیا تھا اور جسے پورے طور پر دمدم میونسپلٹی چلا رہی ہے۔

اس موقع پر وزیر نقل و حمل شری سبھاش چکرورتی، وزیر محنت شری شانتی گھٹک اور وزیر بلدیات شری اشوک بھٹاچاریہ بنفس نفیس موجود تھے۔ شری سبھاش چکرورتی نے اپنی تقریر میں کہا کہ انھوں نے ارمینین چرچ اتھوریٹی کو دمدم میونسپل ہسپتال اینڈ ریسرچ سنٹر کے لئے ۱۵ ملین روپے کی رقم بطور عطیہ دینے کی سفارش کی ہے امید ہے کہ یہ رقم مارچ کے آخر تک ہسپتال کو پہنچ جائے گی۔ اس افتتاحی تقریب کی صدارت دمدم میونسپلٹی کے چیئرمین شری سدھیر بھٹاچاریہ نے کی۔ ■■



وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو ۲۳ر فروری کو انڈر پاس سیتو کا افتتاح کرتے ہوئے۔ یہ پُل نذر الاسلام ایونیو اور سالٹ لیک کو براہ راست ملا دیگا ■■

ریاست کے کئی پروجیکٹوں کیلئے فرانس کی جانب سے فنڈ کی پیشکش



• شری اشوک بھٹاچاریہ فرانسیسی وفد کے ساتھ

حکومت فرانس مغربی بنگال کے کئی پروجیکٹوں جیسے ٹرانسپورٹ، پانی سپلائی اور سیاحت میں خصوصاً بے حد دلچسپی رکھتی ہے۔ یہ بات وزیر شعبۂ نقل و حمل، رہائش و عوامی خدمات مسٹر کلاڈ گیسوٹ نے گزشتہ ۳ فروری کو رائٹرس بلڈنگس میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر جیوتی باسو سے ملاقات کے دوران بات چیت کرتے ہوئے کہی۔ مسٹر باسو نے فرانسیسی وفد کو یقین دلایا کہ گریٹ ایسٹرن ہوٹل میں بیرونی سرمایہ کاری کے خلاف ورکروں کا احتجاج کا خوف زیادہ دنوں تک نہیں رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ کام کا ایک خوشگوار ماحول بیرونی سرمایہ کاروں کے لئے مہیا کیا جائے گا۔

فرانسیسی وفد نے ریاستی وزیر نقل وحمل شری سبھاش چکرورتی ریاستی وزیر بلدیاتی امور و شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ اور ریاستی وزیر ماحولیات و سیاحت شری مانب مکھرجی سے بھی ملاقات کی۔

ریاستی حکومتوں کی جانب سے متعدد مجوزہ پراجیکٹس حکومت فرانس کے زیر غور ہے لہذا حکومت فرانس سے درخواست کی گئی ہے کہ ان پروجیکٹوں پر فوری عمل درآمد کے لئے فنڈ جاری کرے۔ یہ باتیں اسی دن رائٹرس بلڈنگس میں پریس نمائندوں کو بتاتے ہوئے وزیر شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ نے کہی۔ انھوں نے بتایا کہ ۲۴ پرگنہ (شمال) ۲۴ پرگنہ (جنوب) کے تحت ۹ میونسپلیٹیوں میں نالوں اور پانی سپلائی اسکیموں کی ترقی اور بہبود کے لئے فرانس کی مالی و تکنیکی امداد کے ساتھ ایک ۱۴۶ کروڑ روپئے کی مالیت کا ایک پروجیکٹ اپنایا گیا ہے۔ کلکتہ میونسپل کارپوریشن کلکتہ میں زمین دوز پانی سپلائی نظام کی ترقی کے لئے ۱۳۰ کروڑ روپئے کے میگا پروجیکٹ میں فرانس سے تکنیکی مدد حاصل کرے گا۔

انھوں نے کہا کہ پروجیکٹ کی تکمیل کے بعد زمین دوز پائپوں میں سوراخ کی تفتیش کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ٹھوس فضلات پروجیکٹ کی قابل عمل اسٹڈی ترقی پر ہے۔ انھوں نے بتایا کہ کلکتہ کینل سسٹم کی ترقی کے لئے دیگر پروجیکٹوں کے سلسلے میں حکومت فرانس ایک جائزہ رپورٹ تیار کرنے کے لئے ماہرین کی ایک ٹیم بھیجے گی۔ وزیر موصوف نے بتایا کہ حکومت مغربی بنگال نے چندر نگر اور کلکتہ کی وراثتی عمارت کے تحفظ کے لئے فرانس سے مالی تعاون سے حاصل کیا ہے۔

ریاستی وزیر نقل و حمل شری سبھاش چکرورتی نے بتایا کہ انھیں کلکتہ میں ٹرام خدمات کی ترقی اور نئی ائیر اسٹریپ کے قیام کے لئے فرانسیسی امداد کا یقین دلایا گیا ہے۔

ریاستی وزیر ماحولیات و سیاحت شری مانب مکھرجی نے بتایا کہ ریاستی حکومت نے آگر ایشیا پیسیفک کے لئے ہمیشہ متبادل راستہ کھول رکھا ہے اگرچہ ایک عالمی ٹینڈر نکالا گیا ہے جس میں گریٹ ایسٹرن ہوٹل کے احیاء نو میں حصہ لینے کے لئے خواہشمند پارٹیوں کو مدعو کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مستقبل میں ٹریڈ یونین کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

مغربی بنگال میں خواندگی مہم: لامرکزیت اور عوامی شمولیت

خواندگی تحریک کو مغربی بنگال میں حالیہ روبہ عمل آنے والے ان پروگراموں میں سے ایک تسلیم کیا جاتا ہے جس نے نچلی سطح پر بود و باش کرنے والے لوگوں کی فرد رکنیت کو قابل توجہ تصور کیا ہے۔ موجودہ مقالہ لامرکوزیت کے طریقہ عمل کے ذریعہ لوگوں کی شمولیت کے سیاق و سباق میں اسکی تمام خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ اس اہم تحریک کا بغور جائزہ پیش کرے گا۔ اعداد و شمار جنہیں ہم لوگ پیش کریں گے مغربی بنگال کے سات اضلاع میں خواندگی مہم کے محاسبہ کے دوران حاصل کردہ بحالیے تجربات پر مبنی ہیں لیاستی حکومت نے یہ کام حکومت ہند سے اتفاق رائے کے ساتھ انڈین اسٹاٹسٹیکل انسٹی ٹیوٹ کو سونپا تھا۔

جد و جہد آزادی کے دوران متعدد مواقع پر ملک کی ناخواندہ عوام کے درمیان خواندگی کی تبلیغ کے عزم پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں سے لڑنے کے ساتھ ساتھ مجاہدان آزادی نے متعدد رات کے اسکول قائم کر کے متعدد خواندگی پروگراموں کو روبہ عمل لایا تھا۔ بہرکیف ان کے خلوص ایمانداری کے باوجود گرچہ یہ پروگرام خود بخود اور بے ساختہ طور پر روبہ عمل آئے تھے تاہم طویل مدت تک چل نہیں پائے۔ خود ربندر ناتھ ٹیگور نے شری نکیتن میں اس طرز کی ایک خواندگی مہم کی شروعات کی تھی اور سوویت یونین کے دورے سے واپسی کے بعد اس مہم کو ایک نئی جہت دینے کی کوشش کی تھی تاہم ۱۹۴۰ء کی دہائیوں کے اختتام تک عموماً ہندوستان کی خواندگی کی تصویر اور خصوصاً مغربی بنگال کی خواندگی کی تصویر مایوس کن رہی۔ بعد از آزادی کے دوران حکومت ہند اور ریاستی حکومتوں نے چند رضاکار تنظیموں کی شرکت سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پروگراموں کو روبہ عمل لانے کی کوشش کی لیکن یہ پروگرام مجموعی طور پر مایوس کن منظر نامہ پر کوئی اہم نقش نہ بنا پائے۔

مغربی بنگال میں خواندگی کی صورت کی وضاحت کرنے سے قبل ان چند اعداد و شمار کا پیش کرنا مفید ہوگا جو بعد از آزادی کے منظر نامہ کو پیش کریں گے۔ اور یہ بتائیں گے کہ کیسی کیسی تبدیلیاں واقع ہوتی رہی ہیں۔ جیساکہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ آزادی کے بعد تین دہائیوں کے بیشتر / بڑے عرصہ تک مغربی بنگال میں انڈین نیشنل کانگریس کی ریاستی قیادت اقتدار میں رہی۔ اقتدار کے اس طویل عرصہ کے اختتام تک اس ریاست کی ۵۰٪ فیصد سے زائد آبادی ناخواندہ تھی۔

۱۹۸۱ء کے دوران بھی مغربی بنگال کی شرح خواندگی میں کوئی خاطر خواہ بہتری واقع نہیں ہوئی تھی گرچہ بایاں محاذ ۱۹۷۷ء کے وسط میں اقتدار میں آیا تھا۔ مکمل خواندگی مہم (ٹی ایل سی) ۸۰ کی دہائیوں کے اختتام پر اور ۹۰ کی دہائیوں کی شروعات سے مغربی بنگال کے تین اضلاع میں اپنی جڑیں مضبوط کرنا شروع کیں۔

جلد ہی ۱۹۹۱ء کے دوران اس کے اثرات ریاست کی مجموعی خواندگی تصویر پر نظر آنے لگے اور تب ہی اس امر کا پتہ چلا کہ پورے مغربی بنگال میں شرح خواندگی بڑھ کر ۵۷.۷۰ فیصد کو پہنچ گئی تھی۔ بعد ازیں مجموعی خواندگی مہم (ٹی ایل سی) کو رفتہ رفتہ نچلی سطح پر متعلقہ علاقوں کے عام لوگوں کو منظم کر کے منتخب پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کی اجتماعی کوششوں کے لامرکوز طریقہ کار کے ذریعہ تمام دیگر اضلاع تک توسیع دی گئی۔ نتیجہ کے طور پر ۱۹۹۶ء کے دوران مذکورہ خواندگی مہم کو ریاست کے تمام ۱۸ اضلاع میں توسیع دی گئی اور ۱۲ اضلاع میں مغربی بنگال کی شرح خواندگی کو ۷۰.۲۰ فیصد تک آگے بڑھا کر بعد از خواندگی مہم کو روبہ عمل لایا گیا۔ سات سال کے وقفہ کے دوران اس قابل ذکر کامیابی سے بڑے بڑے محرک عنصر کو سمجھنے کے لئے آیئے ہم لوگ پہلے مکمل خواندگی مہم (ٹی ایل سی) کا ایک مختصر ساختیاتی / ڈھانچہ جاتی خاکہ تیار کریں۔ مکمل خواندگی مہم کا ضلع سطح ڈھانچہ حکومت ہند کے قومی خواندگی مشن (این ایل ایم) کی تجویز کردہ درج ذیل طرز پر کام کرتا ہے۔ نصاب، طریقۂ درس و تدریس، اساتذہ کی تربیت اور خواندگان کے محاسبہ کے معاملہ میں قومی خواندگی مشن (این ایل ایم) راہ راست یا اس ریاستی سطح تنظیم کے ذریعہ جس کی شناخت ریاستی وسائل مرکز (ایس آر سی) کے طور پر کی جاتی ہے۔ مختلف اضلاع میں مکمل خواندگی مہم کے کام کاج کی نگرانی کرتا ہے۔ فی الحال بنگال سوشل سروس لیگ مغربی بنگال کے لئے قومی خواندگی مشن کے ریاستی وسائل کی حیثیت سے کام کرتا چلا آرہا ہے۔ قومی خواندگی مشن کے حکام اکثر و بیشتر ہر ایک ضلع کی مکمل خواندگی مہم کے لئے فنڈس منظور کرتے ہیں۔ یونیسکو (یو این ای ایس سی او) حکومت ہند کی وزارت انسانی وسائل ترقیات کے ذریعہ ان فنڈس کا ایک بڑا حصہ مکمل خواندگی مشن کو دیتا ہے۔ اس رقم کا کافی بڑا حصہ ان نصابی کتابوں کی خریداری پر صرف کیا جاتا ہے جن کی سفارش قومی خواندگی مشن کرتی ہے اور جن کی اشاعت ریاستی وسائل مرکز

(ایس آر ین) کرتی ہے۔ مکمل خواندگی مہم کیلئے حکومت مغربی بنگال کا ماس ایجوکیشن اسسٹنٹس شعبہ اضلاع میں الفرا اسٹرکچرل اخراجات کی مالی ضرورت کے ایک حصے کو پورا کرتا ہے۔ ہر ایک ضلع میں مکمل خواندگی مہم کی تمام تر تنظیمی ذمہ داری ضلع ساکشرتا سمیتی عاید ہوتی ہے اور سمیتی کی قیادت ضلع مجسٹریٹ اور ضلع پریشد کے سبھادھی پتی کرتے ہیں۔ ضلع ساکشرتا سمیتی، پنچایت سمیتی منتخب نمائندوں اور سب ڈیویژنل افسر (ایس ڈی او) کے ذریعہ سب ڈیویژن سطح پر ایسے ڈھانچہ کو لامرکوز بناتے ہیں۔ نظام مراتب کے مطابق اس کے نیچے بلاک سطح ڈھانچہ آتا ہے جس کی قیادت بلاک ڈیولپمنٹ افسر (بی ڈی او) اور گرام پنچایت کے منتخب عہدیداران کرتے ہیں۔ بلدیاتی شہروں اور قصبوں میں خواندگی مہم کا ڈھانچے حالی علاقے میں میونسپلٹی کے چیئرمین سے لے کر نیچے وارڈ سطح پر منتخب کمشنروں تک کے متعلقہ نمائندے شامل ہوتے ہیں۔

بہرکیف ریاست میں ضلع سطح ڈھانچہ ہی صرف اس وقت حرکت پذیری حاصل کرسکتا ہے جب لاکھوں خواندگان اور ہزاروں رضاکار اساتذہ حضرات گاؤں یا وارڈ سطح پر ایک لامرکوز طریقہ عمل کے ذریعہ اس خواندگی پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ نچلی سطح پر یہ لامرکوزیت کا طریقہ ایک ایسی اہم اور رہنما قوت ہے جو ۱۹۹۰ء کی دہائی سے قبل یونیسکو (یو این ای ایس سی او)، قومی خواندگی مشن (این ایل ایم)، بنگال سوشل سروس لیگ، رام کرشنا مشن اور وشوا بھارتی کی سرگرمیوں کی مدد کی فراہمی اور ان کی لگاتار کوششوں کے باوجود مغربی بنگال میں نمودار نہیں ہوئی تھی۔ اس قومی رائے عامہ کی قوت کی شروعات ۱۹۹۰ اور ۱۹۹۴ء کے دوران اس وقت ہوئی جب لاکھوں خواندگان اور ہزاروں رضاکار اساتذہ حضرات نے خود کو مکمل خواندگی مہم میں شامل کیا تھا۔ اس تلاطم خیز عمل کے پیچھے کون سا وہ عنصر کارفرما رہا ہے؟

اس کی تشریح سیاسی عزم اور لازم تنظیمی کوششوں کی اصطلاح میں کی جانی چاہئے۔ اس سلسلہ میں مایہ ناز ماہر تعلیم پروفیسر ایچ۔ ایس۔ بھولا کی تیار کردہ یونیسکو رپورٹ سے ایک مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"تعلیم بالغان کے بیشتر ماہرین نظریات و عملیات اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ سیاسی عزم اور تنظیمی ڈھانچہ ہی دراصل وہ اسباب ہیں جو بنیادی طور پر یہ طے کرتے ہیں کہ ملک کو ترقی کرنا ہے، خواندگی پروگراموں کو روبہ عمل لانا ہے اور کیا یہ پروگرام صحیح معنوں میں ناخواندہ آبادی کی بڑھتی ہوئی معاشی اور سیاسی شرکت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔" (ایچ۔ ایس۔ بھولا: یونیسکو کو داخل

کردہ ایک مشاہدہ رپورٹ: جاری مہم برائے خواندگی، ستمبر ۱۹۸۱ء)۔

حقیقت جیسے اب مغربی بنگال کے گاؤں والوں سے چھپا کر نہیں رکھا جاسکتا ہے، یہ ہے کہ صدیوں تک کاشتکاروں کے درمیان خواندگی کی مہم چلانے کے مقصد کی ابتداء بڑے بڑے زمینداروں اور ان کے اہل کاروں کے جاگیردارانہ طبقہ کے مفاد سے ہوئی تھی۔ ان کا رجعت پسند سیاسی موقف جو ۱۹۷۷ء سے قبل مغربی بنگال میں اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ رائج تھا۔ دیہی معیشت میں ان کے استحصال کے خلاف بلند ہونے والے عوامی احتجاج کو دبانا اور کمزور بنانا تھا۔ اس عوامی چیخ و پکار کو دبانے اور کمزور بنانے کے لئے مؤثر طریقوں میں سے ایک کاشتکاروں کو ناخواندگی کی نیند میں سلائے رکھنا تھا۔ یہ رجعت پسندانہ طریقہ عمل آج بھی ملک کے بیشتر دیگر حصوں میں سرگرم عمل ہے اس لئے خواندگی مہم میں اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکتی ہے جب تک کہ اس جاگیردارانہ رجعت پسند موقف پر کڑی ضرب لگانے والے کسی سیاسی متبادل کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ جب تک استحصالی معاشی ڈھانچہ موجود رہتا ہے اس وقت تک نظریاتی طور پر یا عملی تجربہ کا یہ دعویٰ کرنا محض سادہ لوحی ہوگی کہ چند منتظم کاروں، دانشوروں اور رضاکار تنظیموں کے قائم کردہ اشتہار بازی پر مبنی مخصوص پروجیکٹوں کے ایک ہی اشارہ لاکھوں غریب کاشتکار اور دستکار خواندگی کے زیور سے آراستہ ہوجائیں گے۔ ۱۹۳۰ء کی دہائیوں کے دوران تاریخی تیبھاگا تحریک کے دنوں سے ہی مغربی بنگال میں جاگیردارانہ استحصال کے مختلف اشکال کے خلاف جد و جہد کی روایت کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں چلی آئی ہے اور آج بھی یہ جاری و ساری ہے۔ الغرض اس نمایاں محاذ حکومت کو اصلاحات اراضی کے معاملہ میں ملک کے اندر ایک قابل رشک مقام عطا کیا ہے۔ مغربی بنگال میں خواندگی پروگرام کی حالیہ کامیابی کو اس مضبوط سیاسی عزم اور لازم تنظیمی کوششوں کا بغیر جائزہ لئے سمجھا نہیں جاسکتا ہے۔ یقیناً کامیابی کے ساتھ مسائل بھی درپیش آئے۔ کچھ مسائل نقطہ نظر کی پیدا کردہ تھے اور کچھ قومی خواندگی مشن کے اختیار کردہ طریقہ کار کے سبب وجود میں آئے تھے۔ یونیسکو (یو این ای ایس سی او) رپورٹ میں درج حوالہ کے مطابق سیاسی عزم اور تنظیمی کوششوں کے اہم کردار کو قومی خواندگی مشن کے عام جائزہ میں موزوں طور پر پیش نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کمی مکمل خواندگی مہم خواندگان کیلئے قومی خواندگی مشن کی متعین کردہ محاسباتی پیرامیٹروں میں خصوصی طور پر نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ خواندگان کو ہی قابل توجہ سمجھتی ہے اور ان تمام دیگر حضرات کو خاطر خواہ توجہ کا مستحق نہیں سمجھتی ہے جو مکمل خواندگی مہم کے مختلف مدارج میں

قطعی طور پر مشریک ہوتے ہیں گرچہ اس کی کامیابی و ناکامی کی ذمہ داری ریاستی وسائل مرکز (الیس بسی) نمائندوں، تربیت یافتہ اہم اشخاص، تربیت دینے والے استادوں، رضاکار استادوں، ضلع انتظامیہ کے عہدیداران، پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے منتخب نمائندوں جیسے بے شمار افراد پر عاید ہوتی ہے۔ مزید برآں ایسے اور بھی مسائل در پیش ہوتے ہیں جن کا تعلق، نصابی قاعدوں (یعنی ابتدائی کتابوں)، خواندگی مراکز کے کام کاج کے معیار اور انفرا اسٹرکچرل سہولتوں سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے سیاسی عزم کی پرکھ یا محاسبہ کی لازمی ضرورت درپیش ہونی چاہیئے۔ پھر بھی قومی خواندگی مشن کا محاسباتی طریقہ ایسے صرف جدا گانہ طور پر زیر غور لائے گا کہ کیا خواندگان امتحانات/جانچ کے دوران قومی خواندگی مشن کے معیار پر کھرے اتر پائیں گے یا نہیں اسے سمجھنے میں غلطی کے امکانات بعید از حقیقت نہیں ہیں کہ قومی خواندگی مشن کی حصولی کا دار و مدار صرف خواندگان کی کارکردگی پر ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ مذکورہ بالا دیگر اشخاص پر بھی اس کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ بہر حال فی الحال قومی خواندگی مشن ہر ایک ضلع میں مکمل خواندگی مہم کے اتفاق رائے سے کئے گئے نظام محاسبہ کو رائج کرکے ایک مزید جامع تناظر اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے کیونکہ خواندگی محاسبہ کی گنجائش کو دوسرے قسم کی حد بندی جھیلنے رہنا پڑتا ہے۔ ایک ضلع میں صرف ان خواندگان کے امتحانات لئے جاتے ہیں جو اپنے نام خواندگی مراکز میں خود درج کروا چکے ہوتے ہیں اور جو افراد خواندگی مراکز میں حاضر نہیں ہو پاتے ہیں وہ محاسبہ کے دائرہ عمل میں نہیں آتے ہیں لہذا موجودہ محاسباتی نظام ایک ضلع کی خواندگی کی مکمل تصویر نہیں پیش کرتا ہے۔ ابتدائی سروے جیسے خواندگی مہم کے شروع کئے جانے سے قبل کئے جانے چاہیئے، ضلع میں رہنے والے ناخواندہ افراد کی تعداد نامکمل تصویر پیش کرسکتے ہیں۔ آلۂ پیمائش (گز = ۳ فٹ) جو ایک شخص کی حیثیت خواندگی محاسبہ لگانے کے لئے ابتدائی سروے کے وقت استعمال میں لایا جاتا ہے، مردم شماری میں بھی کام آتا ہے اور یہ آلہ قومی خواندگی مشن کے معیار پر کھرا نہیں اترتا ہے۔ اگر صحیح معنوں میں سہولت پسندگی کے ساتھ کسی ضلع کی مجموعی خواندگی صورت کا باقاعدہ طور پر محاسبہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم لوگوں کو لامرکوزیت کے طریقۂ کار کو مزید توسیع دینی ہوگی اور خواندگی مراکز سے آگے جانا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہم لوگوں کو خواندگان کی گھریلو زندگی کے اندر جھانکنا ہوگا۔ بہر کیف اس گھر گھر سروے کی بنیاد موزوں طبقاتی تربیت کے ساتھ ایک بے سوچے سمجھے نمونہ دکھانے والا طریقہ ثابت ہوگا۔

سوالنامہ تیار کرنے کے موجودہ نظام اور امتحانات کے اطلاق کے طریقۂ کار میں اصلاح لانے کی بھی ضرورت درپیش ہے۔ خارجی محاسبہ کمیٹی کے ارکان بذات خود امتحانات نہیں لیتے ہیں۔ یہ افراد خارجی محاسبہ کے دن کسی ضلع کے چند امتحان مراکز کا دورہ کرتے ہیں وہ لوگ جو در اصل امتحانات لیتے ہیں، غیر مستقل ممتحنوں کی جماعت ہوتی ہے بالغ خواندگان کا امتحان لینے کیلئے جس صلاحیت اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے اسے چند دنوں کی تربیت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انڈین اسٹاٹسٹیکل انسٹی ٹیوٹ کے سائنس دانوں کے تجربے کچھ یہی کہتے ہیں۔ ۲۴ پرگنہ شمالی کے ضلع میں مکمل خواندگی مہم کے دوران انڈین اسٹاٹسٹیکل انسٹی ٹیوٹ کے سائنسدانوں نے اپنے سوالات تیار کئے اور ان لوگوں نے خود ایک اختراعی طریقہ کے تحت باقاعدہ طور پر امتحانات لئے۔ نتیجہ کے مطابق جو سوالات نقادوں کو مشکل اور سخت نظر آئے انھیں بالغ خواندگان نے بڑی آسانی سے حل کر دکھایا۔

دوسرے مسئلہ پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ امر غیر فطری نہیں ہے کہ خواندگی مہم کی ترقی سے متعلق کسی ضلع میں فرق یا اختلاف بھی پایا جائے گا۔ چند خواندگان مراکز میں دوسرے ایسے مراکز کے مقابلہ میں زیادہ ترقی ہو سکتی ہے۔ اسی امر کا اطلاق خواندگان پر بھی ہوتا ہے۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور اگر اسی کے مطابق محاسباتی پروگرام مرتب کیا جاتا ہے تو ایک ہی ضرب پر پورے ضلع کو خواندہ اعلان کرنے میں کسی طرح کے کسی دباؤ یا تناؤ کا سامنا نہیں کرنا پڑیگا۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ ابتدا میں ہی مخالف رجحانات چند اضلاع میں دکھائی پڑے ہیں۔ پورے اعتماد کے ساتھ حکومت مغربی بنگال کے ماس ایجوکیشن ایکسٹنشن شعبہ کی جانب سے اختیار کردہ ایک سخت موقف کے نتیجہ کے تحت مذکورہ بالا رجحانات رفتہ رفتہ غائب ہو گئے۔ شمالی ۲۴ پرگنہ اور مدنا پور اضلاع کے ضلع ساکشرتا سمیتیوں کے رہنماؤں نے اس سلسلہ میں لازمی دور بینی کا مظاہرہ کیا ہے۔ بعد ازیں دیگر اضلاع کے رہنماؤں نے بھی اس سلسلہ میں احتیاط برتنا شروع کر دیا۔ یہ بات طے پائی ہے کہ میکانیکی طور پر پورے ضلع کو خواندہ تسلیم کئے جانے کا اعلان کرنا ایک بیوقوفانہ عمل ہوگا۔ اضلاع کو محاسبہ کے باقاعدہ طریقۂ کار سے کھرے گزر جانے کے بعد بعد از خواندگی مرحلہ پر کھرے اترنے ہوں گے تب ان کو مذکورہ اعجاز سے نوازا جائے گا جو اضلاع مذکورہ بالا قاعدہ کلیہ پر پورے نہیں اترتے ہیں انھیں مکمل خواندگی مہم کے زیر عمل ہی رکھا جائیگا۔

بہر کیف، خواندگان نے بذات خود خواندگی مہم میں امید کی ایک نئی شمع روشن کی ہے۔ یہ بھی ایک ہمت افزا امر ہے کہ رضاکار استادوں، ملاک سطح کے ضلع عہدیداران اور پنچایت کے نمائندوں نے خود کو خواندگان کی زندگی سے نہایت ہی مخلصانہ اور ایماندارانہ طور پر جوڑا ہے۔ ہم لوگوں کو مخلص اور بے لوث سیاسی کارکنان کے گراں قدر کردار کا بھی تذکرہ کرنا چاہیئے اور اپنی ان کوششوں کی بدولت ان لوگوں نے ہر ایک ضلع میں

خواندگی کے کاذکو کامیاب بنانے میں کارہائے نمایاں انجام دیا ہے۔

اس مہم میں گراں قدر کردار ادا کرنے والے خود نوخواندگان ہیں۔ اپنی عزت اور اپنی روزانہ زندگی کے بےشمار مشکلات کے باوجود نوخواندگان بڑی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور اشتیاق کے ساتھ خواندگی کے عمل میں حصہ لیتے ہیں۔ جو لوگ خواندگی پروگرام سے قدم ملاکر چلنے میں ناکام رہے ہیں انہیں ان کی روزانہ زندگی میں مزید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری مشکلات ہیں پھر بھی متعلقہ پوری تصویر نظرِ استحصال کو فروغ دینے کی خواہاں ہے۔ رضاکار استاد جن میں سے بیشتر بے روزگار نوجوان افراد ہیں، نے خود کو خواندگی مراکز میں سرگرم طور پر خود کو منسلک کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ استادوں کے اندر وہم اور طلسم شکنی کر چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ افراد مستحکم طور پر باقاعدگی کے ساتھ مذکورہ مراکز میں جا نہیں رہے ہیں لیکن ان کی شرکت کی مجموعی تصویر امید افزا رہی ہے۔ ان کی دوسری جماعت جو خواندگان کے بہت قریب آ چکی ہے گرام پنچایت پردھان اور بی ڈی او حضرات پر مشتمل ہے اور یہ لوگ اصلاح کے حامی اور پرخلوص سیاسی کارکنان کے ساتھ باقاعدگی سے رابطہ بنائے رکھتے ہیں۔ رضاکار استاد حضرات، بی ڈی او حضرات اور پنچایت کے نمائندوں نے نچلی سطح سے تعلق رکھنے والے خواندگان کے خاندانی افراد کے ساتھ ایک دائمی دوستی بنائے رکھا ہے۔ متحرک بنانے والا یہ عمل کوئی ساہے جو ایک ٹھہرے لامرکوز طریقہ عمل کے ذریعہ ان مختلف جماعتوں کو متحد بناتا ہے جو نچلی سطح سے تعلق رکھنے والے بےلوث خدمت گار یا کی حلاشی ان پامال لوگوں کی حمایت میں سیاسی عزم کے نفوذ سے واضح ہو سکتی ہے جن کی نشاندہی راسخ سماجی سہاروں اور فرقہ سے وابستگی کے احساس سے بھی ہو سکتی ہے ہم لوگ اس کی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں۔ وابستگی کا یہ احساس بیرہمپور ضلع کے ایک رکشہ چلانے والے کو ایک رضاکار استاد بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں اپنا نقطۂ نظر یوں رکھتا ہے —— "سچ، مجھے پیسے کی قلت سے دو چار ہونا پڑتا ہے، اگر میں معاوضہ کی خاطر رکشہ چلانے کے لئے نہیں نکلتا ہوں۔ لیکن اگر اپنے علاقے کے خواندگان مرکز میں پڑھانے کیلئے میں نہیں جاتا ہوں تو میری غیر حاضری ان خواندگان کو مایوسی کا شکار بنائے گی جو مجھ سے زیادہ غریب ہیں کیونکہ ان کو میں زیادہ قریب سے جانتا ہوں"۔

اس طرح ایک طوفانی طرزِ عمل نے ایک لامرکوز سماجی ماحول میں خواندگان، رضاکار استاد حضرات، بلاک سطح کے افسران اور پنچایت کے کارکنان کی اجتماعی شرکت سے مغربی بنگال میں ایسے فوروشاس کروانا شروع کر دیا ہے۔ عمل بہ اچھی سطح پر عوامی تجربہ اجتماعی شعور کے ساتھ ماہرین کی ادارہ جاتی صلاحیت کے ملاپ/امتزاج کے امکانات کا مظہر ہے۔ یہ وسیع ترجہتوں کے ساتھ ایک اہم طریقہ عمل کا آغاز ہے، اس

کام میں زیادہ گمبھیرتا آسکتی ہے اور یہ زیادہ زوردار طور پر ہو سکتا ہے اگر اس کا بعد از خواندگی مرحلہ کو صحیح طور پر منظم کیا جا سکے۔ فلسفیانہ صورت حال جو اس کام کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہو گی۔ عوامی تجربہ کی اجتماعی شعور پر رسمی علم کی ہر قسم کی سبقت باقاعدہ طور پر برداشت نہیں کرے گی۔ یہ فلسفہ ایک ناقد کو یہ خیال کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ خواندگی مہم کی اثر پذیری کا دار و مدار صرف دانشوروں کی صلاحیت پر ہوتا ہے جو افراد غیر پڑھے لکھے عوام کے درمیان ناصحانہ انداز میں ادارہ جاتی علم کی نشر و اشاعت کر پائیں گے۔ اس امر کو ذہن نشین رکھنا ہو گا کہ صدیوں تک ان کے تجربہ کے ذریعہ غیر پڑھے لکھے کاشتکاروں نے پورے سماج کی بقا کے لئے لازمی بنیادی غذا پیدا کرنے کے لئے ابتدائی علم حرفیات (ٹکنالوجی) پر مہارت حاصل کی ہے۔ علم حرفیات اور متعدد بنیادی اشیاء پر اس قسم کے اجتماعی شعور کا استعمال بعد از خواندگی مرحلہ کے لئے موزوں نصاب کی تشکیل کے کام میں کرنا چاہئے اور جس چیز سے احتیاطاً گریز کرنا چاہئے وہ نام نہاد معیار کے واسطے مذکورہ بالا سے ماخوذ رسمی کتاب اور نصاب کی خود کلامی کا نفاذ ہے۔ ادارہ جاتی علم کو عوامی تجربہ سے ٹھیک طور پر جوڑنے کے لئے لامرکوز شریک کارانہ مکالمہ کے سوا دوسرا کوئی متبادل نظر نہیں آتا ہے۔ مذکورہ نظریہ کے اس اختتام کے ساتھ انڈین اسٹاٹسٹیکل انسٹی ٹیوٹ کے سائنسدانوں نے چند سال قبل شمالی ۲۴ پرگنہ کے ضلع میں مکمل خواندگی مہم کے ایسے محاسبہ کے دوران یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مضامین سے متعلق خواندگان کے اختراعی نظریہ اور ترجیحات کو بعد از خواندگی نصاب میں شامل کر لیا جانا چاہئے۔ خواندگان کے متعلق تجاویز کو دور دراز کے گاؤں میں مقیم غریب کاشتکاروں کے گھریلو اشخاص سے ماخوذ شعوری طوفان سے ابھرنے والے بلند امکانات میں واضح کیا گیا ہے۔ ان امکانات کو کسی ضلع میں رائج لامرکوز منصوبہ بند طرزِ عمل کے لئے باقاعدگی کے ساتھ روبہ عمل لایا جا سکتا ہے۔ خواندگی مہم کی داخلی اہمیت کا پتہ خاموشی کے ساتھ نہیں مل سکتا ہے۔

مکمل خواندگی مہم کے اثرات دیہی علاقوں میں واقع ابتدائی تعلیم اور حفظانِ صحت کے شعبے جیسے دیگر اہم میدانوں میں محسوس بھی کئے گئے ہیں۔ فی الحال ایک نئی بیداری بالغ نوخواندگان کے درمیان پائی جا سکتی ہے اس کے تحت مذکورہ افراد اپنے بچوں کو متعدد اضلاع کے پرائمری اسکولوں میں روانہ کرنے پر خصوصی توجہ دیں گے۔ اسی طرز پر خواندگی مہم کے ساتھ صحت اور خاندانی رفاہ پروگراموں کی تکمیل کے بعد بیداری صحت کی قابل ذکر علامتیں عام لوگوں کے اندر نمایاں طور پر پیدا ہو سکتی ہیں۔ وہ اعداد و شمار فی الحال اضلاع سے دستیاب ہوئے ہیں، یہ

بتاتے ہیں کہ مغربی بنگال میں عام شرح اموات کے ساتھ وابستہ بچوں کی پیدائش اور اموات میں فی الحال گراوٹ آئی ہے اور یہ گراوٹ کل ہند اوسط کے مقابلہ میں سستا کم ہے۔ خواندگی مہم اور صحت تحریک کے درمیان وابستگی کی وجہ سے اس طرح کی بات واقع ہوئی۔ مغربی بنگال کے بیشتر اضلاع میں پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے منتخب نمائندوں کے تعاون سے اس تکمیل کو بحسن و خوبی روبہ عمل لایا جا سکتا ہے۔

بہرکیف ! آئیے ہم لوگ رسمی ادارہ جاتی علم اور عوامی تجربہ کی غیر رسمی عقل کے درمیان گفتگو کے تازہ ترین امکانات کی جانب لوٹ جائیں اور ہمارے ملک کا ایک بڑا مسئلہ جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے ــــ یعنی مذہبی آہنگی کی میراث کی برقراری کے سیاق و سباق میں اجتماعی دانشمندی کی روایت کی اہمیت پر رابندر ناتھ ٹیگور کی تصنیفات سے ماخوذ جیسے ہوئے اقتباس کے ساتھ اختتام تک پہنچیں۔ ٹیگور اس گراں قدر کارنامہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں جیسے "ساماجیا"، فلسفہ کی گونج کے ساتھ اپنے شیریں اور دلکش نغموں کے ذریعہ اس میدان میں بنگال کے باؤل نغمہ نگاروں نے عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ "ہارامونی" (یعنی گمشدہ جواہر پارے) کے نام سے موسوم محمد منصور الدین کے نایاب باؤل نغموں کے مجموعہ کے پیش لفظ میں ٹیگور کہتے ہیں ــــ "ہمارے ملک کے امراء اور شرفاء جو خود کو تعلیم یافتہ کہتے ہیں، اپنی مجبوریوں کے پیش نظر ہند و مسلم دوستی کے لئے دانشورانہ اقدامات تلاشتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اسکولوں میں ایسی تاریخوں کا مطالعہ کیا جس سے ہم لوگ ناواقف ہیں لیکن ہمارے ملک کی اصل تاریخ ایسے بھائی چارگی کی گواہ ہے جو عام لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں رچ بس گئی ہے۔ اس میل ملاپ کے آئینہ دار باؤل کے نغمے ہیں۔ ان نغموں میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی ایک دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے بغیر ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں اور یہی آپسی محبت کی مشترکہ میراث باؤل کے ہر بول سے رس کی طرح ٹپکتے ہیں۔ اس طرح کا ملاپ یا سنگم محض ایک ملاقات یا کمیٹی پر اختتام کو نہیں پہنچتا ہے۔ اس میل جول نے ایسے نغموں کو جنم دیا جس کی زبان نہایت ہی شیریں ہے اور بولوں کی ادائیگی میں رساحتگی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے . . . . . . یہ سنگم ہندوستانی تہذیب کی سچی تصویر ہے . . تہذیب کی اس آفاقیت کو برقرار رکھنے کے لئے بنگال کے دیہی ماحول میں آج بھی مسلسل اور انتھک کوششیں جاری ہیں گرچہ اسکول اور کالجوں کے ادارہ جاتی تعلیمی نظام آج بھی اس سے ناواقف ہے"۔

مصنفین :ـــ • ڈاکٹر اتیش داس گپتا، پروفیسر اور صدر سوشیولوجی ریسرچ یونٹ • ڈاکٹر انجلی گھوش، صدر سائکالوجی ریسرچ یونٹ • ڈاکٹر دیپا پریہ سین گپتا، ایسوسی ایٹ پروفیسر اسٹاٹسٹکس اینڈ ماتھمیٹکس ڈویژن سے۔

(انگریزی پندرہ روزہ "ویسٹ بنگال" سے ترجمہ از صفدر علی خاں)

ضروری نوٹ :ـ اس مقالہ میں پیش کردہ رائے اور خیالات کا تعلق پورے طور پر مصنفین سے ہے۔ ریاستی حکومت اور ادارے کا ان خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ مدیر معاون مغربی بنگال ■■

ریاستی حکومت نے مشہور بنگلہ شاعر جیبانند داس کا صد سالہ جشن سالگرہ منایا

جوں جوں وقت گزرتا گیا جیبانندا سے متعلق لوگوں کی دلچسپی بڑھتی گئی۔ اب عوام ان کے کام سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ بات وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے گذشتہ ۲۲ فروری کی شام کو ربندر اسدن میں شاعر موصوف کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں اپنی تقریر کے دوران کہی۔

اس موقع پر وزیر موصوف شری پربھات کمار داس کی تصنیف اور بنگلہ اکاڈمی کا مطبوعہ جیبانندا کی سوانح عمری کا اجراء کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس کتاب کی تصنیف کیلئے شری پربھات کمار داس کے شکر گزار ہیں۔ انھوں نے جیبانندا کے بھتیجے شری امیتابھ نندا کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے جیبانندا کا ایک مسودہ وزیر موصوف کے حوالے کیا۔

انھوں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ بنگلہ اکاڈمی میں محفوظ اس مسودہ سے شاعر پر تحقیقی کام کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ اس تقریب میں بنگلہ کے مشہور ناول نگار دیبیش رائے نے جیبانندا کی حیات و خدمات پر ایک پُرلطف تقریر کی۔ ممتاز شعراء جیسے رام باسو، سید مشیور سین، بھاسکر چکرورتی، مانندر اگپتا، دیبارتی مترا، سابیتا دیب سین، جوئے گوسوامی، رکیت داس، انیر بن دھر یتری پتر، گوتم باسو اور دیگر نے جیبانندا کی نظمیں پڑھ کر سنائیں۔

اسی دن دوپہر کو کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں وزیر موصوف نے جیبانندا کی نظموں میں استعمال کئے گئے تصورات پر مبنی ممتاز آرٹسٹس پرکاش کرماکار، بیجن چودھری، روبن منڈل، رام لال دھر، ہیمراج اور دیگر کی بنی پینٹنگ کی نمائش کا افتتاح کیا۔ ■■

حضرت امیر خسرو: قومی یکجہتی کے علمبردار

پروفیسر ساجدہ اسد

ہندوستان اپنی رنگارنگ تہذیب کے لئے دنیا میں مشہور رہا ہے۔ غیر ملکی قوموں کی آمد سے یہاں کے تہذیبی سمندر میں نئی دھاراؤں کا سنگم ہوا۔ ہمارا ملک بہت سے مذہبوں، رسالوں اور ثقافتوں کا گہوارہ بن گیا۔ ان کے آپسی میل جول یا امتزاج سے اس ملک میں ایک نئی شاندار گنگا جمنی تہذیب نے جنم لیا۔ جسے ملی جلی تہذیب کہتے ہیں جس میں مختلف مذاہب، فلسفے، اقوام اور خیالات کے رنگوں کی قوس قزح جھلملاتی ہے۔ امیر خسرو کی شخصیت اس ہندوستانی کلچر اور قومی یکجہتی کی نمائندگی کرتی ہے۔

امیر خسرو ہندوستان کے بہترین فارسی گو شاعر تھے۔ فارسی ادب میں ان کا مرتبہ حافظ شیرازی اور شیخ سعدی کے برابر مانا جاتا ہے خود اہل ایران ان کی فارسی شاعری کا لوہا مانتے ہیں اور انھیں طوطی ہند کہتے ہیں۔ فارسی ادب میں اپنے اس مقام سے امیر خسرو باخبر تھے۔ انھوں نے جابجا اپنی نظم و نثر میں اس بات پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ امیر خسرو کے زمانے میں ہندی زبان اپنے ارتقاء کے ابتدائی دور میں تھی۔ دھیرے دھیرے اپنی منزل کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اپ بھرنش کے اثرات اس میں نمایاں تھے۔ کہیں سدھکوں اور ناتھوں کے ذریعہ سدھیا بھاشا کہلا رہی تھی، کہیں ڈنگل تو کہیں پنگل۔ ایسے دور میں امیر خسرو نے اپنا سر بلند کر کے اپنی مادری زبان کو ہندوی کہا ہے"۔

چوں من طوطی ہندم ار راست پرسی
ز من ہندوی پرس تا نغز گویم

میں تو ہندوستان کا طوطی ہوں، مجھ سے تو ہندی میں بول۔ اگر تو مجھ سے ہندی میں پوچھے، تو میں تجھے بے جوڑ باتیں بتاؤں۔

۱۲۵۳ء میں ابوالحسن یمین الدین امیر خسرو اتر پردیش کے ایٹہ ضلع کے مومن پور گاؤں پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد امیر سیف الدین محمود کا تعلق ہزارہ لاچین سے تھا۔ لاچین ایک ترکی لفظ ہے جس کے معنی باز یا شاہین کے بھی ہوتے ہیں اور غلام کے بھی۔ امیر سیف الدین ترکی کے لاچین قبیلہ کے سردار تھے۔ التمش کے دور میں ہندوستان آئے۔ ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر التمش نے انھیں اپنا سپہ سالار بنایا اور دربار میں خاص مقام دیا۔

امیر خسرو کی والدہ غیاث الدین بلبن کے خاص امیر عماد الملک کی بیٹی تھیں۔ وہ امرائے شاہی میں مشہور و معروف شخص تھے۔ دس ہزار فوج کے افسر تھے۔ اس زمانے میں فوجی عہدے بھی پنج ہزاری، دس ہزاری، بیس ہزاری ہوتے تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں باپ کا سایہ امیر خسرو کے سر سے اٹھ گیا۔ نانا عماد الملک کی زیر نگرانی ان کی پرورش ہوئی۔ ان کو ایسے ماحول میں رکھا گیا، جس سے ان کی ذہانت نکھر کر سامنے آئی۔ کم عمری سے سپہ گری کی تعلیم دینا شروع کر دی اور مکتب میں داخل کرا دیا۔ خوش نویسی اس زمانہ کے مشہور عالم اور خوش نویس مولانا اسد الدین نے سکھائی۔

امیر خسرو بہت ذہین اور قدرتی جدت پسند واقع ہوئے تھے۔ انہیں شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ اپنے والد کے انتقال کے وقت انھوں نے یہ شعر کہا تھا ؎

سیف از سرم گذشت و دل من دو نیم شد
دریائے باروان شد و در یتیم ماند

امیر خسرو کو اپنی والدہ سے ایسی محبت تھی کہ بچوں کی طرح چپٹ کر ماں سے ملتے۔ ماں کے انتقال کے بعد انھیں اس طرح یاد کرتے جیسے کوئی دودھ پیتا بچہ ماں کے لئے بلکتا ہے۔

پندرہ بیس برس کی عمر میں امیر خسرو فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان بلبن بادشاہ تھا۔ امیر خسرو نے گیارہ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور سات بادشاہوں کی ملازمت بھی کی۔ غلام خاندان سے لے کر تغلق خاندان کے بادشاہوں کے ساتھ رہے۔ کیقباد نے انھیں ملک الشعراء کے خطاب سے نوازا۔ جلال الدین خلجی نے انھیں مصحف دار اور ندیم خاص بنایا۔ علاؤالدین خلجی نے انھیں اپنے دربار میں اونچے عہدہ پر فائز کیا۔ غیاث الدین تغلق ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ شاہی دربار میں امیر خسرو کا مقام بہت اہم رہا۔ ہر بادشاہ اور امیر ان کی بے حد قدر کرتا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہتا۔

امیر خسرو نے بیس سال کی عمر میں اپنا پہلا دیوان تیار کیا۔ انھوں نے فارسی اور ہندی میں بھی لکھا۔ فارسی میں ان کی تقریباً سو سے زیادہ تصانیف ہیں۔ شاعری میں دیوان تحفۃ الصغر، وسط الحیات، دیباچہ غرۃ الکمال، دیوان غرۃ الکمال، بقیہ نقیہ، مطلع الانوار، شیریں خسرو، مجنوں لیلیٰ، ہشت

بہشت، آئینہ سکندری، قرآن السعدین، خضر خاں دیول رانی یا عشقیہ، نُہ سپہر، مفتاح الفتوح، مجموعہ رباعیات، کلیات، قصیدہ اور نثر میں اعجاز خسروی، انشائے خسرو، احوال امیر خسرو نہایت الکمال، خزائن الفتوح، نصاب بدیع العجائب، نصاب مثلث، افضل الفوائد وغیرہ ہیں۔ ہندی شاعری میں ریختہ، غزل، گیت، قوالی، کہہ مکرنی، پہیلیاں، انمل ڈھکوسلے اور دوسخنے لکھے۔ قول، راگ سارنگ، ہولی، کھاج، خیال بہار وغیرہ بھی۔

امیر خسرو امراء، وزراء اور شہنشاہوں کے ساتھ رہے۔ ان کے لئے انہوں نے فارسی میں شاعری کی مثنویاں لکھیں۔ ان کی شان میں قصیدے کہے۔ انہیں ایک بڑے صوفی بزرگ خواجہ حضرت نظام الدین اولیاء کی نظر کرم ملی جس نے ان کی زندگی کو صوفیانہ رنگ میں رنگ دیا۔ امیر خسرو کا دن دربار میں گزرتا اور رات اپنے پیر حضرت نظام الدین کے ساتھ۔ امیر خسرو کی طبیعت میں عشق و محبت بدرجہ اتم موجود تھا۔ وہ سراپا عشق تھے۔ یہ روحانی عشق ان کی شاعری میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو ان سے بہت نسبت رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب قیامت میں سوال ہوگا کہ نظام الدین کیا لایا ہے تو خسرو کو پیش کر دوں گا۔ امیر خسرو کی طرف اشارہ کرکے فرماتے۔ الٰہی بسوز سینہ ایں ترک مرا ببخش، یعنی اے اللہ اس ترک کے سینہ میں جو آگ روشن ہے، اس کی بدولت مجھے بخش دے۔ خواجہ صاحب نے ہی امیر خسرو کو ترک اللہ کا خطاب دیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان جلال الدین حضرت خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا، مگر اجازت نہ ملتی تھی۔ آخر ایک دن امیر خسرو سے کہا کہ میرا تو ارادہ یہ ہے کہ بلا اجازت ہی ایک دن ان کی خدمت میں پہنچ جاؤں، اور قدم بوسی حاصل کروں۔ امیر خسرو سے کہا کہ یہ راز افشا نہ ہو۔ امیر خسرو بہت پریشان ہوئے۔ ادھر بادشاہ ادھر پیر کی ناراضگی۔ آخر کار پیر سے یہ بات بتا دی۔ حضرت یہ بات سنکر اپنے پیر خواجہ فریدالدین گنج شکر کے پاس روانہ ہو گئے۔ بادشاہ کو جب پتہ چلا تو امیر خسرو سے راز فاش کرنے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے جواب دیا" اے بادشاہ تیری ناراضگی میں تو صرف جان کا خوف ہے اور حضرت کی ناراضگی میں سلب ایمان کا خوف ہے۔ اس وجہ سے میں نے جان پر ایمان کو ترجیح دی اور حضرت سے یہ حال کہہ دیا۔

ایک بار ایک فقیر محبوب الٰہی کے پاس آیا۔ آپ کے پاس اس کے

دینے کے لئے کچھ نہ تھا حضرت نے اپنے پیر کی جوتیاں دے کر اس فقیر کو رخصت کر دیا۔ وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں امیر خسرو مل گئے۔ امیر خسرو نے اس سے شیخ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ حضور نے اپنی جوتیاں دی ہیں۔ امیر خسرو بے قرار ہوگئے۔ ان کے پاس اس وقت کثیر رقم موجود تھی۔ ساری رقم دے کر فقیر سے اپنے شیخ کے نعلین خرید لئے اور حاضر ہوئے۔ محبوب الٰہی نے فرمایا، "خسرو یہ چیز بڑی سستی تمہارے ہاتھ آگئی" امیر خسرو نے کہا: "اگر میری جان کے عوض مجھ کو یہ چیز مل جاتی تو میں اس کو سستی ہی سمجھتا۔" نوے سال کی عمر میں جب حضرت نظام الدین اولیاء کا انتقال ہوا، اس وقت حضرت امیر خسرو بنگال گئے ہوئے تھے۔ یکایک پیر کی یاد نے ان کو بے چین کر دیا۔ انھوں نے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت محبوب الٰہی کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سنکر آپ بے چین ہو گئے اور بے ساختہ بول اٹھے "سبحان اللہ آفتاب در زمیں و خسرو زندہ"۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنی ساری جائداد اور ملکیت شیخ کے ایصال ثواب کے لئے فقرا اور مساکین میں بانٹ دی اور ماتمی لباس پہن لیا۔ بمشکل سے چھ ماہ زندہ رہے۔ اپنے پیر کے لئے مشہور دوہا لکھا۔

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چہوں دیس

(گوری، پیر اپنے بالوں سے منہ ڈھکے ہوئے سو رہے ہیں۔ اے خسرو تو بھی اپنے گھر چل۔ تاریکی چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ پیر کی وصیت کے مطابق انہیں اپنے پیر کے پاس درگاہ نظام الدین اولیاءؒ میں دفن کر دیا گیا۔ یہ پُرسوز واقعہ ۱۳۲۵ء کا ہے۔ آج بھی حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار پر قوال حضرت امیر خسرو کا یہ مشہور دوہا گاتے ہیں:

دنیا میں حضرت امیر خسرو کی شاعری نے دھوم مچا دی۔ آج بھی وہ اسی اہمیت سے سنی اور پڑھی جاتی ہے جس طرح ان کے زمانے میں دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی خسرو کی علمیت، قابلیت اور ذہانت کا لوہا مانا جاتا ہے۔ ان کی غزلیں، مثنویاں، قصیدے بے حد پسند کئے جاتے ہیں

امیر خسرو کی شاعری بے مثل ہے۔ فارسی کا اتنا عظیم شاعر ایک بڑا عوامی شاعر بھی ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی صفت تھی کہ جس طرح وہ دربار میں جانے پہچانے جاتے تھے، اسی طرح وہ عوام میں بھی ہر دل عزیز تھے۔ ایک بار وہ کہیں جا رہے تھے۔ انھیں پیاس لگی۔ ایک کنوئیں کے پاس گئے جہاں

پنہار نیں پانی بھر رہی تھیں انھوں نے کہا: "پہلے ہمیں شاعری سناؤ پھر پانی پلائیں گے۔" امیر خسرو نے پوچھا "کس کے بارے میں سنوگی؟" ایک بولی ڈھول، دوسری چرخہ، تیسری کتا، چوتھی کھیر۔ امیر خسرو نے برجستہ کہا:

کھیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا
آیا کتا کھا گیا، تو بیٹھی ڈھول بجا لا پانی پلا

امیر خسرو کی فارسی شاعری میں بھی ہندی کے الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ غزل، رباعی اور تغلق نامہ میں بھی ہندی کے الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔

سجن ستان مار مار سر لسر مار
سر اوی گھت ہے ہے تیر مارا
آرے آرے ہمہ پیالے آرے
مارے مارے برہ دمارے آرے

انھوں نے فارسی اور ہندی کو ملا کر مشہور غزل لکھی۔

زحال مسکیں مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبان ہجراں دراز چوں زلف و روزے وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

عبدالرحیم خان خاناں نے امیر خسرو کی اس روایت کو اپنا کر سنسکرت اور کھڑی بولی کو ملا کر، فارسی اور ہندی کو ملا کر شاعری کی۔ راگ سانگ میں امیر خسرو کہتے ہیں ؎

بہت کٹھن ہے ڈگر پن گھٹ کی
کیسے میں بھر لاؤں مدھوا سے مٹکی
مورے اچھے نجام پیا
کیسے میں بھر لاؤں مدھوا سے مٹکی
ذرا بولو نجام پیا
پنیا بھرن کو میں جو گئی تھی
دوڑ جھپٹ موری مٹکی پٹکی
بہت کٹھن ہے ڈگر پن گھٹ کی
خسرو نجام کے بل بل جیئے
لاج رکھو مورے سانجا کی گھٹ پٹ کی

امیر خسرو کے اس بیان کا اندازہ کرشن بھکتی شاعری میں ملتا ہے۔ مٹکی کا ذکر کبیر نے بھی کیا ہے۔ ان کے یہاں یہ مان کی مٹکی ہے جسے توڑے بنا پریتم سے ملنا ممکن نہیں۔ اگر زندگی کے سفر کی منزل کو پن گھٹ تصور کر لیا جائے تو اس میں کتنی رومانیت، روحانیت، ہندوستانیت رنگینی اور شوخی نظر آنے لگتی ہے لیکن امیر خسرو کا یہ پنگھٹ مقام ہے عشق۔ راہِ عشق بہت مشکل ہے۔ شرابِ عشق یعنی مدھوا سے مٹکی بھوٹی ہے۔ وجود فنا ہو جاتا ہے۔ تب ہی گھونگھٹ پٹ کی لاج رہتی ہے۔ خسرو اپنے پیر کی بلائیں لیتے ہیں جنہوں نے انھیں راہ دکھائی — پریم کا تصور ہندی شاعری کو امیر خسرو نے دیا۔ ہندی میں شرنگار رس تو تھا لیکن عشق مجازی اور عشق حقیقی کی باریکیاں فراق، ہجر کا یہ تصور امیر خسرو کی جدت ہے۔ عشق کی اس منزل میں سارے بھید بھاؤ ختم ہو جاتے ہیں۔ عشق، عاشق اور معشوق سب ایک ہو جاتے ہیں تن و من دونوں ایک رنگ میں رنگتے ہیں۔ سونی سیج ڈرانے لگتی ہے۔ برہ کی آگ اسے ڈسنا شروع کر دیتی ہے۔ آتشِ ہجر تیز ہو جاتی ہے۔ اس کا وجود بھسم ہونے لگتا ہے:

مورا جوبنا نویلرا بھیو ہے گلال
چوڑیاں پھوڑوں پلنگ پہ ڈاروں
اس چولے کو دوں گی میں آگ لگانے
کیسے دھر دینی بکس موری مال
سونی سیج ڈراون لاگے
برہ اگن موہے ڈس ڈس جائے
مورا جوبنا نویلرا بھیو ہے گلال

امیر خسرو نے ہندی میں کہہ مکرنیاں لکھیں۔ اسی انداز میں انگریزوں کونشانہ بنا کر بھارتیندو ہریش چندر نے اے سکھی ساجن نہ سکھی انگریز کہا۔
امیر خسرو نے گیت لکھے۔ لڑکی کی رخصت پر پر کھاج راگ میں یہ گیت آج بھی گایا جاتا ہے ؎ کاہے کو بیاہی بدیس رے لکھی بابل مورے

بھائیو کو دینو محل دو محلے
ہم کو دیا پردیس رے لکھی بابل مورے
امیر خسرو کہیں ترا دھن دھن بھاگ سہاگ رے
لکھی بابل مورے کاہے کو بیاہی بدیس رے

امیر خسرو کی شاعری میں لوک جیون، بسنت، ہولی، پریم، برہ، تصوف، فارسی اور ہندی کی آمیزش ہے ہندوستانی رنگ پوری طرح چھایا ہوا نظر آتا ہے جو قومی یکجہتی کی اعلیٰ مثال ہے (بشکریہ پی آئی بی) ■■

پنڈت رام پرساد بسمل : ہندو مسلم اتحاد کی نادر مثال

عادل صدیقی

رام پرساد بسمل ہماری جدوجہد آزادی کا ایک ناقابل فراموش نام ہے۔ ان کی قربانی بے مثال ہے۔ ملک و قوم سے بے لوث محبت کا خون ان کی رگ رگ میں رواں دواں تھا۔ وہ ایک سچے محب وطن ہی نہ تھے بلکہ ہندو مسلم ایکتا کی ایک درخشاں مثال بھی تھے۔ اشفاق اللہ خاں وارثی سے ان کی دوستی بے مثال تھی۔ وطن کی محبت اور خدمت کے رشتے نے دونوں کو ہم خیال و ہم نوا بنا دیا تھا۔ مذہبی تعصب سے کوسوں دور تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد تھا حصول آزادی۔ اسی کیلئے وہ زندہ رہے اور اسی کے لئے انھوں نے اپنی جان بھی دی۔

حالاتِ زندگی:۔ رام پرساد بسمل ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا نرائن لال ریاست گوالیار کے ایک گاؤں سے نقل مکانی کرکے شاہجہاں پور آ گئے۔ یہاں ان کے بیٹے مرلی دھر نے اولاً مقامی میونسپل میں ملازمت کی مگر بعد میں اسے چھوڑ دیا اور ساہوکار کے طور پر روپئے لین دین کا کاروبار کیا۔ رام پرساد بسمل بچپن میں بہت زیادہ چاق و چوبند تھے۔ تعلیمی حالت کے اعتبار سے بھی وہ کسی غیر معمولی ذہانت کا ثبوت نہ دے پائے اور مڈل اسکول کے امتحان میں وہ دو بار ناکام رہے۔ اس کے بعد وہ شاہجہاں پور کے مشن ہائی اسکول میں داخل ہوئے اور یہیں سے دسویں جماعت پاس کی۔

جسمانی صحت کے اعتبار سے وہ ایک تنومند انسان تھے۔ ان کی آنکھوں سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ ہر بات کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں مگر ان کو اظہار بیان پر قدرت نہ تھی۔ وہ انتہائی شرمیلے تھے۔ اسکولی تعلیم کے دوران تو انھوں نے اپنا فوٹو کھنچوانا بھی پسند نہ کیا۔

۱۹۱۵ء میں ان کا تعلق سوامی سوم دیوا سے گہرا ہو گیا۔ سوامی سوم دیوا مشہور سنیاسی تھے اور آریہ سماج کے پیروکار تھے۔ اس رابطے اور تعلق نے ان کی زندگی کا رنگ ہی بدل دیا۔ ان میں دیش بھگتی کے جذبات راسخ ہوتے چلے گئے۔ اور انھوں نے دیش کی خاطر عمر بھر برہم چریہ رہنے کا عہد کیا۔

لاہور سازش کیس میں بھائی پرمانند کو موت کی سزا سنائی گئی۔ اس واقعہ نے رام پرساد بسمل کے دل میں حب الوطنی کی جوت جگائی۔ اس پس منظر میں انھوں نے دیش کی خاطر سامراجیت کے خلاف جدوجہد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انھوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ ملک کی آزادی میں ذات پات یا دھرم کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ چنانچہ ایک اور مشہور انقلابی اشفاق اللہ خاں سے ان کی وفاداری اور پختہ دوستی تاریخ آزادی کا ایک روشن باب ہے۔

شاہجہاں پور کے مشن ہائی اسکول میں نوجوان انقلابیوں کی ایک جماعت پیدا ہوئی جس میں کالی چرن اور گنگا سنگھ کا نام بھی شامل ہے۔ رام پرساد بسمل نے نوجوان انقلابیوں کو منظم کیا۔ ان کو نظم و نسق بے حد عزیز تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کی تنظیمی صلاحیت مشہور تھی۔ انھوں نے مین پوری سازش میں حصہ لیا جو سامراجیت کے خلاف تیار کی گئی ایک اسکیم تھی۔ انگریز ان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے مگر وہ کسی طرح انگریزوں کے ہاتھ نہ آئے۔

کاکوری ٹرین حادثہ:۔ انقلابی جماعت کی تنظیم کے بعد رام پرساد بسمل نے اس کے ذریعہ ملک کو آزاد کرنے کا نقشہ تیار کیا مگر اس جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لئے روپیہ درکار تھا۔ روپے کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ پیسہ حاصل کرنے کی مجبوری نے ان کو کاکوری ٹرین ڈکیتی کا منصوبہ بنانے پر آمادہ کیا۔ ۶ یا ۷ اگست ۱۹۲۵ء کو شاہجہاں پور میں انھوں نے انقلابیوں کی ایک میٹنگ بلائی۔ اس میٹنگ میں شریک ہونے والوں میں پنڈت رام پرساد بسمل کے علاوہ اشفاق اللہ خاں، منمتھ ناتھ گپت، راجندر ناتھ لاہری، سچندر ناتھ بخشی، مکند لال گپت، بنواری لال سریواستو، چندر شیکھر آزاد اور کاشی ناتھ وغیرہ شامل تھے۔ یہ میٹنگ رام پرساد بسمل نے اپنے گھر پر ہی بلائی تھی۔ اس میں اشفاق اللہ خاں نے نمایاں حصہ لیا۔ اس میٹنگ میں روپیہ جمع کرنے کی مختلف تجویزیں مختلف لوگوں کی طرف سے پیش کی گئیں۔ آخر کار یہ طے ہوا کہ ریل کا خزانہ لوٹا جائے۔ ریل میں خزانہ رکھتے اور اتارتے ہوئے پنڈت رام پرساد بسمل نے دیکھا تھا کہ انھوں نے ہی یہ تجویز پیش کی۔ اس کا مقصد انھوں نے یہ بتایا کہ اس سے ایک تو تحریک آزادی کا پیغام گھر گھر عام ہو جائے گا اور کچھ روپیہ بھی ان کے ہاتھ آسکے گا۔ چنانچہ رام پرساد بسمل کی اس فوج کے بہادر سپاہی اشفاق اللہ نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری قبول کرلی۔ رام پرساد بسمل کی رہبری میں اشفاق اللہ اور مکند لال گپت

نے ۸ اگست ۱۹۲۵ کو ڈاؤن پسنجر ٹرین کو کاکوری کے موڑ پر روک لیا اور یہ باغی نوجوان سرکاری خزانے کے تھیلے لے کر لکھنؤ کی جانب چلے۔ ان میں سے تقریباً دس ہزار روپے ان کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ ہندوستان کے اخبارات نے اس خبر کو پہلے صفحہ پر سرخی کے ساتھ شائع کیا۔ اس واقعہ سے کاکوری کا چھوٹا سا اسٹیشن ایک تاریخی مقام بن گیا۔ ملک بھر میں انقلابی پارٹی کی دھاک بیٹھ گئی۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے ملک میں کوئی انقلابی پارٹی کام کر رہی ہے۔

رام پرساد بسمل بھی گرفتار کر لئے گئے۔ انھوں نے گورکھپور جیل سے ایک آخری خط اشفاق اللہ خاں کو فیض آباد جیل کے پتے پر لکھا اور ان کی اس جانثاری پر انھیں مبارکباد دی۔ پنڈت رام پرساد بسمل نے گورکھپور جیل میں ایک کتاب لکھی جو ۱۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو یعنی ان کی پھانسی سے کل تین دن پہلے ختم ہوئی۔ اس کتاب کا نام ہے "کاکوری کے شہید" رام پرساد بسمل کی مختصر سی زندگی پر مولانا ابوالکلام آزاد کے اس قول کا پوری طرح اطلاق ہوتا ہے کہ "جب لوگ کامرانیوں اور جوش و تمنّیوں کے پھول چن رہے تھے، اس وقت ہمارے حصے میں تمناؤں اور حسرتوں کے کانٹے آئے۔ انھوں نے پھول چن لئے اور کانٹے چھوڑ دیئے۔"

یہ حریت پسند لکھنؤ میں مقدمے کی سماعت کے دوران عدالت میں گھسنے سے پہلے یہ مشہور غزل گاتے، جسے آج بھی ہم دیش بھگتی کے ترانے کے طور پر گاتے ہیں۔

سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
رہرو راہ محبت رہ نہ جانا راہ میں
لذت صحرا نوردی دوریٔ منزل میں ہے
وقت آنے دے بتا دیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے
اے شہید ملک و ملت ہم تو ہیں تجھ پہ نثار
اب تری ہمت کا چرچا غیر کی محفل میں ہے
آج مقتل میں ہے قاتل کہہ رہا ہے بار بار
اب بھلا شوق شہادت بھی کسی کے دل میں ہے

اب نہ اگلے ولولے ہیں اور نہ ارمانوں کی بھیڑ
ایک مٹ جانے کی حسرت اب دل بسمل میں ہے

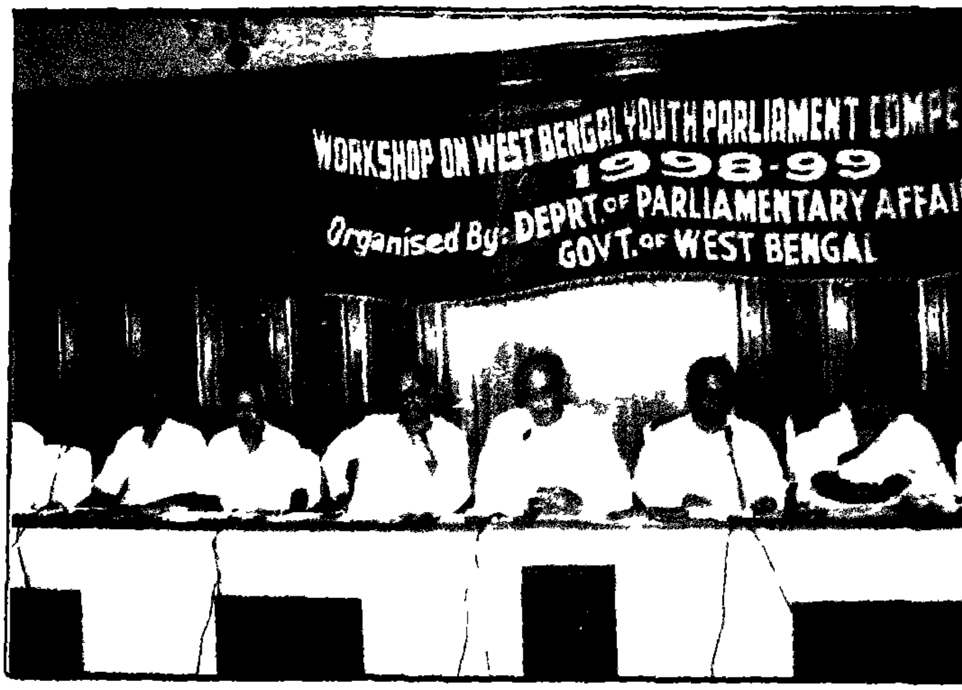
۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء کو ان محسنان وطن کی قسمت کا فیصلہ سنایا جانا تھا۔ اس روز بھی پولس کی مزاحمت کے باوجود وہ یہی غزل گاتے ہوئے کمرہ عدالت میں داخل ہوئے۔ جج ہیملٹن نے بسمل اور ان کے دو ساتھیوں راجندر ناتھ لاہری اور ٹھاکر روشن سنگھ کو پھانسی کی سزا سنائی مگر ان روح فرسا فیصلے کو سن کر بھی ان کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی۔ باقی ملزموں کو عمر قید اور کالے پانی کی سزا سنائی گئی۔ اشفاق اللہ خاں ذرا دیر سے پکڑے گئے تھے اس لئے ان پر علیحدہ مقدمہ چلایا گیا اور ان کو بھی پھانسی کی سزا سنائی گئی۔

۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو گورکھپور جیل میں رام پرساد بسمل کو پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا گیا۔ اس سے قبل ۱۷ دسمبر ۱۹۲۷ کو گونڈہ جیل میں راجندر سنگھ لاہری کو پھانسی دے دی گئی۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء کو فیض آباد جیل میں اشفاق اللہ نے پھانسی کے تختے کو چوما۔

رام پرساد بسمل نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت ایک طویل نظم بھی لکھی تھی "دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو" کے عنوان سے آج بھی بے حد مقبول ہے۔ شمالی ہند کی اس نظم کے چند بند ملاحظہ ہوں ؎

حیف! ہم جس پہ کہ تیار تھے مرجانے کو
یک بیک ہم سے چھڑایا اسی کاشانے کو
آسماں کیا یہی باقی تھا غضب ڈھانے کو
لا کے غربت میں جو رکھا ہمیں ترسانے کو
کیا کوئی اور بہانہ نہ تھا ترسانے کو
پھر نہ گلشن میں ہمیں لائے گا صیاد کبھی
کیوں سنے گا وہ ہماری کوئی فریاد کبھی
یاد آئے گا کسے یہ دل ناشاد کبھی
ہم بھی اس باغ میں تھے قید سے آزاد کبھی
اب تو کاہے کو ملے گی یہ ہوا کھانے کو
دل فدا کرتے ہیں، قربان جگر کرتے ہیں
پاس جو کچھ ہے وہ ماتا کی نذر کرتے ہیں
خانہ ویران کہاں دیکھئے گھر کرتے ہیں

باقی ص۳۱ پر



اسپیکر ہاشم عبدالحلیم وزیر پارلیمانی امور شری پربودھ چندر سنہا و دیگر ریاستی پارلیمانی امور کی جانب سے
گذشتہ ۱۶؍ فروری کو مغربی بنگال اسمبلی کے احاطے میں "ویسٹ بنگال یوتھ پارلیمنٹ کمپٹیشن ۱۹۹۸-۹۹ء" پر منعقدہ
ورک شاپ میں (نیچے) وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھا دیب بھٹا چاریہ گذشتہ ۲۲؍
فروری کو مشہور بنگلہ شاعر جیبا نند داس کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر ان کی ایک سوانح عمری کا اجراء کرتے ہوئے۔



MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
March 1, 1999

REGD No WB/CC-596
Vol No 46, Issue No 5
Price 50 Paisa



گورنر ڈاکٹر اے۔آر۔قدوائی گذشتہ ۳ فروری کو گورنر ہاؤس میں فرانس کے ایک وفد سے ریاست کے مجوزہ پروجیکٹوں پر بات چیت کرتے ہوئے
(نیچے) گورنر موصوف گذشتہ ۲ فروری کو گورنر ہاؤس میں منعقدہ ایک تقریب میں بردوان سوسائٹی کے ایک عہدہ دار کو ڈی سی جی ایوارڈ سے نوازتے ہوئے



Editor Tarapada Ghosh, Asst Editor Md Mustafa ... hed by the Information & Cultural Affairs Deptt of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corp... Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta 700012

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ • ۱۵ مارچ ۱۹۹۹ء • شمارہ نمبر ۶

مدیر اعلیٰ:۔ تارا پدا گھوش
مدیر معاون:۔ محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ: دس روپئے • نصف سالانہ: پانچ روپیے
• فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :
بزنس منیجر!
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601 / 3371 Ext: 710

ترتیب

اسمبلی کے بجٹ سیشن ۱۹۹۹ء سے گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی کا خطاب

ریاست میں امن وامان کی مجموعی صورت حال تشفی بخش رہی ہے / گورنر

مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے۔ آر۔ قدوائی نے گزشتہ ۱۰ مارچ کو ریاستی قانون ساز اسمبلی کے بجٹ سیشن ۹۹ء کا افتتاح کرتے ہوئے ریاست کے امن وامان کی مجموعی صورتحال پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست میں فرقہ وارانہ امن اور ہم آہنگی کی روایت کو عام لوگوں کی حمایت اور انتظامیہ کی چوکسی سے برقرار رکھا جاسکا ہے۔ گورنر نے ریاستی حکومت کے مختلف شعبوں کی کارکردگی پر بھی روشنی ڈالی۔ گورنر موصوف کی تقریر کا اردو متن درج ذیل ہے:



عزت مآب اسپیکر اور عزت مآب ممبران!

اس سال بدھاں سبھا کے پہلے سیشن میں آپ سبھوں کا پُر جوش خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں آپ سبھوں کو نیک خواہشات پیش کرتا ہوں اور آپ کے ذریعے ہماری ریاست کے عوام کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

آج ہم سابق وزیر اعظم ہند شری گلزاری لال نندا، اس ریاست کی سابق وزیر شریمتی چھایا بیرا اور سابق وزراء امریندو مکھرجی، شری پرملا کانت گھوش، شری بیمل چندر ابسین اور اردھیندو شیکھر نسکر، اس ہاؤس کے سابق ڈپٹی اسپیکر سیتوش کانتی مکھرجی، اس ہاؤس کی لستمبر شری ستانی رنجن گانگولی اور اس مقدس ہاؤس کے سابق ممبران شری رام داس سرجی، شری مادن بورا، شری نورالاسلام چودھری، شری بنجمن لھنا چاریہ، شری جوگیش مکھرجی اور ڈاکٹر متروئی لوس کے گزر جانے پر افسوس کے ساتھ انہیں یاد کر رہے ہیں۔ ہم رام کرشنا مشن انسٹی ٹیوٹ آف کلچر کے سابق سکریٹری سوامی لوکیشور آنند، ممتاز ڈائرکٹر اور ڈرامہ کار شری جوتیں دستیدار، مشہور صحافی شری نکھل چکرورتی، ممتاز تاریخ داں اور وشوا بھارتی کے وائس چانسلر شری املیش ترپاٹھی، معمر موسیقی کار شری انل گھوش مکھرجی، مشہور رندرل گیتی کے گائیک شری دھیریندر چندر امترا اور معمر ہر فن مولا اداکار انوپ کمار کی موت پر گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہیں۔

گذشتہ سال پروفیسر امرتیہ سین کو معاشیات میں نوبل پرائز ملنے پر ہمیں کافی خوشی ہوئی۔ ہماری ریاست، ہمارے ملک اور پوری تیسری دنیا کے لئے یہ باعث فخر ہے۔ پروفیسر سین ہماری تعریف کے مستحق ہیں۔

ہم جیوتی موئی سکدر جنہوں نے ایشین گیمس میں طلائی تمغے جیتے ہیں کی کارکردگی سے بھی بہت متاثر ہوئے ہیں۔ وہ اعلیٰ تحسین کی حقدار ہیں۔

ریاست میں امن وامان کی مجموعی صورتحال تشفی بخش رہی ہے۔ یہ بات بھی قابل اطمینان ہے کہ ریاست میں فرقہ وارانہ امن اور ہم آہنگی کی روایت کو عام لوگوں کی حمایت اور انتظامیہ کی چوکسی سے برقرار رکھا جاسکا ہے۔ میری حکومت پولس کی جانب سے بروقت مداخلت، مناسب اور تیز رو تفتیش اور قصورواروں کے خلاف موثر قانونی کارروائی کی ضمانت دینے میں اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہے۔ ریلوے اور ہائی وے کے جرائم اور عورتوں کے خلاف جرم سے نمٹنے کے لئے بالخصوص توجہ دی جارہی ہے۔ یہ سلسلہ وار طریقہ کار ہے اور جس پر بیدار مغزی کے ساتھ عمل کرنا ہے اور اس کی ضمانت دینا ہے۔ انتظامیہ کی جانب سے بنیاد پرست اور علیحدگی پسند طاقتوں کی سرگرمیوں پر بھی کڑی نظر رکھی گئی ہے۔ دیہیلس کو ان غیر مطلوبہ غیر ملکیوں اور ایجنسیوں کے داخلے کو روکنے کے لئے سرگرم

عمل رکھا جا رہا ہے جو ہمارے اندرونی امن و امان اور سیکوریٹی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ۱۹۹۷ء کے دوران نیشنل کرائم ریکارڈس بیورو کے مرتبہ اعداد و شمار کے مطابق تشدد کے جرائم کے معاملہ میں ملک کے پہلے بارہ اہم شہروں میں کلکتہ میں جرائم کی شرح یعنی جرم فی لاکھ آبادی سب سے کم ہے۔

ریاستی حکومت حقوق انسانی کے تحفظ کو از حد ترجیح دیتی ہے قومی حقوق انسانی کمیشن اور ریاستی حقوق انسانی کمیشن کی جانب سے پیش کردہ تمام سفارشات کو ریاستی حکومت نے منظور کیا ہے۔ اور ان میں بہتوں کو باضابطہ طور پر روبہ عمل بھی لایا گیا ہے۔ حراستی جرائم کو روکنے اور پولس عملہ کو حساس بنانے اور اس سلسلے میں عوامی بیداری لانے کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔

پنچایتی اداروں کے ذریعے دیہی ترقیات میں مقامی لوگوں کی مؤثر شمولیت کو پُریقین بنانے کے معاملے میں ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ سہ درجاتی پنچایت نظام کافی اطمینان بخش طریقے سے کام کر رہا ہے۔ دارجلنگ ضلع کے علاوہ ریاست کے تمام اضلاع میں گذشتہ مئی کو ان اداروں کے لئے عام انتخابات ہوئے۔ یہ انتخابات آزاد اور منصفانہ طریقے سے ہوئے اور ۷۰ فیصد سے زاید رائے دہندگان نے ان اداروں کی از سر نو تشکیل کے لئے عوام کی پُرجوش ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ ۵۸۴۳۰ منتخبہ ممبروں میں ۷۰ فیصد ممبران نئے ہیں۔ انھیں اپنی ذمہ داریوں کی نئی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں خود کو تیار کرنے کے لئے گذشتہ سال کے ستمبر سے ایک تربیتی پروگرام چالو کیا گیا ہے۔ ترقیاتی پروگراموں کی منصوبہ سازی اوران کے عمل درآمد میں بنیادی سطح سے عام لوگوں کی شرکت کو پنچایتی نظام پُریقین بناتا ہے۔ خواتین اور سماج کے کمزور طبقہ کے ممبروں کی مناسب شمولیت رہی ہے۔ یہ ان سبھوں نے اختیارات کی تفویض کے سلسلے میں مدد کی ہے اور عوام کے اعتماد کو استوار کیا جا سکا ہے جس سے اب عوام خود اپنی قسمت کے معمار ہو گئے ہیں۔

آپ یقیناً اس بات سے واقف ہوں گے کہ یہ ریاست بے زمین لوگوں کے درمیان فاضل زمینوں کی تقسیم سمیت اصلاحات اراضی کے میدان میں پیش رو کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب تک ۱۰۴۳۲ لاکھ ایکڑ زرعی قطعات اراضی ۲۵۰۳۱ لاکھ لوگوں میں تقسیم کئے گئے ہیں جس میں شیڈولڈ کاسٹ کے ۸۰۹۱ لاکھ افراد اور شیڈولڈ ٹرائب کے ۴۰۹ لاکھ افراد مستفید ہوئے ہیں۔ اب تک ۱۴۰۸۶ لاکھ بٹائی دار کسانوں جو کہ برگہ دار ہیں، کے نام رکارڈ کئے گئے ہیں اور ایسے زیر کاشت قطعات اراضی ۱۱ لاکھ ایکڑ ہیں۔

اعداد و شمار کی حفاظت، ضمانت اور محفوظیت کو پُریقین بنانے اور زمین کے ریکارڈ کو تازہ ترین کرنے کے سلسلے میں اور لوگوں کو تصدیق شدہ کاپیوں کو مستعدی سے جاری کرنے پر عمل کیا گیا ہے زمینوں کے ریکارڈس کو کمپیوٹر کے تحت لایا گیا ہے۔ اس سے اعداد و شمار کا اندراج میں بتدریج تیزی آئی ہے۔ جون ۲۰۰۰ء تک یہ کام مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

کچھ وقتوں سے عوامی شکایت کا ازالہ ہماری سرکار کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ اس پر عمل درآمد کے لئے یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے رائٹرس بلڈنگس میں پبلک گریویس اینڈ اسسٹنس آفس (عوامی شکایات اور امدادی کے لئے دفتر) کو کھولنے کے سلسلے میں ایک جامع سرکاری آرڈر جاری کیا گیا۔ اس دفتر کا کام کاج پورے طور پر کمپیوٹر کے تحت لایا گیا ہے۔ تمام شعبوں کے نمائندے اس پبلک گریویس اینڈ اسسٹنس آفس میں باری باری سے شرکت کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی پبلک گریویس اینڈ اسسٹنس آفس ضلع اور سب ڈویژنل صدر دفاتر میں بھی قائم کئے جا رہے ہیں۔

علاوہ ازیں ہر شعبہ اور ڈائرکٹریٹ کو جوائنٹ سکریٹری/ جوائنٹ ڈائرکٹر کے عہدے کے ایک آفیسر کو گریویس آفیسر کے طور پر مقرر کرنا ہے جو متعلقہ شعبہ کے سکریٹری کے سامنے جوابدہ ہوگا اور جو عوامی شکایات اور معروضوں کے سلسلے میں مختلف سطح پر کئے گئے جوابی اقدامات اور کارروائی کو نمایاں طور پر اجاگر کرتے ہوئے ایک سالانہ رپورٹ پیش کرے گا۔ بہت سی سطحوں پر رپورٹوں کو عوامی شکایت کے ازالے میں پیش رفت کی تشخیص کے لئے اور متعلقہ افسروں کے کام کاج کا اندازہ لگانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ عوام کے ساتھ رابطہ میں بنگلہ/ نیپالی/ مقامی زبان کے استعمال پر بالخصوص زور دیا جا رہا ہے۔ عوام کو افسروں کے تقرب فراہم کرنے کے لئے تمام بدھ کے

دنوں کو بنیفٹنگ کا دن قرار دیا گیا ہے

میری حکومت نے ایک موثر، جدید اور جوابدہ انتظامیہ کی فراہمی کی پالیسی اپنائی ہے تاکہ اسے ذمہ دار، شہری دوست اور بہتر بنایا جاسکے۔ میری حکومت نے شہری خدمات کو صحت مند اور مؤثر بنانے کا عہد کیا ہے۔ ایک کارگزار جماعت کی تشکیل کی گئی ہے۔ یہ جماعت اداروں کی جدت کاری اور ترقی کے مختلف معاملوں کو بالخصوص سرکاری اداروں میں بھاری دباؤ والے اور ناقص علاقوں میں دیکھتی ہے۔ ان علاقوں میں خصوصی توجہ دی جارہی ہے جہاں دفتری کام کاج کے سلسلے میں تیز رفتار ریکارڈ کی آسانی، اعداد و شمار کی بازیابی، اور طریقہ کاری کے لئے اطلاعاتی تکنالوجی میں دستیاب تکنیک کے استعمال کو چالو کرتے ہوئے عوام کے ساتھ براہ راست تال میل قائم ہے۔

ورکنگ گروپ کی سفارشات کی بنیاد پر ایک ٹاسک فورس کو قائم کیا گیا ہے جو عوام کے ساتھ تال میل، سکریٹریٹ کے کام کاج کی کمپیوٹرائزیشن کی توسیع و ترقی، کمپیوٹر کے استعمال میں افسروں اور ملازمین کی تربیت سمیت مختلف معاملوں میں اور پرسنل مینجمنٹ کے کام کاج کی کمپیوٹرائزیشن میں بھی ورکنگ گروپ کے ساتھ تعاون کرے گی ــــ مختلف شعبوں میں موجود سوفٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کے سلسلے میں مکمل فہرست سے متعلق موجودہ کمپیوٹر کے شمار کا کام اپنایا گیا ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ حسب ضرورت کمپیوٹر پر مبنی کام کاج کو انجام دینے کے لئے مختلف افسروں اور ملازمین کی تربیت کا انتظام کیا جائے گا مزید برآں ہر شعبہ کو اطلاعاتی ٹکنالوجی صلاح کار فراہم کیا جائے گا جو کمپیوٹرائزیشن کے لئے ترجیحات اور دباؤ پڑنے والے علاقوں کے فیصلہ میں متعلقہ شعبہ کے سکریٹری کو مشورہ دیگا۔ زراعت کے میدان میں ہماری ریاست نے قطعاً اراضی اور دیگر وسائل کی محدودیت کے باوجود حالیہ برسوں کے دوران تیز رفتار شرح سے زرعی پیداوار کی سطح بڑھانے میں بے مثال کامیابی حاصل کی ہے۔

نویں منصوبہ کے پہلے سال (۹۸-۱۹۹۷ء) کے دوران ریاست نے ۴۵ء۱۳۴ لاکھ ٹن تک کے غذائی اجناس پیدا کئے جن میں ۳۶ء۱۳۲ لاکھ ٹن صرف چاول شامل ہے۔ اس ریاست کی زرعی پیداوار کی تاریخ میں یہ ایک ہمہ وقتی ریکارڈ ہے۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران غذائی اجناس کی مقررہ پیداوار ۵۰ء۱۴۴ لاکھ ٹن ہے۔

پٹسن (جوٹ) اس ریاست کی سب سے اہم نقد فصل ہے اور جو ہندوستان کی کل پیداوار کے تقریباً ۴۹ فیصد ہوتا ہے اس نے ۷۵ء۴۹ بیل (گانٹھ) کی پیداوار کی ریکارڈ قائم کی ہے۔ حیوانی وسائل کی ترقی کے میدان میں میری حکومت کے اقدامات کو خاص طور پر مویشی پالن کی ترقی اور روزگار کی افزائش کے ذریعے دیہی غریبی کی تخفیف اور

دودھ، گوشت اور انڈے کی پیداوار بڑھانے میں مرتکز کیا گیا ہے۔ ایک ملا جلا مویشی پالن بھی چالو کیا گیا ہے اور مویشی پالن کے تمام پہلوؤں پر عملہ کی مناسب تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔

غیر منظم اور غریب دودھ کی پیداوار کرنے والوں کو ان کے مفادات کے تحفظ اور ہونے والے استحصال سے محفوظ بچاؤ کے لئے بتدریج کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے تحت لایا گیا ہے۔ مغربی بنگال کوآپریٹیو ملک پروڈیوسرس فیڈریشن مع ۱۸۶۳ ملک پروڈیوسرس کوآپریٹیو سوسائٹیز نے ۱۶ء۱ لاکھ فارم ممبروں کو اپنے تحت لایا ہے جو فی روز ۹۰ء۱ لاکھ کیلوگرام کے دودھ کی مجموعی پیداوار کرتے ہیں۔ عوام کے غریب تر طبقہ کے لئے بالخصوص معذور افراد اور کالج اور اسکول کے طلبا کے لئے کم قیمت کا دودھ بنام "جنتا دودھ" جس کی قیمت ۵۰ء۷ روپے فی لیٹر ہے چالو کیا گیا ہے۔ حال ہی میں صرف اسکولی بچوں کے لئے میٹھے اور لذیذ حیاتین آمیز دودھ چالو کیا گیا۔

ماہی پروری کے سیکٹر میں اس ریاست نے گذشتہ برسوں کے دوران قابل ذکر کامیابی حاصل کی ہے۔ ریاست دوسری ریاستوں کو مچھلیوں کا بیج سپلائی کرنے کے سلسلے میں برتری رکھنے کے علاوہ اندرونی ماہی پروری کے معاملے میں بھی فی اکائی آبی علاقہ زبردست پیداوار ریکارڈ کی جارہی ہے۔ عالمی بینک کے مالی تعاون سے دیگھا اور کیننگ میں فش اینڈ شرمپ کلچر پروجکٹ (مچھلی اور جھینگری کی پیداواری پروجکٹ) چالو کر دیا گیا ہے۔ داد مینترا پرادو دھیگر بار میں پروجکٹ کا کام بہت جلد شروع ہونے جارہا ہے۔ اس پروجکٹ سے ۳۰ فیصد خواتین سمیت غریبی کی سطح سے نیچے ۱۶۵۰ افراد مستفید ہوں گے۔ کھارے پانی کے سیکٹر میں ۱۴۳ چھوٹے کاروباری ادارے بھی مستفید ہوں گے۔ کوآپریٹیو سیکٹر میں میں ڈیپ سی ٹریپ پروجکٹ کے کام میں کافی ترقی آئی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ امسال مئی مہینے تک یہ مکمل ہو جائے گا۔ ۴۳ء۱۷ کروڑ روپے کی لاگت سے ڈائمنڈ ہاربر میں مچھلی پکڑنے کی چھوٹی بندرگاہ تعمیر کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔ ماہی پیداوار کو ترقی دینے اور اس کی برآمد کو آسان بنانے کے لئے میری حکومت ۱۱ کروڑ روپے کی لاگت سے جک گرڈیا کے کوآپریٹیو سیکٹر میں ایک کامن فیسیلٹی سنٹر (عام رعایتی مرکز) قائم کرنے کی بھی تجویز رکھتی ہے۔

ماحولیاتی پستی جو ایک عالمی واقعہ ہے کی وجوہات میں ایک اہم وجہ جنگلات کی تباہی ہے۔ اس ریاست کے شعبہ جنگلات نے جنگلات کے تحفظ اور ترقی کے لئے کئی رہنمائی کام انجام دیئے ہیں۔ شرکتی جنگلاتی انتظام کو ایک اختراعی نظام کے طور پر چالو کیا گیا ہے اس کے ساتھ ۳۰۰۰ سے زائد جنگلاتی تحفظ کمیٹیوں کی تشکیل کی گئی ہے جس کے تحت تقریباً ۴۵۰۰۰ ہکٹائر جنگلات کا تحفظ کیا گیا ہے جوائنٹ مینجمنٹ پلان بالخصوص جنوبی اضلاع میں ایک فائدہ مند اسکیم ثابت ہوئی ہے جس سے سماج کے کمزور طبقے مستفید ہو رہے ہیں۔

ریاست کے کل جنگلاتی علاقے کے ۴۳ فیصد اب تنوع حیات کے تحفظ کے تحت ہے۔

اس ریاست میں پانچ نیشنل پارکس، ۱۵ سینکچوریز، ۲ ٹائیگر ریزروس، ایک بائیوسفیر ریزرو میں جنگلاتی زندگی کی ہمہ جہت ترقی کے لئے اور اس کے تحفظ کے لئے ماہرین اور دیگر ایجنسیوں کے ذریعے مختلف مطالعات کا انتظام کیا جارہا ہے۔

حال ہی میں جنگلاتی عملہ کو پنچایت سے متعلق عہدے دیئے گئے ہیں تاکہ وہ پنچایتوں کے تحت جنگل کاری کے پروگراموں میں ایک اہم کردار ادا کرسکیں۔ اس نے شعبۂ جنگلات کی سرگرمیوں میں ایک نئی جہت عطا کی ہے۔ مغربی بنگال میں اب درختوں سے معمور علاقہ ۱۷ فیصد ہے۔ سرکاری جنگلاتی علاقہ ۱۴ فیصد ہے۔ غیر جنگلاتی علاقہ میں ۳ فیصد درختوں سے معمور علاقہ شامل کیا گیا ہے جو سماجی جنگلاتی سرگرمیوں سے خاص طور پر منسوب ہے۔ دیہی سیکٹر میں اس سے بھی روزگار کی افزائش ہوئی ہے۔

حالیہ سال کے دوران میری حکومت نے شعبۂ آبپاشی اور آبی نقل وحمل میں رورل انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ فنڈ کے تحت نابارڈ (NABARD) کے مالی امداد سے اور ایکسیلاریٹیڈ ایریگیشن بنیفٹ پروگرام کے تحت حکومت ہند کے مرکزی قرض امداد سے ۵۰ ہزار ہیکٹائر قطعات اراضی کی آبپاشی زرخیزیت پیدا کی ہے۔ ہندوستان کے عظیم ترین آبپاشی پروجیکٹوں میں سے ایک تیستا بیراج پروجیکٹ پر کام تیزی سے جاری ہے۔

۳۱ مارچ ۱۹۹۸ء تک کسانوں کو قلیل مدتی قرض کے طور پر ۲۱۳،۸۷ کروڑ روپے کی رقم طویل مدتی قرض کے طور پر پیشگی دی ہے۔ سنہ ۹۹-۱۹۹۸ کے دوران غربت کی سطح سے نیچے ۲ لاکھ ممبروں کے نام اندراج کرنے کا پروگرام لیا گیا ہے۔ کوآپریٹیو تحریک میں عورتوں کی شمولیت کو بڑھاوا دیا گیا ہے۔ فی الحال ریاست میں ۳۰ ویمن پرائمری کوآپریٹیو کریڈٹ سوسائٹیاں ہیں۔ ۴۸،۶۲ لاکھ میٹرک ٹن کی صلاحیت کے ساتھ ۳۴ سرد گھر اور ۵،۱۱۷۳ لاکھ میٹرک ٹن کی صلاحیت کے ساتھ ۳۵۲۳ گودام گھر قائم کئے گئے ہیں۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران قومی کوآپریٹیو ترقیاتی کارپوریشن نے نئے کوآپریٹیو سرد گھر کیلئے منظوری دی ہے۔

غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کرنے والے عوام کے مفاد کیلئے ایک موثر عوامی نظام تقسیم کو برقرار رکھنا میری حکومت کے مقاصد میں سے ایک ہے۔ ریاستی حکومت نے عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ عوام کو معیاری چاول فراہم کرنے کے لئے ۹۸-۱۹۹۷ء کے خریف موسم سے فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کی جانب سے لیبی چاول جمع کر پائی ہے اور لیبی کے طور پر ۴،۲۶ لاکھ ٹن چاول اکٹھا کیا ہے۔ موجودہ مالی سال کے دوران ۴،۹۹ لاکھ ٹن چاول کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے کراسن تیل کی مقررہ مقدار ناکافی ہے۔ گھریلو مصارف کی ضروریات کو مکمل طور پر پوری نہیں کی جاسکتی ہے۔ کھانے کے تیل کی بڑھتی ہوئی قیمت کے پیش نظر ریاستی حکومت سال بھر عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ کھانے کے تیل کی سپلائی کو جاری رکھنا چاہتی ہے۔ پیاز اور سرسوں کے تیل کی قیمتوں میں بے دریغ اضافہ کا معاملہ ریاستی حکومت نے حکومت ہند کے ساتھ اپنے ہاتھ لیا ہے۔ قیمتوں کو مضبوطی سے قائم رکھنے کیلئے کچھ مقامی بازار میں مداخلت کی گئی ہے۔ نئی دہلی میں حکومت ہند کے ساتھ ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مرکز مناسب قیمتوں پر دستیابی کی ضمانت دینے کیلئے متواتر طور پر ریاستوں کے ساتھ صلاح ومشورہ سے پیداوار، مانگ اور ایسی اشیاء کی سپلائی کی گہرائی سے نگرانی کرے گا۔

چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں کے قیام کے لئے متمنی کاروباریوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلے میں موجودہ صنعتی املاک کی کارکردگی کو بڑھاوا دینے اور ان کی ترقی کے لئے نیز پانچ کمپلکس کے قیام کیلئے کام تیزی سے جاری ہے۔ تیار شدہ پوشاکوں، چمڑے کے سامان، پاور لوم، ٹکسٹائل اور مصنوعی خوراک کیلئے کمپلکس قائم کرنے کے سلسلے میں متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہینڈلوم کپڑوں کی فروخت کو بڑھانے کے لئے میری حکومت نے ہینڈلوم ویورس کوآپریٹیو سوسائٹیز کو امیمد چھوٹ کی منظوری کو جاری رکھا ہے اگرچہ حکومت ہند نے اس اسکیم کو بند کردیا ہے۔ نیشنل سیریکلچرل پروجیکٹ کی تکمیل کے بعد ایک نئی بیرونی طور پر امداد یافتہ اسکیم بنام "سیری — ۲۰۰۰" کو حکومت ہند اور سوئس ایجنسی فور ڈیولپمنٹ اینڈ کوآپریشن کے مالی تعاون سے ۵ برسوں کی مدت کے لئے چالو کیا گیا ہے۔

سرمایہ کاری کے پس منظر میں ترقی کو پریقین بنانے کے لئے مناسب اقدامات کے ذریعہ صنعتی سیکٹر میں تیز رفتار ترقی تک پہنچنے کے لئے میری حکومت کی "پالیسی کی پہل" نے مثبت نتائج پیدا کرنا شروع کردیا ہے۔ ریاست اب ثابت قدمی کے ساتھ صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں کی از سر نو افزائش اور احیاء نو کے راستے پر گامزن ہے۔ دیہی سیکٹر میں کامیابیوں کے استحکام نے گھریلو بازار کے حجم میں اضافہ کیا ہے جس کے تحت نئی صنعتی سرمایہ کاری کے لئے مواقع بڑھائے ہیں۔

مسابقتی قیمتوں میں ہنرمند انسانی وسائل کی دستیابی، متعدد قدرتی وسائل کی آسان دستیابی، توانائی کی تشفی بخش صورت حال، کاروباری سرگرمی کے لئے مستحکم اور موافق ماحولیات، وسیع ساحلی علاقہ اور متعلقہ طور پر ترقی یافتہ بنیادی سہولتیں مغربی بنگال میں صنعت کے لئے Advantages میں کچھ ہیں۔ یہ ریاست ملک کے مشرقی خطہ کا مدار ہونے کے لئے سرگرم عمل ہے اور حالیہ برسوں میں نیپال، بھوٹان، بنگلہ دیش اور میانمار جیسے پڑوسی ملکوں کے ساتھ معاشی تال میل میں شدت پیدا کرنے کے لئے پہل نے ریاست کی روایتی طور پر جغرافیائی محل وقوع کی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ ملک آج ایک ایسے روبہ زوال مرحلے سے دوچار ہے جس نے صنعتی فروغ کی رفتار کو سست بنا ڈالا ہے، ریاست ہذا کو نئی سرمایہ کاری کے بے شمار نئے تجاویز مسلسل مل رہے ہیں۔ ۱۹۹۱ء کے بعد سے ۸۶۲۶۴ کروڑ روپے کل سرمایہ کاری پروجیکٹ کے سلسلہ میں ۱۸۴۳ عدد سرمایہ کاری کے تجاویز مل چکے ہیں۔ ان میں سے ۷۹۹۰ کروڑ روپے کے سرمایہ کاری کے ۲۰۲ پروجکٹس کو تجارتی پیداوار کے تحت لایا بھی جا چکا ہے۔ مزید براں تقریباً ۸۰ عدد پروجکٹس فی الحال زیر تعمیر ہیں اور ان کے روبہ عمل آنے میں ۴۰۰۰ کروڑ روپے کی لاگت آئے گی۔ ان پروجکٹوں میں جو روبہ عمل لائی جا چکی ہیں اور جو زیر تعمیر ہیں تقریباً ۱۷۸۲۹ کروڑ روپے کی مجموعی (کیومولیٹو) سرمایہ کاری کا تخمینہ پیش کیا گیا ہے۔ الغرض ۸۶۲۶۴ کروڑ روپے کی کل سرمایہ کاری تجاویز کے لئے کل عدد میں سے تقریباً ۱۷،۱۲۹ کروڑ روپے کی لاگت والے (دیگروں (مہمات) کی عمل درآمد اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ ۳۶ فیصد تجاویز کو روبہ عمل لایا جا چکا ہے بلاشبہ عدد ہذا مدلل طور پر ترقی علاقہ کے لئے بہترین عدد ہے اور اس کا موازنہ موافق طور پر ملک کی دیگر نمائندہ صنعتی ریاستوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ ۵۱۷۰ کروڑ روپے والا ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس لمیٹڈ ایک ایسا بڑا صنعتی پروجکٹ ہے جو ریاست ہذا کی صنعتی احیاء کی نمائندگی کرتا ہے اور یہ باقاعدہ طور پر روبہ فروغ ہے اس سلسلہ کے ۸۰ فیصد سے زائد تعمیری کام تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور ہم لوگوں کو یہ قوی یقین ہے کہ اکائی ہذا ۱۹۹۹ء کی آخری چوتھائی عرصہ کے دوران تجارتی پیداوار دینا شروع کر دیگا۔ جاپان کے متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن کے پُر دقار پیور ٹیریفائنڈ ٹیریفتھالک ایسڈ (پی ٹی اے) کا قیام ہلدیہ میں ۵۰۰۰ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ لاگت پر عمل میں آیا ہے ایسے عملدرآمد کے دوران مساوی طور پر تیزی سے روبہ فروغ ہے۔ اکائی ہذا آئندہ سال کے فروری مہینہ میں پیداواری عمل میں جائے گی۔ پائپ لائن میں چھوٹی چھوٹی لاتعداد سرمایہ کاریوں پر مشتمل ان دو بڑے پروجکٹس نے ہلدیہ کو ریاست کے ایک ابھرتے ہوئے "پاور ہاؤس" کی شکل عطا کر دی ہے۔ ہلدیہ میں صنعتی سرگرمی کو تیزی سے توسیع دینے کے لئے راستوں، پانی کی سپلائی، رہائش، شہری سہولتوں وغیرہ وغیرہ جیسی لازمی ضروریات کو فروغ دینا ایک لازمی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں میری حکومت نے حال ہی میں ایک اعلیٰ سطح ٹاسک فورس قائم کی ہے اس کا کام ہلدیہ کی اضافی اور لازمی ضروریات کا محاسبہ کرنا اور رواں اسکیموں کے کام کاج پر نظر رکھنا ہوگا۔

ریاستی حکومت نے تجارت کی نشو و نما کے لئے ایک فروغ بخش ماحول قائم کرنے کی غرض سے متعدد چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کی تجاویز کو روبہ عمل لانے کے نظریہ کے تحت مذکورہ بالا اداروں کے ساتھ گفت و شنید پر ہمیشہ ترجیح دی گئی ہے۔ اس

امر کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک "مشترکہ قومی ٹاسک فورس" کا قیام وزیر اعلیٰ کی چیئرمین شپ میں انڈین انڈسٹری کی کانفیڈریشن کے ساتھ عمل میں لایا گیا ہے۔ تیز رو صنعت کاری کے لیئے ایک ٹھوس ایکشن پلان کی تشکیل اور ایک اعلیٰ نشو و نما امکانات والے علاقوں کی شناخت کے لئے امر ہذا روبہ عمل لایا گیا ہے۔ اس ایپکس باڈی (یعنی اعلیٰ اختیاری ادارہ) کو ایک ریاستی سطح ٹاسک فورس سے تعاون ملتا رہا ہے۔

دی ایشین ڈیولپمنٹ بینک نے کلکتہ تا سلی گوڑی اور کلکتہ تا ہلدیہ پر ایک سپر ایکسپریس وے کی تعمیر کے سلسلے میں ایک پروجکٹ تجویز کو فروغ دینے کے لئے مغربی بنگال کو ایک ملین یو ایس ڈالر (یعنی تقریباً ۴۰۱ کروڑ روپے) کی مالیت کا ایک ٹکنیکل تعاون عطیہ دینا منظور کیا ہے۔

ایک برآمدات فروغ صنعتی پارک کا قیام درگاپور میں عمل میں آ رہا ہے۔ دی کلکتہ لیدر کمپلکس، ایک تکمیلی نشو و نما مرکز برائے ٹینریز اور چرمی صنعت زیر تکمیل ہے۔ انڈیا ٹریڈ پروموشن آرگنائزیشن (آئی ٹی پی او) کے اشتراک سے ایک مستقل نمائش کمپلکس کے قیام کا منصوبہ ای ایم بائی پاس پر واقع کالیکا پور میں بنایا جا رہا ہے۔ تفریح اور سیاحت کے سیکٹروں میں سرمایہ کاری کے نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک فارمولہ۔ I ریسنگ ٹریک کے قیام کو آگے بڑھانے کے لئے اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔

میری حکومت سرکاری دفاتر اور عوام کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کے سلسلہ میں انفارمیشن ٹکنالوجی کے اطلاق پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک ٹاسک فورس کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کا کام مذکورہ ٹکنالوجی کے کام کاج کو زوردار بنانے کے سلسلہ کی کارروائیوں پر حکومت کو صلاح و مشورہ دینا ہے۔ سرمایہ کاری کے الیکٹرونکس اور سوفٹ ویر سیکٹر میں چند عالمی کھلاڑی چند نمائندہ ملکی کمپنیوں کے ساتھ ریاست ہذا میں داخل ہوئے۔

میری حکومت اس امر سے واقف ہے کہ ملک کے اندر اور باہر صنعتی منظر نامہ کے فروغ پر مبنی درست اطلاعات کی نشر و اشاعت کرنا ایک اہم ضرورت ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے "سرمایہ کاروں کی ایک ملاقات" بنام "منزل مغربی بنگال" کے انعقاد کا اہتمام مغربی بنگال صنعتی فروغ کارپوریشن لمیٹڈ نے ۱۷ جنوری ۱۹۹۹ء کو رائے چک میں کیا تھا۔ اس امر کا روشن ترین پہلو میکنسے اینڈ کمپنی ایک کا پیش کردہ سرمایہ کاروں کے تناظر کا ایک آزاد نظریہ تھا۔

ریاستی حکومت ۱۹۹۳ کی ترغیبی اسکیم کی جگہ پر ایک نئی ترغیبی اسکیم برائے صنعت روبہ عمل لائے گی۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس نئی اسکیم کا موازنہ ملک کی مقبول ترین اسکیموں کے ساتھ امید افزا طور پر کیا جا سکے گا۔

اس ریاست میں بجلی کی صورت حال تشفی بخش چلی آرہی ہے۔ ۱۰۹۲۵ ایم یو بجلی نومبر ۱۹۹۸ء تک پیدا کی گئی تھی۔ گذشتہ سال کی مذکورہ مدت کے دوران پیدا ہونیوالی بجلی کے مقابلہ میں یہ بہت زیادہ تھی۔ بہتر ٹرانسمیشن نظام کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مغربی بنگال ریاستی الیکٹرسیٹی بورڈ (ڈبلیو بی ایس ای بی) نے نئے ٹرانسفرمرس، ٹرانسمیشن لائنیں، کیپاسیٹر بینک وغیرہ نصب کیا ہے۔ ۹۸۲ نئی تقسیمی ذیلی اسٹیشنوں کا قیام عمل میں لاکر اور ۳۵۶ موجودہ ذیلی اسٹیشنوں کی صلاحیت میں اضافہ کرکے تقسیمی نیٹ ورک کو مضبوط بنانے کے لئے اقدامات بھی اٹھائے گئے ہیں۔

صنعت کاری کا بہت گہرا تعلق یقینی بجلی کی دستیابی سے ہے۔ اس لئے ریاستی حکومت صرف بجلی کی پیداواری اضافہ پر ہی نہیں بلکہ مؤثر تقسیم کو یقینی بنانے پر بھی خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ کلکتہ الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے بج بج تھرمل پاور پلانٹ کی پہلی اکائی پورے طور پر تجارتی کام انجام دے رہی ہے۔ دوسری اکائی (۲۵۰ ایم ڈبلیو) جلد ہی چالو ہونے والی ہے۔ مغربی بنگال پاور ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ کا بکریشور تھرمل پاور پلانٹ (۲۱۰ x ۳ ایم ڈبلیو) منصوبے کے مطابق زیر تکمیل ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ پروجیکٹ ہذا کی پہلی اکائی سال رواں کے دوران چالو ہو جائے گی۔ پرولیا پمپڈ اسٹوریج پروجیکٹ (۲۲۵ x ۴ ایم ڈبلیو) کا کام بھی چل رہا ہے۔ درگاپور پروجیکٹ لمیٹڈ میں مرمت کے کام زیر تکمیل ہیں۔ الیکٹرسیٹی ریگولیٹری کمیشن ایکٹ برائے ۱۹۹۸ء کی گنجائشوں کے مطابق بجلی ٹیرف اور دیگر متعلقہ امور کی کارکردگی کو بڑھانے کے لئے ریاستی حکومت نے ایک ریاستی الیکٹرسیٹی ریگولیٹری کمیشن قائم کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔ دیہی علاقوں میں بجلی کی تقسیم کا کام کاج سنبھالنے کے لئے ایک ریاستی دیہی انرجی ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔

شمسی فوٹو وولٹائک ویلیج الیکٹری فیکیشن پروگرام کے تحت چند دور دراز کے دیہی علاقوں کی ضروریات کی تکمیل کے لئے مغربی بنگال رینیوایبل انرجی ڈیولپمنٹ ایجنسی (ڈبلیو بی آر ای ڈی اے) نے جنوبی ۲۴ پرگنہ، شمالی ۲۴ پرگنہ اور مدنا پور اضلاع میں بشمول سکونت پذیر تقریباً ۴۰۰۰ خاندانوں کو اب تک بجلی کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ مذکورہ ڈبلیو بی آر ای ڈی اے نے گوسابا جزیرہ میں واقع ۵۰۰ کے ڈبلیو بایوماس پر مبنی ایک گیس فائر پاور پلانٹ بھی قائم کیا ہے اور مذکورہ پاور پلانٹ علاقہ ہذا کے ۴۰۰ سے زائد خاندانوں کو بجلی کی سہولت فراہم کر رہا ہے۔

شعبہ رفاہ عامہ کی زیر نگرانی اہم شاہراہوں کی ترقی کے علاقہ میں درگاپور ایکسپریس سکے، ۱ کیلومیٹر توازن پر کام بحسن وخوبی آگے بڑھ رہے ہیں۔ دوسرے ورلڈ بینک کا امداد پر

کے لئے زمین کی حصولی اور دستاویزی کارروائی کو روبہ عمل لایا گیا اور اس سے متعلقہ کام منصوبہ کے مطابق آگے بڑھ رہے ہیں۔ براکر سے آسنسول گرانٹ ٹرنک قومی شاہراہ ۔ ۲ کے چار گلیارے بنانے کے کام روبہ عمل ہیں۔ ۱۸۸ کیلومیٹر سڑکوں کو چوڑا کرنے اور مضبوط بنانے اور این اے بی اے آر ڈی کے مالی تعاون سے اضلاع میں ۳۶ پلوں کی تعمیر اور از سر نو تعمیر کے کام بدستور فروغ ہیں۔ سال رواں کے دوران چند بڑے بڑے پل اور ۴۵ کیلومیٹر نئی سڑکیں زیر تکمیل ہیں۔

آئندہ مالی سال کے دوران چند پل اور ۳۵ کیلومیٹر نئی سڑکوں کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ ریاست کی ترقیاتی سرگرمیوں کا دارومدار بڑے پیمانے پر اس کے ٹرانسپورٹ کے انفرااسٹرکچر پر رہتا ہے۔ فی الحال ریاستی ٹرانسپورٹ انڈرٹیکنگس اور ٹرانسپورٹ نظام کے ایک چھوٹے سے حصے کو چلاتا ہے۔ ریاستی ٹرانسپورٹ انڈرٹیکنگس کی لامرکزیت کے دباؤ کے خلاف میری حکومت ٹرانسپورٹ کے شعبہ میں عوامی مفاد کے لئے سڑک اور پانی پر ریاستی ٹرانسپورٹ انڈرٹیکنگس کو توسیع دینے کا قوی ارادہ رکھتی ہے جبکہ ایسے کام غیر منافع بخش ہوتے ہیں۔ چونکہ سیکٹر ہذا کا دارومدار بنیادی طور پر شدت کے ساتھ سرمایہ پر ہے اس لئے منصوبہ ہذا کے تحت قرضی کلومداد کے علاوہ ترقیاتی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے اور اس کی موجودہ صورت حال کو بہتر اور برتر بنانے کے سلسلہ میں ملنے والے تجارتی قرضوں کے ذریعہ اضافی فنڈس اکٹھا کئے جا رہے ہیں۔

گاڑیوں کی تعداد میں بڑی تیزی کے ساتھ ہونیوالے اضافے نے میٹروپولیٹن شہر کلکتہ علاقہ اور دیگر شہری علاقوں میں سڑک کے لئے دستیاب جگہ پر دباؤ ڈالا ہے۔ فٹ پاتھوں کو خالی کرانے، جہاں ممکن ہے سڑکوں کو چوڑا کرنے، ون وے (یک طرفی) ٹریفک نظاموں کو چالو کرنے، پیدل چلنے والوں کے لئے اڑان پلوں کی تعمیر، اہم چوراہوں پر خود کار ٹریفک سگنلوں کو چالو کرنے جیسے چند اقدامات روبہ عمل لائے گئے ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ مذکورہ اقدامات ٹریفک رفتار کو بہتر بنانے میں کارگر ثابت ہوں گے۔ کلکتہ میں ۵ عدد اڑان پلوں کی تعمیر اور تیس اہم سڑکوں کی مرمت کا کام جاپان کی اوورسیز اکنامک کارپوریشن فنڈ سے ملنے والے امدادی قرض سے روبہ عمل آنے والا ہے۔ اضلاع اور کلکتہ میں واقع متعلقہ دفتروں میں موٹر گاڑیوں سے ملنے والے ٹیکسوں کی وصولی کو بہتر بنانے کے لئے سر حلوں کے دوران کمپیوٹر چالو کیا جا رہا ہے۔

مغربی بنگال صنعتی پالیسی برائے ۱۹۹۴ء کے اعلان کے بعد سے ہی آراضی کے عارضی نام زدگی کے لئے نجی سیکٹر سے ۴۰ سے زائد درخواستیں موصول ہو چکی ہیں اور تین انویسٹروں (رقم لگانے والوں) کو پانچ ستارہ ڈیلکس ہوٹلوں کی تعمیر کے لئے کلکتہ میں آراضی عطا کی جا چکی ہے۔ میری حکومت نے سال رواں کے دوران شنکرپور ساحل

اور سندربن کو عالمی درجہ کے سیاحتی مقامات کی حیثیت سے فروغ دینے اور جلپائی
گوڑی ضلع میں تیستا برج مقام کی ترقی اور گریٹ ایسٹرن ہوٹل کی مرمت اور انتظامیہ
کو فروغ دینے جیسے سیاحتی پروجیکٹوں کے سلسلہ میں نجی سیکٹر میں رقم لگانے والے عوامل
کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے بھی اقدامات کئے ہیں۔

سکم، دارجلنگ پہاڑی اور دوار کے علاقوں کو مشرقی ہمالیائی علاقوں میں
مخلوط سیاحتی مقامات کی حیثیت سے فروغ بخشنے کے لئے میری حکومت نے دارجلنگ گورکھا پہاڑی
کاؤنسل، سکم کی ریاستی حکومت اور حکومت ہند کے اشتراک سے گذشتہ سال نومبر-دسمبر
کے دوران ایک ہفتہ وار میلہ سام "تیستا چائے اور سیاحت میلہ" کا انعقاد کیا تھا۔

ریاستی حکومت کی مہموں کی کارکردگی میں لائی گئی بہتری کو خاطر خواہ طور پر
اجاگر کرنے کے لئے میری حکومت نے درج ذیل جامع کارروائیاں کی ہیں۔ کارکردگی کا
نامدار ریکارڈس رکھنے والے پیشہ ور کارکنوں کی شمولیت، واضح مقاصد، بلند تر
ماحصل اور کمتر تقسیم کے توسط سے پیداواری وسائل میں اضافہ کے ذریعہ مذکورہ اکائیوں
کے استحکام و انتظام میں بڑی مدد ملی ہے۔ امداد یافتگی سے ہونے والے خساروں، پیداوار
اور فروخت کے لئے ملبوسات کی فراہمی، ذخیرہ اندوزی، پروسیسنگ کو سہل بنانے
کے لئے مشینوں کو لانے اور باقاعدہ طور پر اطلاع اور نگراں کارکردگی کی بازیابی کی حکمت
حمایت میں تدریجی اضافے نے مذکورہ کارکردگی کو بہتر بنانے میں ایک زبردست
کردار ادا کیا ہے۔

یہ مداخلتیں بہتر نتائج دکھانے کے لئے جاری و ساری ہیں۔ ۹۸-۱۹۹۷ء
کے دوران چار اکائیوں نے سرپلس دیئے ہیں۔ دی سرسوتی پریس اور دی اسٹیٹ
ویئر ہاؤسنگ کارپوریشن نے ۱۲ ایسے شیئر ہولڈروں کو منافع دینے کا اعلان کیا ہے اور
ویسٹنگ ہاؤس سیکسبی فارمر اور ستا ایمارو کسٹ چالو حسابات میں بلیغ ترین تخفیف درج کی ہے۔

میگا سٹی پروگرام کے تحت سی ایم ڈی اے نے ۲۸ بڑی اسکیموں کو روبہ عمل لانے
کی ذمہ داری لی ہے۔ کلکتہ کے قرب و جوار میں ٹریفک نظام کو بہتر بنانے کے لئے تیار کردہ بے شمار
اسکیمیں جیسے الٹا ڈانگا اور کون نگر میں واقع ۲ زیر زمین گذرگاہیں، بائیگیسول روڈ
اور گڑیاہاٹ، راش بہاری کنکشن اور ایسٹرن میٹروپولیٹن بائی پاس کے چند حصے پایۂ
تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ گارڈن ریچ واٹر ورکس، سیرام پور واٹر ٹریٹمنٹ اور انٹگریشن
اسکیم میں اضافہ جیسے دیگر پروجیکٹوں میں بھی خاطر خواہ کام ہوئے ہیں۔ گالف گرین،
بارکپور اور بشنب گھاٹا میں واقع رہائشی کمپلکسوں کی تعمیر کو سی ایم ڈی اے نے پایۂ
تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ٹیٹا گڑھ اور بارکپور کے بستی فروغ پروجیکٹوں پر کام شروع ہو چکا ہے۔
کلکتہ میٹروپولیٹن اتھارٹی نے بدھان نگر میں ایک تجارتی و ثقافتی کمپلکس

کے فروغ کے لئے گجرات امبوجا گروپ کے ساتھ ایک سمجھوتہ پر دستخط کیا ہے۔ دی کلکتہ
امپرومنٹ ٹرسٹ بھی رہائشی تجارتی اور باکروں کی بحالی کے بیشمار پروجیکٹوں سے جڑا ہوا ہے۔
میونسپلٹیوں پر مشتمل مقامی اداروں کا انتخاب باقاعدگی کے ساتھ ٹھیک وقت پر ہو رہا ہے۔ ریاست کے کل شہری
اور مقامی اداروں نے کاؤنسلروں کے بورڈوں کا انتخاب کیا ہے چھوٹے اور درمیانی شہروں کو جامع ترقی بخشنے کی
غرض سے چھوٹے اور درمیانی شہروں کی انفرا اسٹرکچرل ترقی کے پروگرام کے دائرہ عمل کے اندر اس طرز کے ۴۶ شہر
آچکے ہیں اور حالیہ مالی سال کے دوران مذکورہ پروگرام کے دائرہ عمل کے اندر پانچ نئے شہر
— انگرا، حسین نگر، ماجل پور، ٹاکی، دائی ہاٹ اور دوب راج پور آئیں گے۔

جدید طرز کے آلات سے آراستہ کر کے مغربی بنگال فائر سروسز کو جدید اور
کارگر بنانے کی میری حکومت کی کوششیں جاری و ساری ہیں۔ سال رواں کے دوران
چھ نئے فائر اسٹیشنوں کا قیام عمل میں آئے گا۔ مغربی بنگال فائر سروسز ایکٹ برائے
۱۹۵۰ کی گنجائشوں میں آگ کے واقعات کی بہتر روک تھام کے لئے اور ٹیکس میں اضافہ
کے لئے ترمیمات لائی گئیں ہیں۔

میری حکومت نے ماحولیات کے تحفظ پر بڑی توجہ ڈالی ہے۔ ماحولیات کے تحفظ
پر نگرانی کی غرض سے ایک اعلیٰ اختیاری کلکتہ ماحولیاتی انتظامیہ کمیٹی کا قیام عمل میں
آیا ہے۔ کمیٹی نے ابتک حکومت کے مختلف بازوؤں کو متعدد رفاہی اقدامات کی تجویز پیش کی ہے۔

سال رواں کے دوران مغربی بنگال آلودگی کنٹرول بورڈ کو استحکام بخشا گیا ہے،
اور سالٹ لیک میں اچھی لیباریٹری کی سہولتوں سے آراستہ ایک نئی عمارت میں مذکورہ
بورڈ نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

کلکتہ میٹروپولیٹن علاقہ میں واقع صنعتی اداروں میں خطرناک اور بڑے
حادثات کی وقوع پذیری کی روک تھام کرنے والے آلات کے نصب کرنے کے کام پایۂ
تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ ہوا، پانی اور شور کے معیاری سطحوں کی نگرانی روز افزوں آلودگی
کی مقدار میں تخفیف لاتے ہوئے جاری اور ساری ہے۔

میری حکومت بیداری کے پروگراموں کو بھی روبہ عمل لا رہی ہے تاکہ آلودگی کے
خلاف غم و غصہ اور قدرتی وسائل کو محفوظ رکھنے کی خواہش لوگوں کے دل و دماغ پر
ثبت ہو جائے۔ آلودگی سے نبرد آزما ہونے کے طریق کار میں لوگوں کی شرکت اور قدرتی
وسائل کے تحفظ کو یقینی بنانے کی غرض سے ایک شریک کاری ماحولیاتی انتظامی طریق کار
کی پہل کی گئی ہے۔

شعبہ رہائش کے تحت نظامت رہائش پورے مغربی بنگال میں متعدد قسم کے
۳۲۹۴۰ عدد کرایہ کے فلیٹوں کی دیکھ ریکھ کرتا ہے۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران نظامت
ہذا نے ریاستی سرکاری ملازمین کے لئے، خواتین کے ہوسٹلوں، شب پناہ گاہوں اور

اور سنٹ پ فلیٹوں کی تعمیر کے لئے اسکیموں کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ مغربی بنگال رہائشی بورڈ نے ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران مغربی بنگال میں لوگوں کی مختلف فرقوں کے لئے ۱۶۰۰ رہائشی اکائیوں کی تعمیر کی ذمہ داری لی ہے۔

میری حکومت نے شہر کلکتہ کے قریب ایک نئے ٹاؤن شپ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے سلسلہ میں زمین کی حصولی اور مالکان اراضی سے براہ راست زمین کی خریداری سے متعلق امور پر بات چیت چل رہی ہے۔

دو مشترکہ سکٹر کمپنیوں۔ بنگال پیئرلیس ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ اور بنگال امبوجا ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ نے عوامی مانگ کو پورا کرنے کے لئے مختلف قسموں کی رہائشی اکائیاں تعمیر کی ہیں۔ رہائشی اکائیوں کی تعمیر کو توسیع دینے کے لئے تین مزید مشترکہ سیکٹر کمپنیوں نے اتحاد قائم کیا ہے۔

میری حکومت نے ہائر ایجوکیشن یعنی اعلیٰ تعلیم کے شعبہ میں کئی نئے کارہائے نمایاں انجام دیا ہے۔ دی نیتاجی سبھاش اوپن یونیورسٹی نے بی۔ اے اور بی۔ کام کے ۹ مضامین میں ڈسٹنس ایجوکیشن سسٹم کے ذریعہ طلباء کے داخلے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اس ریاست کے دیہی اور پچھڑے علاقوں میں سال رواں کے دوران سات غیر سرکاری کالجوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ مہشادل اور ہیماری میں ۲ لڑکیوں کے ہوسٹل کی تعمیر کے کام کی ذمہ داری لے لی گئی ہے۔ مزید پانچ نجی انجینئرنگ کالجوں اور ایک نجی بزنس مینجمنٹ کالج کے قیام اور بردوان یونیورسٹی میں انجینئرنگ نصاب کے شامل کرنے کی تجویز آئندہ مالی سال کی گنجائشوں میں رکھی گئی ہے۔

میری حکومت نے ٹیکنیکل تعلیم کو فروغ دینے کے لیے ترقی پذیر انفرا اسٹرکچر میں قابل تحسین کارنامے انجام دیئے ہیں۔ روپ نارائن پالی ٹکنک (مرحلہ۔ I) اور سلیگوڑی خواتین پالی ٹکنک (مرحلہ۔ I) مکمل ہو چکے ہیں۔ ہلدیہ میں واقع ڈاکٹر میگھ ناتھ ساہا انسٹیٹیوٹ آف ٹکنالوجی کے تعمیری کام روبہ فروغ ہیں۔ مختلف پالی ٹکنیکوں میں فاؤنڈری ٹکنالوجی اور معدنی الیکٹرونکس کے پوسٹ ڈپلوما نصاب کی پڑھائی شروع ہو چکی ہے اور آفس مینجمنٹ، میڈیکل الیکٹرونکس اور پیٹرو کیمیکل انجینئرنگ کی نصابوں کی پڑھائی کا کام آئندہ سال شروع ہو جائے گا۔

حکومت ہذا عوام میں خواندگی پروگرام پر عمل درآمد کا کام بڑی تیزی اور تندہی سے آگے بڑھا رہی ہے۔ بشمول دارجلنگ اور کلکتہ ۱۸ اضلاع کل خواندگی مہم کے تحت آ چکے ہیں۔ ۱۳ اضلاع میں اس مہم نے اپنا کام پورا کیا ہے اور خارجی محاسبہ یہ بتاتا ہے کہ ۷۹،۲۸ لاکھ خواندگان قومی خواندگی مشن کے تجویز/ تعین کردہ خواندگی اصول پر پورے اترے ہیں۔ ان اضلاع میں سے بردوان، بیربھوم، شمالی ۲۴ پرگنہ جنوبی ۲۴ پرگنہ، مدنا پور اور بانکوڑا جاری تعلیمی مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے۔ بقیہ سات اضلاع میں بعد از خواندگی مہم کے دوران ۸،۴۱۵ لاکھ نو خواندگان نے اپنے نام درج کروائے ہیں۔ میری حکومت نے دیہی غریب خاندانوں میں بحسن و خوبی کثیر تعلیم مراکز کو مقبول عام بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

سال رواں کے دوران ریاستی حکومت نے ایک ریاستی خواندگی مشن اتھارٹی قائم کی ہے۔ اتھارٹی ہذا حکومت کو پالیسی سازی، منصوبہ بندی، عمل درآمد، نگرانی اور آگے آنے والے تمام خواندگی پروگراموں کے محاسبہ میں اپنا تعاون دے گی۔

میری حکومت نے پورے سال گوناگوں ثقافتی سرگرمیوں کو جاری اور ساری رکھنے کی اپنی کوشش کو بحال رکھا ہے۔ لوک فن کی ایک منفرد شکل۔ جاترا کو ڈرامہ کی شکل میں اسٹیج پر پیش کرنے کے لئے ایک مستقل مقام کی حیثیت سے ذیلی سہولتوں سے آراستہ ایک عوامی آڈیٹوریم ۔۔۔ فانی بھوشن جاترا منچ کی تعمیر تکمیل کے قریب ہے۔ چارو کلا بھون جہاں راجیہ چارو کلا پریشد کا دفتر ہوگا اور جہاں پریشد ہذا کے فنون لطیفہ کی چیزیں رکھی جائیں گی اور ان کی نمائش ہوگی، کا رسمی طور پر افتتاح ہو چکا ہے۔ راجو ڈن اسکوائر پر کلکتہ ثقافتی مرکز کی تعمیر کے منصوبے کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔ سال ہذا کے ماہ جنوری کے دوران رابندر اسدن و نندن کمپلکس میں پہلی بار ایک فنون لطیفہ میلہ بنام چارو لتا اتسو کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس نمائش میں تقریباً ۳۰۰ مشہور و معروف مصوروں اور فنکاروں نے شرکت کی۔ سال رواں کے جنوری کے دوران رابندر سدن و نندن کمپلکس میں لیٹل میگزین کے ایک میلہ کا بھی انعقاد کیا گیا تھا اور اس میں تقریباً ۳۰۰ لیٹل میگزین کے تخلیقی کام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سال گذشتہ کے نومبر میں چوتھے کلکتہ فلمی میلے کا انعقاد نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس میلے میں ۲۳ غیر ممالک کی تقریباً ۸۰ فلمیں اور تقریباً ۴۰ ہندوستانی فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ اس میلے میں تقریباً ۲،۵ لاکھ افراد نے شرکت کی تھی۔ روپ کلا کیندر کی عمارت، ویڈیو ترمیتی و پیداواری مرکز اور انڈو اٹالین جوائنٹ وینچر پروجیکٹ کے تعمیری کام کی شروعات ہو چکی ہے۔

کھیل کود کے میدان میں پوری ریاست میں خاطر خواہ لازمی سہولتوں کی تشکیل کرنے اور ریاستی سطح کی تنظیموں کو امداد دے کر کھیل کود کے مختلف شعبوں میں کھیل کود کے معیاری فروغ کو بڑھاوا دینے پر خصوصی توجہ ڈالی گئی ہے۔ مختلف میدانوں کے باصلاحیت مرد و زن کھلاڑیوں کی ہمت افزائی بھی کی گئی ہے۔

عرصہ دراز کے بعد نیتاجی انڈور اسٹیڈیم کو مکمل طور پر مرلا زمی عود توں سے

9

آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے۔ اس اسٹیڈیم میں ایشین جونیئر باسکٹ بال چیمپئن شپ کا انعقاد کیا جانے والا تھا۔ ایک دوسرا انڈور اسٹیڈیم کھودی رام انوشیلن کیندر کی بھی مرمت کی گئی ہے اور یہاں جمناسٹک (ورزشی کرتب)، ٹیبل ٹینس، باسکٹ بال اور دیگر کھیلوں کی باقاعدہ طور پر تربیت دی جاتی ہے۔ ریاستی حکومت کے شعبۂ صحت و رفاہ خاندان کے مقاصد میں لوگوں کی شمولیت کے ذریعہ فروغ صحت، انتظام صحت کی لامرکزیت، صحت عامہ اور رفاہ خاندان پر بیداری پیدا کرنے، متعلقہ ٹکنالوجی کے اطلاق، انسانی صلاحیت کے بہتر استعمال اور انفرا اسٹرکچر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

• موجودہ اکائیوں کو فروغ اور استحکام بخشنے پر زیادہ زور ڈالا جا رہا ہے۔ کوٹ سیلا کے ۱۵ بستر والے عوامی صحت مرکز کو فروغ دینے کے لئے، پرولیا کے مذکورہ مرکز کو ۳۰ بستر والے دیہی اسپتال بنانے کے سلسلے میں اور گڑگا رامپور دیہی اسپتال اور کھترا ابتدائی صحت مرکز کو مزید سہولتوں سے آراستہ کرنے کے سب ڈویژنل اسپتالوں کا رتبہ بخشنے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

عرصہ دراز سے دور دراز کے علاقوں میں طبی حکام کی عدم دستیابی ایک دائمی مسئلہ سا ہوا ہے۔ دیہی علاقوں میں بیمار لوگوں کے علاج و معالجہ کی سہولتیں دستیاب کروانے کے تحت طبی افسران کی خالی آسامیوں کی تقرری کرنے کے لئے مثبت اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔

میری حکومت اسپتالوں کو جدید آلات سے آراستہ کرنے پر بڑی سنجیدگی سے توجہ بھی دے رہی ہے۔ مختلف تدریسی اداروں میں میڈیکل کیئر اور ہیلتھ کیئر کیلئے متعدد اعلیٰ معیاری اور جدید ترین آلات خریدے گئے ہیں۔ سال رواں کے دوران سرطان میں مبتلا مریضوں کے علاج و معالجہ کے لئے بانکوڑا سمیلانی میڈیکل کالج اور اسپتال میں ایک ٹیلی کوبالٹ مشین چالو کیا گیا ہے۔ شمالی بنگال میڈیکل کالج میں ایک ڈایالیسس اکائی کے قیام کی بات زیر غور ہے۔

ریاستی صحت نظام فروغ پروجکٹ - II کے تحت عالمی بینک کا ایک امدادی پروجکٹ جس کے تحت سندربن علاقوں کے ۷۰ ثانوی سطح کے اسپتال اور ۳۴۶ پرائمری صحت مراکز آتے ہیں اور ۹ پروجکٹ اسپتالوں کے شہری کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور دیگر ۸۲ پروجکٹ اسپتالوں کے استحکامی شہری کام سال رواں کے دوران شروع کئے جا چکے ہیں۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء سال تک ۶۸ پروجکٹ اسپتالوں کے کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ ۱۰ پروجکٹ اسپتالوں کے استحکامی شہری کام شروع ہوں گے۔ پروجکٹ اسپتالوں میں گشتی ایکسرے اکائیوں کی سپلائی کا کام

چل رہا ہے۔

خاندانی رفاہ پروگرام میں بھی نمایاں کامیابی ملی ہے۔ ۲۲٫۴ فی ہزار ریاستی شرح پیدائش آبادی قومی سطح پر ۲۷٫۲ فی ہزار اعداد شمار سے کافی نیچے ہے۔ ۲٫۱ شرح پیدائش کے قومی ڈیموگرافک مقصد کو، توقع کی جاتی ہے، ۲۰۰۰ء تک پا لیا جائے گا۔ اس ریاست میں ۷٫۷ فی ہزار شرح اموات آبادی صرف قومی اوسط سے نیچے ہی نہیں ہے بلکہ یہ ۲۰۰۰ء تک پائے جانے والے قومی سطح پر ۹ فی ہزار والے مقصد شرح سے بھی نیچے ہے۔ اسی طرح مغربی بنگال میں فی ہزار زندہ پیدائشوں میں بچوں کی شرح اموات ۵۵ رہی ہے۔

محنت کے محاذ پر تالا بند اور ہڑتال سے دوچار بے شمار صنعتی اکائیوں کو چالو کیا گیا تھا۔ مذکورہ طور پر ۱۵۹ اکائیوں کے از سر نو چالو کرنے سے ۴۲۰۰۰ سے زائد کارکنان مستفیض ہوئے ہیں۔ گذشتہ سال کے دوران تالا بند صنعتوں کے مزدوروں کے فائدے کے لئے حکومت نے ایک اسکیم چالو کی ہے۔ اس اسکیم کو تالا بند صنعتی اکائیوں کے مزدوروں کی مالی امداد کی اسکیم کا نام دیا گیا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد طویل تالابندی / کام سے نکال دیئے جانے / صنعتی اکائیوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے جو مزدور بیکار ہو گئے ہیں ان کو ہر ماہ ۵۰۰ روپے مالی امداد فراہم کرنا ہے۔ ابتک ۱۲۴ اکائیوں کے ۱۳۱۹۲ مزدوروں کو اس اسکیم کے تحت لایا جا چکا ہے۔

بچہ مزدوری کو ختم کرنے کی حکومت کی زوردار مہم اب بھی زور و شور سے چل رہی ہے۔ بچہ مزدوروں کو غیر رسمی تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت دینے کے لئے خصوصی اسکول قائم کئے گئے ہیں۔ ان بچہ مزدوروں کو دن کے کھانے کے ساتھ ایک سو روپیہ ماہانہ کی شرح سے وظیفہ دیئے جاتے ہیں۔ اس نوعیت کے ۲۰ خصوصی اسکول فی الحال چل رہے ہیں۔

بے زمین زرعی مزدوروں کے فائدے کے لئے اپریل ۱۹۹۸ء سے بے زمین زرعی مزدوروں کے واسطے پروویڈنٹ فنڈ اسکیم چالو کی گئی ہے۔

چالو مالی سال کے دوران میری حکومت نے ریفیوجی ریلیف اینڈ ریہابیلیٹیشن شعبہ میں مفت تقسیم اراضی کے ذریعہ پناہ گزینوں کے خاندانوں کی بحالی کے پروگرام کو جاری و ساری رکھا ہے۔ شہری پناہ گزینوں کی کالونیوں (مرحلہ - III) میں انفرا اسٹرکچر کی ترقی کے پروگرام پر عمل درآمد کے لئے چالو مالی سال آخری سال ہے، ابتک پروجکٹ عمل درآمد کمیٹی نے ۲۵۶ کالونیوں میں ۲۵۵ اسکیموں کو منظوری دی ہے ان میں سے ۱۷۱ اسکیمیں جو ۳٫۷۷ کروڑ روپے کی مالیت کی ہیں صرف سال رواں کے لئے رکھی گئی ہیں۔ ریاستی بجٹ سے ملنے والی

اضافی رقم پست ترین دیہی پناہ گزینوں کی کالونیوں کے واسطے کم از کم شہری سہولتیں مہیا کرنے کے لئے رکھی گئی ہے۔ ۱۱۴۰ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ ان میں ۱۲۰۷ کروڑ روپے کے مالی اطلاق کے شمالی بنگال کے اضلاع کی ۱۸ اسکیموں کو کلیئر کر دیا گیا ہے اور متعلقہ فنڈ ریلیز کر دیئے گئے ہیں۔ تقریباً ۲۰۶۷۵ کروڑ روپے پر مشتمل اسکیمیں عمل در آمد کے مرحلوں سے گزر رہی ہیں۔

ریاستی خواتین کمیشن اپنا کام بڑے ہی فرض شناسی اور تندہی سے کر رہی ہے اور اس امر کو یقینی بناتی ہے کہ خواتین پر یہاں ظلم و ستم نہیں ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور مذکورہ نوعیت کے ظلم و ستم ڈھانے والے افراد کو سزا دلوانے کی ذمہ داری مذکورہ کمیشن پر عاید ہوتی ہے۔

ہر ضلع میں ضلع سماجی رفاہ افسر کو ضلع جہیز روک تھام افسر کی حیثیت سے متعین کیا گیا ہے اور ہر ضلع میں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو یہ دیکھے گی کہ جہیز دشمن ایکٹ کی گنجائشوں کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے یا نہیں اور یہ ان لوگوں کے خلاف مناسب کارروائی کرے گی جو مذکورہ ایکٹ کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے جاتے ہیں۔ مزید برآں سماجی رفاہ مشاورتی بورڈ بھی پوری ریاست میں خواتین پر مرکوز متعدد پروگرام چلا رہا ہے۔

پست طبقات کی رفاہ و فروغ کے علاقہ میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر سرکاری اور نیم سرکاری ملازمتوں میں شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے افراد کی نمائندگی میں قابل ستائش اضافہ ہوا ہے۔ سرکاری اور نیم سرکاری ملازمتوں میں براہ راست تقرری کے سلسلہ میں پست طبقات کے لئے ریزرویشن کی پالیسی کو سختی سے نافذ کیا جا رہا ہے۔ شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب طلباء کو بہتر روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی غرض سے ۲۳۰ طلباء کو قبل از امتحان تربیت دیئے گئے ہیں۔ فی الحال چار مذکورہ طرز کے تربیتی مراکز چالو ہیں جبکہ مزید تین مراکز زیر غور ہیں۔

چالو مالی سال کے دوران غریبی کی سطح سے نیچے گزر بسر کرنے والے لوگوں کی معاشی ترقی کے لئے قرض کی شکل میں مالی امداد، حاشیائی رقم اور ۱۰۷۹ لاکھ روپے کی امداد ۳۳۰۰۲ خاندانوں کو بہم پہنچائی گئی تھی جبکہ ۹۹.۱۷ لاکھ روپے غریبی کی سطح سے اوپر زندگی بسر کرنے والے ۳۵۰ خاندانوں کو بہم پہنچائی گئی تھی۔

مغربی بنگال کمیشن برائے پست طبقات کی سفارش پر ریاستی حکومت نے ابتک دیگر پست طبقات کی حیثیت سے ۵۳ طبقات کی نشاندہی کی ہے

اور ریاستی حکومت کے تحت براہ راست ۷٪ خالی عہدوں کو ان کے لئے ریزرو کر دیا ہے۔

مغربی بنگال اقلیتوں کے ترقیاتی ادارہ اور مالی کارپوریشن نے اقلیتی فرقوں کے کمزور افراد کی معاشی حالات کو فروغ بخشنے کا کام اپنے سر لیا ہے۔ کارپوریشن مذا نے ابتک مختلف خود روزگار اسکیموں سے مستفیض ہونے والے افراد کو ۸۰ کروڑ روپئے بطور امدادی قرض مہیا کیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اعلیٰ تعلیم کو فروغ دینے کے لئے وقف بورڈ محنتی اور ذہین طلباء کو وظیفے دیتی ہے۔

۱۹۹۸-۹۹ء کے دوران ۴۷ مسلم طلباء کو مذکورہ بالا وظیفے ملے ہیں۔ وقف کی جائدادوں پر ناجائز قبضہ کے خلاف قانون سازی کے لئے ریاستی حکومت نے اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں نہایت ہی سختی کے ساتھ ایک بل ــــ وقف (مغربی بنگال ترمیمی) بل برائے ۱۹۹۸ء پیش اور پاس کیا۔

ریاستی حکومت نے ایک اسکیم مرتب کی ہے۔ اس کے تحت ہر ضلع میں خاص طور پر مسلم طالباؤں کے لئے کم از کم ایک ہوسٹل تعمیر کی جائے گی۔ کلکتہ، مرشد آباد، بردوان، بیربھوم اور مدناپور کے اضلاع میں ابتک اس طرز کے ۵ ہوسٹل لڑکیوں کے لئے تعمیر کئے جا چکے ہیں۔ مذکورہ ہوسٹل میں ۵۰۰ طالبات کے قیام کی گنجائش ہے۔ دو مزید لڑکیوں کے ہوسٹل ــ ایک مالدہ میں اور دوسرا اتمالی دیناجپور میں زیر تکمیل ہیں۔

سال رواں کے دوران بانکوڑا اور ہوڑہ اضلاع کی ضلع عدالتوں میں کام کاج کے لئے کمپیوٹر آجائے گا۔ کم از کم ممکنہ مدت کے دوران مقدموں کے فریقین کو فیصلوں، حکم ناموں وغیرہ کی نقلیں دستیاب کروانے کے لئے تمام سب ڈویژنل عدالتوں میں فوٹو کاپی کرنے والی مشینوں کی فراہمی کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

ریاستی حکومت کی مجوزہ پالیسی کے مطابق بنگلہ کو ہگلی، بیربھوم، مالدہ، جنوبی ۲۴ پرگنہ، بانکوڑہ، جلپائی گوڑی، بردوان، مرشد آباد، ندیا اور کوچ بہار کے اضلاع میں بحیثیت عدالتی زبان چالو کیا جا چکا ہے۔ باقی اضلاع میں مذکورہ مقاصد کی حصولی کیلئے انفرااسٹرکچرل سہولتوں کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

عدالتی فیصلوں کی شنوائی کے نظام کی لامرکزیت کی پالیسی پر

عمل درآمد کے لئے عالیہ مالی سال کے دوران میری حکومت نے جنوبی ۲۴ پرگنہ ضلع کے تحت کیننگ، کاکدیپ، بروئی پور میں سیول جج (جونیئر ڈویژن) اور جوڈیشیل مجسٹریٹ کی عدالتیں اور ہگلی ضلع کے آرام باغ میں اڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کی ایک عدالت قائم کی ہے۔ علاوہ بریں کلکتہ میں سی بی آئی کے معاملے نپٹانے کے لئے اڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کی ایک خصوصی عدالت اور مالدہ اور لال باغ میں ایک ایک اڈیشنل جج عدالتوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ زیر غور معاملوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تجویز زیر غور ہے کہ اضلاع اور سب ڈویژنوں میں مزید عدالتیں قائم کی جائیں گی۔

سماج کے کمزور طبقوں کو مناسب اور مفت قانونی خدمات بہم پہنچانے کی خاطر اور اس امر کو یقینی بنانے کے لئے کہ ان کی معاشی یا دیگر ذمہ داریوں کی وجہ سے انہیں انصاف دلوانا ممکن نہیں ہو پائے گا، عدالتِ عالیہ اور ضلع عدالتوں کے لئے قانونی خدمات اتھاریٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ مستقبل قریب میں سب ڈویژنوں کے لئے بھی قانونی خدمات کمیٹیاں قائم کی جائیں گی۔

گذشتہ سال کے دوران خراب موسم کی وجہ سے ملک کے ایک حصہ میں زبردست سیلاب آئے اور زمین کھسکنے کے واقعات پیش آئے اور دوسرے حصے کو بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی کی مصیبت جھیلنی پڑی۔ زبردست غیر متوقع زمین کھسکنے کے واقعات سے ضلع دارجلنگ کو دوچار ہونا پڑا۔ مالدہ، جلپائی گوڑی، مرشد آباد، کوچ بہار اتر دیناج پور اور دکھن دیناج پور کے اضلاع زبردست سیلاب کے شکار ہوئے۔ پرولیا، بانکوڑہ اور مدناپور ضلع کے مغربی حصّوں میں زبردست خشک سالی کی صورت رہی۔ مالدہ ضلع کی صورت حال سیلاب سے تباہ ہونے والوں میں سب سے خراب تھی۔ سیلاب سے ۱۳۸ بلاکوں اور ۱۶ میونسپلٹیوں میں ۱۳۱ء ۷۹ لاکھ افراد متاثر ہوئے اور ۱۵۳۹ افراد مرے۔ ریاستی حکومت نے صورت حال سے نپٹنے کی بھرپور کوشش کی اور خصوصاً مالدہ میں راحت کاری کے کام میں فوج سے بھی مدد لی گئی۔ ریاستی حکومت نے سیلاب زدگان کے درمیان ۳۰۔ ۴۹ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۷۴۴۲ میٹرک ٹن چاول، ۴۰۱۳۰ عدد ترپال، ۴۰۰ ۴۴ عدد پہننے کے کپڑے اور گھر بنانے کے عطیات کے طور پر ۱۹۱۴۴ لاکھ روپے تقسیم کیا۔ قدرتی آفات کی وجہ سے ریاست کو ۵۵ء ۲۰۳۷ کروڑ روپے کا کل خسارہ اٹھانا پڑا۔ ریاست کو راحت اور بحالی کے لئے ۲۹ء ۶۳۷ کروڑ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ حکومت ہند کی جانب سے ملنے والی مالی امداد مجموعی طور پر ناکافی ثابت ہوئی۔

سائنس اور ٹکنالوجی اور این ای ایس کے شعبہ نے سائنس کے فروغ، سائنس کی مقبولیت اور ٹکنالوجی کو تحقیق تجربہ گاہوں سے زراعت اور صنعت میں منتقل کرنے کے سلسلے میں پیش رفت ہوئی ہے۔ عام لوگوں میں سائنس کی مقبولیت میں ملوث بہت سے رضاکار تنظیموں کو مالی امداد دی گئی ہے۔ بنگال میں سائنس کی ثقافت کو مقبول عام کرنے کیلئے اس سال کے فروری مہینے میں ایک ریاستی سائنس کانگریس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ شمسی، تھرمل، بائیوگیس وغیرہ جیسی توانائی کے غیر پیشہ وارانہ وسائل کے فوائد کو استعمال میں لانے میں کامیابی ملی ہے۔ ریموٹ سینسنگ ٹکنکس اور ماحولیاتی مینجمنٹ پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ یہ تمام پروگرام ۹۹ ـ ۲۰۰۰ء مالی سال میں بھی جاری رہیں گے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کو غور و خوض کی دعوت دیتا ہوں اور کامیابی کی نیک تمنا کرتا ہوں۔

جئے ہند۔

فارم [۱۷]، دفعہ ۸

مرکزی اخبارات ایکٹ ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۸ کے تحت تفاصیل درج ذیل ہیں:

(۱) رسالہ کا نام : مغربی بنگال
(۲) زبان : اردو
(۳) عرصہ اشاعت : پندرہ روزہ
(۴) جائے اشاعت : کلکتہ
(۵) ناشر : تارا پدو گھوش، ہندوستانی
ڈائرکٹر شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور،
حکومت مغربی بنگال، رائٹرس بلڈنگس
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

(۷) مدیر اعلیٰ : تارا پدو گھوش، ہندوستانی
ڈائرکٹر شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور،
حکومت مغربی بنگال، رائٹرس بلڈنگس
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
(۸) مالک : حکومت مغربی بنگال
(۹) طابع : تیمیر مکھرجی، بسومتی کارپوریشن لمیٹڈ،
۱۶۶، بپن بہاری گنگولی اسٹریٹ، کلکتہ ۱۲

میں تارا پدو گھوش اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا بیان میرے علم و یقین کے لحاظ سے صحیح ہے۔

تارا پدو گھوش
یکم مارچ ۱۹۹۹ء

وزیر اعلیٰ کو تجارتی میلہ کے مجوزہ کمپلیکس کا ماسٹر پلان پیش کیا گیا

ایک جرمن کمپنی بنام ڈیوزیل ڈارف انٹرنیشنل نے کلکتہ کے اطراف میں بنائے جانے والے مجوزہ تجارتی میلہ کمپلیکس کے لئے ماسٹر پلان تیار کر لیا ہے۔ گذشتہ ۱۹ مارچ کو کمپنی کے نمائندوں نے رائٹرس بلڈنگس میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کو ماسٹر پلان پیش کیا۔ اس موقع پر وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا اور وزیر تجارت و صنعت شری بدوت گانگولی بھی وزیر اعلیٰ کے دفتر میں موجود تھے۔

واضح رہے کہ اس سے قبل ستمبر ۱۹۹۸ء میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور مرکزی وزیر تجارت شری رام کرشنا ہیگڑے کے درمیان ہونے والی بات چیت کی بنیاد پر مغربی بنگال ترقیاتی کارپوریشن (WB TDC) اور انڈین ٹریڈ پروموشن آرگنائزیشن، ایسٹرن میٹرو پولیٹین بائی پاس پر کالیکاپوری ایک مستقل تجارتی میلہ کمپلیکس تعمیر کرنے کے سلسلے میں مساوی ساجھیداری کا ایک مشترکہ کمپنی قائم کرنے کے لئے ایک معاہدے پر آئے تھے۔ اس کے مطابق ڈویزیل ڈارف انٹرنیشنل کے مطابق مجوزہ پروجکٹ کے لئے ایک ماسٹر پلان تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔

ریاستی حکومت کو پیش کردہ پلان کے مطابق کمپلکس تین حصّوں پر مشتمل ہوگا۔ ۴۰ ایکڑ مجموعی علاقہ میں سے ۵۶ ہزار مربع میٹر علاقے پر ایک سات منزلہ کلچرل سنٹر اور آفس تیار کیا جائے گا۔ دیگر دو حصّوں میں ۵۳ ہزار مربع میٹر پر مشتمل ایک قومی میلہ کمپلکس اور ۶۶ ہزار مربع میٹر پر ایک بین الاقوامی میلہ کمپلکس ہوں گے۔ قومی میلہ کمپلکس میں ۱۰ ہال ہوں گے اور بین الاقوامی میلہ کمپلکس میں ۵ ہال ہوں گے ڈیوزیل ڈارف پلان کے مطابق نومبر ۲۰۰۲ میں اس کمپلکس کا افتتاح کیا جاسکے گا جبکہ ریاستی حکومت نے ۲۰۰۱ کے اواخر تک اس پروجکٹ کی تکمیل کے لئے نشانہ مقرر کیا ہے۔ ■■

وزیر اعلیٰ نے انفارمیشن اینڈ کمپوٹنگ سائنس کا افتتاح کیا

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گذشتہ ۴ مارچ کو رائٹرس بلڈنگس میں ایک جریدہ بعنوان ”انٹرنیشنل جرنل آف انفارمیشن اینڈ کمپوٹنگ سائنس“ کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر مختلف ریاستی یونیورسیٹیوں کے وائس چانسلر اور بہت سے ممتاز ماہرین تعلیم موجود تھے۔

اس جریدہ کا بنیادی مقصد انفارمیشن ٹکنالوجی کے کثیر علاقوں کے محققین اور کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ کی دلچسپی سے متعلق مواد کی اشاعت کرنا ہے۔ اس سہ ماہی جریدے کے مدیر اعلیٰ ہیں شعبہ ریاضیات کے ریڈر ڈاکٹر دلیپ کار چکرورتی۔ ■■

"شاخِ زیتون" کا خالق نہ رہا



مغربی بنگال کے مشہور ترقی پسند شاعر اور شاخِ زیتون کے خالق حاتی گورکھپوری کا گزشتہ ۱۱ مارچ ۹۹ء[لہ] کو ممبئی میں انتقال ہوگیا۔ موت کے وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ کلکتہ اور ہوڑہ میں ان کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے۔ ان کی موت کی خبر سے مغربی بنگال کا پورا ادبی ماحول سوگوار ہوگیا۔

حاتی گورکھپوری اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ جب تک وہ ہوڑہ میں مقیم رہے وہاں کی ادبی سرگرمیاں تیز تر رہیں۔ کئی سال قبل وہ بمبئی چلے گئے تھے اور وہیں مستقل طور پر قیام پذیر ہوگئے۔ ان کے حسنِ سلوک اور خلوصِ گفتار نے انکے چاہنے والوں کا ایک وسیع حلقہ بنایا تھا۔

حاتی گورکھپوری مغربی بنگال کے ان معدودِ چند شعراء میں سے ایک ہیں جنہوں نے ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر اردو شاعری کی اعلیٰ قدروں اور صحت مند روایتوں کی پاسداری کی۔ اردو کی کلاسیکی شاعری کی بنیاد پر بھی انکی گرفت مضبوط تھی۔ صحیح ترقی پسند ہونے کے ساتھ انہوں نے جدید شاعری کے صحت مند اسلوب کو بھی اپنایا لیکن فکری اعتبار سے وہ ترقی پسند شاعر ہی رہے۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام "شاخِ زیتون" کی غزلیں اور نظمیں اسکی دلیل ہوسکتی ہیں۔

پاؤں پھیلاتے ہوئے بھی ڈر لگے
زندگی مسکین کی چادر لگے
رات کی سازش کا عالم کچھ نہ پوچھ
چاندنی کے جسم پر خنجر لگے

جہاں ہم لوگ رہتے ہیں ...
وہاں محنت کے چہرے خشک پتوں کی طرح بے رنگ ہوتے ہیں
وہاں سورج نکلتا ہے مگر اس کے اجالے تنگ کمروں میں نہیں جاتے
وہاں تازہ ہوا چلتی ہے لیکن اس کی خوشبو کو
دھوئیں کی زہرناکی قتل کر دیتی ہے گلیوں میں (اقتباس از: جہاں ہم لوگ رہتے ہیں)

انھیں ترقی پسند خیالات، جدید اسلوبِ بیان اور فنی لوازمات نے انھیں مغربی بنگال کے ادبی بساط پر ایک اعلیٰ مقام عطا کیا۔ ترقی پسند خیالات کے سائے میں قدیم و جدید شاعری کی اعلیٰ قدروں اور صحت مند تجربے کی آمیزش نے ان کے کلام میں شرابِ دو آتشہ کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہر مشاعرے میں انکی شرکت باعثِ کامیابیٔ محفل رہی۔ رمضانی قصائد کی محفلوں میں ان کے کلام کے حسن و لطافت نے انکی مقبولیت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ انکی شاعری میں انسانی دکھ درد کا احساس، دمبدم بدلتے ہوئے حالات کا ادراک، سماج کی بدبخت حالت کو بدلنے کی مکر غیر یقینی ماحول میں پیدا ہونیوالے تکرو احساس کے اظہار کا شعور موجود ہے۔ انکی شاعری کی یہی وہ اعلیٰ خصوصیات ہیں جو انھیں عام شاعروں سے علیحدہ اور منفرد کرتی ہیں۔ ان کی غزلیں اور نظمیں دونوں میں شعری و غنائی پہلوؤں کا رچاؤ کچھ اس تانے بانے کے ساتھ آیا ہے کہ ایک قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

شاخِ زیتون کے خالق عبدالحیٔ معروف بنام حاتی گورکھپوری ۶ جون ۱۹۳۶ء کو سلیم پور ضلع دیوریا (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ہوڑے کے ایک اسکول میں ۸ ویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی شاعری کا آغاز ۱۹۵۲ء میں ہوا۔ غواص قریشی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اپنے استاد بھائی عزیز غواصی کی قربت میں انھیں فنی نکات و رموز سیکھنے کا کافی موقع ملا۔ شاعری کے علاوہ علم قیافہ سے کافی شغف رہا۔ آخر میں انہوں نے قیافہ دانی اور دست شناسی کو پیشہ کے طور پر اختیار کر لیا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں وہ ہوڑے سے ہجرت کرکے بمبئی چلے گئے تھے اور وہیں سپردِ خاک ہوگئے۔

ے ہم تمہارے کوچے کی رسم کو نبھائیں گے
پھول پھول آکے بھی زخم زخم جائیں گے

•—— (مصطفیٰ اکبر) ••

لہ بمطابق آزاد ہند کلکتہ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۹۹ء

شاخِ زیتون کا خالق : حامی گورکھپوری

سالک لکھنوی

ہم تمہارے کوچے کی رسم کو نبھائیں گے
پھول پھول آئے تھے زخم زخم جائیں گے

قدیم و جدید غزلیت سے معمور یہ شعر حامی گورکھپوری کا ہے۔ ان کی شاعری میں فن بھی ہے اور فکر و مشاہدہ بھی۔ فکر و فن کے انضمام کے بغیر اچھی شاعری نہیں ہوتی۔ نہ قدیم نہ جدید۔ ادب بذاتِ خود قدیم و جدید ہوتا بھی نہیں ہے۔ فنکار کا مشاہدہ اور احساس اسے جو انداز فکر و نظر عطا کرتا ہے اسے فنکارانہ طور پر لفظوں کے پُر آہنگ لباس میں پیش کر دینے کا نام ہی شاعری ہے۔ لباس قدیم ہو یا جدید، دل کی دھڑکنوں کی عمر ہیں ہوا کرتی۔ فن برائے فن اگر شاعری میں حرف الفاظ کی زیبائش کا نام ہے تو مجرد فکر یا سائنس ہے یا فلسفہ لیکن فکر و فن جب ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں تو ادب و شعر کا جامہ پہن لیتے ہیں۔ حامی گورکھپوری کی شاعری کا یہی لباس ہے۔

فن کار کے فن میں خود فنکار کی شخصیت کو بڑا دخل ہوتا ہے بقول رشید احمد صدیقی:

"ایک بُرا آدمی اچھا شاعر نہیں ہو سکتا"

حامی گورکھپوری مرنجاں مرنج، نرم گفتار، ضابط و صابر انسان ہیں۔ ان کی شاعری بھی انھیں اوصاف کی حامل ہے۔ وہ ایک بڑے عرصے سے ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہیں۔ شاعری میں حضرت غواص قریشی مرحوم کی تہذیب قدیم اور حضرت پرویز شاہدی مرحوم کی انقلابی شخصیت سے متاثر ہوئے ہیں حضرت شمس الرحمٰن فاروقی کی جدت پسندی بھی ان کے مطالعہ میں رہی ہے لاشعوری طور پر وہ ان سبھوں سے متاثر بھی ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود حامی گورکھپوری نے کسی کی روش اختیار نہیں کی اور نہ کسی خاص رنگ سے اپنی شاعری کو رنگنے کی کوشش کی۔ ان کی شاعری کا جو رنگ ہے وہ ان کا اپنا ہے اور وہ اپنے ہمعصروں میں بالکل الگ نظر آتے ہیں وہ بڑی سے بڑی، گہری سے گہری، شدید سے شدید بات کہہ جاتے ہیں لیکن کہیں بھی لہجے میں کرختگی نہیں آتی۔ غزل کی آن مجروح نہیں ہوتی۔ ان کے یہاں مشاہدے کی وسعت، تجربے کا ہیجان اور ان سے پیدا ہونے ہونے والے احساسات کے لئے کوئی تیز رنگ نہیں ملتا۔ کہیں کہیں وہ جذبے اور احساس کی دیدہ زیب اور مرتعش استاریت سے لبریز کچھ تصویریں کھینچ دیتے ہیں جو قاری کے ذہن سے ٹکرا کر دل میں اتر جاتی ہیں اور ـــــ "از دل خیزد بر دل ریزد" کی مصداق بن جاتی ہے۔ ان کے کلام میں وہ عصری آگاہی ملتی ہے جس کے آئینے میں ہر شخص اپنی پیاس کی سیرابی کے لئے کچھ نہ کچھ پا لیتا ہے۔ ان کے کلام میں تہہ بہ تہہ پیچیدگیوں کی تلاش اگرچہ بے سود ہوگی لیکن ایسے اشعار بھی مل جائیں گے جو اتنے پہلو دار ہوں گے کہ ہر پہلو اپنی کرن سنبھالے نظر آئے گا۔ چند اشعار پیش کرتا ہوں:

ے پاؤں پھیلاتے ہوئے بھی ڈر لگے   زندگی مسکین کی چادر لگے
قتل کا الزام ان کے سر لگے   اپنے سائے سے بھی جنکو ڈر لگے

ے اربابِ ستم اس طرح مائل بہ ستم ہیں   محسوس یہ ہوتا ہے کہ زندہ ابھی ہم ہیں

ے صلح کی حد تک ستمگر آ گیا   آئینے کی زد پہ پتھر آ گیا

ے دیکھئے انصاف کیا دیتا ہے اپنا فیصلہ   نوجواں تھا بھوک سے تنگ آ کے قاتل بن گیا

ے آئینے کرنے لگے ہیں پتھروں سے ساز باز   آئینوں کو آئینوں کا ہم زباں کیسے کہوں

ے آگ تو سلگی تھی دامن کے قریب   آستین کا سانپ باہر آ گیا

ے کتنے افسانے سرِ مقتل بیاں ہو جائیں گے   قتل ہو کر ہم بھی زیبِ داستاں ہو جائیں گے

ے مجبور چٹانوں کی بات ہم نہیں کرتے   ریت کے محل کب تک زلزلوں میں ٹھہریں گے

ے کاروبارِ رنگ و بو میں پھول کو منزل سمجھ   ایک دن کی زندگی کو عمر کا حاصل سمجھ

یہ اور ایسے کتنے ہی وہ اشعار ہیں جو براہ راست دلوں میں جگہ بنا لیتے ہیں۔

حامی گورکھپوری نے بڑی جاندار نظمیں بھی کہی ہیں جو اس مجموعے میں آپ کو ملیں گی۔ ہر انسانیت کش واقعے یا حادثے نے انھیں جب بھی متاثر کیا ہے تو بے ساختہ ایک نظم ہو گئی ہے۔ بیروت سے جب مجاہدین کا انخلا ہوا تو "شاخِ زیتون اور شمشیر" ابھر کر سامنے آئی۔ مارکسی شاعر پرویز شاہدی دنیا سے رخصت ہوئے تو نظم "پرویز شاہدی" خونِ دل سے لکھ ڈالی۔ آسام میں الیکشن کی ٹھہری تو اقلیتی فرقے کی ہزاروں ہزار عورتیں، نوجوان، بچے، بوڑھے موت کی نیند سُلا دیئے گئے۔ "ہاتھ کی سازش" "بے نقاب ہو کر حامی گورکھپوری کی نظم بن گئی ے

مقتول کی تصویر ہے اخبار کی زینت
قاتل کی مگر ایک بھی تصویر نہیں ہے

تبرکات

غزلیں

حالیؔ گورکھپوری

قتل کا الزام ان کے سر لگے
جن کو سائے سے بھی اپنے ڈر لگے

پاؤں پھیلاتے ہوئے بھی ڈر لگے
زندگی مسکین کی چادر لگے

رات کی سازش کا عالم کچھ نہ پوچھ
چاندنی کے جسم پر خنجر لگے

کتنے عیسیٰ ہو گئے نذرِ صلیب
کیسے کیسے داغ مریم پر لگے

کون دیکھے شعلۂ عُریاں کا رقص
کِس کو اچھّا آگ کا منظر لگے

کیسے اپنا سر بچائے ہمنشیں
دل کے آئینے پر جب پتھر لگے

کیوں نہ حالیؔ راہ میں بچ کر چلیں
آدمی جب آگ کا پیکر لگے

جسم باقی ہے جان خالی ہے
آدمی سے مکان خالی ہے

برف میں قید ہو کے پنچھی
پر سلامت اُڑان خالی ہے

بام و در کی فضا ہے برفیلی
چاند سے آسمان خالی ہے

نوکِ شمشیر لکھ رہی ہے کتاب ؟
ہر قلم کی دُکان خالی ہے

اب کسی آنکھ میں نہیں شوخی
تیر سے ہر کمان خالی ہے

بے سُری بانسری کنہیّا کی....
درد کی لَے سے تان خالی ہے

ایک سے ایک لوگ ہیں حالیؔ
یہ نہ سمجھو جہان خالی ہے

زخم خوردہ فاختہ

اک دل شکستہ فاختہ
اک زخم خوردہ فاختہ
صحرا سے نخلستان تک
جنگل سے کوہستان تک
بغداد سے تہران تک
قندھار سے لبنان تک
گرجا سے اُکتائی ہوئی
مسجد سے گھبرائی ہوئی
مذہب سے اُکتائی ہوئی
دولت سے السائی ہوئی
روئے زمین پر چار سو
کرتی ہے گھر کی جستجو
ہر سمت ہے رنگِ لہو
بارود کی پھیلی ہے بو
ملتی نہیں جائے اماں
ہر شاخِ گل آتش فشاں
بوجھل زمین و آسماں
لگتا ہے جیسے یہ جہاں
اب چھوڑ دے گی فاختہ
دم توڑ دے گی فاختہ

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ ■ یکم و ۱۵ر اپریل ۱۹۹۹ء ■ شمارہ نمبر ۷ اور ۸

ترتیب

■■

سرورق:۔ وزیر مالیات ڈاکٹر اشیم داس گپتا، وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کے ساتھ بجٹ برائے ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء پیش کرنے کے لئے جاتے ہوئے۔

(تصویر: ستک سیٹھ)

■■

مدیر اعلیٰ:۔ تارا پدا گھوش
مدیر معاون:۔ محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ: دس روپئے ■ نصف سالانہ: پانچ روپئے

■ فی شمارہ کی قیمت: ۵۰ پیسے
اس خصوصی شمارہ کی قیمت: ایک روپیہ

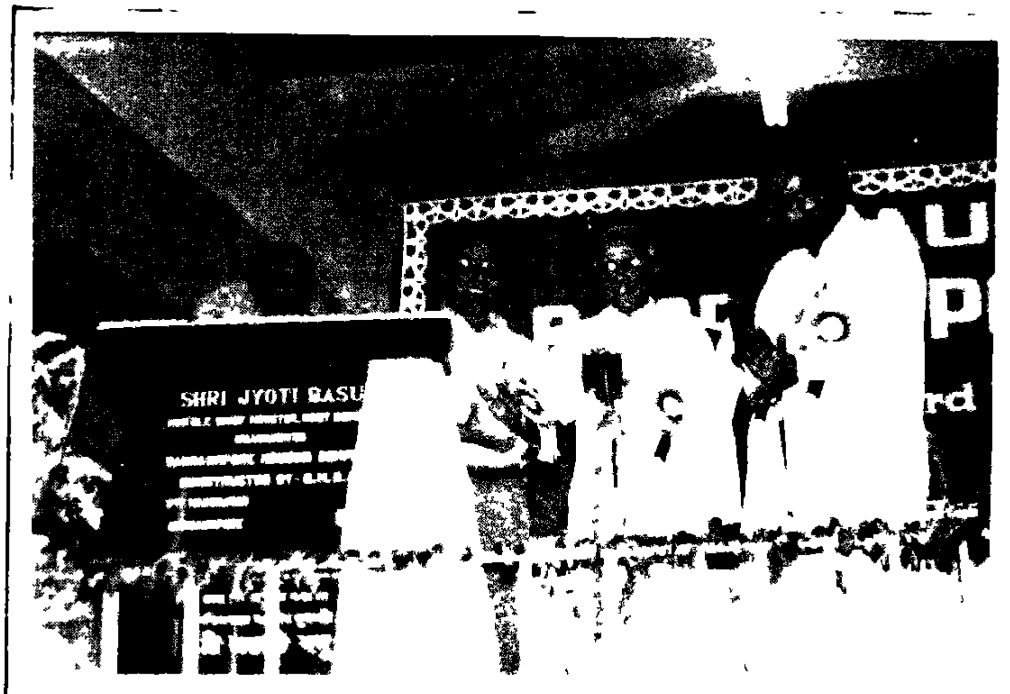
• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ
بزنس منیجر،
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱ے
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون: 235-5601/3371 Ext: 710

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے سی ایم ڈی اے نگر کا افتتاح کیا



● وزیر اعلیٰ بارکپور ہاؤسنگ کمپلکس (پروجکٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۳ مارچ کو کلکتہ میٹرو پولیٹن ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے چلائے گئے پارک پور ہاؤسنگ پروجکٹ (سی ایم ڈی اے نگر) کا افتتاح کیا۔ سی ایم ڈی اے سے بارک پور۔ کلیانی ایکسپریس وے اور بارا سات بارکپور روڈ کے جنکشن میں اس ٹاؤن شپ کی تعمیر کی ہے جہاں اسی دن ۔۴۴ رہائشی فلیٹوں کو ان کے خریداروں کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی افتتاحی تقریب کی صدارت وزیر بلدیاتی امور اور شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ نے کی۔ دیگر اہم شخصیتوں میں وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا، وزیر صنعت و تجارت شری بدوت گانگولی، ایم پی شری تڑت برن تو پدار اور شمالی ۲۴ پرگنہ ضلع پریشد کے چیئر پرسن شری اپرنا گپتا بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے اپنی افتتاحی تقریر میں سی ایم ڈی اے کے اس کام کی سراہنا کرتے ہوئے کہا کہ بائیں محاذ کو برسر اقتدار آنے سے قبل اس طرح کے خود مختار اداروں کو کوئی بھی انتظامیاتی اختیار حاصل نہیں تھا۔ ۱۹۷۷ء سے ریاست کی صورتحال میں تبدیلی آئی اور سی ایم ڈی اے کو پورے طور پر استعمال میں لایا گیا جو باعث خوشی و تشفی بخش ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے پنچایتی اداروں اور میونسپلٹیوں کے ذریعے رقم کو مختص کر کے اختیارات کی لامرکزیت کے معاملہ میں ریاستی حکومت کے کردار کو اجاگر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ اس سے ماضی قریب میں بالخصوص تعلیم، تعمیرات عامہ، طبی خدمات اور ہاؤسنگ سیکٹروں میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے قومی سطح کے بہت سے نکات اور مسائل پر بھی روشنی ڈالی۔ وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا نے اپنی تقریر میں ریاست کے میگا سٹی پروجکٹ کا حوالہ دیتے ہوئے پروجکٹ کے عمل درآمد میں ریاستی حکومت کو درپیش مشکلات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ جب ریاستی حکومت اس پروجکٹ میں ۱۹۷ کروڑ روپئے کی ساجھیداری دی ہے ایسے میں مرکز کی جانب سے اب تک صرف ۹۲ کروڑ روپئے آئے ہیں جبکہ اس کی طرف سے شروع میں مساوی ساجھیداری کا وعدہ کیا گیا تھا۔ وزیر بلدیاتی امور و شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ نے اپنی صدارتی خطبہ میں بتایا کہ امید کی جاتی ہے کہ سنہ ۲۰۰۰ء کے اواخر تک سی ایم ڈی اے ۲۲ رہائشی فلیٹ تعمیر کر لیگا۔ انھوں نے کہا کہ ۱۹۹۸ء تک اس نے صرف ۹۱۹ فلاٹ تعمیر کی تھی اور بارک پور ہاؤسنگ پروجکٹ کے دو مرحلوں میں ۸۰۰ فلاٹ تعمیر کی جائینگی۔ جن میں مرحلہ II بھی جلد چالو کر دیا جائے گا۔ ■■

قومی معاشی پالیسی کیلئے ایک متبادل راستہ نکالنا ہوگا

معاشی آزادی اور اصلاحات کی آئی ایم ایف پالیسی عام لوگوں کے بنیادی مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہوگئی ہے

• ڈاکٹر اشیم داس گپتا

وزیر مالیات ڈاکٹر اشیم داس گپتا نے گذشتہ ۱۹ مارچ کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی میں ۶۲۸۹ کروڑ روپئے کا ریاستی بجٹ برائے سنہ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء پیش کرتے ہوئے کہا کہ متبادل پالیسی کی سماجی جہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ریاستی حکومت نے ریاستی بجٹ کا ایک ایسا بنیادی مقصد متعین کیا ہے جس سے مختلف شعبوں میں پیداواری سطحوں کے اضافہ کے ذریعے افزائش روزگار میں اضافہ ہوگا۔ ترقیات کے سلسلے کو برقرار رکھنے کیلئے فاضل وسائل کی افزائش کیلئے ڈاکٹر اشیم داس گپتا نے کچھ علاقوں پر نئے ٹیکس کی تجویز رکھی ہے اس سے ۹۴ کروڑ روپئے کی فاضل آمدنی امسال کے بجٹ کے کل اخراجات اور حاصل کردہ رقم کے درمیان ۱۶۱ کروڑ روپئے تک کی کمی کو دور کیا جاسکے گا۔

بنیادی سہولتوں کی ترقی کے لئے سڑکوں اور توانائی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ منصوبہ بند اخراجات (Plan outlay) کو حالیہ سال میں ۱۵۷۷ کروڑ روپئے سے بڑھا کر آئندہ سال میں ۲۰۱۱ کروڑ روپئے کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ویسٹ بنگال ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور ویسٹ بنگال رورل اینرجی ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے ذریعے دیہی بجلی کاری کو زیادہ مستحکم کرنے کے لئے ۱۲۰ کروڑ روپئے فراہم کیا جائے گا۔ سڑک کے سیکٹر میں منصوبہ بند اخراجات (Plan out Lay) کو حالیہ سال میں ۳۵۰ کروڑ روپئے سے بڑھا کر آئندہ سال میں ۴۵۹ کر دیا گیا۔ ڈاکٹر اشیم داس گپتا کی بجٹ تقریر کا اردو متن درج ذیل ہے:

مسٹر اسپیکر سر،

آپ کی اجازت سے میں بجٹ تخمینہ کے مالیاتی سال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء پیش کرتا ہوں۔

میں یہ ریاستی بجٹ ایک ایسے وقت میں پیش کر رہا ہوں جب پورا ملک سنگین معاشی بحران سے دوچار ہے۔ تقریباً سات سال قبل ۹۲-۱۹۹۱ء میں قومی سطح سے آئی ایم ایف قرض کی شرائط کی پیروی میں نام نہاد آزادی اور معاشی اصلاحات کی ایک پالیسی اپنائی گئی تھی حالانکہ حکومت ہند کی جانب سے اشاعت کردہ اعداد وشمار، اس معاشی آزادی اور اصلاحات کی پالیسی کے نتیجے میں بالخصوص درآمدات کی امتیازی آزادی کی وجہ سے ملک کی صنعتی پیداوار کی اوسطاً سالانہ شرح افزائش آزادروی کی پالیسی (۸۵-۱۹۸۴ء سے ۹۲-۱۹۹۱ء سے ۹۸-۱۹۹۷ء) کے قبل کے سات برسوں کی مدت کے دوران ۸،۵ فیصد سے گھٹ کر اس پالیسی (۹۲-۱۹۹۱ء سے ۹۸-۱۹۹۷ء) کے بعد کے ۷ برسوں کے دوران ۵،۹ فیصد ہوگئی ہے۔ خاص طور پر موجودہ سال کے پہلے ۹ مہینوں میں یہ صنعتی شرح افزائش ہولناک طور پر گر کر صرف ۳،۵ فیصد کی نچلی سطح تک آ گئی ہے اسی طرح ملک میں غذائی اجناس کی پیداوار کی اوسط سالانہ شرح افزائش نمایاں طور پر گھٹ کر سابقہ ۷ برسوں کے دوران ۵،۲ فیصد سے بعد کے ۷ برسوں کے دوران ۱،۴ فیصد ہوگئی ہے۔ زراعت وصنعت دونوں کی شرح افزائش میں ایسی تشویشناک کمی کے نتیجے میں بے روزگاری کا مسئلہ شدید ہوگیا ہے۔ اور لازمی اشیاء

کی قیمتوں میں بھی بے حد اضافہ ہوا ہے۔ مزید برآں، صحت و تعلیم وغیرہ جیسے سماجی شعبوں میں کافی کوتاہیاں پیدا ہوئی ہیں دیگر لفظوں میں معاشی آزادی و اصلاحات کی آئی ایم ایف پالیسی جسے قومی سطح پر اپنایا گیا تھا، بے روزگاری، مہنگائی اور سماجی سیکٹروں میں کوتاہیوں سے متعلقہ ہمارے ملک کے عام لوگوں کے بنیادی مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ آئی ایم ایف کی اس پالیسی کی ناکامی صرف ہمارے ملک میں نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کی ناکامی کی رپورٹ روس، برازیل اور جنوبی مشرقی ایشیا جیسے دیگر ممالک سے بھی آئی ہے۔ اس ناکامی سے متعلق تحریر اور اطلاعات کے باوجود حکومت ہند کی جانب سے اس پالیسی کی میکانیاتی طور پر مہوز پیروی کی جارہی ہے۔

عزت مآب ممبران، ہم سمجھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب ناکام آئی ایم ایف پالیسی کو دہرانے کی بجائے بات چیت کی بنیاد پر ہمیں پورے ملک کے لئے معاشی پالیسی کا ایک متبادل راستہ نکالنا ہوگا۔ گزشتہ ۵ برسوں سے ہم ایسی ہی متبادل معاشی پالیسی کے خاکے کے لئے قومی سطح پر ایسی بات چیت کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ معاشی اصلاحات کی ایک فوری ضرورت ہے لیکن یہ اصلاحات ہماری اپنی شرائط کے مطابق ہوں گی اور انھیں ہمارے ملک کے عام لوگوں کے مفادات کے پیش نظر اور بیرونی قرض کی شرائط کے کسی دباؤ کے بغیر ایک نئے متبادل راستہ کا خاکہ میں ڈھالنا ہوگا۔

عام لوگوں کے مفاد میں اس متبادل پالیسی اور ہی معاشی اصلاحات کا اصل سماجی مقصد معیشت کے مختلف سیکٹروں میں پیداوار کی خاطر خواہ اضافہ، مہنگائی کی روک تھام اور سماجی سیکٹر میں ہمہ گیر پھیلاؤ کے ذریعے جہاں تک ممکن ہے افزائش روزگار میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ اس متبادل پالیسی اور اصلاحات کے لازمی ستونوں میں سے ایک ستون کمساوی مسابقت کے لئے بالخصوص گھریلو معیشت کے تمام متعلقہ معاملوں میں موثر عمل کی ضمانت دینا ہے اصلاحات کا دیگر ستون بنیادی سہولتوں اور سماجی خدمات جیسے معاملوں میں مناسب سطحوں پر سماجی کام کاج کو یقینی بنانے کے لئے ہے۔ اس سے سماج کے وسیع طبقے اس کے مثبت اثرات سے مستفید ہوں گے۔ جب سماجی کام کاج کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔ ہمہ جہت نصب العین کے ارتباط سے مقامی لوگوں کے منتظم سماجی کام کاج کے لئے مرکز سے ریاستوں تک، ریاستی سطح سے پنچایت اور اضلاع میں میونسپلٹیوں تک اور اس سے بھی نچلی سطح تک کی مناسب لامرکزیت پر زور دینا چاہیئے۔ یہ لامرکزیت انتہائی نچلی سطح تک ہر مقام پر تند جوابدہی اور عوام کی پُر جوش شمولیت کی ضمانت سے ہم آہنگ ہونی چاہیئے۔ ہمارے خیال میں مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی اور جواب دہ و شمولیاتی لامرکزیت ایک دوسرے کی مدد و ہمراہ ہیں۔

مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی کی وجہ سے اس متبادل پالیسی اور اصلاحات کو اتنا فریں خود اعتمادی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے چالو کر دینا چاہیئے۔ اس کی پیش قدمی کثیر الاقوامی اجارہ دارانہ مفاد کے غلبہ کا مقابلہ کرے گی اور اس طرح بذات خود بین الاقوامی تجارت کے میدان میں مسابقتی قوت پیدا کرے گی۔ خود اعتماد کا یہ تصور کا مطلب بلاشبہ بیرونی تجارت سے دستبرداری نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں پہلے یہ پتہ لگانا چاہیئے کہ عام لوگوں کی کتنی بنیادی ضروریات کو ملک کے وسیع قدرتی اور انسانی وسائل کو استعمال میں لاکر اور اس کے بعد روزگار کے مواقع پیدا کر کے موثر اور گھریلو طور پر پورا کیا جا سکتا ہے۔ موثر خود اعتمادی پر اس طرح کے زور ڈالنے سے زیادہ مسابقت کی جانب ہمہ جہت پیش قدمی کو نہ صرف یقینی بنایا جائے گا بلکہ اس سے گھریلو پیداوار اور روزگار کی افزائش میں اضافہ ہوگا اور قومی معاشی صورت حال میں کچھ یقینی آئے گی۔

اسی سبب سے مالیاتی وسائل کو استعمال میں لانے کے معاملہ میں بھی خود اعتمادی اہم ہے۔ بیرونی قرضوں اور سرمایہ کاری پر آزادانہ انحصار کرنے کے بجائے گھریلو بچت اور اندرونی وسائل کے استعمال پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ اندرونی وسائل کے استعمال میں مرکزی انکم ٹیکس کے لیت و لعل سے بنیادی طور پر جمع شدہ "کالے دھن" کو نکال باہر کرنے پر خصوصی زور دینے کی ضرورت ہے گھریلو وسائل کے استعمال کے معاملہ میں خود اعتمادی کو یقینی بنانے کے بعد اگر خصوصی حالات میں اور ملک کے مفادات میں بیرونی سرمایہ کاری کو ضروری سمجھا گیا تو ان خاص علاقوں میں ایسے اقدامات کئے جائیں گے اور پھر وہ بھی کسی بھید بھاؤ کے بغیر۔

کچھ مسابقتی صورت حال پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ قومی سطح سے لازمی اشیاء کے عوامی نظامِ تقسیم کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ یہ عمل ان اشیاء کی تجارت کے معاملہ میں کام کرنے والی اجارہ داری طاقتوں کے خلاف ایک ہم پلہ مسابقتی قوت کے طور پر کام کرے گا اور اس سے قیمتوں کے اضافہ کو روکنے میں مدد ملے گی۔ اسی سبب سے اگر صنعت کے سماجی طور پر اہم معاملہ پر اجارہ دارانہ مفادات کا غلبہ ہو تو مضبوط عوامی سیکٹر یونٹ کی موجودگی مسابقت کی قوت بیدار کرنے میں دوبارہ مدد کرے گی۔ اہم عوامی سیکٹر یونٹوں کی تباہی کے باوجود ان کی اندرونی صلاحیت کو خصوصی سماجی نصب العین کے ساتھ بڑھانا لازمی ہے۔

صنعت کے میدان میں مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی سے اصل مراد یہ ہے کہ گھریلو طور پر شروع کرتے ہوئے اور ٹکنالوجی پر انحصار کرتے ہوئے ایک مساوی موقع، بڑی صنعت کے ساتھ، چھوٹی صنعت یا چھوٹے کاروباریوں کو دینا چاہیئے۔ بڑے پیمانے کی یونٹوں کے دوش بدوش چھوٹے پیمانے کی یونٹوں کا مناسب و موزوں مقام حاصل کرنے کا مطلب زیادہ مسابقتی حالت کی طرف پیش قدمی ہی نہیں ہوگا بلکہ اس سے کافی روزگار کی افزائش میں بھی مدد ملے گی۔

زراعت میں مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی کے لئے زمین کی ملکیت اور استعمال تک عام مزدور کسانوں کی زیادہ سے زیادہ مساوی پہنچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا لازمی طور پر معنی ہوتا ہے اصلاحات اراضی کی ضرورت۔

عام صنعت کاروں اور عام کسانوں کے لئے بینک قرض تک زیادہ سے زیادہ مساوی تقرب فراہم کرنے کے مفاد میں سماجی کنٹرول کے اندر بینکنگ کے میدان میں بھی مسابقتی حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے قومیائے گئے بینکوں کی اندرونی صلاحیت کی سماجی ترجیح و فروغ کو بروئے کار لانے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کوآپریٹیو بینکنگ کے سکٹر کی توسیع کی جائے اور کوآپریٹیو بینکنگ سیکٹر کے تال میل سے چھوٹے کسانوں اور چھوٹے کاروباریوں کے خود امدادی جماعتوں کی تشکیل کی ہمت افزائی کی جائے۔ زراعت اور صنعت میں گھریلو طور پر زیادہ مسابقت کی جانب پیش قدمی کے ساتھ پیداوار کو موثر طور پر بڑھا کر افزائش روزگار کی اس کوشش کو جاری رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بنیادی سہولتوں (جیسے آبپاشی، سڑکیں، توانائی وغیرہ) اور سماجی خدمات جیسے تعلیم، عوامی صحت وغیرہ) کی ترقی اور توسیع کی جائے۔ ان تمام شعبوں میں وسیع تر اثرات کے اسباب کے لئے جیسا کہ پہلے بتایا گیا، سماجی کام کاج کی ضرورت ہے۔ سماجی کام کاج کی مناسب سطح کے انتخابات میں، دوبارہ صلاحیت کے اسباب کے لئے مرکز سے ریاستوں تک، پھر ریاستی سطح سے پنچایتوں اور اضلاع میں میونسپلٹیوں تک لامرکزیت لازمی ہے اور حتمی طور پر کما حقہٗ سماجی نصب العین کے ارتباط سے پورے طریقۂ کار میں منظم طریقے سے عوام کی حتمی طور پر شرکت ضروری ہے۔

عزت مآب ممبران یہ متبادل پالیسی اور متعلقہ معاشی اصلاحات مجموعی طور پر قومی سطح کے لئے ہیں۔ لہذا ہم نے ان معاملوں کو مختلف قومی مذاکرہ گاہ میں بار بار اٹھایا ہے۔ دریں اثنا ہم نے ریاست کے محدود اختیارات کے اندر متبادل پالیسی کے ان معاملوں کو روبہ عمل لانے کی کوشش بھی کی ہے جو ریاستی سطح پر متعلقہ اور قابل عمل ہیں۔ اس پالیسی کی سماجی جہت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے مختلف میدانوں میں پیداوار کی بڑھتی ہوئی سطح کے ذریعے افزائش روزگار میں اضافہ کرنے والے کی حیثیت سے حالیہ برسوں کے ریاستی بجٹ میں بنیادی مقصد کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی کے لئے ریاستی معیشت کے متعلقہ میدانوں میں اقدامات کئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی سماجی طور پر اہم اثر پذیری کے ساتھ ان میدانوں (جیسے بنیادی سہولتیں، تعلیم، عوامی صحت وغیرہ) میں پلان اسکیموں کی تشکیل اور عمل درآمد کے سلسلے میں پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کو زیادہ اختیارات دیکر اور جوابدہی اور پورے طریقۂ کار میں مقامی لوگوں کی براہ راست شمولیت کو یقینی بنا کر لامرکزیت کی کوششوں کو مزید مستحکم کیا گیا ہے۔

ریاستی فہرست میں سب سے زیادہ متعلقہ معاملہ زراعت اور وابستہ سرگرمیوں سے تعلق رکھتا ہے اور یہ باضابطہ طور پر کہا جا چکا ہے کہ زراعتی سیکٹر میں مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی کا بنیادی طور پر مطلب ہوتا ہے اصلاحات آراضی ۔

مزید براں فی ایکڑ پیداوار اور افزائش روزگار میں اضافہ کی اعلیٰ ترین ریکارڈ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کی زمین سے بھی حاصل کیا گیا ہے۔ ارضی تقسیم سے متعلق اصلاح آراضی جہاں مساوی مسابقت کی جانب پیش قدمی ہے وہیں زرعی پیداوار اور افزائش روزگار کے اضافے کی بنیاد بھی ہے۔ ریاستی سطح پر متبادل پالیسی کے تمام متعلقہ پہلوؤں کے عمل در آمد کا پورا عمل اصلاحات اراضی کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ اصلاحات اراضی کے عمل درآمد میں ریاست مغربی بنگال تمام ریاستوں میں پہلا مقام رکھتا ہے۔ حالیہ قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار (۱۹۹۲ء) کے مطابق، جبکہ پورے ملک کے لئے مجموعی طور پر چھوٹے اور حاشیائی کسان (کل ۸۵ فیصد زائد کسانوں سمیت) زرعی زمین کے صرف ۳۴٫۴ ۳ فیصد کے مالک ہیں مغربی بنگال میں اصلاحات اراضی پر عمل در آمد کے بعد چھوٹے اور حاشیائی کسان زرعی زمین کے تقریبا ۷۰٫۶۷ فیصد کے اب مالک ہوئے ہیں۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے نئے دستیاب تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اصلاحات اراضی کی وجہ سے اس ریاست میں سپرد کردہ کل زرعی قطعات اراضی اب ۱۳٫۵۵ لاکھ ایکڑ کو پہنچ گئے ہیں۔ ان ۱۰٫۳۲ ایکڑ قطعات اراضی کی تقسیم سے ۲۵٫۳۲ لاکھ کسان مستفید ہوئے ہیں جن میں تقریبا ۵۵ فیصد شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواتین کے وقار اور خود اعتمادی کو برقرار رکھنے کے معاملہ میں ریاستی حکومت نے مشترکہ پٹوں کی تقسیم پر خصوصی زور دیا ہے جن کی تعداد اب ۴ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ مزید براں ریکارڈ کئے گئے بٹائی داروں کی تعداد بھی بڑھ کر ۱۴٫۸۶ لاکھ ہو گئی ہے۔ زراعت میں پیداوار اور افزائش روزگار میں اضافہ کے لئے ساتھ ہی اصلاحات اراضی میں آبپاشی کی سہولتوں کی توسیع اور ترقی یافتہ بیجوں اور کھادوں کی بہم رسانی پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ حالیہ سال میں ۲۰٫۱ لاکھ ہیکٹائر کی خالص زرعی زمین کو آبپاشی کی زمین کے تحت لایا گیا ہے۔ نتیجتاً ریاست میں کل خالص زرعی علاقے کے تناسب کے طور پر کل خالص آبپاشی کا علاقہ ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۳۱ فیصد سے بڑھ کر ۹۹-۱۹۹۸ء میں تقریبا ۵۸ فیصد ہو گیا ہے۔ آبپاشی کے شعبہ میں اس ریاست میں لامرکزیت کے لئے کئے گئے اقدامات کے طور پر چھوٹے آبپاشی پمپوں، جکڑوں کا انتظام، پنچایتوں کی عام نگرانی کے تحت مستفید

کمیٹیوں کے ذریعے زیر اثر علاقے کے مقامی کسانوں کو دیا گیا ہے۔ ترقی یافتہ بیجوں کے استعمال میں بالخصوص دھان کی کاشتکاری کے سلسلے میں جب ربیع کاشتکاری مجموعی علاقے میں بیجوں کی ترقی یافتہ تنوع کا پھیلاؤ ۹۸-۱۹۹۷ء میں صرف ۲۸ فیصد تک پہنچ چکا تھا۔ حالیہ سال میں یہ علاقہ بڑھ کر ۸۲ فیصد ہو گیا ہے۔ مزید براں کل مد اعداد و شمار یہ بھی دکھاتے ہیں کہ کھاد کے متوازن استعمال کے معاملوں میں گزشتہ برسوں کے دوران ریاست مغربی بنگال کی پوزیشن میں بہتری آئی ہے اور اب یہ تمام ریاستوں کے درمیان سب سے آگے مقام پر پہنچ گئی ہے۔

اصلاحات آراضی کی بنیاد پر ان اقدامات آبپاشی کی سہولتوں کی توسیع اور ترقی یافتہ بیجوں اور کھاد کی گنجائش کے نتیجے میں ریاست میں زرعی پیداوار کا جھکاؤ نہ صرف اوپر کی طرف ہے بلکہ غذائی اجناس کی شرح افزائش کے معاملوں میں بھی مغربی بنگال کا مقام دیگر بڑی ریاستوں کے درمیان اوّل ہو گیا ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء سے ۹۷-۱۹۹۶ء تک کی پوری مدت میں دستیاب تازہ ترین ریاست وار اعداد و شمار کے مطابق جب تمام ریاستوں میں غذائی اجناس کی اوسطاً سالانہ شرح افزائش ۲٫۶ فیصد رہا ہے۔ مغربی بنگال میں مساوی شرح افزائش تقریبا ۵٫۴ فیصد پر سب سے اعلیٰ رہی ہے۔ چاول کی مجموعی پیداوار میں یہ ریاست ملک بھر میں پہلے مقام پر پہنچی ہے اور آلو کے سلسلے میں دوسرے مقام پر پہنچی ہے۔ صرف مجموعی پیداوار کے معاملے میں نہیں بلکہ فی ہیکٹر پیداوار کے معاملے میں بھی ۸۲-۱۹۸۱ء سے ۹۷-۱۹۹۶ء کی مدت کے دوران غذائی اجناس کی پیداواریت کی اوسطاً سالانہ شرح افزائش (۴٫۸ فیصد) مغربی بنگال کل ریاست اوسطاً شرح افزائش کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے (۲٫۶ فیصد)۔

پیداوار کی سطح میں اضافہ کے ساتھ کسان نے بھی ایک سال میں بہت سی فصلیں بڑھانا شروع کر دیا ہے۔ نتیجتاً اس ریاست میں فصلیں اگانے کی شدت کا اشاریہ حالیہ برسوں میں مستحکم طور پر بڑھا ہے اور اب ۹۸-۱۹۹۷ء میں ۱۶۷٫۰۰ تک پہنچ گیا ہے۔

فصلیں اگانے کی اس شدت کے اشاریہ کی مکمل کمیت کے معاملہ میں مغربی بنگال اب پنجاب کے بعد دوسرے مقام پر ہے لیکن اس اشاریہ کی شرح افزائش کے معاملہ میں، ریاست وار تازہ ترین اعداد و شمار

کے مطابق اس ریاست کا مقام پنجاب (۷۶ء۱۳ فیصد) سے سبقت حاصل کرتے ہوئے سب سے اعلیٰ (۸ء۱۶ فیصد) ہو گیا ہے۔

عزت مآب ممبران اس بات سے واقف ہیں کہ اس کے ساتھ حالیہ مالیاتی سال میں ہماری ریاست سیلاب، زمین کے دھنسنے اور خشک سالی سمیت شدید قدرتی آفات ناگہانی سے متاثر ہوئی ہے۔ مالدہ اور مرشدآباد سمیت اس ریاست کے ۱۴ اضلاع میں ۵۱۰ جانی نقصان اور ۶ء۹ لاکھ ہکٹائر زرعی زمین میں فصلوں کی تباہی کے ساتھ تقریباً ۸۰ لاکھ کی آبادی متاثر ہوئی۔ مالی اعتبار سے ۷۳۰۲ کروڑ روپے کے مجموعی نقصان کا اندازہ کیا گیا ہے۔

شدید آفات ناگہانی سے نمٹنے کے لئے ریاستی حکومت سے مرکز کو دیئے گئے میمورنڈم کے ذریعے اس سال کی آفت ناگہانی بالخصوص بے نظیر سیلاب کو قومی آفت ناگہانی کے طور پر تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ دریں اثناء چونکہ ریاستی سطح کی آفت ناگہانی امدادی فنڈ (۹۲ء۵۶ کروڑ روپے) اس شدید آفت ناگہانی کے لئے ابتدائی امدادی کام میں ختم ہو جاتے ہیں اس لئے ریاستی حکومت نے موجودہ قاعدے کے مطابق عوامی امداد اور بحالی کے کام کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے قومی فنڈ برائے آفات ناگہانی سے کم از کم ۷۳ء۶۰۷ کروڑ روپے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

اس سال کی آفت ناگہانی بالخصوص سیلاب کو قومی آفت ناگہانی کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے ریاستی مطالبہ کو مرکزی حکومت نے مان لیا ہے لیکن اسے تسلیم کرنے کے باوجود گزشتہ چھ مہینوں کے دوران قومی فنڈ برائے آفات ناگہانی سے مغربی بنگال کو کوئی فنڈ نہیں دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ۷۵ کروڑ روپے کی ایک خصوصی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جن کی ۷۰ فیصد رقم ۱۳ء۵ فیصد شرح سود پر قرض کے طور پر ہے ابھی حال ہی میں مغربی بنگال کے قومی فنڈ برائے امداد آفات ناگہانی سے ۶۶ کروڑ روپے کی ایک قلیل رقم کی منظوری دی گئی ہے۔ منظور کردہ یہ رقم ریاست کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے معاملہ میں نہ صرف قلیل ہے بلکہ یہ اسی وقت ریاست کو دی گئی جب حالیہ مالی سال تقریباً خاتمہ پر ہے، دیگر لفظوں میں حالیہ سال میں ریاست کو اپنے محدود بجٹ سے اور ریاستی حکومت کی ضمانت پر مالیاتی اداروں سے قرض لے کر ریلیف

اور بحالی کے کاموں کے اخراجات کا اہم بوجھ اٹھانا پڑا ہے۔ ان وسائل کی بنیاد پر ریاستی حکومت کی جانب سے اسے استعمال میں لایا گیا ہے۔ جس سے بحالی کے کام ابھی اضلاع میں جاری ہیں۔ ان کاموں میں ربیع اور بورو فصلوں کی کاشتکاری کو بڑھنے کی خاطر کسانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ترقی یافتہ بیجوں کے ساتھ منی کِٹس کی تقسیم کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ایک سال میں تقریباً ۳۱ کروڑ روپے کی منی کِٹس کی تقسیم کی عام سطح سے ۱۵ کروڑ روپے کی لاگت کی منی کِٹس کام کرنے والے کسانوں کے درمیان تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس اثناء ریاستی کی سہولتوں کے وسیع ترین استعمال کی کامیابی کے لئے خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں۔ اس جامع کوشش میں دیہی علاقوں کے عام لوگ پنچایت کے ذریعے براہ راست شامل ہوئے ہیں۔ تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار کے مطابق اس ہمہ جہت جامع کوشش کی وجہ سے ایسی شدید قومی آفت ناگہانی کے بعد بھی ریاست میں غذائی اجناس کی کل پیداوار کو ممکن بنایا جاسکا جو گزشتہ سال کی ۱۴۳ء۵ لاکھ ٹن کی سطح کو پار کر گئی ہے اور ۱۴۶ء۰ لاکھ ٹن کی سطح کو پہنچ گئی ہے۔

زراعت سے منسلک دیگر سیکٹروں کے درمیان جنگل کاری کے معاملہ میں جب مجموعی طور پر ملک میں جنگلاتی علاقے میں کمی تشویشناک ہے۔ مغربی بنگال میں سٹلائٹ سے حاصل کردہ اطلاع کے مطابق جنگلاتی علاقہ کا فیصد بڑھ کر ۱۹۸۸ء میں ۱۴ء۳۲ سے بڑھ کر ۱۹۹۷ء میں ۱۵ء۱۶ فیصد ہو گیا ہے۔ اگر گاؤں کے درختوں کے علاقوں کو شامل کیا جائے تو کل نباتاتی علاقہ ریاست کے کل علاقے کے ۲۷ء۳۵ فیصد سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ سماجی جنگل کاری اور جنگلاتی تحفظ میں پنچایت کے ذریعے مقامی لوگوں کی شمولیت سے جنگلاتی اور نباتاتی علاقے میں کما حقہٗ ترقی کو بنیادی طور پر ممکن بنایا گیا ہے۔ ماہی پیداوار کے معاملہ میں مغربی بنگال نے ایک بار پھر صف اوّل کے مقام کو برقرار رکھا ہے۔ مزید برآں ترقیات مویشیاتی وسائل میں بہتری کو بھی اکنامک ریویو (۱۹۹۹-۱۹۹۸ء) میں تحریری طور پر شامل کیا گیا ہے۔

اصلاحات آراضی کی بنیاد پر زراعت اور منسلک سیکٹروں کی مجموعی پیداوار میں نہ صرف اضافہ ہو رہا ہے بلکہ دیہی علاقوں

کے عام لوگوں کی معاشی حالت اور قوت خرید میں بھی بہتری آئی ہے۔ دیہی غریب عوام کی معاشی حالت میں بہتری کی مثال کے طور پر زرعی مزدوروں کی اوسطاً یومیہ شرح مزدوری ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۵٫۲۵ روپئے تھی جو ۹۸-۱۹۹۷ء میں بڑھ کر ۴۱٫۲۵ روپئے ہوگئی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شرح مزدوری میں یہ اضافہ زرعی مزدوروں کے لئے اشاریہ قیمت میں اضافہ کے مقابلہ میں زیادہ تیز رفتار رہا ہے جس کے نتیجے میں، شرح مزدوری کو حقیقی معاملہ میں، اس مدت کے دوران تقریباً ۶۶ فیصد اضافہ کے ساتھ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ عام لوگوں کی معاشی حالت میں اس بہتری کا اثر دیہی علاقوں میں فی کس کیلری (غذائی توانائی) کی مقدار میں ہونے والے اضافہ پر بھی دکھائی دیا ہے۔ غذائی مقدار (۹۴-۱۹۹۳ء) پر قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار کے مطابق مجموعی طور پر جب تمام ریاستوں کے لئے دیہی علاقوں کی فی کس غذائی مقدار ۸۴-۱۹۸۳ء میں ۲۲۲۱ کیلو کیلری سے گھٹ کر ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۲۱۵۳ کیلو کیلری ہو گئی ہے۔ مغربی بنگال کچھ ریاستوں (مغربی بنگال، کرالا، اور اڑیسہ) میں سے ایک ہے جہاں دیہی علاقوں میں فی کس غذائی مقدار کے سلسلے میں جب مجموعی طور پر تمام ریاستوں کے دیہی علاقوں میں فی کس پروٹین کی مقدار میں کمی آئی ہے وہیں اسی اثناء میں مغربی بنگال کے دیہی علاقوں میں فی کس پروٹین کے مقدار میں اضافہ ہوا ہے۔ اس ریاست کے دیہی علاقوں میں عام لوگوں کی معاشی حالت میں بہتری کا اثر صنعتی ساماں کے لئے ان کی قوت خرید میں اضافہ کے معاملہ میں بھی دکھائی دے رہا ہے۔

قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار کی بنیاد پر یہ دیکھا گیا ہے کہ صنعتی مصنوعات پر ریاست کے دیہی علاقوں میں عوام کی جانب سے تقریباً ۱۰۶۹۶ کروڑ روپئے خرچ کئے گئے ہیں اور اس طرح صنعتی مصنوعات کے لئے یہ مانگ کم از کم ۱۰ فیصد فی سال کی شرح سے بڑھ رہی ہے۔ دیگر لفظوں میں ریاست میں صنعتی مصنوعات کی مانگ کے ساتھ ایک نیا اندرونی بازار ابھر کر سامنے آیا ہے اور یہ سب کچھ ریاست میں اصلاحات آراضی پر مبنی زرعی ترقیات کی وجہ سے ممکن ہو پایا ہے۔

اس اندرونی بازار کی تخلیق کے ساتھ باصلاحیت ورکروں اور ٹکنیکل ماہروں کی دستیابی، توانائی کی صورتحال میں متعلقہ بہتری، شمال مشرقی ہندوستانی ریاستوں اور جنوبی مشرقی ایشیائی ممالک کے معاملہ میں مغربی بنگال کی جغرافیائی اہمیت، ریاستی حکومت کا مثبت انداز اور ریاست کا سماجی معاشی استحکام نے اس ریاست میں صنعتی افزائش کیلئے ایک نیا امکان پیدا کیا ہے، بالخصوص یہ امکانات، زراعت اور باغبانی کی پیداوار، زرعی عناصر، جوٹ کی کثرت کاری، کیمسٹری اشیاء، انجینئرنگ، ادویہ و دواسازی اشیاء، سوفٹ ویئر، خدمات، کیمیائی اور بالخصوص میٹرو کیمیکل کی پیداوار کے طریقہ کار سے متعلق صنعتوں کیلئے یہ امکان پیدا کئے گئے ہیں۔ یہی وجوہات ہیں کہ ریاست میں صنعتی سرمایہ کاری کیلئے منظر نامہ اب تیزی سے مثبت ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۸ء کی مدت کے دوران نہ صرف ۴۸۶۲۶ کروڑ روپئے کی سرمایہ کاری کی شمولیت سے کل ۱۸۴۲ صنعتی پروجیکٹوں کو منظوری مل گئی ہے بلکہ ان میں ۷۷۹۹ کروڑ روپئے کی شمولیت سے ۳۰۲ پروجیکٹوں نے عمل درآمد کے کام مکمل کر لئے ہیں اور باضابطہ طور پر پیداوار شروع ہو گئی ہے۔ مزید برآں ۱۰۰۳ کروڑ روپئے کی شمولیت سے ۸۰ پروجیکٹ زیر تعمیر ہیں۔ نتیجتاً صرف روبہ عمل لائے گئے پروجیکٹوں کی بنیاد پر ریاست میں صنعتی پیداوار کی شرح افزائش ۹۴-۱۹۹۳ء کے ۴٫۳ فیصد سے بڑھ کر ۹۷-۱۹۹۶ء میں تقریباً ۹٫۲ فیصد ہو گئی جو دراصل اس سال کے ۸٫۴ فیصد صنعتی پیداوار کی کل ہند شرح افزائش سے کافی زیادہ ہے دوسرے سال ۹۸-۱۹۹۷ء میں جب کل ہند صنعتی پیداوار کی شرح افزائش گھٹ کر ۴٫۶ فیصد ہو گیا ایسے میں مغربی بنگال میں کل صنعتی پیداوار کی شرح ۵٫۴ فیصد اعلیٰ تر رہی حالیہ سال کے پہلے چھ مہینوں میں جب کل ہند صنعتی شرح افزائش مزید گھٹ کر ۳٫۳ فیصد ہو گئی تو مغربی بنگال میں صنعتی شرح افزائش بڑھ کر ۵٫۹ ہو گئی۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ چونکہ متسوبیشی کے ساتھ مشترکہ سیکٹر میں ۱۵۰۰ کروڑ روپئے کا پی ٹی اے پروجیکٹ اور ۵۱۷۰ کروڑ روپئے کے مشترکہ سیکٹر ہلدیہ پیٹرو کیمیکل پروجیکٹ کی سرگرمیاں تعمیری مرحلے میں ہیں اسلئے ان سرگرمیوں کو صنعتی افزائش کے اشاریہ میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

عزت مآب ممبران کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ آئندہ مالی سال (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) میں پی ٹی اے پروجیکٹ اپنا تعمیری کام مکمل کر لیگا اور اپنی پیداوار شروع کر دیگا اور ہلدیہ پیٹرو کیمیکل پروجیکٹ جو کہ پورے مشرقی ہندوستان میں ایک انتہائی اہم پروجیکٹ ہے، تمام دشواریوں پر قابو پانے کے بعد اپنی پیداوار شروع کر دیگا۔ جب یہ دونوں بھرپور پروجیکٹس اپنے تمام منسلک یونٹوں کے ساتھ پیداوار کرنے لگیں گے تو ریاست میں صنعتی پیداوار کی شرح افزائش بڑھ کر مزید نئی بلندی تک پہنچ جائے گی اور زراعت کی طرح صنعت کے میدان میں بھی مغربی بنگال کا مقام بتدریج صف اول پر ہو جائیگا۔ ان تمام نئے صنعتی امکانات کا مثبت نتیجہ کلکتہ

نیز تمام اضلاع میں دیکھا جائیگا اس ضلع پر بھی اس صنعت کاری میں بڑے پیمانے کی صنعتوں کے ساتھ، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا کردار کافی اہم ہوگا۔ بالخصوص ماسبقت کو یقینی بنانے اور افزائش روزگار کی وجہ سے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی اور ان کے ضلع وار پوزیشن پر اعداد و شمار اکانومک ریویو (۹۹-۱۹۹۸ء) میں پیش کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ قابل ذکر ہے کہ منظم چھوٹے پیمانے کے سیکٹر (۹۵-۱۹۹۴ء) پر تازہ ترین قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار کے مطابق غیر منظم چھوٹے پیمانے کے سیکٹر اور اس سیکٹر میں افزائش روزگار کے سلسلے میں مغربی بنگال نے دیگر ریاستوں میں ایک خاص اور اہم مقام حاصل کیا ہے۔ مغربی بنگال میں غیر منظم سیکٹر میں چالو چھوٹے پیمانے کے مصنوعاتی کارخانوں میں تقریباً ۳۶۸ء۴۳ لاکھ روزگار کے مواقع پیدا کئے گئے ہیں جو تناسب کے اعتبار سے تقریباً ۱۳ فیصدی اور مقام کے اعتبار سے دیگر ریاستوں میں دوسرا ہے۔ قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار کے مطابق روزگار پیدا کرنے والی چھوٹے پیمانے کی یونٹوں کے پھیلاؤ میں اضلاع کا کردار کافی اہم ہے صنعتی احیاء کیلئے تو اس مثبت فضا میں ہم چاہتے ہیں کہ تمام عام صنعت کاروں اور کاروباری حضرات صنعتوں کے قیام کے لئے بالخصوص اضلاع میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے قیام کے لئے سامنے آئیں۔ اس شرکت کی حوصلہ افزائی کیلئے میں بعد میں خاص محرکات اور سہولیات کی تجویز رکھوں گا۔

اس صنعتی احیائے نو اور صنعتی افزائش کے معاملات میں یہ ضروری ہے کہ بنیادی سہولتوں میں یکساں ترقی ہونی چاہئے۔ مختلف میدانوں میں بنیادی سہولیاتی سرگرمیوں کے اعداد و شمار اکانومک ریویو (۹۹-۱۹۹۸ء) میں پیش کیا گیا ہے۔ توانائی کے معاملہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بکریشور تھرمل پاور پروجکٹ (۲۱۰x۳ میگاواٹ) تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ عزت مآب ممبروں کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ آئندہ مئی (۱۹۹۹ء) کے اواخر تک حقیقی طور پر مقررہ وقت سے پہلی یونٹ - "اے"، تقریباً ایک مہینے کے اندر تک کافی آگے بڑھ جائیگا دیگر لفظوں میں تمام رکاوٹوں پر قابو پانے کے بعد ریاست کے ۲ تھرمل پاور پروجکٹس — ہلدیہ پیٹرو کیمیکل پروجکٹ اور بکریشور تھرمل پروجکٹ آئندہ مالی سال (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) میں اپنی پیداوار شروع کردیں گے۔ بجلی کی پیداوار میں ترقی کے ساتھ ترسیل کے فروغ اور توانائی کی تقسیم، بالخصوص اضلاع کے دیہی علاقوں میں خاص طور پر ضروری ہے۔ ساتھ ہی سڑکوں کی ترقی یافتہ دیکھ ریکھ اور تعمیر کی بیحد ضرورت ہے۔ بنیادی سہولتوں پر ایسے مسائل کے سلسلے میں بعد میں خاص تجاویز رکھی جائیں گی۔

صنعت اور زراعت میں اس افزائش کو جاری رکھنے کے لئے مناسب طور پر سماجی خدمات کی توسیع بھی خاص طور پر ضروری ہے۔ سماجی خدمات کے مختلف شعبوں میں سرگرمیوں کو اکانومک ریویو (۹۹-۱۹۹۸ء) میں پیش کیا گیا

ہے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ گزشتہ آٹھ برسوں سے عوامی خواندگی پروگرام پر مسلسل کوششوں کی وجہ سے، پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے ذریعہ تعلیم و تربیت دینے والوں کی شمولیت سے اس مدت کے دوران تقریباً اس ریاست میں ۸۰ لاکھ افراد کو نوخواندہ بنایا جاسکا ہے۔ عوامی خواندگی پروگرام اور پرائمری تعلیم کی توسیع کے نتیجے میں حالیہ برسوں میں اس ریاست میں خواندگی کی شرح میں قابل ذکر حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اسی موضوع پر تازہ ترین قومی نمونہ جائزہ کے اعداد و شمار (۱۹۹۷ء) کے مطابق اس ریاست میں خواندگی کی شرح جو ۱۹۹۱ء میں ۵۷ء۷ فیصد (مرد: ۶۷ء۸ فیصد، خاتون: ۴۶ء۵ فیصد) تھی جو ۱۹۹۷ء میں کافی بڑھ کر ۷۲ فیصد (مرد: ۸۱ فیصد، خاتون: ۶۳ فیصد) ہوگئی ہے۔ اس عرصے کے دوران قومی سطح پر خواندگی شرح ۱۹۹۱ میں ۵۲ء۲ فیصد (مرد: ۶۴ء۱ فیصد، خاتون: ۳۹ء۳ فیصد) سے بڑھ کر ۱۹۹۷ء میں ۶۲ فیصد (مرد: ۷۳ فیصد، خاتون: ۵۰ فیصد) ہوا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس عرصے کے دوران قومی سطح پر موازنہ میں خواندگی کی شرح میں اضافہ اور بالخصوص خواتین کی خواندگی کی شرح میں اضافہ ریاستی سطح پر بہت زیادہ ہے۔

صحت عامہ کے میدان میں تازہ ترین کل ہند اعداد و شمار (۱۹۹۷ء) کے مطابق مغربی بنگال میں شرح اموات (۷ء۷) اور بچوں کی شرح اموات (۵۵) کل ہند سطح پر شرح اموات (۸ء۹) اور بچوں کی شرح اموات (۷۱) کے مقابلے میں نہ صرف کم ہے بلکہ مغربی بنگال میں یہ شرح ۲۰۰۰ سال تک پورا کرنے والے قومی نشانہ (۹ اور ۶۰ بالترتیب) کے مقابلہ میں بھی بہت کم ہو جائےگا۔ اسکول اور اعلیٰ تعلیم اور صحت عامہ کے معاملوں میں کچھ نئی تجاویز بھی بعد میں پیش کروں گا۔

عزت مآب ممبران، حالیہ سال میں وسائل کے استعمال کا سنگین مسئلہ رہا ہے۔ چوتھی ریاستی پے کمیشن کی سفارشات کے نتیجے میں حالیہ ریاستی ملازمین، ٹیچروں، غیر تدریسی ملازمین، میونسپل اور پنچایتی ملازمین کے لئے نظر ثانی شدہ تنخواہ کو روبہ عمل لایا گیا۔ ریاستوں میں تنخواہ کی نظر ثانی کے پیچھے تنخواہ کی نظر ثانی پر مرکزی فیصلہ ایک اہم محرک ہوتا ہے اس لئے تمام ریاستوں کی طرف سے جائز طور پر یہ مطالبہ کیا گیا کہ نظر ثانی شدہ تنخواہ کا فاضل بوجھ کا کم از کم ۵۰ فیصد کی ساجھیداری مرکزی بجٹ کو متاثر کئے بغیر قرض کی گنجائش کے مطابق ریاستوں کو کل ہند سطح پر کی جائے۔ تاہم اس سلسلے میں کوئی بھی رقم نہیں ملی ہے۔

فی الحال یہ معلوم ہوا ہے کہ مرکز کی جانب سے تفویض کردہ ریاست کے ٹیکس کا حصہ تقریباً ۱۰۰۰ کروڑ روپے مقرر کیا جائے گا۔ مذکورہ رقم سال رواں کے دوران ریاستی منصوبہ کی فائنالائزیشن میں تجویز کردہ تخمینہ سے دراصل کم ہے۔ مزید برآں مزدوروں کے مفاد کو تحفظ دیتے اور ریاست کے اندر واقع کوئلہ کی کانوں کی جلابخشی میں تعاون دینے کی غرض سے کوئلہ ٹیکس یعنی سیس کی شرح کو ۴۵ فیصد سے گھٹا کر ۲۵ فیصد کیا گیا۔ اس کے اطلاق سے ایک پورے مالی سال کو ۲۵۰ کروڑ روپے اور سال رواں کے دوران دسمبر ۱۹۹۸ء سے نافذ ہونے والی کوئلہ ٹیکس یعنی سیس کی نظر ثانی شدہ شرح سے) ۸۰ کروڑ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ چھوٹی بچت کے میدان میں عوام کے تعاون، پنچایتوں کی شمولیت اور ریاستی حکومت کی حمایت کی وجہ سے مغربی بنگال نے ایک بار پھر سال رواں کے دوران تمام ریاستوں سے مقابلہ کے دوران اول حیثیت پائی ہے۔ سال رواں کے دوران اس ریاست میں حکومت ہذا نے چھوٹی بچت کے وسائل کو روبہ کار لا کر صرف ۴۰۰ کروڑ روپے ہی اکٹھا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے بجٹ ہذا میں نشانہ کردہ رقم سے کہیں زیادہ یعنی تقریباً ۱۳۰ کروڑ روپے کا اضافہ اضافی وسائل کو روبہ کار لا کر کیا ہے اور اس نے ملک کے پچھلے سارے ریکارڈ کو توڑ ڈالے ہیں۔ مزید برآں سیلس ٹیکس کی وصولی کے میدان میں ملک کے اندر رائج صنعتی خستہ حالی و تنزلی کے ماحول کے باوجود ملک کی بیشتر ریاستوں میں سیلس ٹیکس وصولی کی شرح افزائش اوسطاً تقریباً ۱۰ فیصد رہی ہے مگر سال رواں کے دوران مغربی بنگال میں سیلس ٹیکس وصولی کی شرح افزائش تقریباً ۱۳ فیصد پائی گئی ہے۔ مرکز کی جانب سے ریاستی ٹیکس کے حصہ میں کمی کئے جانے اور دیگر میدانوں میں مرکزی امداد کی عدم دستیابی کے باوجود چھوٹی بچت اور ریاستی ٹیکسوں کی وصولی کے میدان میں کارکردگی کی بنیاد پر ۴۵۱۶ کروڑ روپے تخمینہ شدہ ریاستی منصوبہ مصارف تک پہنچ پانا ممکن ہو پایا اور مذکورہ رقم سال رواں کے دوران بجٹری آؤٹ لے (۴۹۵۰ کروڑ روپے) کی تقریباً ۹۱ فیصد ہوگی۔ معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ مرکزی حکومت نے حال ہی میں چھوٹی بچت پروگرام پر ایک 'درضرب' لگائی ہے۔ لیکن ریاستی حکومت نے اس ریاست کی عوام کو ملوث کر کے صورت حال سے نبرد آزما ہونے کی چنوتی کو قبول کیا ہے۔

اس منصوبہ مصارف کے ساتھ ساتھ پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کی شمولیت کے ذریعہ منصوبہ اسکیموں کی تشکیل و ان پر عمل درآمد میں مزید لامرکوزیت سازی کے لئے سال رواں کے دوران اضافی کوششیں کی گئی ہیں۔ دیہی علاقوں میں خصوصاً لامرکوزیت کے اس عمل کو گرام پنچایتوں سے بھی نیچے سر گاؤں کے اندر گرام سنسدوں کی سطح تک لے جایا گیا ہے۔ حسب معمول میدانوں میں پنچایتوں کی لگاتار شمولیت کے ساتھ ساتھ پرائمری تعلیم، صحت عامہ، آبپاشی اور سڑک سے منسلک شعبوں کی سرگرمیوں اور پنچایتوں کے درمیان تال میل کے میدان میں نئی جہتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

منصوبہ مصارف، لامرکوزیت اور پورے طریق عمل میں عام مزدوروں کی شمولیت کے ایک اجتماعی نتیجہ کے طور پر زراعت، صنعت اور تمام دیگر سکٹروں کی پیداوار میں اضافے ہوئے ہیں۔ اس ریاست کی کل پیداوار کی تخمینہ کردہ شرح افزائش سے نتائج سال رواں کے دوران ۶٫۶ فیصد ریاستی ملکی پیداوار کی شرح افزائش کی شکل میں نمودار ہوئے اور یہ فیصد ملک کی مجموعی ملکی پیداوار کی تخمینہ شدہ مماثل شرح افزائش یعنی ۵٫۸ فیصد سے بہت زیادہ ہوں گے۔ صرف سال رواں کے لئے ہی نہیں بلکہ پابندی اٹھا لینے یا آزاد روی کی نام نہاد پالیسی کو اپنانے کے بعد ۱۹۹۲-۱۹۹۱ء تا ۹۹-۱۹۹۸ء یعنی پورے سال کی مدت کے دوران مغربی بنگال کی ریاستی ملکی پیداوار کی اوسط سالانہ شرح پیدا افزائش ۶٫۷ فیصد رہی ہے اور یہ اس وقت بھی ایک بار پھر مذکورہ بالا مدت کے دوران ملک کی مجموعی ملکی پیداوار کی اوسط سالانہ شرح افزائش یعنی ۵٫۸ فیصد سے بہت زیادہ ہے۔

ریاست میں پیداوار کی سطح پر ہی مذکورہ اضافہ واقع نہیں ہوا ہے بلکہ یہ زراعت، صنعت، تعمیر، ملازمت وغیرہ کے پیداواری کاموں میں واقع ہونے والے اضافے سے بھی جڑا ہوا ہے۔ تمام سکٹروں کے روزگار کے مواقعوں میں اضافہ واقع ہوا ہے۔ سال رواں کے دوران روزگار کے مواقعوں میں ہونے والے مجموعی اضافے ۸۸٫۶ لاکھ ہوئے ہیں اور مذکورہ اضافہ سال رواں کے دوران ۲٫۳۲ لاکھ اندراج شدہ بے روزگاری میں واقع اضافہ سے بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا اسطرح بے روزگاری کے بیک لوگ کی کثرت میں کمی آئی ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر لازمی بن جاتا ہے کہ روزگار کے مواقعوں کو پیدا کرنے کی شرح میں پلاننگ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق مغربی بنگال نے تمام ریاستوں کے مقابلہ میں اول مقام حاصل کیا ہے۔ ۳٫۲ فیصد اوسط قومی شرح کے مقابلہ میں (روزگار پر قومی ترقیاتی کمیٹی کی رپورٹ پلاننگ کمیشن، ۱۹۹۲ء کے صفحہ ۱۳ ملاحظہ

کیجئے) مغربی بنگال کے اندر روزگار میں سالانہ اضافہ کی شرح ۲٫۶۹ رہی ہے۔ پلاننگ کمیشن نے اپنی حالیہ ترین نویں منصوبہ دستاویز (۱۹۹۹ء جدول ۱۶٫۴ صفحہ نمبر ۲۰) میں دوبارہ یہ تخمینہ لگایا ہے کہ نویں منصوبہ کے سال کے دوران (۲۰۰۲-۱۹۹۷ء) مغربی بنگال میں روزگار پیدا کرنے کے مواقعوں کی شرح (۲٫۷۵ فیصد) ایک بار پھر متعلقہ کل ہند شرح (۲٫۴۴ فیصد) سے بہت زیادہ ہوگی۔

کل ہند فینومینن کے ایک جزو کی حیثیت سے افراط زر تو تیں بھی مغربی بنگال میں گزشتہ ۸ سال کی مدت تک سرگرم عمل رہی ہیں لیکن ریاستی سطح پر افراط زر کی شرح قومی سطح کے مقابلہ میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ان ۸ برسوں تک قومی سطح پر صنعتی مزدوروں کے لئے صارفین نرخ عشاریہ میں اوسط شرح افزائش ۱۰٫۲ فیصد رہی اور مغربی بنگال میں مذکورہ نرخ عشاریہ میں شرح افزائش ۸٫۹ فیصد رہی۔

معزز اراکین، آزاد روی پالیسی کے چالو ہونے کے اس پوری مدت کے دوران ریاستی سطح پر متبادل پالیسی کے متعلقہ پہلوؤں کو روبہ عمل لانے کے نتائج کے طور پر ریاست کے محدود اختیارات اور مرکز سے عدم تعاون کے باوجود تمام اہم میدانوں میں کل پیداوار، روزگار کے موقعوں کی تشکیل سماجی خدمات کی گنجائشوں میں توسیع اور جمہوریت پسندانہ لامرکوزیت کو قومی سطح پر متعلقہ میدانوں میں فوقیت حاصل رہی اس طرح اس نے متبادل طریقہ کار کی معقولیت کے پرچم کو بلند رکھا۔

معزز اراکین، ریاستی سطح پر متعلقہ طور پر اس اعلیٰ تر ترقیاتی کارکردگی کے باوجود مشکلات کے اور بہت سارے ایسے علاقے ہیں جہاں مزید کارکردگی کی ضرورت ہے۔ پیداواری افزائش کے ذریعہ روزگار کے مواقعوں کی تشکیل کے بنیادی مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے میں چند مخصوص علاقوں کے لئے نئی پیش قدمیوں کی تجویز پیش کرتا ہوں اور ان علاقوں میں سے ہر ایک میں عوام کی شمولیت کے ساتھ مزید لامرکوزیت پر زور ڈالتا ہوں۔

بہت پہلے پیش کردہ اسباب کے واسطے چونکہ اصلاحات اراضی پیداوار میں اضافہ اور زراعت میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی اصل بنیاد فراہم کرتا ہے اس لئے میں اصلاحات اراضی کیلئے خصوصی ترجیحات کو از سر نو مضبوط بنانے کی شروعات کرتا ہوں۔ اصلاحات اراضی پر مذکورہ ترجیح کے ساتھ ساتھ زراعت میں افزائش اور روزگار پیدا کرنے کے طریق عمل کو برقرار رکھنا، پنچایتوں، مقامی عام کسانوں کی شمولیت کے ذریعہ ہر ضلع، بلاک اور گرام پنچایت کے لئے پوری ریاست میں طرز کاشتکاری پر ایک نیا اور جامع منصوبہ تیار کرنا لازمی بن گیا ہے۔

طرز کاشتکاری کے اس منصوبہ کو آئندہ سال کے پہلے نصف حصہ کے اندر ترتیب دینے کی ضرورت ہوگی اور منصوبہ پر کام کرنے کے دوران اسے ایک ایسی خصوصی ترجیح دینی ہوگی جو نویں پنج سالہ منصوبہ (۲۰۰۲-۱۹۹۷ء) کے تعین کردہ وقت کے اندر تمام بڑی فصلوں سے وابستہ ریاست کی مانگ اور اس کی داخلی سپلائی کے درمیان واقع خلاء کو کم کردے۔ اس سلسلہ میں آبپاشی سہولتوں میں افزائش، بہتر بیجوں کی فراہمی، عمل درآمد وغیرہ سب کے سب اس مکمل منصوبہ کے اجزا ہوں گے۔

طرز کاشتکاری کے منصوبہ پر عمل درآمد اور زراعت میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی گنجائش کو برقرار رکھنے کے لئے آبپاشی سہولتوں کو توسیع دینے کے لئے پہل کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں، میں نے آبپاشی امکانات کے تحت سال رواں کے دوران ۵۸ فیصد سے اصل زرعی علاقہ کو بڑھا کر نویں منصوبہ مدت کے اندر ۷۱ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ آئندہ مالی سال کے دوران ۲ لاکھ اضافی ہکٹائر زرعی قطعات اراضی کو زراعت کے تحت لانے کے پیش نظر میں نے سال رواں کے دوران آبپاشی سکٹر سے متعلق کل منصوبہ آؤٹ لے کو ۳۵۹ کروڑ روپے سے بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۳۹۶ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ چھوٹی آبپاشی پروجکٹوں کے لئے آبپاشی کے میدان میں خصوصاً ان پروجکٹوں پر عمل درآمد اور ان کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری بینی فیشیری کمیٹیوں کے ذریعہ اور پنچایتوں کی عام نگرانی کے تحت مقامی کسانوں پر عائد ہوگی۔ ان پروجکٹوں کی انتظام کاری کے دوران آبی شرح سے متعلق مسئلہ کا حل گفت و شنید کے ذریعہ نکالا جائے گا تاکہ عمل درآمد اور دیکھ بھال کی لاگت کی بازیابی ہو پائے اور کچھ مزید ریونیو پیدا کی جاسکے اور اسی سرمایہ سے مذکورہ بینی فیشیری کمیٹیاں نئے پروجکٹوں کو روبہ عمل لاسکتی ہیں۔ بڑی آبپاشی کے میدان میں زمینی سطح پر معرفت آب کی انتظام کاری کو مدد پہنچانے کے سلسلہ میں بینی فیشیری کمیٹیوں کے قیام میں شعبۂ آبپاشی اور آبی راستے کے ساتھ تال میل میں پنچایتوں کو ایک بار پھر ملوث کیا جائے گا۔ چند اہم کاموں کے سلسلہ میں شعبۂ آبپاشی اور آبی راستے کنٹراکٹروں سے گریز کرے اور تکنیکی تعاون اور مقامی لوگوں کی شمولیت کے ذریعہ براہ راست ضلع پریشد کے توسط سے کاموں کو روبہ عمل لانے کا فیصلہ لے سکتا ہے۔

سیلاب کی تباہ کاریوں سے ریاست کے عوام کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ریاست بھر میں سیلاب سے بچاؤ کاموں کا ایک جامع ضلع وار منصوبہ

ترتیب دینا وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ ایک طویل مدتی تناظر کے ایک جز کے طور پر میں اس جامع منصوبہ کو روبہ عمل لانے کی شروعات کے لئے آئندہ سال کے دوران ۵۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم مالی اداروں سے بطور قرض حاصل کرنے کی تجویز رکھتا ہوں۔ منصوبہ ہذا کی تشکیل اور اس پر عمل درآمد کے دوران شعبۂ آبپاشی اور آبی راستے ریاستی پلاننگ بورڈ اور ضلع پریشدوں سے تال میل کے ساتھ کام کرے گا۔

طرز کاشتکاری کے منصوبہ کو روبہ عمل لانے کے لئے آبپاشی سہولتوں کی توسیع کے ساتھ ساتھ بیجوں کی خاطر خواہ فراہمی کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں نویں منصوبہ مدت کے دوران ریاست کے اندر بہتر بیجوں کی پیداوار میں خودکفیلی کی حصولی کے لئے شعبہ زراعت کے تحت زرعی کھیتوں اور جامع علاقہ ترقیاتی پروجکٹ کے تحت علاقوں کو حتی المقدور طور پر مصرف میں لانا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس ضرورت اور سکٹر ہذا کی دیگر متعلقہ ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زراعت کے لئے کل منصوبہ آوٹ لے کو سال رواں کے دوران ۴۳ کروڑ روپے سے بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۵۰ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ بہتر آلات کاشتکاری (یعنی برقی آلات کاشتکاری، پمپ سیٹس وغیرہ) کے استعمال کرنے کے مناسب وسیلہ کی حصولی اور مساوی مقابلہ آرائی کی بنیاد پر زراعت میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور اس کی افزائش کو برقرار رکھنے میں چھوٹے اور حاشیائی کسان خاطر خواہ طور پر شریک ہو سکتے ہیں لہذا اس امر کو زیر غور لایا جا سکتا ہے کہ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کی قیادت میں مرمت کرنے والی آپسی امداد باہمی انجمنیں قائم کرنے کی پہل کرنی چاہیئے جو مذکورہ بالا آلات کاشتکاری کی مقامی یا اجتماعی طور پر مرمت کی ذمہ داری لے سکتی ہیں۔ ریاستی حکومت ہر گرام پنچایت کے اندر ایک مذکورہ طرز کی انجمن کے لئے ایک لاکھ روپے بطور امداد عطیہ دے گی اور اراکین اتنی ہی رقم بطور چندہ دیں گے اور تب اس کی بنیاد پر اراکین ہذا امداد باہمی انجمنوں سے قرض حاصل کریں گے۔ یہ مرمت کرنے والی امداد باہمی انجمنیں شروع سے ہی کچھ اس طور پر کام کاج کریں گی کہ کچھ فاضل ریونیو پیدا ہوگا اور اسی ریونیو سے مذکورہ انجمنیں بذات خود سرمایہ کاری کریں گی۔ اس پورے تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ہر ایک گرام پنچایت سطح پر مذکورہ انجمنوں کو مدد پہنچانے کی غرض سے ۴۳ کروڑ روپے کا ایک اضافی آوٹ لے دینے کی تجویز رکھی ہے۔

زراعتی پیداوار میں افزائش کے ساتھ ساتھ خصوصاً جانور وسائل ترقیات، ماہی پروری اور سماجی جنگل بانی سے منسلک دیگر متعلقہ سکٹروں میں پیداوار کو بڑھانا بھی ایک نہایت ہی اہم کام ہے۔ اگر پیداوار ہذا کو مناسب ٹکنالوجی اختیار کر کے اور پنچایتوں کے توسط سے مقامی لوگوں کی شمولیت سے ملنے والی تربیت کے ذریعہ بڑھایا جاتا ہے تو اس سے نہ ہی صرف ریاستی مانگ اور داخلی سپلائی کے درمیان واقع خلاء کو کم کیا جائے گا بلکہ خاطر خواہ روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔ اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حالیہ سال کے دوران ان متعلقہ سیکٹروں کے لئے رکھے گئے منصوبہ آوٹ لے ـــــ ۱۱۱ کروڑ روپے کی رقم کو بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۱۲۹ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

آبپاشی میں اضافہ کرنے اضلاع میں زراعتی، حلیف اور صنعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کے کام کو تیز تر بنانا لازمی بن گیا ہے تاکہ نویں منصوبہ کے اختتام تک اس ریاست کے ۹۰ فیصد دیہی مواضع میں بجلی کی سہولت پہنچائی جا سکے۔ اس بڑے اور اہم کام کو تیزی اور تندہی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے مغربی بنگال اسٹیٹ الیکٹری سٹی بورڈ کے مناسب تعاون سے ایک نئے ادارے ـــــ مغربی بنگال دیہی انرجی فروغ کارپوریشن ـــــ کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اس کی شاخیں ہر ایک ضلع میں ضلع پریشد سبھا دھی پتیوں کی قیادت میں کام کر رہی ہیں۔ لاز اور جوابدہ طور پر پنچایتوں کی شمولیت کے ذریعہ دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کے مقررہ مدت والے پروگرام پر عمل درآمد کی مخصوص ذمہ داری مذکورہ شاخوں پر عائد ہوتی ہے۔ فی الحال کارپوریشن ہذا میں مغربی بنگال اسٹیٹ الکٹری سٹی بورڈ سے ڈیپوٹیشن پر آئے انجینئرس اور ٹکنیکل ملازمین کام کریں گے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو کچھ انجینئروں اور دیگر ملازمین کو معاہدے کی بنیاد پر بھی ملازمت میں رکھا جائے گا۔ شروع سے ہی اس کارپوریشن انتظامیہ پر یہ زور ڈالا جائے گا کہ اسکیموں کو بحسن وخوبی روبہ عمل لایا جائے اور کچھ فاضل ریونیو پیدا کیا جا سکے۔ بجلی سکٹر کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سال رواں کے دوران بجلی پر کل منصوبہ آوٹ لے ـــ ۷۷ ھا کروڑ روپے کو آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۲۰۱ کروڑ روپے کرنے کی تجویز کی ہے اور مغربی بنگال دیہی انرجی ترقیاتی کارپوریشن کے ذریعہ دیہی بجلی کو مضبوط بنانے کے لئے مغربی بنگال انفراسٹرکچر ترقیاتی مالی کمیشن:

ملنے والے ۱۲۰ کروڑ روپے کو بھی مذکورہ بالا رقم میں شامل کیا ہے۔

زراعت اور صنعت کی ترقی کے لئے تمام اضلاع کی سڑکوں کی صورت حال کو بہتر بنانے کی شدت سے ضرورت ہے۔ سڑکوں کی ترقی کو ترجیح دینے کے بعد میں نے آئندہ سال کے دوران سڑک سکٹر پر منصوبہ آؤٹ لے ۳۰۵ کروڑ روپے کو آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۴۹۵ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ سڑک ترقیاتی اسکیموں کو روبہ عمل لانے کے دوران معیار کی درست طور پر دیکھ ریکھ کرنے کی ضرورت ہوگی اور پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ پنچایتوں کے تعاون سے کام کرے گا تاکہ بینی فیشری کمیٹیوں کی سہولت سے مشترکہ طور پر نگرانی کا کام روبہ عمل آسکے۔ چند اہم اسکیموں میں پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کنٹراکٹروں سے گریز کر سکتا ہے اور عمل درآمد کے مراحل کے دوران مقامی لوگوں کی شمولیت اور مناسب تکنیکی امداد کی فراہمی کے ذریعہ پنچایتوں کے توسط سے براہ راست طور پر اسکیم کو روبہ عمل لا سکتا ہے۔

سڑکوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر ایک ضلع میں عوامی ٹرانسپورٹ سہولتوں کو بھی مزید توسیع دینے کی ضرورت ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سال رواں کے دوران ٹرانسپورٹ سکٹر کے لئے منصوبہ آؤٹ لے ۱۱۰ کروڑ روپے کو بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۱۲۰ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے اور اس سلسلہ میں سکٹر مذا کے لئے ریاستی امداد باہمی بینک سے ۲۰ کروڑ روپے بطور قرض اضافہ کیا گیا ہے۔

عام کسانوں اور عام صارفین دونوں کے مفادات کو تحفظ بخشنے کے لئے مارکٹنگ کے میدان میں سماجی کنٹرول کو برقرار رکھنا ایک لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بنیادی مانگ مناسب امداد کے ساتھ تمام لازمی اشیاء میں قومی سطح پر ایک جامع عوامی نظام تقسیم کو چالو کرنے کی ہے۔ مرکزی حکومت پر اس مانگ کے لئے زیادہ دباؤ ڈالتے ہوئے میں نے پنچایتوں کی شمولیت اور کچھ امداد کی فراہمی کے ذریعہ چاول کی داخلی حصولی کی بنیاد پر ریاست کی عوامی نظام تقسیم کو ریاستی حکومت کے محدود اختیارات کے اندر رہتے ہوئے مضبوط بنانے کی تجویز رکھی ہے۔ چاول کے ساتھ اس ریاست کی پہل پر یہاں کی عوامی نظام تقسیم میں اس ریاست کی خصوصاً چھوٹے پیمانے کی اکائیوں کی تیار کردہ کھادی کے کپڑے، الیکٹرک بلب اور صابن کو بھی شامل کیا گیا۔ ہم لوگ مرکز کے سامنے یہ مانگ رکھیں گے کہ وہ ان کھاتوں پر بھی امدادی فنڈ فراہم کرے۔ جب تک مذکورہ مرکزی فنڈ کی دستیابی نہیں ہو پاتی ہے اس وقت تک کے لئے میں نے مطلوبہ امداد کے مقصد کے لئے ۱۰۰ کروڑ روپے کی اضافی آؤٹ لے کی تجویز رکھی ہے۔

معزز اراکین! ریاست کے تمام اضلاع میں ہمیں نے صنعتی فروغ کے امکانات کے مخصوص اسباب بیان کیا ہے۔ ان امکانات کو حقیقی شکل بخشنے کے لئے ریاستی حکومت نے یکم اپریل ۱۹۹۹ء سے صنعتوں کے لئے ایک نئی ترغیبی اسکیم چالو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

موجودہ ترغیبی اسکیم کے تحت ترغیبات کی نوعیت اور مقدار کے تعین کے مقصد کے لئے اضلاع کو ۴ حصوں میں منظم کیا گیا ہے۔ اس نئی اسکیم کے تحت ریاست کے اضلاع کو ۳ حصوں میں از سر نو منظم کیا جائے گا۔ حصہ (الف) میں کلکتہ میونسپل کارپوریشن آئے گا۔ حصہ (ب) میں جنوبی ۲۴ پرگنہ، شمالی ۲۴ پرگنہ، ہوڑہ، ہگلی، بردوان، مدنا پور اور ندیا آئے گا اور حصہ (ج) میں بانکوڑا، پرولیا، مرشد آباد، بیربھوم، اتر دیناجپور، دکھن دیناجپور، مالدہ، کوچ بہار، جلپائی گوڑی اور دارجلنگ آئے گا۔ حصہ (ب) اور حصہ (ج) کے اضلاع میں صنعت سازی کی ہمت افزائی کے لئے سالہا سال کی مالی ترغیبات اور ان ترغیبات کی مقدار پر حد بندی کو خاطر خواہ طور پر بڑھایا جائے گا۔ نئے حصہ (ج) کے ضلعوں میں اب سیلس ٹیکس سے چھوٹ فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ کے ۱۵۰ کی حد بندی کے ساتھ ۱۵ برسوں کے لئے دستیاب ہوگی جو کہ ۹ برسوں کے لئے تھی اور موجودہ اسکیم کے تحت حصہ (د) کے ضلعوں کے لئے مذکورہ چھوٹ ۱۰۰ فیصد دستیاب ہوگی۔ نئے حصہ (ج) کے ضلعوں میں سیلس ٹیکس کے فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ چھوٹ ۱۵۰ فیصد حد بندی کے ساتھ ۱۳ برسوں کے لئے دستیاب ہوگی جو کہ ۹ برس کے لئے تھی اور موجودہ اسکیم کے تحت حصہ (د) کے ضلعوں کے لئے مذکورہ چھوٹ ۱۰۰ فیصد دستیاب ہوگی۔ نئی اسکیم کے تحت حصہ (ب) کے ضلعوں کے لئے بھی فائدہ کو خاطر خواہ طور پر بڑھایا گیا ہے جس میں فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ کے ۱۱۰ فیصد کی حد بندی کے ساتھ ۱۱ برسوں کے لئے چھوٹ ملے گی یا فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ کی ۱۰۰ فیصد کی حد بندی کے ۹ برسوں کے لئے چھوٹ ہوگی جبکہ دونوں ہی صورتوں میں فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ کی ۷۰ فیصد حد بندی کے ساتھ ۷ برسوں کے لئے چھوٹ تھی اور ۵ برسوں کے لئے معاف تھا۔ موجودہ اکائیوں کی خاطر خواہ توسیع کے لئے منظور شدہ پروجیکٹوں کو ۱۰ سال کے لئے سیلس ٹیکس کی ادائیگی سے معاف رکھا گیا اور متبادل طور پر نئے حصہ (ج) کے اضلاع میں واقع اکائیوں کو ۱۳ سال کے لئے سیلس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ معافی کی صورت میں ۱۲۵ فیصد فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ

کی حد بندی کا اطلاق ہوگا اور چھوٹ کی صورت میں ۱۵۰ فیصد مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ کا اطلاق ہوگا۔ اسی طرح نئے حصہ (ب) میں واقع موجودہ اکائیوں کی خاطر خواہ توسیع کے لئے چالو پروجکٹوں کو ۹ برسوں کے لئے سیلس ٹیکس کی چھوٹ دی جائے گی بشرطیکہ مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ میں ۸۵ فیصد کی حد بندی کا اطلاق ہوگا یا ۷ برسوں کے لئے سیلس ٹیکس کی معافی لاگو ہوگی بشرطیکہ مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ میں ۷۵ فیصد کی حد بندی کا اطلاق ہوگا۔

معزز اراکین براہِ مہربانی اس بات کو نوٹ فرمائیں کہ موجودہ اکائیوں کی توسیع کے موجودہ منظور شدہ پروجکٹوں کے لئے بھی فی الحال پیش کردہ فوائد خاطر خواہ طور پر ان فوائد سے زیادہ ہیں جو موجودہ اسکیم کے تحت دستیاب ہیں۔ کلکتہ کارپوریشن علاقہ کے لئے منظور شدہ الکٹرونکس، سافٹ ویئر، انفارمیشن ٹکنالوجی، ہیرے جواہرات کی اکائیوں کو مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ کے ۸۵ فیصد کی حد بندی کے ساتھ سات برسوں کے لئے چھوٹ ملے گی جبکہ دونوں ہی صورتوں میں مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ کی ۹۰ فیصد حد بندی کے ساتھ ۹ برسوں کے لئے چھوٹ تھی اور ۸۵ فیصد حد بندی کے ساتھ ۷ برسوں کی چھوٹ تھی پیٹرو کیمیکلس، ایگرو پروسیسنگ اور چرم جیسے چند مخصوص علاقوں کی صنعت کاری کو بڑھاوا دینے کے لئے مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ کی ۲۵ فیصد اضافی حد بندی کے ساتھ دو برسوں کی مزید چھوٹ یا معافی کے فوائد دستیاب ہوں گے۔ اس ریاست کے اندر بڑے پیمانہ کی سرمایہ کاری کو بڑھاوا دینے کے لئے ۵۰۰ کروڑ روپیے سے زائد کی سرمایہ کاری کے ساتھ منصوبہ بڑے پروجکٹوں کے سلسلہ میں خصوصی پیکجوں پر غور و خوض کیا جائے گا۔

معزز اراکین صنعتی جلابخشی کے اس ماحول میں بند صنعتی اکائیوں کے کھولنے کے مسئلہ کو ایک نہایت ہی اہم مقام حاصل ہے۔ اس لئے ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو صنعت کار بند اکائی کو کھولنے کے خواہاں ہیں انھیں مذکورہ نئی ترغیبی اسکیم کے فوائد سے پورے طور پر استفادہ حاصل کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ گزشتہ ریاستی بجٹ میں ایک امدادی اسکیم کی تجویز رکھی گئی ہے اس کے تحت کم از کم ایک سال (۳۱ مارچ ۹۸ء) تک بند رہنے والی رجسٹرڈ صنعتی اکائیوں کے بے روزگار مزدوروں کو ... روپے ماہانہ خصوصی امداد دی جائے گی۔ شعبۂ محنت نے ۲ مئی ۱۹۹۸ء کو سرکاری گزٹ اعلانیہ جاری کیا تھا اور اخبارات میں اعلانیہ کے مطابق چار مرحلوں کے دوران بند صنعتی اکائیوں کے مزدوروں سے درخواستیں طلب کی گئی تھیں۔ ۱۸۸ بند اکائیوں سے تقریباً ۲۸۷۰۰ درخواستیں ملی ہیں اور فی الحال ۱۸۳ بند اکائیوں کے ۲۵۸۰۰ مزدوروں کو بینک کی ۲۱۲ شاخوں کے توسط سے مذکورہ امداد دی جارہی ہیں۔ اس مارچ کے آخر تک بقیہ معاملوں کو نپٹانے کی تمام تر کوششیں کی جارہی ہیں۔ تجربہ ہذا کی بنیاد پر میں نے آئندہ سال کے دوران اسکیم ہذا کو جاری رکھنے کی تجویز رکھی ہے اور اس بات کی بھی تجویز پیش کی ہے کہ ۳۱ مارچ ۱۹۹۹ء تک اس اسکیم میں بند اسکموں کی شمولیت کی آخری تاریخ کو ختم کیا جائے تاکہ بشمول ڈنلپ انڈیا لمیٹڈ چند اور اکائیاں بھی اس میں شامل ہو پائیں۔ میں نے آئندہ سال کے دوران مقاصد ہذا کے لئے ۵۰ کروڑ روپے کا ایک اضافی آؤٹ لے کی بھی تجویز رکھی ہے

لیکن پہلی ترجیح ریاست کی بند صنعتی اکائیوں کو کھلوانے پر دینا چاہئے چونکہ بطور موضوع صنعت یونین لسٹ میں شامل ہے اس لئے ان اکائیوں کو کھلوانے کی اصل ذمہ داری مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے اس کے باوجود اپنے محدود اختیارات کے اندر رہتے ہوئے ریاستی حکومت ان اکائیوں کو کھلوانے کی باقاعدہ طور پر کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ ان کوششوں کے ایک جزو کے طور پر فی الحال میں نے بند کل کارخانوں کو کھلوانے کے خاص مقصد کے سلسلہ میں مغربی بنگال انفراسٹرکچر ترقیات مالی کارپوریشن کے ذریعہ ۱۰۰ کروڑ روپے کا ایک فنڈ قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے جو صنعت کار کسی بند صنعتی اکائی کو کھلوانے کے خواہاں ہیں اور جن کے پاس انفراسٹرکچر سہولت، مذکورہ اکائی کو کھلوانے سے متعلق زمین برائے کارخانہ کی افادیت ڈائی ورسی فیکیشن، تربیت وغیرہ سے متعلق ایک مناسب تجویز ہے۔ وہ مقاصد ہذا کی کارروائی کے لئے درخواست دے سکتے ہیں۔ ہم لوگ عموماً صنعت کار کو متعلقہ چیمبرس آف کامرس کے ذریعہ اس مقصد کے لئے آگے آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

معزز اراکین! میں اس بات کا پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں کہ ریاست کی حالیہ صنعتی جلابخشی کے دوران چھوٹے پیمانہ صنعتوں کو جو مقابلہ آنے اور روزگار پیدا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں ایک خصوصی اور کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے چھوٹے پیمانہ سکٹر کو نئی صنعتی ترغیبی اسکیم کے تمام تر فوائد بہم پہنچانے کی بات طے پا چکی ہے برائے زیادہ سے زیادہ ۲۰ لاکھ روپے کے مکسڈ کاپیٹل انوسٹمنٹ کی ۲۰

کی شرح پر ریاستی کابینیٹل انوسٹمنٹ امداد حصہ (ح) کے اضلاع میں واقع چھوٹے پیمانہ صنعتی اکائیوں کو بہی دستیاب کروائی جائے گی۔ اس نئی اسکیم کے تحت کولڈ اسٹور بیج اور چاولوں کو ترغیبی سہولتوں سے نوازا جائے گا۔ نئی ترغیبی اسکیموں کی تفاصیل کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا۔ الغرض ۹۰ فیصد جمع کردہ سیلس ٹیکس کے برابر ایک عطیہ کے ساتھ مغربی بنگال صنعتی فروغ (صنعتی اکائیوں کو امداد) اسکیم کا اطلاق اب سے صرف چھوٹے پیمانہ سکٹر کے لیئے ہوگا۔

چھوٹے صنعت کاروں (اور چھوٹے اور حاشیائی کسانوں) کے لئے قومیائے گئے بینکوں سے قرض کی دستیابی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس ریاست کے اندر قومیائے گئے بینکوں کا کریڈٹ ڈپازٹ کا تناسب صرف ۵۰ فیصد سے نیچے ہی نہیں ہے بلکہ چھوٹے صنعت کاروں (چھوٹے اور حاشیائی کسانوں) کو دیئے گئے۔ ان کے کل قرضوں کا تناسب ۲۰ فیصد سے بھی نیچے ہے۔ اس سلسلہ میں امداد باہمی بینکوں کا کردار بہت بہتر رہا ہے۔ اضلاع اور ریاستی امداد باہمی بینکوں میں مرکزی امداد باہمی بینکوں کے ڈپارٹ ۳۶۴۳ کروڑ روپے اور ۲۸۱ کروڑ روپے (۳۱ مارچ ۱۹۹۳ء کے مطابق) بالترتیب خاطر خواہ طور پر بڑھ کر ۱۰۱۹ کروڑ روپے اور ۸۸۱ کروڑ روپے بالترتیب ہی (مارچ ۱۹۹۸ء کے مطابق) صرف نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان دو سطحوں پر امداد باہمی بینکوں کا اوسط کریڈٹ ڈپازٹ تناسب اس پانچ سالہ مدت کے دوران ۷۰ فیصد سے زیادہ ہے۔ چھوٹے سکٹر صنعتوں اور چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کے لئے ان امداد باہمی بینکوں کی جانب سے کریڈٹ سے ملنے والی کریڈٹ کی گنجائش بھی ان کے کریڈٹ تقسیم کے ۸۰ فیصد سے اوپر رہی ہے۔ ہم لوگوں نے قومیائے گئے بینکوں سے استدعا کی ہے کہ وہ اس ریاست کی صنعتی اور زراعتی ترقی میں مزید مثبت کردار ادا کریں۔ اس کے ساتھ امداد بینک بھی اہم سیکٹروں کے لئے کریڈٹ کی فراہمی میں خاص طور پر ایک خصوصی کردار نبھائیں گے۔ حالیہ برسوں کے دوران اس ریاست میں واقع امداد باہمی بینکوں کی اس ترقی میں امداد باہمی بینکوں کی انتظامیہ کے اندر خواتین کے کردار کو خصوصاً نمایاں اہمیت حاصل ہے۔

معزز اراکین! فی الحال ہم لوگ امداد باہمی بینکوں کے اس میدان میں اور چھوٹے صنعت کاروں، چھوٹے کاروباریوں، چھوٹے تاجروں اور حاشیائی کسانوں کو قرضوں کی فراہمی کے میدان میں ایک نئی جہت کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نئی جہت دیہی اور شہری علاقوں (خصوصاً بستی علاقوں میں رہنے والے کمتر آمدنی والے لوگوں کی جماعتیں) کے چھوٹے کاروباریوں کی ہمت افزائی کرے گی اور انہیں "خود اپنی مدد آپ" جماعتوں کی تشکیل میں تعاون دے گی۔ یہ "خود اپنی مدد آپ" جماعتیں اپنی چھوٹی بچت اکٹھا کریں گی اور قریب ترین امداد باہمی بینکوں سے بحیثیت ایک جماعت قرض لینے کے لئے اس فنڈ کا استعمال کریں گی۔ بعد ازیں اس قرض کو اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے استعمال کریں گی، قرض لوٹائیں گی اور تب اپنی اکائیوں کو مزید فروغ بخشنے کے لئے زیادہ قرض حاصل کریں گی۔ امداد باہمی بینکوں سے گہرے تعلقات رکھنے کی بنیاد پر یہ "خود اپنی مدد آپ" جماعتیں امداد باہمی انجمنوں کے اندر چھوٹی امداد باہمی انجمنوں کے طور پر ترقی کریں گی اور اس طرح ایک مساوی مقابلہ آرائی ماحول کا قیام عمل میں آئے گا اور وسائل کے خود کفیل داخلی اجتماع کی بنیاد پر نشو و نما اور فروغ کی ایک مثال قائم ہوگی۔ ایک مخصوص حاشیہ کے اندر رہتے ہوئے یہ طریق کار متبادل، خود کفیلی اور ملکی طور پر متعابلہ جاتی نمونہ کی قسم کا ایک اہم جزو بن جائے گا اور ہم لوگوں نے قومی سطح پر یہی تجویز رکھی ہے۔

"مدد خود" جماعتوں کی مذکورہ ترقی کو پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کی مقامی ترقیاتی سرگرمیوں سے مربوط کیا جائے گا۔ یہاں اس امر پر خصوصاً دھیان رکھنے کی ضرورت ہے کہ امداد باہمی بینکنگ ڈھانچہ، منتخب پنچایتوں اور میونسپلٹیوں سے اس اہم وابستگی کے سبب اس ریاست کی "مدد خود" جماعتوں کی مذکورہ نئی جہت بنگلہ دیش کی "گرامین بینک" نمونہ سے کچھ مختلف ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ۱۳۱۱ ابتدائی امداد باہمی انجمنوں سے وابستگی کے ساتھ ۱۰۷۶ مذکورہ "مدد خود" جماعتوں نے ہماری ریاست کے مختلف اضلاع میں کام کرنا شروع کر دیا ہے اور مذکورہ بالا "مدد خود" جماعتوں کے کام کاج میں ایک بار پھر خواتین کے کردار کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ فی الحال میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ آئندہ ۲۰۰۰ء سال کے دوران مذکورہ "مدد خود" جماعتیں امداد باہمی بینکنگ سکٹر کے تعاون سے از سر نو قائم کی جائیں۔ بعد ازیں چھوٹے کاروباریوں کے واسطے آئندہ سال کے دوران امداد باہمی بینکوں سے کم از کم ۱۵۰ کروڑ روپے کے اضافی قرض کی حصولی کے سلسلہ میں خصوصی اقدامات لئے جائیں گے۔

مارکیٹنگ کے میدان میں چھوٹے پیمانہ اکائیوں کو مدد پہنچانے کے سلسلہ میں مغربی بنگال چھوٹی پیمانہ صنعت کارپوریشن نے چھوٹے پیمانہ سکٹر کی مصنوعات (مثلاً بلب، صابن وغیرہ) کو اپنے برانڈ ڈبلیو بی ایس آئی کا نام دیکر فروخت

کر کے مارکیٹنگ سہولتوں کی فراہمی کا کام شروع کر دیا ہے۔ آئندہ سال کے دوران مذکورہ مارکیٹنگ سہولت کو دیگر اشیاء کے واسطے بھی مہیا کیا جائے گا۔ اور عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ ایک تال میل کی صورت حال بھی پیدا کی جائے گی۔ مزید برآں مغربی بنگال چھوٹی صنعت کارپوریشن کے تعاون سے مغربی بنگال مالی کارپوریشن چھوٹے پیمانہ سکٹر اور بازار کی صورت حال میں ترمیمات کے سلسلہ میں مناسب جدید ٹکنالوجی کے واسطے تازہ ترین اطلاعات کے ساتھ چھوٹی پیمانہ صنعتوں کو مدد پہنچانے کے لئے "ایک ٹکنالوجی اعداد و شمار بینک" بھی قائم کرے گی۔

صنعت و زراعت میں نشو و نما اور روزگار کے مواقع کی تشکیل کے کام کو چالو رکھنے کے لئے تعلیمی سہولتوں کو مناسب طور پر توسیع دینا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے نویں منصوبہ (۲۰۰۲ - ۱۹۹۱ء) کی مدت کے اندر پرائمری تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کے نشانہ کی حصول کے سلسلہ میں لئے گئے ریاستی حکومت کے فیصلہ کا تذکرہ گزشتہ ریاستی بجٹ میں کیا گیا تھا۔ معاشیات میں پروفیسر امرتیہ سین کو نوبل انعام سے نوازش اور پرائمری تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کی ضرورت پر پروفیسر موصوف کے نظریات و مذکورہ نشانہ کی حصولی نے ہمارے حوصلوں کو اور بلند کیا۔

نویں منصوبہ مدت کے اندر پرائمری تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کے مذکورہ نشانہ کی حصولی کے سلسلہ میں ریاستی حکومت کے شعبۂ اسکولی تعلیم کے اعداد و شمار کے مطابق پرائمری اسکولوں کی ۵۱۰۲۱ موجودہ تعداد میں کم از کم ۸۰۰۰ نئے پرائمری اسکولوں کا اضافہ کرنا لازمی ہو گیا ہے۔ معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ اس سلسلہ میں یہ بات طے پائی ہے کہ ۔۔ روایتی پرائمری اسکولوں کے ساتھ ساتھ پرائمری تعلیم کے مذکورہ نصاب کے ساتھ ۲۰۰۰ بچہ تعلیم مراکز بھی پنچایت سمیتیوں اور دیہی تعلیم کمیٹیوں (مع ۷۵ فیصد گارجین نمائندے) کے انتظامیہ کی زیر نگرانی قائم کئے جائیں گے۔ ان اداروں میں اساتذہ کی تقرری جوابدہی کی بنیاد پر کی جائے گی۔ مجھے آپ سبھوں کو یہ اطلاع پہنچاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ ان بچہ تعلیم مراکز نے اضلاع میں بحسن و خوبی کام کرنا شروع کر دیا ہے اس لئے میں یہ تجویز رکھتا ہوں کہ آئندہ سال کے دوران مذکورہ طرز کے ۴۰۰۰ بچہ تعلیم مراکز اضلاع کے دیہی و شہری دونوں ہی علاقوں میں اضافی طور پر قائم کئے جائیں۔ ہم لوگوں نے پرائمری تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کے مقررہ وقت کے اندر نشانہ کی حصولی اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کے معیار کو بلند رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں ریاستی ہیڈ کوارٹروں اور اضلاع میں متعلقہ شعبہ پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے ساتھ

باقاعدگی سے سالانہ ہم نشستوں کا انعقاد کیا جائے گا۔

زراعتی اور صنعتی ترقی کی ضروریات کے مطابق پیشہ ورانہ تکنیکی تعلیم کے میدان پر خصوصی توجہ ڈالی جا رہی ہے۔ اس ترجیح کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اضلاع کے مشترکہ سکٹر میں انجینئرنگ کالجوں کے قائم کرنے پر متواتر زور ڈالتے ہوئے زراعت، متعلقہ سکٹروں اور صنعت میں ابھرتی ہوئی ضرورتوں سے مطابقت رکھتے ہوئے جوابدہی اور نصاب کی بنیاد پر برسر روزگار تربیت دہندگان کے ساتھ اضلاع کے ہر ایک ضلع میں ہائر سکنڈری اسکول سطح پر پیشہ ورانہ تربیتی مراکز قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ میں نے یہ بھی تجویز رکھی ہے کہ زراعت و صنعت کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پالی تکنیک ڈپلوما نصابوں اور معاشیات و انتظامیہ سائنس پر جامع نصابوں کو چالو کیا جائے۔

اس پورے تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حالیہ سال کے دوران ۲۰۸ کروڑ روپے کے پورے تعلیمی سکٹر کے آؤٹ لے منصوبہ کو آئندہ سال کے دوران (شعبۂ ترقیات و منصوبہ بندی سے حاصل گنجائشوں پر مشتمل) بڑھا کر ۲۹۶ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

صحت عامہ انجینئرنگ کے میدان میں اس ریاست کے ہر گاؤں تک صاف پینے کے پانی کا کم از کم ایک ذریعہ کی دستیابی کو یقینی بنانے کے بعد ہم لوگوں نے فی الحال نویں پنج سالہ منصوبہ کی مدت کے اندر کم از کم ۴۰ لیٹر صاف پانی فی کس روزانہ کی فراہمی کے بلند تر نشانہ کو اپنا لیا ہے۔ اس نشانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حالیہ سال کے دوران ۱۱۲ کروڑ روپے کے صحت عامہ انجینئرنگ سکٹر کے آؤٹ لے کو بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۱۲۳ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

صحت عامہ کے سلسلہ میں لامرکزیت پر زور ڈالتے ہوئے یہ فیصلہ لیا گیا ہے کہ براہ راست طور پر بلاک سطح کے نیچے ذیلی مراکز کی انتظامیہ میں گرام پنچایتوں، بلاک سطح پر نئے پرائمری صحت مراکز کی انتظامیہ میں پنچایت سمیتیوں اور ضلع سطح پر کم از کم ہسپتالوں کی انتظامیہ میں ضلع پریشدوں کو شامل کیا جائے۔ مزید برآں ضلع سطح اور بلاک سطحوں پر معاہدہ کی بنیاد پر ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل ملازموں کی تقرری کے سلسلہ میں بھی فیصلہ لیا گیا ہے۔ صحت کے معیار اور حوالہ کی کو یقینی بنانے کے لئے پکے ارادے کے ساتھ شرح پیدائش، شرح اموات، بچوں کی شرح اموات کو کم کر کے نویں منصوبہ مدت تک ۲۰، ۶۵ اور ۴۰ کی بالترتیب شرحوں پر لانے کے نشانے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حالیہ سال کے دوران ۱۹۳ کروڑ روپے کے صحت سکٹر کے

آؤٹ لے منصوبہ کو آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۲۴۳۵ کروڑ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

معزز اراکین! مہاجروں کے مسئلہ پر خصوصی توجہ ڈالتے ہوئے میں نے متعلقہ مہاجر کالونیوں میں انفراسٹرکچرل ترقی کے سلسلہ میں ڈبلیو بی آئی ڈی ایف سی کے ذریعہ ۱۲ کروڑ روپے بطور اضافی مختص کر دینے کی تجویز رکھی ہے۔ خواتین کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے پر خصوصی توجہ ڈالتے ہوئے میں نے مغربی بنگال خواتین ترقیات انڈرٹیکنگ کے لئے ریاستی امداد باہمی بینک کے ذریعہ ۵ کروڑ روپے بطور اضافی گنجائش بہم پہنچانے کی تجویز رکھی ہے۔ اقلیتی فرقوں کے لئے روزگار پیدا کرنے کے مواقع پر خصوصی توجہ ڈالتے ہوئے حالیہ سال کے دوران اقلیتوں کی ترقی اور رفاہ کے لئے ۷ کروڑ روپے کے آؤٹ لے منصوبہ کو آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۱۰ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ پست ذاتوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے حالیہ سال کے دوران ۴۵ کروڑ روپے آؤٹ لے منصوبہ کو آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۶۶ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ شمالی بنگال اور اس ریاست کے مغربی علاقہ کی ترقیاتی سرگرمیوں کو استحکام بخشنے کی غرض سے میں نے مذکورہ علاقوں کے لئے ایک ترقیاتی بورڈ قائم کرنے کے سلسلے میں گذشتہ بحث کے دوران ہی تجویز رکھی تھی۔ بہر کیف ضلع منصوبہ بند کمیٹی اور مذکورہ بورڈوں کے درمیان تعلقات پر چند اہم دستوری سوالات اٹھائے جانے کی وجہ سے ہم لوگ ان بورڈوں کو قائم نہیں کر پائے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ علاقوں کی ترقیاتی سرگرمیوں کو برقرار رکھنے کی خاطر ان علاقوں کے لئے ۲۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم کی فراہمی کے سلسلہ میں احکامات بھی دیئے جا چکے ہیں۔ ہم لوگ امید کرتے ہیں کہ آئندہ سال کے دوران ان بورڈوں کی تشکیل اور ضلع منصوبہ کمیٹیوں کے ساتھ ان کے تعلقات سے متعلق دشواریوں کو بھی گفت و شنید کے ذریعہ سلجھا لیا جائے گا۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ان علاقوں کی ترقی کے لئے ڈبلیو بی آئی ڈی ایف سی کے ذریعہ ۵۴ کروڑ روپے کا آؤٹ لے فراہم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

اگر فی الحال تمام سکٹروں کے منصوبہ آؤٹ لے کو یکجا کیا جاتا ہے تو حالیہ سال کے دوران ۴۹۵۰ کروڑ روپے بڑھ کر آئندہ سال کے دوران ۶۲۸۹ کروڑ روپے ہو جائے گا۔ ۵ فیصد کل منصوبہ آؤٹ لے سے زائد کے سلسلہ میں کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے لامرکزیت پر اضافی کوششوں کے ساتھ

پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کو براہ راست طور پر ملوث کیا جائے گا۔ اس اضافی منصوبہ آؤٹ لے اور فروغ یافتہ لامرکزیت کی بنیاد پر پیداوار اور روزگار پیدا کرنے والی قوتوں کو آئندہ سال کے دوران مزید استحکام بخشا جائے گا۔ ریاستی گھریلو مصنوعات کی نشانہ کردہ شرح افزائش ۶ء۷ فیصد کو پہنچ جائے گی اور مذکورہ شرح قومی سطح پر مجموعی گھریلو مصنوعات کی شرح افزائش سے کہیں زیادہ ہوگی۔ پیداوار میں اس متوقع اضافہ کی بنیاد پر ہم لوگوں نے آئندہ سال کے دوران اضافی روزگار پیدا کرنے کے تقریباً ۷ لاکھ مواقع کا نشانہ مرتب کیا ہے اور یہ بھی اندراج شدہ روزگار (شاید ۲،۵۰ لاکھ کی سطح پر) سے کہیں زیادہ اونچا ہوگا۔ اس طرح روزگار کے بیک لوگ کے مسئلہ میں کمی واقع ہوگی۔

لامرکزیت کے عمل کو گہرانے کے ساتھ ساتھ آئندہ سال کے دوران حکومت کے کام کاج کی ہر سطح پر جوابدہی کو یقینی بنانے پر خصوصی توجہ دی جائیگی۔ ریاستی تنخواہ کمیشن کی متعلقہ رپورٹ کی حصولی کے بعد اس سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ لیا جائے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ تنخواہ کمیشن کی بقیہ رپورٹ بھی اس سال کے وسط تک آجائیگی۔ بعد ازیں ریاستی حکومت کے انڈرٹیکنگس کے ملازمین کی تنخواہ پر نظرثانی کے سلسلہ میں فیصلے لئے جائیں گے۔

ملازمین اور دیگر اشیاء کی تنخواہ کی نظرثانی کی وجہ سے آنے والے لازمی اخراجات کی دیکھ ریکھ کے لئے عدم منصوبہ آؤٹ لے میں لازمی گنجائش پیدا کرنے کے بعد میں نے آئندہ سال کے لئے مہنگائی بھتہ کی اضافی قسطوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ۳۰۰،۰۰ کروڑ روپے گنجائش رکھی ہے۔

اگر فی الحال کل منصوبہ اور عدم منصوبہ آؤٹ لیز اور کل رسیدوں کو زیرغور لایا جاتا ہے تو اس سطح پر ۱۱۰ کروڑ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ ریاست ہذا میں منصوبہ بندی کے بنیادی مقاصد اور خسارہ ہذا کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اضافی وسائل اکٹھا کرنے پر تجویزات کی جانب توجہ دی ہے۔

معزز اراکین فی الحال میں ٹیکسیشن سے متعلق تجویزات پیش کرتا ہوں۔ ان تجویزات کی تشکیل درج ذیل مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

(الف) اس ریاست کے اندر تجارت و صنعت کی ترقی

(ب) راحت اور دیگر امور کو حسن و خوبی رو بہ عمل لانے کیلئے طریق کار کی سہل سازی۔

(ج) عام صارفین کو راحت کی فراہمی

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ مغربی بنگال میں عام طور پر

سیلز ٹیکس کا اطلاق کثیر نکاتی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت اندراج شدہ ڈیلروں کی فروخت کی ہر نکتہ پر ٹیکس مد کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس طرح کل ٹیکس کے دائرہ عمل اور اشیاء کے بنیادی نرخ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ٹیکس کا اطلاق فروخت کے اول نکتہ پر کیا جاتا ہے تو ٹیکسیشن کی قطاروں کی تعداد اشیاء کی لاگت میں کمی واقع ہوتی ہے اور یہ کمی تجارت اور صنعت کی افزائش میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور عام صارفین کو بڑی راحت پہنچاتی ہے۔ ہر کیف، یہاں ریونیو کے خسارہ کا خطرہ لاحق ہوتا ہے جبکہ اشیاء کثیر نکاتی ٹیکسیشن سے اول نکاتی ٹیکسیشن پر لایا جاتا ہے کیونکہ سابقہ نظام کے تحت اگر فروخت کے اول نکتہ پر ٹیکس کی ادائیگی سے فرار اختیار کیا جاتا ہے تو کسی بھی اگلے مقام پر ٹیکس کی وصولی ممکن نہیں ہو پاتی ہے۔ اس ریاست کی صنعت و تجارت کی افزائش کو مدنظر رکھتے ہوئے اور صارفین کو راحت پہنچانے کی غرض سے میں یہ خطرہ مول لے رہا ہوں۔ میں ٹیکس کی بہتر ادائیگی کے لئے تاجروں اور صنعت کاروں پر ٹیکس کی ادائیگی کے طریق کار میں سہل سازی کے سبب بھروسہ کرنا چاہتا ہوں اور کثیر نکات والے نظام ٹیکسیشن کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ آج کے بعد سے تقریباً کل ۵۵۰ اشیاء میں سے تقریباً ۵۳۰ اشیاء پر فروخت کے اول نکتہ پر ٹیکس لاگو ہوگا۔ مجھے اس بات کا تذکرہ کرنا ہے کہ فی الحال ۱۳۲ اشیاء کے سلسلہ میں فروخت کے اول نکتہ پر اس ریاست میں سیلز ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ بھی تجویز رکھی ہے کہ صرف ۱۲ اشیاء کے فروخت کے اول اور دوم نکتہ پر ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ آج اشیاء کے فروخت کے کثیر نکتہ پر لاگو کئے جانے کے سلسلہ میں اول نکتہ ٹیکسیشن نظام کے نفاذ کے بعد ملنے والی راحت کی صحیح تصویر حسب ذیل مثال سے واضح ہو جائے گی۔ اگر ہم لوگ ۷ فیصد سیلز ٹیکس کی شرح کو زیر غور لاتے ہیں تو اول نکتہ نظام کے تحت سرچارج اور اضافی چارج پر مشتمل ٹیکس کا کل نفاذ ۸.۰۵ فیصد ہوتا ہے۔ اگر اسی اشیاء پر کثیر نکاتی نظام کے تحت مذکورہ بالا شرح پر ٹیکس کا نفاذ کیا جاتا ہے تو سرچارج اور اضافی سرچارج پر مشتمل ٹیکس کا کل نفاذ عموماً ۱۴ فیصد یا اس سے زائد ہوگا۔ اصل وقت مزید قابل غور حقیقت ہوگی کہ نفع کے لین دین کے ہر نکتہ پر ٹیکس کثیر نکاتی نظام سے زیر بار بھی ہوگا۔ ٹیکس میں کل نفاذ کی مذکورہ تخفیف کے سبب جب کبھی کوئی شے کثیر نکتہ تا اول نکتہ ٹیکسیشن خریدی جاتی ہے تو عام طور پر سیلز ٹیکس بڑھ جاتا ہے۔ صارفین کو راحت پہنچانے اور تجارت و صنعت کو فروغ دینے کی غرض سے میں نے مذکورہ اشیاء کے سلسلہ میں شرح ٹیکس میں

میں مزید تخفیف کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ معزز اراکین اس امر کو سراہیں گے کہ میری تجویزوں کے نتائج کے طور پر ۴۰۰ سے زائد اشیاء پر ٹیکس کے نفاذ میں خاطر خواہ تخفیف واقع ہوگی اور اس سے عام صارفین کو بڑی راحت ملے گی۔ مجوزہ ترمیم اس ریاست کے سیلز ٹیکس کے ڈھانچہ کو بہت حد تک سہل بھی بنا پائے گی۔ اس سہل سازی کی وجہ سے ڈیلروں کی ایک بڑی تعداد جو ان اشیاء کی خاطر خواہ فروخت کا کام کر رہی ہے کو بھی مغربی بنگال ٹیکس ایکٹ کے تحت اندراج کروانے سے نجات ملے گی اور سیلز ٹیکس دفتر سے ڈیکلیریشن فارم کی وصولی جیسے اہم امور ان ڈیلروں کے زیر مطالعہ ہیں۔ رعایتی شرحوں پر ساز و سامان کی خریداری کیلئے صنعت کاروں اور ان ۲۰ اشیاء جن پر فروخت کے اول اور دوم نکات پر ٹیکس نافذ کیا جائے گا، کے ڈیلروں کو فی الحال ڈیکلیریشن فارم کی ضرورت پیش آئے گی۔ مجھے یہ قوی امید ہے کہ امپلائڈ ٹیکس کی ادائیگی اور ٹیکس شرحوں کی ریونیو لچک کی وجہ سے کثیر نکات پر فی الحال ٹیکس نافذ کئے جانے سے تمام اشیاء پر ٹیکس کی مؤثر شرح میں کمی واقع ہونے کے باوجود ریونیو میں کوئی خسارہ نہیں اٹھانا پڑے گا۔ میں اس امر کا تذکرہ بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اعتماد یا بھروسہ جو مجھے تجارت و صنعت پر ہے کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے اور لوگ ٹیکس کی چوری کرتے ہیں تو میں اس ہاؤس میں لوٹ کر آؤں گا اور ان راحتوں کو واپس لے لینے کی گذارش کروں گا جس کی میں نے تجویز پیش کی ہے۔

معزز اراکین! میں اس امر کا تذکرہ کر ہی چکا ہوں کہ ان چند اشیاء کے سلسلہ میں جن کو اول ٹیکسیشن کے تحت لایا گیا ہے سیلز ٹیکس کی شرحوں میں مزید تخفیف لائی جائے گی۔ مذکورہ تخفیف اس ریاست میں نئی صنعتوں کے قیام میں مددگار ثابت ہوگی اور موجودہ صنعتوں کے فروغ میں بھی مدد دے سکے گی۔ اس طرح پیداوار کے کام میں آئے پلاسٹ اور مشینریاں جن پر فی الحال کثیر نکتہ کی ۱۲ فیصد شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے، پر ۷ فیصد تخفیف کردہ شرح سے اول نکتہ کی رو سے آئندہ ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ اس کا نفاذ ان بہتر کاروباریوں پر خصوصی جن کے پاس وسائل کی کمی ہے یا جن کے پاس مشینیں اور پلانٹ لیز اور ہائر پرچیز ہیں، ہوتا ہے، پیداوار کے ان وسائل کو ارزاں بنانے کے لئے میں نے لیز اور ہائر پرچیز کی موجودہ ۷ فیصد شرح کو کم کر کے ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ میں نے لیز اور ہائر پرچیز کرنے والی کمپنیوں کو ۴ فیصد کرنے کی رعایتی شرح پر پلانٹ اور مشینری خریدنے کے سلسلہ میں اجازت

دینے کی تجویز بھی رکھی ہے چونکہ اس سے پلانٹ اور مشنریوں پر صرف اول نکتہ پر ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ اس لئے مذکورہ اشیاء اگر ریاست کے اندر خریدے جاتے ہیں، پر مزید ٹیکس کا نفاذ نہیں ہوگا جب وہ لیز پر لئے جائیں گے۔

طباعت اس ریاست کی ایک روایتی صنعت ہے۔ معزز اراکین یاد کریں گے کہ گزشتہ چند برسوں کے دوران رفتہ رفتہ طباعت شدہ کتابوں کی فروخت پر ٹیکس کی شرح ۱۲ فیصد سے کم ہوکر ۸ فیصد ہوگئی ہے۔ مفرد نکتہ ٹیکسیشن کے تحت اسے لانے کے علاوہ میں نے ڈائری اور کلینڈر پر مشتمل طباعت شدہ کتابوں کی ٹیکس کی شرح کو کم کرکے ۷ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ مزید براں ان اشیاء کی فروخت پر واجب الادا ٹیکس کو ان اشیاء کی طباعت کے سلسلہ میں ریاست کے اندر کاغذ کی خریداری پر ادا کردہ ٹیکس کے متوازن بنایا جائے گا۔ ٹیکسیشن کے نفاذ میں مذکورہ خاطر خواہ تخفیف کے ساتھ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس ریاست میں طباعت کی صنعت کو بڑا فروغ ملے گا۔ ریشم اس ریاست کی دوسری روایتی صنعت ہے اور فی الحال اسے کثیر نکتہ ٹیکس کے تحت لایا جاتا ہے۔ اس صنعت کو فروغ دینے کے لئے میں نے ریشم پر ٹیکس کو کم کرکے ۱۲ فیصد سے ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے اور اسے اول نکتہ پر ٹیکس کے نفاذ کے تحت لانے کی بھی تجویز رکھی گئی ہے۔ زری، چمکی، شیشے کے موتی وغیرہ جو کشیدہ کاری اور زری کاری کے کام میں استعمال ہوتے ہیں پر کثیر نکتہ کے مطابق فی الحال عموماً ۱۲ فیصد شرح ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ اس کام میں خواتین کی اکثریت کے ملوث ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے مذکورہ اشیاء پر ٹیکس کی شرح کو کم کرکے ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ بوتلوں کو بند کرنے کے کام میں آنے والے المونیم کے ڈھکن پر کثیر نکتہ کے تحت ٹیکس لگایا جاتا ہے اور شرح ٹیکس ۱۲ فیصد ہے۔ اس پر ٹیکس کی شرح میں تخفیف کرکے ۴ فیصد کرنے اور اول نکتہ ٹیکس کا نفاذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اسی طرز پر شکن دار کاغذ کے بکس جو ایک اہم پیکنگ میٹریل ہے، پر کثیر نکتہ نظام کے تحت ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ میں نے شکن دار کاغذ کے بکس پر ٹیکس کی شرح کو کم کرکے ۷ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

پٹسن اس ریاست کی ایک روایتی صنعت ہے اور اس میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد کام کرتی ہے۔ فی الحال پٹسن کی مصنوعات پر کثیر نکتہ نظام کے تحت ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے اور ٹیکس کی شرح ۴ فیصد ہوتی ہے۔ اس سکٹر کو، جو سنتھیٹک پیکجنگ میٹریلس کے سخت مقابلہ سے دوچار ہے، مزید فروغ بخشنے کے لئے میں نے پٹسن مصنوعات پر ٹیکس کی شرح کو کم کرکے ۲ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے اور ان پر ٹیکس کا نفاذ صرف ایک بار ہی فروخت کے اول نکتہ پر یا دوم نکتہ پر کیا جائے گا۔ ٹیکس کے بوجھ میں کمی لا کر قدم بڑھانے پٹسن سکٹر کی بحالی میں بڑی مدد کی ہے۔

معزز اراکین! میں نے اس ریاست میں تجارت کو فروغ دینے اور صارفین کو راحت پہنچانے کے لئے کثیر نکتہ سے اول نکتہ پر نفاذ کے ذریعہ چند مزید اشیاء کے سلسلہ میں مزید تخفیف کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ میں نے طبی جانچ کے آلات پر ٹیکس کی شرح کو موجودہ ۱۲۵ فیصد سے کم کرکے ۵ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ مذکورہ تخفیف طبی اداروں کو بہتر خدمات صحت کی فراہمی کے لئے مذکورہ جانچ آلات کی خریداری میں بڑھاوا دے گی۔ فی الحال سائنسی آلات پر کثیر نکتہ کے مطابق ۱۲ فیصد شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے اسکی رو سے تعلیمی ادارے مذکورہ اشیاء کی حصولی بآسانی کر سکتے ہیں۔ میں نے انھیں ۴ فیصد کی رعایتی شرح پر درس و تحقیق کے مقصد کی حصولی کے لئے تمام سائنسی آلات خریدنے کی اجازت دے دینے کی تجویز رکھی ہے۔ فوٹو کوپی اِنگ مشین، ڈیلی کیشنگ مشین، الیکٹرونکس سیلس رجسٹرس وغیرہ جیسے دفتری آلات پر فی الحال کثیر نکتہ کی رو سے ۱۵ فیصد کی شرح کے مطابق ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے میں نے مذکورہ اشیاء پر اول نکتہ کے مطابق ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ درآمد کردہ چینی پر فی الحال کثیر نکتہ کے مطابق ۱۲ فیصد کی عام شرح کی رو سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ میں نے اول نکتہ پر شرح کو کم کرکے سابقہ تاریخ سے ۴ فیصد نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اراکین کو یاد ہوگا کہ موٹر اور پمپ سیٹ کی ٹیکس کی شرح کو گزشتہ سال کے دوران ۱۲ فیصد سے کم کرکے ۷ فیصد پر لایا گیا تھا۔ مذکورہ اشیاء کے فاضل کل پرزے پر فی الحال سیلس ٹیکس کی شرح کو ۱۲ فیصد سے کم کرکے ۷ فیصد کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ کمپیوٹر اور دیگر الیکٹرونک آلات کے کام میں آنے والے یو پی ایس (ان انٹرپٹڈ پاور سپلائی) کی فروخت پر ٹیکس کو ۱۲ فیصد سے کم کرکے ۵ فیصد پر لانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اس طرز پر الیکٹرونک ایکس چینج اور کل پرزوں پر کثیر نکتہ نظام کے تحت موجودہ ۱۲۵ فیصد کی شرح کے بجائے اول نکتہ کے تحت ۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ لکڑی کے فرنیچر پر ٹیکس کی شرح کو ۱۲ فیصد کی موجودہ شرح سے کم کرکے ۷ فیصد پر لانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ فائبر گلاس کا سفری بیگ اور بکس جس پر فی الحال ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے، پر ۱۲ فیصد کی

شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ چھوٹے ہوٹلوں کے مالکان کو راحت فراہم کرنے کے لئے پکے ہوئے کھانوں کو کثیر نکتہ کے بجائے اول نکتہ ٹیکسیشن کے تحت لانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ مزید برآں میں نے یہ تجویز بھی رکھی ہے کہ چھوٹے ہوٹلوں کے مالکان اور ریستورانوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کہیں زیادہ تخفیف کردہ شرح پر ٹیکس ادا کریں۔ اس لئے پکے ہوئے کھانوں کے ڈیلروں جن کا ۳ لاکھ روپے اور ۵ لاکھ روپے کا ٹرن اوور ہے، کو ہر کوارٹر کے اختتام پر ۵۰۰ روپے اور ۱۰۰۰ روپے بالترتیب ٹیکس کی ادائیگی کی اجازت ہوگی۔ یہ سہولت اندراج کے پہلے سال سے ۵ سال تک دستیاب ہوگی۔

معزز اراکین، ان اشیاء کے معاملہ میں جن کے واسطے میں نے کثیر نکتہ کے بجائے اول نکتہ پر ان اشیاء کو لاتے ہوئے ٹیکس میں خصوصی تخفیف رکھنے کی تجویز رکھی ہے، کے علاوہ، میں نے ان دیگر اشیاء کے ٹیکس کی شرح میں جنہیں اول نکتہ ٹیکسیشن نظام کی جانب منتقل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے، کسی طرح کی کوئی تبدیلی لانے کی تجویز نہیں رکھی ہے لیکن ان معاملوں میں بھی ٹیکس کے نفاذ میں مؤثر تخفیف کی وجہ سے ان اشیاء کے صارفین کو خاطر خواہ راحت ملے گی۔ اس کے تحت آنے والے چند اشیاء کیمیائی اجزاء، انجینئرنگ سامان، موٹر کے کل پرزے، بیرنگ، ملینگ، مالے، سرسوں کا تیل، اسٹین لیس اسٹیل کے برتن، الیکٹرونک کے کل پرزے جیسے انٹیگریٹیڈ سرکٹس اور مائیکرو پروسیسرس، فوٹوگرافک کیمرے، الارمس، چشمے، اڈھیسیوس وغیرہ ہیں۔

معزز اراکین، میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ ۲۰ اشیاء کو کثیر نکتہ ٹیکسیشن نظام سے فروخت کے اول دو نکات کی جانب منتقل کیا جائے گا۔ ان اشیاء کی فہرست مالی بل میں پیش کی جا چکی ہے۔ اس میں آڈیو اور ویڈیو کاسٹ، الیکٹرک کے تار، کیبلس اور سوئچ، جوتے، لوہے کے سامان، چمڑے کے سامان، سلے سلائے کپڑے، چائے، سانیٹری وئیر اور سانیٹری فٹنگس، کاسٹ آئرن کاسٹنگس، اینٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ان اشیاء کے سلسلہ میں بھی ٹیکس کے کل نفاذ میں خاطر خواہ تخفیف کی جائے گی کیونکہ تیسرے فروخت نکتہ سے آگے سیلز ٹیکس نہیں لیا جائے گا اور اسکی رو سے صارفین کو راحت ملے گی۔

میں ان چند اشیاء پر بھی ٹیکس کم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہوں جن پر فروخت کے اول نکتہ پر ٹیکس کا نفاذ کیا جا چکا ہے۔ بسکٹ جو عام لوگوں کے استعمال میں آتا ہے پر بھی، ۱۲ فیصد کی موجودہ شرح کے بجائے ۱۰ فیصد تخفیف شدہ شرح سے ٹیکس لگائے جانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ ربڑ بلیڈ اور شیونگ سیٹ پر موجودہ ۱۵ فیصد شرح ٹیکس کو کم کر کے ۱۲ فیصد ٹیکس کے نفاذ کے لئے تجویز رکھی گئی ہے۔ پلاسٹک کے اسٹوریج ٹینکوں پر ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے مذکورہ ٹیکس میں تخفیف لا کر اسے ۷ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اس ریاست میں واقع ڈیریز یعنی شیر خانوں میں دودھ کی ازسر نو تشکیل کے لئے پاؤڈر دودھ کی بڑی مقدار میں ضرورت ہوتی ہے۔ فی الحال پاؤڈر دودھ پر فروخت کے اول نکتہ کے مطابق ۷ فیصد ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اس سیکٹر کو راحت پہنچانے کے لئے میں نے ۲ فیصد کی رعایتی شرح پر اس ریاست میں واقع ڈیریز کو پاؤڈر دودھ خریدنے کی اجازت دے دینے کی تجویز رکھی ہے۔ ٹائپ رائٹر فی الحال جس پر اول نکتہ کے مطابق ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے، پر ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

معزز اراکین یاد کریں کہ گزشتہ چند برسوں کے دوران چند ان پٹس کو سیٹ آف نظام کے تحت لایا گیا ہے تاکہ ہمارے کارخانے داروں کو مقابلہ آرائی میں تقویت مل پائے۔ میں نے اس ریاست کے اندر صنعت کاری کو مزید فروغ دینے کے لئے نظام مذکورہ کو توسیع دینے کی تجویز رکھی ہے۔ ونا سپتی اور کھانے کے تیل کی فروخت پر واجب الادا سیلز ٹیکس ان اشیاء کی تیاری کے لئے اس ریاست کے اندر خام مال کی خریداری میں متوازن بنایا جائے گا۔ سرسوں اور ریپ سیڈ جیسے فی الحال سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، پر اول نکتہ کے مطابق ۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس ریاست میں تیار کئے جانے والے سرسوں کے تیل کی قیمت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں نے سرسوں تیل کو کثیر نکتہ سے اول نکتہ پر لانے کی تجویز رکھی ہے تاکہ صارفین کو راحت ملے۔ جھاڑوں اور نواڑوں پر فی الحال ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ ان مصنوعات کی پیداوار کو بڑھاوا دینے کے لئے ٹیکس کی شرح کو کم کر کے ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ میں نے ناریل کے کھوپڑے کے ریشے سے بنے، موم اور ایکریلک فائبر سے بنے توشکوں کی بین الریاست فروخت پر ٹیکس کی شرح کو کم کرنے کی بھی تجویز رکھی ہے۔ اس سے اس ریاست کے اندر مذکورہ اشیاء پیداوار کو فروغ ملے گا۔ اس ریاست میں تیار ہونے والی بے شمار اشیاء کے ذخیرے کو دیگر ریاستوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ فی الحال ۳ فیصد خرید ٹیکس مذکورہ معاملوں میں رعایتی شرحوں پر اس ریاست کے اندر خریدے گئے ان پٹس پر لگایا جاتا ہے۔ اس کے تحت ہماری ریاست کے اندر تیار کی جانے والی اشیاء کو مقابلہ آرائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے تیار کردہ اشیاء اور بعد ازیں اس ریاست

کے باہر اشیاء کے ذخیرے کو منتقل کئے جانے کے سلسلہ میں ان پٹس پر لگائے جانے والے خرید ٹیکس کی شرح میں کمی لاکر ۱ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

ریاست کے اندر صنعت کاری کو فروغ بخشنے کے لئے برآمدات کو فروغ دینا بھی ایک لازمی قدم ہے۔ معزز اراکین یاد کریں کہ اس ریاست کے اندر واقع برآمدات سے وابستہ اکائیوں کو گزشتہ چند برسوں کے دوران بے شمار رعایتیں دی گئی ہیں برآمد کنندگان کو مزید بڑھاوا دینے کے لئے یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ ڈیوٹی انٹائلمنٹ پاس بک سرٹیفکیشن اور اسی طرز کے آلات کے فروخت پر ٹیکس کی شرح کو ۴ فیصد موجودہ سطح سے کم کرکے ۱ فیصد کیا جائے۔

معزز اراکین یاد کریں کہ اس ریاست کے اندر درآمد کی جانے والی کل مختلف اشیاء کے بارے میں صحیح اطلاع کی حصولی کے لئے اور گزشتہ سال کے دوران پرمٹ نظام کی جگہ وے بل نظام کو چالو کیا گیا ہے۔ نظام ہذا کو حسن و خوبی روبہ عمل لایا گیا اور وے بل سے متعلق طریق کار اور انتظامی امور کی وضاحت کی گئی۔ ڈیلروں کی ایک چھوٹی سی جماعت وے بل کے رائج کرنے کے خلاف یہ باتیں رکھیں کہ اس نظام کو صرف ان اشیاء کے لئے چالو کرنا چاہئے تھا جن پر اول نکتہ کے تحت ٹیکس لگایا جاتا ہے فی الحال ہم لوگ اول نکتہ ٹیکسیشن کے موضوع پر بات کرتے ہیں اس سلسلہ میں کہیں بھی کوئی دشواری پیش آنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ میں نظام ہذا کو مزید سہل بنانے کی تجویز رکھتا ہوں تاکہ ڈیلروں کو اس ریاست کے اندر اشیاء کی درآمدات میں کسی طرح کی کوئی دقت نہ پیش آئے۔

سیلس ٹیکس سے متعلق بہت ساری درخواستیں متعدد اپیلیٹ عدالتوں میں زیر غور ہیں۔ ڈیلروں کو مقدمات کی شنوائی میں تاخیر ہونے کی وجہ سے بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ ریونیو کی متنازع رقم کی ادائیگی فی الوقت نہیں ہو پائی ہے۔ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے میں نے مذکورہ درخواستوں کو بیک وقت منبٹانے کے لئے ایک اسکیم چالو کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اس اسکیم کے تحت متنازع ٹیکس کی ۳۳ فیصد بقایا رقم اور سود جو ۵ فیصد سے تجاوز نہ کرے کی ادائیگی کے ذریعہ اس تنازعہ کو نبٹانے کے لئے ایک موقع فراہم کیا جائے گا۔ ان معاملوں میں اگر کوئی جرمانہ عائد کیا گیا ہے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ مذکورہ اسکیم کی تفصیل مالی بل میں پیش کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اپنے ٹیکس کے معاملوں کو نبٹانے کے لئے ڈیلروں کی ایک بڑی تعداد مذکورہ اسکیم سے استفادہ حاصل کرے گی۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ ان سمجھوتوں کے نتیجہ میں آئندہ سال کے دوران ۱۲ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم کی وصولی ہو جائے گی۔

معزز اراکین اس بات کی ستائش کریں گے کہ اس ریاست کی ترقیاتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے اضافی وسائل کا ہونا لازمی ہے۔ ان اضافی وسائل کو اکٹھا کرنے کے لئے میں نے موٹر گاڑیوں، اسکوٹروں اور موپیڈ کی فروخت پر نافذ شدہ ٹیکس کی شرح ۴ فیصد کو بڑھا کر ۵ فیصد کی تجویز رکھی ہے۔

غیر ملکی شراب پر لاگو ٹیکس کی شرح ۲۵ فیصد کو بڑھا کر ۳۰ فیصد کرنے کی بھی تجویز رکھی گئی ہے۔ غیر ملکیوں سے درآمد کردہ ٹکسٹائل پر فی الحال عام طور پر ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے میں نے ۱۵ فیصد کی شرح سے درآمد کردہ ٹکسٹائل پر ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی ہے۔ غیر ممالک سے درآمد کردہ سگریٹ پر ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ میں نے اس بات کی بھی تجویز رکھی ہے کہ لاٹری ٹکٹ کی فروخت پر لگے ٹیکس کو ۴ فیصد سے ۱۲ فیصد بڑھا دیا جائے۔ بہرکیف مرکب شرح سے لاٹری ٹکٹ کی فروخت ٹیکس کی ادائیگی کا موجودہ نظام پہلے کی طرح جاری رہے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ ان ترمیمات کی بدولت ۲۱ کروڑ روپے کا اضافی ریونیو حاصل ہوگا۔

ہندوستان میں قرض مارکیٹس ترقی کے نوزائیدہ دور سے گزر رہے ہیں۔ رہن رکھی ہوئی ہنڈیاں ابھرتے ہوئے قرض بازار میں اہم قرض دستاویزات کی شکل اختیار کرنے والی ہیں۔ قرض بازار کی ترقی کو بڑھاوا دینے کے لئے میں نے قرضوں کی وثیقہ سازی کے دستاویزات پر موجودہ ۴ اور ۵ فیصد اسٹامپ ڈیوٹی کو کم کرکے ۰.۱ فیصد کی تجویز رکھی ہے۔

معزز اراکین یاد کریں کہ گزشتہ سال تحفہ جو اکثر خاندان کے کسی فرد کو دیئے جاتے ہیں کی دستاویزات پر اسٹامپ ڈیوٹی کی شرح کو ۵ فیصد سے ۰.۵ فیصد کم کیا گیا تھا۔ یہاں خاندان کے فرد سے مراد والدین، شریک حیات، بیٹا، غیر شادی شدہ اور بیوہ بیٹی، پوتا یا پوتی ہیں۔ میں نے فی الحال خاندان کی تعریف میں توسیع کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اسکی تفصیل مالی بل میں درج کی گئی ہے۔ رشتہ داروں کو دیئے گئے تحفہ کی دستاویزات پر فی الحال ۰.۵ فیصد اسٹامپ ڈیوٹی لگے گی۔

معزز اراکین براہ مہربانی یاد کریں کہ ماضی میں لکژری ٹیکس ایکٹ کے تحت اشیاء کو لایا گیا تھا۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ مذکورہ بالا ایکٹ کے تحت ۲۰ ہزار اور اس سے زائد قیمت والے ہوم تھیٹر آلات، ویڈیو کیمرہ، میوزک سسٹم اور ۶ لاکھ اور اس سے زائد قیمت والی موٹر کار جیسی چند اضافی اشیاء کو لایا جائے گا۔ ان تمام اشیاء پر ۵ فیصد کی شرح سے لکژری ٹیکس لگایا جائے گا۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس سے تقریباً ۱ کروڑ روپئے کے اضافی ریونیو ملیں گے۔ معزز اراکین! فی الحال میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ پیشوں، تجارتوں اور

کام۔ بریکٹ ٹیکس کے ڈھانچے میں چند ترمیمات کی جائیں۔ آپ براہ کرم یاد کریں کہ ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران تنخواہ پانے والے ملازموں کے پیشہ ٹیکس کو بڑھایا گیا تھا اور چند دیگر پیشوں سے منسلک افراد کے پیشہ ٹیکس میں بھی ۹۳-۱۹۹۲ء کے دوران اضافہ کیا گیا تھا۔ لہذا ریاستی ریونیو کی زیادہ سے زیادہ وصولی کیلئے موجودہ ٹیکس ڈھانچہ میں چند ترمیمات کا لانا لازمی بن گیا ہے۔ پیشہ ٹیکس کی ادنیٰ ترین شرح جو فی الحال تنخواہ پانے والے افراد سے وصول کی جاتی ہے، ۷۵ روپے ماہانہ ہے۔ یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ ۱۵ ہزار اور اس سے زیادہ کی کل ماہانہ آمدنی پانیوالے افراد کے لئے مذکورہ شرح کو بڑھا کر ۱۳۰ روپے ماہانہ کیا جائے۔ دیگر تنخواہ پانیوالے اور خود روزگار افراد کی آمدنی پر بھی مناسب اضافہ شدہ ٹیکس کا اطلاق ہوگا۔ بہر کیف صرف ان افراد کی آمدنی پر جن کی ماہانہ آمدنی ۶ ہزار روپے یا اس سے کم ہے، اضافہ شدہ ٹیکس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ دراصل کم آمدنی والے افراد کو راحت دینے کے لئے میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ پیشہ ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ رہنے کی موجودہ حد یعنی ۲۵۰۰ روپے ماہانہ کو بڑھا کر ۵۰۰۰ روپے کر دی جائے۔ میں نے یہ بھی تجویز رکھی ہے کہ دیگر درج شدہ افراد کے سلسلہ میں بھی پیشہ ٹیکس کی شرح میں مناسب طور پر اضافہ کیا جائے۔ لائسنس رکھنے والے شراب بیچنے والے، نرسنگ ہوم اور پیتھولوجیکل لیبارٹریوں کے مالکان، بڑے ٹھیکیداروں اور بیوپاریوں، کمپنی ایکٹ کے تحت اندراج شدہ کمپنیوں، چٹ فنڈ کے مالکان، مہاجنوں، لاٹری ٹکٹ کے تھوک فروشوں وغیرہ جیسے چند پیشوں کے سلسلہ میں موجودہ ٹیکس کی شرح ۹۰۰ روپے سالانہ سے بڑھا کر ۲۵۰۰ روپے سالانہ کیا جائے گا۔ نئی شرح ڈھانچہ کی تفصیل مالی بل میں درج ہے۔ اس کے نفاذ سے ۳۰ کروڑ روپے اضافی ریونیو اکٹھے ہو پائیں گے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ ہماری ریاست میں ۷ ایکڑ قطعات اراضی پر مشتمل قابل آبپاشی علاقہ اور ۱۵ ایکڑ قطعات اراضی پر مشتمل ناقابل آبپاشی علاقہ رکھنے والے رعیتوں کو زمین پر لگان کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ حد سے زائد قطعات اراضی یعنی ۹ فیصد سے زائد غیر زراعتی قطعات اراضی رکھنے والے رعیتوں کو بہت ہی معمولی سی رقم یعنی تقریباً ۷ روپے فی ایکڑ ادا کرتے ہیں۔ مذکورہ لگان ۶۰ سال سے بہت پہلے کا تعین کردہ ہے ان برسوں کے دوران مذکورہ قطعات اراضی کی زرخیزی / پیداوار اور آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اگر افراط زر اور زرخیزی / پیداوار میں اضافہ کا حساب لگایا جائے تو ان زمینوں کا مساوی حالیہ لگان ۱۰۰ روپے فی ایکڑ سے زائد ہونا چاہئے۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ زمین کے لگان کو مناسب طور پر بڑھا کر ۲۰ روپے فی ایکڑ کیا جائے۔ بہر کیف ان رعیتوں کو جن کو فی الحال لگان کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، مذکورہ ادائیگی سے مستثنیٰ رکھا جائے گا۔ مناسب وقت پر اس مقصد کے لئے قانون نافذ کیا جائے گا۔ اس تبدیلی کے رو بہ عمل آنے سے توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ مالی سال کے دوران ۳۰ کروڑ روپے بطور اضافی لگان ملیں گے۔

معزز اراکین اگر ٹیکسیشن کی تجاویز کو بیک وقت رو بہ عمل لایا جائے تو ان سے ۹۴ کروڑ روپے کے اضافی وسائل پیدا ہوں گے۔ ان اضافی وسائل کے اکٹھا کرنے سے بجٹ برائے ۲۰۰۰ - ۱۹۹۹ء کے دوران کل مصارف اور وصولیوں کے درمیان فاصلہ مزید کم کر کے ۱۶ کروڑ روپے کیا جا سکے گا۔ اس لئے میں نے آئندہ مالی سال کے لئے ایک محدود خسارہ بجٹ پیش کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

عطیات برائے ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء سے متعلق مانگ پر تفصیلی غور کرتے کرتے ہم لوگ جون ۱۹۹۹ء تک پہنچ جائیں گے۔ یکم اپریل ۱۹۹۹ء سے ریاستی حکومت کو اپنی سرگرمیاں شروع کر کے قابل بنانے کے لئے میں نے آئندہ مالی سال کے دوران پہلے چار مہینوں کے لئے مصارف کی منظوری کے سلسلہ میں ایک رائے قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

ایک متبادل پالیسی پر مبنی اس بجٹ کا ایک بڑا مقصد روزگار کے مواقع پیدا کرنا رہا ہے۔ اس بجٹ کے مصارف اور اس کی وصولی کی ہر تجویز روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی جانب ایک قدم ہے لہذا اس بجٹ کا ایک ہی نشانہ ہے اور وہ ہے عام جدوجہد اور محنت کش لوگوں کو خوشحال بنانا۔ ان توقعات کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ان کی حمایت اور شمولیت کے ساتھ ہم لوگوں کو تمام مخالفت پر قابو پاتے ہوئے اس بجٹ سے کامیابی حاصل کرنی ہے۔

میں تمام افراد سے تعاون کی درخواست کرتا ہوں اور اپنی بات یہیں ختم کرتا ہوں۔

••

WEST BENGAL ANNUAL FINANCIAL STATEMENT, 1999-2000

مغربی بنگال کی مالیاتی توضیح برائے ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء

(In thousands of rupees)

Receipts	Actuals Budget		Revised Budget	
	1997-1998	1998-1999	1998-1999	1999-2000
1 Opening Balance	(+)160,26,81	(-)8,00,00	(+)307 95,81(P)	(-)9,00,00
2 Revenue Receipts	9027,81,35	11582,70,14	10011,99,09	11372 63 60
3 Receipts from Debt Heads—				
(i) Public Debt	7061,77,34	7380,30 06	8673,13,76	11458 50 51
(ii) Loans	59 99 36	54,00 00	57,00,00	60,30,00
4 Receipts from Contingency Fund and Public Account	26552 51 56	21217,00,37	26597,90 35	28653,05,60
Total	42862 36 42	40226,00,57	45647 99,01	51535,49 71
Expenditure				
5 Revenue Expenditure	11321,87,95	13274 08,61	15878,50,70	18976 39,39
6 Capital Expenditure	633,79,33	1003,30,43	842 58,29	1221,45 02
7 Expenditure on Debt Heads—				
(i) Public Debt	3284 34,07	2630,79,93	2621 87 52	2952,88 95
(ii) Loans	1139,87,46	1749,59,94	1857,21,56	2185,70 25
8 Expenditure on Contigency Fund and Public Account	26244,09,09	20430,21,66	24456,80,94	25825 06,10
9 Closing Balance	(+)238 38,52	(+)1138,00,00	(-)9,00,00	(+)374,00 00
Total	42862,36,42	40226,00 57	45647,99 01	51535 49 71
Net Results— Surplus (+)/ Deficit (-)				
(a) On Revenue Account	(-)2294 06,60	(-)1691 38,47	(-)5866 51,61	(-)7603 75 79
(b) Outside Revenue Account	(+)2372 18,31	(+)2837,38 47	(+)5549,55,80	(+)7986,75 74
(c) Net, excluding Opening Balance	(+)78,11,71	(+)1146,00,00	(-)316 95,81	(+)383,00 00
(d) Net including Opening Balance	(+)238,38,52	(+)1138,00 00	(-)9 00,00	(+)374,00 00
(e) Dearness Allowance/ Pay Revision		(-)975,00 00		(-)300,00 00
(f) Expenditure for new Programmes/Additional Outlays		(-)200,00,00		(-)184,00 00
(g) Additional Resource Mobilisation by way of taxation (Net of tax relief)		(+)25,00,00		(+)94 00 00
(h) Net Surplus/Deficit	(+)238,38,52	(-)12,00,00	(-)9,00,00	( )16 00 00

(P) Adjusted Cash Balance for 1997-98 as reported by Reserve Bank of India during discussion with the Planning Commission

وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا کا پریس سے خطاب

اس بجٹ میں ہمارا بنیادی مقصد پیداوار کے ذریعے روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے

ڈاکٹر اشیم داس گپتا



• ڈاکٹر اسیم داس گپتا پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے

وزیر مالیات ڈاکٹر اسیم داس گپتا نے گزشتہ ۱۹مارچ کو ریاستی بجٹ برائے ۲۰-۱۹۹۹ء پیش کرنے کے موقع پر اسمبلی کے کاؤنسل چیمبر میں پریس نمائندوں سے خطاب کیا۔ انھوں نے بجٹ کے مقصد اور اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس بجٹ میں ہمارا بنیادی مقصد پیداوار کے ذریعے روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بازاری معیشت میں لامرکزیت کے ساتھ مسابقت کو ملا کر حوصلہ دینا بھی چاہتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ آئندہ سال کے لئے منصوبہ مد اخراجات ۸۹ ۴۲ کروڑ روپئے مقرر کئے گئے ہیں۔

وزیر موصوف نے عوامی بنیادی تعلیم کی توسیع پر زور دیتے ہوئے کہا کہ نویں منصوبے کے دوران کم از کم ۸۰۰۰ پرائمری اسکول کھولے جائیں گے۔

انھوں نے مزید کہا کہ اس سال کے بجٹ نے ریاست کے چھوٹے کسانوں کے لئے کوآپریٹیو خدمات کی تشکیل کے لئے خوش خبری بھی لائی ہے۔ اس سے چھوٹے اور حاشیائی کسان ریاستی حکومت کی مدد سے کاشتکاری کے قیمتی آلات و اسباب کو خریدنے کے لائق ہو جائیں گے۔ وزیر موصوف نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ریاستی حکومت سرکاری ملازمین کی کارکردگی کی تہذیب بجا ذمہ داری اور جوابدہی کے سلسلے میں بھی کافی دلچسپی رکھتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ تمام ملازمین کی کارکردگیوں کی ڈائری اور کام کاج کی سالانہ رپورٹ بھی چالو کی جائے گی۔ کام کاج کی خراب رپورٹ پر تادیبی کارروائی کی جائے گی جبکہ اچھے کام کے لئے ایک ملازم کو انعام کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ (وسیلہ: امرتا گھوشال)

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ • یکم مئی ۱۹۹۰ء • شمارہ نمبر ۹

مدیر اعلیٰ :- کالی پدا گھوش
مدیر معاون :- محمّد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ : دس روپئے • نصف سالانہ : پانچ روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ

بزنس مینجر!
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون :- 235-5601/3371 Ext : 710

ترتیب

رہائشی و تجارتی کمپلکس کے ایک سمجھوتے پر دستخط



وزیر بلدیاتی امور مسٹر اشوک بھٹاچاریہ سمجھوتے پر دستخط کرتے ہوئے

گزشتہ ۴ مارچ کو رائٹرس بلڈنگس میں ریاستی وزیر بلدیاتی امور مسٹر اشوک بھٹاچاریہ کی موجودگی میں کلکتہ کے باگاجاتن میں ایک رہائشی مع تجارتی کمپلکس کے لئے کلکتہ میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ اتھورٹی اور یونائیٹڈ کریڈٹ بالانی کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوا۔ مجوزہ رہائشی اور تجارتی کمپلکس کے قطعات آراضی باگاجاتن ریلوے کروسنگ سے پہلے ایسٹرن میٹروپولیٹن بائی پاس پر واقع ہیں۔ ان قطعات آراضی کا پورا علاقہ تقریبًا ۱۳۸ء۲۰ ایکڑ ہے۔ سی ایم ڈی اے کے تحت ۰۸ء۹۷ ایکڑ قطعات آراضی رکھے گئے ہیں جن میں سے ۵۸ء۸۷ ایکڑ قطعات آراضی میں رہائشی عمارات کی ترقی اور سڑک کی مجموعی تعمیر و ترقی پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ جوائنٹ سکٹر پروجکٹ کے لئے رکھے گئے قطعات آراضی ۴۳ء۱۰ ایکڑ ہیں جو تین پارسلوں بنام اے، بی، سی کے بالترتیب ۹۴ء۷ ایکڑ، ۱۴۳ء۳ ایکڑ اور ۴۶ء۱ ایکڑ کی پیمائش میں بانٹ دیئے گئے ہیں۔ اے کو رہائشی ترقی کے لئے استعمال کیا جائیگا۔ بی، تفریحی مقصد کے لئے اور پارسل سی، تجارتی مع بازاری کمپلکس کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ یہ پروجکٹ اعلیٰ معیاری ہوگا جس میں مقررہ گاہکوں کے مکمل آرام و اطمینان کیلئے رہائشی سہولتوں کا منصوبہ اور خاکہ تیار کیا گیا ہے اور بازاری تحقیق و امکانات پر منحصر ایسی ضروریات پر مختلف سطحوں پر زور دیتے ہوئے مختلف النوع سہولتوں کی تخصیص شدہ ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ ان سہولتوں کے کچھ مجوزہ جزو ترکیبی یہ ہیں: (الف) بری مناظر پر مبنی کھلی سبزہ زار جگہیں (ب) کمیونٹی ہال (ج) کلب (د) بچوں کا پارک (ہ) ورزش گاہ (و) جوگنگ کے لئے راہ (ز) کھیل کود کے کمپلکس (اندرونی و بیرونی) (ح) تیراکی کے لئے حوض ہے۔ اس پروجکٹ کے ذریعے جدید تجارتی و بازاری کمپلکس بھی تیار کیا جائے گا جس کے تحت مختلف قسم کی مارکٹنگ اور تجارتی سرگرمیاں بھی شروع کی جائیں گی جو اس علاقے کیلئے مناسب ہوگا اور جسے مناسب مارکٹ سروے کے ذریعے مؤثر کیا گیا ہو۔ سی ایم ڈی اے اور جوائنٹ سیکٹر کمپنی کے ذریعے اپنائے گئے مجوزہ ترقیات اور رہائشی ترقیات کچھ ایسے ہوں گے کہ دونوں ترقیاتی کام خاصیت کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور مکمل ہونے کے بعد مجموعی ترقیاتی کام مرکب پروجکٹ کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے گا۔ اس کے مطابق دونوں پروجکٹوں کی فراہم کردہ عام سہولتیں مناسب دیکھ ریکھ کے خرچ اور خدماتی چارج کی ادائیگی پر دونوں پروجکٹوں کے باشندگان کو سہل الحصول ہوں گی۔

بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ

از:- جی پی - دتہ

ترقی پذیر ممالک کی ترقی سے وابستہ بین الاقوامی منظرنامے میں روز بروز بڑھتی ہوئی آبادی ایک بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ توازن آبادی پر عام لوگوں کی صحت کا کلی انحصار ہوتا ہے فی الحال اسے انتظامی اور سیاسی اعلیٰ حکام نے سراہا ہے کہ آبادی اور قدرتی وسائل کے درمیان ایک خوبصورت توازن قائم ہے۔ فی الحال اسے بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مسئلہ آبادی کو علیٰحدہ طور پر سلجھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ملک کی دائمی ترقی اور بنی نوع انسان کی بہتری کے وسیع تر سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے زیر غور لانا چاہئے۔ اس معاشی سرگرمی کو جو جملہ لوگوں کے لئے معیار زندگی میں افزائش کا باعث بنتا ہے زائد مصارف پر قابو رکھتے ہوئے اور پیداواری نشوونما میں اضافہ کرتے ہوئے روبہ عمل لانا چاہئے۔ اس مقصد میں کامیابی پانے کے لئے زراعتی اور صنعتی پیداوار کو فروغ دینا ہوگا اور ماحول کو ہم آہنگ بناتے ہوئے توانائی اور قدرتی وسائل کو کام میں لانا ہوگا۔ الغرض اس طرح عزت دور ہوگی اور خوشحالی آنے کی حفظان صحت پر خصوصی توجہ اور تعلیم کی خاص جھکاؤ کو آبادی میں توازن پیدا کرنے کے رہنما اصول بنانے ہوں گے۔

آبادی اور فروغ پر قاہرہ اعلانیہ (ستمبر ۱۹۹۴ء، قاہرہ، مصر) کا خلاصہ یہی تھا۔ روز بروز بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے کے سلسلے میں تعبیر کسی قابل ستائش کامیابی کے متعدد قومی اور بین الاقوامی پروگرام مرتب کئے گئے اور لاتعداد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تاکہ مسئلہ ہذا سے نبٹا جاسکے۔

پروگرام کی کارکردگی میں کمی لانے والے اسباب

روز بروز بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے نے اکثر و بیشتر موقع پرست سماجی کارکنوں کے ذہن کو جھنجھوڑا ہے۔ بدقسمتی سے مسئلہ ہذا کو غیر دانشمندانہ موضوعات پر رکھ کر سلجھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ حکمراں حکام نے شرح پیدائش کو قابو میں رکھنے کے لئے اپنا پورا زور لگا دیا ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں لوگوں کی تمام پریشانیوں اور تکلیفوں کی اصل وجہ آبادی میں اضافہ ہے۔ دراصل انسانی بدحالی کا اصل راز سماجی ناانصافی میں مضمر ہے۔ پیدائش پر قابو رکھنے والے پروگرام کی اصل کمزوری یہی تھی۔

تمام سہولتوں سے محروم اور مصیبت زدہ لوگوں کی ایک بڑی اکثریت سے سماجی ذمہ داری کی توقع کرنا ایک غیر حقیقت پسندانہ فکر ہی نہیں بلکہ ایک انسانیت سوز تصور بھی ہے۔ فطری طور پر پیدائش کو روکنے کے لئے قانونی اور تعزیری اقدامات کے نفاذ سے متوقع نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ وہ لوگ جنہیں سماجی فوائد سے ہر حال میں محروم رکھا گیا ہے پیدائش پر قابو رکھنے کی بات کم ہی سوچ پائیں گے۔ ان کا واحد اور قطعی سرمایہ ان بچوں کی تعداد ہے جنہیں انھوں نے پیدا کیا ہے۔

جدول ۱ میں بڑے علاقوں (۱۹۹۶ء) میں عالمی آبادی خاکہ کے ذریعہ صورت حال کی نمائندگی بحسن و خوبی کی گئی ہے۔

جملہ صحت اشارات سے متعلق جدول ہذا ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان ایک واضح فرق کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قدرتی اضافی شرح آبادی کی وجہ سے افریقہ ایشیا اور اوشینیا میں مسائل بڑے گمبھیر بنے ہوئے ہیں۔ ایشیا کی صورت حال بھی بڑی تشویشناک بنی ہوئی ہے۔ خصوصاً جنوب وسط ایشیا میں جو ہندوستان پر مشتمل ہے صورت حال نہایت اہم اور ایک منفرد شکل اختیار کرلی ہے۔ ایشیا میں بچیاں موت کا شکار زیادہ بنتی ہے۔ جنوبی وسط علاقہ میں ایک سے ۵ سال کی عمر کے درمیان بچوں کے مقابلہ میں تقریباً ۲۵ فیصد زائد بچیاں موت کا شکار بنتی ہیں۔ علاوہ ازیں دوران پیدائش بچیوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں اور یہ ایم سی ایچ کیئر کی خراب صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے۔ جدول ۲

دوئم اہم خامی یہ ہوئی کہ سماج کے مضبوط تر طبقہ کے ذریعہ آبادی پر ان جملہ پروگراموں کا نفاذ کیا گیا۔ آج بھی اس میں لوگوں کے نمائندوں کی شمولیت ضرورت کے مطابق بہت کم ہے۔ قاہرہ اعلانیہ میں ان امور جن پر خصوصی توجہ ڈالا گیا تھا، ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

(الف) آبادی نشوونما اور قابل تائید فروغ کے درمیان تعلق

(ب) صحت زچہ اور خاندانی منصوبہ بندی

جدول — I

بڑے علاقوں میں (۱۹۹۹ء) عالمی آبادی خاکہ

علاقہ	آبادی (ملین میں)	سی بی آر	سی ڈی آر	این آئی	تقل نوعی (مربع کیلومیٹر میں)	فیصد شہری آبادی
عالم	۵۷۶۷٫۸	۲۳	۹	۱٫۴	۴۳	۴۵
مزید ترقی یافتہ ممالک	۱۱۷۵٫۰ (۱۲۰۴)	۱۲	۱۱	۰٫۱	۲۲	۷۵
کم ترقی یافتہ ممالک	۵۱۸۷ (۷۶۶۶)	۲۶	۹	۱٫۷	۵۵	۳۸
افریقہ	۷۳۸٫۷	۳۹	۱۴	۲٫۶	۲۴	۳۴
ایشیا	۳۴۸۸٫۰ (۶۰٫۵)	۲۳	۸	۱٫۴	۱۱۰	۳۵
یورپ	۷۲۸٫۸	۱۲	۱۲	۰٫۰	۳۲	۷۴
شمالی امریکہ	۲۹۹٫۳	۱۵	۸	۰٫۷	۱۴	۷۶
اوسیانا	۲۸۶٫۹	۱۸	۷	۱٫۱	۳	۷۰

سی بی آر = کروڈ برتھ ریٹ یعنی عام شرح پیدائش
سی ڈی آر = کروڈ ڈیتھ ریٹ یعنی عام شرح اموات
این آئی = ریٹ آف نیچرل انکریز یعنی قدرتی اضافہ کی شرح آبادی
وسائل : حوالے ۱، ۲، ۳

جدول — ۲

ایشیا کے ۴ علاقوں میں آبادی کا جائزہ

علاقہ	تقل نوعی (مربع کیلومیٹر میں)	فیصد شہری	تناسب جنس مرد/خواتین ٪ ۱۰	اے ایس ایف آر برائے نوجوانان	پیدائش (ایع) پر زندگی کی امید
ایشیا	۱۱۰	۳۵	۱۰۴٫۶	۴۶	۶۶٫۷
مشرقی ایشیا	۱۲۲	۳۷	۱۰۴٫۸	۱۴	۷۰٫۰
جنوبی وسط ایشیا	۱۲۹	۲۹	۱۰۶٫۱	۷۳	۶۰٫۰
جنوبی مشرقی ایشیا	۱۰۹	۳۴	۹۹٫۴	۴۷	۶۴٫۰
مغربی ایشیا	۳۶	۴۶	۱۰۵٫۵	۶۵	۶۶٫۰

اے ایس ایف آر = ایج اسپیسفک فرٹیلیٹی ریٹ یعنی مخصوص شرح تخم ریزی کی عمر۔ وسائل : حوالہ ۴

نوٹ۔ علاقائی سطح پر صرف ان ممالک کے پیرامیٹروں کا خاکہ پیش کیا جاسکا ہے جن کے اعداد و شمار دستیاب ہوپائے۔ اس لئے علاقے اور ایشیا بطور کل کے متعلق اقدار میں واضح تضاد کا پایا جانا بعید از امکان نہیں ہے۔

این آر آئی = نیچرل انکریز ریٹ یعنی شرح قدرتی اضافہ
ٹی پی آر = ٹوٹل پیریٹی ریٹ پروپوس یعنی فی خاتون مجموعی شرح ولادیت
آئی ایم آر = شرح اموات بچگان فی ۱۰۰۰ پیدائش
ای او = مشترکہ طور پر دونوں ہی جنسوں کیلئے پیدائش پر زندگی کی توقع

ڈی آر = ڈپینڈنسی ریشیو پر ۱۰۰ یعنی فی ۱۰۰ انحصاری تناسب
(ج) خواتین کی عام خوبی اور ان کے اختیارات
(د) صحت اور شرح اموات

قاہرہ اعلامیہ نے اس بات پر زور ڈالا ہے کہ آبادی کی خوبی و کامیابی اور ترقیاتی پروگراموں کا انحصار کچھ حد تک اس حکمت عملی پر بڑی ہے جس کے تحت ملک اپنے وسائل کو مختلف سکٹروں کے درمیان تقسیم کرتا ہے باری باری اس کا انحصار ملک کی سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی حقائق اس کی آبادی پالیسی اور پروگرام ترجیحات پر ہوتا ہے۔
اس بڑی اہمیت کی حامل کوشش کو انتہا تک نہیں لے جایا جاسکا

کیونکہ پیغام ان سماجی طور پر مستفیض ہونے والے افراد کے درمیان محدود تھا۔ یہ لوگ پہلے ہی سے اپنے سماجی وعدوں اور تمناؤں کے لئے ضبط پیدائش کے اصول پر عمل پیرا ہیں۔

اس پیغام کو ثمر آور آبادی تک لانے والے طریق کار میں بہت ساری پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ترین پابندی اس اہم قومی پروگرام میں عوامی نمائندگی کی عدم شمولیت ہے۔

لوگوں کی شمولیت

لوگوں کی سرگرم شرکت کو اسی وقت روبہ عمل لایا جا سکتا ہے جب غالب سیاسی نظام اور ان کی تنظیمیں اسے مضبوط ارادہ کے ساتھ قبول کریں۔ ضبط آبادی مہم میں عوامی نمائندگی کو شامل کرنے کی حالیہ عوامی کوشش اگرچہ کافی تاخیر سے وجود میں آئی ہے تاہم یہ ایک قابل ستائش ہے۔ سیاسی رہنماؤں کو امر مذکورہ میں شامل کرنے کی اس کوشش کو نہایت ہی غیر واضح طور پر مربع کر کے پیش کیا گیا تھا۔ ۱۹۹۴ء کے دوران قاہرہ کانفرنس کے بعد اس اہم کام نے زور پکڑا اس کانفرنس میں آبادی اور سماجی فروغ پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ بعد ازاں کوپن ہیگن کے بیان (۱۹۹۵ء، مارچ) نے بھی آبادی اور سماجی فروغ کو خصوصی اہمیت کا حامل قرار دیا۔ ستمبر ۱۹۹۵ء کے دوران ٹوکیو اعلانیہ نے بھی حسن آبادی فروغ کو خصوصی توجہ کا مستحق قرار دیا۔

فروری ۱۹۹۶ء کے دوران منیلا قرارداد میں اس بات کو دہرایا گیا۔ منصوبہ سازوں کے نقطۂ نظر میں رونما ہونے والی نہایت ہی قابل ستائش تبدیلی استحکام آبادی پر مبنی سماجی انصاف کے سوال پر انحصار کرتی ہے۔ کسی بھی فرد یا فرقہ کی خودداری اور خود اعتمادی کا دارومدار تحفظ خوراک پر ہوتا ہے۔

تحفظ خوراک اور اسکے مسائل کے ذریعہ سماجی انصاف

اہم ترین نقطۂ انقلاب ایک ایسی سمجھ بوجھ ہے کہ استحکام آبادی کا دارومدار لوگوں کی تحفظ خوراک پر ہوتا ہے۔ تحفظ خوراک کا انحصار پیداوار خوراک، خوراک کی مارکٹنگ تقسیم اور خوراک کی کھپت پر ہوتا ہے۔ متعدد ممالک میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں پیداوار خوراک میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے تاہم خوراک کی تقسیم اور اس کی کھپت کی ایکویٹی (یعنی غیر معین شرح سود) کو ہمہ گیر نہیں بنایا جا سکا۔ نئی قابل کاشت زمین کی دستیابی میں حد بندی اور تازہ آبی وسائل میں کمی، مستقبل قریب میں تحفظ خوراک کے لئے لازم و ملزوم کی سی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی صورت حال روز بروز بگڑتی جا رہی ہے۔ ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ خوراک کی عدم تحفظ فطرت میں متعدد رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ منافع کے لئے عزت، افزائش آبادی، خوراک کی احساس کی غیر مناسب تقسیم و استعمال ہی خوراک کی عدم تحفظ کے بڑے اسباب شمار کئے جاتے ہیں۔ سماجی، سیاسی، معاشی عدم استحکام اور ناانصافی جس نے کمزور طبقہ پر گھاؤ لگائے ہیں بھی نمایاں طور پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ کسی بھی طرح کی سائنسی اور ٹکنالوجیکل ترقی ہمیں اس قابل نہیں بنا سکتی کہ ہم لوگ ان حدود سے باہر آ کر زندگی گزاریں جو ہماری ماں زمین نے ہمیں عطا کیا ہے۔ اس طرح تحفظ خوراک مجموعی طور پر بین الاقوامی طبقہ کے لئے ہر زمانہ میں تمام لوگوں اور ممالک کے سامنے نہایت ہی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

نیا لائحہ عمل

آبادی کے مسئلہ سے نمٹنے کیلئے متعلقہ ممالک کو سماجی و معاشی صورت حال کا موزوں طور پر جائزہ لینا چاہیئے اور موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے کارگر کارروائیوں یعنی ایکشن پلان کو منصوبہ بند طور پر روبہ عمل لانا چاہیئے۔

درج ذیل ممالک کی ڈیموگرافک تفاصیل موجودہ صورت حال کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ تفاصیل ہذا کو جدول ۳ اور جدول ۴ میں بھی پیش کیا گیا ہے۔

جدول ـــ ۳

منتخب ڈیموگرافک علامتیں

ملک	آبادی (ملین ۹۰)	سی بی آر ۹۰-۹۵	سی ڈی آر ۹۰-۹۵	این آئی آر ۹۰-۹۵	ٹی ایف آر ۹۰-۹۵	آئی ایم آر ۹۰-۹۵	ای ال او	انحصاری تناسب: بچے (۱-۱۴)	عمر رسیدہ شخص (۶۵+)	ڈی آر
آسٹریلیا	۱۸	۱۴٫۹	۷٫۴	۷٫۵	۱٫۸۹	۷	۷۷٫۶	۲۱٫۵	۱۱٫۷	۴۹٫۷
چین	۱۲۴۴	۱۸٫۳	۷٫۲	۱۱٫۱	۱٫۹۲	۴۴	۶۸٫۵	۳۹٫۰	۹٫۰	۴۸٫۰
ہندوستان	۹۶۰	۲۷٫۵	۹٫۸	۱۰٫۷	۳٫۳۹	۷۱	۶۰٫۵	۵۷٫۸	۷٫۶	۶۵٫۵
انڈونیشیا	۲۰۴	۲۴٫۶	۸٫۴	۱۶٫۲	۲٫۹۰	۵۸	۶۳٫۷	۵۲٫۵	۶٫۹	۵۹٫۴
ملائیشیا	۲۱	۲۸٫۸	۵٫۱	۲۳٫۷	۳٫۶۲	۱۳	۷۰٫۸	۶۵٫۳	۶٫۷	۷۲٫۰
نیپال	۲۳	۳۹٫۶	۱۲٫۹	۲۶٫۷	۵٫۴۲	۹۶	۵۳٫۶	۸۱٫۰	۶٫۶	۸۷٫۶
سنگاپور	۳	۱۸٫۲	۴٫۹	۱۳٫۳	۱٫۷۹	۵	۷۶٫۳	۳۱٫۴	۸٫۸	۴۰٫۳
تھائی لینڈ	۵۹	۱۸٫۱	۶٫۱	۱۲٫۰	۱٫۹۴	۳۲	۶۹٫۰	۴۱٫۵	۷٫۵	۷۲٫۰
ویت نام	۷۷	۲۸٫۹	۷٫۹	۲۱٫۰	۳٫۴۰	۴۲	۶۵٫۲	۶۳٫۵	۸٫۵	۷۲٫۰

ماخذ: یو این ایف پی اے سے ماخوذ ۱۹۹۷ء کے دوران آبادی: دی اسٹیٹ آف ورلڈ پاپولیشن برائے ۱۹۹۷ء۔ دیگر تفاصیل اقوام متحدہ سے ماخوذ: ورلڈ پاپولیشن پروسپیکٹس: دی ۱۹۹۶ء ریویژن، ورلڈ پاپولیشن پروسپیکٹس دی ۱۹۹۶ء ریویژن، انحصاری تناسب: علامتیں ڈیموگرافک کے ممالک اور مقامات، بڑے بڑے علاقے: III اور II ریویژن اینکس۔
اینکس ۔ I ڈیموگرافک علامتیں۔

وضاحت: سی بی آر = کروڈ برتھ ریٹ یعنی عام شرح پیدائش فی ۱۰۰۰ آبادی، سی ڈی آر = کروڈ ڈیتھ ریٹ یعنی عام شرح اموات فی ۱۰۰۰ آبادی، این آئی آر = قدرتی شرح افزائش، ٹی ایف آر = ٹوٹل فرٹیلیٹی ریٹ پر وومن یعنی کل شرح تخم ریزی فی خاتون، آئی ایم آر = بچہ کی شرح اموات فی ۱۰۰۰ پیدائش، ای ال او = ایکسپکٹنسی ایٹ برتھ فار بوتھ سکسز کمبائنڈ یعنی دونوں جنس کے لئے مشترکہ طور پر پیدائش زندگی کی توقع، ڈی آر = ڈپینڈنسی ریشیو پر ۱۰۰ یعنی انحصاری تناسب فی ۱۰۰

۱۹۹۵ء کے دوران ایشیائی ممالک میں کیئے گئے جائزہ جی این پی فی کس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ یو ایس ڈالر

آسٹریلیا	۱۸۷۲۰	نیپال	۲۰۰
چین	۶۲۰	سنگاپور	۲۶۷۳۰
ملائشیا	۳۸۹۰	تھائی لینڈ	۲۷۴۰
ہندوستان	۳۴۰	ویٹ نام	۲۴۰

ماخذ: عالمی بینک : ۱۹۹۷ ورلڈ اٹیلاس
(از پی آر ۱۹۹۷ء سیکائی حکوڈاٹا شیٹ۔ جاپانی زبان میں)

ہندوستانی صورت حال

ایشیا میں آبادی کی تصویر کا جائزہ لینے والی رپورٹ سے چند مخصوص خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔ انھیں درج ذیل جدول ۵ میں پیش کیا جاتا ہے

جدول ۔ ۵
ایشیا کے چار علاقوں میں آبادی کے رجحانات

	متوقع شرح افزائش		خام شرح پیدائش		خام شرح اموات		مجموعی شرح تخم ریزی		بچہ کی شرح اموات
	۸۵-۹۰	۹۰-۹۵	۸۵-۹۰	۹۰-۹۵	۸۵-۹۰	۹۰-۹۵	۸۵-۹۰	۹۰-۹۵	۱۹۹۰-۹۵
ایشیا	۱٫۹	۱٫۵	۲۷٫۷	۲۴٫۰	۸٫۸	۸٫۰	۳٫۴	۲٫۸	۶۲
جنوبی وسطی ایشیا	۲٫۲	۱٫۹	۳۳٫۷	۲۹٫	۱۱٫۲	۱۰٫۰	۴٫۵	۳٫۷	۷۸
جنوبی مشرقی ایشیا	۲٫۰	۱٫۷	۳۰٫۰	۲۶٫۰	۹٫۱	۸٫۰	۳٫۷	۳٫۲	۵۴
مغربی ایشیا	۲٫۶	۲٫۳	۳۳٫۸	۳۰٫۰	۸٫۱	۷٫۰	۴٫۷	۴٫۱	۶۰
مشرقی ایشیا	۱٫۴	۱٫۰	۲۰٫۹	۱۸٫	۶٫۶	۷٫۰	۲٫۳	۱٫۹	۴۱

ہندوستان ایشیا کے جنوب وسطی علاقہ میں واقع ہے۔ اسکی افزائش آبادی کی قدرتی شرح ۱٫۹ فیصد سالانہ ہے۔ یہاں بچہ کی شرح اموات زیادہ سے زیادہ ۸۷ ہے۔ یہاں مجموعی تخم ریزی کی شرح فی خاتون ۳٫۷ ہے، یہ تخم ریزی کی قائم مقامی سطح سے تقریباً ۵۰ فیصد زیادہ ہے۔ اس علاقہ کو ۲۰۰۰ء تک یا ۳ تک ۵۰ بچہ کی شرح اموات کے آئی سی ڈی پی مقاصد کی تکمیل میں کافی وقت لگیں گے۔

سال	آبادی (ملین میں)	سی بی آر	سی ڈی آر
۱۹۹۵	۹۱۱٫۰	۲۸٫۰	۹٫۳
	+ ۲۲۷٫۷	۱۳٫۷	۱۳٫۵

ہندوستان میں آبادی کو استحکام بخشنے کے معاملے میں کچھ کامیابی ملی ہے گرچہ آپٹی سطح سے کافی پیچھے ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے حالات کی بہتر تصویر جدول ۔ ۶ اور جدول ۔ ۷ میں نظر آتی ہے۔

جدول ۔ ۶

آبادی سے متعلق ہندوستان کا ڈیموگرافک منظرنامہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

سال	آبادی (ملین میں)	سی بی آر	سی ڈی آر
۱۹۵۱-۱۹۶۱		۴۱٫۷	۲۲٫۸
۱۹۸۱	۶۸۳٫۳	۳۹٫۷	۱۵٫۰
۱۹۹۱	۸۴۶٫۳	۲۹٫۷	۱۲٫۰

جدول ۔ ۷

ملک کی شرح افزائش ذیل میں درج کی جاتی ہے

سال	موجودہ شرح افزائش	مقاصد
۱۹۴۱-۱۹۵۱	۱٫۲۵ تخفیف از برائے سنہ ۲۰۰۰ء	
۱۹۵۱-۱۹۹۱	۲٫۲۰	سی ڈی آر ۹
۱۹۶۱-۱۹۷۱	۲٫۲۲ ۱۹۵۱ تا ۱۹۹۱	سی بی آر ۲۱
۱۹۸۱-۱۹۹۱	۲٫۱۴ صرف ۲ فیصد ہوتا ہے لستوونما ۲٫۱ شرح	

جدول ۷ یہ واضح کرتا ہے کہ شرح افزائش کی مذکورہ تخفیف خاطر خواہ سطح سے بہت پیچھے چلی گئی ہے۔ اسکی وجہ تصوراتی "لو کلنے" بتائی جاتی ہے جس کا نفاذ اوپر سے کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ خاندانی بہبود کے ناکارہ اطلاق کو بھی اس کا سبب ٹھہرایا گیا۔

ہندوستان کے اندر پہلے تا ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت

خاندانی رفاہ شعبہ کا کل خرچ ۳۸۳۴۴۶ کروڑ روپئے تھا اور شرح پیدائش میں تخفیف ۱۹۵۱-۶۱ کے دوران ۷٫۴۷ فیصد سے کم ہو کر ۱۹۹۱ء کے دوران ۲۹٫۷ پر آگئی یعنی ۱۲ فیصد ہوگئی۔ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ شرح افزائش کو ۱ فیصد کم کرنے کے لئے شعبۂ ہذا نے ۵۳۶٫۲ کروڑ صرف کئے۔

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ آبادی کے استحکام کے لئے لوگوں، خصوصاً خواتین اور بچوں کو سماجی انصاف سے محروم رکھنا ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ درج ذیل جدول بیان ہذا کی تصدیق کرتے ہیں۔

جدول ـــ ۸

ریاست کا نام	آئی ایم آر	سی ڈی آر	سی بی آر	سی پی آر
آسام	۸۱	۱۰٫۲	۲۹٫۵	۲۲٫۶
بہار	۷۰	۱۰٫۶	۳۲٫۰	۲۲٫۴
مدھیہ پردیش	۱۰۶	۱۲٫۶	۳۴٫۹	۴۸٫۰
راجستھان	۸۲	۹٫۱	۳۴٫۰	۳۷٫۱
اتر پردیش	۹۴	۱۱٫۶	۳۶٫۲	۳۰٫۲
کیرالا	۱۳	۶٫۰	۱۷٫۴	۵۰٫۷
مغربی بنگال	۵۸	۷٫۴	۲۵٫۷	۳۵٫۷

جدول ـــ ۹

مغربی بنگال میں صحت پروگرام کی چند فروعی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہے:

شرح پیدائش   قومی مقصد ــ ۲۱ سال ۲۰۰۰ء تک

	کل	دیہی ۱۹۹۶	شہری
مغربی بنگال	۲۲٫۸	۲۵٫۳	۱۶٫۰
ہندوستان	۲۷٫۵	۲۹٫۳	۲۱٫۶

شرح اموات   قومی مقصد ــ ۹ سال ۲۰۰۰ تک

	کل	دیہی ۱۹۹۶	شہری
مغربی بنگال	۷٫۸	۸٫۰	۷٫۲
ہندوستان	۹٫۰	۹٫۷	۶٫۵

بچوں کی شرح اموات   قومی مقصد ــ ۹ سال ۲۰۰۰ء تک

	کل	دیہی ۱۹۹۶	شہری
مغربی بنگال	۵۵	۵۸	۴۴
ہندوستان	۷۲	۷۷	۴۶

بوقت پیدائش زندگی کی توقع   قومی مقصد ۶۰ سے پہنچے ۲۰۰۰ء تک

۲۰۰۱ - ۱۹۹۶ء

	مرد	خاتون
مغربی بنگال	۶۴٫۰	۶۴٫۲
ہندوستان	۶۲٫۸	۶۴٫۲

جنس کے تحت بچوں کی شرح اموات

	شخص	لڑکا ۱۹۹۳	لڑکی
مغربی بنگال	۵۸	۵۷	۵۹
ہندوستان	۷۴	۷۳	۷۵

قبل از پیدائش شرح اموات

	کل	دیہی ۱۹۹۳	شہری
مغربی بنگال	۴۰٫۳	۴۳٫۹	۲۵٫۳
ہندوستان	۴۴٫۳	۴۷٫۹	۳۱٫۴

بعد از پیدائش شرح اموات

	کل	دیہی ۱۹۹۳	شہری
مغربی بنگال	۳۸٫۱	۴۲٫۵	۲۰٫۱
ہندوستان	۴۷٫۲	۵۲٫۳	۲۸٫۹

کل اموات کے مقابلہ میں ۔ تا ۴ سال بچوں کی موت کا فیصد

	کل	دیہی ۱۹۹۳	شہری
مغربی بنگال	۲۷٫۷	۲۹٫۹	۱۶٫۱
ہندوستان	۳۲٫۷	۳۴٫۳	۲۴٫۴

وضاحت :۔ قبل از ولادت کی شرح اموات : مردہ پیدا ہوئے بچوں کی تعداد مزید برآں ولادت کے پہلے ہفتہ کے دوران فی ۱۰۰۰ سالانہ پیدا ہوئے بچوں کی موت مراد ہے۔

بعد از پیدائش شرح اموات : اسی سال فی ۱۰۰۰ سالانہ زندہ بچوں کی تعداد پیدائش جو ایک مہینہ کے (۲۸ دنوں) کے اندر مر جاتے ہیں۔

اختتام : یہ تجویز کی جاتی ہے کہ آبادی کو استحکام بخشنے کے لئے غربت کو دور کرنی ہوگی، خواتین کو پابندیوں سے آزاد کرنا ہوگا اور بچیوں کی اموات کو روکنا ہوگا۔ ان سب کا تعلق سماجی انصاف کی ہمہ گیری سے ہے۔ اس سے ماں بننے والی ماؤں کی صحت بہتر ہوگی۔ زچہ و بچہ کے حفظان صحت کے ساتھ ساتھ اچھا ہے حمل

کورو کینے اور اس سے راحت پانے کے اقدامات ان مستحق جوڑوں کو دستیاب کروانے چاہیئے۔

بالآخر جاری و ساری ترقی کے ذریعہ استحکام آبادی حصول اسی وقت ہو سکتی ہے جب لوگ بڑھ چڑھ کر اس پروگرام میں حصہ لیتے ہیں۔ لوگوں کی شمولیت کے لئے صرف انتظامی ہدایات ناکافی ہیں۔ ملک کے رہنماؤں کے آہنی سیاسی ارادے، لوگوں کی مختلف محاذی تنظیموں کی شمولیت اور سارے کام کاج میں کھلا پن ہی لوگوں کو اس میں سرگرم شرکت کے لئے آمادہ کرسکتے ہیں۔ مغربی بنگال میں بایاں محاذ حکومت نے حفظان صحت کے لئے یہی اولاً لائحہ عمل اپنایا ہے۔ اس کے نتائج کافی ہمت افزا برآمد (ملاحظہ کیجئے جدول - ۹) ہو رہے ہیں۔

مغربی بنگال کے پاس ایسے لوگوں سے وابستہ پروگراموں کی تکمیل کے لئے کافی مواقع موجود ہیں۔ یہاں علاج و معالجہ کے لئے ایک اچھا خاصا انفرا اسٹرکچر موجود ہے۔ بلدی نگر پالیکا اور سہ درجہ پنچایت کی شکل میں ریاست کی لامرکوز انتظامیہ کے ذریعہ اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرسکتے ہیں۔ نچلی سطح سے منصوبے مرتب کرے، وسائل کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لانے اس جمہوری تحریک میں عام لوگوں کو بنا کسی تفریق کے شامل کرنے کی متواتر کوشش ہی سے آبادی کو استحکام ملے گا اور ترقی رو بہ عروج رہے گی۔ (انگریزی سے ترجمہ صفدر علی خان)

مصنف سجکٹ کمیٹی برائے صحت و خاندانی رفاہ کے چیئرمین اور کمیٹی آف اسٹیمیٹ، مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے چیئرمین ہیں۔

حوالے: (۱) آئی سی پی پی ڈی، اے پی ڈی اے سے پانچ سال، وسائل سیریز مارچ ۱۹۹۸ء (۲) تلوار پی پی (۱۹۹۸) ۱۴ ویں پارلیمنٹیرینس کے جلسہ میں مقالہ پڑھا گیا - ایل اے پی پی، نئی دہلی۔ (۳) ایشیا میں آبادی کی پالیسیاں، اے پی ڈی اے، وسائل سیریز۔ ۱۸ مارچ ۱۹۹۸ء (۴) دتا جی پی (۱۹۹۸ء) استحکام آبادی میں عوامی نمائندوں کا کردار۔ ۱۴ ویں پارلیمنٹیرینس کے جلسہ میں مقالہ پڑھا گیا۔ ایل اے پی پی نئی دہلی

اس مقالہ میں پیش کردہ خیالات پورے طور پر مصنف کے اپنے ہیں۔ ریاستی حکومت مصنف کے خیالات کی نہ تو تائید کرتی ہے اور نہ ہی تنقید ——— ایڈیٹر ••

عوامی تعلیم اور صحت عامہ کی مہم میں معذور افراد کی شرکت ضروری

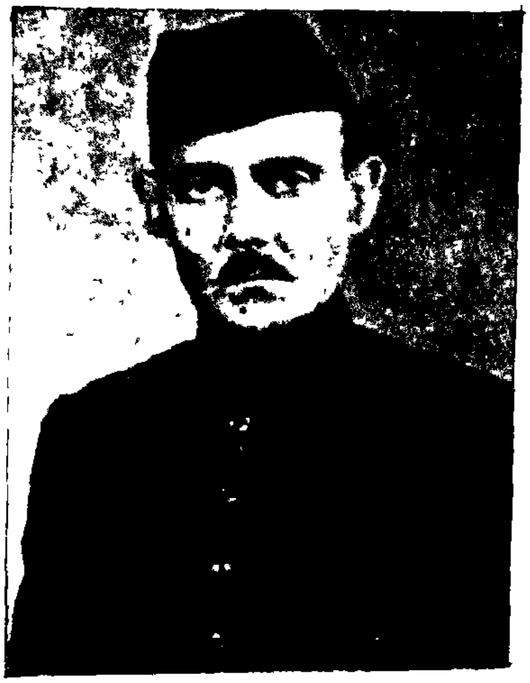
ریاستی حکومت سماج میں معذور لوگوں کی بحالی کیلئے ضروری اقدامات کرنے کے سلسلے میں مستعد ہے۔ یہ بات گزشتہ ۱۲ مارچ کو جادو پور کشور بھارتی میدان میں ریاستی ہینڈی کیپٹ ایسوسی ایشن کی چوتھی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر عوامی توسیع تعلیم شریمتی انجو کور نے کہی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ معذور لوگوں کے مطالبات کو ابھارنے کے لئے منظم تحریک ہونی چاہیئے۔ ریاست کے ۱۸ اضلاع سے آئے نمائندوں نے اپنی جسمانی اور سماجی دشواریوں کے باوجود اس دو روزہ کانفرنس میں حصہ لیا۔

اس سے قبل شریمتی انجو کور، ریاستی ہینڈی کیپٹ ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری شری کانتی گانگولی اور دیگر اہم شخصیتوں نے شہیدوں کی یادگار پر گلہائے عقیدت پیش کئے۔

شری کانتی گانگولی نے اپنی تقریر میں کہا کہ معذور لوگوں کے مسائل کا مکمل حل اس سماجی و معاشی ڈھانچے کے تحت ناممکن ہے۔ معذور لوگوں کی سماجی بحالی کے لئے ہماری تحریک منظم کی گئی ہے۔ ان کے معیار زندگی میں بہتری لانے کے لئے اس میں تیزی لائی جائے گی۔ انھوں نے مزید کہا کہ معذور افراد کو عوامی تعلیم صحت عامہ اور خواندگی مہم کی توسیع کیلئے ریاستی حکومت کی متواتر کوششوں میں بھی شامل کیا جائے گا۔

اس موقع پر ویسٹ بنگال ڈیموکریٹک ویمن فیڈریشن کی ممبر منجوری گپتا، ایم ایل اے پدما نیدھی دھر نے بھی اظہار خیال کیا۔ اس کانفرنس میں یہ بات طے پائی کہ ۲۰۰۰ء تک شعبۂ صحت اور شعبۂ سماجی رفاہ کے ذریعے ریاست کے تمام معذور لوگوں کو میڈیکل سرٹیفیکٹ اور شناختی کارڈ جاری کرنے کے سلسلے ایک علاحدہ شعبہ قائم کرنے کی تحریک چلائی جائے گی۔ ■■

نازش سکندرپوری



شکوۂ تشنہ لبی آج بھی ہے
ساقیا مے کی کمی آج بھی ہے
کون کہتا ہے کہ دُنیا بدلی
کل تھی جو بات وہی آج بھی ہے
ماتمِ زیست کہاں ختم ہُوا
شورشِ نوحہ گری آج بھی ہے
اختیارات کی رُوداد نہ پوچھ
قہقہۂ غم میں خوشی آج بھی ہے
سُونا اُگلا ہے زمیں نے لیکن
بے زری، فاقہ کشی آج بھی ہے

• نازش سکندرپوری

اردو کے نامور شاعر اور مجموعۂ خیال کے خالق نازش سکندرپوری کا گزشتہ ۱۴ اپریل کو انتقال ہوگیا۔ موت کے وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔

شہادت حسین معروف بنام نازش سکندرپوری ۱۹۲۲ء میں اپنے والد فقیر محمد کے آبائی وطن قصبہ سکندرپور ضلع بلیا (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ان کے جدِ امجد حاجی فصیح اللہ انصاری گلاب و عطر کے ایک بہت بڑے تاجر تھے اور کلکتہ ہوڑہ اور وطن میں کافی جائداد چھوڑ گئے تھے۔ ان کے والد اپنے پورے کنبے کے ساتھ ایک ہنگامی حالت کے تحت کلکتہ چلے آئے۔ کلکتہ کے ایم ایل جوبلی اسکول میں شہادت حسین کا داخلہ کیا گیا۔ اسی بچے کو ایسی خاندانی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے نویں جماعت کے بعد سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ کلکتہ کے ادبی ماحول نے اس بچے کے اندر کافی ادبی ذوق پیدا کر دیا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں یہ بچہ جوان ہو کر نازش سکندرپوری کہلایا۔ جرم محمد آبادی کے تلمذ نے ان کے ادبی ذوق کو کافی جلا بخشی۔ انھوں نے اپنی جدتِ طبع کی بدولت شعر و ادب کی دنیا میں بہت جلد ایک منفرد مقام بنا لیا۔ مشاعرے میں ان کی مقبولیت نے ان کی شہرت میں اور بھی اضافہ کیا۔

نازش سکندرپوری کلکتہ کے آرزو اسکول سے تعلق رکھنے کے باوجود ترقی پسند شاعری کے علمبردار رہے۔ آرزو اسکول فنی روایات کے معاملے میں کافی کٹر اور قدامت پسند رہا۔ نازش سکندرپوری بھی ابتداء میں اس روایت کے دلدادہ رہے لیکن بدلتے ہوئے حالات، سیاسی، معاشی و سماجی اتھل پتھل سے پیدا ہونے والے مسائل سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے حسن و عشق کی معاملہ بندی کے ساتھ زندگی کے تلخ حقائق و مسائل کو بھی شاعری میں جگہ دی۔ اس کے نباہ میں ان کا لب و لہجہ بھی بدلا اور غزل جیسی نازک و لطیف صنف میں ہنگامۂ وقت کی کرختگی شامل ہوئی۔ ان کی غزلیں ترقی پسند شاعری کی اعلیٰ قدروں اور صحت مند روایتوں کا عمدہ نمونہ ہیں۔ انھوں نے غزلوں کی روایتی اقدار کی پاسداری کے ساتھ نئے فکر و اظہار کی بھی ترجمانی کی۔ روایت و جدت کی اسی آمیزش نے ان کی بلوری شاعری کو شرابِ دو آتشہ بنا دیا۔

(از مصطفٰے اکبر)

کلکتہ ایک معمّہ

از :- رجی بھٹاچاریہ

۲۴ اگست ۱۶۹۰ء کو چارنک سمندر کے اس علاقہ پر وارد ہوا تھا۔ مذکورہ بالا تاریخ تاریخدانوں کے درج شدہ حوالوں سے ملی ہے۔

۱۹ویں صدی سے ہی کلکتہ کے نام پر بحث و مباحثہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ برطانیہ سے آنے والے انگریزوں نے اسے کلکتہ کا نام دیا تھا۔ کبھی کلکتہ برطانوی نو آبادیاتی سامراج کا قلعہ رہ چکا تھا اور جاب چارنک نے اس شہر کو بسایا تھا۔ جاب چارنک ایک برطانوی باشندہ تھا۔ ۱۸۸۲ء کے دوران ڈبلیو۔ ایچ۔ کیرے نے اپنی کتاب ۔۔۔" دی گوڈ اولڈ ڈیز آف آنرابیل جان کیرے "میں لکھتے ہیں کہ" محلوں کے شہر ہمارے کلکتہ کو قابل احترام ہستی جاب چارنک نے قائم کیا تھا"۔

لے میں ایک بڑی مضحکہ خیز برائی کہانی پر مبنی ایک مذاق کا تذکرہ بڑے ہی دلچسپ انداز میں کرتے ہیں۔ کہانی یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک انگریز جو شاید خود جاب چارنک تھا، گھوڑے پر سوار جنگل سے گزر رہا تھا۔ اچانک اسے سامنے سے آتا ہوا ایک دیہاتی نظر آیا۔ اس کے سر پر سوکھی ہوئی گھاس کا ایک بہت بڑا بنڈل تھا۔ اس انگریز نے اس دیہاتی سے اس جگہ کا نام پوچھا۔ ظاہر ہے کہ انگریزی زبان اس دیہاتی کے لئے بالکل انجانی تھی۔ اس نے سمجھا کہ صاحب کو اپنے گھوڑے کے لئے گھاس کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس نے فوراً اپنی مقامی زبان میں جواب دیا "کال کاٹا" یعنی وہ گھاس اس نے کل کاٹی تھی۔ انگریز نے اس لفظ کو کچھ توڑ مروڑ کر انگریزی زبان میں "کیل کٹا" بنایا اور اسی وقت سے ان لوگوں نے اس مقام کو "کیل کٹا" کا نام دیا۔ ان مضحکہ خیز باتوں کے علاوہ چند مایہ ناز عالموں اور پنڈتوں نے بھی کلکتہ کے نام سے متعلق اپنی گراں قدر رائے اور تجاویز سے نوازا ہے۔ ان میں تین نام ماضی قریب میں منظر عام پر آئے ہیں۔

۱۔ ان میں اوّل نام پروفیسر سنیتی کمار چیٹرجی کا ہے۔ آپ ایک نہایت مشہور زبان داں اور ماہر لسانیات گزرے ہیں۔ آپ نے بنگلہ زبان میں ایک مقالہ لکھا۔ اس مقالہ کا عنوان" کولی کاتا نامیر بیوت پتی "یعنی "کولی کاتا" نام کی ابتدا و شروعات۔ مذکورہ بالا مقالہ ۱۹۳۸ء کے دوران "ساہتیہ پریشد پتریکا" کے پہلے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں ۱۹ مارچ ۱۹۶۸ء کے جریدہ دیش میں بھی یہ دوبارہ شائع ہوا تھا۔

۲۔ اس سلسلہ میں دوسرا نام پروفیسر سوکمار سین کا آتا ہے۔ آپ بھی ایک ماہر لسانیات مانے جاتے ہیں اور آپ پروفیسر سنیتی کمار چیٹرجی کے شاگرد بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے اپنا ایک مقالہ بعنوان" کول کاتا "گوڈے کول کاتا پھیلو کی یعنی کیا 'کول کاتا' دراصل 'کول کاتا' تھا؟ تحریر کیا تھا۔ مذکورہ بالا مقالہ ۱۹۷۹ء کے دوران رسالہ "اتّر سوری" کے اول اور دوم شماروں میں شائع ہوا تھا۔

رادھا رمن مترا اس مقالہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ "بظاہر عنوان سے یہ ایک معمہ یا ہجو نظر آتا ہے لیکن دراصل نہ ہی یہ کوئی معمہ ہے اور نہ ہی ہجو۔ درحقیقت یہ ایک اہم سنجیدہ تحقیقی مقالہ ہے"۔

۳۔ مذکورہ بالا ناموں کے بعد تیسرا نام رادھا رمن مترا کا آتا ہے۔ آپ ایک انقلابی، ایک مارکس پرست اور کلکتہ کے تحقیقی میدان میں دراصل ایک خود ساختہ پنڈت ہیں۔ آپ نے ایک کتاب بعنوان 'کولی کاتا درپن' یعنی آئینہ کلکتہ دسمبر ۱۹۸۰ء کے دوران شائع کی۔ اپنی اس کتاب میں جناب مترا نے پروفیسر چیٹرجی اور پروفیسر سین کے دلائل کی نفی کرتے ہوئے حقائق اور اپنے خیالات کا اظہار کیا اور آپ کے حقائق و دلائل قابل قبول نظر آتے ہیں۔

لفظ 'کولی کاتا' کی اصل تک پہنچنے کے دوران سنیتی کمار چیٹرجی نے مذکورہ لفظ کو دو حصوں میں توڑ ڈالا۔ 'کولی' اور 'کاتا'۔ آپ فرماتے ہیں کہ "کولی" سے مفہوم بیٹھا چونا (کیلشیم ہائیڈرو اکسائڈ) کا نکلتا ہے۔ یہ چونا چلے چھوٹے صدفی خولوں سے بنتا ہے۔ اور لفظ 'کاٹا' کا مطلب نکالنے کے لئے۔ آپ بیٹھا چونا کو خصوصی توجہ کا حامل سمجھتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال بڑے بوڑھے کیا کرتے تھے اور یہ آپ کے کانوں میں اس وقت پڑا تھا جب آپ جوان تھے۔ چیٹرجی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ دو الفاظ بنگلہ زبان کے ہیں تاہم ان دو الفاظ کی تحقیقی اصلیت سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ رادھا رمن مترا نے نہایت ہی دلچسپ انداز میں 'کولی' کی اصل کی

ستاحت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ لفظ "کولی" عربی لفظ "الکلی" کا ایک جزو ہے۔ ال = دی (دہ)، کلی = ایش (خاکستر) یا کیلسائنڈ ایش (چور کیا چونا کا خاکستر) مثلاً پوٹاش، سوڈا اور چونا یہ تین طرح کے الکلی ہیں۔

مترا یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر "کولی" کے اصل کا تعلق عربی سے ہے تو کولی کاٹا جو ایک لفظ ہے کبھی بھی بنگلہ زبان کا لفظ نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ایک مرکب لفظ ہو سکتا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں یول اور برنیل نے انگریزی و ہندوستانی بول چال کے الفاظ اور محاورے کی ایک فرہنگ ہام ہوسن۔جابسن مرتب کیا تھا اس فرہنگ میں بھی لفظ "کولی" نہیں ملتا ہے۔ جناب مترا نے اس لفظ کو ایک زوردار بحث کا موضوع بنا ڈالا۔ بعد ازیں آپ نے سنیتی کمار چیٹرجی کے بیان کردہ دلائل لسانیات کی دھجیاں اڑاتے ہوئے اپنے بیان کی مواقفت میں بے شمار دلائل پیش کئے۔ بالآخر مترا نے 'بیٹھا چونا' کے نظریہ کو گھسا پیٹا اور دقیانوسی کہہ کر رد کر ڈالا۔ ۱۸۹۲ء کے دوران گووردراس باساک جو ۱۹ویں صدی کے ایک نامی گرامی عالم ہیں نے بھی اپنے ایک مقالہ بعنوان "وسوا کوش" میں چیٹرجی کے نظریہ کو دقیانوسی اور متروک گردانا ہے۔

سوکمار سین نے اپنے مقالہ میں اپنے استاد سنیتی کمار کی تردید کی تھی۔ سین کا کہنا تھا کہ لفظ 'کولی کاتا' قوی طور پر ایک عربی مرکب لفظ ہے اور اس کا بنگلہ زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کی رائے میں عربی لفظ میں "کلّی" کا مطلب احمق یا بے وقوف نکلتا ہے اور عربی میں 'کتا' کا مفہوم "ڈاکو"، "قاتل" کا نکلتا ہے۔ مجموعی طور پر "کولی کاتا" کا مطلب بے وقوف قاتلوں اور ڈاکوؤں کی آماجگاہ نکلتا ہے۔

جناب مترا نے لفظ ہذا کو عربی اور فارسی کی لغات میں تلاش کیا عربی اور فارسی کے پانچ مسلم عالموں سے مشورہ کیا اور کلکتہ مدرسہ کے پرنسپل جو کلکتہ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی و فارسی کے ہیڈ بھی رہ چکے ہیں ان سے بھی صلاح و مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے جناب سین کی بات کو سرے سے رد کر دیا۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ وہ پُریقین انداز میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ "کلی" اور "کتا" جیسے الفاظ عربی و فارسی کے لغات میں موجود نہیں ہیں۔ مترا نے سین کا مذاق اڑاتے ہوئے اسے ایک طرح کی خام خیالی سے تعبیر کیا۔

مترا کی رائے کے مطابق لفظ کولی کاٹا عام طور پر جسے کول کاٹا بھی کہتے ہیں، دراصل کول کاہاٹا یا کولی کاہاٹا ہو سکتا ہے یعنی کول یا کولی نام کے ایک قبیلہ کی زمین کا ملک۔ اگرچہ مترا کی رائے قابل قبول نظر آتی ہے تاہم یہ برائے افسوس کی بات ہے کہ جناب مترا نے اپنی رائے کی حمایت میں کوئی مخصوص نکتہ کوئی قوی دلیل یا تاریخی حقائق نہیں پیش کیا ہے۔ دوسری جانب آپ نے نہایت ہی بے تکے انداز میں بڑی ہی بے پروائی کے ساتھ یہ کہا کہ "کیا سنیتی بابو میری رائے کو قابل قبول تسلیم کریں گے؟ میں جانتا ہوں کہ وہ اسے کبھی نہیں تسلیم کریں گے۔ وہ دریافت کریں گے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہاں "کول" قبیلہ کے لوگ یا "کولی" قبیلہ کے لوگ رہا کرتے تھے؟

سوال ہذا کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ "ہاں! کوئی قبیلہ کے لوگ عرصہ دراز سے وہاں رہا کرتے تھے اور کول کاتا کول قبیلہ کے لوگوں کا حقیقی وطن ہے"

اس موجودہ مقالہ میں، میں اس کہانی کے اس نظر انداز جزو پر بڑی گہرائی سے کام کروں گا تاکہ اس موضوع پر مزید تحقیق کو زیادہ دلچسپی کے ساتھ آگے بڑھایا جاسکے۔

درست نام 'کول کاتا' ہے کولی کاتا نہیں۔ آج بھی لفظ کول کاتا ہر بنگالی۔۔۔ خاص و عام کی زبان زد ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ لفظ بالکل فطری ہے اور اس کی جڑیں اس علاقہ کی مٹی میں مضمر ہیں۔ علاوہ ازیں پڑھے لکھے طبقوں نے اپنی تحریروں میں لفظ کولی کاتا کا استعمال مصنوعی طور پر کیا ہے۔ ۱۹ویں صدی کے معاشرتی و ثقافتی ماحول کے پروردہ بلند و اعلیٰ خیال کے لوگوں نے اس لفظ کا استعمال اپنی تحریروں میں جا بجا کیا ہے اور ادب میں خصوصاً اسے بے دریغ استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۶ویں صدی کے دوران تحریر کردہ موکندہ رام کی کتاب بعنوان "چاندی مو نگال" ۱۸ویں صدی کے دوران تحریر کردہ بیرو داس کی تصنیف "مولنوسہ منگل" میں اس کا حوالہ کہیں نہیں ملتا ہے۔ ۱۹ویں صدی یا اس کے بعد شائع ہونیوالی مذکورہ بالا کتابوں میں شاید اس کے مدیروں نے اسے شامل کیا ہو۔ بالفاظ دیگر نام 'کولی کاتا' ہاتھ کے لکھے اصلی مسودوں/ بینتھیوں میں بھی نہیں ملتا ہے۔

۱۵۵۰ء کے دوران جاؤ ڈی باروس نام کے ایک پرتگیز شخص نے اس علاقہ کا ایک نقشہ تیار کیا تھا۔ اس نقشہ میں بھی حوالہ کے طور پر کول کاتا تو ملتا ہے لیکن کولی کاتا نظر نہیں آتا ہے گرچہ اس جابجا بیتوڑ یا بارہ نگر جیسے مقامات کے نام ملتے ہیں۔ ۱۶۶۰ء کے دوران وان ڈین بروک نامی ایک ڈچ شخص نے ہگلی ندی کے زیریں قطعہ کا نقشہ تیار کیا تھا۔ اس نقشے میں دو جگہ اسے "کولے کتا" اور کیل کاٹا جیسے نام درج کیا ہے۔ اس سے بڑی الجھنیں پیدا ہو گئیں کہ ایک ہی جگہ کے نام کو دو مختلف ہجّے/الفاظ سے

لکھا گیا ہے لیکن اس عہد کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد یہ الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں۔

۱۶۵۳ء کے دوران ڈچ لوگوں نے قاسم بازار اور پٹنہ کی چند جماعتوں کے تعاون سے چنسورہ پر اپنے قدم جما لئے تھے۔ فطری طور پر انھیں ہگلی ندی کے دونوں کناروں پر اپنی تجارت کو بڑھاوا دینے کے لئے اہم مقامات کے نقشے تیار کروانے کی ضرورت پیش آئی اور اس طرح مذکورہ نقشہ ۱۶۶۰ء میں تیار کیا گیا۔

مغلیہ سلطنت کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ ناظم / مہتم بنگال لوڈرمل کے لگان کا کام ۱۵۸۲ کے دوران پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس سے قبل اسے پورے بنگال کا سروے (جائزہ) کیا تھا اور ملک کو لگان کی وصولی کو سہل بنانے کے لئے متعدد پرگنوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ عام طور پر ایک پرگنہ چند دیہاتوں پر مشتمل ایک بڑا علاقہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کسی اہم گاؤں کے نام پر ایک پرگنہ کا نام رکھا جاتا تھا۔

اس طرح کولے کیتا یا کول کاتا کا تذکرہ وین ڈین بروک کے نقشہ میں شاید کسی پرگنہ سے موسوم ہے۔ بروک کے عہد سے قبل بھی ۱۵۹۶ء کے دوران ابوالفضل کی کتاب آئین اکبری میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ نقشہ میں تحریر کردہ کلکتہ سے مراد کسی گاؤں سے ہے۔ ڈچ لوگ اس گاؤں کو اسی نام سے پکارتے تھے۔ لہذا ۱۶ویں صدی کے اختتام کے دوران اور ۱۷ویں صدی میں بھی کلکتہ سے مراد ایک پرگنہ اور ایک اہم گاؤں لیا جاتا رہا تھا۔

یہ حقیقت اس احتمال کو تقویت بخشتے ہیں کہ ۱۶ویں صدی کی گزشتہ دو دہائیوں کے اندر مغلوں نے کبھی کسی علاقہ کو کلکتہ کا نام دیا ہوگا۔ ۱۷۶۴ اور ۱۷۷۶ کے دوران تیار کردہ رینیل کے نقشہ میں نام کلکتہ بڑے حروف میں لکھا گیا ہے۔ بقیہ مدا کی تکمیل شمال میں واقع کلکتہ کے آس پاس واقع ایک دوسرے گاؤں سوتانوتی میں جاب چارنک کی آمد کے تقریباً آٹھ دہائیوں کے بعد ہوئی۔ بعد ازیں پرگنہ امیر آباد میں تین گاؤں دیہی (فارسی لفظ گاؤں کے لئے) کلکتہ اور سوتانوتی اور پرگنہ پائیقان اور کلکتہ میں گاؤں گوبندہ پور کو سبرنا چودھری جو اس وقت بہالہ کے زمیندار تھے نے بروز ۱۰ دسمبر ۱۶۹۸ء انگلش کمپنی کے ہاتھوں ایک ہزار تین سو روپے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ اس وقت عظیم الشان جو شہنشاہ اورنگ زیب کا پوتا تھا بنگال کا گورنر تھا۔

انگریز گورنر کو ۱۶ ہزار روپے بطور نذرانہ دیا کرتے تھے اور کچھ رقم اس کی حکومت کو بطور سالانہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔

اس کی اصل دلیل برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ فارسی زبان میں تحریر کردہ ہے۔ بعد میں اس کا انگریزی میں ترجمہ مسٹر ڈبلیو اروین جو ایک ریٹائرڈ آئی سی ایس تھے، نے کیا تھا۔

کلکتہ کو کلکتہ کا نام انگریز لوگوں نے دیا تھا اور عہد قدیم سے یہ نام چلا آرہا ہے اور کبھی بھی تحریر اور بول چال میں کولی کاتا کا استعمال نہیں ہوا تھا۔ ایک معزز انگریز شخص مسٹر ہیج کی ڈائری جو ۱۶۸۸ میں تحریر کی گئی تھی، میں اس مقام کا نام کیل کتا تحریر ہے۔ ہوبسن جابسن میں بھی یہی تحریر ہے۔

۱۷۰۲ کے دوران گاؤں کلکتہ میں ایک قلعہ قائم کیا گیا تھا "سال ۱۷۱۵ء کے دوران بنگال کی انگریز نو آبادیوں کو فورٹ ویلیم کے نام کے تحت ایک آزاد پریسی ڈنسی (صوبہ) بنا دیا گیا اور تقریباً اس کے دس سال بعد کلکتہ میں ایک میورس کارٹ (عدالت) قائم کیا گیا تھا اور یہ دنیا کے اس حصہ میں ہماری تجارت کا صدر مقام بن گیا تھا" [ملاحظہ کیجئے: گولڈ اولڈ ڈیز آف جان کمپنی اینشینٹ کلکتہ (جان کمپنی قدیمی کلکتہ کے اچھے پرانے دن) صفحہ ۳۴، ریڈ جی۔ انڈیا پبلی کیشن، ۱۹۸۰]

یہی وجہ ہے کہ رینیل کے نقشہ میں کلکتہ کا نام بڑے حروف یعنی CALCUTTA میں تحریر کیا گیا ہے۔

'کول' ایک قبیلہ ہے اور 'کاٹا'، منگلہ میں حاکم اعلیٰ اور مالک (کرتا سے) سے مراد ہے مکمل لفظ 'کول کاتا' ایک ایسے مقام کی جانب نشان دہی کرتا ہے جہاں کول قبیلے کے لوگ اکثریت میں آباد تھے۔ لاحقہ "کاٹا" بنگلہ لفظ 'کاٹ' سے ماخوذ بھی کیا جا سکتا ہے۔ کاٹ کے معنی قطعہ اراضی کے ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے دوسرے معنی کنارا کے ہوتے ہیں۔

میری جانکاری کے مطابق یہاں ایسے دو گاؤں موجود ہیں جن کے نام کے آخر میں لفظ 'کاٹا'، لگا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر اس سلسلہ میں تفتیش کی جائے تو اس طرح کے کئی اور گاؤں نکل جائیں گے جن کے نام کے آخر میں لفظ 'کاٹا' لگا ہوا ہوگا۔ جھاڑ گرام سب ڈویژن میں واقع کومیر کاٹا گاؤں ندی سبرنا ریکھا کے کنارے پر آباد ہے۔ دوسرے گاؤں کا نام کولکاٹ پور ہے۔ یہ گنگا کے کنارے پر بہار میں واقع بھاگل پور کے ٹھیک دوسری جانب واقع ہے۔ کومیر کاٹا میں آباد بیشتر افراد آدیواسی سنتھال ہیں۔ یہ لوگ بتاتے ہیں کہ اس گاؤں کا نام کومیر کاٹا اس لئے پڑا کہ اس گاؤں سے لگے ندی کے مخصوص حصہ میں بے شمار کومیر (مگرمچھ) پائے جاتے تھے۔ کول کاٹ پور گاؤں میں چمار اور آدیواسی بڑی تعداد میں آباد ہیں

یہ لوگ بلاشبہ کول قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

کلکتہ کے نام سے سلسلے میں ہم لوگ کشادگیٔ ذہن کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ کول کاتا جس کی پہچان درست طور پر کی گئی ہے کا نام کول کاتا اس لئے پڑا کہ یہاں گزشتہ چند صدیوں سے کول قبیلہ کے لوگ آباد تھے۔

کول لفظ کا استعمال یورپی لوگ عرصہ دراز سے برصغیر ہند کے اصلی باشندوں (اہانت آمیز انداز میں) کے لئے کرتے چلے آرہے تھے۔

ماہر لسانیات اور بشریات نے کول اور آؤسٹرک جیسے نام یہاں کے لوگوں کو دیئے۔ یہ لوگ صحیح معنوں میں آؤٹوچ تھون رہے ہیں۔ ہندوستان کی دو قدیم نسلوں ـــ ڈراویڈین اور سفید چمڑی آریائی سے بھی زیادہ قدیم لوگ کول تھے۔ اس نسل یا قبیلہ کا تذکرہ وید کی کتابوں اور پرانوں میں بھی ملتا ہے۔ ان میں یہ بات کہی گئی ہے کہ کول اور ان کے ساتھی قبیلے ـــ منڈا، ہوس، سنتھال، کھریاس، کھیوراس، بیرہور، اسورا، ساواراس اور دیگر قبیلے کے افراد اس ملک میں آریا ہندوؤں کے آباؤ اجداد کی آمد سے قبل جنوبی ہندوستان پر قابض تھے (ایس سی رائے۔ دی منڈاس اینڈ دس کنٹری، رانچی، اول سن اشاعت ۱۹۱۲ء، دوم سن اشاعت ۱۹۹۵ء)

سنیتی کمار چیٹرجی کے پیش کردہ نظریہ کے مطابق جسے تمام ماہرین لسانیات نے تسلیم کیا ہے کہ لفظ کول پرانے منڈاری زبان کا لفظ ہے۔ اس میں کچھ تبدیلی لاکر آریاؤں نے اسے کول بنا دیا۔ کول کا مطلب "آدمی/انسان" ہے سنسکرت۔ پراکرت میں اسے کولا کہتے تھے۔

ویدوں، پرانوں، رزمیہ کتابوں اور دیگر آریائی قدیم کتابوں میں اس نسل کے لوگوں کو داساس، داسیوس کہتے تھے۔ اکثر اسوراس اور راکشس بھی کہا گیا ہے۔ اسورا اور راکشس کا مطلب عفریت ہوتا ہے۔ داسا اس اور والوکاس کا مطلب بندر اور بھالو ہوتے ہیں۔

مارکنڈیا پورانا "چنڈی" میں اس قبیلہ کو کولا ودھوامسی یعنی تمام کو نیست و نابود کرنے والے کول کہا گیا ہے۔ تمام آریائی کتابوں میں انھیں ملیچھ ـــ گندے، اچھوت، ظالم قصائی اور سور کھانے والا کہا گیا ہے۔

یہ بات بڑی دلچسپ اور قابل ذکر ہے کہ اس سلسلہ کا ایک حالیہ ثبوت پینٹڈ گرے ویئر پاٹریز میں ملا ہے۔ یہ مٹی کے رنگین برتن جنوبی ہندوستان میں گنگا اور جمنا کے درمیان واقع ایک مقام پر آثار قدیمہ کی کھدائی میں ملے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ برتن تقریباً ۱۰۰۰ اقدم کے ہیں۔ اس برتن

پر قدیم ہندوستان کے کول ثقافت کی قابل ستائش تصویریں ہیں مثلاً اس پر سور اور چاول سے جڑی ثقافت کی اچھی تصویر ہے۔ اس میں آج کی یا آریاؤں کی باربی/جوکی ثقافت سے جڑی کوئی تصویر نہیں ہے۔ کول لوگ علم طور پر سیاہ فام ہوتے تھے۔ ان کا قد چھوٹا ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھ اور پیر بڑے مضبوط ہوتے تھے۔ ان کے خد و خال بڑے عجیب ہوتے تھے۔ بہت کم داڑھی، موٹے ہونٹ، پھیلی ناک، جبڑا نیچے کی جانب جھکا ہوا اور لمبے سر ـــ کول کے تمام قبیلے کے لوگ آؤسٹرک جماعت کی زبان بولتے تھے۔

دیگر حملہ آوروں کی آمد سے قبل یہ لوگ اس ملک کے قلب میں آباد ہو گئے تھے۔ آریائی حملے نے انھیں اپنے گھر بار چھوڑنے اور داخلی علاقوں خصوصاً گھنے جنگلات سے ڈھکے پہاڑی علاقوں یا ندیوں اور سمندروں کے کنارے واقع جنگلاتی اور ساحلی علاقوں میں پناہ لینی پڑی تھی۔ یہ لوگ تمام سمت ـــ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں بکھر گئے تھے۔ اس طرح یہ لوگ برصغیر ہند میں ہر چہار طرف پھیل گئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ گنگائی ڈیلٹا کے زیریں علاقہ کے اس حصہ میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ علاقہ ایک نہایت ہی وسیع جنگلاتی علاقہ ہے۔ ان کے کچھ بقیہ علاقہ کو سندربن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سندربن کا علاقہ خلیج بنگال کے قریب گنگا کے مشرقی علاقہ میں واقع ہے۔ بنگال کے دیگر جنگلاتی علاقوں کے ساتھ ساتھ، سندربن منطقہ حارہ کا گرم ترین فارسٹ کا علاقہ ہے۔ یہاں بے شمار ندیاں، نہر، دریا اور دریا کے زوردار اور پرشور دہانے بہتے ہیں۔ یہاں زمین پر زہریلے سانپ اور خونخوار شیر آباد ہیں۔ یہاں پانی میں شارک مچھلیاں اور مگرمچھ پائے جاتے ہیں۔ ان سبھوں نے ان آسٹرک لوگوں کو زندہ رہنے کے لئے لڑی جد و جہد کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بعد ازاں یہاں یہ لوگ بڑے چین و سکون سے زندگی بسر کرنے لگے اور عرصہ دراز تک اپنی ثقافت کو فروغ دیتے رہے۔ پھر اچانک ڈراویڈین اور آریاؤں نے بنگال پر حملہ کیا اور ان کی زندگی میں ایک طوفان برپا کر دیا۔

تاریخ سے قبل کا ہندوستان یہ بتاتا ہے کہ کول اور ڈراویڈین لوگ کم و بیش امن و سکون کے ساتھ پاس پاس زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن آریاؤں نے ورنا نظام کے چار درجوں نے بہت ساری جگہوں پر کول کے اصل قبیلوں کے سماجی ڈھانچہ کو بدل ڈالا۔ بنگال میں اس طرز کی تبدیلی بہت تیزی سے آئی اور اس کے نتیجہ میں بہت سارے ذیلی فرقے کول قبیلہ سے بنے۔ ان کے نام ہر ہی، موچی، بھومیج، ڈوم، باگدی، باوڑی، کاؤرا،

کاؤث، مالا یا ملاّ، جیلے، ڈولے، جولا، تیعور، چنڈال، مانموسدرا، میڈے وغیرہ وغیرہ ہیں۔

کول ہماری قومیت ــ عموماً ہندوستانی اور خصوصاً بنگال کے ابتدائی دور سے وابستہ رہے ہیں۔ آر سی۔ موزمدار نے اپنی کتاب ــــ "بنگالیوں کی تاریخ" میں کہتے ہیں کہ "بنگال کے قدیم لوگ ایک ایسی زبان بولتے تھے جو نہ ہی آریائی تھی اور نہ ہی ڈراویڈین" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ آسٹرک نسل سے تعلق رکھتے تھے اور آسٹرک زبان بولتے تھے۔ اس زبان کے بے شمار الفاظ ہم لوگ اپنی بول چال کی زبان میں باقاعدہ طور پر استعمال کرتے ہیں اور ہمارے لغت نویسوں نے ان الفاظ کو دیسی / ملکی الفاظ گردانا ہے اور انھیں آسٹرو ڈراویڈین گروپ سے ماخوذ کیا ہے۔

نسل کی طرح اسٹرک زبان نے بھی بنگلہ کے تشکیلی دور میں ایک زبردست کردار ادا کیا ہے۔ اس کی علامتیں "چھریاپد" میں پائی گئی ہیں۔ یہ ابتدائی بنگلہ ادب کی واحد کتاب ہے جو فی الحال دستیاب ہے۔ کتاب ہذا میں ڈوم اور ہارس کا تذکرہ بڑے ہی احترام و عزت سے کیا گیا ہے۔

کول کی ثقافت عیسیٰ مسیح کی پیدائش سے نصف ہزار سال قبل گنگا ندی کے زیریں علاقہ کے مشرقی کنارے میں پھل پھول رہی تھی۔ میکا تھیس، پلینی، پلوٹارک، ڈیوڈورس، کرٹیس، سولینس اینٹ ایل جیسے یونانی اور لاطینی مصنفوں نے اپنی تحریروں میں اس مخصوص علاقہ میں مقیم ۳۲۵۔ق۔م کے دوران گنگاریڈائی کہلانے والے ایک قبیلہ کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس قبیلہ کے پاس جنگ کے لئے ...ہم ہاتھی تھے اور یہی وجہ تھی کہ مقدونیہ کے سکندر اعظم کو اپنی عظیم الشان فوج کے ساتھ مقدونیہ لوٹنا پڑا تھا۔ دوسری صدی ب۔م کے دوران پٹولیمی لکھتا ہے کہ "گنگاریڈیائی نے ملک میں واقع گنگا کے تقریباً تمام دہانوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ .

اس بات کو یقین کرنے کے لئے ہماری قوی دلیل ہے کہ خطہ زمین کے کول یا اسٹرک لوگوں نے گنگاریڈیائی سلطنت کو بنانے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ رفتہ رفتہ برصغیر ہندوستان پر قابض ہوتے گئے اور اپنی ثقافت کو ہندوستان کے تمام علاقوں میں بذریعہ رگ و دیشوں ــــ سات ندیوں مثلاً گنگا، جمنا، گوداوری، سرسوتی، نرمدا، سندھو، کاویری توسیع دی۔ اس نے انھیں ایک سماجی، سیاسی اور معاشی تسلط قائم کرنے اور آریائی ثقافت و مذہب کی برتری کو برقرار رکھنے میں بڑی مدد کی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر قدیم کول قبیلہ کے افراد سکڑ کر کنارہ کشی اختیار کرنے لگے اور ان کی قدیمی ثقافت اور مذہب بھی سارے ہندوستان میں سکڑنے لگا۔ جنوبی بنگال کے اس حصہ میں مقیم کول لوگوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوئے۔

میجر ہرسٹ نے اپنی کتاب "ندیا کی ندیاں" جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی تھی میں بیان کیا ہے کہ "۱۵۰۵ء کے دوران ایک زبردست زلزلہ آیا تھا۔ اس نے گنگا کے بہاؤ کے رُخ کو بدل ڈالا تھا۔ اس وقت شہر گوڑ بنگال کا دارالحکومت تھا اور گنگا گوڑ سے ہو کر بہتی تھی لہذا گوڑ ایک اہم تجارتی بندرگاہ بھی تھا۔ پہلے گنگا نے بنگال کے سطح مرتفع میں داخل ہونے سے قبل راج محل پہاڑی کے نیچے علاقوں کی جانب رخ کیا۔ پہاڑی پلاٹو کی اوپری سطح میں زمین کی حرکت نے گنگا کے بہاؤ کو براہ راست بنادیا۔ بالآخر گنگا کا بیشتر پانی پدما ندی میں گرنے لگا۔ گرچہ پہلے یہ ایک نہایت ہی چھوٹی سی ندی تھی۔ گوڑ کی بندرگاہ نے اپنی اہمیت کھو دیا۔ ۱۶ویں صدی کے وسط تک بنگال کی تجارت گوڑ سے منتقل ہو کر سپتا گرام یا سپتا گاؤں بندرگاہ کو آپہنچی۔

سپتا گرام اور گنگا کے مغربی کنارے کے قرب وجوار کے علاقہ میں تاجروں کی بڑی بھیڑ جمع ہونے لگی۔ یہاں اونچی ذات اور اعلیٰ درجے کے لوگ بھی آیا کرتے تھے۔ پرتگیز اور ڈچ جیسے غیر ملکی تاجر بھی یہاں آنے لگے تھے۔ فطری طور پر گنگا کے مغربی کنارے پر آباد کول لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں۔ ان لوگوں نے ایک جماعت کی شکل میں ندی پار کیا اور مشرقی کنارے پر آباد ہوگئے اس وقت یہ علاقہ سندربن میں شامل تھا جہاں یہ کول گزشتہ چند صدیوں سے آباد تھے۔

ان کول لوگوں کی سندربن کے اس علاقے میں آمد نے اچانک اس علاقے کی آبادی میں اضافہ کردیا اور نتیجہ کے طور پر شاید مزید گاؤں کی تشکیل کی ضرورت پیش آئی یا اس کا سبب مغلیہ انتظامیہ کا اس علاقہ کو پرگنہ بنانا رہا ہو۔

بنا کسی شک و شبہ کے اس علاقہ کے ایک گاؤں کو بارا نگر یا برانگور کا نام دیا گیا۔ اس کا حوالہ ڈی بیرد کے ۱۵۵۰ء کے نقشہ میں ملتا ہے۔ نقشہ کلکتہ کا نام آنے سے بہت پہلے مذکورہ بالا علاقہ یا گاؤں سوریالن لڑے فروغ پر تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ اس گاؤں کو مذکورہ بالا نام دیا گیا۔

کافی عرصہ گزر جانے کے بعد گنگا کا اصل بہاؤ (یعنی ہگلی ندی) بہت سست ہوگیا اور اس کی تہہ میں تیز بہاؤ میں کمی کی وجہ سے کافی مٹی جم گئی۔ اس

وجہ سے سمندر پر چلنے والے جہازوں کو ست گاؤں پہنچنے میں بھی کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑنے لگا۔ تجارتی بندرگاہ کو ایک بار پھر ہگلی کی جانب منتقل کرنا پڑا۔ ۱۷ویں صدی کے اختتام تک ہوڑہ ضلع میں واقع بیتور بھی میں تجارتی بندرگاہ موجود تھا۔

بعد ازاں جہازیوں کو ندی کے زیریں علاقہ میں ایک موزوں مقام نظر آیا اور یہاں پانی کی شفتی بخش طور پر گہرا تھا۔ جنگلات کو صاف کر کے ان لوگوں نے یہاں ایک چھوٹی سی بندرگاہ قائم کی۔ یہاں لنگر اندازی کی سہولت بھی حاصل تھی۔ بندرگاہ کے قریب ایک بازار بھی وجود میں آیا۔ اس بازار میں صرف ڈھاکوں کی گٹھریوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ وہاں ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہو گیا۔ اس گاؤں کا نام سوتالوٹی یا سوتانوٹی رکھا گیا۔ اس کا مطلب دھاگوں کی گٹھری نکلتا ہے۔

اس وقت بساک اور سیٹھوں کے چند خاندان ہی اس گاؤں میں آباد تھے اور یہ لوگ دھاگوں کی گٹھریوں اور دیگر ملی جلی سی اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے۔ سوتالوٹی اور اس کے قرب و جوار میں آباد لوگوں میں اسٹرک کول اور ان سے وابستہ کول قبیلوں کو اکثریت حاصل تھی۔ ڈوم، باگدی، ہاریں، کاوَرا، جیلے، مالا، تیور وغیرہ ان کے قابل ذکر نام ہیں لہذا اس علاقہ کو شہر بنانے کی انگریزوں کی کوشش کی شروعات سے قبل عرصہ دراز تک کول کا تا صحیح معنوں میں اسٹرک کول کا وطن رہا تھا۔

انگریزوں نے کلکتہ کو نہ صرف ایک نہایت ہی شاندار تجارتی بندرگاہ بنایا تھا بلکہ انھوں نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کر کے اسے ایک پریزیڈنسی بھی بنا ڈالا تھا۔ بعد ازاں انگریز تاجروں نے اپنی توجہ مطلق العنان حکمرانوں اس ملک کے راج کی جانب مبذول کی اور کلکتہ کو ہندوستان کا دارالحکومت بنا ڈالا۔ لہذا اب کلکتہ کی معاشی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت بڑھ جانے کی وجہ سے یہاں اونچے درجے اور ذات کے لوگوں کی آبادی میں بھی اضافہ ہوا۔ نتیجے کے طور پر اسٹرک کول قبیلہ کے لوگوں کو مشرقی کنارے پر واقع سالٹ لیک کی جانب اور مزید نیچے جنوب میں واقع دور دراز جنگلاتی علاقوں کی جانب منتقل ہونا پڑا تھا۔

۱۹ویں صدی کے اوائل میں متعدد تحریروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس نومولود شہر کلکتہ میں کئی بڑے اور اچھے علاقے وجود میں آ چکے تھے۔ مثلاً ڈوم پاڑہ، باگدی پاڑہ، ہری پاڑہ، کاوَرہ پاڑہ، جیلے پاڑہ، مالا پاڑہ، دلور پاڑہ وغیرہ وغیرہ۔ اس حقیقت سے بھی سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ اونچے درجے کے لوگوں نے انگریزی راج کی حمایت سے مذکورہ بالا کول قبیلوں کے افراد کو مار پیٹ کر ان کے گھروں سے باہر بھگا دیا تھا اور ان لوگوں کی زمینوں کو ان اونچے درجے والوں کو فروخت کر ڈالا جن کے پاس پیسے، وسائل اور جسمانی طاقت تھی — ۱۹ویں صدی کے اختتام تک ان رہائشی علاقوں سے اسٹرک لوگوں کو پورے طور پر نکال دیا گیا تھا تاہم وہ لوگ اپنے پیچھے متعدد مقامات کے نام، لوک تہوار، اور لوک گیت کی شکل میں اپنی علامتیں چھوڑ گئے ہیں، ٹولیسی، بالنڈو، بیلیا گھاٹا، سیالدہ، ٹنگرا، چینگر گھاٹا، گاردن ہاٹا، شنشا لتا ٹولہ، بیچھی ٹولہ، منسا ٹولہ، کنار ٹولی، دھرم تلہ، دیگر سڑک اور گلیاں جن کا اصل کہیں نہ کہیں اسٹرک اصل سے منسلک ہے۔

عروس البلاد کلکتہ میں گجن، چارک جیسے سالانہ لوک میلے کا انعقاد آج بھی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کالی پوجا، شیورا تری اور جنم اشٹمی جیسے نہایت ہی مقبول عام میلوں کا نام کا تذکرہ میں خصوصاً کرنا چاہتا ہوں۔ عموماً بارات میں منائے جانے والے ان میلوں کا تعلق اسٹرک اصل سے ہے۔ عام طور پر آریائی دیوی دیوتاؤں کی پوجا دن میں ہوتی ہے، رات میں نہیں۔ شہر یا اس شہر سے باہر بنگال میں کہیں بھی بنگالی ہندوؤں کی شادیوں میں بھی آریائی سے استاپدی کے ساتھ چند رسم و رواج کی ادائیگی نہایت زور و شور کے ساتھ کی جاتی ہے اور وہ ہیں لوک اچار یا لوک ثقافت۔ بلاشبہ ان کی بیشتر علامتیں اسٹرک ثقافت سے ماخوذ ہیں۔ گھنٹو، دھرما ٹھاکر، سیجو ٹھاکر، منسا جیسے دیوتا اور کالی، منگل چنڈی، ہری بھی چنڈی، الائی چنڈی، شیتالا، منسا جیسی دیوی جو پوری طور پر اسٹرک ثقافت کی دین ہیں، کو چھوٹی یا بڑی ہر ذات کے بنگالی ہندو بنا کسی طرح کی تفریق کے باقاعدگی کے ساتھ پوجا کرتے ہیں۔

ریاست شعبۂ امور مصارفین قائم کرے گی

ریاستی حکومت ایک نیا شعبہ قائم کرنے جا رہی ہے جو شعبۂ امور مصارفین کہلائے گا۔ تحفظ مصارفین ایکٹ برائے ۱۹۸۶ء کی ترمیم ۱۹۹۳ء کے مطابق یہ فیصلہ لیا گیا ہے جس کے تحت شعبۂ خوراک و رسد سے نکال کر امور مصارفین کی دیکھ ریکھ کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اتفاق سے حکومت مغربی بنگال پہلی ریاست ہوگی جہاں یہ اپنی نوعیت کا پہلا شعبہ ہوگا۔ وزیر اعلیٰ نے اس تجویز پر رضامندی دیدی ہے اور ریاستی کابینہ کی منظوری کے بعد اسے گورنر کی منظوری کے لئے بھیج دیا جائے گا۔



پندرہ روزہ — کلکتہ

مغربی بنگال

ربندر ناتھ ٹیگور پر ضمیمہ

جلد نمبر ۴۶ — ۱۵ مئی ۱۹۹۹ء — شمارہ نمبر ۱۰

ٹیگور

ولادت:- ۷ مئی ۱۸۶۱ء بمطابق ۲۵ بیساکھ بنگلہ سال ۱۲۶۸

وفات:- ۷ اگست ۱۹۴۱ء بمطابق ۲۲ ساون بنگلہ سال ۱۳۴۸

مدیر اعلیٰ:- تارا پدا گھوش
مدیر معاون:- محمد مصطفیٰ

ترسیلِ زر کا پتہ

بزنس منیجر
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ — ۷۰۰۰۰۱
فون: 221-4295

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک سی
رائٹرس بلڈنگس
کلکتہ — ۷۰۰۰۰۱
فون: 235-5601/3371 Ext 710

• سالانہ دس روپئے • نصف سالانہ پانچ روپئے

• قیمت فی شمارہ —— ۵۰ پیسے

مشمولات

مغربی بنگال میں خشک سالی جیسی صورتحال

سارے مغربی بنگال ریاست میں نومبر ۱۹۹۸ء سے چلی آرہی گرمی کی لہر نے اس ریاست کے بیشتر علاقوں میں خشک سالی کی سی صورت حال پیدا کردی ہے۔ ۲۲ر مارچ ۱۹۹۹ء کو ایک نشست بلائی گئی ہے۔ اس میں تمام شعبوں بشمول سنٹرل گراؤنڈ واٹر بورڈ، اسٹیٹ واٹر انویسٹیگیشن ڈائرکٹوریٹ، شعبہ آبپاشی شرکت کریں گے اور اس تشویشناک صورتحال پر اظہار خیال کریں گے۔ اس وقت آبی سطح کے اعداد و شمار برائے سال ۱۹۹۸ء جو سی جی ڈبلیو بی اور ایس ڈبلیو آئی ڈی سے دستیاب ہوئے تھے ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس ریاست کے تقریبا ۳۴ عدد بلاک کی حالت نہایت ہی خراب ہے یعنی یہاں زمینی پانی کی سطح ۸ میٹر نیچے جا چکی ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے حصول کے لئے سی جی ڈبلیو بی، ایس ڈبلیو آئی ڈی اور پی ایچ ای شعبہ کے متعلقہ افسران سے کہا گیا ہے کہ وہ جلد از جلد آبی سطح کی تازہ ترین صورت حال کا جائزہ لیں اور اپریل ۱۹۹۹ء کے پہلے ہفتہ تک اپنی رپورٹ جمع دیں۔

سنٹرل گراؤنڈ واٹر بورڈ کی رپورٹ برائے ماہ اپریل ۹۹ء اب تک دستیاب نہیں ہو پائی ہے۔ بہرکیف جنوری ۱۹۹۹ء کی رپورٹ کے مطابق ۶۲ بلاکوں میں متعلقہ پانی کی سطح ۲ میٹر سے زائد نیچے جا چکی ہے۔ جنوری ۹۸ ۱۹ء کی رپورٹ کے مقابلہ میں اسٹیٹ واٹر انویسٹیگیشن ڈائرکٹوریٹ کی رپورٹ یہ واضح کرتی ہے کہ ۱۳۶ بلاکوں میں بھی چند مقامات پر آبی سطح زمینی سطح سے نیچے جا چکی ہے۔ اپریل ۱۹۹۸ء کے دوران خشک سالی کے شکار تقریبا ۲۸ بلاک ہوئے تھے۔ اس سال پی ایچ ای شعبہ نے مختلف بلاکوں کے چند مقامات میں واقع موجودہ ٹیوب ویلوں کے ذریعہ زمینی آبی سطح کی پیمائش کا کام بڑے ہی زور و شور کے ساتھ کیا تھا۔

بنیادی طور پر تین قسم کے ٹیوب ویل اضلاع میں نصب ہیں۔ عام ہینڈ پمپ والے ٹیوب ویل ۸ میٹر کی زمینی آبی سطح تک کام کر سکتا ہے۔ انڈیا مارک II اور انڈیا مارک III ہینڈ پمپ والے ٹیوب ویل زور رِگ بورڈ ٹیوب ویل جو گہرے کنویں پمپ لگے ٹیوب ویل بھی ہیں زیادہ نیچے تک آبی سطح نیچے جانے پر بھی کام کر سکتے ہیں۔ یا در پمپ لگے گہرے ٹیوب ویل زمین کی نچلی ترین آبی سطح سے پانی دستیاب کروا سکتے ہیں۔ اس لئے پانی کی آبی سطح کے نیچے پہنچ جانے کی وجہ سے موجودہ خشک سالی کی صورت حال پیدا ہوئی ہے اور بہت سارے عام ہینڈ پمپ لگے ٹیوب ویل اوپر پانی نکالنے سے قاصر ہیں۔

صحت عامہ انجینئرنگ شعبہ (پی ایچ ای) نے مارچ کے آخری ہفتہ سے اپریل ۱۹۹۹ء کے پہلے ہفتہ تک کئے گئے فوری مشاہدہ کے ذریعے اسپاٹ (فوری) آبی وسائل کی حیثیت کی حصول کے لئے کوشش کی ہے یعنی عام ہینڈ پمپ لگے ٹیوب ویل، گہرے ٹیوب ویل لگے پمپ اور رِگ بورڈ ٹیوب ویل جس میں گہرے ویل پمپ بھی لگے ہیں۔ مذکورہ حیثیت اب تک ۱۴۴ بلاکوں میں سے ریاست کے کل ۲۹۲ بلاکوں کو دلوائی جا سکی ہے۔ مذکورہ حیثیت رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ کل ۴۴،۷۸۱ عام ٹیوب ویل میں سے ۶۶ فیصد مذکورہ ٹیوب ویل کام کے لائق یا چالو حالت میں ہیں اور انھیں فوری طور پر مرمت کرکے چالو حالت میں لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان میں سے ۱۸ فیصد ٹیوب ویلوں کو مرمت کرکے ان میں گہرے ٹیوب ویل پمپ لگائے گئے ہیں اور ان میں سے ۱۴ فیصد ٹیوب ویلوں کی جگہ پر نئے ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں۔ ۲۹۵ بلاکوں میں واقع کل ۳۴۳۷۹ رِگ بورڈ ٹیوب ویلوں میں سے ۷۴ فیصد مذکورہ ٹیوب ویل چالو حالت میں ہیں، ان میں سے ۱۰ فیصد کو مرمت کرکے چالو حالت میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ان میں سے بقیہ ۱۶ فیصد مذکورہ ٹیوب ویلوں کی جگہ نئے مذکورہ ٹیوب ویل لائے جا رہے ہیں۔

یہاں اس امر کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے کہ شعبہ ہذا نے ہینڈ بور ٹیوب ویلوں کی نئے طور پر کھدائی، ان کی مرمت اور ان کی دیکھ ریکھ کے لئے ضلع پریشد کو فنڈ فراہم کیا ہے۔ خشک سالی کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم لوگوں نے ہینڈ بور اور رِگ بورڈ ٹیوب ویلوں

کی مرمت اور دیکھ ریکھ کے لئے شعبہ جاتی افسران پر مشتمل ایک خصوصی ٹیم کی تشکیل کی ہے۔

صحت عامہ انجینئرنگ (پی ایچ ای) شعبہ نے گزشتہ مالی سال کے دوران ٹیوب ویلوں کی کھدائی، از سر نو کھدائی اور مرمت کے لئے ضلع پریشد کو ۱۸٫۶ کروڑ روپئے فراہم کیا ہے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ۵٫۰۰ کروڑ روپئے دیئے گئے تھے۔ ۱۷ مارچ ۱۹۹۹ء کو ۱۰٫۰۰ کروڑ روپئے دیئے گئے تھے۔ ۲۴ مارچ ۱۹۹۹ء کو ۳٫۰۰ کروڑ روپئے کی ایک اضافی رقم دی گئی تھی۔ مزید برآں شعبہ جاتی طور پر رِگ بورڈ ٹیوب ویلوں کی تعمیر کے لئے ۷٫۶ کروڑ روپئے عطا کئے گئے ہیں۔ مارچ ۱۹۹۹ء کو رِگ بورڈ ٹیوب ویلوں کی مرمت اور دیکھ ریکھ کیلئے ضلع پریشد کو ۵٫۰۰ لاکھ روپئے دیئے گئے ہیں۔

ہم لوگوں نے خشک سالی والے علاقوں میں خصوصاً رو بہ تکمیل بذریعہ پائپ پانی فراہم کرنے کی اسکیم کو فوری طور پر چالو کرنے کا انتظام کیا ہے۔ صحت عامہ انجینئرنگ کے سکریٹری اور چیف انجینئر حضرات ہوڑہ، ہگلی اور ندیا اضلاع کا دورہ کریں گے اور صورت حال کا جائزہ لیں گے۔ علاوہ ازیں حسب ضرورت کارروائی بھی کریں گے تاکہ مذکورہ علاقوں میں پانی کی سپلائی میں کسی طرح کا کوئی رخنہ نہیں پڑے۔

صحت عامہ انجینئرنگ شعبہ نے تمام اضلاع میں اپنے کام کرنے والی مشنری کو ورد دار بنا دیا ہے اور پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے قریبی تعاون کے ساتھ آئندہ دنوں کے دوران بارش نہ ہونے کی صورت میں پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹنے کیلئے پوری طرح تیار رہے۔

گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی کے ہاتھوں بکریشور کی یونٹ I کا افتتاح

مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر اے آر قدوائی نے گزشتہ ۲۴ اپریل کو بکریشور میں منعقدہ ایک سادہ سی تقریب میں بکریشور تھرمل پاور پلانٹ کے ۲۱۰ میگا واٹ کی یونٹ کا دیپ جلا کر افتتاح کیا۔

انھوں نے امید ظاہر کی کہ بکریشور تھرمل پاور پروجکٹ ریاست کی صنعتی صورت حال میں نئی روح پھونکنے میں ایک طویل مسافت طے کرے گا۔ اس پروجکٹ کے مکمل ہو جانے کے بعد اس سے نہ صرف ریاست میں توانائی کی ضروریات پوری ہوں گی بلکہ پیداوار بھی فاضل ہو جائے گی۔

تھرمل پاور پروجکٹ کی یونٹ I اس سال نومبر تک تجارتی پیداوار شروع کر دے گی جبکہ دوسری یونٹیں ۲۰۰۰ء سال تک چالو ہو جائیں گی۔ اس یونٹ میں پیدا ہونے والی توانائی آرام باغ اور ز یرٹ میں ۴۰۰ کیلوواٹ کے سب اسٹیشن اور درگا پور، ست گچھیا اور گوکاما میں ۲۲۰ کیلوواٹ کے سب اسٹیشن کے ذریعے مخلوط تاروں کے جال کو منتقل کی جائے گی۔

اس پلانٹ کو روزانہ تقریباً ۴۰۰ املین ٹن کوئلہ اور ۷ء۶ کوسک پانی کی ضرورت ہوگی۔

ریاستی وزیر توانائی ڈاکٹر شنکر سین نے اس پروجکٹ کو مقررہ وقت سے ۵ ہفتہ پہلے مکمل کرنے کے لئے پروجکٹ مینجمنٹ کی سراہنا کی۔ انھوں نے کہا کہ اس کی تعمیری کام میں ایک دن بھی ضائع نہیں کیا گیا۔

بکریشور تھرمل پاور پلانٹ کے حکاموں نے کہا کہ ملک میں دیگر اسی نوعیت کی یونٹوں کے مقابلہ میں اس پروجکٹ کو بہت ہی کم لاگت میں مکمل کیا گیا ہے۔ اس پروجکٹ میں جاپان کے اورسیز اکانومک کوآپریٹیو فنڈ کی جانب سے مالیاتی بوجھ اٹھایا گیا ہے یعنی اس میں تقریباً ۲۹۰۰ کروڑ روپئے کی سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ دہلی سے حکومت جاپان کے نمائندہ اعلیٰ مسٹر اوٹس نے اس پروجکٹ کے بروئے کار ایجنسی ویسٹ بنگال پاور ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو اس یونٹ کی تکمیل کیلئے مبارکباد دی ہے۔

خشک سالی کی صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے اعلیٰ سطحی میٹنگ

مغربی بنگال میں خشک سالی جیسی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے گزشتہ ۳۰ اپریل کو رائٹرس بلڈنگس میں ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ ہوئی۔ اسٹرن اسیم داس گپتا نے مطلع کیا ریاستی حکومت نے پرولیا، بانکوڑہ، بیربھوم، مدناپور، مالدہ، جنوبی دیناجپور اور شمالی دیناجپور کے اضلاع میں خشک سالی کی سنگین صورتحال اختیار کرنے کے بعد ۱۱۵ کروڑ روپئے برائے امداد کی منظوری دیدی ہے۔ مذکورہ اضلاع میں گزشتہ دسمبر سے بارش معمول سے ۸۰ فیصد کم ہوئی اگرچہ دارجلنگ جلپائی گوڑی اور کوچ بہار کے اضلاع میں کچھ بارش ہوئی ہے۔ مذکورہ بالا دیگر اضلاع میں طویل اور شدید خشکی ریاستی حکومت کے لئے گہری تشویش کا باعث ہو گئی ہے۔ بہت زیادہ خشک سالی زدہ علاقوں میں متاثر لوگوں کے کم از کم استفادہ کے لئے استعمال کئے جانے والے ریلیف فنڈ کو مؤثر کرنے کے لئے اس میٹنگ میں بات چیت ہوئی۔ پرولیا، بانکوڑہ، مدناپور اور بیربھوم کے ضلع سبھا دھی پتی اور ضلع مجسٹریٹ اس میٹنگ میں موجود تھے۔ دارجلنگ، جلپائی گوڑی اور کوچ بہار چھوڑ کر ریاست کے خشک سالی زدہ تمام اضلاع کی انتظامیہ اور ضلع پریشدوں کو ۵ مئی تک خشک سالی امداد کی پیش رفت کی رپورٹ جمع کرنے کو کہا گیا تھا۔ یہ بات طے پائی کہ اس دن وزیر اعلیٰ خود راحت کاری کے کام کا جائزہ لیں گے

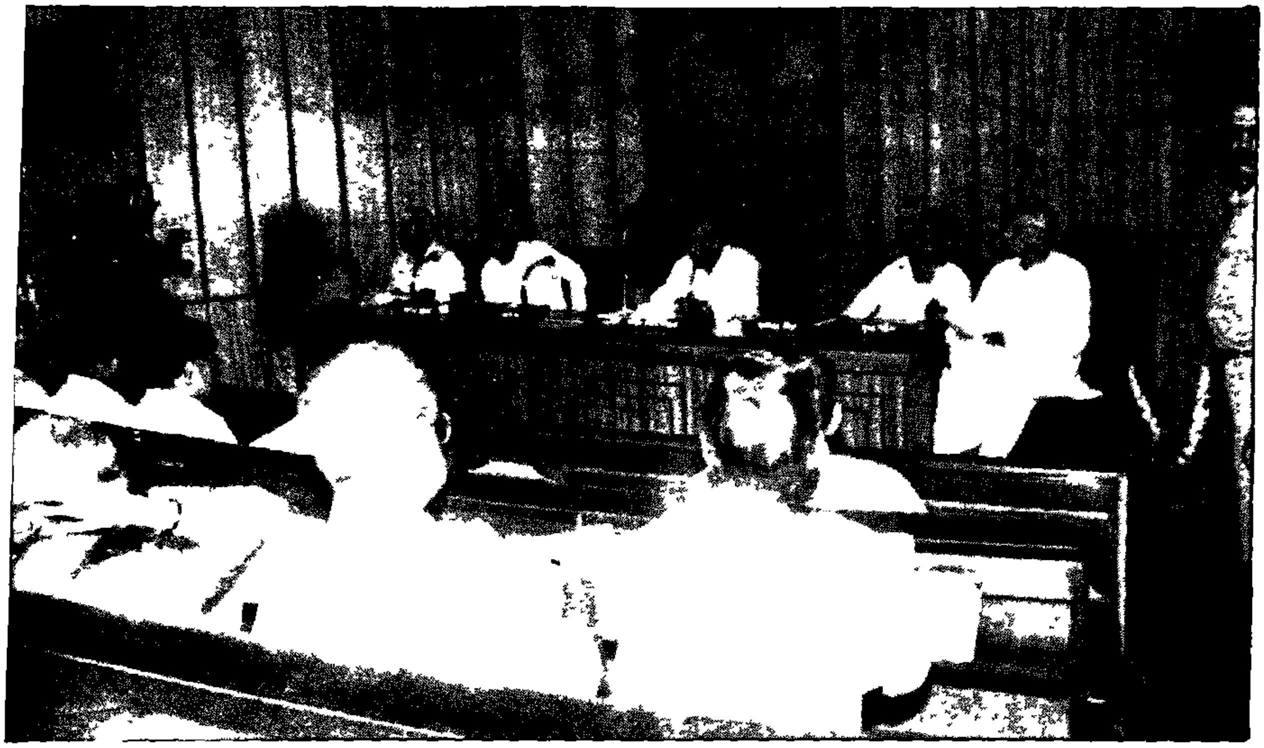
اسی دن بعد میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر مالیات ڈاکٹر اسیم داس گپتا نے بتایا کہ ۱۲۷۵۰۰۰ ایکڑ زیر کاشت علاقے میں ۶۰۰۰۰ ایکڑ قطعات اراضی میں بورو کی فصلیں متاثر ہوئی ہیں اور جوٹ کی پیداوار کو بھی زبردست نقصان پہنچا ہے۔ وزیر موصوف نے مزید بتایا کہ پانی کی شدید قلت کے باوجود انتظامیہ خشک سالی زدہ علاقوں میں پینے کے پانی کی سپلائی کے لئے کافی مستعد ہے اور کام کاج میں قابل قدر تعداد میں کام کے دن پیدا کئے گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل جدول سے مجموعی تصویر واضح ہو جائے گی۔



• بانکوڑا میں پانی سے خالی گندیشوری ندی

اضلاع	ٹیوب ویل کی تعداد	خراب ٹیوب ویل کی تعداد	ٹیوب ویل مرمت کئے گئے	نئے ٹیوب ویل نصب کئے گئے	کام کے دن
۱۔ پرولیا	۱۲۱۹۵	۲۴۳۶	۲۳۸۹	۱۰۴	۴۷۲۰۰۰
۲۔ مدناپور	۳۷۶۹۲	۷۳۸۵	۴۳۲۱	۲۳۳	۱۸۲۰۰۰
۳۔ بانکوڑہ	۱۳۶۹۲	۲۵۸۸	۱۲۳۵	۰۸۵	۲۱۳۰۰۰
۴۔ بیربھوم	۱۹۴۷۵	۴۱۶۷	۲۲۹۴	۴۷۹	۱۰۶۰۰۰

وزیر مالیات نے بتایا کہ مذکورہ اضلاع کے میڈیکل افسروں کو



• گزشتہ ۵ مئی کو رائٹرس بلڈنگس کے روٹنڈا میں خشک سالی کی صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے اعلیٰ سطحی میٹنگ

ایسی خاص صورت حال میں موسمی بیماریوں کو روکنے کے لئے مناسب تعداد میں ادویہ حاصل کرنے کو کہا گیا ہے۔ وزیر موصوف نے بتایا کہ ابتک خشک سالی سے مرنے والوں کی تعداد دس ہے۔

بعدازاں ۵ مئی کو رائٹرس بلڈنگس میں وزیر داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹاچاریہ کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ ہوئی جس میں ضلع مجسٹریٹوں، ضلع سبھادھی پتی اور دیگر وسائل سے حاصل ہونے والی رپورٹ پر تبادلۂ خیال کیا گیا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد ریاستی حکومت نے ریاست کے ۱۰ اضلاع کے ۴ ہزار ۱۶۸ مواضعات کو خشک سالی زدہ علاقہ قرار دے دیا۔ ریاستی حکومت کو امید ہے کہ آئندہ دنوں میں خشک سالی زدہ علاقہ کے طور پر اور بھی مواضعات کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ ریاستی حکومت نے صورتحال سے نمٹنے کیلئے مزید پانچ کروڑ روپئے کی منظوری دیدی ہے۔ اس میٹنگ میں وزیراعلیٰ کی شرکت کی بات تھی لیکن انکی خرابیٔ صحت کی وجہ سے وہ شریک جلسہ نہ ہوسکے۔ اس میٹنگ میں متاثرہ اضلاع کے ضلع سبھادھی پتی اور ضلع مجسٹریٹوں کے علاوہ وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹاچاریہ، وزیر پنچایت سوریہ کانت مشرا، وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا، وزیر امداد شری ستیہ رنجن مہاتو، وزیر مملکت صحت عامہ اکبر علی کھوندکر بھی شری گوتم دیب، وزیر زراعت کمل گوہا، وزیر آبی وسائل و ترقیات نند گوپال بھٹاچاریہ، وزیر ریاست برائے آبپاشی گنیش منڈل، ریاست کے چیف سکریٹری منیش گپتا اور مختلف دفاتر کے افسروں نے شرکت کی۔ اسی دن بعد میں وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا نے پریس نمائندوں کو بتایا کہ ریاست کے ۴۲ ہزار ۸ مواضعات میں سے ۱۸ ہزار ۱۸ مواضعات بارش نہ ہونے کی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔ ان میں بانکوڑہ، پرولیا، مدناپور، بردوان، ہوڑہ، ہگلی، شمالی اور جنوبی ۲۴ پرگنہ اور مالدہ کے مواضعات سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ مرکز کے متعین کردہ اصولوں کی بنیاد پر ۸۱۶۸ مواضعات کو خشک سالی زدہ اضلاع قرار دیا گیا ہے۔ وزیر موصوف نے بتایا کہ اس خشک سالی سے ۲۲۰ کروڑ روپئے کی فصلوں کا نقصان ہوا ہے اور جوٹ کی فصل سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ بانکوڑہ میں ۴ اور مالدہ میں دو لوگوں کی موت ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ریاستی حکومت خشک سالی کی مفصل رپورٹ جلد ہی مرکزی حکومت کے پاس بھیج دیگی۔ ویسے ریاستی حکومت نے خشک سالی کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک جامع پروگرام اپنایا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اب تک ۴ ہزار سے ٹیوب ویل نصب کئے گئے ہیں اور کسانوں کی راحت کاری کا انتظام کیا گیا ہے۔

ریاست کی مجلس وزارت کے اراکین صورت حال کا جائزہ لینے کیلئے متاثرہ علاقوں کا دورہ کریں گے۔ ▪▪



رابندرناتھ ٹیگور کی شخصیت

کالی کرشنا گوہا



رابندرناتھ سے متعلق کچھ لکھنے کے تصور ہی سے مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہونے لگا۔ مجھے ایسا لگا جیسے اس عظیم فنکار کے بارے میں مزید کچھ نئی بات کا اضافہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں طلباء، طالبات، اسکالرز، اساتذہ اور صحافی حضرات الغرض ہر مکتبۂ فکر کے تخلیق کاروں نے آپ کے بارے میں ہزاروں اور لاکھوں صفحات لکھ ڈالے ہیں اور یہی نہیں بلکہ مستقبل میں ان کے بارے میں ہزاروں اور لاکھوں صفحات اور لکھے جائیں گے بلا اس تمیز کے کہ کوئی ان میں ایسا نکتہ یا کوئی نئی بات کا اضافہ کرتا ہے یا نہیں۔ یہ امر بعید از فہم بھی نہیں ہے۔ جب تک السان خصوصاً بنگالی حضرات اس زمین پر موجود رہیں گے اس وقت تک بلا تشکیک و شبہ کے بہت کچھ رابندرناتھ پر لکھا جاتا رہے گا۔ عرصۂ دراز سے بنگالیوں کا آپ کے بارے میں کچھ لکھنا ایک قسم کا فرض بنتا چلا رہا ہے کیونکہ وہ اپنی ماضی اور زبان سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں۔ خواہ سماجی یا معاشی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ انھیں اپنی تاریخ (خواہ وہ شان و شکوہ سے خالی ہی کیوں نہ ہو) اور بالآخر اپنی جڑوں سے گہرا لگاؤ ہوتا ہے۔ اس بات پر حیرت بھی ہوتی ہے کہ بنگالی حضرات کے پاس ان کی زبان اور ان کے ادب کے سوا اور کچھ قابل فخر نہیں رہا ہے۔ موسیقی، رقص، فن نقاشی، یا فن بت تراشی نہ ہی ان کی میراث رہی ہے اور نہ ان لوگوں نے تو تاریخ، فن تعمیر وغیرہ میں کوئی قابل ذکر کارنامے انجام دیئے ہیں مزید برآں اور نہ ہی ان سے کوئی پرشکوہ داستاں یا بہادری کے کارنامے منسوب ہیں۔ اگرچہ مشاہدہ سطحی طور پر طنزیہ اور تمام تر طور پر مایوس کن معلوم ہوتا ہے تو میری خواہش ہے کہ آپ لوگ مجھے معاف فرمائیں گے اور اس امر کے قائل ہوں گے کہ ہمیں اپنے ماضی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اگر ہم اپنے ماضی سے ہی جڑے رہتے ہیں تو کسی بھی صورت میں حال کو از سر نو تعمیر نہیں کر پائیں گے۔ علاوہ ازیں ہماری یہ نوع

سوچ ہمیں ہماری زبان سے لطف اندوزی میں قابل قبول طور پر معاون ثابت ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں ہمارا ادب جس کی شروعات چار یا پانچ سے دسویں صدی کے دوران ہوئی بعد ازاں قرون وسطیٰ تک ایک مایہ ناز ادب بن گیا۔ گرچہ ہندوستان کی بہترین جدید زبانوں کو ارتقا اور ترویج کے ان مراحل سے نہیں گزرنا پڑا ہے۔

میں اس نکتہ کی وضاحت میں زیادہ وقت صرف نہیں کرنا چاہتا ہوں گرچہ اپنی لیاقت و قابلیت میں کمی کے باوجود رابندرناتھ پر کچھ تحریر کرنے کے لئے یہی امر کافی ہے۔ آیئے علم و لیاقت اپنے راستہ پر گامزن ہو اور میں اپنے راستے پر۔

چند سال پہلے ایک صحافی (جو ایک اچھے تخلیق کار اور عالم بھی تھے) کا ایک مقالہ میرے ہاتھ آیا تھا۔ اس میں یہ بات کہی گئی تھی کہ رابندرناتھ کے لئے یہ ایک بہت بڑا المیہ تھا کہ ان کی ولادت وقت سے

بہت پہلے ہوگئی تھی اور ان کا انتقال بھی وقت سے بہت پہلے ہوگیا تھا۔ اگر بغور اس قول کا جائزہ لیا جائے تو یہ قول بالکل ناقابل قبول اور حقیقت سے بعید نظر آتا ہے۔ رابندر ناتھ نے ایک طویل زندگی پائی ہے لیکن ایک اکیلا دن بھی ضائع نہیں کیا ہے جو نغمے آپ نے اپنے لڑکپن میں لکھے ہیں اور تخلیق کئے ہیں اور جو نغمے آپ نے اپنے بستر مرگ پر اپنی بہو کو سنائے ہیں وہ سارے کے سارے لازوال موسیقی اور ادب کے شہ پارے ہیں اور ان میں کوئی سوالیہ نشان لگانا ممکن نہیں ہے۔ اگر رابندر ناتھ اپنی زندگی کے گزشتہ دس سال نہیں جیتے تو ہم لوگ ان مایہ ناز تصویروں سے محروم رہتے جس میں آپ نے ایک جانب روح کی اتھاہ گہرائیوں سے رنگ و روغن بخشا ہے تو دوسری طرف آپ نے ایک ایسے فرد کے مسائل سے پُر ذہنی کیفیت کی عکاسی کی ہے جو بحیثیت ایک آفاقی انسان اس زمین پر ایک مقام پانے کا دعویدار ہے۔ اگر آپ نے اپنی وسطی عہد کے دوران راہ خدا کے بارے میں (بلاشبہ آپ نے اپنشد سے اپنے ایک بے مثال خدا کی تخلیق کی تھی) بڑے زور و شور کے ساتھ تعلیم دی تھی۔ جبکہ آپ ناقابل بیان درد و تکلیف سے دوچار تھے۔ آپ نے ہمیں اپنے بعد کے برسوں کے دوران مزید زور و شور کے ساتھ راہ انسانیت کی تعلیم دی تھی۔

وہ عظیم تصور جس نے رابندر ناتھ کو ایک انسان بنایا تھا اور جس کی ظاہری شکل و صورت ایک قدرتی مظہر سے مشابہ تھی، آپ کے آخری دم تک ذرہ برابر بھی مرجھایا یا پژمردہ نہیں ہوا تھا بلکہ ایک قسم کی حالت نوخیزی سے دوچار تھا۔ یہ ایک ایسی عملی تبدیلی کی کیفیت تھی جس سے بیشتر حساس لوگ ہمارے ملک میں خصوصاً نہیں گزرتے ہیں۔ آپ ایک ایسے باپ کے بیٹے تھے جو ایک نئی مذہبی تحریک کے ایک مسلمہ پیشوا تھا۔ اس مذہب نے بڑے نامساعد حالات سے نمٹتے ہوئے ارتقاء کے مدارج طے کئے ہیں۔ کٹر ہندو لوگ اگرچہ ایک قدیم مذہب تھی ہے کی نشاۃ ثانیہ تحریک کے شانہ بشانہ تحریک ہذا آگے بڑھتی رہی۔ اس طرح مذہب یا اس امر سے متعلق بھگتی عبادت کے جذبات آپ کے اندر بچپن ہی سے بدرجہ اتم موجود تھے۔ اپنے بچوں اور شریک حیات کی یکے بعد دیگرے اموات کے سبب لگے متواتر دھکوں سے چور ہونے کے بعد چالیس کی دہائیوں کے دوران آپ ایک بالکل سوگوار انسان بن گئے اور اس دور کے تخلیق کردہ آپکی تحریریں قریب قریب ایک ولی اللہ کے جذبات واحد کی مظہر ہیں۔ گرچہ آپ کو اس دور میں کسی مذہبی سلسلہ سے کوئی سروکار ہی نہیں رہا تھا۔ صحیح معنوں میں آپکی روح اتنی مجروح ہوئی تھی اس نے اپنی تحریروں میں تسکین والہام تلاشا تھا۔ آپ نے اپنی تحریروں ہی میں اپنا الہام تلاش لیا تھا لیکن آپ اس دنیا میں گم ہو جانے والی ہستی نہیں تھے۔ آپ کبھی بھی اپنی تنہا سی کوششوں کے ذریعہ ایک یونیورسٹی تعمیر کرنے کے اپنے عظیم کام سے غفلت نہیں برتی۔ ایک خاموش شرمیلا شخص اور ایک نہایت ہی فکرمند سماجی فرد دونوں ہی بیک وقت آپ کی شخصیت میں ساری عمر ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ وقت کے ساتھ آپ کے اندر بالیدگی آتی گئی۔ انسان اور دنیا جو تہذیب کے سنجیدہ ترین مسائل سے دوچار تھے، کے لئے آپکی مکروتشویش نے آپ کو خدا کی جانب راغب کیا اپنی عمر کے آخری دور میں آپ نے ایک مجاہد اور ایک ایسے مخصوص فلسفہ کا کردار ادا کیا ہے جس نے بین الاقوامی تصورات کی تبلیغ کی ہے اور ایک عالمی انسان کا تصور پیش کیا ہے۔ آپ نے ملک اور پوری دنیا میں اندھی قوم پرستی کی حوصلہ شکنی اور سرگرم تبلیغ اور بنام نہاد حب الوطنی کی مخالفت کی۔ آپ نے کبھی بھی اس طرح کے تصور جیسے "میرا ملک تمام ممالک سے عظیم ہے"، کی تبلیغ نہیں کی۔ گرچہ بہتیرے نے یہی کیا۔ اس کے برخلاف آپ نے مادر وطن کے لئے ایسے پیار کی تبلیغ کی جس میں غرق ہو کر لوگ دوسرے ملک اور دوسرے ملک کے لوگوں سے نفرت کی بجائے پیار کرنا سیکھیں۔ الغرض جیسا کہ اس امر کا اعادہ کیا جا چکا ہے کہ رابندر ناتھ کا رابندر ناتھ پنا، خدا کے لئے اپنی فکر پر زور دین اور انسان کی داخلی دنیا پر انکی فکر کی اتھاہ گہرائی جو آپ کی ابتدائی زندگی کی خصوصیات تھیں، آپکی زندگی کے آخری دور میں جس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے انسان اور انسانی تہذیب کی جانب منتقل ہو گئے۔

اکثر و بیشتر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ میری طرح کٹر مادہ پرست انسان جس کے یہاں خدا کا تصور بہت پہلے ہی مر چکا ہے، کس طرح رابندر سنگیت جس کا ایک بڑا حصہ محض پوجا کے گیتوں پر مشتمل ہے، کی تعریف اور سراہنا کرتا ہے، اس کا جواب یہ نکلتا ہے۔ ان میں سے بیشتر گیت ایک بیگانہ انسان کے ان جذبات سے پُر ہیں جو خدا کے حضور میں پیش

یے گئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ گیت بہترین بنیادی اور انسانی عناصر
مشتمل ہیں خدا اور محبوب دونوں ہی لازمی طور پر ایک ہیں لہذا مادہ
پرست یا مارکس پرست ہونے کے باوجود رابندر سنگیت سے وابستگی
میں مشکل کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیئے بشرطیکہ وہ انسان حساس
ہو۔ میں رابندر سنگیت کا ایک زبردست مداح ہوں اور مجھے اکثر شاعر کی
پرستش پارے نظر آجاتے ہیں جبکہ ان نغموں کی بہت ساری دھنوں کو
بھی میں پورے طور پر سمجھ نہیں پایا ہوں۔ مارکس نے ہمیں عقل و دلیل
کی تعلیم دی ہے اور یہ ایک ایسے جدلیاتی مادہ پرستانہ سائنسی اشاریے
والا ایک مکمل نظام پیش کرتا ہے لیکن دلیل یا وجہ علم کے حصول کیلئے
محض ایک ذریعہ ہے اور اس کے دائرہ عمل کی حد بندی بھی ہو چکی ہے۔
درحقیقت شاید یہ عدم دلیل کا ہی حصہ ہے جو ذہن کے میدان عمل پر پوری
طرح تسلط رکھتا ہے۔ یہ عدم دلیل ہی ایک انجانے انسان کو داخلی آزادی
عطا کرتا ہے اور یہ داخلی آزادی ہر انسان کے اندر ایک سماجی انسان
ہونے کے ناطے موجود ہوتی ہے۔ یہ بے حسی یا عدم دلیلی ہی نے انسان کو
مجبور کیا کہ وہ خدا کی تخلیق کرے اور خدا ایک ایسا تجریدی وسیلہ ہے
جسے انسان نے کبھی بھی نہیں کھونا چاہا ہے یہاں تک کہ آج بھی خدا کی
تخلیق کا یہی سبب ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص نغموں کی تنقید و ستائش
کے لئے میکانیکی طور پر منطق کا سہارا لیتا ہے تو اسے اپنے مقصد میں ناکامی
ملے گی جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ مارکس خود بھی بھوت کی داستانوں کو بڑے
شوق سے پڑھتا اور اپنے بچوں کو سنایا کرتا تھا۔

چونکہ نغموں کا جائزہ لینے کے لئے کوئی اصول یا قاعدہ مرتب نہیں
کیا جاسکا ہے اس لئے رابندر ناتھ کے چند ہم عصروں نے آپ پر بڑی
بے دردی کے ساتھ تنقید کے نشتر چلائے کیونکہ یہ لوگ آپ کے الفاظ
کی شاعرانہ ندرتیں اور ڈھا کی جاتی گہرائی، جنہیں آپ نے
اپنی ادبی تخلیقات میں جا بجا استعمال کیا ہے، کی ستائش نہیں کر پائے
ہیں۔ "سنار تاڑی"، کی تشریح سطحی دلیلی طریق عمل سے نہیں ہو سکتی ہے
اور اس لئے آپ کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ لیکن اس سے آپکی
تخلیقی ذہانت مجروح نہیں ہوئی۔ آپ نے ایک ماضی کا کردار نبھاتے
ہوئے کئی گراں قدر ڈرامے لکھے۔ مثلاً 'مکتا دھارا'، 'اچلایاتن'،
'رکتا کارابی'، 'چنڈالیکا'، 'ناٹیر پوجا' وغیرہ۔ یہاں آپ نے ایک فنکار

اور آزادی دلانے والے کا کردار بیک وقت بخوبی ادا کیا ہے جبکہ
اس دور میں آپ نے بڑی بے چینی کی حالت میں رات دن مصوری
کی ہے۔ آپ کی زندگی کا یہ دور مضحکہ خیز طور پر منفرد رہا ہے۔ اگر
آپ ساری زندگی خوبصورتی اور حسن کی پرستش ہی کیا کرتے تو
آپ اپنی ان تصویروں میں حسن و جمال کو بدصورتی کا جامہ پہنا دیتے
جن میں انسانوں کے بیچ جانوروں کے چہرے بھی نظر آتے ہیں۔ آپ
کی ذات کے اندر عرصہ دراز سے مخفی تاریکی اب باہر آنے لگی۔
فنکاروں کا مکتبۂ بنگال جسے آپ نے شانتی نکیتن میں پروان
چڑھایا تھا کو بھی مستند ہو جانا پڑا تھا۔ فی الحال اگر آپ مصوری
کے فن سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے تو مکتبۂ بنگال کے فنکاروں کو
آگے بڑھنے میں مدد نہیں ملتی۔ آج بھی آپ کو بڑی بے دردی کے
ساتھ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

بے شمار جدید نقادوں نے رابندر ناتھ پر تنقیدیں بڑے
زور شور سے کی ہیں۔ آپ نے بالزاک، بودلیئر یا دوستووسکی جو کم و بیش
آپ کے ہمعصر تھے"، کی طرح کیوں نہیں لکھا؟ ان تنقیدوں کو نظر انداز
کرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن ان کے جوابات نہایت ہی سہل ہیں۔ آپ بالزاک
کی طرح لکھ سکتے تھے بشرطیکہ آپ فرانس میں پیدا ہوئے ہوتے،
آپ کا بچپن نہایت رنج و تکلیف میں گزرا ہوتا، آپکی ماں نے آپ سے
علیحدگی اختیار کر کے دوسری شادی کر لی ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ آپ
دوستووسکی کی طرح بھی لکھ سکتے تھے بشرطیکہ آپ روس میں پیدا ہوتے،
آپ کو اپنی جان ڈرامائی طور پر بچا کر بھاگنا ہوتا، آپ کو فائرنگ
اسکوائڈ کا سامنا کرنا پڑتا، بعد ازاں سائبیریا کے برفیلے ریگستان
میں قید کی سزا کاٹنی پڑتی وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے اسی طرح سے لکھا جس
طرح سے آپ کو لکھنا چاہیئے تھا۔ آپ اس ملک یعنی ہندوستان
میں پیدا ہوئے۔ زمیندارانہ روایت کے پس منظر کے خلاف چلی تحریک
کے باوجود بھی یہاں کی زندگی پرسکون رہی ہے۔ ان ہی روایتوں کو ساتھ
لے کر آپ آگے بڑھے اور ان ہی گراں قدر اقدار نے آپ کو ایک ہمہ گیر
انسان کا تصور بخشا۔ میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ زندگی کا ایک عظیم سفر۔
اس سفر کی صحیح عکاسی آپ نے اپنی مایہ ناز تخلیق گیتانجلی میں جسے
آپ نے زندگی کے آخری دور میں تصنیف کی تھی، میں کی ہے۔

رابندر ناتھ پر اس طرح کی تنقیدیں بھی کی گئی ہیں کہ رابندر ناتھ کو جنس، جبر و استبداد، تشدد اور غربت کے حالات سے سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور یہی اسباب تھے جنہوں نے آپ کو ایک ایسے علاقے میں جانچ پڑتال کرنے سے روکا جو حقیقت کی قد آدم تصویر پیش کرتا ہے۔ اس حملہ کو بلاشبہ جزوی طور پر قبول کیا جا سکتا ہے اور آپ خود بھی اس امر سے کم واقف نہیں تھے۔ آپ کے ڈراموں، ناولوں اور افسانوں میں ہم لوگ ایسے مرد اور خواتین سے ملتے ہیں جو جنس، جبر و استبداد، تشدد اور غربت کے بہت زیادہ ستائے ہوئے نہیں ہوتے ہیں تاہم بلاشبہ آپ کے افسانوں میں جیتے جاگتے ایسے مرد و خواتین نظر آتے ہیں جو گمبھیر انسانی حالات کا شکار بنے ہوتے ہیں۔ دانشور حضرات، جو ادب میں جیتی جاگتی زندگی کی حرف بہ حرف پرچھائیوں کو تلاش کرتے ہیں، کو رابندر ناتھ کی تحریروں کے مطالعہ سے مایوس ہو گی۔ لیکن آپ کے کردار کو اپنے خیالات، اپنے خوابوں، پیار کی کمی، انصاف کی چاہ، ریاستی حکام، موجودہ سماجی قاعدوں اور روایتوں کے اخلاقی جنگ کے لئے بہت ساری مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ وہ شخص جو اسکی تعریف نہیں کر پاتا ہے نہایت ہی بیچارہ ہے۔ ایک دانشور ہونے کے باوجود وہ انسانی مسئلوں کو سنجیدگی سے لینا لازمی نہیں سمجھتا ہے۔ اس طرح کے دانشوروں کا ایک وسیع حلقہ ہمارے ارد گرد موجود ہے۔ ہم لوگوں کو چاہئے کہ اکثر و بیشتر ہمیں ان کے سوالوں کا جواب دینے کی جگہ انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے۔ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ یہاں میرا مقصد صحیح معنوں میں رابندر ناتھ کو ناقدوں کے حملوں سے بچانا نہیں ہے اور نہ ہی میرا مقصد یہ تجویز رکھنا ہے کہ آپ کی ہر تخلیق آج بھی مقبول عام ہے۔ وقت نے آپ کی تخلیقات کے ایک حصہ کو کھا ڈالا ہو گا۔ اسکے باوجود وقت ہی آپ کی تخلیقات کے ایک بڑے حصہ کو دائمی حیات عطا کرے گا۔ انسانیت پر آپ کے افکار جو مذہب، زبان، نسل، مقام اور وقت سے بالاتر ہو کر آپ کی تخلیقات اور مقالات پر مشتمل ہیں، رہتی دنیا تک قائم رہیں گے اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ زمین کے اس خطہ پر رہنے والے لوگ اگر بنگلہ بولنا جاری رکھیں تو سالہا سال تک اس ریاست میں رابندر ناتھ کے جنم دن کو ایک تہوار کے طور پر مناتے رہیں گے اور کثیر النسل ثقافت کبھی بھی ان کی ثقافت پر غالب نہیں ہو پائیگی اور ان کی شناخت اپنی جگہ برقرار رہے گی کیونکہ آج بنگلہ ثقافت پر کثیر النسل ثقافت کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ ایس اے خان) ■■

بقیہ: ٹیگور کی نظر میں عورت کا مقام

یاد رکھتے ہوئے صرف اپنی پسند، اپنی خواہش اور اپنی ضرورت کے لحاظ سے پرتیما کو نہ دیکھو۔ وہ اپنے طور پر کھلے اور پھول بنے ——— یہ تمہاری ذمہ داری ہے" (خط بنام رتھندر، ۱۹۱۰ء)

- " اگر مجھے کٹھن راہوں میں ہمراہ رکھو
  اپنے تفکرات میں مجھے شریک کرو
  اگر اجازت دو کہ
  میں تمہاری مشکلات میں مدد کروں
  اگر مجھے دکھ سکھ کا ساتھی بنا لو
  تب ہی ——— تم
  مجھے درحقیقت پہچان پاؤ گے" (نظم "چترانگدا" ۱۸۹۱ء)
- "اے عورت اب تو
  محض بھگوان کی تخلیق نہیں ہے
  مرد نے تجھے سندر بنایا ہے
  اپنے دل کی گہرائیوں سے
  شاعر نے
  سنہرے تخیل کے تاروں سے
  تیری پوشاک بنائی ہے
  سنگ تراش (فنکار) نے
  کتنی آرزؤوں سے تیرے بت کو تراشا ہے
  کتنے رنگ، کتنی خوشبو، کتنے زیورات
  سمندر سے موتی اور کانوں سے سونا نکالا ہے" (نظم "مانسی" ۱۸۹۶ء)
- "مجھے خوش رکھنے کی خاطر تم زیادہ محنت نہ کرو، صرف دل سے چاہنا ہی کافی ہے۔ ہاں اگر تم میں اور مجھ میں ہر کام اور ہر خیال میں یکسانیت ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اگر تم میرے ساتھ حصول علم میں حصہ لے سکتیں تو میں خوش ہوتا۔ میں جو کچھ جاننا چاہتا ہوں، تمہیں بھی سمجھاتا۔ میں نے جو سیکھا ہے وہ تم بھی میرے ساتھ سیکھو۔ زندگی میں دونوں کا ساتھ مل کر ہر میدان میں قدم اٹھانے سے آگے بڑھنا کتنا سہل ہو جاتا ہے" (شریک حیات کے نام خط ۱ دسمبر ۱۹۰۱ء)



ٹیگور کی ایک نظم

ترجمہ
نیاز فتح پوری

میں دروازے دروازے گاؤں کے راستے بھیک مانگنے جارہی تھی
جب تیرا سنہرا رتھ چمکدار خواب کی طرح دور فاصلہ پر نظر آیا
میں متحیر رہ گئی کہ یہ کون بادشاہوں کا بادشاہ ہے!

میری اُمیدیں بلند ہوئیں اور میں نے خیال کیا کہ میرے بُرے دن
اب ختم ہوگئے ہیں، میں اس انتظار میں کھڑی ہوگئی کہ اب
بلا سوال بھیک ملے گی اور دولت چاروں طرف خاک میں بکھر جائے گی۔

گاڑی کھڑی ہوگئی، جہاں میں کھڑی تھی
تو نے مجھے دیکھا اور مسکراتا ہوا نیچے اُتر آیا
میں نے ایسا محسوس کیا گویا حیات کا لمحہ خوش کامی آخرکار آگیا ہے
ناگہاں تو نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا اور پوچھا کہ
"میرے دینے کے لئے تیرے پاس کیا ہے؟"
آہ! یہ بھی کیا شاہانہ مذاق تھا کہ تو نے
اپنا ہاتھ ایک بھکاری کے سامنے بھیک کے لئے پھیلا دیا
میں گھبرا گئی، پریشان ہوگئی
پھر میں نے اپنی جھولی سے
آہستہ آہستہ چھوٹا سا حقیر دانہ غلّہ کا نکالا اور تجھے دیدیا
لیکن میری حیرت کتنی بڑھی ہوئی تھی
جب شام کو میں نے اپنی جھولی فرش پر خالی کی
اور اس ذلیل ڈھیر میں ایک دانۂ زر میں نے پایا
میں پھوٹ پھوٹ کر روئی اور یہ جی چاہا
کہ میرے پاس دل ہوتا کہ اپنا سب کچھ تجھے دے دیتی

(گیتانجلی سے)



رابندرناتھ ٹیگور کے گیت اور سنگیت

شانتی رنجن بھٹاچاریہ

رابندر ناتھ کو اپنی تخلیقات میں اگر کسی چیز پر اعتقاد یا کامل بھروسہ تھا تو وہ ان کے گیت ہیں جو بنگلہ زبان میں ان کے نام پر "ربندر سنگیت" کہلاتے ہیں انھوں نے اپنے گیتوں کے سلسلے میں بارہا کہا ہے کہ ان کے گیت لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیں گے اور وہ ان گیتوں کے سہارے امر رہیں گے گیت ان کی سادھنا ہے، تپشیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ "مجھے یہ دنیا اور لوگوں سے محبت ہے اسی محبت کو میں نے اپنے گیتوں میں سمو لیا ہے۔ میری یاد میرے گیتوں میں محفوظ رہے گی اور باقی جو کچھ بھی ہے مٹ جائے گا۔"

آج ربندر ناتھ کے گزر جانے کی تقریباً نصف صدی بعد ان کی بات تسلیم کر لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی چونکہ آج ان کے گیت گھر گھر مقبول ہیں ریڈیو کلکتہ ہو ریڈیو ڈھاکا ہر روز ربندر سنگیت کے پروگرام ہوتے ہیں۔ اور بنگالیوں کا شاید ہی کوئی ایسا کلچرل پروگرام ہو یا جلسہ ہو جس میں مختلف فنکار ربیدر سنگیت نہ گاتے ہوں۔

بنگال گیتوں کا دیش ہے۔ یہاں کے لوگ گیتوں کے متوالے ہیں۔ مقام میمن سنگھ (جو آج کے بنگلہ دیش کا ایک بڑا شہر اور ضلع کا صدر مقام بھی ہے) کے نام کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ایک انگریز جس نے وہاں کا دورہ کیا تھا یہ دیکھا کہ سب ہی لوگ گاتے بجاتے ہیں لہذا جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ کے علاقے کے لوگ کیا کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا "My men sing" یعنی میرے لوگ گاتے ہیں اور یہی ہوتے ہوتے اس علاقے کا نام ہو گیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہو یا نہ ہو لیکن میمن سنگھی گیت بھی مشہور ہیں۔ جناب سلیم اللہ فہمی نے بنگال کی دیہی زندگی (مشرقی بنگال) پر لکھتے ہوئے لکھا تھا۔[1]

"کشتیوں کی بازی ایک عجیب و غریب چیز ہے۔ ... ان کا مقابلہ ہوتا ہے ... گانے بجانے میں بڑی افراط ہوتی جاتی ہے۔ ہارنے والا ہی گاتا ناچتا ہے اور جیتنے والے کا پوچھنا ہی نہیں ... کھیت اور کھلیانوں میں کام کرتے کشتیاں چلاتے، غرض ہر موقعہ پر گانوں کا بے حد رواج ہے۔ بھٹیالی۔ ساری"

جاری، باؤل، مرشدی، معرفتی وغیرہ لوک سنگیت ہر شخص کو سیکڑوں زبانی یاد ہوتے ہیں۔ جو گاتا ہے جی کھول کر گاتا ہے۔ موسیقی ان کی گھٹی میں ہوتی ہے۔ شاعر گویئے دیہات سے دیہات جاتے ہیں۔ سے سے نئے گانے سات دنوں تک سناتے ہیں۔ وہاں چاول پیسے، جو مل گیا سمیٹا اور دوسرے گاؤں چل کھڑے ہوئے۔ ان کے جانے کے بعد ایک مدت تک موسیقی کا طوفان بپا رہتا ہے جسے دیکھئے یہ نئے نئے گانے گاتا ہی رہتا ہے، گانا بجانا، بانسری بجانا ... ہر بڑے بوڑھے اور بچے کی فطرت میں داخل ہے۔"

ربندر ناتھ نے کتنے گیت لکھے کہنا مشکل ہے۔ عام طور پر خیال ہے کہ ان کے گیتوں کی تعداد تقریباً تین ہزار ہیں۔ صرف "گیت بتیان" میں دو ہزار پانچ سو گیت شامل ہیں۔ ٹھاکر نے گیت لکھ کر اور ان کو گا کر نہ صرف بنگالیوں کے دلوں میں گھر بنا لیا بلکہ "گیتانجلی" جو ان کے گیتوں کا ایک مجموعہ ہے پر ہی ان کو "نوبل انعام" ملا ہے یعنی گیت لکھ کر ہی انھوں نے دنیا کا دل بھی جیت لیا۔

بنگلہ زبان کی شاعری میں کوئی استاد اور شاگرد کا سلسلہ نہیں ہوتا لیکن موسیقی اور سنگیت میں یہ سلسلہ قائم ہے اس سلسلہ میں ربندر ناتھ کا تعلق "وشنو پور گھرانہ" (بنگلہ تلفظ بشنو پور) سے رہا ہے۔ اگر ہم سلسلے کی کڑیاں ملائیں تو یہ سلسلہ تان سین تک پہنچ جاتا ہے۔ تان سین کے دوست گرد پیر بخش (بیکھادج کے نامور استاد) اور بہادر سین، بنگال میں بشنو پور کے راجا رگھوناتھ سنگھ کے دربار سے منسلک ہو گئے تھے! اسی بہادر سین کے شاگردوں میں گدادھر چکرورتی، رام شنکر بھٹاچاریہ اور ناظر (پورا نام معلوم نہ کر سکا) مشہور ہوئے۔ رام شنکر بھٹاچاریہ کے شاگردوں میں کھیتر موہن گوسوامی، رادھیکا پرشاد گوسوامی، جدو ناتھ بھٹ، اننت لال بندوپادھیائے اور گوپیشور بندوپادھیائے نامور ہوئے اور ربندر ناتھ ٹھاکر نے سنگیت کی ابتدائی تعلیم اسی جدو ناتھ بھٹ سے پائی ہے۔ اس طرح ان کا تعلق وشنو پور گھرانہ سے ہے۔

ابتدائی دور میں (۱۸۸۰ء تا ۱۸۹۰ء) ٹھاکر صرف کلاسیکی سنگیت کے متوالے تھے۔ خاص کر دھرو پد راگ کے۔ اس کے بعد خیال، ٹپہ اور ٹھمری کی

---

[1] رسالہ "خاور" ڈھاکہ۔ جون ۱۹۵۳ء

11

طرف جھکے لیکن ٹیگور نے ان کو خاص لگاؤ رہا ہے۔ ٹھاکر نے اپنے دل کی ترجمانی گیتوں میں سب سے بہتر طور پر کی ہے۔ مختلف ممالک کی تہذیبی تاریخ پر غور کریں تو ہم دیکھ پائیں گے کہ تہذیب کے ابتدائی دور میں گیت اور شاعری میں فرق نہیں تھا۔ اس عہد میں شاعری تخلیقات گیت ہی کی شکل میں ہوتی تھیں۔ رسم الخط یا تو ایجاد نہیں ہوا تھا یا اگر کسی ملک میں ہوا بھی تھا تو چند لوگ ہی رسم خط سے آگاہ تھے۔ لہذا شاعر کی زندگی کی بقاء کا ایک ہی راستہ تھا کہ کلام کو سُر سے گائیں اور لوگ بطور گیت ان کو یاد رکھیں پھر رفتہ رفتہ سماج کی ترقی کے ساتھ گیت اور شاعری ایک دوسرے سے پرے ہٹ گئے۔ شاعری نے اپنی راہ الگ نکال لی۔ اس کے باوجود آج بھی ان دونوں میں کئی پہلوؤں کا رشتہ قائم ہے۔ ہندوستان کی تہذیبی تاریخ بھی یہی ہے۔ رگ وید کے اشلوک سُر سے گائے جاتے تھے — ویدک عہد میں شاعری اور سنگیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے تھے اور دونوں کی دیوی سرسوتی کے روپ میں سامنے آئی۔ سیکڑوں سالوں تک یہی دھارا قائم رہا اور پھر الفاظ اور گیت، شاعری اور سنگیت جدا جدا ہونے۔ دونوں کے الگ الگ اصول قائم ہوئے۔ شمالی ہند میں ہندی گیتوں میں سُر (راگ راگنی) نے اہم مقام حاصل کر لیا۔ لہذا ہندوستانی سنگیت میں راگ راگنی کو اہمیت حاصل ہوئی اور الفاظ کم سے کم رہ گئے یعنی کوئی ایک مختصر مصرعہ یا دو چار الفاظ یعنی بول ہی ہندوستانی راگ کے لئے کافی قرار دیئے گئے اور ایک مکمل گیت کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن بنگال میں ایسا نہیں ہوا۔ لہذا بنگالی سنگیت میں الفاظ کی اہمیت قائم رہی اور مکمل گیت گانے کی ضرورت باقی رہی اور آج بھی یہی ہے۔ شاعری کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ایک فرد سمجھ سکے۔ چونکہ شاعری کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ باتیں کہنے کا ایک ترقی یافتہ فن ہے اور پھر شاعری کو سمجھنے کیلئے تعلیم یافتہ ہونا بھی ضروری ہے ورنہ اشعار کا درست مطلب سمجھنا مشکل ہوتا ہے اور نہ ہی شاعری کا لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ گیت اور شاعری میں ایک بنیادی فرق ہے حالانکہ دونوں میں خیال کی ادائیگی "الفاظ" ہی کرتے ہیں اور "چھند" (بحر) دونوں کے لئے ضروری ہے لیکن میں "الفاظ" کو سُر اور تال سے نئی زندگی بخشی جاتی ہے لہذا گیت دلوں کو زیادہ موہ لینے کی قوت رکھتا ہے۔

بنگال میں سیکڑوں ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی کسی نہ کسی قسم کے گیت گانا ہے۔ مثلاً جھڑا سنانے والے، کتھکتا کرنے والے، یا ترائی گانے والے، جاترا کے گیت گانے والے، کول گیت والے، منگل گیت والے (عموماً اگر منگل ہو تو عورتیں گاتی ہیں) پدآولی والے اور پھر کرتن کرنے والے۔ ان سب گیتوں کی الگ الگ قسمیں اور سُر ہیں۔ اس کے علاوہ گاؤں گاؤں میں سیکڑوں ماخول کے گیت گاتے ہیں پھر ماجھی کے بھٹیالی گیت ہیں، میمن سنگھی گیت ہیں، ساری گیت، جاری گیت، مرشدی، معرفتی گیت، سیاما گیت، آگ منی، بھاؤ آئی گیت، بگھیرا، نکھیرا جیٹکا، الکاپ، آنسو یا آنسو، کرم گیت، جھومر گیت اور دیگر مختلف لوک گیت ہیں۔ اس کے علاوہ اکھڑائی، ہاف اکھڑائی، کھیمٹا اور ڈپ یا ٹپے بھی ہیں لیکن ان گیتوں کا تہذیبی معیار پست ہے اور عموماً اخلاق سے گری ہوئی باتیں ان گیتوں میں ہوا کرتی ہیں۔ بہر حال بنگال گیتوں کا ایک گلستان ہے۔ بنگال کے دونوں بڑے شعراء رابندر ناتھ اور نذر الاسلام گیت کار بھی رہے اور ان دونوں نے بنگلہ زبان میں گیتوں کا انمول اضافہ کیا، یہ گیت اب ان کے ناموں پر "رابندر سنگیت" اور "نذرل گیتی" کہے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بنگال میں رابندر ناتھ سے گیتوں کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مشہور گیت کار دھرجٹی پرشاد مکھوپادھیائے نے رابندر ناتھ کے گیتوں کے سلسلے میں لکھا ہے[1]۔

"رابندر ناتھ سُر میں ایک نیا طرز لائے۔ جس کی سنگیت کی دنیا میں تان سین کی "درباری کا نڑا" یا "میاں کی ملہار" سے کم قدر و قیمت نہیں ہے۔ رابندر ناتھ کے گیت معل طریقہ یا ہندوستانی سُر کے لیت نہیں ہیں جس سے ٹھاکر نے دیہاتی گیت یعنی باؤل، کرتن اور بھٹیالی کو جانا تب سے ان کو اپنی راہ ملی، آزادی ملی۔ اس سے قبل وہ نقل نویس تھے اور یہاں سے وہ آزاد تخلیق کار ہوئے۔"

اور بقول دھرجٹی پرشاد "ٹھاکر نے دربار سے دور، گاؤں میں، عام لوگوں میں، ان کی زندگی اور تہذیب میں، سنگیت کی تلاش کی ہے اور مٹی سے قریب ہو کر ٹھاکر کو نئی زندگی ملی۔ مشہور ادیب نقاد سکمار سین نے ٹھاکر کے گیتوں کے سلسلے میں لکھا[2]

"موسیقی کا اسلوب، نغمے اور آہنگ کی تخلیق کرنے میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعض نغمے، ساز پر قابل آزمائش نہیں ہیں لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس نغمے میں خود ہی اس کا سُر پوشیدہ ہے۔ ٹھاکر کے نغمے اور آہنگ میں بے پناہ کشش ہے، جو صرف لوک گیتوں کے طرز اور موسیقی کی ترقی یافتہ دیورلی بھی بلند معیار کے مرکب ہونے ہی سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ جن موسیقی اور نغمے

---

[1] ربیندر ناتھ سمرتی۔ مدیر وشوناتھ دے۔ پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۱۵
[2] تاریخ بنگلہ ادب۔ سکمار سین ص ۵۵۳۔۵۵۴

میں اپنی بھرپور روانی ہو، وزن ہو، اور حسن تمام خوبیوں کے گھل مل جانے سے ہی وجود میں آتی ہو، یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی ٹھاکر کی موسیقی جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولتی ہے۔"

برہمو سماج کے لئے برہمو سنگیت لکھتے ہوئے رابندر ناتھ نے گیت لکھنا شروع کیا۔ مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کا تعلق برہمو سماج سے تھا اور وہ ۱۸۶۰ء میں برہمو سماج کے صدر ہوئے تھے۔ برہمو سماج میں گیت گائے جاتے تھے جن کو "برہمو سنگیت" کا نام دیا گیا۔ مہرشی دیویندر ناتھ خود گیت کے متوالے تھے اسلئے جوڑا سانکو ٹھاکر گھرانہ گیت گانے والوں کا ایک مرکز بن گیا تھا اور اس گھر سے اس وقت کے نامور سنگیت کاروں کا تعلق تھا۔ مثلاً جدو بھٹ، رادھیکا پرشاد گوسوامی، کویشیو سرجی، سریندر ناتھ بنرجی اور ندریا کو وستو چکرورتی وغیرہ۔ رابندر ناتھ کو بچپن میں ان استاد کلاکاروں کے گیت سننے اور ان سے بہت کچھ جاننے اور سیکھنے کا موقع ملا۔ خود مہرشی دیویندر ناتھ نے بھی رابندر ناتھ کی ہمت افزائی کی ہے۔ مہرشی خود برہمو سنگیت لکھا کرتے تھے اور گا کر سنانے کے لئے رابندر ناتھ بھی بلائے جاتے تھے۔ اور یہ بات بھی سچ ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مہرشی دیویندر ناتھ اپنے لائق فرزند سے برہمو سنگیت سن کر بہت خوش ہوتے تھے اور انھوں نے پانچ سو روپیہ رابندر ناتھ کو انعام دیا تھا۔ جب گھر کا یہ حال ہو اور گھر کے بڑے اس طرح ہمت افزائی کریں تو پھر سنگیت کی دنیا میں آگے بڑھنے کا شوق کیوں نہ پیدا ہو۔

اس کے بعد جب اپنی آبائی زمینداری کے سلسلے میں رابندر ناتھ کو شلائی داہ جانے اور دیہی علاقوں میں گھومنے کا موقع ملا تب وہ دیہی بنگال کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ لالن فقیر سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ بہرحال ملاقات ہو یا نہ ہو لالن کے گیتوں سے بے حد متاثر ہوئے تھے اور انھوں نے باؤل سنگیت سے بھی بہت کچھ سیکھا۔ پھر شانتی نکیتن آشرم میں بھی ان کو گیت لکھنے اور گانے کا بہترین ماحول ملا۔ یہاں انھوں نے اس علاقے کے آدی واسی یعنی سنتالی گیت اور رقص سے فائدہ اٹھایا۔ اس کے برسوں بعد جب انھوں نے یورپ اور امریکہ وغیرہ کا بار بار سفر کیا اور سنگیت کی محفلوں میں شریک ہوئے تو مختلف ممالک کی موسیقی اور گیتوں کے سلسلے میں جانا اور ان ملکوں کو ہندوستانی سنگیت سے آگاہ کیا۔ ٹھاکر مختلف ممالک کے سنگیت سے کتنے متاثر ہوئے اور خود انھوں نے ہندوستانی سنگیت کلا سے دنیا کو کس طرح متاثر کیا وہ ایک الگ موضوع ہے جس پر لکھنے کیلئے کئی صفحات درکار ہیں۔

بہرحال جب ٹھاکر نے روح بنگال کو جانا، بنگال کی مٹی سے قریب ہوئے تو بنگال کے دیہی گیتوں کی طرف جھکے۔ انھوں نے کلاسیکی راگ راگنیوں اور دیہی اور بھٹیالی اور دیگر لوک گیتوں سے نہایت ماہرانہ طور پر اپنے لئے گیتوں کی دنیا بسائی۔ ٹھاکر کے گیتوں کے سلسلے میں ڈاکٹر آرنالڈ (Arnold A Bake) نے لکھا ہے[1]۔

"یہ قابل غور ہے کہ کس طرح ٹھاکر میں تینوں بہتے دھارے، مغربی موسیقی، کلاسیکی موسیقی اور لوک موسیقی گلے ملے اور کس طرح مغربی اور کلاسیکی موسیقی رفتہ رفتہ لوک موسیقی میں ضم ہو گئی۔ جیسے جیسے تنغیہ کے دور سے قدیم بنگلہ دیشی شاعری اور سب سے بڑھ کر رواں دواں لوک موسیقی نے ان کے من کو جلا بخشی اور اسے ایک خالص ہندوستانی موسیقی میں ڈھال دیا۔"

لارڈ کرزن کے تقسیم بنگال (۱۹۰۵ء) کے خلاف پورے بنگال میں زبردست بیداری پیدا ہوئی تھی ان دنوں تقسیم بنگال کے خلاف جو تحریک چلی اس میں رابندر ناتھ نے کھل کر حصہ لیا۔ بنگال بھر میں سینکڑوں جلسے ہو رہے تھے اور بے شمار گرما گرم گیت لکھے جا رہے تھے اس طرح ہزاروں گیت لکھے گئے جو سودیشی گیت کہے جاتے ہیں لیکن سب سے زیادہ سودیشی گیت رابندر ناتھ نے لکھے اور ان کے کئی گیت ان دنوں مقبول ہوئے بلکہ آج بھی تقریباً اسی (۸۰) سال بعد ان میں سے کئی گیت مقبول عام ہیں۔ ان گیتوں میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے لیکن ٹھاکر کے یہ گیت حالانکہ بنگال کو سامنے رکھ کر اک وقتی تحریک کے تحت وجود میں آئے تھے پھر بھی سب کے سب گیت محض بنگال کے نہیں ہیں صرف چند مشہور گیتوں کا تعلق بنگال کی سرزمین سے ہے۔ مثلاً

(۱) بنگال کی مٹی، بنگال کا پانی

(۲) میرا سنہرا بنگال، مجھے تم سے محبت ہے۔

ان گیتوں میں علاقائیت ہے لیکن کئی گیت ایسے ہیں جو پورے ہندوستان کے لئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) اے میرے ملک کی مٹی، تجھے میرا سلام

(۲) میرا جنم سپھل ہے کہ میں اس دیس میں پیدا ہوا

اور بھی

---

[1] Indian music and Rabindernath Tagore By Arnold A Bake. 1930

(۳) جن گن من ادھی نائک جئے ہے ـــــ" جو آج ہمارا قومی ترانہ ہے مشکل یہ ہے کہ ہندوستان ایک ایسا عظیم ملک ہے جس میں کئی علاقائی زبانیں ہیں۔ اور یہاں کے گیت کسی نہ کسی علاقائی زبان میں ہوں گے اور ان علاقائی خصوصیات ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ سودیشی تحریک کے سلسلے میں ربندر ناتھ نے جو سیکڑوں گیت لکھے ان میں جن گیتوں کا تعلق پورے ہندوستان سے ہے وہ بھی کل ہند پیمانے پر (علاقائی زبان میں ہونے کی وجہ سے) پھیل نہیں سکے۔ پھر دیش بھکتی کے ان سودیشی گیتوں میں وہ گیت بھی شامل ہیں جن سے قومی شعور ابھرا، جن گیتوں نے تحریک آزادی کو آگے بڑھایا۔ مثلاً۔

(۱) اگر تری آواز پر کوئی لبیک نہ کہے
تو ـــــ تُو ـــــ اکیلا چل، اکیلا چل، اکیلا چل

(۲) ترے اپنے بھی تجھے چھوڑ جائیں گے
اس لئے تُو کوئی فکر نہ کر

(۳) آگے چل، آگے چل، بھائی

(۴) چھی چھی ـــــ آنسوؤں سے زمین کو تر نہ کر

(۵) اب اور دیر نہیں
ہاتھ سے ہاتھ ملاؤ

(۶) تیز ہوائیں چل رہی ہیں
اطراف سے بادل گھر آئے ہیں

ربندر ناتھ کبھی کسی سلسلے میں تنگ نظر نہیں تھے۔ اس کی مثال اُن کے گیتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس دور کی سیاست میں وسعت کی کمی ضرور تھی چونکہ اس وقت تک سیاست سے عوام کا تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ خاص کر کسان مزدور سیاست سے دور تھے سیاست سے عموماً کھاتے پیتے گھروں کے لوگ ہی دلچسپی رکھتے تھے اور کہا بھی یہی جاتا تھا کہ سیاست میں حصّہ لینا غریبوں کا کام نہیں ہے۔ لہذا کھاتے پیتے گھروں تک سیاسی سرگرمیاں محدود تھیں۔ اس طبقے نے دیش کو "ماں" کا روپ دیا اور ایک دیوی کے طور پر اسے پیش کیا۔ متوسط طبقہ میں ہندو ہی زیادہ پڑھے لکھے تھے لہذا تحریکِ آزادی میں "دیوی مادر وطن" کی جو تصویر ابھری اس کا تعلق ہندو تہذیب سے زیادہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ربندر ناتھ نے جو سیکڑوں دھارمک گیت لکھے وہ محض ہندوؤں کے لئے نہیں، اور وہ مادر وطن کو ایک "دیوی" کی طرح پیش کرنے کے بھی خلاف رہے حتیٰ کہ ان کے بھکتی گیتوں میں ہم کسی خاص دیوی یا دیوتا کا تصوّر نہیں پاتے ہیں اور نہ ہی وہ "شکتی پوجا" کے طرفدار تھے۔ اس کی وجہ ان کا برہمو سماج ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ انھوں نے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے پولین سین کے نام لکھا:۔

"ایک دن میرے مرحوم دوست ہیم چندر ملک شری بپن پال کے ساتھ آئے اور مجھ سے درخواست کی کہ میں خاص طور پر درگا دیوی کے ساتھ مادر وطن کی دیوی کو ملا کر ایک درگا پوجا کے موقع پر ہونے والے جلسہ کیلئے دیش بھکتی کے موضوع پر ایک گیت لکھوں۔ میں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ ایسی بھکتی کا میں قائل نہیں ہوں اور میرے لئے ایسا کرنا ناانصافی ہوگی۔"

یوں تو ٹھاکر کے گیت انکے کئی مجموعۂ کلام میں بھی شامل ہیں اور کئی ڈراموں میں بھی گیت ہیں لیکن "گیتانجلی، گیت مالیہ اور گیتالی" جو ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۴ء کے درمیان شائع ہوئے۔ ان کے گیتوں کے تین اہم مجموعے ہیں اور ان تینوں کا موضوع بھی یکساں ہے یعنی یہ سب بھکتی گیت ہیں۔ ٹھاکر نے مختلف موسموں سے متعلق بھی گیت لکھے اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ انھوں نے بچوں کیلئے بھی گیت لکھے۔ غالباً ٹھاکر کے علاوہ آج تک کسی اور فنکار نے بچوں کے گلے کے لائق گیت نہیں لکھے۔ انکے یہ گیت نہایت آسان زبان میں ہیں جو بچے آسانی سے ادا کر سکتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے کیا خوب کہا ہے:

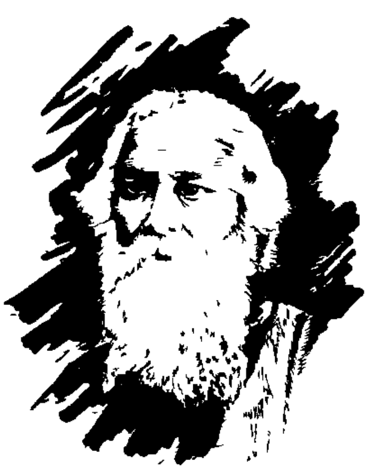
"تم مجھے سہل لکھا کہتے ہو
سہل لکھنا، سہل کام نہیں"

مختصر یہ کہ بنگال کے لوگ جو گیتوں کے متوالے ہیں ان کو ٹھاکر نے سیکڑوں گیت دیئے اور پہلی بار کلاسیکی سنگیت جو صرف راجاؤں یا رئیسوں کے درباروں یا محلوں تک محدود تھا اس کو بنگال کے لوک گیتوں سے ملا کر ربندر ناتھ نے عوام کیلئے گیت رکھے اور ان گیتوں کو شمر دیکر ہندوستانی سنگیت میں قابل قدر اضافہ کیا۔ ربندر سنگیت ٹھاکر کی زندگی ہی میں مقبول ہو گئے تھے۔ صرف بنگال نہیں بلکہ پورے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر دیگر ممالک میں بھی انگریزی ترجمہ ہو کر ربندر سنگیت یورپی ممالک میں پہنچ گئے اور ربندر سنگیت کے فن کو جاننے کے لئے غیر ممالک سے کئی لوگ شانتی نکیتن میں بنگلہ زبان کی تعلیم حاصل کرنے بھی آتے رہے اس سلسلے میں آرنالڈ باک (Arnold A Bake) کا نام خاص طور پر لینا ضروری ہے۔ انکے علاوہ بررو (G.K. Brezzo) وہ فنکار ہیں جنھوں نے کئی ربندر سنگیت کا انگریزی ترجمہ کیا اور ان گیتوں کو سُر دیا۔ اس سلسلے میں مس یسوجین لولز، اور مس وکٹوریہ کینگسلی کے نام بھی اہم ہیں جو عرصہ تک شانتی نکیتن میں ربندر سنگیت کی تعلیم پاتے رہے۔

قیدی

"قیدی تجھے کس نے باندھا ہے
اتنا کس کے"
مالک نے مجھے باندھا ہے
بجّر کے سمان سخت ڈور سے
دل میں تھا کہ سب سے زیادہ
میں ہی بڑا بنوں گا
راجا کی کوڑی جمع کی تھی
اپنے گھر میں
نیند آنے پر سو گیا تھا
مالک کا بچھونا بچھا کر
جاگ کر دیکھتا ہوں بندھا ہوا ہوں
اپنے بھنڈار میں
"بھائی قیدی کس نے گڑھا ہے
اس بجّر ایسے مضبوط بندھن کو"
میں نے خود ہی گڑھا تھا
بہت کوشش کر کے
سوچا تھا یہ عظیم کام
سارے جگت کو اپنی گرفت میں لے لیگا
ایک میں ہی رہوں گا آزاد
اور سبھی ہوں گے غلام
اسی لئے گڑھا ہے دن رات ایک کر کے
لوہے کی زنجیر کو
کتنی آگ کتنی ہونگ پیٹ
اسی کا کوئی ٹھکانا نہیں
گڑھنا جب ختم ہو گیا ہے اس بھاری اور کڑی زنجیر کا
تو دیکھتا ہوں مجھے قید کر رکھا ہے
میری ہی زنجیر نے

• کتھیا ۲۲ اگست ۱۹۰۶ء



عصاءِ حکومت

اپنا عصاءِ شاہی ہر ایک کے ہاتھ میں
خود ہی سونپ دیا ہے ہر ایک کے اوپر
تم نے حکومت کا بار رکھ دیا ہے اے شہنشاہ
تمہاری اُس عظیم عزت افزائی کو اس مشکل کام کو
تمہیں سلام کر کے اپنے سر لے لوں
حلم کے ساتھ تمہارے کام انجام دیتے ہوئے میں نہ ڈروں
کبھی کسی سے

معافی ایک ہیچ کمزوری ہے
اے پُر جلال، وہاں بے مروت بن سکوں
تمہاری ہدایت سے میری زبان میں
حق بات تیز تلوار کی طرح جھلمل کر اُٹھے
تمہارے اشارے پر تمہاری شان قائم رکھوں
تمہارے انصاف کی کرسی پر اپنا مقام لیکر

جو بے انصافی کرتا ہے اور جو بے انصافی سہتا ہے
تمہاری نفرت اسے تنکے کی طرح جلائے

• نئے ویگھ جون جولائی ۱۹۰۱ء



ٹیگور کی نظر میں عورت کا مقام

رابندر ناتھ کی مختلف تحریروں میں جابجا عورتوں کے مسائل اور ان کے جذبات و احساسات کا بے لوث بیان ملتا ہے دراصل وہ زندگی کے ہر میدان میں عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش دیکھنا چاہتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں عورتوں کو بلند مرتبہ حاصل ہے ان کی نظموں، کہانیوں، مکاتیب و دیگر مضامین میں عورت کے سلسلے میں اچھے اور مثبت خیالات پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں ٹیگور کی مختلف تخلیقات سے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش ہیں۔ یہ اقتباسات شانتی رنجن بھٹاچاریہ کے ایک مضمون "عورت ٹیگور کی نظر میں" سے ماخوذ ہیں۔ ادارہ:

- "عورت کو سماج سے دور رکھ کر ہم سُکھ اور ترقی سے کتنے پیچھے رہ گئے ہیں اس کا اندازہ ولایت کے سماج سے لگایا جا سکتا ہے۔

("سفرنامہ یورپ خطوط" ۱۸۷۹ء سے)

- "ہمارے دیش کے والدین ان کلیوں کو (لڑکیوں کو) شاخ پر رکھ نہیں سکتے بس آٹھ سال کی کلیوں کی شادی رچا دیتے ہیں اور زبردستی کلیوں کو کھلا کر پھول بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا بے چاریوں میں ۲۰ سال کی عمر ہوتے ہی مرجھا کر ختم ہو جانے کے تمام آثار نظر آنے لگتے ہیں" ("نن پھول" ۱۸۸۱ء سے)

- "بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ تعلیم نسواں عام ہوئی ہے لیکن کیا وہ بھی کوئی تعلیم ہے؟ کیا دو ایک انگریزی یا امرت لینے سے حتیٰ کہ انٹرنس تک پڑھ لینے سے دشوار راہوں کو پار کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جاتی سکتی ہے؟ سیکڑوں برسوں سے پشت در پشت چلی آنے والی فرسودہ روایات سے چھٹکارا پالینا معمولی تعلیم اور صلاحیت کا کام نہیں ہے"۔ ("تنقید" ۱۸۹۲ء سے)

- "جب عام لوگوں کی تعلیم کا سوال پیدا ہوتا ہے تو تعلیم یافتہ طبقے کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہم لوگ نوکر کہاں سے پائیں گے؟ تعلیم نسواں کے سلسلے میں بھی یہی بات کہی جاتی ہے کہ اگر وہ تعلیم حاصل کر لیں تو چولہا ہانڈی اور جھاڑو وغیرہ کا کام تو بالو لوگوں کے حصے میں آ جائیگا۔

("تعلیم نسواں" ۱۹۱۵ء سے)

- "بیوی کو محض شوہر کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے سماج نے ہزاروں مشینیں بنائی ہیں۔ لیکن اس کی کمزور اور مجبور بیوی کو شوہر کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ نہیں بنایا گیا ہے"۔ ("باہمی تعلقات" ۱۹۲۸ء سے)

- "ہمارے ادب میں عورت نے جو اہم مقام حاصل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی عورتیں، مردوں کے مقابلے میں بہت ہی بلند کردار رکھتی ہیں" ("مرد و زن" ۱۸۹۲ء)

- "عورت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ماں اور دوسری محبوبہ۔ اگر موسم کے ساتھ تشبیہ دیا ہو تو ماں موسم برسات ہے۔ وہ پانی دیتی ہے، پھل دیتی ہے اور پیاس مٹاتی ہے، آسماں سے خود برستی ہے، روتی ہے، خشکی دور کرتی اور قحط کو مٹاتی ہے ــــ اور محبوبہ موسم بہار ہے۔ مستی سے بھرپور امرت ہے اس کی مایا۔ اس کے چنچل خون میں بیاکل، بیتاب لہریں ٹھاٹھیں مارتی روح کی گہرائی میں پہنچ جاتی ہیں جہاں سونے کی دنیا کا ایک تار خاموش ہے، جھنکار کے انتظار میں"۔ ("دو بہنیں" ۱۹۳۳ء سے)

- "نیا زمانہ آیا ہے۔ ایک طویل عرصے تک انسانی تہذیب صرف مردوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اس تہذیب کو سیاست کو، معاشیات کو، سماجی اصولوں کو مردوں نے تعمیر کیا۔ عورتیں پس پردہ گھر کے کونے میں پڑی رہیں، وہ منظر عام پر نہ آ سکیں لہٰذا وہ تہذیب ایک طرفہ تھی۔ وہ انسانی تہذیب کا ایک رُخی سرمایہ تھا۔ وہ سرمایہ جو عورتوں کے دل کے خزانے میں دفن تھا، آج اس خزانے کا دروازہ کھلا ہے۔ گھر کی دوشیزہ آئے دن دنیا کی دوشیزہ بنکر منظر عام پر آ رہی ہے"۔ ("ناری" ۱۹۳۶ء سے)

- "بھور ابھی ابھی ہے۔ سنسار اور اپنے معمولات میں اس کا علم ابھی ناتمام ہے۔ لہٰذا اس کے دل کو بیدار کرنے کی ذمہ داری تمہیں لینی ہوگی۔ زندہ دلی کی تمام تر خوراک تمہیں فراہم کرنی ہوگی۔ اس کے اندر جو طاقتیں پوشیدہ ہیں ان میں سے کوئی بھی طاقت (صلاحیت) مرجھانہ جائے۔ یہ ذمہ داری تمہاری ہے۔ تم اسے انسان کے طور پر دیکھو محض جنسی خواہش کے تحت یا گھر والی کے طور پر ہی نہیں۔ اس میں جو قوتیں پنہاں ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے مرجھا جائے تو دیگر تمام صلاحیتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا، یہ بات

(باقی ص۹ پر) 16

پندرہ روزہ
کلکتہ

مغربی بنگال

کبیر نمبر

جلد نمبر ۴۶ - یکم ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء - شمارہ نمبر ۱۷ تا ۲۰

مدیر اعلیٰ :- تارا پدا گھوش
نائب مدیر :- محمد مصطفیٰ

دفتر ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

تقسیم کار

بزنس منیجر :
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۶، کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

اس خصوصی شمارے کی قیمت ۵ روپئے

مشمولات

● تصاویر بشکریہ ساہتیہ اکادمی، نیشنل بک ٹرسٹ اور حکومت مغربی بنگال
● تزئین و ترتیب: مصطفیٰ اکبر ● کتابت۔ محمد اصغر علی انصاری



گفتنی

وحشت نمبر اور فیض نمبر کی از حد مقبولیت کے بعد اب کبیر نمبر آپ کے ذوقِ مطالعہ کی تشفی کے لئے پیش ہے۔ ہم اس خصوصی شمارے کی اشاعت کے ذریعے سنت کبیر کو ان کی ۶۰۰ ویں سالگرہ کے موقع پر دلی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ان کی خدمت و عظمت کے اعتراف میں ہماری جانب سے یہ ایک ادنیٰ سا ہدیۂ خلوص ہے۔

کبیر سے متعلق بہت ساری باتیں صدیوں سے سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ ان پر متعدد کتابیں بھی لکھی گئیں۔ بھلا ایسا کون ہوسکتا ہے جو کبیر کے نام اور کام سے واقف نہیں۔ لیکن یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ کبیر نے عالم انسانیت کے لئے محبت و اتحاد کا جو چراغ روشن کیا تھا اس کی روشنی مرورِ زمانہ کے ہاتھوں معدوم ہوگئی ہے۔ اور شاید اسی لئے بنی نوع انسان کا مستقبل بھی تیرہ نصیب ہوگیا ہے۔

کبیر کی پوری زندگی مجاہدانہ رہی۔ انھوں نے انسانی سماج میں ہونیوالے ظلم و استبداد، مذہبی تعصب و استحصال، نسلی و لسانی بھید بھاؤ کی لعنتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیں کیوں کہ وہ انھیں انسانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں تصور کرتے تھے۔ انھوں نے مطلق العنان شاہی فرمان اور طبقاتی نظام کی حکمت عملی کے خلاف بھی جہاد کیا جو عوام کے مفادات کے یکسر خلاف تھے اور جن کے تحت انسان امیر و غریب، آقا و غلام، ادنیٰ و اعلیٰ اور اونچ نیچ کے متعدد خانوں میں بٹ گیا تھا۔ کبیر نے مساوات و یکسانیت کا سبق دیا۔ انھوں نے فلسفۂ وحدانیت کے ذریعے تمام انسانوں کو از سرِ نو متحد کرنے کی کامیاب کوشش کی ـــ دراصل کبیر انسانی عظمت کے قائل تھے اسی لئے وہ انسان کو ہر لحاظ سے خوش و محترم دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد انسانی سماج میں امن و محبت، مساوات و اتحاد اور صلح و رواداری کو عام کرنا تھا تاکہ انسان دنیا میں اپنی خوشحالی و ترقی کے ذریعے اپنی عظمت کا ثبوت پیش کرسکے۔

کبیر نے اپنے پیغام کو عام کرنے کیلئے شاعری و موسیقی کو وسیلۂ اظہار بنایا۔ انکے دوہے اور بانی آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ آج کے متعصب ماحول میں کبیر کی اہمیت و افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ نمبر کبیر کے پیغامِ محبت و اتحاد کو عام کرنے میں معاون ثابت ہوگا ـــ اس نمبر کو زیادہ سے زیادہ پُر وقار، متوازن اور متنوع بنانے کیلئے غیر مطبوعہ مضامین کے ساتھ ساتھ مطبوعہ مضامین بھی شامل اشاعت کئے گئے ہیں تاکہ ان سب کی شمولیت سے اسے ایک دستاویزی حیثیت حاصل ہوسکے۔ ہم ان تمام اصحابِ قلم کے شکر گزار ہیں جنکی شمولیت سے اس شمارے کو ہر لحاظ سے جاذب، ذی وقار اور معلومات افزا بنایا جاسکا۔

مشمولات میں جن انفرادی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان سے حکومت اور ادارے کا متفق ہونا لازمی نہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ ان سبھوں کے ارتکاز سے کبیر کی شاعری و شخصیت کے مختلف گوشے ابھر کر سامنے آجائیں۔

کبیر نمبر کیسا ہے؟ اس کا فیصلہ آپ ہی کریں گے۔ ••

محمد مصطفیٰ (اکبر)

सत्यमेव जयते

Buddhadeb Bhattacharjee
Minister
HOME (POLICE) INFORMATION & CULTURAL AFFAIRS DEPARTMENTS
GOVERNMENT OF WEST BENGAL
WRITERS BUILDINGS
PHONE 215-2[illegible]45

پیغام

(Message)

کبیر قرونِ وسطیٰ کے ایک مشہور ھندوستانی صوفی شاعر اور موسیقی کار تھے جب بھی فرقہ وارانہ انتشار نے اپنا ناپاک سر اٹھانے کی کوشش کی ھے ھمارے وطن کی تاریخ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی شاندار نظیر قائم کی ھے۔ اس لحاظ سے ۱۳ویں اور ۱۴ویں صدیوں کے دوران کبیر کا وجود بھی سیکولرزم اور انسانیت کے کاذ کی طرح تاریخی اھمیت کا حامل رھا۔ انھوں نے اپنے دوھوں اور اشعار کے ذریعے محبت اور یکجہتی کے پیغام کو عام کر کے ھمارے عظیم الشان موروثی اور تہذیبی اتحاد کو ازسرِ نو جلا بخشی۔

رواداری اور بھائی چارگی پر مبنی کبیر کے خیالات آج بھی آزمودۂ وقت اور تصدیق شدہ ھیں۔ آج جب ملک مختلف فرقہ وارانہ تصادم اور انتشار سے دوچار ھے، کبیر کی حیات و خدمات نیز ان کے متعدد خیالات بالخصوص تصوّرِ انسانیت کا مجسمہ من کر مثال پیش کر رھی ھیں۔ وقت کا تقاضہ ھے کہ ھم کبیر کو اپنے دل و عقیدت و عمل سے یاد کریں۔

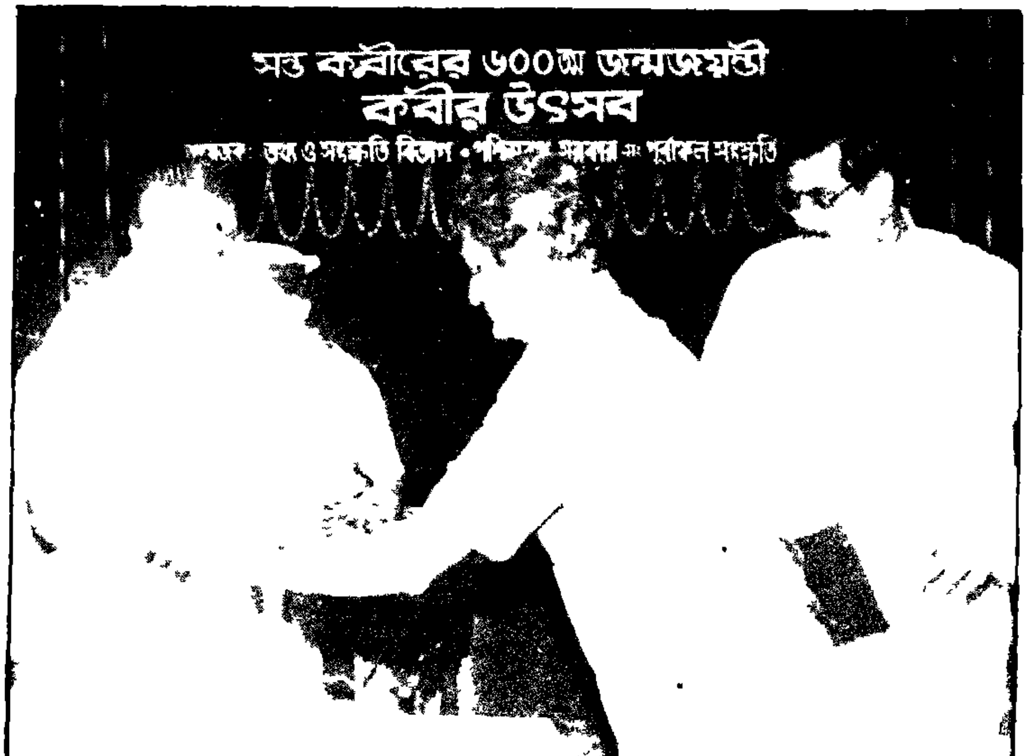
میں کبیر کی ۶۰۰ویں سالگرہ کے موقع پر حکومت مغربی بنگال کے اردو ترجمان پندرہ روزہ "مغربی بنگال" کے اس خصوصی شمارے کی اشاعت کے لئے اپنی بہت ساری نیک تمنّائیں پیش کرتا ھوں۔

بدھادیب بھٹاچارجی
وزیر داخلہ (پولس) واطلاعات وثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال

(انگریزی سے ترجمہ)



ریاست میں سنت کبیر کی ۶۰۰ ویں سالگرہ منائی گئی



کبیر کی ۶۰۰ ویں سالگرہ کے موقع پر رویندر سدن میں منعقدہ ایک تقریب میں شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری گورنر مغربی بنگال کو گلدستہ پیش کرتے ہوئے۔

ریاستی حکومت نے ریاست بھر میں اپنے مختلف پروگرام کے ذریعے عظیم انسانیت کے پرستار اور موسیقی کے خالق سنت کبیر کی ۶۰۰ ویں سالگرہ تزک و احتشام کے ساتھ منائی۔ اس موقع پر کلکتہ، ہوڑہ، آسنسول، سلی گوڑی، مالدہ، جلپائی گوڑی، چندن نگر، ڈائمنڈ ہاربر سمیت مغربی بنگال کے مختلف علاقوں میں ۳۰ جولائی تا ۱۰ اگست تقریبات منعقد کی گئیں۔ کلکتہ کے رویندر سدن میں منعقدہ دو روزہ پروگرام کا افتتاح ہوا۔ مغربی بنگال کے گورنر شری شیامل کمار سین نے گزشتہ ۳۰ جولائی کو اس دو روزہ پروگرام کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ ملک انتہائی اضطرابی دور سے گزر رہا ہے۔ ہمیں کبیر کی انسانیت اور رواداری کے عظیم خیال کے پرچار کے لئے خود کو از سر نو وقف کر دینا چاہئے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ذات پات کی لعنت اور مذہبی تعصب سے مالا تر ہونے کے لئے کبیر کے خیالات کا پرچار وسیع پیمانے پر ہونا چاہئے۔

اس موقع پر پروفیسر سدھیر چکرورتی نے کبیر کے حالات زندگی اور فلسفۂ حیات سے متعلق انتہائی دلکش انداز میں اظہار خیال کیا۔ افتتاحی تقریب کا آغاز کبیر کے بھجن سے ہوا جسے سواگتہ لکشمی داس گپتا اور پنڈت اجے چکرورتی نے اپنے مترنم آواز میں پیش کیا۔ دوسرے دن کے پروگرام میں ڈاکٹر پوتو سرکار نے اپنی تقریر میں دور حاضرہ سے کبیر کی مماثلت پر سیر حاصل بحث کی۔ اس سے قبل ریبا مہوری نے اپنی سُریلی آواز میں کبیر کا بھجن پیش کیا۔ براتاتی بدھوپادھیے کبیر کی کئی نظمیں سنائیں۔ اس موقع پر چیتنائے کبیر پر ایک ڈرامہ پیش کیا۔

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال اور ایسٹرن زونل کلچرل سنٹر نے مشترکہ طور پر عظیم شاعر انسانیت اور موسیقی کار سنت کبیر کی ۶۰۰ ویں سالگرہ کے موقع پر انھیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے عظیم الشان تقاریب کا انعقاد کیا۔ ان تقاریب کا اصل مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعہ دردِ انسانیت سے معمور اس عظیم شاعر اور مغنی کے پیغامِ محبت انسانیت اور قومی یکجہتی اور موروثی اتحاد کے درس کو عام لوگوں تک پہنچایا جا سکے۔ ●●



کبیر خدا آشنا

علقمہ شبلی

وسعتِ آسماں
رنگ و بوئے زمیں
ہیں نہ زنجیر پائے جنوں
قیس سیماب پا
دشتِ کرب و بلا سے گزرتا ہوا
ساحلِ آبِ حیواں کے پاس آگیا
اے کبیرِ خدا آشنا!
اک نظر سے تری
راستے ضوفشاں ضوفشاں
ہر قدم کہکشاں کہکشاں
تجھ سے ہندوستاں
غیرتِ صد جناں
چشمِ ہندو کی تو روشنی
دلِ مسلماں کا تجھ سے جواں
تیرا نقشِ قدم
شمعِ راہِ وفا
بول تیرے کہ پیغامِ الفت کہیں
درسِ مہر و محبت کہیں

آج لیکن وطن یہ ترا
اک نمونہ جہنم کا ہے
آگ، شعلہ، دھواں
درد، نالہ، فغاں
رقصِ ابلیس کا ہر طرف
چاک چاک آدمیت کا پیراہن خوشنما
زندگی نوحہ خواں
آگہی سرگراں

آرزو دل کی ہے
عام ہو پھر پیامِ محبت ترا
تیری بانی دلوں میں اتر جائے پھر
جامِ الفت کا ہو دور پھر بزم میں
رشکِ جنت ہو پھر یہ جہنم کدہ
زندگی دل ربا دل ربا
روشنی جاں فزا جاں فزا
اے کبیرِ خدا آشنا
پیکرِ مہر و صدق و صفا!



شاعرِ انسانیت کبیر

محمد امین

انسانیت کے نام صوفی سنت کبیر نے جو پیغام دیا تھا وہ آج بھی تر و تازہ اور سبق آموز ہے۔ اس وقت پورے ملک میں صوفی سنت کبیر کی چھ سوویں سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ وہ ۱۳۹۸ عیسوی میں سارس کے قریب پیدا ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان پر پٹھان بادشاہ بہلول کی حکومت تھی۔ ان کی پیدائش اور اصلیت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں لیکن مورخوں کا ایک خیال ہے کہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور دوسرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک برہمن کے گھر پیدا ہوئے تھے لیکن ان کی پرورش ایک مسلمان جولاہے کے گھرانے میں ہوئی جس نے ان کو دستی کاری کا کام سکھایا اور کبیر کپڑے بن کر گھوم گھوم کر بیچتے اور اسی سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتے۔ وہ شادی شدہ تھے۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی ان کی اولاد تھی۔

کبیر کی ایک خاصیت تو یہ تھی کہ وہ ان پڑھ تھے اس کے باوجود فلسفہ کا بہت گہرا دھیان رکھتے تھے۔ ان کی زندگی محنت شاقہ، عزم، جدوجہد اور انسانیت کی محبت میں گزری اور انھوں نے ایک سو بیس سال کی طویل عمر پائی۔ انھیں دوہے اور موسیقی سے گہرا لگاؤ تھا اور وہ صوفیوں سنتوں سے متاثر تھے۔ انھوں نے ماریکے ویشنو عالم سوامی راما نند کو اپنا گرو مانا تھا لیکن وہ مورتی پوجا کے سخت خلاف تھے اور اس تصور کی بھی انھوں نے شدت سے مخالفت کی تھی کہ بھگوان کبھی انسان کے روپ میں اوتار بن کر آ سکتا ہے۔ وہ ایسے دور کے صوفیوں اور سنتوں کے ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی باتوں کا کھل مذاق اڑایا کرتے تھے۔ تمام مذاہب بالخصوص ہندو اور مسلمان کو ہم آہنگ کرنے اور مذہبی منافرت کی جگہ رواداری، ملت اور محبت کا پیغام دیتے تھے۔ انھوں نے مذہبی کٹر پنتھی اور تنگ نظری پر بھی تیکھا طنز کیا ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق سر منڈانے سے پاپ دھل جاتے ہیں اس عقیدے کا مذاق اڑاتے ہوئے انھوں نے کہا تھا ؎

موند منڈائے کا ہوئے جب منوا ناہیں منڈائے
مچھلی سدا جل میں رہئے دھوئے باس نہ جائے

(ترجمہ: بس سر منڈانے سے کیا ہوگا جب کہ دل صاف نہ ہو۔ مچھلی تو ہمیشہ پانی میں رہتی ہے لیکن جتنا دھوؤ اس کی مہک نہیں جاتی۔)

پھر یہ کہا کہ ؎

پانی بیچ ہو مچھلی پیاسی موہے سن سن آوت ہنسی
گھر میں وستو نظر نہیں آوت بن بن پھرت اداسی

(ترجمہ: جب میں سنتا ہوں کہ پانی کے اندر رہنے والی مچھلی پیاسی ہے تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ گھر کے اندر مادہ ہے پھر جنگلوں کی خاک چھان کر کیا ملے گا؟)

مرزا غالب نے کہا تھا ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اور کبیر نے کہا ؎ کبیرا کھڑا بازار میں سب کی مانگے خیر
نا کاہو سے دوستی نا کاہو سے بیر

(ترجمہ: کبیر بازار میں کھڑا ہو کر سب کی خیر مانگتا ہے۔ نہ تو اسے کسی سے دوستی ہے اور نہ کسی سے دشمنی۔)

اور یہ شعر ملاحظہ ہو ؎ آتم گیان بنا جگ جھوٹا کیا متھرا کیا کاشی؟

(ترجمہ: اپنی پہچان کے بنا دنیا جھوٹی ہے اور کاشی، متھرا بھی بے معنی۔)

کبیر نے یہ کہا تھا ؎ کنکر پتھر جوڑ کے مسجد لئی بنائے
تا چڑھ ملا بانگ دے کا بہرا ہوا خدائے

اور پھر کہتے ہیں ؎ پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا پنڈت بھیا نہ کوئے
ڈھائی آکھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئے

(ترجمہ: کتابیں پڑھ پڑھ کے دنیا مر گئی لیکن کوئی عالم نہ ہو سکا اور جس نے محبت کے ڈھائی حروف پڑھ لیا وہ عالم ہو گیا۔)

دیو ناگری میں پریم لکھنے میں ڈھائی حروف کا ہی استعمال ہوتا ہے۔

آج جب کہ ہندوستان میں فرقہ پرستی جنون کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ اقلیتوں پر کھلے عام حملے ہو رہے ہیں۔ پانچ سو سال پرانی مسجد توڑی جا چکی ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کو زندہ جلا دیا جا رہا ہے اور ریاستی مشنری کا ایک حصہ ان ہولناک جرائم کے ارتکاب میں مجرموں کی مدد کر رہا ہے اس وقت کبیر کا امن بھائی چارہ، مساوات اور اتحاد کا پیغام بہت وزن رکھتا ہے۔

کبیر کے اوصاف سے گرونانک بہت متاثر ہوئے تھے۔ ان کا بھی مشن ہندو مسلم اتحاد تھا اور ان کے کلام کو سکھ مذہب کی مقدس کتاب آدی گرنتھ میں شامل کیا گیا ہے۔ وہ ایک خدا پر یقین رکھتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ اس خدا کو پانے کے لئے کسی محدود مقام پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو ہر جگہ ہے وہ ذات پات اور پیری مریدی کے بھی خلاف تھے۔ انھوں نے کہا تھا "ہندو رام کا نام لیتا ہے اور مسلمان رحمان کا اور دونوں آپس میں لڑتے مرتے ہیں لیکن حقیقت سے کوئی واقف نہیں ہے"۔

سائنس کی ترقی نے انسان کے دیرینہ مسائل بھوک، بیروزگاری، ناخواندگی، غریبی، خونریزی اور نفرت کو مٹانے کے لئے جو امکانات مہیا کئے ہیں تنگ نظری، خود غرضی اور ذاتی مفادات میں ڈوبی ہوئی اندھی طاقتیں اس پر پانی پھیر دینا چاہتی ہیں۔ ان حالات میں کبیر کا نقطہ نظر دلوں میں امنگ اور ارادوں میں مضبوطی پیدا کرے گا بشرطیکہ کبیر کے خیالات کو چھ سو سال پہلے والے ہندوستان کے تناظر میں دیکھا جائے۔

کبیر ہندو تھے یا مسلمان اس سوال کا جواب انھوں نے خود اس طرح دیا ہے ؎

ہندو کہو تو میں نہیں مسلمان بھی ناہیں
پانچ تتو کا پوتلا گیبی کھیلے ماہیں

(ترجمہ:۔ میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان میں غیب کے کھیل میں پانچ عناصر کا ایک پُتلا ہوں۔)

کبیر اپنی موت کے وقت بھی اپنے خیالات پر مضبوطی سے جمے رہے۔ ہندو عقیدت کے مطابق کاشی میں مرنے والے سیدھے سورگ میں

> سائنس کی ترقی نے انسان کے دیرینہ مسائل بھوک، بیروزگاری، ناخواندگی، غریبی، خونریزی اور نفرت کو مٹانے کے لئے جو امکانات مہیا کئے ہیں تنگ نظری، خودغرضی اور ذاتی مفادات میں ڈوبی ہوئی اندھی طاقتیں اس پر پانی پھیر دینا چاہتی ہیں۔ ان حالات میں کبیر کا نقطہ نظر دلوں میں امنگ اور ارادوں میں مضبوطی پیدا کرے گا۔ بشرطیکہ کبیر کے خیالات کو چھ سو سال پہلے والے ہندوستان کے تناظر میں دیکھا جائے۔

جاتے ہیں جبکہ گورکھپور میں واقع مگہر میں مرنے والے نرک یعنی دوزخ میں جاتے ہیں۔ کبیر مرتے وقت بنارس چھوڑ کر مگہر چلے گئے۔ یہاں بھی انھوں نے اس فرسودہ عقیدے کا مذاق اڑایا۔ مگہر میں ان کے مسلمان چاہنے والوں نے ایک مزار بنایا اور ہندو چاہنے والوں نے ایک مندر بنا کر ان ہی کی پوجا شروع کر دی جس سے انھوں نے منع کیا تھا۔

کبیر نے غلط معنی والے رائج الفاظ پر بھی طنز کیا ہے۔ ایک شعر بہت مشہور ہوا وہ یہ ہے ؎

گھٹتی کو بڑھنی کہے بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہے دیکھ کبیرا رویا

(ترجمہ:۔ جھاڑو کو لوگ بڑھنی کہتے ہیں جبکہ استعمال کرنے سے یہ برابر گھٹتی جاتی ہے اور جب دودھ اچھی طرح پک کر بن جاتا ہے تو لوگ اسے کھویا کہتے ہیں اور جو چیز چلتی ہوئی ہوتی ہے اسے لوگ گاڑی یعنی گڑی ہوئی کہتے ہیں اس بات سے کبیر کو رونا آتا ہے)

۶ سو برس پہلے دنیا میں نہ ریل گاڑی تھی، نہ بجلی، نہ ٹیلیفون تھا نہ ٹیلی وژن، نہ ہوائی جہاز نہ سٹلائٹ، نہ کمپیوٹر سائنس نہ الکٹرونکس، نہ پکی سڑک تھی نہ موٹر گاڑی، سب کچھ انسان جسمانی محنت کے بل بوتے پر کر لیتا تھا۔ لیکن لالچ، حرص، حسد، خودغرضی، نفرت، عداوت، دھوکہ بازی، مکاری اور انسان دشمنی سب کچھ دیکھ کر کبیر نے اس کے خلاف مجاہدانہ قدم اٹھایا تھا اور بدلتی دنیا میں انسان کو کیسا ہونا چاہئے اس کا درس دیا تھا۔ اسی لئے کبیر کا پیغام آج بھی اتنا ہی کارآمد ہے جتنا کہ ۶ سو سال قبل تھا۔ ▪▪



کبیر ہر عہد کا جدید شاعر

ارون کمار باسو

کبیر قرون وسطیٰ کے ہندوستانی سنت شعراء میں سے ایک ممتاز شاعر تھے جو بنارس یا اس کے اطراف میں تقریباً ۱۳۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہیں جیسا کہ اکثر و بیشتر دیگر اولیاء اور مذہبی مصلحوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ ان کی حیات عہد پارینہ کی داستان بنکر گمنامی کی نذر ہو جاتی ہیں۔ پیدائشی طور پر یا تو یہ مسلمان تھا یا اس کی پیدائش کسی ہندو برہمن خانوادے میں ہوئی تھی لیکن بد قسمتی سے اس کی بیوہ ماں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ اس کی پرورش ایک مسلم غریب بنکر خاندان میں ہوئی جیسا روایتوں سے پتا چلتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں لفظ ”کبیر“ کے معنی ”عظیم“ یا ”خدا“ کے ہیں۔ یہ نام ”کبیر“ اسے ایک قاضی نے دیا تھا اس نے ان کے لئے قرآن پاک سے یہ عربی نام نکالا تھا۔ اپنے ایک دوہے میں کبیر کہتا ہے ؎

”کبیرا تو ہی کبیرو تو تیرے نام کبیر
رام رتن تب پائیے جب پہلے تجائے سریر“

یعنی تم عظیم ہو، تم وہی ہو، تمہارا نام کبیر ہے۔ رام رتن کو اسی وقت پاؤگے جب جسمانی وابستگی سے ترک تعلق کر لوگے۔

ہندو اور مسلمان دونوں ہی عرصہ دراز سے ایک بزرگ فقیر اور ایک دلیر مذہبی مصلح کی حیثیت سے کبیر کے نام کی مالا جپتے آئے ہیں۔ ہندوستانی مسلمان بڑے عزت و احترام سے اسے کبیر شاہ کہتے ہیں۔ دوسرے اسے باباجی، کبیر یا کبیر داس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کبیر کی زندگی بے شمار کرشماتی و کراماتی واقعات سے پُر ہے۔ انھوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی تھی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۵۱۸ء میں ان کی موت گورکھپور کے مگھر کے مقام پر ہوئی تھی۔ اس وقت لوگ اس توہم پرستی کے شکار تھے کہ جس کسی کا انتقال مگھر کے مقام پر ہوتا ہے وہ سیدھے دوزخ کی راہ لیتا ہے۔ لہٰذا کبیر نے اس مقام پر مرنے کو فوقیت دی۔

اگرچہ کبیر قرون وسطیٰ کے دیگر سنتوں اور فقیروں — مثلاً نانک، رجب، ردی داس، دادو یا لالن کی طرح ہی پڑھے لکھے نہیں تھے تاہم اعلیٰ ترین شعری ذہانت اور فن موسیقی کی دولت سے مالا مال تھے۔ وہ ایک وسیع مذہبی ثقافت اور تبلیغی جوش و خروش کے مالک تھے۔ انھیں تصوف اور ویدانت دونوں ہی کے فلسفہ کی اچھی اور عمیق جانکاری تھی۔ وہ عظیم ویشنو مصلح رامانند کے معتقد ہو گئے تھے۔ انھوں نے ذات پات کے تفریق کو بت پرستی کے نظریے کو رد کیا اور تمام مذاہب میں یکسانیت و اتحاد کا درس دینا شروع کیا۔ تاریخ کے پنّوں میں کبیر کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سکھ مذہب کے بانی گرو نانک کو کافی متاثر کیا۔ پرانی ہندی اور پنجابی میں کہی گئی۔ اس کی بیشتر نظمیں سکھوں کی مقدس کتاب آدی گرنتھ میں شامل ہیں۔

کبیر نے خاندانی زندگی کو کبھی ترک نہیں کیا اور نہ ہی درستی کی تبلیغ کی۔ وہ شادی شدہ تھے اور ایک بیٹی اور بیٹا کے باپ تھے۔ وہ ایک اوسط خاندان والے انسان کے تمام فرائض کی انجام دہی کرتے تھے۔ وہ خصوصاً اپنی صاف گوئی، دیانتداری اور انسانیت کے لیے کافی مشہور تھے۔ انھوں نے کبھی بھی کسی خاص مسلک، عقیدہ یا مذہب کو راہ نہیں دی۔

کبیر کی صوفیانہ شاعری کا مرکزی اور لازمی جز قادر المطلق اور فرد تنہا کے ایک ہونے میں مضمر ہے۔

کبیر کی شاعری کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے وہ یہ رہے — ساکھی، پد اور رمینی۔ ساکھی سے مراد دو مصرعے کے ہوتے ہیں یا جو عام طور پر دوہا کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ ساکھی کی مثال ذیل میں دی جاتی ہے ؎

پانی بھیک مین پیاسی
موہی سن سن آوت ہنسی
گھر میں وستو نظر نہیں آوت
بن بن پھرت اداسی
آتم گیان بنا جگ جھوٹا
کیا متھرا کیا کاسی

یعنی مجھے ہنسی آتی ہے جب میں سنتا ہوں کہ پانی میں رہتے ہوئے بھی مچھلی پیاسی ہے۔

دیکھتے نہیں ہو کہ "حقیقت" تمہارے گھر پر ہے اور تم اس کی تلاش میں جنگل جنگل تھکے ماندے گھومتے پھرتے ہو۔

یہی سچائی ہے جاؤ تم جہاں چاہو جاؤ، بنارس یا متھرا، کی جانب اگر تمہیں تمہاری روح نہیں ملی تو یہ دنیا تمہارے لئے بے معنی بن جائے گی۔ (رابندر ناتھ ٹیگور کے ترجمے)

ایک مشہور فرانسیسی ماہر کبیریات سارلٹ واڈ ڈیولی نے کبیر کے پدوں (نظموں) ترجمہ انگریزی میں کیا ہے جن سے ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

O you, Servant of God,
don't wander about in distress;
This world is like a town fair,
Where no one will lend you a hand.
(Mefrain)

Allah is the pure among the pure,
but he who doubts sees something else;
Kabir, he who acts like the All-merciful,
he alone knows him

اے تم خدا کے بندے
مصیبت میں ادھر ادھر مت بھٹکو
یہ دنیا ایک بلدیاتی میلہ کی طرح ہے
جہاں کوئی بھی تمہاری مدد کو ہاتھ نہیں بڑھائے گا (میفرائن)

اللہ پاکوں میں پاک و اطہر ہے
لیکن وہ جو شک کرتا ہے، کچھ اور دیکھتا ہے
کبیر وہ جو سبھوں پر رحیم و کریم ہے کی راہ پر چلتا ہے
وہی تنہا اس کو جانتا ہے

کبیر کی شاعری تین خصوصیات کی حامل ہے۔ بھکتی کی حصولی، فلسفیانہ خیالات اور سماجی بیداری کے نکتے، گرچہ کبیر نے رام، کیشو، مادھو یا اللہ جیسے مختلف ناموں کا استعمال کیا ہے تاہم اس کا یہ پکا عقیدہ تھا کہ نجات صرف ایک ہی نام کے جاپ سے حاصل ہوگا۔ ایک سچے گرو کی رہنمائی میں ذات لامحدود میں ضم ہونے کی پہل کی جا سکتی ہے۔ دل کی پاکیزگی اور اعمال کے بغیر بھکتی کی منزل نہیں پائی جا سکتی۔

کس بات نے کبیر کو زندہ جاوید اور حسب حال بنا دیا ہے؟ انھوں نے بت پرستی کی کٹر مخالفت کی تھی۔ وہ انسان کے روپ میں بھگوان کے اوتار پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ وہ روایتی پرستش، اپاس، تیرتھ یاترا، کیسری رنگ کے لبادوں کے پہننے وغیرہ کے بھی سخت مخالف تھے۔ کبیر نے مذہب کی آڑ میں مروجہ منافقت اور مکر و فریب کے خلاف متواتر اور بے باکی کے ساتھ آواز بلند کی۔ ان کے وعظ و نصیحت میں تشبیہ اور استعارے کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ ان کی نصیحتیں براہ راست اور بے تکلف ہوا کرتی ہیں۔ ان کے الفاظ تصنع سے عاری ہوتے ہیں۔ ان کی زبان نہایت ہی سہل ہوا کرتی تھی اور تمثیل اور واقعات سے آراستہ ہوا کرتی تھی۔ باتیں اتنی پرکشش ہیں کہ سنتے ہی دل و دماغ پر اثر ہونے لگتا ہے۔

کبیر جب قریب المرگ تھے اس وقت ان کے ہندو اور مسلمان دونوں ہی پیروکار مسلح گروہ میں بٹ گئے اور مگہر کے مقام پر آپس میں لڑ مرنے کو تیار ہو گئے۔ دونوں ہی گروہ نے اپنے پیر کے جسد خاکی کو حاصل کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اپنی خواہش کے مطابق ان دنوں کبیر ایک چھوٹے سے خیمہ میں زندگی کے آخری دن گن رہے تھے۔ مرنے کے فوراً بعد ان کی لاش کو کپڑے سے ڈھک دیا گیا۔ جب دونوں گروہ نے لاش پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے اس پر سے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لاش کی جگہ ڈھیر سارے پھول رکھے ہوئے ہیں۔ تب اس کے مسلم پیروکاروں نے اپنے حصے کے پھولوں کو اسی مقام پر دفنا دیا اور مرقد

پر ایک بہتان لگا دیا۔ اس کے ہندو پنتھیوں نے ہندو مذہبی رسومات کے مطابق، اپنے حصے کے پھولوں کا کریا کرم کر ڈالا اور اس مقام پر ایک یادگار سمادھی بنا ڈالی گرچہ ان کے پیرا ور گرو اس طرح کے متعصب حرکات کے سخت خلاف تھے۔

سماج میں بیداری لانے والے کبیر کے دوہے ہر عہد میں مطابقت رکھتے ہیں۔ انھوں نے مذہب، سماج اور زندگی کی ظاہرداریوں کو تیاگ دیا تھا۔ اور اندھی عقائد، مذہبی رسومات اور تعلقات کی مذمت کی تھی۔ انھیں صحیفوں ادارہ جاتی مذہب، ذات پات کے نظام، پیری مریدی اور مُلّا اور پنڈت جیسے عناصر سے سخت نفرت تھی۔ ان کے طنزیہ دوہے اس دور کے بنیاد پرستوں کو نشانہ بنانے کے لئے کہے گئے تھے اور یہ دوہے دلیوں کے بھیس، قشقہ اور ٹوپیوں کی آڑ میں شیطانیت کا پردہ فاش کرتے ہیں۔

آج چھ سو سال بعد بھی کبیر ہمارے لئے اتنے موزوں کیوں ہیں؟ تیرہ نصیب دن آنے والے ہیں۔ فرقہ پرستی کے تناؤ روزانہ اخبارات کی سرخیاں بنتے ہیں۔ مذہبی تہذیب سوزی کے نام پر ایک تاریخی مسجد کو ڈھا دیا گیا۔ مذہبی جانبازامن اور دوستی پر حملہ کرنے کیلئے اپنے خنجروں کھولے اور چنگلوں کو کھولنے بیٹھا ہے۔ مختلف عقائد کے لوگوں کو نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ زندہ جلا دیا جا رہا ہے۔ کھیل کے میدانوں اور ثقافتی بساط کو مذہبی تعصب کے زیر اثر درہم کر دیا جا رہا ہے۔ اگر آج کبیر زندہ ہوتے تو بے اختیار یہ کہہ ڈالتے۔

اے بندے! تم مجھے کہاں تلاش کرتے ہو
دیکھو میں تمہارے پاس موجود ہوں
نہ میں مندر میں رہتا ہوں اور نہ ہی مسجد میں
نہ میرا ٹھکانہ کعبہ ہے اور نہ ہی کیلاش
نہ میں رواجوں پناہ لیتا ہوں نہ ہی رسموں میں
نہ ہی یوگ میں ہوں نہ ہی تیاگ میں
اگر تم ایک سچے متلاشی ہو
تو تم مجھے فوراً دیکھ پاؤ گے
تم مجھے وقت کے ہر پل میں ملوگے
کہتا ہے کبیر سنو بھئی سادھو! بھگوان تمام سانسوں میں بستا ہے۔

لہٰذا کبیر کے دوہے اور نغمے حقیقی مذہب کے جواہر کو نمایاں کرنے کے معاملہ میں ہمارے لئے ہمیشہ حوصلہ افزا، حسبِ حال، سدا بہار اور تقویت رساں ثابت ہوں گے۔ سماجی انقلاب کا علمبردار کبیر کے طریقے لئے عمل پیغام انسانیت اور روشن خیالی سے مالا مال ہیں۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جو ان کی شاعری کو منفرد اور عصری بنا دیتی ہیں۔ ■■ (انگریزی سے ترجمہ)

بیجک

کبیر صاحب کی "بیجک" سنت مت کی پہلی کتاب ہے۔ اصل کتاب کا نام بیجک ہے۔ بیجک ہندی لفظ ہے اسکو کنجی بھی کہہ سکتے ہیں مگر بیجک اس کنجی کو نہیں کہتے جس سے معمولی قفل کھولا جاتا ہے بلکہ بیجک نام ہے اس کاغذ کا جس میں کسی مدفون خزانہ کی صراحت اشاروں، مختصر لفظوں اور نقشوں میں ہوتی ہے۔ جن کو بیجک مل جائے وہ بہ آسانی گڑھے ہوئے خزانہ کا پتہ پا سکتا ہے۔

دوئم:۔ بیوپاری اور سوداگر اپنے مال کی فہرست کو بیجک کہتے ہیں۔ جب کہیں غیر جگہ سے کوئی مال ریل یا جہاز پر آتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بیجک بھی بھیجا جاتا ہے تاکہ مال و اسباب کے شمار کرنے اور جانچ پڑتال میں مدد ملے۔ بیوپاریوں میں یہ لفظ عام طور پر مستعمل ہے۔

سوئم:۔ بیجک کا مطلب ہے "بیج" خلاصہ یا جوہر یعنی اس میں ہر شئے کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کا ساماں اس قدر لطافت اور اختصار کے ساتھ موجود رہتا ہے کہ معمولی آدمی اس کا پتہ نہیں پاتے صرف باریک بین نگاہیں سار کو سمجھتی اور دیکھتی ہیں اور اں کی وضاحت کر سکتی ہیں۔ کبیر صاحب کی جس کتاب کا نام بیجک ہے اس میں یہ تینوں باتیں موجود ہیں۔ اول تو وہ پرمارتھ کے خزانے اور عرفان یعنی علم معرفت کے دفینہ کی کنجی ہے دوسرے اس میں ان تمام معیاری مضامین کی فہرست ہے جن کی تعلیم پرمارتھیوں کو دی جاتی ہے اور جن سے واقفیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ تیسرے ان سب باتوں کو "بیج" "دوہے" یا جوہر "خلاصہ اور تتو" کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ ■■

(اقتباس منقولہ از کبیر بیجک مؤلفہ بالوشیو برت لال ورمن)



کبیر: حرفِ محبت

علی سردار جعفری

سرگن کی سیوا کرو، نرگن کا کرد گیان
نرگن سرگن کے پرے، تہیں ہمارا دھیان

بڑی شاعری کی یہ عجیب و غریب خصوصیت ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اپنے خالق سے بے نیاز ہو جاتی ہے، پھر اس کے وجود سے شاعر کا وجود پہچانا جاتا ہے کیونکہ اس کی زندگی کے حالات گزرے ہوئے زمانے کے دھندلکے میں کھو جاتے ہیں اور واقعات افسانے کا لباس پہن لیتے ہیں۔

پرانی تاریخ نگاری چونکہ بادشاہوں، پروہتوں اور سورماؤں کے گرد گھومتی تھی اور انھیں کی داستاں کو اپنا سرمایہ سمجھتی تھی، اس لئے اس نے ہمیشہ باغیوں، شاعروں اور فن کاروں کو نظر انداز کیا اور صرف سزا و جزا کے افسانے باقی رہ گئے (کسی کا منہ موتیوں سے بھر اگیا اور کسی کی گستاخ زبان گدی سے کھینچ لی گئی) لیکن وقت کا انتقام بڑا سخت ہے، بادشاہوں کے کارنامے تاریخ کی کتابوں میں بند ہیں اور شاعروں کے کارنامے دلوں کے اندر درد اور مسرت کی لہریں بن کر اتر گئے ہیں۔ لکشمی اور سرسوتی کی باہمی رقابت میں جیت سرسوتی کی ہوئی اور گن لکشمی کے گائے گئے۔

یہ بات شاید پرانے تاریخ نگاروں کو معلوم نہیں تھی کہ تاریخ محض واقعہ نگاری نہیں بلکہ سماجی اور معاشی رشتوں کی تبدیلی کی داستان بھی ہے اور فکر و شعور کا سفر بھی۔ اس فضا میں آتے جاتے کردار پرچھائیوں کی طرح گھومتے رہتے ہیں اور اگر پرچھائیوں کا نام فراموش ہو جائے تو بھی فرق نہیں پڑتا۔ فکر و شعور کا سفر جاری رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حالات و واقعات کا کبیر، نسل اور تاریخ کا کبیر زندہ نہیں ہے لیکن فکر و شعور کا کبیر، جذبے اور احساس کا کبیر، شعر اور نغمے کا کبیر زندہ ہے۔ ہر دوہا اس کی ہستی ہے، ہر پد (نظم) اس کی ذات، ہر خیال اس کی زبان اور جب ہم اس کے بولے ہوئے لفظوں کو دہراتے ہیں تو کبیر کا ساز بجنے لگتا ہے، شاہی فرمان اور ڈنکے کی آوازیں گونگی ہو جاتی ہیں اور کبیر کے دل سے نکلنے والی صوتِ سرمدی سے روح سرشار ہو جاتی ہے۔ پنڈت کا منتر اور ملّا کی اذان آسمانوں کے سناٹے میں گم ہو جاتی ہے اور کبیر کا حرفِ محبت دھرتی کے سینے میں دھڑکنے لگتا ہے۔

یہ بات اہم نہیں ہے کہ کبیر داس جُلاہے کے بیٹے تھے یا کسی برہمنی کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور جلاہے کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ اہم یہ ہے کہ رامانج (بارہویں صدی) اور ان کے سلسلۂ فکر کی ایک معنوی اولاد رامانند (چودھویں اور پندرھویں صدی) کے خیال سے کبیر کے خیال کا کیا رشتہ ہے۔ بھگتی کے اتر گیان کا تصوف کے وجدان سے کیا تعلق ہے۔ ایران کے صوفی شعراء عطار، رومی اور حافظ کی فکر نے ہندوستان کی فکر کو کس حد تک متاثر کیا ہے، ان کے درمیان کتنی مشترک قدریں ہیں اور اثرات کی یہ بہتی ہوئی گنگا جمنا کبیر کی شاعری میں کتنا حسین سنگم حاصل کرتی ہے۔ جس طرح تفریق اور نفرت کی وہ دیواریں گرائی جا سکتی ہیں جنہیں کبیر نے ڈھا دیا تھا لیکن ان کے بعد کی نسلوں نے پھر اونچا اٹھا دیا۔ اس پر لڑنے مرنے والے کہ کبیر لنگی پہنتے تھے یا دھوتی باندھتے تھے، یہ بھول جاتے ہیں کہ اصلیت لباس میں نہیں برہنگی میں ہے جس نے معنی کے جسم سے لفظوں کے پردے اٹھا دیئے ہوں اور رام اور رحیم کو ایک کر دکھایا ہو اس کو سوت اور کپاس کا لباس پہنانے کی کوشش اور اس لباس کی تفریق پر منافقت اور نفرت انگیزی کتنی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔

کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں کے بارے میں کچھ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا بس اتنی بات یقینی ہے کہ پندرھویں صدی کبیر کی صدی ہے، ان کی عمر کا اندازہ ایک سو بیس سال کیا جاتا ہے۔ ان کے ایک چیلے دھرم داس سے ایک دوہا منسوب ہے جس کے اعتبار سے سم وت ۱۴۵۵ کے اختتام پر کبیر کی پیدائش کی تاریخ جیٹھ کی پورنیما کو سوموار کے دن نکلتی ہے اس بنیاد پر ۱۳۹۸ء سالِ پیدائش قرار پاتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک سالِ پیدائش ۱۴۴۰ء ہے۔ (دیکھئے ایولن انڈرہل کا دیباچہ۔ کبیر کی نظموں کا

انگریزی ترجمہ از ٹیگور) انتقال کا سال ۱۵۱۸ء بھی کبیر پنتھیوں کے ایک مشہور دوہے کی بنیاد پر تسلیم کیا گیا ہے۔

کبیر داس کا اپنا بیان ہے کہ وہ بنارس میں پیدا ہوئے اور مگھر (ضلع گورکھپور) میں وفات پائی۔

سکل جنم سیو پوری گنوایا
مرتی بیر مگھر اٹھ دھایا

یعنی سارا جنم بنارس میں بیتا اور مرتے وقت مگھر چلا گیا۔ اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ مرتے وقت بھی کبیر نے اپنی انقلابی ادا نہیں چھوڑی۔ جس طرح وہ انسانوں کی اونچ نیچ کے قائل نہیں تھے اسی طرح وہ شہروں کی اونچ نیچ کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ عام ہندو عقیدہ یہ ہے کہ کاشی میں مرنے والے کی مکتی ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس مگھر میں مرنے والا دوبارہ گدھے کا جسم لیتا ہے لیکن کبیر جن کو اپنی بھگتی پر پورا اعتماد تھا اس بات کو کب مان سکتے تھے، اس لئے جب عمر کی اس منزل پر پہنچے جہاں موت قریب معلوم ہوئی تو وہ ترکِ وطن کر کے مگھر چلے گئے۔ ملک کے کونے کونے سے لوگ موت کی تلاش میں بنارس آتے ہیں، اور کبیر مرنے کے لئے بنارس سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔

کیا کاشی کیا اُوسر مگھر، رام ہردے بس مورا
جو کاسی تن تجے کبیرا، رامے کون نہورا

(ترجمہ:۔ کاشی ہو یا اُجاڑ مگھر، میرے لئے دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ میرے دل میں بھگوان بسا ہوا ہے۔ اگر کبیر کی روح کاشی میں اس تن کو تج کر نجات حاصل کرے تو اس میں رام کا کون احسان ہے)

اس لئے کبیر جو زندگی بھر کاشی کے باشندے رہے اور بادشاہوں کی طاقت اور تنگ نظر لوگوں کی نفرت بھی ان کو وہاں سے باہر نہ نکال سکی، مرنے کے لئے اپنی مرضی سے مگھر کے باسی ہو گئے۔

ان کی موت کے گرد ان کے چاہنے والوں نے جس افسانے کی تخلیق کی ہے وہ کبیر کے لئے عوام کا سب سے بڑا خراجِ عقیدت ہے۔ ان کی تعلیم کا نچوڑ وہ خالص انسانی محبت ہے جو مذہب کی تفریق اور ذات پات کے جھگڑوں سے پاک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی لاش پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے تلواریں کھینچ لیں، ہندو ان کی لاش کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنا چاہتے تھے، پس اس جھگڑے کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ کبیر کی لاش پھولوں کی ایک ڈھیر میں

تبدیل ہو گئی جسے دونوں فریقین نے برابر برابر بانٹ لیا۔ اس طرح ہندو رسم بھی ادا ہو گئی اور مسلمان رسم بھی اور باہمی اختلاف ختم ہو گیا۔ اب مگھر میں املی کے ایک درخت کے نیچے کبیر کا مزار ہے اور بنارس میں ایک مٹھ ہے جو کبیر چورے کے نام سے مشہور ہے۔

اپنی ذات کے لئے کبیر نے زیادہ تر جولاہے کا لفظ استعمال کیا ہے اور کبھی کبھی کوری اور کمینہ بھی کہا ہے، شمالی ہندوستان میں اب بھی ہندو بنکر کوری کہلاتے ہیں اور نیچ سمجھے جانے کی وجہ سے انھیں کمیں یا کمینہ کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ (مسلم جولاہوں نے اپنے لئے مومن کا لفظ انتخاب کر لیا ہے جس کا کبیر کے عہد میں پتہ نہیں تھا) اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ کبیر کے عہد کے آس پاس ہی کوریوں کی ذات کے ایک بڑے حصے نے اسلام قبول کیا تھا۔

کوریوں اور جولاہوں کی بستیاں پنجاب سے بنگال تک کے علاقے میں پھیلی ہوئی ہیں لیکن پورے قصبے ان سے آباد ہیں، شمالی ہندوستان میں بہار اور بنگال تک ترکوں کی حکمرانی پرتھوی راج چوہان کی شکست (۱۱۹۲ء) کے ساتھ پہنچی۔ ۱۱۹۹ء میں قطب الدین ایبک نے بنارس فتح کیا اور اس کے فوراً بعد ہی محمد بختیار نے بہار کو بہ تیغ کیا اور نالندہ کی مشہور عالم یونیورسٹی کو خاک میں ملا دیا۔ بودھ بھکشوؤں کو قتل کر دیا اور کتابوں کو آگ لگا دی۔ اس طرح بودھ دھرم جس کا زوال بہت پہلے سے شروع ہو گیا تھا اور آٹھویں صدی تک مکمل ہو چکا تھا[1] بارہویں صدی کے خاتمے پر تقریباً نیست و نابود ہو گیا اور نالندہ کے بچے کھچے بھکشو نیپال اور تبت کی طرف بھاگ گئے۔ (بودھ مذہب وہاں پہلے پہونچ چکا تھا) بودھ مذہب کے افسوسناک زوال کے بعد ہندوستان کے نیچ ذات کے اچھوتوں کے لئے اسلام ہی ایک پناہ گاہ رہ گیا تھا (چنانچہ اس عہد میں مشرقی بنگال کے گاؤں کے گاؤں اپنا بودھ دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو گئے) ترک حکمرانوں نے، جو مسلمان سے بڑھ کر فاتح اور حکمراں تھے اور اپنے طبقاتی مفاد کو مذہب پر ترجیح دیتے تھے، اسلام پر ایمان لے آنے والے محکوموں کو برابری کا درجہ نہیں دیا[2] وہ اب بھی کوری کی جگہ جولاہے ہو جانے کے بعد کمینے ہی سمجھے جاتے تھے، اس لئے اُن کی آخری پناہ گاہیں بھگتی اور تصوف کی پریم نگریاں بن گئیں اور ان دونوں خدا پرست اور انسانیت دوست تحریکوں کا حسین امتزاج کبیر داس اور ان کی شاعری کی شکل میں

---

[1] آٹھویں صدی شنکراچاریہ کی صدی ہے اس پر اختلافِ رائے ہے کہ بودھ دھرم کے زوال میں اور اسباب کے علاوہ شنکراچاریہ کا بھی کچھ حصہ ہے کہ نہیں [2] وہ جیسے اسلامی

ظاہر ہوا۔

مفلسی تو ان کا پیدائشی حق اور باپ دادا کی میراث تھی، مگر بھگتوں اور صوفیوں نے اسے ترکِ دنیا کی شکل دیکر انقلابی سا دیا۔ ظاہری مذہب حکمرانوں کے ساتھ جو مال و دولت کے مالک تھے (وہ کبھی شمالی مشرقی پہاڑوں کو عبور کر کے آتے تھے اور کبھی مقامی قلعوں سے اپنی فوجیں لے کر نکلتے تھے) اور باطنی مذہب یعنی تصوف اور بھگتی نے عوام کا ساتھ دیا جو مفلس اور محنت کش تھے (یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ زیادہ تر صوفی اور بھگت دستکاروں کے طبقے سے تعلق رکھتے تھے) ظاہری مذہب کے ملّا، قاضی، محتسب، پنڈت، پروہت وغیرہ بہت مہنگے تھے، جو مذہبی رسوم کے جاننے والے تھے اور حکمرانوں کے اقتدار پر خدا اور بھگوان کی مرضی کی مہر لگاتے رہتے تھے (اونچ نیچ خدا کی دین ہے، بادشاہ زمین پر خدا کا سایہ ہے) لیکن باطنی مذہب کے رہنما یا گرو، فقیر اور بھکشو تھے، ان کے جسم پر گیروا لباس ہوتا تھا یا شاید وہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہاتھ میں بھیک کے پیالے، دل میں غم کی قندیل اور ہونٹوں پر حرفِ محبت، وہ صاحبِ علم نہیں تھے صاحبِ اسرار تھے، عقل والے نہیں تھے عشق والے تھے، ان کے پاس نہ مندر تھے نہ مسجدیں، نہ اوقاف نہ جائیدادیں، ان کے پاس کتاب بھی نہیں تھی، صرف دل تھا، وہ ہر انسان کو یہی بشارت دیتے تھے کہ خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے، انسان کا عشق خدا کا عشق ہے اور یہ تبلیغ و تلقین بالکل مفت تھی۔

طبقاتی نفرت کے بغیر حکمراں حکومت نہیں کر سکتے تھے، لیکن بھگتوں اور صوفیوں نے اس طبقاتی نفرت کے مقابلے پر انسانی برادری اور محبت کا نصب العین رکھا۔ حکمرانوں کے لئے سماجی حیثیت کا معیار دنیاوی دولت تھی، بھگتوں اور صوفیوں کے لئے انسان کے اعلیٰ درجہ کا معیار بھگت پریم اور عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی تھا۔ مال اور دولت کی محبت اور جائدادوں کی بندشیں اس عشق میں کمی کر سکتی تھیں اس لئے ان بزرگوں نے ترکِ دنیا کو اپنی بنیاد کا جز بنایا۔ چنانچہ مولانا جمال الدین رومی نے دولت کو اس کلاہ سے تشبیہ دی ہے جو گنجے کے سر کو چھپاتی ہے۔ خوبصورت زلفوں والے ننگے سر ہی اچھے لگتے ہیں۔ بازار میں بکنے والے غلاموں کے جسمانی حسن کو ظاہر کرنے کے لئے انھیں ننگا کر دیا جاتا ہے۔ ان کی خرید و فروخت کرنے والے امیر اپنے بیمار جسموں کو اطلس اور ریشم کی قباؤں میں چھپائے رہتے ہیں۔

کبیر نے اپنی اس طبقاتی کشمکش کو کبھی فراموش نہیں کیا چنانچہ ایک نظم میں جب مایا سولہ سنگار کر کے اور اپنی مست آنکھوں کی لال تلوار لے کر سامنے آتی ہے اور شاعر کو اپنا بھتار (دولہا یا شوہر) کہہ کر مخاطب کرتی ہے تو شاعر بڑے طنز سے کہتا ہے:

"ہماری ذات جُلاہے کی ہے اور نام کبیر ہے ہمیں تو کبھی کسی نے پوچھا نہیں، تم وہاں جاؤ جہاں تخت بچھے ہیں، باغ آراستہ ہیں، اناج کے بورے بھرے ہوئے ہیں۔ ریشم کی بھرمار ہے۔ اگر اور صندل گھسا جا رہا ہے ہمارے پاس آکر کیا کرو گی۔ ہم تو کمینوں کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں[1]"

ایک اور نظم میں انھوں نے مایا کو جو صاحبِ اقتدار طبقوں کے لالچ کی علامت

جمہوریت کہتے ہیں اس پر ابتدا میں عرب کی قبائلی جمہوریت کے اثرات تھے، پیغمبر اسلام کی وفات کے تیس سال کے اندر عرب سماج جب قبائلی منزل سے نکل کر جاگیرداری عہد میں داخل ہو گیا اور جاگیرداری شہنشاہیت اموی اور عباسی خلفا کی سلطنت کی شکل میں ظاہر ہوئی تو مذہبی جمہوریت جو خدا کے سامنے محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیتی ہے معاشی جمہوریت بننے کی صلاحیت کھو چکی تھی، یوں تو حاکم و محکوم دونوں مسلمان تھے، لیکن اسلام کے نام پر ایک طبقاتی نظام حکومت کر رہا تھا، جب حاکم اپنے محکوموں کو ان کا جمہوری حق نہیں دیتے تھے تو محکوم نئے فرقوں کی شکل میں اپنی تنظیم کرتے تھے اور یہ فرقے مذہبی لباس پہنکر ظاہر ہوتے تھے، اسلام کی ابتدائی صدیوں میں یہ عمل بڑے پیمانے پر پہلے ایران اور پھر پورے مشرقِ وسطیٰ میں نظر آتا ہے اور صوفی تحریک کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ ہندوستان میں جو مسلمان فاتح آئے وہ بھی اپنے ساتھ اسلامی جمہوریت کا تصور لے کر نہیں آئے تھے، ان کے پاس ایک جاگیرداری شہنشاہیت کا تصور تھا جس میں حاکم اور محکوم کا فرق نمایاں تھا۔ خاندان، بزرگی اور شرافت پر زور تھا۔ وہاں وہ خود اپنے مقاصد کے لئے ضرور اسلام کا نام استعمال کرتے تھے۔

[1] "جات جُلاہا نام کبیرا اب ہوں بچھونا ہیں
تہاں جاؤ جہاں پاٹ پٹمبر اگر چندن گھس لیناں
آئی ہمارے کیا کرو گی، ہم تو جات کمینا"

ان دو مصرعوں میں "پاٹ پٹمبر" کا لفظ سب سے زیادہ اہم ہے اور اس کے وہ تمام معنی ہیں جو اوپر دیئے گئے ہیں۔ PLATTS
(A Dictionary of Urdu Classical Hindi & English)

ہے۔ مہاٹھگنی کہا ہے جس کے ہونٹوں پر میٹھے بول ہیں اور ہاتھ میں پھانسی کا پھندا۔ اور ایک نظم میں مایا شکاری کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے جو نہایت بے دردی کے ساتھ انسانوں کا شکار کھیل رہی ہے۔ اس کے وار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔" اودھو مایا تجی نہ جائے" کے ساتھ ملا کر اس نظم کو پڑھنے سے کبیر کا اصل مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

کبیر کے یہاں مایا کے تصور کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شنکر آچاریہ (آٹھویں صدی) کے اَدْوَیتْ واد اور ان کے نقاد رامانج (۱۰۱۷ء تا ۱۲۵۰ء) کے وِششٹ اَدْوَیتْ واد کے ایک نکتے کے باریک فرق کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

دونوں اُپنشد کی اس تعلیم کو مانتے ہیں کہ سب کچھ برہمن ہے (سرد د کھل ودم برہم) اور یہی سب سے بڑی سچائی ہے اور آتمن (روح۔ خودی) اور برہمن (ذات مطلق) ایک ہیں۔ (آیم آتما برہم) لیکن اس تعلیم کی تفسیر کے وقت دونوں الگ الگ راہیں اختیار کرتے ہیں۔ ایک کے یہاں حتک فلسفے کی چمک دار تلوار ایک عظیم عالمگیر ذہن کی تیزی کا پتہ دیتی ہے اور دوسرے کے یہاں دل کی دھڑکن ازلی اور ابدی حقیقت میں انسانی روح کی حرارت پیدا کر دیتی ہے۔

شنکر اچاریہ کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ برہمن (ذاتِ مطلق) ہی حقیقت ہے اس لئے مادّی دنیا (مایا — سنسار) کی اپنی کوئی حقیقت نہیں، وہ صرف وہم وخیال (اَمِتھیا) ہے۔ اس کو انھوں نے اَدْوَیت کہا ہے (یعنی وہ وحدت جس میں دوئی کی سمائی نہیں ہے) لیکن رامانج کا کہنا یہ ہے کہ برہمن (ذات مطلق) آتمن (روح۔ خودی) اور مایا (سنسار) الگ الگ پہچانے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں الگ نہیں ہیں کیونکہ آتمن اور مایا دونوں برہمن کے وشیشن (صفات) ہیں، گویا شنکر اچاریہ صفات سے انکار کرتے ہیں اور رامانج صفات کو عین ذات مانتے ہیں، اس صورت میں برہمن کی وحدت باقی رہتی ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ آتمن (روح، خودی، فرد، جیو) کی حقیقت اور اصلیت بھی باقی رہتی ہے، اس کو وششٹ اَدْوَیتْ کہا گیا ہے۔

شنکر اچاریہ کے یہاں وحدت میں کثرت کا سوال فلسفیانہ تاویلوں کا محتاج رہتا ہے اور رامانج کے یہاں شاعری اور نغمے کے دروازے کھول دیتا ہے اور رنگن کے آگے سرگن ناچنے لگتا ہے۔ صفات ذات کا اشارہ بن جاتی ہیں اور انا الحق کا ساز بجنے لگتا ہے۔ شنکر اچاریہ کے یہاں جدا غیر ذاتی ہے اور رامانج کے یہاں ذاتی۔ اس لئے ایک کی بھگتی سرد و خشک ہے اور دوسرے کی بھگتی گرم اور رنگین۔ وہاں شونیہ کا سکون ہے اور یہاں مایا کا ہنگامہ جو سنت اور بھگت شاعروں کے یہاں بیتابی، بیقراری اور سرشاری کا سنگیت بن جاتا ہے اور انھیں جلال الدین رومی اور حافظ شیرازی کے قریب لے آتا ہے۔ شنکر آچاریہ کے یہاں غیر ہندوا فکار کی آمیزش ذرا مشکل ہے اور رامانج کی دھارا میں بہت سے چشمے مل سکتے ہیں۔ چنانچہ کبیر کے یہاں یہ آمیزش صاف نظر آتی ہے (لیکن کبیر کو سو فیصد رامانج کا چیلا سمجھنا صحیح نہیں ہے)

جیو اور مایا کو برہمن سے الگ پہچاننے کے بعد جیو کو حقیر اور مایا کو بیکار اور بد کار نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس طرح جیو کی اہمیت کا اعتراف فرد کی عظمت کا اعتراف ہے اور وہ فرد شودر بھی ہو سکتا ہے اور برہمن بھی اور مسلمان بھی۔ فرد کی یہ اہمیت جاگیردارانہ سماجی رشتوں پر اثر انداز ہوتی ہے (جس میں عظمت کی بنیاد دولت اور طاقت تھی) اور ایک نئی انسانی دوستی کے رشتے قائم کرتی ہے۔ اب مایا کو تج دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کو فتح کیا جاتا ہے، برتا جاتا ہے اور کبیر کے الفاظ میں وہ ہری بھگتوں کی چیری (کنیز) بن جاتی ہے۔

کبیر کے یہاں ترکِ دنیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی صرف اپنی ذات میں گم ہو جائے اور اپنی نجات کے لئے مراقبے میں گم ہو جائے۔ وہ خود شادی شدہ آدمی تھے اور صاحبِ اولاد تھے، کرگھے پر خود کپڑا بنتے تھے اور پھیری لگا کر اسے بیچتے تھے اور اس کی آمدنی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے، ان کی مادی اور جسمانی محنت ان کے روحانی نغموں کی تخلیق میں حائل نہیں ہوتی تھی بلکہ شاید اس میں مدد دیتی تھی۔ ان کو اس پر اصرار تھا کہ بھگوان اس دنیا میں ملتا ہے۔ نجات کا راستہ یہیں سے ہو کر گزرتا ہے اور مایا جو مہا ٹھگنی ہے اور بیدرد شکاری ہے بھگتوں کی کنیز بن سکتی ہے۔ مایا تجی نہیں جاتی کیونکہ وہ کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے۔ دراصل مایا پر فتح حاصل کی جاتی ہے جس طرح پوجا پاٹ، نماز، روزہ ظاہری عبادت سے صرف غرور (اہنکار) بڑھتا ہے لیکن بھگوان نہیں ملتا۔ ویسے کپڑے اتار دینے سے یا اپنے پانچوں حواس کو قتل کر دینے سے بھگوان نہیں ملتا اور نہ وہ پہاڑوں پر جا بیٹھنے اور جنگلوں میں کھو جانے سے ملتا ہے (مایا وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی) ہری (بھگوان) اس پر ریجھتے ہیں جس کے دل میں رحم ہے، جو متقی اور پرہیز گار ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا

سے اداس (بے نیاز) رہتاہے اور ہر ذی حیات کو اپنی طرح جانتاہے ۔
اسی کو وہ حیّ و قیوم ملتاہے ۔ سائیں سے اس قسم کی لگن لگانا بہت مشکل ہے ۔
اس کے لئے طبیعت کا انکسار اور صبر و قناعت ضروری ہے۔ اور رس سہن میں
پورا اتر پاجاتاہے ۔ اور ساری بات کو کبیر نے یہ کہہ کر ختم کیا ہے کہ دیکھو یا نند جی
معقول بحث و مباحثے سے کوئی فائدہ نہیں سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ
اس جسم کے بغیر شبد، کلمہ، نام، اناہت، ناد کچھ ممکن نہیں ہے ۔ انسان اور کائنات
سب مٹی ہے اور گوبند کی شکتی ۔ مایا اس کو شانتی بگاڑتی رہتی ہے ۔ ہمارا جسم
ایک مٹی کا مندر ہے جس میں ہم نے گیان دھیان کا دیپک جلا رکھاہے ۔ اور
سانس کا اجالاہے جس سے سارا جگ دکھائی دیتاہے ۔

اس مٹی کی دنیا کا جس کی ذمہ داریوں اور فرائض سے سبکدوش
ہونا نجات کے لئے ضروری ہے ۔ کبیر کے یہاں پورا احساس ہے اور عالم
بھگتی کا کوئی دوسرا شاعر اس شعور اور احساس میں کبیر کے قریب نہیں
پہنچتا ۔ اسلام میں انسان کی ذمہ داریاں دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں ۔
ایک حق اللہ ہے اور دوسرا حق العباد، یعنی ایک خدا کا حق اور دوسرا بندوں کا حق
عبادت خدا کا حق ہے اور سماجی ذمہ داریاں بندوں کا حق ، خدا کے گنہگار کو
جس نے حق عبادت ادا نہیں کیا خدا معاف کرسکتاہے لیکن بندوں
کے گنہگار کو جس نے اپنے عزیز و اقارب ، پڑوسی ، ہم وطن اور
اہل دنیا کا حق ادا نہیں کیا ، اس کو خدا معاف نہیں کرتا ۔ صرف بندے
ہی معاف کرسکتے ہیں ۔ اس کے بعد رحمت کے دروازے کھلیں گے ، اس
لئے کبیر نے دونوں کے حقوق کا ذکر کیاہے ۔

سرگن کی سیوا کرو ، نرگن کا کرو گیان
نرگن سرگن کے پرے ، تہیں ہمارا دھیان

کبیر پنتھیوں نے کبیر کی پیدائش کو ان حسین و جمیل لفظوں میں
بیان کیاہے :

گھن گرجے ، دامنی دمکے ، بوندیں برسیں جھڑ لاگ گئے
لہر تالاب میں کمل کھلے ، تہاں بھانو پرگٹ بھئے

(ترجمہ : بادل گرج رہے تھے ، بجلی چمک رہی تھی ، بوندیں پڑ رہی تھیں اور
مینھ کی جھڑی لگی ہوئی تھی ۔ اس طوفاں میں جب کبیر سورج کی طرح
ظاہر ہوئے تو لہر تالاب میں کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے)

اس نے دوہے کے الفاظ ممکن ہے کہ حقیقت ہی کی ترجمانی کرتے

ہوں لیکن اگر انھیں استعارے کی زبان سمجھا جائے تو ایسا معلوم ہوتاہے
کہ جیسے جنگوں کی گھن گرج میں ، قتل و غارت کی کھلیوں میں جہاں خون کی
بارش ہو رہی تھی کبیر کی پیدائش (ظہور) سے یکایک منظر پُرسکون ہو گیا
اور آسمان پر سورج نکل آیا اور تالابوں میں کنول کے پھول کھل گئے قرون
وسطیٰ کے جنگ آلودہ ہندوستان میں کبیر کی شخصیت مبالغہ آمیز نہیں
معلوم ہوتی ۔

کبیر داس ایک مسلمان صوفی تھے ، جو ہندو بھگتی کی زبان میں بات
کر رہے تھے[۱] ۔ چونکہ انھوں نے اپنے آپ کو بار بار جولاہا کہا ہے اس لئے یقین
کے ساتھ کہا جاسکتاہے کہ انھوں نے اسلام کو ترک نہیں کیا تھا لیکن سے
ان کی وضع ہندوؤں کی سی تھی ، ماتھے پر تلک لگاتے تھے اور جسم پر جنیو
پہنتے تھے اور پھر جرأت اتنی تھی کہ برہمنوں پر طنز کرتے تھے ، " تو باھمن
میں کاسی کا جولہا ۔ بوجھو مور گیانا[۲] ہندوستان کی پوری تاریخ میں اتحاد کے
اتنے خوبصورت اور جذباتی منظر کی مثال نہیں ہے ۔ اس عہد میں جب تک
حکمرانوں کی تلوار ہندوستان کے سر پر چمک رہی تھی اس مسلمان جولاہے
کے حرف محبت میں کتنی کشش ہو گی جس نے اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک
ہندوؤں کے رنگ میں رنگ لیا تھا اور یہ بھی یقین کیا جاسکتاہے کہ کبیر
سے آشنا ہونے کے بعد عام ہندو عام مسلمان سے نفرت نہیں کرسکتا تھا ۔

---

۱ کافر عشقم، مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ جاں تار گشتہ، حاجت زنار نیست (امیر خسرو)

(ترجمہ : میں وہ کافر ہوں جس نے عشق کو خدا مانا ہے ۔ اب مجھے مسلمانی کی ضرورت نہیں ، میری
ایک ایک رگ تار بن گئی ہے پھر میں جنیو پہن کر کیا کروں)

۲ یہ دلچسپ بات ہے کہ کبیر کا خاندان ہندو سے مسلمان ہوا تھا اور اقبال
کا خاندان بھی ۔ کبیر نے اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر برہمن پر طنز کیا ۔
اور اقبال نے اپنے آپ کو برہمن کہہ کر تفاخر و مباہات سے کام لیا ۔
" برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است "
کبیر نے اپنی شاعری میں ہندو تشبیہ و استعارہ استعمال کیا اور
اقبال نے اسلامی روایات سے اپنے تشبیہ و استعارے لئے ۔ حالانکہ
ان کے فلسفۂ خودی پر آئین سٹائن اور ویدانت کا اچھا خاصا اثر ہے جس پر ابھی تک
تحقیقی کام نہیں ہوا ہے ۔

کبیر نے منصور کی طرح انا الحق نہیں کہا، لیکن انا الحق کا سارا جذبہ ان مصرعوں میں موجود ہے۔ "برگن آگے سرگن ناچے باجے سوہنگ تورا" یعنی ذات کے سامنے صفات ناچ رہی ہیں اور انا الحق کا ساز بج رہا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ "اس کے وجود میں ایک دنیا کے بعد دوسری دنیا تسبیح کے دانوں کی طرح چل رہی ہے" تو پھر یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ ساری کائنات اس کی تسبیح میں مشغول ہے۔ اس طرح جب وہ عوام کی زبان میں یہ کہتے ہیں کہ "نرا کار" نرگن اساسی، کرواہی کو سنگ" تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہندوی بھاشا میں "قل ھو اللہ احد" کی تفسیر اسی طرح بیان کی جاسکتی ہے۔ کبھی کبھی اس درش کے دیوانے "المست بقر" کا نعرۂ اسلامی فکر کی موجوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ "یا کریم بل حکمت، تیری کہاں ایک صورت بہتیری" یعنی اے کریم! میں تیری حکمت پر قربان جاؤں ایک خاک سے اتنی ساری صورتیں بنا ڈالیں"۔ اور کبھی وہ اسلامی عقائد کی زمین سے اٹھ کر ویدانت کے متوسیہ آکاش میں چلے جاتے ہیں جہاں ذات و صفات سے بھی شعور بلند ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کبھی کبھی اسلامی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ہندو انداز فکر اختیار کر لیتے ہیں مثلاً "نبی آنکھوں میں موجود ہے سیاہ اور سفید تلوں کے بیچ میں ایک تارا ہے جس میں لاکھوں سورج طلوع ہوتے ہیں" مگر اس ہزار رنگ انداز کے اندر شیوہ ایک ہی ہے جو ایک لفظ عشق میں سما جاتا ہے۔ باقی باتیں اس کی تعبیر اور تفصیل ہیں۔

یہ بات متفقہ طور پر مانی جاتی ہے اور خود کبیر نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اَن پڑھ تھے لیکن ان کی پیدائش اور موت کی طرح ان کی شاگردی کے متعلق بھی اختلاف رائے ہے۔ مسلم روایت انھیں ایک صوفی پیر تقی کا شاگرد قرار دیتی ہے لیکن اپنی نظموں میں کبیر نے راما نند کو گرو مان کر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

پندرہویں صدی کے بنارس میں راما نند کی بڑی شہرت تھی۔ ویسے تو وہ سنت تھے لیکن ان کی مجلس (گوشٹی) میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک ہوتے تھے۔ کبیر کا لڑکپن تھا لیکن ان کی نگاہِ انتخاب بھی راما نند ہی پر پڑی۔ اب مشکل یہ تھی کہ ایک مسلمان جولاہے کو وہ اپنی شاگردی میں قبول کریں گے یا نہیں۔ کبیر نے اس کا حل جس طرح تلاش کیا وہ بہت دلچسپ ہے۔ راما نند روز صبح سویرے گنگا میں اسنان کرنے جاتے تھے۔ ایک روز صبح کے وقت جب ابھی اندھیرا تھا کبیر گنگا کی سیڑھیوں پر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں جب سوامی راما نند آئے تو ان کا پَیر کبیر کے سر پر پڑ گیا اور بیساختہ ان کے منہ سے رام رام نکل گیا۔ کبیر خوش ہو گئے کہ منتر مل گیا اور اس دن سے اپنے آپ کو راما نند کا چیلا کہنے لگے۔ ہندو اور مسلمان دونوں نے شور مچایا لیکن کبیر کے ماتھے پر بل نہیں پڑا کیونکہ وہ بچپن سے اس کے عادی تھے، ان کے غیر متعصب رویے کی وجہ سے ہندو لڑکے انھیں مسلمان اور مسلمان لڑکے ہندو سمجھ کر چھیڑتے اور ستاتے تھے ؎

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں
دیکھ اے چشمِ عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
جس پہ قدرت کو بھی ہے ناز وہ انسان ہوں میں (اقبال)

بہرحال راما نند نے کبیر کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کبیر ان کی صحبت میں ایک عرصے تک رہے لیکن بعض لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ صحبت بہت مختصر تھی اور اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ کبیر کے تصورات پر راما نند کے اثرات آہستہ آہستہ دھندلے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح راما نند سے ملنے سے پہلے کبیر ادھر ادھر گھومتے رہتے اسی طرح ان کی شاگردی اختیار کر لینے کے بعد بھی دوسرے سنیاسیوں اور بھگتوں کے علاوہ مسلم صوفیا کی صحبت میں وقت گزارتے رہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ کبیر کی مذہبی معلومات جو حیرت انگیز حد تک وافر ہیں، سوامی راما نند کی گوشٹیوں (مجلسوں) کی بنیاد دین ہیں، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان گوشٹیوں میں بھی شریک ہوئے جو مسلم صوفیوں اور ہندو سنتوں کے درمیان ہوتی تھیں اور اسرار و رموز بیان کئے جاتے تھے۔ ہندو دھرم کے علاوہ ان کی تصوف اور اسلام سے گہری واقفیت اور رغبت یہ قیاس آرائی کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود جس

اے مولانا جلال الدین رومی کے نزدیک انا الحق انکسار کی آخری منزل ہے جس طرح شہد میں دوئی ہوئی مکھی ہل نہیں سکتی۔ اسی طرح استغراق کے عالم میں کوئی صوفی انا العبد (میں بندہ ہوں) نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس میں دوئی ہے۔ ایک خدا اور ایک بندہ اور یہ غرور کی منزل ہے۔ خدا کے وجود کے سامنے اپنے وجود کا اعلان ہے (مثنوی کا انگریزی ترجمہ ارنکلسن ساتویں جلد) لیکن یہ کہنے کا حق صرف اہلِ باطن کو ہے، اہلِ ظاہر کو نہیں کیونکہ اس کا سرا موت ہے جسے اہلِ باطن جشنِ عروسی سمجھتے ہیں اور اہلِ ظاہر سزا کا نام دیتے ہیں۔

کا انھوں نے خود اعتراف کیا ہے، انھیں اچھی علمی صحبت ملی تھی جو کہ شیخ تقی کی صحبت کا ذکر کبیر نے خود کیا ہے۔ چاہے وہ ان کے شاگرد نہ رہے ہوں یا صرف ہم مجلس رہے ہوں۔

ڈاکٹر تارا چند اپنی انگریزی کتاب "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات" میں لکھتے ہیں:

"کبیر کی تعلیمات کے انداز بیاں کی صورت گری صوفی اولیاء اور صوفیائے کی۔ ہندی زبان کا انھیں کوئی پیش رو نہ ملا اس لئے وہ جن نمونوں کی پیروی کرسکتے تھے وہ مسلمانوں ہی سے مل سکتے تھے؛ مثلاً فریدالدین عطار کا پند نامہ[1]، بابا فرید اور کبیر کی نظموں کے عنوانوں کے تقابل سے یہ امر باوضاحت معلوم ہوتا ہے۔ کبیر نے دوسرے صوفیا کے علاوہ جلال الدین رومی اور شیخ سعدی کا کلام بھی یقیناً سنا ہوگا کیوں کہ ان کے کلام میں ان صوفی شعرا کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔"

(اردو ترجمہ، محمد مسعود احمد مطبوعہ مجلس ادب لاہور)

کبیر کی شاعری میں اردو اور فارسی کے سیکڑوں الفاظ ہیں جن میں سے کچھ تو اس وقت کی ہندی میں رائج ہوچکے تھے اور کچھ براہ راست صوفیانہ شاعری سے آئے ہیں۔ ترکِ دنیا سے انکار اور یوگ بھوگ دونوں کو گھریلو زندگی کا حصہ قرار دینا اسلامی تصورات سے واقفیت کا ثبوت ہے۔ ماۓ ہستی سے کبیر کا مقصد یہ تھا کہ انسان اپنے حواس اور قوی سے مسلسل آمادۂ پیکار رہے۔" (تارا چند صفحہ ۱۶۲)

کبیر نے اس پیکار کو ان شاندار الفاظ میں بیان کیا ہے۔

---

[1] کبیر سے پہلے ہندوستان نے کوئی بڑا شاعر پیدا نہیں کیا۔ ملک محمد جائسی کی تاریخ پیدائش ۱۴۹۴ء ہے اور پدماوت کی ابتدا ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سوری کے عہد میں ہوئی۔ جب کہ کبیر کا انتقال ۱۵۱۸ء میں ہوچکا تھا۔ اس لئے مسلم صوفیوں کے ذریعے سے کبیر کے پاس کئی سو برس کی فارسی روایت آئی۔ صوفی حلقوں میں رومی، سعدی، عطار اور حافظ کا کلام عام طور سے پڑھا جاتا تھا اور کبیر کی شاعری میں ان کے اثرات کے شہادتیں موجود ہیں۔

"شمشیر ہاتھ میں لے کر میدانِ جنگ میں اتر جاؤ اور اس وقت تک لڑو جب تک جان میں جان ہے۔ دشمن کا سر کاٹ کر اس کا کام تمام کردو۔ پھر مالک کے دربار میں آکر اپنا سر جھکا دو۔"

"بہادر جنگ کے میدان کو دیکھ کر بھاگتے نہیں اور بھاگنے والے بہادر نہیں ہوتے۔ جسم و جان کے رن میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہوس، غصہ، غرور اور لالچ مقابلے پر کھڑے ہوئے ہیں جبر، قناعت اور صداقت کی بادشاہت میں شمشیر کا نام بلند ہو رہا ہے۔ کبیر کہتے ہیں جب کوئی سورما لڑائی کے لئے نکلتا ہے تو بزدلوں کی فوج پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتی ہے۔"

"صداقت کے متلاشی کی جد و جہد بہت کٹھن ہے۔ ستی اور سورما کے مقابلے میں اس کا عہدِ وفا زیادہ دشوار ہے۔ سورما کی لڑائی تو دو چار گھنٹے چلتی ہے۔ ستی کی جد و جہد ایک پل میں ختم ہو جاتی ہے، لیکن صداقت کا متلاشی دن رات جنگ کرتا ہے۔ اس کی لڑائی زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہتی ہے۔"

انسان کی اس باطنی جد و جہد کا انجام ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"جس کے دل میں رحم ہے، جو متقی اور پرہیزگار ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا سے اداس رہتا ہے اور دنیا کے ہر ذی حیات کو اپنی طرح جانتا ہے، اس کو وہ لافانی بھگوان مل جاتا ہے۔"

(تارا چند صفحہ ۲۶۱۔ کبیر نظم ۶۵۔ کبیر بانی مرتبہ سردار جعفری)

ڈاکٹر تارا چند نے بہت سی مثالوں سے کبیر اور مسلم فلسفیوں، مفکروں اور صوفی شاعروں کے خیالات کی مماثلت ثابت کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے،

"اس طرح کبیر نے ایک آفاقی راہ والے مذہب کی طرف انسان کی توجہ پھیری۔ . . کوئی ہندو یا مسلمان اس مذہب سے پہلو تہی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ کبیر کے مشن کا تعمیری پہلو تھا لیکن ان کے مشن کا تخریبی پہلو بھی ہے نئے راستے کی تشکیل اس جھاڑ جھنکاڑ کو دور کئے بغیر جس نے قدیم پگڈنڈیوں کو مسدود کردیا تھا، ناممکن تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کبیر نے بے باکانہ غیظ و غضب اور پُر زور بیاں میں ظواہر مذہب کے تمام ساز و سامان پر جس نے صداقت کو چھپا دیا تھا۔ یا ہندوستان کی جماعتوں کو ایک دوسرے سے جدا کردیا تھا

حملہ کیا۔ ان کے حملے سے سب مسلمان بنے سب ہندو " (تارا چند ص ۲۶۷)

ظاہر ہے کہ اس مقام پر ہندو بھگتی اور مسلم تصوف کا سنگم ناگزیر تھا اسی لئے بعض مقامات پر صوفی اکابرین کی کرنوں کے علاوہ حسن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ کبیر کی تعلیمات پر رومی کے تصورات کا بھی عکس دکھائی دیتا ہے جیسے انھوں نے ہندو بھگتی کے انداز سے پیش کیا ہے، وہی جاہ وجلال وہی بیتابی اور بیقراری جو رومی کی غزلوں کی خصوصیت ہے، کبیر کی شاعری کا جزو اعظم ہے۔ ہندو بھگتی، کبیر جو مقام فنا کی سیر کراتے ہیں جہاں تجرد، انکسار، خضوع وخشوع ہے اور مسلم تصوف مقام بقا پر پہنچاتا ہے جہاں قوت و عظمت، جلال وجمال، بینائی اور بلند اسلامی کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ کبیر کے الفاظ میں آسمان گرج رہا ہے۔ اگر کبیر کے یہاں یہ تصور موجود ہے کہ بھگتی اور تصوف دونوں میں مشترک ہے کہ قطرہ یا حباب دریا میں محو ہو جاتا ہے یعنی فرد اپنا مکان کرد خود مطلق (برہمن) میں مل جاتی ہے تو دوسری طرف یہ تصور بھی ہے جو رومی کی دین ہے کہ قطرہ دریا کو پی لیتا ہے۔ آتما برہمن کو جذب کر لیتی ہے لیکن یہ دوسری بات اتنے صاف الفاظ میں نہیں کہی گئی ہے، اس کی مثال رومی کا یہ شعر ہے ؎

> بزیر کنگرہ کبریاش مردانند
> فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر

(ترجمہ: اس کی کبریائی کے سایہ میں ایسے ہمت والے لوگ کھڑے ہیں جو فرشتے اور پیمبر اور خدا کو بھی شکار کر لیتے ہیں)

یا اقبال کا یہ شعر جو رومی کی صدائے بازگشت ہے ؎

> در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
> یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

(ترجمہ: میرے دشت جنوں میں جبریل ایک حقیر شکار ہے، اے ہمت مردانہ تو بڑھ کر یزداں پر کمند ڈال دے)

لیکن کبیر کا عام انداز یہ ہے جو رومی کے دوسرے شعر میں ہے ؎

> نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم: چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ا۔ تصوف میں سالک فوق مقامات سے گزر کر پہنچتا ہے جس میں ایک مقام بقا ہے اور ایک مقام فنا۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ فارسی میں رومی مقام بقا کے شاعر ہیں جس طرح کوئی دوسرا صوفی شاعر رومی کے قریب نہیں پہنچتا اسی طرح کوئی دوسرا سنت شاعر کبیر کے قریب نہیں پہنچ پاتا۔

(ترجمہ: میں تو رات ہوں اور سب رات کا پجاری کہ خواب اور کہانیاں سناؤں۔ میں تو سورج کا غلام اور میرا ہر حرف سورج کی طرح روشن ہے)

یہ بھی مقامِ بقا ہے اور اس کی سب سے اچھی مثال کبیر کی اس نظم میں ملتی ہے جس کی ساری امیجری نور اور نغمے سے بنی ہے۔

"سورج، چاند تاروں کے چراغ جل رہے ہیں۔ پریم راگ بیراگ (بے نیازی) کے تال اور سُر پر بلند ہو رہا ہے۔ فضاؤں میں رات دن نوبت بج رہی ہے اور کبیر کہتے ہیں کہ میرا پریتم (محبوب) آسمانوں میں بجلی کی طرح چمک رہا ہے:

وہاں لمحے بھر کی اور پل بھر کی آرتی کہاں، سارا سنسار رات دن آرتی اتارتا ہے اور گیت گاتا ہے طبل اور نشان بج رہے ہیں جھل مل جیوتی کی ایسی جھالر جگمگا رہی ہے۔ غیب کے گھنٹوں کی آواز آ رہی ہے"۔

"کبیر کہتے ہیں کہ وہاں رات اور دن اپنے چراغوں کو گرد ... دے رہے ہیں۔ جگت کے تخت پر جگت کا مالک بیٹھا ہوا ہے۔ سارا سنسار کرم اور دھرم (کام اور معاملے) میں مبتلا ہے۔ ایسے پریمی جو پریتم کو پہچانتے ہوں، کم ہیں۔ اصلی عاشق وہ ہے جو اپنے دل میں پریم (پیار) اور بیراگ (بے پیاری) کی لہروں کو اس طرح ملا لیتا ہے جیسے گنگا اور جمنا کے دھارے مل جاتے ہیں۔ اس کے دل میں یہ مقدس پانی ہمیشہ بہتا رہتا ہے۔ تب کہیں جا کر جنم اور مرن، موت اور زندگی کا انت ہوتا ہے":

"وہ دیکھو خود میں کیسا آرام ہے، اس کا لطف وہی اٹھا سکتا ہے جو خود کو محسوس کر سکے۔ پریم کی ڈوریاں ہیں اور سکھ کے ساگر کا جھولا ہے جو پینگیں لے رہا ہے۔ لفظ وہاں بادلوں کی طرح گرج رہے ہیں۔ ایک عظیم الشان نغمہ بلند ہو رہا ہے۔ وہاں بغیر پانی کے کنول کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کبیر کہتے ہیں کہ من کا بھونرا اس کا رس پی رہا ہے":

"کائنات کے چکر کے دل میں کیسا حسین کنول کھلا ہوا ہے، اس کا لطف کچھ سنت ہی اٹھا سکتے ہیں۔ یہ نغمے (شبد) کی گھٹائیں سے چاروں طرف چھائی ہوئی ہیں اور دل ایک بیکراں سمندر کی مسرت میں ڈوبا ہوا ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ اس سکھ ساگر میں اس طرح ڈوب جاؤ کہ زندگی اور موت کا بھرم (مغالطہ) باقی نہ رہے"۔

"دیکھو وہاں پانچوں لذتوں (شبد، سپرش، روپ، رس، گندھ) کی پیاس بجھ گئی ہے اور تینوں دکھوں (مادی، روحانی، ذہنی) کا بخار اتر گیا ہے۔

یہ عقل وفہم سے بالاتر (اگم) کا کھیل ہے۔ دیکھو تمہارے وجود میں غیب کی چاندنی ہے۔ وہاں زندگی اور موت کی تالیاں مسلسل بج رہی ہیں۔ مسرت کی روشنی آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ ایک ابدی نغمے کی جھنکار سنائی دے رہی ہے اور ترلوک محل (تینوں دنیاؤں کا ایوان) کے پریم باجے بج رہے ہیں۔"

" زندگی اور موت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ داہنا اور بایاں ہاتھ ایک ہی ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ یہاں محرم راز گونگا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ صداقت ہے جو ویدوں اور کتابوں میں نہیں ملتی (صرف محسوس کی جا سکتی ہے)"

" میں نے شونیہ کے (خلاؤں میں معلق) آسن پر بیٹھ کر سادھنا کے ناقابلِ بیان رس کا پیالہ پیا۔ اب میں اسرار کا محرم ہوں اور وحدت کے راز کا سمجھنے والا۔ راہ کے بغیر چل کر میں اس شہر میں پہنچ گیا ہوں جہاں کوئی غم نہیں ہے۔ جگدیو کا رحم اور کرم آسانی سے نصیب ہو گیا ہے۔ میں نے دھیان دھر کے دیکھا تو وہ بغیر آنکھوں کے نظر آ گیا جو لامحدود ہے، جسے لوگ نارسائی کی منزل کہتے ہیں یہ مقام غموں سے آزاد ہے۔ یہاں پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے لیکن جس نے غم پایا وہی بے غم ہو گیا۔ یہاں عجب آرام ہے۔ دانشمند وہ ہے جس نے یہ مقام دیکھا۔ دانشمند وہ ہے جس نے اس کا گیت گایا ہے۔

" یہ حرفِ آخر ہے مگر اس کا مزا کیسے بیان کیا جائے جس نے مزا چکھا ہے وہی اس لذت کو جانتا ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ اس سے لذت اندوز ہونے کے بعد جاہل دانشمند بن جاتا ہے اور دانش مند خاموش ہو جاتا ہے۔"

" اودھوت (جوگی) نشے میں چور ہے۔ گیان (علم) اور ویراگیہ (بے نیازی) کی تکمیل ہو گئی ہے۔ آتی جاتی سانس کا پریم پیالہ اس نے پیا ہے۔ سارا آکاش سنگیت سے بھرا ہوا ہے۔"

" انگلیوں کی مضراب کے بغیر تاروں سے نغمے نکل رہے ہیں۔ عیش اور غم کا کھیل جاری ہے کبیر کہتے ہیں کہ جو کوئی اپنی زندگی کو زندگی کے سمندر میں ملا دیتا ہے اس کی روح تنہا آنند میں ڈوب جاتی ہے۔"

" آٹھوں پہر کا متوالا پن ہے۔ آٹھوں پہر جام پر جام چل رہے ہیں۔ آٹھوں پہر سرمستی چھائی رہتی ہے۔ ہر شے کے جسم میں بھگت زندہ ہے۔"

" صرف سرور ہی سرور ہے۔ نہ دکھ ہے نہ کشمکش۔ وہاں میں نے بھرپور آنند دیکھا ہے۔ وہاں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ وہاں صرف وحدت کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔"

" میں نے اپنے وجود (جسم) میں کائنات کا ہنگامہ دیکھا ہے۔ اور مجھے دنیاوی غلطیوں سے نجات مل گئی ہے۔ خارجی اور داخلی وجود سے ایک آسمان بن گیا ہے۔ محدود اور لامحدود متحد ہو گئے ہیں۔"

" میں دیدار کی شراب سے مست ہو گیا ہوں۔ تیرا نور بھرپور شکل میں داخل ہوتا ہے۔ گیان کی تھال میں پریم کا دیا جل رہا ہے۔ شونیہ کے آسن پر سادھنا کا ڈیرا ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ وہاں غلطیوں کا وجود نہیں اور زندگی اور موت کی کشمکش ختم ہو چکی ہے۔"

ڈاکٹر تاراچند نے اس نظم کے بعض حصوں کو معراجِ روحانی سے تعبیر کیا ہے جو خالص مسلم عقیدہ ہے لیکن اس نظم میں کئی مسلم اور ہندو فکر کی ایسی آمیزش ہے کہ دونوں کے لئے قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ "وجود" اور "غیب" جیسے الفاظ کے علاوہ جو اس وقت کی بول چال کے الفاظ نہیں ہو سکتے کبیر نے گنگا اور جمنا کو "گنگ" اور "جمن" کہا ہے جو خالص فارسی تلفظ ہے۔ یہ براہِ راست صوفی شاعروں کی روایت کی شہادت ہے پھر "دیدار کی شراب" اور "عشق کا نور" بھی مسلم صوفی اثرات کا نتیجہ ہے لیکن ان تصورات کے ساتھ جب کبیر "شونیہ"، "ترلوک محل"، "کائنات چکر"، "کنول کے پھول"، "آرتی" اور "غیب کے گھنٹوں" کے تصورات کو ملا دیتے ہیں تو وہ اپنی ہندو وراثت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

چونکہ وحدانیت کے ناپیدا کنار سمندر کی لہریں اپنے الگ الگ نام نہیں رکھ سکتیں اس لئے کبیر نے ہندو یا مسلم نام اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔

ہندو کہو تو میں نہیں، موسلمان بھی ناہیں
پانچ تتو کا پوتلا، گیبی کھیلے ماہیں

(ترجمہ: میں نہ ہندو ہوں نہ مسلمان۔ میں غیب کے کھیل میں پانچ عناصر کا ایک پتلا ہوں)

اس کے بعد خدا، اللہ، رام، ہری، گوبند، سائیں، صاحب سب الفاظ ہم معنی ہو جاتے ہیں اور ان پر لڑنے والے بیوقوف معلوم ہونے لگتے ہیں۔

رومی نے اپنی مثنوی میں ایک حکایت بیان کی ہے۔ ایک شخص نے چار مختلف زبانیں بولنے والوں کو ایک درم دیا۔ ایرانی نے کہا اس سے انگور خریدے جائیں۔ عرب نے کہا نہیں عنب، ترک نے اُزم کا نام لیا اور چوتھے نے استافیل کا۔ اس پر چاروں لڑنے لگے۔ اس وقت اگر کوئی ان چاروں زبانوں کا جاننے والا ہوتا تو ان بے وقوفوں کو بتاتا کہ سب ایک ہی چیز مانگ رہے ہیں۔ لڑائی صرف الفاظ پر ہو رہی ہے۔

اس مثنوی میں دوسری جگہ رومی نے چراغوں اور پھولوں کی تشبیہ استعمال کی ہے۔ اگر ایک مکان میں دس چراغ جمع کر دیئے جائیں تو ہر ایک کی شکل دوسرے سے الگ ہوگی لیکن جب نور پر نظر جائے گی تو کوئی فرق نہیں معلوم ہوگا۔ اسی طرح اگر سو سیب اور سو بہی کا شمار کیا جائے تو سو نظر آئے گا لیکن نچوڑ دینے کے بعد سب کا رس ایک ہو جائے گا۔ دراصل معنی میں گنتی اور تقسیم ممکن نہیں ہے اس لئے یاروں کو یاروں سے مل جانا چاہئے اور صورت کو چھوڑ کر جو سرکش ہے، معنی اختیار کر لینا چاہئے (مثنوی دفتر اوّل)

یہی بات کبیر کہتے ہیں۔ مگر وہ ان پڑھ ہونے کی وجہ سے رومی کی طرح عالم اور مفکر نہیں ہیں اس لئے وہ عالمانہ تشبیہیں استعمال نہیں کرتے بلکہ زمین کی گری پڑی تشبیہوں سے کام لیتے ہیں اور براہِ راست حملہ کرتے ہیں۔

"دنیا کے دو مالک (جگدیش[1]) کہاں سے آئے تجھے اس بھرم میں کس نے مبتلا کر دیا ہے۔ اللہ، رام، رحیم الگ الگ کیسے ہو سکتے ہیں۔ ایک سونے سے سب زیور بنائے گئے ہیں۔ یہ سب ایک کا نام ایک پوجا جیسے شے کی باتیں ہیں۔ ان کو اپنے وجود سے دور رکھے۔ وہی مہادیو ہے۔ وہی محمدؐ۔ جو برہما ہے اسی کو آدم کہنا چاہئے۔ کوئی ہندو کہلاتا ہے کوئی مسلمان لیکن رہتے ایک ہی زمین پر ہیں۔ ایک وید کی کتابیں پڑھتا ہے اور ایک خطبہ۔ ایک مولانا کہلاتا ہے اور ایک پنڈت۔ نام الگ الگ رکھ لئے ہیں۔ ویسے برتن سب ایک ہی مٹی کے ہیں۔" (کبیر بانی سردار جعفری نظم ۱۲۶)

وحدت کا تذکرہ اردو کے حوالے سے عام ہے۔ رومی نے اس طرح میں دودھ اور شکر مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ عاشق ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور رات اور دن کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور چاند اور سورج ہم آغوش ہو جاتے ہیں۔ عاشقوں اور معشوقوں کا رنگ سونے اور چاندی کی آمیزش کی طرح مل جاتا ہے اور رافضی یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ علیؓ و عمرؓ ایک ہیں[2]۔

چنانچہ اس منزل پر بندے اور خدا کا تضاد بھی ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کبیر اپنی بعض نظموں میں دونوں کے لئے ایک سا اندازِ بیان اختیار کرتے ہیں:

"ازل میں وہ اکیلا تھا اور اس کا وجود ہی اس کے لئے کافی تھا۔ وہ حسن کا نہ رنگ ہے، نہ روپ ہے، وہ جو بے صفات ہے، نہ تو ابتدا تھی نہ ارتقا نہ انتہا۔ نہ اندھیرا تھا نہ دھندلکا، نہ اجالا، نہ زمین تھی نہ ہوا تھی، نہ آسمان نہ آگ تھی، نہ پانی، نہ گنگا جمنا اور سرسوتی کے دھارے تھے۔ نہ سمندر تھا نہ موجیں، نہ گناہ تھا نہ ثواب، نہ وید پران تھے، نہ قرآن۔" (نظم ۸۱)

(۲) "نہ میں دھرمی ہوں نہ ادھرمی۔ نہ میں قانون کا بندہ ہوں نہ خواہشوں کا غلام۔ نہ میں بولتا ہوں نہ سنتا ہوں۔ نہ میں عابد ہوں نہ معبود۔ نہ میں جبر کے قبضے میں ہوں نہ اختیار کے۔ نہ میرا کسی سے تعلق ہے نہ بے تعلق ہوں۔ نہ میں کسی سے دور ہوں نہ کسی سے قریب۔ ہم جہنم میں جاتے ہیں نہ جنت کا راستہ لیتے ہیں۔ سب کام ہم نے کئے ہیں لیکن ہر کام سے بے نیاز ہیں۔ اس فلسفے کے سمجھنے والے کم ہیں لیکن جس نے سمجھ لیا وہ مطمئن ہو گیا۔ کبیر نہ تو کسی مت کا بانی ہے، نہ کسی مت کا مٹانے والا" (نظم ۷۹)

اس کے بعد کبیر کی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وحدت کے کثرت میں تبدیل ہونے اور تخلیق کائنات سے پہلے جب وشنو اور شیو کا بھی وجود نہ تھا، میں ذاتِ مطلق (برہم) کے عشق میں مبتلا تھا یعنی اس کے ساتھ ایک تھا اور رومی کی طرح یہ بھی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ سب کچھ میں ہوں، کعبہ بھی میں ہوں، کعبے کے بتکدے میں بیٹھنے والا ہر بت میں ہی ہوں اور انجیل اور زبور اور قرآن بھی میں ہوں[3]۔ اس لئے کہ

---

[1] اصل عربی لفظ اللہ ہے۔ ایرانیوں نے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے۔ کبیر نے جگدیش اور رام کر دیا۔ اگر خدا قابلِ قبول ہے تو جگدیش بھی قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔

[2] اقتباس از "مثنوی معنوی" بحوالہ سوانح مولانا روم "شبلی نعمانی" (مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور) صفحہ ۶۸۔ شیعوں کو رافضی کہتے ہیں جو حضرت عمرؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ آخر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] قاب قوسین و تدلی یا دنی ہر سہ ہم
بلکہ انجیل و زبور و مصحفِ قرآن منم
عزی ولات و ہبلیا بعلؑ لات غوث و صنم
کعبہ وی و صفا و مذبح و قربان منم (رومی)

در عشق نہ جسم و نہ جانم   چیزے عجیم نہ این نہ آنم
افزون ز زمان و در د ما کم   بیرون ز مکان و در مکانم
ہر جا کہ روم خراب عشقم   من کعبہ و بتکدہ نہ دانم
ہمسایۂ آفتاب ذاتم   ہم موجِ محیط بیکرانم

(ترجمہ: عشق میں نہ میں جسم ہوں نہ جان۔ نہ یہ ہوں نہ وہ۔ وقت سے بڑا ہوں اور وقت کے پیمانے میں سمایا ہوا ہوں۔ مکان (space) سے بالا ہوں اور مکان میں موجود ہوں۔ جہاں بھی جاؤں میں عشق کا متوالا ہوں۔ میں کعبہ اور بتکدہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں آفتاب ذات (برہم) کا لوز ہوں اور ناپیدا کنار سمندر کی موج۔)

ان عاشقوں کی ایک ہی منزل ہے۔ منزلِ کبریا۔ کبیر کے الفاظ میں "لتانہ" آسمان کی اوٹ میں ہے۔ داہنی طرف سورج ہے۔ بائیں طرف چاند اور لتانہ بیچ میں چھپا ہوا ہے۔ تن کی کمان ہے اور عشق کی ڈوری اور میں نے شبد (صوتِ سرمدی) کا تیر تان لیا ہے" اور رومی کے الفاظ میں:

از کمانِ شوق تیر معرفت
راست کردہ بر لتاں انداختیم

(ترجمہ: شوق کی کماں میں معرفت کے تیر کو سیدھا کرکے میں نے لتانے پر مار دیا ہے۔)

اس مقام پر کبیر کی آواز رومی اور دوسرے عظیم صوفی اور سنت شاعروں کی آواز کی طرح صرف وحدانیت کے جذبے سے سرشار ہے اور اس سرشاری کے عالم میں کسی ظاہری رسم یا ظاہری عبادت کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ وحدت میں خلل ڈالتی ہے اور جس کو اس عالم میں عبادت کے رسوم سوچنے کی فرصت مل گئی وہ صحیح معنوں میں سرشار نہیں ہے اس لئے وہ یا تو دکھاوے میں مبتلا ہو جاتا ہے یا عبادت کے فرق پر اور رسموں کی ظاہری شکلوں پر لڑتا جھگڑتا ہے جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور نفاق کے دروازے کھلتے ہیں۔

" دیکھو سادھو، ساری دنیا پاگل ہوگئی ہے۔ سچی بات کہو تو مارنے کو دوڑتے ہیں لیکن جھوٹ پر ساری دنیا کا ایمان ہے۔ ہندو رام کا نام لیتا ہے اور مسلمان رحمان کا اور دونوں آپس میں لڑتے مرتے ہیں لیکن حقیقت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ مجھے دھرم اور اس کے قوانین کے ماننے والے بہت ملے جو ہر صبح اشنان کرتے ہیں اور آتما کو چھوڑ کر پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کا علم اور عرفان کھوٹا ہے ..... میں نے پیر اور مرید بہت دیکھے ہیں جو کتاب اور قرآن پڑھتے رہتے ہیں، وہ قبر دکھا کر لوگوں کو مرید بناتے ہیں، ظاہر ہے کہ انھوں نے خدا کو نہیں پہچانا۔" (نظم ۱۱۷)

" اللہ دین کا اوّل اصول ہے اور اس نے زبردستی کی ہدایت نہیں فرمائی[1]۔ تمہارے پیر و مرشد کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ روزے رکھنے، کار گزارنے اور کلمہ پڑھنے سے جنت نہیں ملتی۔ کاش کوئی یہ بات جانے کہ ایک دل میں ستّر کعبے ہیں، اپنے محبوب کو پہچانو اور دل میں رحم پیدا کرو اور مال و متاع کو حقیر سمجھو۔ بہشت تو تب ملتی ہے جب سائیں کو اپنے پاس محسوس کریں۔"

" اے سادھو یہ پانڈے مشّاق قصائی ہیں ..... ان کے دل میں ذرا بھی رحم نہیں ہے[2]۔ اشنان کرکے اور تلک لگا کر بیٹھتے ہیں اور بڑی باقاعدگی سے دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ اپنی آتما کو ایک پل میں مار دیتے ہیں اور خون کی ندی بہا دیتے ہیں۔ یہ بہت مقدس ہیں اور اونچے خاندان کے ہیں . لوگوں کا پاپ کاٹنے کے لئے یہ کتھا سناتے ہیں اور کام ان سے بہت نیچے کرتے ہیں۔ میں نے دونوں کو ایک ساتھ ڈوبتے دیکھا ہے" (نظم ۱۱۲)

- مالا، لکڑ، ٹھاکر، پتھر، تیرتھ، سگرے پانی
  راما کرتا نا مرتے دیکھے، چاروں وید کہانی
- کنکر پتھّر جوڑ کے مسجد لئی بنائے
  وا چڑھ مُلّا بانگ دے، کا بہرو بھیو کھدائے

اور اس سب سے کبیر نے ایک ہی نتیجہ نکالا تھا۔

- پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا، پنڈت بھیا نہ کوئی
  ڈھائی اچھّر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئے

---

[1] نہ تو اندر حرم گنجی نہ در بت خانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی
قدم بے باک تر نہ در حریمِ جانِ مشتاقاں
تو صاحب خانۂ آخر چرا دزدانہ می آئی (اقبال)

[2] اس مضمون میں نظموں کے سارے حوالے میری کتاب "کبیر بانی" سے لئے گئے ہیں۔

اس میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ دیوناگری میں حرف "پریم" لکھا جاتا ہے تو اس میں صرف ڈھائی حروف ہوتے ہیں۔

ظاہری مذہب سے بغاوت اور باطنی مذہب کی تبلیغ کا انقلابی پہلو یہ تھا کہ اس نے قرونِ وسطیٰ کے انسانوں کو خودداری، عزتِ نفس، خود اعتمادی عطا کی اور انسانوں کو انسان سے محبت کرنا سکھایا۔ سنتوں درویشوں کے پاس اتنی طاقت تو نہیں تھی کہ وہ اس ظلم اور بدکاری کے خلاف لڑ سکتے جس کا مرکز شاہی دربار اور امیروں کے محل تھے اس لیے انھوں نے ان کی طرف سے انتہائی حقارت کے ساتھ منہ پھیر لیا اور صرف قناعت کی تعلیم دی۔ قناعت کا مقصد ترکِ دنیا نہیں تھا بلکہ بادشاہوں، درباریوں اور امیروں سے بیزار ہو کر تجارت اور جسمانی محنت سے روزی کمانا تھا۔ اس کا نمونہ کبیر نے پیش کیا ہے۔ اس زمانے میں تجارت کو ملازمت کے مقابلے میں حقیر سمجھا جاتا تھا اس لئے تجارت اور دستکاری کی ابتدائی برتر قناعت کرنا اور حصولِ حلال زندگی گزارنا ہی سب سے بڑی قناعت تھی۔ (شبلی نعمانی۔ شعر العجم)

اور یہ قرونِ وسطیٰ سے جدید صنعتی اور تجارتی عہد کی طرف پہلا قدم تھا اس لئے تصوف اور بھکتی نے جاگیرداری نظام کی فکری بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

کبیر کی تعلیمات نے عام ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا لیکن متعصب ملّاؤں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے رہے۔ اس لیے انھوں نے کبیر کے خلاف ہنگامہ برپا کر دیا اور بادشاہِ وقت سکندر لودی تک شکایت پہنچی۔ یہ تو پتہ نہیں چلتا کہ سکندر لودی نے کبیر کو سزا دی یا معاف کر دیا لیکن یہ ضرور ہوا کہ کبیر نے کچھ عرصے کے لئے بنارس چھوڑ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تعلیمات دور دور تک پھیل گئیں۔

ڈاکٹر تارا چند کے الفاظ میں

"کبیر پہلا شخص ہے جس نے ایک مرکزی مذہب، ایک سچ کی راہ پانے والا بن کر آگے آکر اعلان کیا۔ اس کا نعرہ پورے ہندوستان میں گونج اٹھا اور سیکڑوں مقامات سے اس کی بازگشت سنی گئی۔ کبیر کے پیروؤں مذہب کی تعداد اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنا کہ کبیر کا وہ اثر جو پنجاب، گجرات اور بنگال تک پھیل گیا اور دورِ مغلیہ میں بڑھتا گیا۔" (تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات ص۲۷)

دوسرے صوفیوں اور سنتوں کی تعلیمات کے ساتھ مل کر کبیر کی تعلیمات اور تصورات شمالی ہندوستان کی تقریباً تمام زبانوں کے ادب میں سرایت کر گئے۔ ان کے براہِ راست اثرات کا سراغ گرونانک کی تعلیمات میں بھی ملتا ہے اور آج کے عہد میں ٹیگور کے تصورات میں بھی۔ کسی شاعر کو اس سے بڑا خراجِ تحسین اور کیا مل سکتا ہے۔

ہمیں آج بھی کبیر کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس کی روشنی کی ضرورت ہے جو اس سنت صوفی کے دل سے پیدا ہوئی تھی۔ آج دنیا آزاد ہو رہی ہے۔ سائنس کی بے پناہ ترقی نے انسان کا اقتدار بڑھا دیا ہے۔ صنعتوں نے اس کے دست و بازو کی طاقت میں اضافہ کر دیا ہے۔ انسان ستاروں پر کمندیں پھینک رہا ہے۔ پھر بھی حقیر ہے، مصیبت زدہ ہے، دردمند ہے۔ وہ رنگوں میں بٹا ہوا ہے۔ قوموں میں تقسیم ہے۔ اس کے درمیان مذہب کی دیواریں کھڑی ہوئی ہیں۔ فرقہ وارانہ نفرتیں ہیں۔ طبقاتی کشمکش کی تلواریں کھنچی ہوئی ہیں۔ بادشاہوں اور حکمرانوں کی جگہ بیوروکریسی لے رہی ہے، دلوں کے اندر اندھیرے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی خود غرضیاں اور رعونتیں ہیں جو انسان کو انسان کا دشمن بنا رہی ہیں۔ جب وہ حکومت اور شہنشاہیت اور اقتدار سے آزاد ہوتا ہے تو پھر اپنی انا کا غلام بن جاتا ہے۔ اس لئے اس کو ایک نئے یقین، نئے ایمان اور نئی محبت کی ضرورت ہے جو اتنی ہی پرانی ہے جتنی کبیر کی آواز اور اس کی صدائے بازگشت اس عہد کی آواز بن کر سنائی دیتی ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علمِ اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینے میں بنا لیتی ہے تصویریں

(باقی صفحہ ۴۸ پر)



ہندوستانی ادب کا معمار کبیر

ڈاکٹر پربھاکر ماچوے

کبیر کی زندگی کے تاریخی مواد سے متعلق لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں۔ مورخین، ادب کے طالب علم اور خود ان کے پیرو (کبیر پنتھی) بھی آپس میں ہم خیال نہیں۔ کبیر کی اپنی تحریروں میں بھی ان کی زندگی کے بارے میں کوئی واضح داخلی شہادت نہیں ملتی۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی سوانح کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جائے جو دستیاب ماخذ اور روایات ہی پر کیوں نہ مبنی ہو۔

کبیر کی ایک نظم میں "جے دیو اور رام دیو" دو سادھو شاعروں کی طرف ایک ہلکا اشارہ ملتا ہے جنہیں وہ اپنا گرو مانتے تھے۔ "جے دیو" بارہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور "رام دیو" تیرھویں صدی عیسوی میں۔ "آئینِ اکبری" (۱۵۹۶ء) میں کبیر کا نام ان برگزیدہ لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جو گزر چکے تھے۔ اس کے برخلاف، مولوی غلام سرور اپنی تصنیف "خزینۃ الاصفیاء" میں کبیر کا سنہ پیدائش ۱۵۹۴ء لکھتے ہیں جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ "کبیر چرت بودھ" میں جس کو "کبیر پنتھی" بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، ان کا سنہ ولادت ۱۳۹۸ء درج ہے۔ یہ بھی محال ہے۔ وثوق کے ساتھ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ پندرہویں صدی عیسوی میں وہ بقید حیات تھے۔ یہ بات اس روایت کے مطابق ہے کہ کبیر سکندر لودھی کے ہم عصر تھے اور انھوں نے لودھی سے ملاقات بھی کی تھی۔ "برگس" کے قول کے مطابق سکندر لودھی ۱۴۹۴ء میں کاشی آئے تھے۔ محکمہ آثارِ قدیمہ کی سروے رپورٹ میں لکھا ہے کہ بجلی خاں نے آمی ندی کے کنارے ۱۴۵۰ء میں کبیر صاحب کا مقبرہ تعمیر کروایا تھا مگر ڈاکٹر رام کمار ورما کی رائے ہے کہ سروے رپورٹ کی یہ تاریخ محض خیالی ہے اور بجلی خاں نے مقبرہ نہیں بلکہ کبیر کی یادگار کے طور پر ایک عمارت تعمیر کروائی تھی۔

کبیر کے بارے میں عام طور پر یہ مان لیا گیا ہے کہ وہ "راماند" کے پیرو تھے، اگرچہ ڈاکٹر بھنڈارکر اور ڈاکٹر موہن سنگھ اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ گریرسن کے نزدیک راماند کا سنہ پیدائش ۱۲۹۸ء ہے۔ فارکوہار ان کی لئے ۱۴۰۰ء اور ۱۴۷۰ء کے درمیان کوئی سال بتلاتے ہیں۔ ڈاکٹر گووند ترگنایت تمام چھان بین کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کبیر کی ولادت ۱۳۹۸ء میں ہوئی تھی۔ ایسی متضاد اور مختلف آراء کی موجودگی میں کسی ایک رائے کو مستند مان لینا بڑی نادانی ہوگی۔

کبیر کسی قاضی کا دیا ہوا نام ہے۔ انھوں نے قرآن شریف کھولا تو ان کی نظر پہلے اس نقطہ پر پڑی اور ان کا یہ نام رکھ دیا گیا۔ عربی زبان میں کبیر کے معنی "بڑے" کے ہیں۔ کبیر نے خود بھی اسے ایک دوہے میں کہا ہے ؎

کبیرا تو ہی کبیرو تو، تورے نام کبیر
رام رتن تب پائیے جد پہلے تج شریر

"کبیرا تو ہے، تو ہی کبیر ہے اور تیرا ہی نام کبیر ہے۔ رام رتن جب ہی ملتا ہے کہ ہم اس جسمانی تعلق سے دست بردار ہو جائیں۔"

(کبیر گرنتھاولی۔ ۲۶۱ بتام سندر داس)

کبیر کہاں پیدا ہوئے؟ اس تعلق سے تین رائے ہیں ——
(۱) مگہر (۲) کاشی اور (۳) بلہرا گاؤں ضلع اعظم گڑھ ——
مگہر کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کبیر نے اپنی تصانیف میں اس مقام کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کاشی جانے سے پہلے ایک بار انھوں نے اس مقام کی زیارت کی تھی۔ مرنے سے پہلے وہ ایک دفعہ اور وہاں گئے تھے۔ مگہر کاشی سے قریب ہے ان کا مقبرہ بھی وہیں ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ کبیر نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جُلاہے کی حیثیت سے کاشی میں گزارا، وہ خود بھی اپنے آپ کو جلاہا کہتے ہیں۔ ان کے فرقے کی کئی کتابیں بھی اس کتاب کی تصدیق کرتی ہیں لیکن کاشی ان کا مقام

پیدا ہونے کی تائیدی شہادت کہیں نہیں ملتی۔" بنارس گزٹ" میں یہ درج ہے کہ وہ بلہرا میں پیدا ہوئے۔ غالباً یہ بات اس روایت پر مبنی ہے کہ وہ "لہرتارا میں پیدا ہوئے لیکن اس بیان کی تائید میں بھروسے کے قابل کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کبیر یا ان کے فرقے یا پیروؤں کی کوئی یادگار پورے ضلع اعظم گڑھ میں نظر نہیں آتی۔

کبیر کے ماں باپ اور ان کی ذات کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ ان محیر العقول باتوں سے قطع نظر کہ وہ خدائی نور سے پیدا ہوئے یا لہرتارا میں ایک شگفتہ کنول میں پائے گئے، دو قرین قیاس روایتیں یوں بیان کی جاتی ہیں کہ وہ ایک بیوہ برہمنی کے بیٹے تھے (اور ان کے باپ کا پتا نہیں) ماں نے انھیں چھوڑ دیا۔ ایک مسلمان جلاہا جوڑے (نیرو اور نیما) نے انھیں اٹھا لیا تھا یا پھر وہ ان ہی میاں بیوی کے بیٹے تھے۔ ان کی نظموں میں صرف ایک اشارہ ملتا ہے کہ ان کے ماں باپ ان کے بچپن میں گزر چکے تھے۔

ان کی ذات کے بارے میں تین نظریے عام ہیں۔ کبیر نے اپنی تحریروں میں اپنے آپ کو جلاہا اور کوری کہا ہے۔ جلاہا کپڑا بننے والے کو کہتے ہیں۔ وارانسی میں اکثر جلاہے مسلمان ہیں۔ کوری بھی کپڑا بنتے ہیں اور اتر پردیش میں وہ نیچ ذات کہے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہزاری پرساد دویدی کے بیان کے مطابق کبیر کا تعلق "جگی یا جوگی" ذات سے تھا۔ (کبیر نے اپنے باپ کو گوسائیں کہا ہے) ان جلاہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ لوگ ناتھ پنتھی سادھوؤں کے پیرو تھے جنھیں برادری سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد ان میں سے اکثروں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا لیکن ان کی پرانی عادتیں اور سوچنے کے طریقے پہلے ہی کی طرح رہے۔ اپنے اس دعوے کی تائید میں ڈاکٹر دویدی کا استدلال یہ ہے کہ کبیر نے اپنے آپ کو جلاہا تو کہا ہے مگر کبھی مسلمان ہونے کا دعوی تو نہیں کیا۔ جب کبھی وہ اپنے کو "نا ہندو نا مسلمان" کہتے ہیں تو اس سے ان کا اشارہ ایک ایسے فرقے کی طرف ہوتا ہے جو ذات بندی کے چاروں طریقوں سے بھی کمتر اور نیچ ہے۔ وہ ایک ایک نظم میں کہتے ہیں کہ جوگی ہندو اور مسلمان الگ الگ گروہ ہیں اور ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔

جوگی گورکھ گورکھ کرئی، ہندو رام رام اچاری
مسلمان کہے ایک خدائی
کبیر کو سوامی گھاٹ گھاٹ رہیو سمائی

جوگی گورکھ کی دہائی دیتے ہیں، ہندو رام رام جپتے ہیں مسلمان ایک خدا کہتے ہیں لیکن کبیر کا مولا تو چار کھونٹ ہر جگہ موجود ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے ہندو اور مسلمان چیلوں میں ان کے آخری رسومات کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ ہندو انھیں جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفنانا۔ (ایک قصہ یوں مشہور ہے کہ ان کا مردہ جسم پھولوں میں تبدیل ہو گیا اور ان پھولوں کو دونوں نے آپس میں بانٹ لیا) —— اور یہ کہ ان کے دو گرو تھے "راما نند اور شیخ تقی" —— اس سے اس دعوے کو تقویت پہنچتی ہے کہ وہ کسی ایک پرانے عقیدے کے ماننے والے نہیں تھے اور یہ کہ وہ دونوں عقیدوں کی خود رائی اور ہٹ دھرمی پر تنقید کرتے تھے اور وہ خود ایک برتر وجود مطلق اور عالمی الوہیت کے اصول پر سوچتے تھے کیونکہ ان کے پاس مسلمہ عقیدوں سے انحراف کی کافی وجہ تھی۔

ان کی تعلیم اور تلمذ کے بارے میں بھی متعدد قیاس آرائیاں ہیں۔ یہ بات تو سبھی مانتے ہیں کہ انھیں مکتبی تعلیم نہیں ملی۔ نہ انھوں نے زبان اور فلسفے کی تعلیم یا اپنے پیشے یا فنِ گائیکی میں فنی مہارت حاصل کرنے کے لئے کسی کے آگے باقاعدہ زانوے ادب تہہ کیا۔ ڈاکٹر موہن سنگھ کہتے ہیں کہ کبیر لفظ گرو کو "خدا" کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں ورنہ ان کا کوئی ایسا معلّم یا استاد نہیں تھا جس نے انھیں مابعد الطبیعات کی تعلیم یا روحانیات کی تربیت دی ہو۔ صحیح معنوں میں وہ "نگرا" (بغیر گرو کے) تھے۔ ان کے فلسفیانہ خیالات اکثر دہرائی تھے اور ان کی روحانی بصیرت بالکل وہبی تھی لیکن مالکم اور ویسٹ کاٹ اور ڈاکٹر رس۔ ترپاٹھی کی یہ رائے ہے کہ کبیر کے استاد شیخ تقی تھے۔ جیسا کہ علام سرور نے خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے۔ کبیر کی تحریروں سے اگرچہ کسی صوفی مسلک سے ان کی وابستگی کا کوئی صریح ثبوت نہیں ملتا۔ پھر بھی یہ بات عیاں ہے کہ وہ صوفی طرزِ فکر سے بے حد متاثر تھے۔

یہی بات رامانند سے ان کے تعلق کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے کبیر نے رامانند کا کہیں صراحت سے نام نہیں لیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ "میرے گرو بنارس میں رہتے ہیں"۔ لیکن رامانند اور کبیر کی تعلیمات میں بہت قریبی مشابہت پائی جاتی ہے۔ محسن فانی مصنف "دبستانِ تواریخ"، اور نابھاداس مصنف "بھکت مال"، اور اس کے شارح پریاداس ـــ وہ سب اس خیال کے حامی ہیں کہ رامانند کبیر کے گرو تھے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ کبیر کی گھریلو زندگی کچھ خوش آئند نہیں تھی۔ اگرچہ وہ تلاشِ حق کے معاملے میں کٹر اور بڑے ہی اٹل تھے لیکن انھوں نے دنیا داری کی بندھنوں کو ٹھکرایا نہیں انھوں نے اپنا ایک خاندان بسایا اور اس کے پالنے پوسنے کے لئے محنت بھی کرتے تھے۔ کوئی روایتوں میں ان کی بیوی کا نام "لوئی" بتایا گیا ہے جس کے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا، کہاں اور کس طرح یہ شادی ہوئی، یہ بھی ایک راز ہے۔ ان کی تحریروں کی داخلی شہادتوں کی بناء پر ڈاکٹر رام کمار ورما کا یہ نظریہ ہے کہ کبیر کی دو بیویاں تھیں ـــــ ایک سیدھی سادی گھریلو عورت اور دوسری خوبصورت اور شوخ، اس کا نام "رام دھنیا"، یا "رام جنیا" تھا۔ چونکہ عام طور پر خوش گوار انداز میں ناچنے والی لڑکیوں کے لئے یہ نام استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر ورما کا خیال ہے کہ ان کی دوسری بیوی شاید کوئی طوائف تھی۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ ڈاکٹر ورما کے اس خیال کو کبیر پنتھی قبول نہیں کرتے بلکہ اس پر خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ کبیر کے "کمال" نامی ایک بیٹا اور "کمالی" نامی ایک بیٹی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کمال اور اس کی ماں لوئی کو کبیر کے تیاگ اور دنیا سے بے تعلقی کے طریقے پسند نہ تھے۔ کبیر کی مختلف تحریروں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جہاں انھوں نے اپنی بیوی کے بارے میں بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ انھوں نے اسے بدصورت نیچ ذات اور پھوہڑ تک کہا ہے، وہیں ان کی بیوی بھی ان سے نالاں تھی۔ وہ شاکی تھی کہ اس کے شوہر سادھوؤں کی خاطر و مدارات کرتے تھے جبکہ وہ خود چنے کھا کر دن گزارتی تھی۔

اگرچہ کبیر جلاہے تھے اور ان کا آبائی پیشہ بھی یہی تھا مگر انھیں اس پیشے سے فن کے ناطے یا ذریعہ معاش کی خاطر کوئی دلچسپی نہ تھی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں جگہ جگہ اس پیشے کی مختلف چیزوں کو جیسے تانا بانی، چرخے وغیرہ کو تشبیہات اور استعاروں کے طور پر باندھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھیں سوت کے مقابلے میں فلسفیانہ خیالات سے اور کاموں سے زیادہ تلاشِ حق کے لئے مراقبے اور استغراق میں زیادہ دلچسپی تھی۔

تنا بُنّا سبھو تجیو ہے کبیر
ہری کا نام لکھی لیو سریر (کبیر وکت ۱۳۹)
(کبیر نے بُننا کا تناسب بحر ترک کر دیا ہے۔
اس کے جسم پر جگہ جگہ (خدا) کا نام تحریر ہے۔)

کبیر ایک مقدس آدمی تھے۔ انھوں نے بڑے لمبے سفر کئے۔ وہ اپنے کسی بھجن میں کہتے ہیں "میں نے کئی حج کئے ہیں اور کعبہ گیا ہوں" ابھی یہ بات مشتبہ ہے کہ انھوں نے واقعی ایسا کوئی سفر کیا بھی تھا یا یہ ان کا محض پیچیدہ شاعرانہ اظہار تھا جو حقیقت کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ ایسے اظہار سے شاید وہ اپنے مخالفین کا منہ بند کرنا چاہتے تھے مگر کئی حوالوں سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان میں خوب یاترائیں کیں کشتی موہن سین نے کبیر کے بغیر گجرات کا حوالہ دیا ہے۔ "خلاصۃ التواریخ" میں لکھا ہے کہ وہ رتن پور گئے تھے۔ "آدی گرنتھ" میں شامل ان کی ایک نظم میں کبیر نے لکھا ہے کہ وہ گومتی ندی کے کنارے ایک مسلمان زاہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جنہیں وہ "پیتمبر پیر" کہتے ہیں۔

حج ہمری گومتی تیر   جہاں بسا ہے پیتمبر پیر
میرا حج گومتی کے کنارے ہوا ہے جہاں پیتمبر پیر رہتے ہیں۔ (زرد رنگ والے بزرگ) (کبیر گرنتھاولی، شیام سندر داس ص ۳۳)

کبیر کا اڑیسہ میں جگنا تھ پوری جانا آئین اکبری سے ظاہر ہے۔ تاریخ مرہٹہ میں درج ہے کہ وہ جنوبی مہاراشٹر کے مقام پنڈھرپور تک گئے تھے۔ "کبیر منشور" (ان کے ماننے والوں کی ایک مقبول کتاب) کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بغداد، سمرقند اور بخارا گئے تھے مگر یہ بات ایک تاریخی حقیقت کے مقابلے میں زیادہ تر ذہنی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مقامات تاریخی اعتبار سے مشہور اور برگزیدہ ایرانی صوفیا سے منسوب تھے اس لئے سمجھا گیا کہ انھوں نے ان مقامات

کی بھی زیارت کی ہو۔

کبیر کو ان کی زندگی میں کوئی عزت نہ ملی۔ سچ پوچھئے تو ان کی پیدائش کی بنا پر نہ صرف انھیں نظرانداز کیا گیا بلکہ واعظانہ رنگ ڈھنگ اختیار کرنے پر ان کا خوب مذاق اڑایا گیا اور انھیں جسمانی اذیت بھی دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے انھیں بیڑیوں میں جکڑا اور دونوں ہاتھ پیٹھ پر باندھ کر خوب پیٹا۔ ایسے سلوک کا ذکر ان کی ایک نظم میں ملتا ہے۔

ایک من گھڑت قصہ یوں بھی چل پڑا ہے کہ سکندر لودھی بھی ان پر ظلم ڈھانے والوں میں سے ایک تھے۔ اننت داس کی لکھی "پرچئی" میں اوپر کا حصہ درج ہے۔ جی۔ ایچ۔ ویسکاٹ اپنی کتاب "کبیر اور کبیر پنتھ" میں لکھتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں نے ستم توڑے۔ اس نے لکھا "کبیر کی صاف گوئی اور سماج کے رسم و رواج سے ان کی بیزاری نے ان کے اطراف دشمن کھڑا کر دیئے تھے۔" "کبیر پنتھی روایت کے مطابق شیخ تقی نے شہنشاہ کے روبرو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی اور کبیر پر الزام لگایا کہ وہ اپنے کو خدائی صفات کا مالک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے غلط چال والے کے لئے سزا صرف موت ہی ہونی چاہئے۔ شہنشاہ نے کبیر کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا اور حکم دیا کہ انھیں شاہی دربار میں حاضر کیا جائے۔ شام تک انھیں شاہی سپاہی ساتھ چلنے کی ترغیب دیتے رہے۔ چنانچہ وہ آئے اور شہنشاہ کے سامنے چپ چاپ کھڑے رہے۔ قاضی نے پوچھا "اے کافر! تو جب دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ کو سلام کیوں نہ کیا؟" تو وہ بولے "پیر وہ ہیں جو دوسروں کا درد پہچانتے ہیں اور جو نہیں پہچان سکتے وہی کافر ہیں۔" شہنشاہ نے سوال کیا "تمہیں صبح حاضر ہونے کے لئے کہا گیا تھا تم نے شام کیوں کر دی؟" جواب ملا "میں محوِ نظارہ تھا جس نے میری توجہ کو بند کر رکھا تھا۔" شہنشاہ نے پھر پوچھا "کون سا نظارہ تھا جس نے تمہیں شاہی حکم کی تحقیر پر آمادہ کیا؟" کبیر نے کہا "میں نے اونٹوں کی ایک قطار دیکھی، وہ ایک ایسی سڑک سے گزر رہی تھی جو سوئی کے ناکے سے بھی تنگ تھی۔" شہنشاہ نے کہا "تم جھوٹ بولتے ہو" کبیر نے عرض کیا "جہاں پناہ! ذرا غور فرمائیے کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ چاند اور سورج کے درمیان جو خلاء ہے اس میں بے حساب ہاتھی اور اونٹ سما سکتے ہیں۔ ان تمام کا نظارہ آنکھ کی یہ پتلی کرتی ہے جو سوئی کے ناکے سے بھی چھوٹی ہے۔" ان کے اس جواب پر سکندر لودھی چپ ہو گئے اور کبیر کو واپس جانے کی اجازت دیدی۔

قدامت پرست برہمنوں نے کبیر کو بے مذہب قرار دیا اور قصے گڑھ دیئے کہ ان کے تعلقات ایک ایسی عورت سے تھے جو بدنام تھی۔ اس پر شہنشاہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ انھیں زنجیروں میں جکڑ کر پتھروں سے لدی ایک کشتی میں بٹھا دیا گیا۔ کشتی ڈوب تو گئی مگر کبیر تیندوے کی کھال پر بیٹھے ایک لڑکے کی طرح پانی میں تیرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ انھیں پھر گرفتار کر لیا گیا اور زندہ جلا دینے کی کوشش کی گئی۔ اس کوشش میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تب ان پر جادوگر ہونے کا الزام عائد کیا گیا اور زندہ جلا دینا طے ہوا مگر پھر بھی کامیابی نہ ہوئی تب عوام نے مطالبہ کیا کہ انھیں مست ہاتھی سے روند کر ان کا کام تمام کیا جائے تب ہاتھی اور کبیر کے درمیان ایک شیر نمودار ہوا۔ اسے دیکھ کر ہاتھی بھاگ گیا۔ ایسے ہی بے حساب پرانے قصے اب بھی بہت عام ہیں۔ ان میں سے چند قصے ان کے شاگرد اور پیرووں نے لکھ کر محفوظ کئے ہیں۔

ان کے سالِ وفات کے بارے میں چار نظریات ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ وہ ۱۴۴۸ء میں گزر گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۱۵۱۱ء یا ۱۵۱۷ء میں رحلت کر گئے۔ اننت داس کا کہنا ہے کہ وہ ۱۲۰ برس جیئے۔ دھرم داس نے کبیر کی زندگی ہی میں ان کا کام جمع کرنا شروع کیا تھا۔ یہ مانا جاتا ہے کہ ان کا پہلا مجموعہ ۱۴۶۳ء کا لکھا ہے۔ ڈاکٹر شیام سندر داس ان کا سال وفات ۱۵۱۷ء مانتے ہیں۔ مسٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر اپنی کتاب "انڈین ایمپائر" میں کبیر کا دورِ زندگی ۱۳۸۰ء تا ۱۴۲۰ء بتاتے ہیں اور ڈاکٹر ہرپرساد شاستری نے ان کے دور کو ۱۳۹۸ء تا ۱۵۱۸ء بتایا ہے۔

یہ ایک ایسے شخص کی زندگی کا خاکہ ہے جو تقریباً روایتی یا افسانوی ہے تاہم اس مبہم اور غیر اطمینان بخش خاکے نے کبیر کی شاعری اور فلسفے کے تعلق سے نہ صرف ہندی ادب بلکہ شمالی ہند کے ایک عامی انسان پر آنے والی صدیوں کے لئے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ بے شک کبیر ابتدائی ہندی ادب کے ایک بہت بڑے غنائی اور دہریت پسند شاعر

گرے ہیں۔ انھیں پندرھویں صدی کا " ہندوستانی لوتھر" کہا گیا ہے۔
انھیں بجا طور پر ہندی کے مقدس ادب کا تخلیق کار کہہ سکتے ہیں۔ وہ
اور ان کے جانشینوں نے اسلام کی صریح وحدانیت اور بت پرستی سے نفرت
کو ہندومت کی گھاٹوں اور گہرے طور پر جڑ پکڑی ہوئی باتوں میں جو
بھی خوبی کی بات ہے اس سے جوڑنے کی بڑی کوشش کی۔ راجہ رام
موہن رائے کی طرح انھوں نے اسلام اور ہندومت کے عمدہ عناصر کو
یک جا کرکے ایک ملا جلا مذہب پیش کرنے کی بھی سعی کی۔ انھوں نے
اپنی تعلیمات کی بنیاد " اپنشد کی وحدانیت پر رکھی۔ وہ بڑے اچھے
معنی، خدا شناس اور وحدیت پرست تھے (بشپ ویسٹ کاٹ کی
کتاب ۱۹۰۷ء، طبع اوّل، ماسٹر کالوٹ)

کبیر کی شبیہیں یا قلمی تصویریں ملتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی
بھی ہم عصری نہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں عہد قدیم
یا عہد وسطیٰ کے بڑے شاعروں اور ادیبوں کا کوئی تصویری یا مجسمی
مسلمہ ریکارڈ بہت کم ملتا ہے۔ کالی داس، گیانیشور، ترولوور
یا نام دیو جینتیہ یا جے دیو کی عصری شبیہیں نہیں ملتیں اس لئے برطانوی
میوزیم میں رکھے ہوئے قدیم قلمی تصویروں پر اکتفا کرنا پڑجاتا ہے۔ اپنی
میں کبیر کی ایک شبیہہ کی نقل کلکتہ میوزیم میں محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ برطانوی میوزیم میں محفوظ شبیہہ آخری سترہویں صدی کے مغل دور
کی ایک قلمی تصویر کی چھوٹی نقل ہے۔ اس ولی صفت شاعر کو برہنہ جسم کے
ساتھ گرکھے پر سیتے گلے میں مالا ڈالے اور ہاتھ میں ستار لئے ہوئے دکھایا
گیا ہے۔ آج بھی ان کے اکثر پیرو گلے میں مالا ڈالے پھرتے ہیں۔ ان کی
دونوں جانب دو چیلے ہیں۔ ایک کے گلے میں ہار ہے اور دوسرے کے ہاتھ
میں جو مسلمان ہوتا ہے، ستار ہے۔ اس تصویر میں کبیر کے کوئی داڑھی
نہیں دکھائی گئی۔ داڑھی کے ساتھ گرکھے پر کبیر ڈاٹ بنتے ہوئے انھیں
ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویر گرو ارجن دیو گرودوارے
میں موجود ہے۔ کبیر چورا، سارس کا مجسمہ، رامانند تیرتھ اور کبیر چناوٹی
میں بھی تصویریں، انھیں ایک صوفی مجتہد ظاہر کرتی ہیں جہاں ان کے
گلے میں مالا، سر پر فقرا کی مخروطی وضع کی ٹوپی، کانوں میں ناگ پنتھی
جوگیوں کے جیسے حلقے دکھائے گئے ہیں۔ "چترا شالا" کی بھی تصویریں
جو بعد کی تخلیق ہے، کبیر کو ایک ہندو پارسا جیسا دکھایا گیا ہے۔ ان تمام

تصویروں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کبیر حقیقت میں
کس لباس اور وضع قطع کے آدمی تھے بتایا ہے روپ اور بے جسم
خدا کے اتنے بڑے پرستار خود بھی بغیر کسی مطابقت یا مشابہت جسمانی
کے ظہور میں آگئے تھے۔ صرف نام ہی نام، مگر جسم اور شکل کچھ بھی نہیں۔
اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام وسائل کا ذکر کیا جائے جس سے
کبیر کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے تعلق سے سب سے بڑا ذریعہ
" نابھا داس اور بھگت مال" (۱۶۰۰ء) ہے جو کئی دیداروں کی سوانح
اور محیر العقول کارناموں سے مملو ہے۔ اس کتاب کے دو بند کبیر سے متعلق
ہیں جہاں ان کو راماسند کا معتقد بتایا گیا ہے۔ اس کتاب پر " پریہ داس"
نے بھی تبصرہ کیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے اس امر کی مزید توثیق ہوتی ہے کہ
کبیر رامانند کے پیرو تھے۔ وہ ایک بیوہ برہمنی کے بیٹے تھے اور انھیں
" نیرو اور نیما" نے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اس کتاب میں کبیر داس کو
سکندر لودھی کا ہم عصر بتایا گیا ہے " رائے داس، غریب داس،
دھرم داس پیپا اور تکا رام" کی تحریروں میں کبیر کا تذکرہ ملتا ہے
سکھوں کی کتاب " گرو گرنتھ صاحب" میں کئی گیت اور اشلوک کبیر
سے منسوب ہیں۔ گرو نانک نے اپنی نظموں میں کبیر کا نام لیا ہے" اننت
داس کی لکھی پرچئے" ۱۶۰۰ء میں بتایا گیا ہے کہ کبیر جلاہے تھے اور
کاشی میں رہتے تھے اور ۱۲۰ برس کی عمر پائی تھی۔

فارسی اور اردو زبانوں کی کئی کتابوں میں کبیر کی زندگی کے
قصے ملتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ مولوی غلام سرور کی
تصنیف " خزینۃ الاصفیاء" میں کبیر کا ذکر ہے۔ محسن فانی کی کتاب
" دبستان مذاہب" اور مولوی نصیر الدین کی تصنیف " تذکرۃ الفقراء"
میں کبیر کو رامانند کا چیلا ہونا بتایا گیا ہے۔ " آئین اکبری" میں لکھا ہے
کہ کبیر کے مقبرے کے بارے میں مقام کا اختلاف ہے مگر " آئین اکبری"
دوسرے خیال کی تائید کرتی ہے۔ " ویسٹ کاٹ" نے اپنی کتاب " کبیر اور
کبیر پنتھ" میں کبیر نام کی کوئی گیارہ مقدس ہستیاں گنوائی ہیں جنہوں
نے مختلف وقتوں میں مختلف تاریخی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ وہ نام
ان کے سال وفات کے ساتھ یہ ہیں:

(۱) کبیر چشتی ناگوری ۱۵۹۴ء (۲) شیخ کبیر بھلا جنہیں
مسلمان پیر کبیر اور ہندو بھگت کبیر کہتے ہیں ۱۵۹۴ء (۳) خواجہ اولیاء

کبیر جنھوں نے بخارا کا سفر کیا تھا ۱۲۲۹ء (۴) سید کبیر الدین حسن جنھوں نے مقام بلخ رحلت کی۔ ۱۴۹۰ء (۵) بخارا کے رہنے والے شیخ کبیر انیولی۔ x . . (۶) شیخ عبدالکبیر بابا لاپیر ۵۳۹ء (۷) ملتان کے شیخ کبیر جو اکبر کے ہم سفر ہے اور تیغ مارکوٹے۔ انھوں نے فتح پور میں وفات پائی۔ ۱۵۱۵ء (۸) پیر کبیر میر سید علی ہمدانی جو ۱۳۰۹ء میں کشمیر گئے اور پانچ سال کے بعد وہیں وفات پائی (۹) سید احمد کبیر پدر سید جلال الدین (۱۰) جلال الدین کے پوتے کبیر داس آسمعیل جو ۱۴۱۲ء میں گزر گئے۔ (۱۱) دیوان شاہ کبیر، ان کی یادیں ہمایوں کے دور حکومت میں جون پور میں ایک خدسالی سی تھی۔

پہلے پانچ فقرا کا تذکرہ "خزینۃ الاصفیا" میں چھٹے کا "سراج الاقطاب" میں، ساتویں کا "منتخب التواریخ" میں آٹھویں کا "اخبار الاخیار" اور باقی تمام صوفیوں کا ذکر "تاریخ فرشتہ" میں ملتا ہے۔

مورخین اور ادبی ناقدین کی رائے میں کبیر کی پیدائش اور زمانے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ان کے کام اور عقائد کے بارے میں بھی بڑا تضاد ہے تاہم ان کے عقائد کے تعلق سے یہی ایک رائے زیادہ قابل قبول ہے کہ وہ "اپ نیشد" کے غیر دوئی اور اسلام کی وحدانیت کے فلسفے سے زیادہ متاثر تھے۔ ایک جگہ وہ اپنے خدا کے بارے میں کہتے ہیں ؎

جا کے منہ ماتھا نہیں، نہیں روپک روپ ।
پہپ واس تے پاتلا ایسا تات انوپ ۔۔

وہ سر دھڑ اور چہرہ جیسے جسمانی اعضاء اور علامتی وضع قطع سے بری ہے۔
وہ ایک ایسی روح ہے جو نکہت گل سے بھی لطیف تر ہے۔

ساتھ ہی ساتھ کبیر بھگتی کے ویشنو روایات سے بھی گہرے طور پر متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ایسی کئی نظموں میں وہ خدا اور بندے کے رشتے کو صوفی عقیدے کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی چند نظمیں ایسی بھی ہیں جن میں انھوں نے "سدھ" یا "ناتھ" فرقے کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں جن سے ایک طرح کا رعب اور جلال ظاہر ہوتا ہے۔ چند اور نظموں میں وہ "سہج" جیسے نظر آتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک دہقان کی طرح کئی اثرات کو صرف اپنے میں جذب کیا تھا بلکہ انھیں ہم رنگ اور ہم آہنگ بھی بنایا تھا۔

اس طرح کبیر کی نظموں کو پڑھنے والا یہ تاثر لیتا ہے کہ ان میں ایک سادہ لوح دہقانی کی سی نیازمندی تھی جو تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک تھی۔ اسی لئے ان کے گیت، لوک گیتوں کی طرح جگہ جگہ گائے جاتے ہیں۔

کیسے دن کٹے ہے جتن بتائے جی او ।
ایہی پار گنگا او ہی پار جمنا ۔۔
بیچواں مڈیا ہم کو چھوائے جی او ।
انچرا پھری کے کاگز بنا ال ।
ایہی شر تیا ہیرے لکھائے جی او ۔۔
کہت کبیر سنو بھائی سادھو ।
بہیاں پکڑ کے رہیا بتائے جی او ۔۔

میں دن کیسے کاٹوں مجھے راستہ بتا! ایک طرف گنگا ہے اور ایک طرف جمنا۔ میری التجا ہے کہ ان دونوں کے درمیان گھاس پھوس کی ایک کٹیا بنا دی جائے۔ میں اس ظاہری لباس کو کاغذ کی طرح چاک کروں گا۔ کبیر کہتے ہیں سن لے سادھو! میرا ہاتھ پکڑ مجھے راستہ بتا۔

کبیر نے رام چند کے جسم اور شکل والے "رام" کو بے جسم اور لا شکل والے رام میں بدل دیا جو اظہار اور بیان سے بالاتر ہے۔ جیسے گیتا میں درج ہے "جہاں الفاظ اظہار سے قاصر ہیں اور جس جگہ ذہن پہنچنے سے عاجز ہے۔"

ایک اور گیت میں کبیر خدا کو "شبد" کے طور پر باندھتے ہیں:

شبد کو کھوجو، شبد کو جانو
شبد سے شبد کو پہچانو
شبد ہی آکاش، شبد ہی پاتال
شبد ہی سار ہے، شبد ہی سنسار
شبد کو ڈھونڈو، شبد کو پہچانو
آپ شبد کے سوا کچھ نہیں
شبد ہی جنت ہے اور شبد ہی دوزخ
شبد محدود بھی ہے لامحدود بھی
شبد گفتار میں ہے اور سماعت میں ہے
شبد ہی وہم اور قیاس بناتے ہیں
اور شبد ہی تصویر ہیں، شبد ہی آگہی ہیں

شبد ہی آوازیں، شبد ہی راگ
وہ شبد ہی ہیں جو گرو اپنے چیلے سے کہتا ہے،
شبد ہی ہست ہیں شبد ہی نیست
شبد ہی وضع ہے اور شبد ہی غیر وضع
شبد ہی مرد ہے اور شبد ہی عورت
شبد ہی مرئی ہے اور شبد ہی غیر مرئی
شبد ہی تخلیق کا نقطۂ آغاز ہے
کبیر کہتے ہیں شبد کو پرکھو،
شبد ہی خالق ہے بھائی

کبیر کا فلسفہ فرق درجات کا یکسر مخالف ہے لیکن جب وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا آپسی تعصب اور ان کی تنگ نظری کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو نڈر سماجی مصلحوں کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا:

لوگاں ایسے باورے پاہن پوجن جائے
گھر کی چکیا کاہے نہ پوجے جیہی کا پیسا کھائے

(لوگ پاگل ہیں جو پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ گھر کی چکّی کو کیوں نہ پوجیں جس کا پیسا ہوا اناج کھاتے ہیں۔)

کبیر کے انداز فکر میں نفی ذات اور ترک لذات کی ایک گہری سوچ اس ذہنی یادداشت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ یہ دنیا آہ و بکا کی ایک وادی ہے۔ اس لئے وہ بار بار دہراتے ہیں کہ تمام چیزیں فانی ہیں۔ تعجب کی بات نہیں اگر چند نقاد یہ کہیں کہ بدھ مت اور کبیر پنت ان دونوں میں ایک طرح کی متوازیت پائی جاتی ہے۔ کبیر، بدھ مت کی اصطلاحات جیسے "شونیہ، سونیہ" (یعنی یہ اصل) بار بار لاتے ہیں۔ سچ پوچھو تو ان کے چند اشعار ناگرجنا کے سونیہ کاری کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ؎

بھاری کہوں تو بہت ڈروں، ہلکا کہوں تو جھوٹ
میں کا جانوں رام کن، نینن کبہوں نہ دیٹھ

(اسے بھاری کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے، اگر اسے ہلکا کہوں سچائی سے ہٹی ہوئی بات ہوگی۔ میں رام کو کیا جانوں جب کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہی نہیں۔)

کبیر ہمیشہ "قول اور غیر قول" اور "صوت اور سکوت" کے درمیانی منزل کا حوالہ دیتے ہیں۔ اعلیٰ ذات والوں کی ریاکاری کو اچھالتے

ہیں۔ وہ لودھوں کی طرح جوشیلے دکھائی دیتے ہیں اور وجرائیوں کی طرح ویسے ہی ترش رو بھی ہیں۔

ان کے چند بھجنوں میں "نرنجن" فرقے کا اثر جھلکتا ہے۔ انھوں نے "گورکھ ناتھ" اور "ناتھ پنتھیوں" سے ملتا جلتا کلام، طرز کلام اور محاورہ استعمال کیا ہے۔ ان کا "ضبط نفس"، حبس دم اور جسم کے اندر آٹھ کنول ہونے کا حوالہ ــــ یہ تمام یوگ فلسفے کے مانند ہے۔

کبیر کی تصانیف پر بحث کے دوران اس بات کو ماننے میں پس و پیش ہوتی ہے کہ وہ "ان کی اصلی تصانیف ہیں" کیونکہ ان کے مریدوں نے خوش اعتقادی میں بہت سی غیر اصل باتیں ان سے منسوب کردی ہیں۔ بھروسے کے قابل ان کے کاموں کے مطبوعہ نسخے بھی نہیں ملتے اس لئے اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا اور بھی مشکل ہوگیا ہے۔

اس کتاب کے ختم پر جو حوالے دیئے گئے ہیں ان کے مطالعہ کے

قطعہ

عبدالمجید حسرت

حدیثِ عشق و محبّت کا ترجمانِ کبیر
جو دل پہ راج کرے حق کی وہ زبان کبیر
وفا، خلوص، محبّت، صُلح، رواداری
ہماری تہذیبی عظمت کا ہے نشان کبیر

وقت یہ بات ذہن میں رہے کہ اردو، ہندی، پنجابی اور گرمکھی رسم الخط میں دستیاب ہونے والے نسخے یا انگریزی نسخے تمام کے تمام روایاتی مواد پر ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی نظم مختلف صورتوں میں چھاپی گئی ہے۔ چھاپنے والوں نے اس تذبذب میں اور اضافہ کیا اور غلطی کی تعبیر بھی مذہبی رنگ میں دیدی۔ جب ہم ان کتابوں کو پڑھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے ہم جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔ اس کتاب کی تیاری میں صرف ہندی مطبوعات سے مدد لی گئی ہے جنہیں شیام سندر داس، ہری یاد، رام کمار ورما اور ہزاری پرساد دویدی نے ترتیب دی ہیں اور انھیں کو معیاری سمجھا گیا ہے۔ انکی تحریروں میں اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کہاں ان کی شاعری ختم ہوتی ہے اور کہاں ان کا تصوف شروع ہوتا ہے۔ ایک چالاک دست جلاہے کی بُنائی کی طرح ان کی شاعری اور ان کا تصوف باہم دگر ہوگئے ہیں۔

کبیر نے کوئی چیز اپنے ہاتھ سے نہیں لکھی۔ وہ صرف گاتے تھے اور

دل کی آنکھ سے جو کچھ وہ دیکھ پاتے تھے اسے اظہار کا جامہ پہنا دیتے تھے۔ وہ باتیں آنے والی نسلوں کے لئے گھریلو اور روزمرہ کی کہاوتوں کا روپ اختیار کر گئیں، اگر شاعر ساحر ہے تو کبیر کے کلام میں وہ بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ان کے دوہے، دوہے نہیں بلکہ ضرب الامثال ہیں جن میں کبیر نے ایک روح گھول دی ہے۔ یہی دوہے ان کی زندگی کے بہترین تجربوں کی عکاسی کرتے ہیں

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ کبیر کی کہاوتیں اور مصرعے ساکھیوں کے نام سے سکھوں کی کتاب "آدی گرنتھ" میں بھی جگہ پا گئے۔ "میکالف" کی لکھی کتاب "سکھ مذہب" جلد دوم اور سکھوں کی مقدس کتاب سے اشعار میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

کبیر ایک دھرم نرپیکش انسان تھے جنھوں نے عوام سے دور کسی پہاڑ کے دامن میں اپنا مسکن نہ بنا لیا ہو بلکہ وہ ایک نڈر اور اچھے مشاہد بھی تھے۔ بنارس میں قیام سے لے کر جہاں وہ ایک جھونپڑی میں جلاہے کی حیثیت سے رہتے تھے اس گھاٹ میں قیام کے دوران تک جہاں انھوں نے آخری سانس لی، وہ مسلسل مشاہدہ کرتے رہے کہ مذہب کے نام پر زبردست دھوکے اور جعل سازی کا عمل تھا۔ ایسے میں انھوں نے بہرے یا گونگے بنے بیٹھے رہنا پسند نہ کیا بلکہ وہ ہمیشہ سچائی کا پالن کرتے رہے اور اس کو لے کر آگے بڑھتے رہے جس کے لئے بڑے دل گردہ کی ضرورت تھی۔ بالخصوص ایسے زمانے میں جبکہ قوت ادراک اور معقول پسندی کی کمی تھی ایک مستحکم بنیادوں والے مذہب پر حملہ کرنا بہت ہی کٹھن اور جان لیوا لڑائی تھی۔ یہ انھیں کا حق تھا کہ اس لڑائی سے بڑی کامیابی کے ساتھ وہ نمٹ سکے۔ کبیر نے بڑی ہمت سے کام لیا اور ایسا مؤثر پیرایہ اختیار کیا کہ آخر تک ہندؤوں کو ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے اور انھیں ایک رشی کی طرح عزت دیے اور ان کے طریقے کو "کبیر پنتھ" کے نام سے سر آنکھوں پر رکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اب اس بات کو کبیر کی ایک نظم پر ختم کرتے ہیں جس کا ترجمہ ٹیگور نے کیا۔ اس سے ہمیں کبیر کے فلسفے کا لب لباب نغموں اور گیتوں کی شکل میں ایک شاعرانہ انداز لئے ہوئے ملتا ہے۔

"استھانوں کے متبرک استھانوں میں سوا پانی کے دھرا ہی کیا ہے؟ اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بے فیض ہیں کیونکہ میں نے وہاں بارہا اشنان

کبیر

از هری اودھ

کبیر ہندوستان کی ثقافتی اور سماجی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قدیم ہندوستانی فلسفوں مثلاً برہمن، بودھ، جین، شیو وغیرہ کے پس منظر میں انھوں نے اپنا منفرد فلسفہ اپنایا جو ویدانتی فلسفے سے ملتا جلتا دکھائی دیتا ہے لیکن اس کی ذاتی انفرادیت بھی ہے۔ انھوں نے ویدانت میں عشق اور عقیدت کی چاشنی دے کر اسے مقبول عام کر دیا اور عام طور پر ہندو لوگ کبیر کے خیالات کی عزت کرنے لگے۔

فلسفے سے کہیں زیادہ کبیر کی دین سماجی اور ثقافتی میدانوں میں ہے۔ انھوں نے انتہائی دلیری سے ایک طرف تو ہندؤوں کے طبقاتی نظام اور ذات پات کی تفریق کا طلسم توڑ دیا اور دوسری طرف ہندؤوں اور مسلمانوں کی مذہبی ظاہرداری پر شدید حملے کر کے مذہبی تفریق کی بنیادیں ہلا دیں اور ایک ایسا مساویانہ سماجی تصور پیدا کر دیا جس کی روایت عہد وسطیٰ میں قائم رہی اور جو موجودہ زمانے میں قومی اور سماجی یکجہتی کی بنیاد ہے۔ انھوں نے بھگتی مارگ سے عشق الٰہی، تزکیہ نفس، انسانوں اور جانوروں پر رحم اور گوشت خوری کا ترک، محنت کی کمائی کھانا وغیرہ کو عملاً اختیار کیا۔ (اقتباس از کبیر وچناولی)

کیا ہے۔ تمام مورتیاں بے جان ہیں اور قوت گویائی سے عاری ہیں کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے انھیں بارہا پکارا ہے۔ پُران قرآن صرف الفاظ ہیں۔ پردے کو چاک کر کے میں نے دیکھا ہے تجربے کی سان پر کبیر کہتا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ دیگر تمام صرف جھوٹ ہیں۔

(تلخیص از ہندوستانی ادب کا معمار کبیر مطبوعہ ساہتیہ اکاڈمی)



کبیر کی اہمیت

ڈاکٹر رام کمار ورما

ہرش کی موت کا زمانہ (۷ھ۴۷ع[1]) ہندوستان کی تاریخ میں ایک زبردست سنگِ میل کا حکم رکھتا ہے۔ شنکر آچاریہ کے ظہور سے برہمن مذہب کو دوبارہ فروغ ضرور حاصل ہوگیا تھا لیکن بعض خارجی اسباب اور دوسرے عوامل کی بدولت وہ زیادہ مدت تک چل نہ سکا۔ رفتہ رفتہ وہ بہت کچھ مسخ سا ہوگیا۔ ہندوستان پر "سنک ہون" [शक-हूण] اور دوسرے کتنے ہی غیر ملکیوں کے حملے ہو چکے تھے لیکن ان غیر ملکیوں کے پاس کچھ متعین مذہبی ضابطے اور سماجی اصول نہ تھے جس کے نتیجے میں وہ سب جلد ہی ہندو مت میں ضم ہو کر رہ گئے اور کچھ مدت کے بعد ان کی جداگانہ اور امتیازی حیثیت بھی باقی نہیں رہ گئی لیکن اسلامی تہذیب ایک مخصوص امتیازی قوت کے ساتھ ابھر کر آئی تھی۔ فاتح کی حیثیت سے جب وہ ہندوستان میں آئے تو مسلمان حکمرانوں اور ہندو عوام کے مابین طبائع کے اختلاف بلکہ تضاد نے ان دونوں کو ایک نہ ہونے دیا۔ مورخ اسمتھ کا بیان ہے: "چودھویں صدی[2] میں کچھ لالچ اور کچھ ڈر کے سبب شمالی ہند کی زیادہ آبادی مسلمان ہوگئی تھی۔"

بعض مسلم حکمرانوں کی وقتی تخریب کاریوں کے سبب ہندوؤں میں سماج کے طریقوں کو زیادہ منضبط کرنے کی ضرورت کا احساس بیدار ہوا جس کے نتیجے میں برلوں (فرقوں) پر مشتمل ایسے مذہب کی حفاظت، چھوا چھوت کی سختی اور پردے کی روایت[3] قائم ہوئی۔ چودھویں صدی (عیسوی) میں ہندوستانی سماج کی بے اطمینانی کے ان خارجی اسباب کے علاوہ بعض مخصوص عوامل اور بھی تھے۔ قدیم زبان اب بیاروپ اختیار کر چکی تھی۔ مذہبی ادب کی تخلیق تمام تر سنسکرت میں ہوئی تھی۔ چنانچہ مذہب کا مطالعہ بھی پنڈتوں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور عوام مذہبی علوم سے بہت دور جا پڑے تھے جس طرح یورپ میں لوتھر سے پہلے پندرہویں صدی میں پوپ ہی مذہب کے "کل" سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح کبیر سے پہلے مذہب کا علم بھی پوری طرح برہمنوں کا حصہ تھا۔ عوام کے اطمینان کے لیے کوئی صورت نہ تھی۔ حکمرانوں کی آزادانہ روش کے سبب سیاسی بے اطمینانی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ محمد بن تغلق کے دور سے ہی حالات میں بے قاعدگی آگئی تھی جو تیمور کے ۱۳۹۸ء کے حملے

---

[1] مطابق ۲۷ھ۔ یہ زمانہ عرب میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا تھا جس کی ابتدا یکم محرم ۲۴ھ مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء میں ہوئی اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مطابق ۲۰ مئی ۶۵۶ء کو آپؓ کی شہادت کے ساتھ ختم ہوئی (مترجم)

[2] چودھویں صدی عیسوی مطابق ہے آٹھویں صدی ہجری سے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (متوفی ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۶ء) کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ابتدائی عمر میں اودھ میں مسلمانوں کے "مزارات" تعمیر ہو چکے تھے اور اس علاقے کے مسلمانوں میں جہاں بعض بڑے تاجر تھے وہیں "بڑے پکانے والے" کی دوکان بھی قائم تھی۔ یہ لوگ اپنے قول اور عمل سے اپنے معتقدات کی تلقین بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ اسمتھ کا بیان شر انگیز ہے جس کے پسِ پشت ہندو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کا جذبہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی ترویج بنیادی طور پر صوفیائے کرام کی مساعی کا نتیجہ ہے جن کا پیغام ہی نہیں ایمان بھی یہ تھا کہ تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے عمل سب سے اچھے ہیں۔ حقیقی انسان دوستی اور مساوات پر مبنی اس پیغام میں ملک کی ساری آبادی بالخصوص یہاں کے پریشان حال اور پست طبقے کے لئے بڑی کشش تھی اور یہی ان کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا سب سے اہم سبب ہے۔ ڈر یا لالچ کی وجہ سے ہونے والی تبدیلی محض وقتی یا عارضی ہو سکتی ہے اور اس میں استحکام اور استقلال کے ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسمتھ کا بیان کبیر کے سلسلۂ حالات میں اور بھی غیر متعلق ہے کیونکہ "پورب دیس" بیرونی حملوں کے مراکز سے دور ہونے کے سبب من حیث المجموع محفوظ تر تھا (مترجم)

[3] اسلام میں پردے کی روایت قدیم ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ شمالی ہند کے ہندوؤں میں پردے کا رواج مسلم معاشرے سے اختلاط کا راہِ راست اثر ہے۔ اسے ہندو مذہب کی حفاظتی تدابیر میں شمار کرنا بہت مناسب نہیں معلوم ہوتا (مترجم)

ے گویا شمالی ہندوستان میں لاقانونیت اور تشدد کو عام کر دیا تھا۔ اسی بے اطمینانی کے زمانے میں رامانند اور کبیر کا ظہور ہوا۔ مشہور مورخ ٹیگلے کا قول ہے کہ: "رابطہ یا اتحاد کا لازمی نتیجہ زمانے کی ترقی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔"

کبیر کے بارے میں یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے۔ عوام کے مذہب سے بے بہرہ ہونے اور حکمرانوں کے رویّہ کے سبب کبیر کی ولادت کے زمانے میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین اختلاف بہت شدید ہو گیا تھا۔[1] دھرم کی سچی تعلیم کو بھول کر مصنوعی طریقوں سے مشتعل ہو کر دونوں دائیں دھرم کے نام پر ادھرم (بے دینی) کی مرتکب ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں سچے راستے کے دکھلانے کا سہرا کبیر کے سر ہے۔ اگرچہ امیر کے ابتدائی، مذہبی اصلاحات تک ہی محدود رہیں، ہندوستان کے جدید دور کے سماج سدھار کرنے والوں میں ان کا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ ہندوستانی دھرم کے تحت درس گاہوں کی محافظت اور شخصی عمل کی بنیادی اہمیت مسلّم ہے۔

کبیر سے پہلے بھی ہندو سماج میں کتنے ہی دھارمک سدھار کرنے والے اٹھے تھے لیکن ان میں کسی کو بھی حقیقت بیانی کی قوت بلکہ جسارت نہیں تھی۔ ہندو اپنی جبلت ہی میں مذہب زدہ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی کمزوری ہے اس کے برخلاف دوسرے مذاہب کا طریق نظام مسلم معاشرہ کا امتیازی وصف ہے۔ ان دونوں متضاد روایتوں کے امتزاج سے کبیر کی شخصیت کی تشکیل ہوئی تھی چنانچہ ان کا بنیادی مشن ان دونوں دھاراؤں کو ایک محرج پر جمع کرنا تھا۔ کبیر کی تعلیم میں ہمیں ہندوؤں، مسلمانوں کے بیچ کی دیوار کو توڑنے کی کوشش نظر آتی ہے یہی ان کی دلی خواہش تھی

کبیر کی اہمیت مذہبی بے اعتدالیوں کی واضح لفظوں میں مخالفت کر کے اسے حق پرستی کا رُخ دے دینے کے سبب ہے۔ کبیر نے سمجھ لیا تھا کہ ہندو مسلم نزاع کی اصل ان دونوں کی کورانہ عقیدت تھی۔ دھرم کا اصل راستہ دنیا کی مصنوعی طریقوں سے بالکل الگ ہے ؎

کہہ ہندو موئے رام پیارا، ترک کہے رحیمانا
آپس میں دوا دو لڑ لڑ موئے، مرم نہ کاہو جانا

فی الواقع ہندوستانی سماج میں اخوت کے یہ جذبات کبیر ہی کے ذریعے پہلی بار عام ہوئے تھے۔ عبدیت کی تحریک کے تحت خدا کے سامنے مساوات کے خیالوں کی تلقین تو رامانند نے بھی کی تھی لیکن طبقاتی تقسیم اور اونچ نیچ کے معاملوں کو یکا نگت سے بدل دینے کی جرأت کبیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی تھی۔ سچا سُدھار کرنے والا، سماج کو نیا راستہ دکھانے کے بجائے اندھی عقیدت میں مبتلا لوگوں کو استدلال کے زور سے جگانے کو مناسب سمجھتا ہے۔ کبیر آزاد خیال شخص تھے۔ کاشی میں جو ہندو دھرم کا مخصوص مرکز تھا۔ کبیر کے سوا یہ کون کی جرأت کون کر سکتا تھا کہ ؎

جو تم باہمن باہمنی جائے
اور راہ تم کا ہے نہ آئے

اگر کالی اور سفید گائے کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا تو پھر اس خالق کائنات کی تخلیق میں ذات اور پیشہ کا فرق کیوں؟

؎ کوئی ہندو، کوئی تُرک کہاوے، ایک زمین پر رہیئے

سچ تو یہ ہے کہ سبھی پرمیشور کے بندے ہیں ؎

کو براہمن، کو سودرا

کبیر کی یہی وسعتِ نظری انھیں "کل" یگ کا حامل بنا دیتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ بندگی کے طریقے کے فروغ کے ساتھ کتنے ہی دوسرے مہاتماؤں نے بھی سودروں کو قبول کر لیا تھا لیکن:

"ذاتوں کی تقسیم رسوا کن اور مضرت رساں ہے۔"

یہ اعلان کرنے کی جسارت کبیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی تھی۔

ذاتوں کی تقسیم کے اصولوں کی پابندی چھوا چھوت کا مسئلہ اور پیچیدہ ہو گیا تھا۔ ہندو مسلمان دونوں نے اپنے مخصوص سماجی معاملات کی تشکیل کر لی تھی۔ دھرم کے نمائشی عناصر کا انعکاس بھی خوب ہو رہا تھا دھرم صرف تکلفات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ پنڈتوں اور ملّاؤں کی اہمیت اور ان کی تنگ خیالی کی وجہ سے تعصب بہت عام ہو گیا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان سبھی معاملوں کی ترویج پُران، اور قرآن وغیرہ مذہبی کتابوں کے حوالے سے کی جا رہی تھی۔ کبیر نے دیکھا کہ شاستر اور پُران وغیرہ کی کتھاؤں سے دھرم کے سچے اصولوں کو لوگ فراموش کر رہے ہیں۔ یہ سب "جھوٹ کا بانا" ہے غفلت کے سبب انسان تکلفات میں پڑ گیا ہے ؎

نر نرمتی نرکھ دیوا، سب مل کینھ ایک سدھانا
آپ بندھے اورن کو باندھے، بھوسا گر کا کینھ پیانا

---

[1] یہ بھی بہت صحیح نہیں۔ کبیر کے زمانے میں ملک کے مختلف گوشوں میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریکوں کا فروغ بجائے خود اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ عوامی سطح پر دونوں طبقے ایک دوسرے سے قریب آ رہے تھے۔ (مترجم)

بات سچی ہے لیکن روکھے انداز میں کہی گئی ہے۔ مختصر سے لفظوں میں تلخ حقیقت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کہنے اور سننے والے دونوں پر زد پڑتی ہے۔ اس گفتگو کا ماحصل یہ نہیں ہے کہ کبیر نے علم کے سرچشموں بید اور قرآن کو فی الواقع مفر سمجھ لیا تھا۔ ان کا تو کہنا یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے ان کا سہارا لینا جہالت ہے۔ انھوں نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ ؎

بید کتاب کہو مت جھوٹے، جھوٹھا جو نہ بچارے

کاسی، گیا، دوارکا وغیرہ کی یاترا کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ آدمی کو پہلے کدورت سے پاک ہونا چاہیے۔ ان کی پوشاک رنگی ہوئی ہے، دل نہیں کبیر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے آپس کے اختلافوں کی وجہ سے دھرم کے ظاہری معاملوں میں بہت ترقی ہو گئی تھی۔ ہندو ساستروں کی رو سے پرماتما سارے عالم پر محیط ہے۔ صوفی عقیدہ بھی اسی کا موئید ہے لیکن عوام بنیادی اصولوں کو بھول کر فروعات کو ہی اصل سمجھتے اور باہم اختلاف کرتے رہے۔ خدائے محیط و بسیط کا مقام کوئی پورب اور کوئی پچھم بتاتا ہے۔ مسلمان اذان دیکر خدا کو یاد کرنے میں اپنی اہمیت سمجھتا ہے۔ پرانوں کے مطابق بھی کتنے ہی طریقے بتائے گئے ہیں۔ خدائی فرمان غیر محدود ہیں۔ ان کے ذریعہ ظاہر کئے گئے راستوں کی سمت بھی متعین نہیں ہے۔ سبھی اپنا راگ الاپتے ہیں۔ کبیر نے دیکھا کہ بے شمار روپ والی ذاتِ واحد کو ایک مختصر اور محدود روپ دیکر بے سبب اختلاف بڑھائے جاتے ہیں۔ انھوں نے صاف صاف کہا کہ مہادیو اور محمدؐ میں کوئی بھید نہیں ہے۔ اور رام اور رحیم مترادف ہیں۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب اُسی پروردگار کے بندے ہیں۔

؎ ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو اِہے بتائی

کہے کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہیو خدائی

اس طرح کبیر نے اپنے وقت میں مذہبی بدعنوانیوں اور مذموم رسموں کو دور کر کے آپسی اختلافوں کو مٹانے کی کامیاب کوشش کی۔ سادہ زندگی، صداقت، عمدہ برتاؤ وغیرہ ان کے اصول ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں مذہبی بنتے ہیں لیکن کبیر کا کہنا ہے ؎

ان دوا و راہ نہ پائی

ایک بکری کاٹتا ہے اور دوسرا گائے کو ذبح کرتا ہے۔ یہ بدعمل نہیں تو اور کیا ہے؟ کبیر نے ہندو مسلمان دونوں کی تصنع آمیز زندگی کو آہستہ آہستہ مساوات اور سادگی کی طرف پھیر دیا۔ اپنے خیالوں کی تائید کے لئے

انھوں نے کسی متعین کتاب کا سہارا نہیں لیا۔ اس کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ وہ خود کتابی علم سے بہرہ ور نہیں تھے لیکن ان کا مشاہدہ یہ تھا کہ انھیں مذہبی کتابوں کا سہارا لے کر ہندو مسلمان بے انصافیاں کر رہے ہیں۔ پھر سچ بات کے لئے تو اس کی صداقت ہی سب سے بہتر دلیل ہو سکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ؎

میں کہتا ہوں آنکھن دیکھی

تو کہتا کاگد کی لیکھی

سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ اپنے مقصد میں کبیر کہاں تک کامیاب ہو سکے؟ یہ واقعہ ہے کہ عوام اپنی بے بصیرتی کے سبب ہر زمانے میں عظیم شخصیتوں سے صرفِ نظر کرتے رہے ہیں۔ زمانے کا رخ پھیر دینے والے مہاتماؤں کو اپنی تعلیم کے عام نہ ہونے سے ہمیشہ ملال بھی ہوتا رہا ہے۔ سقراط اور کرائسٹ سبھی اس عوامی جہل کے شکار ہوئے ہیں۔ کبیر کا پیغام بھی مصنوعی تعرّض سے خالی عالمگیر محبّت پر مبنی تھا، یہ اور بات ہے کہ اسے آفاقیت حاصل نہ ہو سکی ہو ہندوستان کے تعلیم یافتہ سماج پر بادی النظر میں کبیر کا اثر بہت کم پڑا لیکن ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں طور سے یہ بات عام ہو گئی کہ سب کا خدا ایک ہے اور سب خدا کے بندے ہیں جو بھی خدا کی عبادت کرتا ہے خدا کا عبد (بندہ) ہے۔ اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے خلوص محبت ضروری ہے کسی نسل، ذات، یا علم کی اس باب میں تخصیص نہیں۔ اس نوع کی کتنی ہی باتیں کبیر کے نام سے آج تک شمالی ہند کے گاؤں میں مشہور ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں کبیر کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرہ کی تاریخ میں بھی کبیر کے مذکورہ جذبہ کا اثر واضح طور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کبیر کے زمانے کے بعد مسلم دورِ حکومت میں تقریباً تین صدی تک ہندو مسلم مذہب سے متعلق فتنہ انگیزی کا کوئی واقعہ نہیں ملتا بلکہ عہدِ اکبری کے مغل انتظامیہ میں ہندو مسلم روابط سے متعلق تو بہت واقعات مشہور ہیں۔ مورخ اس کے مختلف اسباب بتلاتے ہیں لیکن ان تمام اسباب کے پسِ پشت ہندو مسلم اختلاف کی جڑ یعنی معاشرہ میں اندھی عقیدت کو مٹا کر مساوات کی تلقین کرنے والے کبیر کا ظہور خصوصیت کے ساتھ توجہ کا مستحق ہے۔ مورخین عموماً اس کو نظرانداز کر گئے ہیں لیکن اس کا اثر ہم گاؤں میں بھی دیکھ سکتے ہیں جہاں آج بھی ہندو مسلم تفریق کا کوئی اثر بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ چھوا چھوت تو

(باقی صفحہ ۱۲ پر)



کبیر

هزاری پرساد دویدی

ہمارے ملک کے حق روحانی رہنماؤں نے مذہب و ملت کے قوانین کے پیچھے چھپی دائمی حقیقت کو دیکھا ہے اور ذاتی تجربے پر مبنی اپنے مقولات کے ذریعہ اسے عوام کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ ان میں کبیر کی بڑی اہم حیثیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کبیر کی پیدائش سکندر لودی کے زمانے میں ہوئی تھی۔ انھوں نے بچپن میں سوامی راماسند سے دیکشا لی تھی اور مرنے کے وقت کاشی چھوڑ کر مگہر چلے گئے تھے۔ ان کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ وہ کسی برہمن بیوہ کے بیٹے تھے۔ سماجی مشکلات کی وجہ سے ان کی ماں نے نوزائیدہ بچے کو لہرتارا کے تالاب کے پاس پھینک دیا تھا۔ اتفاق سے اسی راستے نیرو نامی ایک جولاہا جا رہا تھا۔ نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر اس کے دل میں رحم آیا اور اس نے اپنے گھر لا کر اس کی پرورش کی۔

عام اعتقاد یہ ہے کہ کاشی میں مرنے والوں کو خود بخود مکتی (نجات) ملتی ہے اور مگہر میں مرنے والوں کو موت سے رہائی ملتی ہے۔ کبیر داس ایسے اعتقادوں کے چکر میں آنے والے نہیں تھے اس لئے وہ مرتے وقت مگہر چلے گئے تھے۔ ان کے انتقال کی تاریخ سمبت ۱۵۷۵ بکرمی کی اگہن سدی ایکادشی بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی زندگی کا عرصہ بڑا لمبا تھا۔ غالباً ان کی پیدائش سمبت ۱۴۵۵ (۱۳۹۸ء) بکرمی میں ہوئی تھی جیسا کہ ان کے مت کے پیرو مانتے ہیں۔ اس طرح وہ پوری پندرہویں صدی عیسوی اور اس کے بعد بھی کچھ برسوں تک زندہ رہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں اتھل پتھل اور مذہبی لین دین کا تھا۔ اس کے کچھ برسوں پہلے ہندوستان میں اسلام جیسے منظم مذہب کی آمد ہو چکی تھی۔ اسلام کی سماجی تنظیم کے لئے جو ہندوستان میں طویل عرصے سے چلی آ رہی تھی اور جس میں تبدیلی ناممکن سمجھی جاتی تھی، ایک زبردست چیلنج تھی۔ ہندوستان کو پہلی مرتبہ ایک ایسی مذہبی اور سماجی تنظیم کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جو اس کی اپنی تنظیم سے بالکل مختلف تھی۔ یہ بات نہیں کہ اس کے پہلے ہندوستان میں اور اقوام آئی ہی نہیں تھیں۔ حقیقتاً جیسا شاعر اعظم رابندر ناتھ ٹیگور نے کہا ہے، ہندوستان کئی اقوام انسانی کا بحر اعظم ہے۔ یہاں جو مذہبی تنظیم رائج تھی اس میں کئی ذاتیں شامل تھیں۔ اس میں ایک ذات کا فرد

دوسری ذات میں شامل نہیں ہو سکتا تھا لیکن جو نئی سماجی تنظیم آئی وہ پرانی تنظیم سے بالکل الٹی تھی۔ ہندوستانی نظام میں ایک ذات کے مختلف افراد مختلف اعتقاد رکھنے کے باوجود اس ذات ہی کے رکن رہتے تھے۔ اس کا "فرد" علیحدہ ہستی رکھتا تھا لیکن وہ علیحدہ ہو نہیں سکتا تھا۔ نئی تنظیم میں وہ علیحدہ ہو سکتا تھا لیکن اس کی علیحدہ ہستی نہیں تھی۔ پہلی تنظیم میں ذات کی خصوصیت قائم رکھتے ہوئے انفرادی طریق پرستش ممکن تھا، نئی تنظیم میں ذات کی خصوصیت ختم ہو جاتی تھی لیکن طریق پرستش اجتماعی تھا۔

یہ فطری بات ہے کہ نئی تنظیم کی آمد پر سماجی اور مذہبی معاملات میں خلفشار اور بے چینی کا احساس ہو۔ کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان شروع ہی سے اخلاقی پاکیزگی اور ذات پات کی پابندیوں میں چھپی ہوئی جس حقیقت کو اہمیت دیتا آ رہا ہے وہ ماند پڑ جائے گی۔ ایسے وقت ہی میں کبیر صاحب کا ظہور ہوا۔ انھوں نے سماج کے اوپری تہہ کے خلفشار کو دیکھا اور سمجھا اور عوام کی توجہ اس بنیادی حقیقت کی طرف مبذول کی جسے دونوں سماجی تنظیموں کے پیرو مانتے تو تھے لیکن عوامل ظاہری پر زور دینے کی وجہ سے ان کی نظر غیر واضح اور دھندلائی سی ہو گئی تھی۔ کبیر نے بہ آواز بلند کہا "ارے ان دوؤن راہ نہ پائی"۔ اور پھر یہ کہا ؎

ہمرے رام رحیما، کیسوا سہہ رام ستم ہوئی
بسمل میٹ بسمبھر ایکے اور نہ دوجا کوئی

کبیر داس نے جس جولاہا خانوادے میں پرورش پائی تھی اس میں ایک طرف تو ناتھ پنتھی یوگیوں کے اعتقادات تھے دوسری طرف وہ اسلام کے زیر اثر بھی تھا۔ میں نے "اپنی کبیر" نام کی کتاب میں اس جولاہا قوم کی سماجی صورت کا مفصل مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی پارچہ باف اقوام اسلام کی ترویج کے قبل نرگن وادی (ذات بے صفات کے معتقد) ناتھ پنتھی یوگیوں کے زیر اثر تھیں۔ ترویج اسلام سے انھیں ایک نئے منظم مذہب کا سہارا ملا اور وہ

رفتہ رفتہ مسلمان ہوتی گئیں اور کچھ بعد تک ناتھ فرقے کے اثر میں بنی رہیں۔ بنارس کے جس جولاہا خاندان میں کبیر کی پرداخت ہوئی تھی وہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن اس پر ناتھ پنتھی یوگیوں کا اثر باقی تھا۔ کبیر کو بچپن ہی سے نرگن پنتھ کی روحانی ریاضت کا سیدھا تجربہ ہو گیا تھا۔ ان پر اسلام جیسے منظم اور توسیع پذیر مذہب کا بھی اثر پڑا جس سے ان کی شخصیت میں زبردست جرأت اور خود اعتمادی پیدا ہو گئی۔ اچاریہ رامانند کے تقرب میں آنے کے بعد انھیں یوگ کی راہ کی سختی کا بھکتی کے راستے کی لذت کا احساس ہوا۔ ان کے مقولات کی مثال ایک ایسی بیل سے دی جا سکتی ہے جو یوگ کی زمین پر بھکتی کا بیج پڑنے پر اُگی تھی۔

ان دنوں شمالی ہند کے ہٹھ یوگیوں اور جنوبی ہند کے بھکتوں میں بنیادی فرق تھا۔ ایک ٹوٹ جاتا تھا لیکن جھکتا نہیں تھا، دوسرا جھک جاتا تھا ٹوٹتا نہیں تھا۔ اس کے لئے سماجی اونچ نیچ مذاق اور اعتراض کا ہدف تھی۔ دوسرے کے لئے ذہنی تحریک اور سماجی معیار کی بنیاد اس کے ساتھ اندرونی اختلاف یہ بھی تھے کہ جہاں ایک سماجی نابرابری کو ناانصافی سمجھتے ہوئے بھی فرد کو سب سے ارفع سمجھتا تھا، وہیں دوسرا سماجی بلندیوں پر پہنچ کر بھی خود کو "ترنادپ سنی چین" (تنکے سے بھی گیا بیتا) سمجھنے میں بھی فخر محسوس کرتا تھا۔

یوگی ڈٹ کر ذات پات کے اختلافات پر چوٹ کرتا تھا، رسوم ظاہری اور اس پر مبنی برتری کو پھٹکارتا تھا لیکن یوگ کی راہ کا ہر سالک ظاہر اور باطن دونوں میں خود کو سماج کے دوسرے افراد سے برتر سمجھتا تھا، دوسروں کی ظاہر بینی پر ترس کھاتا تھا، طرح طرح کی پیچیدہ باتوں میں اس کا مذاق اڑاتا تھا اور امید کرتا تھا کہ لوگ اس کے معجزات اور کرشمے دیکھ کر دانتوں تلے انگلی دبالیں گے۔ بھکت ذات پات کے اختلاف، چار ورنوں (برہمن، کشتری، ویش اور شودر) اور چار آشرم (طالب علم، خانوادہ ساز، خادم عام اور تارک الدنیا) اور اونچ نیچ کے سماجی اخلاق کو سر جھکا کر منظور کر لیتا تھا، خود کو ویرانۂ جہاں میں بھٹکتا ہوا گمراہ انسان مانتا تھا، اپنے برے رجحانات گنہ گاری پر منفعل رہتا تھا اور امید کرتا تھا کہ خدائے حاضر و ناظر اس کے احساسِ انفعال کو سمجھ لے گا اور اسے کشاکش دنیوی سے رہائی دلا دے گا۔ ایک کو اپنے علم پر فخر تھا اور دوسرے کو لاعلمی کا سہارا، ایک کے لئے جسم ہی کائنات تھا اور دوسرے کے لئے کائنات ہی جسم، ایک کو اپنے پر بھروسا تھا، دوسرے کو رام پر، ایک عشق کو کمزور سمجھتا تھا دوسرا عرفان کو سخت، ایک یوگی تھا دوسرا بھکت۔

عوام میں دونوں کا دو طرح ردعمل ہوا۔ ایک نے معتقد دنیا دل میں شبہ پیدا کر دیا۔ سوچنے لگا کہ مایا (دامِ جہاں) زبردست ہے، رہائی محال ہے، تحصیل روحانی کی راہ مسدود ہے، یوگ نہ جاننے والے کی نہ یاداشت ہو گی، چوراسی لاکھ انواعِ مخلوقات میں نہ جانے وہ کب تک پھرے گا۔ وہ سوچتا تھا کہ دنیا کا چکر خطرناک ہے، مایا کا گھماؤ دا ریاضت کی راہ بہت مشکل ہے۔ اس میں رکاوٹوں کی فوجیں کھڑی ہیں دنیادار بے بس ہے۔ دوسرے (بھکت) نے اسے بے پروا بنا دیا۔ وہ سو کہ جس نے غلطی سے بھی ایک بار خدا کا نام لے لیا اسے اور کچھ کرنے کی ہی نہیں، ایک بار وشنو کا تلک ماتھے پر لگ گیا تو بیکنٹھ کا دروازہ کسی طرح تلسی کی مالا مل گئی تو جنت میں مقام یقینی ہے اور کلجگ اور یگوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں گناہ کے خیال کی سزا نہیں ہے لیکن توا ارادے کی پوری جزا ہے۔ رام کا نام رام سے بھی بڑا ہے۔ ڈرنے کی کوا ضرورت نہیں ہے۔

یوگ نے دنیا دار کو ضرورت سے زیادہ شبہ زدہ سا دیا۔ مکمل رہائی، ایک نے مکتی کو مہنگا سودا بنا دیا، دوسرے نے بہت یوگ میں گلوگیر جذباتیت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جو بھکتی بھکت کو قدم لرزۂ محبت، بے حرکتی اور مرض کا احساس کراتی ہے وہ اس میدان تھی۔ ان لوگوں کے مطابق اگر "تقسیم و اقسام" خیالی باتیں ہیں، ا اور عزم بیکار ہیں، دنیا واہمہ ہے، اصلیت تقسیم اور اقسام سے با اور لطیف و کثیف کے بھی آگے ہے، اور اصلیت اگر یکساں اور نے تو تو ڑنے سے کیا فائدہ؟ جو ہستی مطلق اور لا منقسم اور بیداری محض اس کے سامنے سینہ کوبی کس لئے؟ اس لاصفت، بے حد ماتی اور حقیقت کی پرستش کیا اور حمد کیا! (اودھوت گیتا)۔ یوگ کی بنیا لاجذباتیت اور غیر رسمیت ہے اس لئے وہ اپنے پیرو کو سخت سا دیتا ہے نے بھی یوگیوں سے وراثت میں یہ اکھڑپن پایا تھا۔ دنیا داری میں ہوئے انسانوں کو دیکھ کر اور ان کے آنسو دیکھ کر وہ ترس کھا کر د ہوتے تھے بلکہ اور زیادہ سخت ہو کر انھیں پھٹکار دیتے تھے۔

لیکن اکھڑپن کبیر داس کی صفت خصوصی نہیں ہے۔ جب وہ یا اودھوت کو مخاطب کرتے ہیں تبھی ان کا اکھڑپن پورے زور پر ہوتا وہ یوگ کے سامنے پہیلیاں بجھاتے رہتے ہیں، "سُن" اور "سہج"

ماہیت پوچھتے رہتے ہیں، "دویت" (دوئی) اور "ادویت" (وحدت) کے سوالات اٹھاتے ہیں اور اودھوت کی لاعلمی پر شرارت آمیز خندہ زنی کرتے ہیں۔

پھر بھی یہ اکھڑ پن ان کی فطرت میں تھا انھیں یہ اصول منظور نہیں تھا کہ بھلا برا جس کو بھی ایک بار پکڑ دا اسے ہمیشہ پکڑے رہو۔ وہ حقیقت کی تلاش میں تھے اور کوئی موہ انھیں اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا وہ ہاتھ میں جلتی لکڑی لے کر چل پڑتے تھے اور اسی کو اپنا ساتھی سمجھتے تھے جو ان کے ہاتھوں اپنا گھر جلوانے کے لئے تیار ہو۔

ہم گھر جارا آپنا لیا مُراڑا ہاتھ
اب گھر جاروں تاسُ کا جو چلے ہمارے ساتھ

وہ سر سے پیر تک مست مولا تھے۔ وہ ایسے مست تھے جو پرانے کاموں کا حساب نہیں رکھتا، جو خود کاموں کو سب کچھ نہیں سمجھتا اور مستقبل میں سب کچھ جھاڑ پھٹکار کر نکل جاتا ہے جو دنیادار اپنے اعمال کا حساب رکھتا ہے وہ مست نہیں ہو سکتا جو ماضی کا شکنجہ کھولے وہ مستقبل کا ناظر نہیں بن سکتا۔ جو عشق کا متوالا ہے وہ دنیا والوں کے پیمانوں سے اپنی کامیابیاں نہیں ناپتا۔ کبیر جیسے پھکڑ کو دنیا داری سے کیا واسطہ؟

ہمن ہیں عشق مستانہ ہمن کو ہوشیاری کیا
رہیں آزاد یا جگ سے ہمن دنیا سے یاری کیا

تیہ واس بھکت اور دنیادار پیوں کو ایک ہی زمرے میں رکھتے تھے دونوں کا فرق مشکل ہے، دونوں کی فطرت الگ رہے۔ دونوں کے سامنے لالچ کا جال پھیلا ہوا ہے۔ دونوں کی باہر سے میٹھے اور اندر سے سخت، باہر سے نرم اور اندر سے مضبوط ہوتے ہیں۔ بھکت کی مثال ایسی وفاشعار عورت سے ہی دی جا سکتی ہے جو سب کی خدمت کرے لیکن دھیان ایک ہی کا رکھے۔ ستی کی سمندر کی لکیر کی طرح کا جل نہیں لگایا جا سکتا اور کبیر کی آنکھوں میں رہے ہوئے رام کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا

کبیر ریکھ سندور کی کاجل دیا نہ جائے نین رمیّا رم رہا دوجا کہاں سمائے

بھکت کی یہ دعا صرف ستی عورت ہی کو زیب دیتی ہے

نیناں انتر آؤ تو نینوں ہی میں جھپیوں
نا ہوں دیکھوں اور کو نا تجھ دیکھن دیؤں
میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سو تیرا
تیرا تجھ کو سونپتا کیا لاگے ہے میرا

انھیں خود اپنے اور اپنے محبوب پر جو لامحدود اعتماد تھا اسی نے ان کی شاعری میں ایک عظیم قوت بھر دی ہے۔ ان کے جذبات سیدھے دل سے نکلتے ہیں اور سیدھے سامع پر اثر کرتے ہیں۔

دوسروں کے اندھے اعتقادات پر زوردار چوٹ کرنے والے کبیر اظہارِ محبت کے معاملے میں گداز ہو جاتے ہیں۔ انھیں اپنے محبوب پر اعتماد تو ہے لیکن ان کے دل کو اطمینان نہیں ہے کہ یہ سوزِ عشق کافی ہے۔ نہ معلوم اس محبوب کو کون سا ڈھنگ پسند ہو۔ کیسا ملبوس پسند ہو۔ آہ اس محبت مست محبوب کا وصال کیسا ہوتا ہوگا:

من پرتیت نہ پریم رس نا اس تن میں ڈھنگ
کیا جانوں اس پیو سوں کیسی رہسی سنگ (ک۔گ۔ پنت ۲)

اس قوت کو خود پر عدم اعتماد سمجھنا غلطی ہو گی۔ اس میں صرف فرار عشق اور تجسس کا اظہار ہوا ہے۔ بھکت کو خود پر پورا اعتماد ہے لیکن محبوب کی بلندی اور وقار پر اسے اور زیادہ اعتماد ہے۔ غیر متزلزل عاشق یہ سوچتا ہے کہ اس کا محبوب کہیں غیر مطمئن نہ واپس ہو جائے۔ اس تجسس اور اندیشے کی وجہ اپنے نامکمل ہونے کا احساس ہے جو دانکاری نہیں۔

کبیر ایک طرف جہاں اودھوت یا سِدھ یوگی پر چوٹ کرتے ہیں اس خشک علم روحانی کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں وہیں دوسری طرف وہ پنڈت، شیخ، اور قاضی پر بھی چوٹ کرتے ہیں لیکن شیخ، پنڈت یا قاضی پر چوٹ کرتے وقت وہ اتنے ہوشیار نہیں رہتے جتنے اودھوت یا یوگی پر چوٹ کرتے وقت رہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ پنڈت اور شیخ کے ذخیرۂ علم کو انھوں نے اتنی باریکی سے نہیں دیکھا تھا جتنی باریکی سے اودھوت کی ریاضت دیکھی تھی۔ اسی لئے وہ حملہ اتنا تیز نہیں ہوتا۔ وہ پنڈت اور شیخ سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں جیسے یہ لوگ ناچیز شخص ہوں، صرف ظاہرداری کے انبار، محض خراب اطوار کے مجسمے۔ معمولی ہندو خانہ دار پر چوٹ کرتے وقت وہ بے پروا ہوتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں پر ایک بے پروایانہ تبسم دکھائی دیتا ہے گویا وہ ان آدمیوں کو اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ ان پر چوٹ کی جائے لیکن اس بے پروائی کی وجہ سے ان کی شاعری میں ایک سطحی تاثر اور دلکش شعریت آ جاتی ہے۔ یہی بے پروائی کبیر کی طنزیات کی جان ہے۔ سچ پوچھا جائے تو آج تک ہندی میں ایسا طنز نگار پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کی صریح چوٹ کرنے والی زبان، بغیر کہے سب کچھ دے دینے والی تکنیک اور نہایت سادہ ہونے کے ساتھ نہایت سخت طریقۂ اظہار

غیر معمولی طور پر معمولی ہے۔ ظاہری رسوم پر حملہ کرنے والے پرانے سنتوں اور یوگیوں کی اس ملک میں کمی نہیں ہے لیکن اتنے معمولی اور سادہ طریقے سے مسمار کر دینے والی زبان کبیر سے پہلے بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ طنز ایسے کہتے ہیں کہ کہنے والا زیر لب مسکرا رہا ہو اور سننے والا تلملا اٹھا ہو، تاہم یہ سمجھتا ہو کہ کہنے والے کو جواب دینا خود کو اور زیادہ مضحکہ خیز بنانا ہوگا۔ کبیر اسی طرح کے طنز نگار تھے :

نہ جانے میرا صاحب کیسا ہے
مسجد بھیتر ملّا پکارے کیا تیرا صاحب بہرا ہے
چیونٹی کے پگ نیبر باجے تو بھی صاحب سنتا ہے
پنڈت ہو کے آسن مارے لمبی مالا جپتا ہے
انتر تیرے کپٹ کتری سو بھی صاحب لکھتا ہے
اونچا نیچا محل بنایا گہری نیو جماتا ہے
چلنے کا منصوبہ ناہیں رہنے کا من کرتا ہے
کوڑی کوڑی مایا جوڑی گاڑ زمیں میں دھرتا ہے
جہہ لینا ہے سو لے جیئے پائی بہہ بہہ مرتا ہے
ست ونتی کو گرہ ملے نہیں ویشیا پہنے خاصا ہے
جہہ گھر سادھو بھیک نہ پاوے بھڑوا کھات بتاسا ہے
ہیرا پائے پرکھ نہیں جانے کوڑی پرکھا تا ہے
کہت کبیر سنو بھائی سادھو ہری جیسے کو تیسا ہے (ک۔و ص۱۵۱)

یہ زبان جھنجھوڑنے والی ہے، جتنی سادہ اتنی ہی تیر۔ پڑھتے وقت معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والا اپنے لئے بالکل بے فکر ہے۔ اگر وہ اپنے لئے اتنا بے فکر نہ ہوتا تو اتنا سمت طنز نہ کرتا۔

کبیر داس کے لئے عشقِ الٰہی ہی سب کچھ ہے، وید نہیں، شاستر نہیں، قرآن نہیں، جپ نہیں، مالا نہیں، تسبیح نہیں، مندر نہیں، اوتار نہیں، نبی نہیں، پیر نہیں، پیغمبر نہیں۔ یہ عشق ساری رسوم ظاہری سے بالاتر ہے اور سارے مذہبی اعمال سے برتر ہے۔ جو کچھ بھی اس کی راہ مسدود کرتا ہے وہ قابلِ تحقیر ہے۔

انھوں نے سارے اُپاسوں (روزہ داریوں) اور تیرتھوں کو ایک ساتھ ہی نامنظور کر دیا۔ ان چیزوں کا ساتھ کرکے اور معتمد وید کا تخیل کرکے ان کے لئے بھی دینوی عز و وقار کا انتظام کرنے کو انھوں نے بیکار سمجھا۔ انھوں

نے واحد اللہ نرنجن نرلیپ خدا میں لگن لگانے کو ہی اپنا مقصد بنایا اور اس کا اعلان کیا۔ اس لگن اور محبت کا کوئی ذریعہ اس محبت کے علاوہ نہیں ہے، کسی اور واسطے کو انھوں نے منظور نہیں کیا۔ محبت ہی مقصد ہے، محبت ہی ذریعہ ہے۔ اس کا ذریعہ برت بھی نہیں، حرم بھی نہیں، پوجا بھی نہیں، حج بھی نہیں، تیرتھ بھی نہیں :

ایک نرنجن الکھ میرا۔ ہندو ترک نہوں نہیں میرا
وا کھوں برت نہ محرم جانا۔ تت ہی سمروں جو رہے ندانا
پوجا کروں نہ نماز گزاروں۔ ایک نرا کار ہردے نام سکارا
نا حج جاؤں نہ تیرتھ پوجا۔ ایک پچھانیا تو کیا دوجا
کہے کبیر بھرم سب بھاگا۔ ایک نرنجن سوں من لاگا (ک گ پد ۳۳۸)

ان کے نزدیک یہ جو پیر پیغمبر، قاضی، ملا، روزہ، نماز اور مغرب رو ہونے پر عقیدت ہے وہ سب غلط ہے اور جو دیوتا، برہمن، ایکادشی، دیوالی اور مشرق رو ہونے پر عقیدت ہے وہ بھی غلط ہے اگر ہندوؤں کے بھگوان مندر میں اور مسلمانوں کے خدا مسجد میں رہتے ہیں تو وہاں کس کی ملکیت ہے جہاں نہ مندر ہے نہ مسجد۔ کبیر داس نے اسی لئے ان سب کو رد کر دیا اور ان لوگوں کو بھی مسترد کر دیا جو آنکھیں بند کرکے چلنا پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنی روح کے خدا ہی کو اپنا ہمراہ بنا کر نکل پڑے۔ بولے: "او فقیر تو اپنی راہ چل، مندر بھی نہ جا اور مسجد کی طرف بھی رخ نہ کر، کیوں جھگڑے میں پڑتا ہے، تیرے رام رحیما اور کیشو کریما میں تو کوئی فرق نہیں۔ تیرے لئے تو دونوں ایک ہی ہیں، ایک ہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔"

ہمرے رام رحیم کریما کیسو اللہ رام ست سوئی
بسمل میٹ بسمبر ایکے اور نہ دوجا کوئی
ان کے قاضی ملّا پیر پیغمبر روزہ پچھم نماجا
ان کے پورب دسا دیو دج پوجا گیارس گنگ دواجا
ترک مسیت دیہرے ہندو دوہو ٹھا رام خدائی
جہاں مسیت دیہرا ناہیں تہاں کا کی ٹھکرائی
ہندو ترک دو دوَرہ توٹی پھوٹی اور چھرائی
ارگھ ارگھ دسہوں دس جت تت پورن رہیا رام رائی
کہے کبیرا داس فقیرا اپنی راہ چل بھائی
ہندو ترک کا کرتا ایکے تا گتی لکھی نہ جائی (ک گ ص ۴۸)

لیکن کبیر یہیں نہیں رکے۔ اگر لفظ اللہ مذہب اسلام کی نمائندگی کرتا ہے اور لفظ رام ہندو تہذیب کی تو وہ ان دونوں کو تسلیم کر لینے کو تیار ہیں۔ لیکن کسی نہ کسی لفظ کا استعمال تو کرنا ہی پڑے گا۔ اگر عربی فارسی الفاظ اسلامی تہذیب کی اور سنسکرت ہندی کے الفاظ ہندو تہذیب کی یاد دہانی کرتے ہیں تو کبیر داس اس ذہنی اختلاف کو بھی پنپنے نہیں دیتے۔ وہ وید اور قرآن سے بھی آگے بڑھ کر کہتے ہیں،

گگن گرجے تہاں سدا پاوس جھرے، ہوت جھنکار نت بجے تورا
وید کتیب کی گم ناہیں تہاں، کہے کبیر کوئی رمے سورا

(ستدادلی صفحہ ۱۰۴)

اس طرح ساری ظاہری مذہبی رسوم کو مسترد کرنے کی بےپناہ جرأت لے کر کبیر داس ریاضت کے میدان میں اترے۔ محض استرداد کوئی اہم بات نہیں ہے کوئی بھی شخص کسی بھی بات کو مسترد کر سکتا ہے لیکن کسی عظیم مقصد کیلئے رکاوٹوں کو مسترد کرنا واقعی ہمت کا کام ہے۔ انھوں نے غیر متزلزل اعتقاد کے ساتھ راہِ عشق اپنانے کی تلقین کی۔ وہ تا زندگی مردہ رسوم اور مذہبی بد اطواری کی زبردست طرح سے لوہا لیتے رہے۔ لالچ اور جھوٹوں کا ڈر، خواہشات اور نقصان کے لیے سد راہ ضرور ہوئے ہوں گے۔ انہیں انھوں نے غیر معمولی جرأت کے ساتھ فتح کیا۔ ان کا واحد اسلحہ معرفت کی تلوار تھی۔ اس عضب کی تلوار کو انھوں نے ایک لمحے کے لئے بھی رکنے نہیں دیا۔ وہ متواتر چلتی رہی لیکن انھوں نے مروت کی رواداری کو بھی نہیں چھوڑا۔ یہی ان کی زرہ تھی۔ انھوں نے بےدردی کے ساتھ مذہبی بد اطواریوں، ظاہری رسوم اور مردہ روایتوں کو کاٹا۔ وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر قسمت آزمائی کے لئے نکلے تھے ایک لمحے کے لیے بھی ان کی رفتار پر بل نہیں پڑا اور پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ وہ سچے سورما کی طرح میدان میں ڈٹے رہے۔

ایک سمر ایک سار کھی رہے کھیل کوئی سورما ست جھیلے
کاں دل جیت کرود ھ پیال کر پرم سکھ دھام سہاں مرتی میلے
سیل سے سہر گڑھیاں کو لھونگ لے آئے جو گاں میں کھیل کھیلے
کہیں کبیر سوئی ست جن سورما سیس کو سونپ کر کرا ٹھیلے

(ستدادلی صفحہ ۱۰۶)

ایسے تھے کبیر سر سے پاؤں تک مست مولا، فطرتاً بے پروا، عادت میں نڈر، حقیقت کے آگے سر نگوں، ظاہر دار کے سامنے ہیبت ناک، دل سے صاف، دماغ سے درست، اندر سے نرم، باہر سے سخت، نسلی طور پر ارذل، عملی طور پر قابلِ ستائش۔ وہ جو کچھ کہتے تھے تجربے کی بنا پر کہتے تھے۔ اسی لیے ان کی باتیں چبھنے والی اور طنز تلملا دینے والے ہوتے تھے۔ ان کے جو پیش رو لوگ مذہبی ظاہر داری کے مخالف تھے انھوں نے بھی اپنے چاروں طرف ظاہر داری کا طلسم کھڑا کر رکھا تھا۔ اسی لئے ان لوگوں میں وہ مستانہ بے پروائی نہیں تھی جو کبیر کو اتنا مرغوبِ عالم بنائے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ ان کے پیشرو کتاب (مذہبی کتب) کی مذمت چاہے جتنی کریں کتاب ان کی پڑھی ہوئی ہوتی تھی کیونکہ یہ لوگ بودھ اور یوگی تھے۔ چنانچہ وہ اندر ہی اندر کتاب کے وقار سے مرعوب رہتے تھے۔ وہ لوگ کبیر کی طرح بےخوف خود اعتمادی کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکے:

تیرا میرا منوا کیسے اک ہوئے رے
میں کہتا ہوں آنکھن دیکھی
تو کہتا کاگد کی لیکھی
میں کہتا سلجھاون ہاری
تورا کھیو ارجھائی رے

مستحکم خود اعتمادی اور بے غرضانہ عبودیت کے بغیر کوئی اتنی صفائی سے نہیں کہہ سکتا کہ ”تورا کھیو ارجھائی رے“۔ معمولی بات کو معمولی نہ رکھ کر بیکار مباحثے سے اسے ملوث کر دینا ہی کیا زیادہ تر ”کاگد کی لیکھی“ کا کام نہیں ہے؟

عبودیت کے سیلاب میں بھی انھوں نے کبھی خود کو حقیر نہیں سمجھا کیونکہ ان کی فروتنی میں بھی ان کی خود اعتمادی کے ساتھ نہیں چھوڑتی تھی۔ ان کا دل حسن تراشِ عشق کا مجموعہ تھا وہ معرفت کے شیرے سے کشید کی گئی تھی اسی لئے ان میں کورانہ اعتقاد، جذباتیت اور مجنونانہ جذبۂ عشق کا فقدان ہے۔ وہ مصلح زمانہ کی سی طاقت اور خود اعتمادی لے کر پیدا ہوئے تھے اور زمانہ ساز لوگوں جیسی مضبوطی ان میں موجود تھی اسی لیے وہ زمانہ ساز ثابت ہوئے۔ ان کی شخصیت کو ایک جملے میں یوں کہا جا سکتا ہے: ”وہ سر سے پاؤں تک مست مولا تھے، بے پروا مستحکم سخت رو“ انہیں غیر معمولی صفات کے سبب وہ قرونِ وسطیٰ کے ہندوستانی نفس کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے بعد ان کی ترویج کردہ نرگن سادھنا (لا صفات کی عبودیت) نے بھکتی کے مسلک کو بہت متاثر کیا۔

کبیر کی تصنیفات کی صورت میں ملتی ہیں وہ خود پڑھے لکھے نہیں

تھے۔ ان کی تخلیقات عموماً عابدوں کے سروں ہی میں پھوٹتی رہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی نظموں میں تھوڑی بہت تبدیلی بھی ہوئی ہوگی۔ ان کے نام پر شائع شدہ کتابوں کی تعداد درجنوں تک پہنچتی ہے لیکن وہ سارے مستند تصانیف نہیں ہیں۔ جب سے موجودہ طریقے کی تحقیق کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے کبیر داس کی اصلی تصانیف کی تلاش کی بہت کوشش کی گئی ہے۔ آں جہانی ڈاکٹر شیام سندر داس کو ایک ایسا مخطوطہ ملا تھا جس پر سمت ۱۵۶۱ وکرمی (۱۵۰۴ء) دیا ہوا تھا۔ اگر یہ وقت کتابت صحیح ہوتا تو کبیر داس کی زندگی میں لکھی ہوئی مانی جا سکتی تھی لیکن اس وقت عالموں نے اس وقت کی کتابت کو جعلی قرار دیا ہے۔ اس مخطوطے کی بناء پر آنجہانی ڈاکٹر صاحب نے کبیر گرنتھاولی کے نام سے اس کا ایک ایڈیشن ناگری پرچارسبھا سے شائع کرایا تھا۔ حالانکہ اب یہ مانا جانے لگا ہے کہ مخطوطہ اتنا پرانا نہیں ہے جتنا پہلے سمجھا گیا تھا تاہم وہ آج سے دو ڈھائی سو برس پہلے کی تدوین ضرور ہے۔ سکھ لوگوں کے گرو گرنتھ صاحب میں بھی کبیر کی تخلیقات شامل کی گئی ہیں لیکن وہ بھی کبیر صاحب کے وصال کے بہت بعد شامل کی گئی ہیں۔ الہ آباد یونیورسٹی کے ڈاکٹر رام کمار ورما نے ان ملفوظات کی علیحدہ تدوین کی ہے۔ کبیر سمپردائے میں "بیجک" نامی کتاب کی بہت توقیر ہے۔ اس کی کئی تفاسیر اور توضیحی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس (بیجک) میں دی ہوئی نظموں اور گورو گرنتھ صاحب کی نظموں میں بہت فرق ہے جو دانیاں (نظمیں) کبیر گرنتھاولی میں دی ہوئی ہیں وہ بھی اس سے بہت مختلف ہیں۔ ان تین مشہور کتابوں کے علاوہ کبیر صاحب کے نام پر مروج پدوں اور ساکھیوں کی تعداد بہت ہے۔ پنڈت ایودھیا سنگھ اپادھیائے ہری اودھ نے سبھی طرح کی دانیوں سے کبیر وچناولی کا انتخاب کیا تھا۔ حالانکہ صاحب علم اور عاشق تحقیق حضرات اس کی ہر ایک وانی (نظم) کو مستند نہیں مانیں گے تاہم اس میں شک نہیں کہ کئی سمپردایوں (فرقوں) اور کتابوں میں بکھری ہوئی وانیوں کا یہ بہترین انتخاب ہے۔ اس سے چاہے کبیر کی زبان سمجھنے میں مدد نہ ملے لیکن ان کے اصولوں، اقدار اور خصوصیات کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے۔ کبیر داس کے بھجنوں نے دنیا کے سارے اہل علم کی توجہ اپنی طرف مبذول کی ہے۔ ان کی وانیوں نے جو ذات اور مذہب کے اختلاف سے بالاتر اور مبنی بر حقیقت ہیں۔ دنیا والوں کو نئی روشنی عطا کی ہے۔ اس کتاب کی وانیاں بلاشبہ ایسے باذوق حضرات کے دل نشیں ہوں گی جنہیں انسان

کے صحیح مذہب کی تلاش ہے۔ (منقولہ از کبیر وچناولی مؤلفہ ہری اودھ مترجم سرسوتی سرن کیف مطبوعہ ساہتیہ اکاڈمی)

بقیہ:۔ فرہنگ کبیر از پروفیسر محمد انصار اللہ

کی تلقین و تبلیغ میں زندگی بھر مصروف رہے۔ عوامی زبان کو اس کی اصلی اور بے میل صورت میں استعمال کرنا ان کی ضرورت بھی تھی اور وہ اس زبان کی وسعتوں، لطافتوں اور خوبیوں سے صحیح طور پر آگاہ بھی تھے۔ ان کا یہ شعر اب تک مشہور چلا آتا ہے ؎

میری بولی پوربی، تاہے نہ چینھے کوے
میری بولی سو لکھے، جو پورب کا ہوئے

مہرشی سیو برت لال ورمن کبیر کے ہم وطن اور ہم زبان تھے، کبیر سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"میں نے اپنے طور پر بہت زبانوں کی کتابیں پڑھیں لکھیں۔ اس بزرگ کا کلام میری نظر میں سب پر فایق نکلا اور میں ہمیشہ اس سے کام لیتا ہوں۔"

مہرشی جی نے کبیر سے متعلق بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں بعض کتابیں تو کبیر کے کلام کی تشریح پر ہی مشتمل ہیں۔ باقی میں بھی انھوں نے کبیر کے کلام میں مستعمل الفاظ کے معنی لکھ دیئے ہیں اور بعض میں موقع بموقع ان کی توضیح و تصریح بھی کی ہے۔ ان مقامات کی اہمیت ہے۔

کئی برس پہلے راقم نے بھی ڈاکٹر رام کمار ورما کی کتاب کبیر پداولی کا اردو میں ترجمہ کر کے "شعر کبیر" کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس میں بھی بہت سے نامانوس لفظوں کے معنی لکھ دیئے تھے۔ اب مخدوم گرامی ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے فرمایا تو خیال ہوا کہ اگر ان سب کو یکجا کر دیں تو نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز کی زبان ہندوی (قدیم اردو) کی ایک اچھی فرہنگ تیار ہو جائے گی چنانچہ یہ کام شروع کیا۔

اوپر یہ بات کہی جا چکی ہے کہ اردو اور مرہٹی ایک اصل کی زبانیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے لفظوں کے تلفظ اور معنی کے تعین کے لئے مہاراشٹر راشٹر بھاشا سبھا، پونے کی شائع کردہ "بدھت مراٹھی شبد کوش" سے بھی پوری طرح مدد لی گئی ہے۔ یہ لغت ضخامت میں اگرچہ کمتر ہے، توقع ہے کہ افادیت میں کمتر ثابت نہ ہوگی۔ ■■

(بشکریہ فکر و تحقیق، دہلی بابت جولائی تا اگست ۱۹۹۸ء، قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو)



شاہ کبیر یا کبیر داس**

محمود شیرانی

یہ دلی کے جولاہے اور بنارس کے رہنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی وفات پر مسلمانوں نے انھیں رسوم اسلام کے مطابق دفن کرنا چاہا اور ہندوؤں نے اپنے مذہبی طریق پر جلانا چاہا۔ اس سے کم از کم دونوں قوموں میں ان کی ہر دلعزیزی مسلّم ہے۔ صاحب دبستان نے جو حالات دیئے ہیں وہ زیادہ تر ہندو ذرائع سے ماخوذ ہیں ان میں انھیں رامانند کا چیلہ بتایا گیا ہے۔ ہندی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام کمال اور لڑکی کا نام کمالی تھا۔ کبیر کے کلام میں قدم قدم پر اسلامی اثر نمایاں ہے۔ اگرچہ اس کا کلام کبیر پنتھیوں اور ہندوؤں کی مداخلت میں رہنے سے بہت کچھ مسخ ہو گیا ہے اور اکثر غیر کبیری کلام اس میں شامل کر دیا گیا ہے تاہم صوفیوں اور کبیر کے کلام میں بہت کم فرق دیکھا جاتا ہے۔ اکثر امور میں وہ صوفیوں کا ہم آواز ہے۔ عشق الٰہی۔ ذکر۔ فنائیت۔ محویت۔ تیراگی۔ ترک و تجرید۔ موت کی یاد۔ دنیا کی بے ثباتی۔ ہمہ اوست جو صوفیہ کے ممتاز مضامین ہیں۔ کبیر کے ہاں عام ہیں۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست

کبیر کہتے ہیں ؎ کبیر نوبت آپنی دن دس لیہو بجائے

فردوسی کا شعر ہے ؎ چہ بندی تو دل بر سرائے فسوس
نہ ہر تاں ہمی آید آوائے کوس

کبیر کہتے ہیں ؎ کبیر سرائے سرائے ہے کیا سوئے سکھ چین
سوانس نقارا کوچ کا باجت ہے دن رین

ابوالفرج کہتا ہے ؎ ہر کس بقدر خویش گرفتار محنت است
کس را نداده اند برات مسلّمی

کبیر کا قول ہے ؎ راجا دکھیا پرجا دکھیا جوگی کو دکھ دوبارا
کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی نہ ہیں سکھیاری

مولانا روم کہتے ہیں ؎

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
گر نہ بینی سرّ حق بر من بخند

اور کبیر ؎ دیکھ رہی دیکھ تجھ میں تیرا دہنی دم کور وک دیدار پاوے
دم کور وک اور موں کو بند کر جا ند سورج گھر ایک آوے

کبیر کا یہ شعر ہمیں عمر خیام کی یاد دلاتا ہے ؎

ماٹی کہے کمہار کوں تو کیا روندے موہیں
اک دن ایسا ہو دیگا میں روندوں گی توہیں

کبیر کی زبان اردو سے بہت ملتی جلتی ہے۔ دس فیصدی سے زیادہ اس کے ہاں فارسی الفاظ ہیں بلکہ ایسے فارسی محاورے جو اردو کے ذریعہ سے عام میں رائج تھے۔ اس کے ہاں موجود ہیں۔ مثلاً نوبت زدن فارسی محاورہ ہے کبیر نے اس کا ترجمہ نوبت بجانا کر لیا۔ اسی طرح "تیشہ بر پا زدن و خوردن" فارسی کا ایک محاورہ ہے۔ کبیر اس کا بھی استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ ؎

دین گنوایو سنگ دنی دلی نہ چالی ساتھ
پانو کلہاڑی ماریا مورکھ اپنے ہاتھ

فارسی کی ضرب المثل ہے ؎ کہ رنگی نشستن بگردد سعید
کبیر اپنے انداز میں یوں لکھتا ہے ؎ کوئلا ہوئے سنا و جو نومن صابن لائے

کبیر کا بارہ ماسہ راقم کے پاس موجود ہے جو انھوں نے اپنے مرید سید مراد کی فرمائش پر لکھا ہے۔ اس میں سنہ تصنیف ۱۱۳ھ دیا ہے جو غالباً کوئی اور سنہ ہے۔ میں اس کا ابتدائی بند یہاں نقل کر دیتا ہوں

گئی بیس اب آیو لودہایا بہاں پیو کہو پو ترپایا
سبھی بیش میں کھیل گنوائی پیہ کی نیہا نیک نہیں پائی
ساٹھ برکھ میں جات نخالی گور کی چپن نیک نہیں مالی
چھن چھن دیہہ بھی اتّجیاں پیہ کو سمرن کچھوں نہ کیناں
سب جوبن اکارتھ کھویو برہی نام کبیرا رویو
جیلا سیّد مراد سیانا جن گورز بچن ساتھ گو رمانا

موسوں کہی موہ یہ آسا کہدیو موکوں بارہ ماسہ
مالس مالنس بیں جی دکھ پایے تے جگ کوں ان آئے سمایے
ٹرسمی سمت ہے ہیو گیارہ سے اور تیس
بارہ ماسے میں کہوں پنڈت دیوا سیس

صاحب مخزن الاصفیا (ص ۴۴۶) کبیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مرید و خلیفۂ شیخ تقی است از اولیاء اللہ و مشاہیر عہد خود است و جمال ولایت را در طریق ولایت مستور داشتے و در موحدان وقت خود ممتاز بود و او را در زبان ہندی کلام بسیار عالی است کہ بر علو درجات او دال است و اگر در کلام او تفحص و تجسس کردہ آید لوعے از قسم وصال یافتہ می شود و فراق را در ساحت وصلت او اصلا عبور نیست۔ و اول کسے کہ بزبان ہندی حقائق و معارف بیان فرمودہ او ست و انواع اشعار ہندی دارد لیکن اکثرے از حسن بستن پدو ساکھی از وے منقول است و اگر سطر انصاف بہ بیبی جواہر و قائق دلائل حقائق میزان سنجیدہ است کہ مثل آں در کلام دیگرے یافتہ می شود . . . وار قوت باطنی او آنکہ اہل اسلام و ہنود ہر دو فریق بروا اعتقاد کامل دارند و از خود شمارند چنانچہ در اہل اسلام بہ شیخ کبیر و در ہنود بہ بھگت کبیر اشتہار دارد۔"

شیخ عبدالحق نے اپنے دادا شیخ سعد اللہ متوفی ۹۲۸ھ کی رائے کبیر کے متعلق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"می فرمودند روزے از ایشاں پرسیدم ایں کبیر مشہور کہ سخن ہائے وے میخوانند مسلمان بود یا کافر؟ فرمودند موحد بود۔ عرضہ کردم کہ موحد مگر غیر کافر و مسلمان است؟ فرمودند فہم ایں معنی دشوار است نخواہید فہمید" (اخبار الاخیار ص ۳۴۳)

کبیر کے زمانۂ وفات کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے۔ اکثر مصنفین ان کو سلطان سکندر لودھی کے عہد میں مانتے ہیں۔ مثلاً ابوالفضل و صاحب دبستان المذاہب اس طرح ان کی وفات دسویں صدی ہجری کے پہلے ربع میں ہونی چاہئے لیکن سرکاری آرکیالوجیکل رپورٹ آثریات قدیمہ و مخطوطات صوبۂ شمال و مغربی واودھ (ص ۲۲۴) میں لکھا ہے کہ بجلی خاں نے کبیر کا روضہ موضع مگھر ضلع بستی میں جہاں کبیر وفات

پاتے ہیں) ۱۴۵۰ء میں تیار کرایا (جو سال ۸۵۴ھ کے مطابق ہے) اور ۹۶۷ھ میں فدائی خاں نے بعہد اکبر اس روضہ کی مرمت کرائی۔ شاہ کبیر کی یادگار میں ایک مسجد شہر جونپور میں بابا بھیک نے ۹۹۱ھ میں تعمیر کی ہے۔ کبیر کی اوقاف کے لئے دو گاؤں شاہی زمانہ سے معافی میں چلے آتے ہیں۔ ایک گاؤں مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور دوسرا ہندوؤں کے قبضہ میں۔ کبیر کے مزار کے برابر ہندوؤں نے کبیر کا سادھ بنا رکھا ہے۔ سمادھ میں ایک سادھو رہتا ہے۔ اور مزار پر مسلمان مجاور ہیں۔

کبیر کی تحریک ان اثرات کی بازگشت ہے جو اسلام کی موجودگی سے ہندوستان میں بروئے کار آئے ہیں کبیر کی آواز توحید کی نشر و اشاعت اور بت پرستی کی بیخ کنی میں نہایت مفید ثابت ہوئی ہے اور ہندوستان کے ایسے مذاہب پر جو اس کے بعد وجود میں آئے ہیں اس کا اثر نہایت گہرا ہے مثلاً کبیر پنتھیوں کا وہ پیشوا مانا جاتا ہے۔ وادو پنتھیوں۔ ستنامیوں اور نانک پنتھیوں پر بھی کبیر کا پرتو نمایاں ہے۔ مسٹر لوس کا بیان ہے کہ کبیر نے ہندوستان کی بارہ تیرہ مذہبی تحریکات پر اثر ڈالا ہے۔

بلحاظ شاعری اس کا پایہ بہت بلند ہے۔ ہندی زبان کا درحقیقت پہلا بڑا شاعر ہے اس کا کلام سادگی، تاثیر، صفائی، جدت، معنی آفرینی، سوز و گداز اور شیرینی ادا کے اوصاف سے آراستہ ہے۔ کبیر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ دقیق سے دقیق خیال کو چند معمولی الفاظ میں ادا کر سکتا ہے۔ جس کو خواندہ و جاہل اور عامی و عالم سب سمجھ سکتے ہیں۔ اور اسی کمال کی بدولت اس کو دائمی شہرت کا تاج مل گیا ہے تلسی داس اور سور داس اگرچہ کبیر داس سے بہت بعد گزرے ہیں لیکن ان کا کلام اس قدر دقیق اور عالمانہ ہے کہ ہم اس کا اکثر حصہ سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن کبیر کے ہاں یہ دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس کا وطن بنارس ہے لیکن اس نے وہ زبان استعمال کی ہے جو اس زمانہ میں عوام الناس کی زبان تھی! اسی لئے اس کا کلام اردو کے اس قدر قریب ہے کہ آج بھی اس کا سمجھنا دشوار نہیں۔ کبیر کی تصنیفات سے بعض ریختہ بھی مشہور ہیں۔ اسی طرح اس نے فارسی بحروں میں بھی لکھا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ بعض موقعوں پر اس نے ردیف و قافیہ کی بھی پابندی کی ہے۔

میں یہاں دو مثالیں درج کرتا ہوں ۔

حلق سب رین کا سپنا، سمجھ من کوئی نہیں اپنا
کٹھن یہ موہ کی دھارا، بہا سب جات سنسارا
گھڑا جو نیر کا پھوٹا، پتّا جو ڈار سے ٹوٹا
آ اسس نر جات جگالی اتھوں لگ اکھی مانی
بھولو مت دیکھ تن گورا جگت میں جیونا تھورا
تجو مد لوبھ چترائی رہو نہسنگ جگ مائیں
سکس جب یراں جا دیگے کوئی نہیں کام آدیگے
حس پریوار سُت دارا اُسی دن ہوئیگے سیارا
آاس رحاں یہ دیہہ لگالے نام سے نیہا
کٹے جسم حال کی پھالسی کہے کبیرا ای ناسی (کبیر بچناولی ص۱۸۳)

دیگرے

ستا نہیں دھن کی جراں جد نا جا باجتا
رسمند مسند رگا جتا ماہر شے تو کیا ہوا
گا ٹا ایم و لوستا ھنگ ادرسترا ہیں پیوتا
اک پریم رس جا کھا نہیں امل ہوا تو کیا ہوا
کاسی کیا اور دوار کا تیرتھ سکل مت بھرپھرے
گا نٹھی نہ کھولی کپٹ کی تیرتھ گیا تو کیا ہوا
پوتھی کتابیں باچتا اوروں کو ست سمجھا دتا
ہر کوئی محل کھوجے نہیں بک بک مرا تو کیا ہوا
قاضی کتابیں کھوجتا کرتا نصیحت اور کو
محرم نہیں اس سے قاضی ہوا تو کیا ہوا
شطرنج چوپڑ گنجفہ ایک رد ہے بدرنگ کی
ماری نرلائی پریم کی کھیلا جوا تو کیا ہوا
جوگی دگمبر سے بڑا کپڑا رنگے رنگ لال سے
واقف نہیں اس رنگ سے کپڑا رنگا تو کیا ہوا
مندر جھروکے راوٹی کل چمن میں رہتے سدا
کہتے کبیرا ہیں سہی گھٹ گھٹ میں صاحب رم رہا (کبیر بچناولی)

یہ نظمیں اچھی خاصی اردو کہلائے جانے کی مستحق ہیں لیکن مجھ کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ کبیر کی نہیں۔ اور بعد میں کبیر کی طرف منسوب کر دی گئی ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہندی ادبیات میں ہم ہر قسم کی ابتری اور آشوب سے ملاقی ہوتے ہیں۔

کبیر

● شاہ جہاں مجید

اے مالکِ قلم تو، نہ صاحبِ فراست
ہر بول تیرا پھر بھی توضیحِ علم و حکمت
ہر لفظ میں ہے پنہاں اک فلسفہ خودی کا
ہر نظم میں ہے مضمر اسرارِ زندگی کا
انساں ہیں سب برابر ادنیٰ نہ کوئی اعلیٰ
تیری نظر میں اونچا رتبہ تھا آدمی کا
تیرا کلام کیا ہے آئینۂ حقیقت
تیرا پیام، امن و یکجہتی و محبت

قدمائے حالات اور ان کے سنین حیات و ممات سے ہندی ادیب اکثر بے خبر ہیں۔ اسی طرح اساتذہ کے اصلی اور غیر اصلی کلام کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اور اسی کبیر کی طرف اسی بیاسی تالیفات منسوب ہیں۔ خدا جانے ان میں کبیر کی ہیں اور کتنی الحاقی۔ اسی طرح اپنے ادبی ذوق کی قدامت ثابت کرنے کی دھن میں وہ ہر لغو دستاویز کو پرتھی راج اور اس کے جانشینوں کے عہد کی ماننے کے لئے تیار ہیں۔

میرا خیال ہے کہ کبیر کے بعد بھی کبیر کے نام پر برابر نظمیں لکھی جا رہی ہیں کیونکہ بعض نظموں میں ایسی اشیا اور چیزوں کا ذکر آتا ہے جو کبیر کے عہد میں رائج نہ تھیں۔ مثلاً صندوق، تمباکو اور دوربین۔ صندوق اگرچہ دکن میں پہلے سے رائج تھی لیکن ہندوستان میں بابر کے عہد تک بھی بہت کم معلوم تھی۔ اور عام استعمال میں ہرگز ہرگز نہ تھی۔ تمباکو ہندوستان میں اکبر کے عہد میں آتی ہے اور دوربین تو گزشتہ صدی میں یوروپین لاتے ہیں۔ میں ان کی مثالیں ذیل میں عرض کرتا ہوں

تیر تیک سے جو لڑے سو تو سور نہوئے
مایا تیج بھکتی کرے سور کہائے سوے (کبیر بچناولی ص۲۸)

دیگرے — کٹ تار و صندوق چلایا
داس دیو کب سب کھایا (کبیر بچناولی ص۱۶۹)

دیگرے — بھنگ تماکو سلفا گانجا سوکھا کہوں اڑایا رے (کبیر بچناولی)

دیگرے — تھریے دوارے دوربین لگا دے اترے لو جھل پارا (کبیر بچناولی)

(منقول از بہار میں اردو، مطبوعہ اتر پردیش اردو اکاڈمی، لکھنؤ)



بھگتی تحریک کا سب سے بڑا شاعر کبیر

ڈاکٹر جمیل جالبی

بھگتی تحریک کا سب سے بڑا شاعر کبیر ہے۔ کبیر (م ۱۵۱۸ء) بنارس کے رہنے والے اور ذات کے جولاہے تھے۔ وہ مذہب و ملت اور ذات پات کی تفریق کو برا سمجھتے تھے۔ توحید کی تلقین ان کا شیوہ اور بت پرستی و شرک کی مخالفت ان کا ایمان تھا۔ کبیر نے اپنے کلام کے ذریعے انھیں خیالات کو طرح طرح سے پیش کیا اور اس بات پر زور دیا کہ عشق ہی عرفان ذات کا ذریعہ ہے۔ اسی سے آتما کو شانتی ملتی ہے۔ رام اور رحیم ایک ہیں۔ یہ وہ رام نہیں ہے جو سیتا کا شوہر اور راجہ دشرتھ کا بیٹا ہے بلکہ "رام" "رحیم" کا ہندوی نام ہے۔ یہی اللہ ہے جو ہمہ صفات ہے۔ ماورائی بھی ہے اور سریانی بھی۔ جس کی کوئی شکل نہیں ہے، جو ہر جگہ موجود ہے۔ انسان کا دل خدا کا گھر ہے۔ عشق کے ذریعے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔ کبیر دنیا کو مایا جال کہتے ہیں۔ بے ثباتی دہر ان کا محبوب موضوع ہے۔ انھیں ہندو اور مسلمان دونوں کا ایک ہی راستہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک وید پڑھتا ہے، دوسرا قرآن۔ ایک نماز پڑھتا ہے، دوسرا پوجا کرتا ہے۔ دل کی صفائی اور من کا پریم ہی اصل چیز ہے۔ اگر انسان کے اندر یہ نہیں ہے تو پھر وہ انسان نہیں رہتا۔ انہی خیالات کو کبیر نے ایسے دلآویز انداز میں پیش کیا ہے کہ آج بھی ان کا کلام دلوں کو گرما دیتا ہے۔ صداقت کی لپک، خلوص کی آنچ اور عشق کی گرمی نے ان کی شاعری میں اثر آفرینی کا جادو جگایا ہے۔ کبیر کی شاعری آج بھی زندہ شاعری ہے اور ہمارے خون میں گردش کر رہی ہے۔ "بیجک" اور "بانی" ان کے کلام کے مجموعے ہیں جن سے ذیل میں ہم چند دوہے نقل کرتے ہیں:

۱۔ نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جائے
مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

۲۔ ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو اہے بتائی
کہی ہے کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہیے او کھدائی

۳۔ پاہن پوجے ہری ملیں تو میں پوجوں پہاڑ
تا نے یہ چاکی بھلی پیس کھائے سنسار

۴۔ دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا

۵۔ وہی مہادیو وہی محمد برھما آدم کہیے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک جمی پر رہیے

۶۔ صاحب میرا ایک ہے دو جا کہا نہ جائے
دو جا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رسائے

۷۔ سوئی میرا ایک تو اور نہیں دو جا کوئے
جو صاحب دو جا کہے دو جا کل کا ہوئے

۸۔ جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

۹۔ دوتا ایک اور سب باقی نہ کوئی پیر مسائکھ کا جی

۱۰۔ کبیرا سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانیے سو کافر بے پیر

۱۱۔ ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام
دُبدھا میں دو بن گئے مایا ملی نہ رام

۱۲۔ چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دوئی پٹ بھیتر آئی کے ثابت گیا نہ کوئے

۱۳۔ ماٹی کہے کمہار سے تو کیا روندے موئے
اک دن ایسا ہوئے گا میں روندوں گی توہے

۱۴۔ چیونٹی چاول لے چلی بیچ میں مل گئی دار
کہہ کبیر دوؤ نا ملے اک سے دوجی دار

چند دوہے اور دیکھیے۔

۱۵۔ کل کرے سو آج کر، آج کرے سو اب
پل میں پرلے ہوئے گی پھر کرے گا کب

۱۶۔ کال کرے سو آج کر، آج ہے تیرے ہاتھ
کال کال تو کیا کرے، کال ہے کال کے ساتھ

۱۷۔ ایک دن ایسا ہوئے گا سب سے پڑے بچھوئے
راجا رانا راؤ رنگ سادھ کیوں نہ ہوئے

۱۸۔ مالی آوت دیکھ کر کلیاں کریں پکار
پھولی پھولی چن لیے کال ہماری بار

۱۹۔ سمرن سرت لگائے کے مکھ تے کچھ نہ بول
باہر کے پٹ موند کے انتر کے پٹ کھول

۲۰۔ گہری ندیا اگم جل زور بہت ہے دھار
کھیوٹ سے پہلے ملو جو اترا چاہو پار

۲۱۔ مرے تو مر جایئے چھوٹ پڑے جنجار
ایسا مرنا کو مرے دن میں سو سو بار

۲۲۔ کبیرا اس سنسار کو سمجھاؤں کے بار
پونچھ تو پکڑے بھیڑ کی اترا چاہے پار

۲۳۔ ہاڑ جلے جوں لاکڑی کیس جلے جوں گھاس
سب تن جلتا دیکھ بھیا کبیر داس

۲۴۔ کبیر سر پر سرائے ہے کیا سوئے سکھ چین
سوانس نگارا باج کا باجت ہے دن رین

کبیر پورب کے رہنے والے ہیں لیکن اپنی شاعری میں وہ ایسی زبان استعمال کر رہے ہیں جسے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے تاکہ ان کا پیغام سب تک پہنچ سکے۔ ان کے ہاں وہ زبان ملتی ہے جو پنجاب سے بہار تک کی عام زبان تھی جس میں سنسکرت کے سدیا لی کا نہیں، بلکہ بھاشا کے بہتے دریا کے تازہ و شفاف پانی کا اثر تھا۔ کبیر نے خود کہا تھا۔

ع سنسکرت ہے کوپ جل، بھاشا بہتا نیر

اسی لئے انھوں نے عام زبان کو اسی انداز میں استعمال کیا جس طرح وہ بولی جا رہی تھی فارسی، عربی و ترکی کے الفاظ بھی اسی طرح استعمال کئے جس طرح عوام انھیں بولتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ لفظوں کو موڑ توڑ کر، عروض اور پینگل کی پروا کئے بغیر، وہ جس طرح چاہتے اپنی زبان کے مزاج میں سمو لیتے" بھاشا بہتا نیر" کے عقیدے نے ان کے خیالات و عقائد کو سارے برعظیم کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ ان کے یہاں "ایسے فارسی محاورے بھی موجود ہیں جو اردو کے ذریعے عوام میں رائج تھے"۔

کبیر 'خ' کو 'کھ' سے 'ق' کو 'ک' سے بدل دیتے ہیں جیسے 'تخت' کے بجائے 'تکھت'، 'خلق' کے بجائے 'کھلک'۔ 'ص' اور 'ز' کو 'ج' سے بدل دیتے ہیں جیسے 'وضو' کو 'وجو'، 'غریب نواز' کو 'گریب نواج'، 'اندازہ' کو 'اندا جا'۔ 'ش' کو 'س' سے بدل دیتے ہیں جیسے 'کاشی' کو 'کاسی'۔ 'غ' کو 'گ' سے اور ذال کو دال سے جیسے 'کاغذ' کو 'کاگد'۔ کبیر عوام کے شاعر تھے اسی لئے "ان کی زبان عوام کی زبان تھی۔ وہ جو کچھ کہتے تھے عوام کی زبان میں کہتے تھے۔ الفاظ کی صحت کی ان کو فکر نہیں ہے۔ کبھی کبھی نظم کی ضرورت سے لفظوں کو توڑ موڑ ڈالتے تھے مثلاً 'کبیر' کو 'کبیرا'، 'کبرا'، 'کبیلا'۔ 'بدلی' کو 'بدریا'، 'محل' کو 'محلیا'، 'درویش' کو 'درویسا'، 'مقام' کو 'مکاما'، 'غفلت' کو 'گھپلائی'، 'کتاب' کو 'کتیب'، 'عجب' کو 'ادپ' وغیرہ[1]"

کبیر کے کلام میں عوامی زبان، لہجے، آہنگ اور ترنم کی وہ سادگی ہے جو فوراً دلوں میں اتر جاتی ہے۔ بڑی سے بڑی بات وہ ایسے سیدھے سادے انداز میں بیان کرنے پر قادر ہیں کہ صداقت بن کر وہ ہمارے اندر گھر کر لیتا ہے۔ یہ وہ آفاقی صداقتیں ہیں جو وقت کے ساتھ نہیں بدلتیں اور ان کا رنگ روپ ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔ کبیر ساری عمر شاعری کے ذریعے اپنے خیالات کی تبلیغ کرتے رہے اور عشق و محبت کی گرمی سے عوام میں نئے شعور کی آگ روشن کرتے رہے، اور جب وہ مرے تو برعظیم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کی آواز پوری توجہ سے سنی جا رہی تھی۔ اس میں ہندو بھی شریک تھے اور مسلمان بھی۔ انھوں نے دونوں قوموں کو انسانیت، توحید، آشتی اور سچائی کا راستہ دکھایا جو اس وقت بھر گم ہو گیا جب ہندوؤں نے انھیں ہندو کہہ کر جلانے کا بندوبست کیا اور مسلمانوں نے انھیں مسلمان کہہ کر دفن کرنے کا انتظام کیا۔ اس کی داستان ابوالفضل کی زبانی سنیے۔

"برخے بر آنکہ کبیر موحد آنجا آسودہ با حقائق از زبان گفت و کردار او امروز در میان است از فراخی مشرب و بلندی نظر مسلمانان و ہندو دوست داشتے و چوں خامہ استخواں وا پرداخت

---

[1] کبیر صاحب: پنڈت منوہر لال زتشی، ص ۱۲۹-۱۳۰، ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد، ۱۹۳۰ء
[2] آئین اکبری: جلد دوم، ص ۸۲، نول کشور ۱۸۶۹ء

(باقی صفحہ ۱۰۰ پر)



سنت کبیر داس

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

جولائی ۱۹۹۸ء میں کبیر کو پیدا ہوئے ۶۰۰ سال ہوتے ہیں اور اردو اور ہندی کے ادیبوں نے طے کیا ہے کہ اس صوفی شاعر کی پیدائش کی چھٹی صدی ۱۹۹۸ء سے ۱۹۹۹ء تک منائی جائے۔

سنت کبیر داس کی پیدائش اور موت، دونوں ہی کے متعلق روایات متعدد ہیں لیکن سردار جعفری نے اپنی تصنیف کبیر بانی میں سبھی روایات کو کھنگال کر کبیر کے ایک شاگرد کے دوہے سے یہ ثابت کیا ہے کہ کبیر کی پیدائش جیسٹھ کی پونم کو ۱۴۵۵ سمت میں بنارس میں ہوئی۔ اس اعتبار سے کبیر داس جولائی ۱۳۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

روایت یہ ہے کہ کبیر ایک بیوہ برہمن کو پیدا ہوئے اور اس نے بدنامی سے بچنے کے لئے اپنے نومولود بچے کو ندی کے کنارے چھوڑ دیا۔ ایسے میں ایک مسلمان جوڑے نعیمہ اور نیرو کا اُدھر سے گزر ہوا اور انھوں نے اس بچے کو اٹھا لیا۔ وہ جُلاہے تھے اور جُلاہے زیادہ تر مسلمان تھے اور پنجاب سے لے کر بنگال تک پھیلے ہوئے تھے۔

کبیر داس کی موت کے بارے میں بھی روایت یہ ہے کہ انھوں نے مگہر (ضلع گورکھپور) میں رحلت فرمائی۔ رہتے بنارس میں تھے لیکن مرنے سے پہلے مگہر چلے گئے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ بنارس میں مرنے والا جنت کو جاتا ہے لیکن مگہر میں مرنے والا پھر سے گدھے کا جنم لیتا ہے۔

کبیر داس اسے جھٹلانا چاہتے تھے۔ وہ خدا کا بھی امتحان لینا چاہتے تھے۔ آخر اس کے رحم کو اس وقت کیا ہو جاتا ہے جب کوئی مگہر میں مرتا ہے۔ کہتے ہیں ؎

"کاشی ہو یا اجاڑ مگہر، میرے لئے دونوں برابر ہیں کیونکہ میرے دل میں بھگوان بسا ہوا ہے، اگر کبیر کی روح کاشی میں اس تن کو تج کر نجات حاصل کرے تو اس میں رام کا کون سا احسان ہے" (ترجمہ، سردار جعفری)

کبیر اپنے آپ کو جلاہا کہتے تھے۔ کپڑے بنتے تھے اور گٹھری سر پر رکھے بازار میں گھوم کر بیچتے تھے، اسی طرح گھر چلاتے تھے۔ شادی بھی کی تھی۔

کبیر اَن پڑھ تھے، اسی لئے ان کے کلام میں اعلیٰ علمی عناصر نہیں ملتے لیکن زندگی کی حقیقتیں اصلی شکل میں نظر آئیں گی اور براہِ راست انداز میں بیان ہوں گی اور یہی ان کے کلام کی اہمیت ہے۔

کبیر کے دور کو سمجھنے اور ان تضادات کا جائزہ لینے کے لئے جو کبیر کے ذہن پر پڑتے رہے ہیں ہمیں ذرا تاریخ اور اس کے کارناموں اور بے رحمیوں دونوں ہی پر غور کرنا ہوگا۔

کبیر کی صدی پندرہویں صدی ہے۔ کبیر کے دو استاد رہے ہیں۔ ایک راما نند اور دوسرے شیخ تقی۔ اگر ایک طرف ہندو بھگتی کی روایات کا ان پر اثر تھا تو دوسری طرف اسلامی تصوف اور جلال الدین رومی سے بھی انھوں نے اثرات لئے۔

پرتھوی راج کی ۱۱۹۲ء میں شکست کے بعد ترکوں کا قبضہ، بنگال تک کے علاقے پر ہو گیا۔ ۱۱۹۹ء میں قطب الدین ایبک نے بنارس کو فتح کر لیا پھر بہار پر ترکوں کا قبضہ ہوا اور اب وہ زمانہ آتا ہے جبکہ بدھسٹوں کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ کچھ تو مسلمان ہو گئے اور دوسرے ملکوں کو بھاگ گئے۔ غرض یہ دور افراتفری، بےچینی اور بدامنی کا دور تھا۔ شمالی ہندوستان کو امن مغلوں کے دور میں اور خاص طور پر اکبر کے دور میں حاصل ہوا۔

اس بدامنی میں مذہبی منافرت اور مذہب کی غیر مذہبی تاویلات کو زور حاصل ہوتا رہا۔

اسلام نے بلکہ سبھی مذہبوں نے انسان کے دو فرائض گنائے ہیں۔ ایک "حق خدا" یعنی خدا کی طرف سے انسان پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں اور دوسرا "حق العباد" یعنی بندوں کی طرف سے انسان پر عائد ہونے والے فرائض ان دونوں کے الگ الگ میدان ہیں۔ "حق خدا"

اپنی جگہ قائم ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی ـــــ پوجا، نماز، روزہ وغیرہ لیکن "حق العباد" میں مرور زمانہ سے نئے نئے ابعاد پیدا ہوتے ہیں اور اس بات کو جھٹلا دیا گیا۔

پھر یہ کہ سارے مذاہب اور اسلام جو سب سے آخری مذہب ہے، اس وقت ظہور میں آئے جبکہ ابھی انسانی سماج جاگیرشاہی دور میں داخل نہیں ہوا تھا اور ایک طرح قبائلی دور سے گزر رہا تھا۔ اور رسول اکرم کے وصال کے تیس[۳] برس بعد ہی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت اور جاگیرشاہی کا دور شروع ہوتا ہے اور اس میں بھی وراثت کا دور آجاتا ہے۔ یہ تو کہا گیا کہ "ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز" لیکن یہ بھی دیکھا گیا کہ نماز کے بعد اور نماز کے پہلے محمود حاکم تھا اور رہا، اور ایاز محکوم تھا اور رہا۔ حاکم و محکوم کے یہ نئے رشتے مذہب کے ورود کے بعد وجود میں آئے اور کسی مذہب نے انھیں نہیں روکا۔

کبیر اور ان جیسے صوفی اور سنت شعراء کے سامنے یہ سماج تھا۔ ایک طرف دولت میں رولتے ہوئے حاکم تھے اور دوسری طرف محکوم اور مجبور عوام تھے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سنت اور صوفی درباروں سے دور اور دیہاتوں اور جھونپڑیوں میں گزر کرتے تھے۔

کبیر کے مزاج کو سمجھنے کے لئے اس دور کی روح کو سمجھنا ضروری ہے۔ کبیر کے سامنے ایک طرف مفلسوں کی زبوں حالی تھی تو دوسری طرف مذہب کے نام پر لوٹ، عصبیت اور استحصال۔

خدا کے تعلق سے کبیر کہتے ہیں ـــــ

"حسن کا منبع بے رنگ، پھولوں کی خوشبو سے زیادہ نازک ہے"۔

وہ خدا کے ایسے حسین تصور کے قائل ہیں جو سبھی انسانوں کا خدا ہے۔ وہ خدا کے نام پر نفرت کو دھتکارتے ہیں۔

کبیر رام اور رحیم کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ "بتیاں دس جلائیے، بتی الگ الگ ہوگی۔ لیکن روشنی ایک ہی ہے۔"

مذہب کی ان اعلیٰ قدروں کی طرف دھیان دلا کر غریب عوام کو زندگی کے آلام سے سرد آزما ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔

طبقاتی تقسیم نے جو خلیج پیدا کر دی ہے اور جس کے وجود کو جائز اور معصوم ثابت کرنے کے لئے مذہب کا سہارا لیا جاتا ہے، صوفیوں اور سنتوں نے اس کفر کو توڑا۔

اور یہی کبیر کا کارنامہ ہے۔

کبیر پنتھیوں نے کبیر کی ولادت کو اس طرح بیان کیا ہے ـــ

"بادل گرج رہے تھے، بجلی چمک رہی تھی، بوندیں پڑ رہی تھیں اور مینہ کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اس طوفان میں جب کبیر سورج کی طرح ظاہر ہوئے تو تالاب میں کنول کے پھول کھلے ہوئے تھے۔"

آج بھی ملک کے سیاسی افق پر طوفان کے آثار چھائے ہوئے ہیں۔ کوئی سورج تو ظاہر ہو اور ہمارا وطن کھلکھلا اٹھے۔

(شکریہ قومی کونسل برائے فروغ اردو، دہلی، مشمولہ فکر و تحقیق)

بقیہ کبیر کی شاعری پر عربی و فارسی کے اثرات ـــــ

فارسی کا برمحل استعمال کیا۔ اس بات کی شہادت نہیں دیتے کہ کبیر عربی و فارسی سے اچھی طرح واقف تھے۔ اگر یہ درست ہے تو ان کے کلام کا فارسی رسم الخط میں محفوظ ہونا قرین قیاس ہو جاتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے ابھی تک کبیر کی شاعری کے اس گوشے پر خاص توجہ نہیں دی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ کبیر کی شاعری پر عربی و فارسی کے اثرات کی تحقیق کی جائے اور کسی محقق کے ذمہ یہ کام سپرد کیا جائے تاکہ وہ ان عوامل کو روشنی میں لاسکے جن سے کبیر متاثر ہوئے اور اودھی (پوربی) کو ادبی حیثیت بخشی۔ اس سے کبیر کے کلام ہی نہیں بلکہ ان کی حیات اور شخصیت کے بارے میں بھی بعض الجھے ہوئے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

حوالے: (۱) ڈاکٹر عبدالحق، آثار و افکار ص۶۶، سال اشاعت ۱۹۸۱ء (۲) ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول ص۴۶ (۳) مخزن الاصفیاء جلد اول، ص۴۲۶ تا ص۴۲۷ (۴) ڈاکٹر تاراچند، ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات (ترجمہ محمد مسعود احمد ص۲۵) (۵) پنڈت رام چندر شکل، ہندی ساہتیہ کا اتہاس ص۷۷-۷۸ (۶) تاراچند، ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات ترجمہ محمد مسعود احمد ص۲۵۲ (۷) ایضاً ص۲۶۱ (۸) علی سردار جعفری پیغمبرانِ سخن (۹) کبیر گرنتھاولی ضمیمہ ص۲۰۲ (۱۰) ایضاً ص۲۴۷ (۱۱) ڈاکٹر محمد انصار اللہ، شعر کبیر ص۱۶۸ (۱۲) ایضاً (۱۳) ایضاً (۱۴) ایضاً (۱۵) ایضاً (۱۶) سمیع اللہ اشرفی، اردو شاعری میں دوہے کی روایت ص۱۰۷ (۱۷) ایضاً (۱۸) ایضاً (۱۹) ڈاکٹر محمد مسعود اللہ: اردو پر تمل کے اثرات۔



بھگت کبیر

سوامی کل جگانند

برگزیدہ اور بلند پایہ ہستیاں دنیا میں ہر وقت پیدا ہوتی رہی ہیں۔ بھگت کبیر داس جو آدی باسیوں یعنی اس سرزمین کے اصلی باشندوں میں سے تھے ایسی ہی ایک برگزیدہ ہستی تھے۔ چنانچہ اس دیس کے تمام لوگ مسلمان، ہندو اور دوسری جاتیوں کے پیرو، ان کی بیحد پر اعتقاد رکھتے تھے۔ کبیر پنتھیوں کے خیالات اور عقیدے کے مطابق بھگت کبیر کی نہ ماں تھی نہ باپ۔ کہتے ہیں کہ ایک جولاہے لوزا اور اس کی بیوی نیمانے انھیں کاشی یعنی بنارس کے ایک تالاب میں ایک کنول پر تیرتے ہوئے پایا۔ نیمانے اس بچہ کو اٹھالیا اور خدا کی قدرت دیکھئے کہ بچے نے اسی وقت بولنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں میاں بیوی بچے کو خوشی خوشی گھر اٹھا کر لے گئے اور اس کو پال پوس کر پروان چڑھایا۔

جب بھگت کبیر بڑے ہو گئے تو انھوں نے اپنی نیکی کی وجہ سے بہت نام پیدا کیا۔ چنانچہ لاکھوں مسلمان، ہندو، امیر غریب ان کے پیرو بن گئے۔ ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ انھوں نے فلسفے کی بڑی بڑی پیچیدہ گتھیاں بڑی صفائی سے حل کیں اور وہ اس قدر سیدھے سادے عام فہم پیرائے میں تعلیم دیتے تھے کہ تمام لوگ ان کی بات بڑی آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے چھوت چھات کے خلاف پرچار شروع کیا اور ذات اور رنگ ونسل کے امتیاز کی مخالفت کی۔ انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ تمام انسان برابر ہیں اور ہر انسان کو اس پر پورا پورا عمل کرنا چاہئے۔ وہ انسانوں کے بھائی بھائی ہونے کی تعلیم دیتے تھے تو انھیں ایک بہت بڑا غیر معمولی عالم فاضل انسان ہونے کا ذرا بھی احساس نہ ہوتا تھا۔ اور لوگوں پر خواہ مخواہ کوئی دباؤ نہیں ڈالتے تھے بلکہ صرف تلقین کرتے تھے اور میٹھی زبان اختیار کرتے تھے۔

بھگت کبیر کی زندگی بڑی پاکیزہ اور سیدھی سادی تھی۔ وہ تو بس ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ اور انھوں نے اپنی ذاتی سعی و کوشش اور جدوجہد ہی سے اس قدر نام پیدا کیا کہ آج تک دنیا میں ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔

پہلے پہل جبکہ ستی برہمنوں اور بڑے بڑے گن وان پنڈتوں نے ان کی مخالفت کی مگر انھوں نے ہمت نہ ہاری۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اچھوت اور ستودر بلکہ ہزاروں برہمن، پنڈت، سیٹھ، راجے مہاراجے بھی ان کی عزت کرنے لگے۔ مسلمان، انہیں مسلمان اور ہندو، ہندو تصور کرتے تھے لیکن سچ پوچھئے تو ان کا مذہب ایک ہی تھا۔ خدا کی وحدت کا اقرار اور انسانوں کی مساوات کا پرچار ـــ جیسا کہ انھوں نے کتنے ہی گیتوں اور شعروں میں کہا ہے۔

بھگت کبیر نے لوگوں کے دلوں سے توہمات کو دور کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ بھوتوں وغیرہ کا عقیدہ اپنے دل سے نکال دیں۔ اس سلسلے میں انھیں بڑی کامیابی ہوئی۔ ان کی تعلیم کا اثر بہت وسیع، دوررس اور نتیجہ خیز رہا۔ ملک میں کتنے ہی ایسے گروہ پیدا ہو گئے جن کا مطمح نظر اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ بنی نوع انسان کی محبت اور خدمت کا دم بھریں اور اپنے مرشد کبیر داس کی تعلیم کو پورا کریں۔ ان میں بعض گروہوں کے نام نانک پنتھی، ستداست نامی، ستری نرائین، سنتو نیا بادی، دادو پنتھی، دریاداسی وغیرہ وغیرہ۔ ان مختلف پنتھوں کی کتابیں بھگت کبیر کی تعلیمات سے بھری پڑی ہیں۔ کبیر پنتھی اپنی رہنمائی کے لئے صرف ایک ہی کتاب کو تعلیم کرتے ہیں۔ اس کا نام "خاص گرنتھ" ہے جو اکیس ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے چنانچہ کبیر پنتھی دوسرے تمام متوں کی مذہبی ریتوں رسموں میں شریک ہوتے ہیں مگر وہ پڑھتے صرف اپنی کتاب ہیں۔

بھگت کبیر جس طرح بڑے پُراسرار طور پر دنیا میں نمودار ہوئے تھے اسی طرح غیرمعمولی طور پر رخصت بھی ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ سورگ باش ہو گئے تو ہندو، مسلمان ان کی میت پر جمع ہوئے۔ ہندو

چاہتے تھے کہ وہ انھیں اپنے دھرم اور طریق کے مطابق ان کی لاش کو جلائیں اور مسلم انھیں اپنے دستور کے مطابق سپرد خاک کرنا چاہتے تھے۔ اس سے جھگڑا پیدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ جھگڑا ہو رہا تھا تو بھگت کبیر دفعتاً اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ دیر توحید اور اتحاد پر تقریر کرتے رہے۔ اس میں بھگت کبیر نے اس امر پر زور دیا کہ لوگ ان کی تعلیم کو اس قدر جلد بھول گئے۔ یہ کہہ کر وہ یک لخت غائب ہو گئے۔

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان کی طرف چلے گئے۔ بہر کیف ان کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندو مسلمانوں نے ان کی میت پر جھگڑا چھوڑ دیا۔ انھوں نے ان کی ارتھی پر پھول برسائے۔ ہندوؤں نے ان کی یاد میں "کبیر۔چورا" کے نام سے بنارس میں ایک مندر تعمیر کیا۔ کاشی کے مہاراجہ بیر سنگھ نے اس جگہ ایک بہت خوبصورت عمارت تعمیر کی۔ اب بھی اس جگہ ہر سال ایک میلہ منایا جاتا ہے۔

بھگت کبیر کی میت سے مسلمانوں کو جو پھول ہاتھ لگے ان کو نواب بجلی خاں اپنے ساتھ لے گئے اور انھیں یوپی کے ضلع گورکھپور کے ایک گاؤں میں دفن کیا گیا جس کا نام مگہر گاؤں ہے۔ اس جگہ ایک بہت عالیشان مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا۔ یہاں بھی ہر سال بھگت کبیر کی یاد میں ایک میلہ ہوتا ہے۔ کبیر پنتھی ان دونوں جگہوں کو بڑا متبرک خیال کرتے ہیں اور کبھی یہاں کبھی وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بھگت کبیر کا طریق تعلیم بہت ہی نرالا تھا۔ ہندوؤں کو وہ یہ کہتے ہیں کہ بتوں کی پوجا اور مالا جپنا کوئی کام نہیں دیتا تاوقتیکہ آدمی کا من پوتر نہ ہو۔

کر کا منکا ڈار دے من کا منکا پھیر

کر کا منکا ڈار کا کدھو کا لیا من جیار کا

جھٹکا پھرا تو کیا ہوا جو عشق میں سر نا دیا

مسلمانوں کو بھی وہ اسی انداز سے تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ حج کرنا اور تسبیح کے دانے گننا بھی کوئی فائدہ نہیں دیتے جب تک کہ انسان کا دل پاک صاف نہ ہو اور انسان کی عبادت میں خلوص کو کوئی دخل نہ ہو۔

ست واد کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ پتھروں کی پرستش، دریاؤں میں اشنان وغیرہ سب بیکار ہیں۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ گنگا یا جمنا میں ایک یا دو بار اشنان کرنے سے مرنے کے

بعد سورگ میں پہنچ جائیں گے، وہ غلطی پر ہیں کیونکہ کچھوے اور گھڑیال تو عمر بھر انھیں دریاؤں میں رہتے ہیں۔ اس حساب سے تو انھیں کسی بہت ہی بڑے مہا سورگ میں پہنچ جانا چاہئے! غرض ان کی ساری تعلیم ایسے سیدھے سادے اور بہت موثر، دل میں گھر کرنے والے پیرائے میں تھی۔

بھگت کبیر کی تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنگال میں کتنے ہی مذہبی مت پیدا ہو گئے جن کا مدعا یہ تھا کہ وہ توحید اور اتحاد کے لئے بنی نوع انسان کی کوششوں کو جاری رکھیں۔ صرف مردوں ہی نے بھگت کبیر کی پیروی نہیں کی بلکہ عورتوں نے بھی ان کے بلند مقاصد اور افکار کا پرچار شروع کیا۔ ان برگزیدہ پیشواؤں میں صرف برہمن ہی نہ تھے بلکہ دوسرے فرقوں اور طبقوں کے لوگ بھی تھے جنہوں نے چھوت چھات، فرقہ پرستی، رنگ نسب اور مقامیت کے خلاف جدوجہد کو جاری رکھا۔ ان کا منتہائے مقصود صرف ایک تھا — محبت اور حقیقی مساوات، یعنی یہ کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

آدی باسیوں یعنی اچھوتوں کا دھرم ایک ہی ہے یعنی اتحاد (ست دھرم) اس کی سرگرمیاں اور افعال ایک جمہوری یا پنچایتی نظام کے تحت ہیں۔ گرو کا تقرر انتخاب سے عمل میں آتا ہے۔ گرو کا آشرم نہ صرف عبادت گاہ ہوتا ہے، بلکہ امیروں، غریبوں سب کے لئے سرائے یا مہمان خانہ بھی ہوتا ہے۔ جہاں ہر روز ہزاروں لوگ کھانا کھاتے ہیں اور وہ بھی مفت۔ (ماخوذ از ماہ نو، کراچی، جولائی ۱۹۵۷) ■■

بقیہ کبیر حرف محبت از علی سردار جعفری

تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نوری ہو

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں (اقبال)

یہ کبیر کی، رومی کی غرض تمام سنتوں اور صوفیوں کی تعلیمات کی نئی تعبیر ہے جو ایک نئی انسانیت کی بشارت لئے ہوئے ہے۔ ■■

(ماخوذ از پیغمبران سخن)



شاعرِ محبّت کبیر داس

پروفیسر اویس احمد دوراں

خانقاہی نظامِ فکر عام طور پر انقلاب دشمن فکر تصور کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اقبال نے حافظ شیرازی کی شاعری کو گوسفندی افکار و خیالات کی پیداوار قرار دیکر اس سے دور بھاگنے کی تلقین کی ہے۔ تصوف زندگی سے ترک و فرار کا راستہ اختیار کرنے کا درس دیتا ہے۔ لیکن چنگیز اور ہلاکو کی ہلاکت آفرینی کے زمانہ میں یہ خانقاہیں تھیں جنہوں نے ظلم و تشدد کے خلاف whispering Campaign چلاکر عوام کو ظلم کے دور مٹانے کی تلقین کی۔

ہندوستان میں بھکتی تحریک کے زیر اثر کبیر داس نے تصوف کے راستہ کو اختیار ضرور کیا لیکن یہ تصوف انقلاب دشمن ہرگز نہیں تھا۔ اس تصوف نے طبقاتی ناہمواریوں کو اجاگر کیا۔ کبیر سماجی شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے وقت کے مروجہ دھارے کو موڑنے کی کوشش کی۔ وہ انسانوں کی اونچ نیچ کے قائل نہیں تھے اور بقول سردار جعفری وہ شہروں کی اونچ نیچ کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی تعلیم کا نچوڑ وہ خالص انسانی محبت ہے جو مذہب کی تفریق اور ذات پات کے جھگڑوں سے پاک ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کبیر داس ایک بیوہ برہمن کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ ماں نے بدنامی کے ڈر سے اپنے بیٹے کو تالاب کے کنارے پھینک دیا۔ ایک جولاہا اپنی بیوی نیمہ کے ساتھ ادھر سے گزر رہا تھا۔ ان کی نظر بچے پر پڑی۔ انھوں نے بچہ کو اٹھالیا اور گھر لاکر اپنی سگی اولاد کی طرح اس کی پرورش کی۔ جب قاضی سے نام رکھنے کی فرمائش کی تو فال میں کبیر کا لفظ نکلا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے لیکن یہ اگر افسانہ بھی ہے تو اس سے ہندو مسلم اتحاد کا سبق ملتا ہے۔

بھگتی تحریک کا انتر گیان تصوف کے وجدان سے ہم آہنگ ہے۔ وہ ایرانی شعرا جن کا تعلق تصوف سے تھا مثلاً عطار، رومی اور حافظ کے افکار و خیالات نے ہندوستانی تصوف کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔

ہندوستان کے صوفی شعراء اور ایران کے خانقاہی نظام فکر کے حامل شعرا کے درمیان جو مشترک اقدار ہیں وہ بہت گہری ہیں۔ دونوں کے اثرات نے ہندوستان میں گنگا جمنی تہذیب کو جنم دیا۔ کبیر کی شاعری اسی تہذیب کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ شاعری ایک ایسا حسین سنگم ہے جس نے ذات پات اور اونچ نیچ کے علاوہ نفرت کی دیواریں ڈھادیں۔ یہ اور بات ہے کہ آنے والے دور میں ان دیواروں کی از سر نو تعمیر کرکے ان کو اونچا کر دیا گیا۔ یہ ذاتی اونچ نیچ اور نفرت کی دیواریں ہیں جن میں بنی نوع انسان قید ہے۔ ان دیواروں کے اندر ایک انسان دوسرے انسان کا آج بھی استحصال کر رہا ہے۔ نہیں معلوم کہ اونچ نیچ کی دیواریں کب مسمار ہوں گی۔ ہماری تاریخ پھر ایک نئے کبیر کا انتظار کر رہی ہے۔ جو نہیں معلوم کب پیدا ہوگا۔

کبیر کی پرورش بنارس کے ایک جولاہے کے یہاں ہوئی۔ وہ ساری عمر بنارس میں رہے لیکن جب ان کو اپنی موت قریب نظر آئی تو انھوں نے بنارس کو چھوڑ دیا اور مگہر (ضلع گورکھپور) چلے گئے۔ وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں میں ان کی لاش مابہ النزاع بن گئی۔ ہندو کبیر کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان ان کو دفن کرنے کے درپے تھے۔ قریب تھا کہ دونوں طرف سے تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں لیکن کبیر کی لاش پھولوں کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئی۔ ہندو اور مسلمان دونوں نے پھولوں کو تقسیم کرلیا اور اپنی اپنی رسموں کے مطابق ان پھولوں کا انتم سنسکار کیا۔ مگہر میں املی کے ایک درخت کے نیچے کبیر کا مزار ہے۔ اور بنارس میں ایک مٹھ ہے جو کبیر چورے کے نام سے مشہور ہے۔

کبیر خود کو جولاہا کہتے تھے۔ کبھی کبھی کوری اور کمینہ بھی کہتے تھے۔ شمالی ہندوستان میں آج بھی ہندو بنکر کوری کہلاتے ہیں اور نیچ تصور کئے جاتے ہیں۔ مسلم جولاہوں نے مومن کا لفظ منتخب کرلیا ہے لیکن کبیر کے عہد میں مومن کا لفظ رائج نہیں تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کبیر کے

شہر کے آس پاس کوریوں کی ذات کے ایک بڑے حصّہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

کوریوں اور جولاہوں کی بستیاں پنجاب سے بنگال تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے بڑے بڑے قصبے آباد ہیں۔ شمالی ہندوستان میں بہار اور بنگال تک ترکوں کی حکمرانی پرتھوی راج کی شکست (۱۱۹۲ء) کے ساتھ پہنچی۔ ۱۱۹۹ء میں قطب الدین ایبک نے بنارس فتح کیا اور اس کے فوراً ہی بعد محمد بختیار نے بہار کو تہہ تیغ کیا۔ انھوں نے بہار میں نالندہ کی مشہور ریاستی یونیورسٹی کو خاک میں ملا دیا۔ بودھ بھکشوؤں کو قتل کرکے ان کی خانقاہوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اس طرح بودھ مذہب کا زوال ہو گیا۔ باقی ماندہ بچے کھچے بھکشو نیپال اور تبت کی طرف بھاگ گئے جہاں بودھ مذہب پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ بودھ مذہب کے زوال کے بعد ہندوستان کے نیچ ذات کے اچھوتوں کے لئے اسلام میں کشش نظر آئی۔ جیسا کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ ترک حکمراں جو مسلمان سے بڑھ کر فاتح تھے وہ اپنے مذہب پر اپنے طبقاتی مفاد کو ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے اسلام پر ایمان لانے والے محکوموں کو برابری کے درجہ سے محروم کر دیا۔ یہ محکوم اب بھی کوری سے جلاہے ہو جانے کے بعد بھی کمتر ہی سمجھے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے بھکتی اور تصوف کے دامن میں پناہ لی۔ بھکتی اور تصوف خدا پرست اور انسانیت دوست تحریکوں کے امتزاج نے کبیر داس کی شاعری کو جنم دیا۔

کبیر داس کو علمی طور پر میراث ملی بھکتوں اور صوفیوں سے جنہوں نے کبیر داس کو ترکِ دنیا کا راستہ دکھا کر اپنے سماج کا باغی اور انقلابی بنا دیا۔ ظاہری مذہب حکمرانوں کے ساتھ تھا۔ علمائے ظاہر پرست بادشاہوں کا نمک کھاتے تھے۔ حکمراں مال و دولت کے مالک تھے۔ وہ بھی بہاروں کو مسمار کرکے ایران و افغانستان سے آتے تھے اور بھی مقامی قلعوں سے دوسروں کو نکالتے تھے۔ بھکتی اور تصوف محنت کش عوام کا ساتھ دیا۔ زیادہ تر صوفی اور بھکت دستکاروں کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ملّا، پنڈت، قاضی اور محتسب بادشاہوں کو زمین پر خدا کا سایہ تصور کرکے ان کی مرضی پر اپنی مہریں لگاتے تھے۔ مساجد اور مٹھوں میں ان بادشاہوں اور حکمرانوں کو اقتدار اعلیٰ کا درجہ حاصل تھا۔ ان کی فرمانروائی کے سکّے عام تھے۔ کوئی ان کے حکم سے روگردانی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ملّا، پنڈت، قاضی، محتسب اور پروہت کے بقول بادشاہ اور حکمراں اقتدار اعلیٰ پر اس لئے فائز تھے کہ وہ خدا کے بعد روئے زمین پر سب کچھ تھے۔

ان کی مرضی خدا کی مرضی تھی۔ ان کا حکم خدا کا حکم تھا اسی لئے ان تاجداروں کے حکم سے روگردانی کرنا ناقابل معافی جرم تھا۔ ان کے بقول اونچ نیچ خدا کے پیدا کردہ قوانین کے سبب تھا۔ یہیں سے طبقاتی سماج کا جنم ہوا جس نے روئے زمین پر چند بالا دستوں کو اس کی کھلی چھوٹ دے دی کہ وہ زیر دستوں پر جس طرح چاہیں حکومت کریں۔ ان کے اقتدار اعلیٰ کو کسی کی مجال نہیں تھی کہ چیلنج کر سکے۔ اگر کوئی چیلنج کرنے کی جسارت کرتا تھا تو اس کے پرخچے اڑا دیئے جاتے تھے۔ دوسری طرف باطنی مذہب یا تصوف کے پیروکار تھے جو بادشاہوں اور حکمرانوں کے ظالمانہ احکام سے روگردانی کرکے خود کو سلطانی عتاب میں مبتلا کرتے رہتے تھے۔ ان کی جرأت و جسارت کو کوئی بالادست حکمراں کبھی فنا کے گھاٹ نہیں اتار سکا۔ اس لئے کہ وہ جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ رسن و دار کی منزلوں سے گزرنا صاحبانِ باطن کا پیشہ تھا۔ وہ خدا کے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کا مذہب محبت اور ان کی طاقت کا سرچشمہ محنت کش عوام تھے۔ ہندوستان میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ اور ان کے مریدین نے کبھی اپنے دور کے با جبروت شہنشاہوں کے آگے سرِ اطاعت خم نہیں کیا۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے بڑے بڑے بادشاہوں کے آگے گھاس نہیں ڈالی۔ ان تمام صوفیا اور اہل اللہ نے جس ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کا اعلان کیا، ان کے جور و ستم کے خلاف عمر بھر جہاد کیا۔ انسان کے ہاتھوں انسان کا خون چوسنا ان کے مسلک میں اسلامی شریعت کی رو سے حرام تھا۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم بھی یہی تھی کہ روئے زمین پر سوائے خدائے واحد کی پرستش کے اور کسی کی پرستش جائز نہیں اور یہ کہ ایک انسان دوسرے انسان کا خون نہیں چوس سکتا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں حقوق العباد کو اولیت و افضلیت کا درجہ نصیب ہوا۔ تمام اہلِ باطن نے محنت کش عوام کی محنت کا احترام کیا۔ Dignity of Labour کا اسلام نے جس طرح پاس و احترام کیا ہے اس کی مثال مشکل ہی سے کہیں اور ملے گی۔

صاحبانِ باطن یعنی اہلِ تصوف جن میں کبیر داس کا شمار کیا جاتا ہے ایسے رہنما یا فقیر تھے جن کے جسم پر زیادہ تر گیروا لباس ہوتا تھا۔ اور جو بقول علی سردار جعفری ہاتھ میں بھیک کے پیالے، دل میں غم کی قندیل اور ہونٹوں پر حرفِ محبت سجائے رکھتے تھے۔ وہ صاحبِ علم نہیں صاحبِ

اسرار تھے۔ عقل والے نہیں تھے عشق والے تھے۔ ان کے پاس نہ مندر تھے، نہ مسجدیں۔ نہ اوقاف نہ جائیدادیں۔ ان کے پاس کتاب بھی نہیں تھی، حرف دل تھا۔ وہ ہر انسان کو یہی بشارت دیتے پھرتے تھے کہ خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے۔ انسان سے عشق خدا سے عشق ہے اور یہ تبلیغ و تلقین بالکل مفت تھی۔

ڈاکٹر تارا چند اپنی انگریزی کتاب "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات" میں لکھتے ہیں: "کبیر کی تعلیمات کے اندر بیاں کی صورت گری جسے اولیا اور صوفیا نے کی۔ ہندی زبان کا انھیں کوئی پیشرو نہ ملا۔ اس لئے وہ جن نمونوں کی پیروی کر سکتے تھے وہ مسلمانوں ہی سے مل سکتے تھے۔ مثلاً فریدالدین عطار کا پند نامہ، بابا فرید اور کبیر کی نظموں کے عنوانوں کے تقابل سے یہ امر باوضاحت معلوم ہوتا ہے۔ کبیر نے دوسرے صوفیا کے علاوہ جلال الدین رومی اور شیخ سعدی کا کلام بھی یقیناً سنا ہوگا کیوں کہ ان کے کلام میں ان صوفی شعرا کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ (اردو ترجمہ: مسعود احمد، مطبوعہ مجلس ادب لاہور)

بقول علی سردار جعفری "کبیر کی شاعری میں اردو اور فارسی کے سینکڑوں الفاظ ہیں جن میں کچھ تو اس وقت کی ہندی میں رائج ہو چکے تھے اور کچھ براہِ راست صوفیانہ شاعری سے آئے ہیں۔ ترکِ دنیا سے انکار اور لوگ بھوگ دونوں کو گھریلو زندگی کا حصہ قرار دینا اسلامی تصورات سے واقفیت کا ثبوت ہے۔ فنائے ہستی سے کبیر کا مقصد یہ تھا کہ انسان اپنے حواس اور قویٰ سے مسلسل برسرِ پیکار رہے۔" (تارا چند صفحہ ۲۶۱)

کبیر سے پہلے ہندی زبان نے کوئی بڑا شاعر پیدا نہیں کیا۔ ملک محمد جائسی کی تاریخ پیدائش ۱۴۹۴ء ہے اور پدماوت کی ابتدا ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سوری کے عہد میں ہوئی جبکہ کبیر کا انتقال ۱۵۱۸ء میں ہو چکا تھا۔ اس لئے مسلم صوفیا کے ذریعہ سے کبیر کے پاس کئی سو برس کی فارسی روایت آئی۔ صوفی حلقوں میں رومی، سعدی، عطار اور حافظ کا کلام عام طور سے پڑھا جاتا تھا اور کبیر کی شاعری میں ان کے اثرات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔

کبیر نے انسان کو اپنے قویٰ اور حواس سے مسلسل آمادۂ پیکار رہنے کی جو تلقین کی ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے "شمشیر لے کر میدانِ جنگ میں اتر جاؤ اور اس وقت تک لڑو جب تک جان میں جان ہے۔ دشمن کا سر کاٹ کے اس کا کام تمام کر دو۔ پھر مالک کے دربار میں آ کر اپنا سر جھکا دو۔"

"بہادر جنگ کے میدان کو دیکھ کر بھاگتے نہیں اور بھاگنے والے بہادر نہیں ہوتے۔ جسم وجان کے رن میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہوس، غصہ، غرور اور لالچ کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے ہیں۔ صبر و قناعت اور صداقت کی بادشاہت میں شمشیر کا نام بلند ہو رہا ہے۔ کبیر کہتے ہیں کہ جب کوئی سورما لڑائی کیلئے نکلتا ہے تو بزدلوں کی فوج پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتی ہے۔"

(علی سردار جعفری مقالہ از کبیر

چونکہ وحدانیت کے ناپیدا کنار سمندر کی لہریں اپنا الگ الگ نام نہیں رکھ سکتیں اس لئے کبیر نے ہندو یا مسلم نام اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔

ہندو کہو تو میں نہیں، موسلمان بھی ناہیں
پانچ تتو کا پوتلا گیبی کھیلے ماہیں

(ترجمہ: نہ میں ہندو ہوں، نہ مسلمان۔ میں غیب کے کھیل میں پانچ عناصر کا ایک پتلا ہوں)

اس کے بعد خدا، اللہ، رام، ہری، گوبند، سائیں صاحب سب الفاظ ہم معنی ہو جاتے ہیں اور ان پر لڑنے والے بے وقوف معلوم ہونے لگتے ہیں۔ (علی سردار جعفری، اقتباس از مقالہ)

کبیر جو ذات کے جولاہے تھے، خود کو کمینہ کہتے تھے دراصل وہ اپنے سماج کے ایک باغی اور انقلابی شاعر تھے۔ انھوں نے فرسودہ رسم و رواج کی دیواریں ڈھا دیں۔ تصوف کو اوڑھنا بچھونا سا لیا۔ ان کا تصوف انقلابی تھا۔ ان کی روح انقلاب کی تیز آنچ میں تپ کر کندن بن گئی تھی۔ وہ طبقاتی نظام حیات کے کٹر دشمن تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے محنت کش طبقہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ ہم کبیر کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔



کبیر صاحب: مکمل باغی شاعر

بلجیت سنگھ مطیر

کبیر صاحب یوں تو ایک سنت تھے۔ ہندوستان کے دوسرے سینکڑوں ہزاروں صوفیوں اور سنتوں کی طرح ان کی روحانی تدریس کا واحد مقصد انسانی سماج میں رواداری، محبت اور صلح جوئی کی اقدار کو عام کرنا تھا تاکہ آدمی اور آدمی کے درمیان کسی قسم کی نفرت یا خوف نہ رہے اور سبھی انسان ایک دوسرے کے ساتھ برابری کا سلوک کریں۔

بنیادی طور پر سبھی صوفیوں اور سنتوں کی تعلیمات میں کوئی بُعد نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ اہلِ تصوف کی بنیاد خدا، نماز، زکوٰۃ، قرآن اور محمد صاحب کی تعلیم پر قائم تھی جبکہ سنتوں کی تحریکیں اوتارواد یا وحدانیت کے محرکی داستانوں میں منقسم تھیں جن کا سرچشمہ ویدانت تھا لہٰذا یہ دو دھارائیں ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے اتنی قریب تھیں جتنی کہ دو دوست نہیں ہو سکتے ہیں۔ صوفیائے کرام چونکہ مسلم گھرانوں اور سنت ہندو گھرانوں سے تعلق رکھا کرتے تھے لہٰذا ان کے بیشتر مرید بھی انہیں مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہوتے تھے اگرچہ وہ ایک دوسرے کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔

صوفیوں اور سنتوں کے درمیان اس غیر ارادی طور پر معمولی سی تفاوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ ہندوستان میں انسانی زندگی ایک دوسرے کے بہت ہی قریب ہو گئی تھی تاہم اس پر اسلام یا ہندو مذہب کی برائے نام ہلکی سی پرت سی رہی۔

غالباً ہندوستان میں کبیر صاحب نے سب سے پہلے اس برائے نام ہلکی سی پرت کو ہندوستانی سماج کے ذہن سے ہٹانے کے لئے غور و فکر کیا۔ اس کے لئے انھوں نے یہ محسوس کیا کہ جس توحید کو لیکر اسلام ہندوستان میں وارد ہوا ہے۔ وہ نظریہ بہ اصطلاحات دیگر یہاں پہلے ہی موجود ہے اور ویدوں سے لیکر شنکر اچاریہ تک ایک باقاعدہ سلسلہ بنا ہوا ہے۔ جین مت اور بدھ مت کی جو فکری تحریکیں ہندوستان میں شروع ہوئیں ان میں جو ہندو مذہب کے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی وہ بھی ویدانتی فلسفہ کے خلاف نہیں تھی بلکہ اس برہمن ازم کے خلاف تھی جس کے دائرہ اثر میں آکر ہندو سماج میں نابرابری کا نظریہ پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا اور جس کو درماں منو (منوسمرتی) کی غلط تشریحات اور تفسیرات کے ذریعہ مستقل کرنے کی سازشیں کی جا رہی تھیں۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ کبیر صاحب نے انھیں سازشوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اپنی ساری زندگی داؤ پر لگا دی اور اس میں ان کو کامیابی بھی بہت ملی۔ جو سماجی تبدیلی آج ہندوستانی سماج میں نظر آ رہی ہے وہی تبدیلی کبیر صاحب کے زمانے میں آگئی ہوتی اگر ان کو بھی ویسی ہی سرپرستی حاصل ہو جاتی جیسی کہ بدھ مت کو اشوک کی وجہ سے مل گئی تھی۔ ہندوستانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اکبر اعظم نے دینِ الٰہی کے ذریعہ جس سماجی تبدیلی کی کوشش کی تھی اس کا سرچشمہ کبیر صاحب ہی کی تعلیم تھی اس کی تصدیق و توثیق دیگر مذاہب کے عالموں نے بھی کر دی تھی۔ اسے شومیٔ قسمت ہی سے موسوم کیا جا سکتا ہے کہ اکبر اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اکبر میں اشوک اعظم ایسے کردار کی پختگی نہ تھی اور مصلحتاً کٹر پنتھیوں کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ یہاں ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ دینِ الٰہی کی مخالفت صرف مسلمانوں نے ہی نہیں کی تھی جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ کٹر ہندوؤں نے بھی اس کی اتنی ہی شدت سے مخالفت کی تھی۔

خیر! یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔

ہم کبیر صاحب کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ انھوں نے بڑے غور و فکر کے بعد ہندوستانی سماج کا تجزیہ کیا اور مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے۔

۱۔ ہندوستانی سماج کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں عملی طور پر وہ تفاوت نہیں ہے کہ جو اوپر سے محسوس کی جا رہی ہے۔ یہاں

معاملہ دین کا کم اور دینیات کا زیادہ ہے۔ ہر ہندوستانی کی بنیادی ضرورتیں اور مشکلیں ایک جیسی ہیں۔ ان کے روحانی سازوں کے تار بھی ایک جیسے ہیں اور ان سے نغمے بھی ایک جیسے پھوٹتے ہیں۔ فرق صرف سازندوں کا ہے۔

۲ ـــ ہندوستانی سماج ویدوں اور قرآن کی تعلیمات سے کہیں زیادہ رسمی عقائد میں یقین رکھتا ہے اور انھیں رسوم یا عقائد کو مذہب سمجھ بیٹھا ہے۔ ہندو عوام مالا پھیرنے، رام رام رٹنے، شرادھ کرنے، موروثی برہمن کو افضل ترین اور موروثی شودر کو کم تر سمجھنے وغیرہ ہی کو مذہب سمجھ رہے ہیں نیز مسلم عوام روزہ، نماز، بانگ ہی کو اصلِ اسلام مان رہے ہیں۔ روحِ مذاہب سے ان کا کوئی خاص واسطہ نہیں رہ گیا ہے۔

۳ ـــ اگرچہ ہندو برہم اور مسلم خدا یا اللہ ہم معنی ہیں تاہم معصومیت کی سا پران میں اختیار کیا جا رہا ہے۔

۴ ـــ ہندوستان کی تاریخی اور سیاسی نظام کے پیشِ نظر عوام کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے۔ ان کے لئے روزگار کے ذرائع بہت محدود ہیں جس کی وجہ سے عوام افلاس زدہ زندگی کاٹ رہے ہیں۔ اور دنیاوی سکون کھو بیٹھے ہیں۔

۵ ـــ ہندوستانی معیشت کو چند ایک راجاؤں، نوابوں، جاگیرداروں نے اپنے گھر کی لونڈی بنا رکھا ہے جس میں توسیع کرنے کے لئے وہ روزانہ نئی نئی سازشیں اور نئے نئے فتنے برپا کرتے رہتے ہیں اور عوام قربانی کے بکرے بنائے جا رہے ہیں۔ ان سخت مسائل سے نپٹنے کے لئے کبیر صاحب نے دو رخی پروگرام تیار کیا۔ اول تو یہ کہ ہندوستانی عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ ان کے درمیان واقع مذہبی اختلافات برائے نام ہے اور مذاہب کی روح ایک ہی ہے۔ دوم یہ کہ ان کے غلط عقائد پر بھرپور وار کیا جائے۔

پہلے رخ کی وضاحت کے لئے کبیر صاحب کو ایسی اصطلاح کی ضرورت لاحق تھی جو برہم اور خدا سے مختلف ہو لیکن اس کی صفات بعینہ وہی ہوں جو برہم اور خدا کے اوصاف تسلیم کئے جاتے تھے۔ اس نئی اصطلاح کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کیونکہ کبیر صاحب جانتے تھے کہ خدا اور اللہ کی اصطلاحیں اسلام اور برہم کی اصطلاح ہندوؤں سے جڑ چکی ہے۔ لہٰذا کسی ایک کی اصطلاح دوسرے کو قبول نہیں ہوگی۔ اس کے لئے انھوں نے خدا اور برہم کو خیرباد کہہ کر 'رام' کی اصطلاح وضع کی۔ یہ اصطلاح دراوڑی تھی اور کبیر صاحب کو راما نند کی وساطت سے حاصل ہوئی تھی۔ شمالی ہندوستان میں جس 'رام' کا بیان بالمیکی کی رامائن میں ملتا تھا اور جس کا اظہار سنت تلسی داس نے کبیر صاحب کے تقریباً ایک سو سال بعد اپنی تصنیف رام چرت مانس میں کیا تھا ایودھیا کے راجہ دسرتھ کے فرزند تھے چونکہ کبیر کا رام مہرشی بالمیک کے رام سے مختلف تھا۔ اس لئے انھوں نے اپنی بانی میں اس کی جگہ جگہ وضاحت کر دی کہ ان کا 'رام'، وہ نہیں ہے کہ جو دسرتھ کے گھر پیدا ہوئے اور جنہوں نے لنکا کے راجہ کو شکست دی تھی۔

کبیر صاحب نے جس رام کی تخلیق کی اس کے ساتھ وہ تمام اوصاف حمیدہ جوڑ دیئے جو برہم یا خدا یا اللہ کے ساتھ منسلک تھے۔ رام تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بھی انھوں نے انھیں طریقوں کا بیان کیا جو برہم اور خدا تک پہنچنے کے لئے ویدوں اور قرآن میں درج ہیں اور جن کو سنت اور صوفی کرام اپنے واعظ کے ذریعہ عوام تک پہنچاتے تھے۔ اس سلسلہ میں کہا جا سکتا ہے کہ خدا یا برہم کی نئی اصطلاح وضع کرنے اور اس کو سارے شمالی ہندوستان میں پھیلانے کا کام اتنی سرعت سے کیا گیا کہ نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی رام کی اصطلاح کو قبول کر لیا اور اسے ایسا مقام اور درجہ حاصل ہو گیا جو اس سے قبل برہم کو بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اگرچہ یہ اصطلاح ہندوستان میں ویدوں کے زمانے سے مروج تھی عوام میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے کو نمستے، نمسکار یا پرنام کہنے کی بجائے رام رام کہنا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح قائم ہے۔

اس اصطلاح کو کبیر صاحب کی زندگی ہی میں گرونانک دیو صاحب نے انھیں صفات و اوصاف کے ساتھ اپنی بانی کا ایک حصہ بنا لیا۔ اسی طرح ملوک داس، غریب داس اور وحدانیت کے دوسرے علمبردار سنتوں نے بھی اپنا لیا۔ حتیٰ کہ بھکتی کال کے اوتار وادی سنت تلسی داس نے بھی مقبولیت کے پیشِ نظر رام چرت مانس کی تخلیق کی۔ حالاں کہ ان کا 'رام'، کبیر صاحب کا 'رام' نہیں بلکہ دسرتھ کے فرزند شری رام چندر تھے جن کو ایک بھگوان کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔

رام کی اصطلاح وضع کرکے کبیر صاحب ایک طرف ہندوستانی ذہن سے ملکی سی پیرت کو ہٹا دینا چاہتے تھے جس کی وجہ سے ہندو اور مسلم روایاتی تفاوت میں مبتلا تھے اور دوسری طرف یہ اس موروثی برہمن ازم کے خلاف بغاوت تھی جس کے تحت غیر برہمن اور خصوصاً شودروں کو نہ صرف حق عبادت سے محروم رکھا جاتا تھا بلکہ سنسکرت پڑھنے پڑھانے پر بھی روک لگا رکھی تھی۔ کبیر صاحب نے نئی اصطلاح وضع کرکے اور اس کی صفات کو برہم کی صفات کے مترادف قرار دیکر برہمنوں پر یہ واضح کر دیا کہ ہندوستانی سنسکرت کے بغیر بھی گزارا کرسکتے ہیں نیز عبادت کے لئے مندروں کے دروازے کھٹکھٹانے کی بھی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ اسی بغاوت کے پیش نظر انھوں نے ایک ایسی زبان کا سہارا لیا جو لولی اور سمجھی تو پورے ہندوستان میں جاتی تھی لیکن ابھی تحریر کے لئے نہ کے برابر استعمال کی جاتی تھی۔ یہ لسانی بغاوت نہ صرف سنسکرت کے خلاف تھی جس کے پڑھنے پڑھانے پر برہمنوں کا اجارہ تھا بلکہ یہ ان مقامی بولیوں کے خلاف بھی بغاوت تھی جن کی وجہ سے ہندوستان لسانی طور پر مختلف خطوں میں بٹا ہوا تھا اور انہیں نے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ کبیر صاحب نے ایک نئی ملک گیر زبان کو رائج اور مقبول بنا کر قومی یکجہتی کی لئے ایک انقلابی قدم اٹھایا۔ جس کا اثر آج پورے ہندوستان میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

کبیر صاحب کی اس بغاوت کا اثر یہ بھی ہوا کہ اقتصادی طور پر پچھڑے ہوؤں نے عام طور پر اور شودروں نے خاص طور پر کبیر صاحب کی تدریس کو لبیک کہا اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو پسماندہ حلقوں میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی اور انھوں نے اپنے مرشد کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے شمالی ہندوستان میں جگہ جگہ مٹھ اور ٹولیاں قائم کرلیں جس کی وجہ سے سارے شمالی ہندوستان میں ایک نئی زبان کا چلن ہو گیا جو آگے چل کر ہندوستانی، ہندی اور اردو کے نام سے پکاری گئی۔ لیکن کبیر صاحب کی اس عظیم خدمت کا اعتراف شاید آج تک کسی نے نہیں کیا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کبیر صاحب کی وہ بغاوت تھی جو انھوں نے برہمن ازم کے خلاف کی تھی اور جس کے لئے شاید انھیں آج تک معاف نہیں کیا گیا۔

کبیر صاحب نے ایسی انقلابی غور و فکر کے بعد یہ بھی ضروری سمجھا کہ ہندوستانی عوام کو ان روایاتی رسوم سے بچایا جائے۔ جن کا فائدہ تو کوئی تھا نہیں لیکن جن کو اختیار کرنے پر عوام کی مالی مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ مثلاً شرادھ کی رسم، نام کرن، سنسکار کی رسم، جنیئو کی رسم، جہیز کی رسم، مورتی پوجا کی رسم وغیرہ وغیرہ

روایت ہے کہ کبیر صاحب کے گورو راما نند جی بھی روایاتی رسوم میں یقین رکھتے تھے۔ ایک بار انھوں نے کبیر صاحب کو گائے کا دودھ لانے کے لئے بھیجا تاکہ کھیر تیار کرکے شرادھ کی رسم ادا کی جاسکے کہتے ہیں کہ کبیر صاحب لوٹا لے کر دودھ لینے چل دیئے۔ تھوڑی دور گئے تو انھوں نے دیکھا کہ مری ہوئی ایک گائے راستہ میں پڑی ہے۔ کبیر صاحب ہرا ہرا گھاس لے کر اس کے منہ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب بہت دیر تک کبیر صاحب دودھ لے کر واپس نہ آئے تو ان کی تلاش کے لئے ایک آدمی بھیجا گیا۔ جب اس نے کبیر صاحب کو اس حالت میں مردہ گائے کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کو گھسیٹ کر راما نند جی کے پاس لے گیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ کبیر صاحب نے اپنے دفاع میں کہا کہ وہ گائے کو گھاس کھلا رہے تھے تاکہ اس کے بعد دودھ حاصل کرسکیں یہ سن کر راما نند غصّہ میں آ گئے اور جھنجھلا کر کہا کہ کیا مردہ گائے گھاس کھا سکتی تھی جو تم اتنی دیر اس کے پاس بیٹھے رہے؟ کبیر صاحب نے جواب دیا حضور! اگر حال ہی مری ہوئی گائے گھاس نہیں کھا سکتی تو برسوں پہلے مرے ہوئے ہمارے اجداد شرادھ کیسے کھا سکتے ہیں؟

یہ روایت اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ کبیر صاحب اپنے گورو کے خلاف بھی بغاوت کرنے کی ہمت رکھتے تھے۔ غالباً یہ چیز انھوں نے شنکر آچاریہ سے حاصل کی تھی جن کا قول ہے کہ "مذہب عقیدہ سے شروع ہو کر شخصی تجربہ پر آکر ختم ہوتا ہے۔"

اسی طرح کبیر صاحب نے ہندوستانی سماج کی روایتی رسوم پر زبردست وار کیے اور یہ کام ہندوستان میں سب سے پہلے کبیر صاحب ہی نے کیا۔ کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک ان کمزوریوں یا برائیوں کی کھلم کھلا تردید نہیں کی جائے گی تب تک عوام ان برائیوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں سے واقف نہ ہو سکیں گے۔ اس سلسلہ میں کبیر صاحب کے چند دوہے اور پد ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کی ہر کمزوری یا برائی کے خلاف آواز بلند کی۔ مثلاً،

مالا تو کر میں پھرے، جیبھ پھرے منہ ماہیں
منوا تو دس دِسا پھرے، یہ تو سمرن ناہیں

یعنی تسبیح تو ہاتھ میں پھر رہی ہے اور زبان منہ میں پھر رہی ہے اور اسی کو یاد خدا کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ عبادت نہیں ہے اصل عبادت تو من سے کی جاتی ہے لیکن وہ تو تسبیح پھیرنے والے کے قابو میں نہیں ہے اور وہ دس اطراف میں بھٹک رہا ہے۔ ایسی حالت میں یہ عبادت نہیں بلکہ ڈھونگ ہے۔

اسی طرح کبیر صاحب نے ہندوستانی مذاہب کی ہر ظاہر داری پر وار کیا ہے جسے اس زمانے میں بھگتی، عبادت، روح مذہب یا اصل مذہب سمجھا جانے لگا تھا۔

سدھیا پرات اسنان کراہیں
جیو بھئے دادُر پانی ماہیں

یعنی صبح سویرے اٹھ کر پتھروں کی مورتیوں کو پانی سے دھویا جا رہا ہے جیسے کہ پانی میں دھلنے کے بعد یہ زندہ ہو جائیں گی —— (مطلب یہ کہ مورتی تو مورتی ہی رہے گی۔)

پتھر پوجے ہری ملے تو میں پوجوں پہاڑ

یعنی اگر پتھر کی مورتیاں یا پھر پتھر کے ٹھاکر پوجنے سے خدا تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے پتھروں کی بجائے پہاڑ کی عبادت کی جانی بہتر ہے تاکہ خدا تک جلد رسائی حاصل کی جا سکے۔

کرتم سنت اور جنیؤ

یعنی کہ سنت اور جنیؤ کی رسومات ادا کرنے سے کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

کہے کبیر موہے اچرج آوے
کوّا کھائے، پتر کیوں پاوے

یعنی مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے کہ لوگ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کا شرادھ کرنے کے لئے کوّے کو روٹی کھلاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ کوّے کا کھایا ہوا مردہ انسان تک کیسے پہنچ سکے گا۔

من نہ رنگیا، رنگیا جوگی کپڑا

یعنی تم نے کپڑے کو تو جوگیا رنگ دے لیا اور اس کو پہن کر اپنے جوگی ہونے کا ڈھونگ بھر لیا لیکن اپنے من کو خواہشات کے جال سے نکالے بغیر کچھ ہونے کا نہیں ہے (جوگیا کپڑے سے مراد یہ ہوتی تھی کہ اس کو زیب تن کرنے والے نے اپنی خواہشات کو نذرِ آتش کر دیا ہے۔)

چھاپا تلک سائی کر دعیا لوگ ایک

یعنی ماتھے پر قشقہ کھینچ کر بھولے بھالے عوام کے ساتھ دغا کی جا رہی ہے۔

داڑھی موچھ بڈھائے جوگی بن گیا بن کا بکرا

یعنی جوگی نے داڑھی مونچھ بڑھا لی ہے۔ اس کی پشت اور سینے پر لمبے لمبے بال لٹک رہے ہیں جس سے اس کی شکل میں مسخرہ پن پیدا ہو گیا ہے۔ اچھا بھلا آدمی اب جنگلی بکرے کی طرح نظر آ رہا ہے۔ (جنگلی بکرے کے لمبے لمبے بال اس کے جسم پر لہراتے رہتے ہیں)

جاکو دودھ دھائی کرلی جے
تا ماتا کو بدھ کیوں کیجئے

یعنی جس جانور کا تو دودھ نکال کر پیتا ہے وہ تو تیری ماں کے برابر ہو گئی ہے۔ اب تو ظاہری رسم کے لئے اس کو ذبح کیوں کر رہا ہے۔ دودھ دینے والے جانور کو ذبح کرنا ماں کو ذبح کرنے کے برابر ہے۔

کہو حلال کیوں کیا

یعنی تو خدا کا نام لے کر جانور کا گلہ کاٹ دیا اور تو اس کو حلال یعنی جائز گردانتا ہے۔ اگر خدا کا نام لے کر کوئی تیری گردن پر چھری پھیر دے تو کیا یہ بھی حلال سمجھا جائے گا۔ اگر نہیں تو جانور کا قتل بھی حلال نہیں کہا جا سکتا۔

شیخ صبوری باہرا کیا حج کعبے جائی

یعنی کہ اے شیخ تمہارے اندر صبر کا مادہ تو ہے ہی نہیں تم کعبے میں حج کر کے تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔ اصل چیز تو صبر و قناعت ہے۔

ایک جیوتی سے سب اتپنا، کون باہمن کون سودا

یعنی کہ سبھی انسان ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں اور اس رشتہ سے سبھی بھائی بھائی اور برابر ہیں۔ ان میں برتر و کمتر کی تمیز اس لئے کرنا کہ ایک موروثی برہمن ہے اور دوسرا موروثی شودر (سود) سراسر غلط بات ہے۔ اسی طرح ہندو مسلمان کے درمیان تمیز کرنا بھی غلط ہے۔

(باقی صفحہ ۱ پر)



سنت کبیر: مساوات واتحاد کا علمبردار

پروفیسر سلیمان خورشید

دنیا کی تاریخ میں پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی مذہبی انقلابات اور اتھل پتھل کے لئے مشہور رہے۔ ہندوستان میں تو یہ صوفی سنتوں اور بھکتی تحریک کے عروج کا دور رہا ہے۔ سیاسی اعتبار سے یہ دور تاریخ میں اہم تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ یہ دور دو بڑی تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان میل جول اور ادان پردان کا ہے۔ ترک مسلمانوں نے آندھی اور طوفان کی مانند ہندوستان کی سرزمین کو ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک روند ڈالا اور بزور شمشیر ایک طاقتور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ابتدائی مزاحمت کے بعد دو بڑے مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان سیاسی طاقت کی ساجھے داری قائم ہوئی اور امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ آسمان پر جب کالے بادل چھلتے ہیں تو گھن گرج کے ساتھ بجلی کڑکتی ہے لیکن اس کے فوراً بعد ہی بارش اپنی تمام تر روح پرور اور زندگی بخشنے والی حیاتیاتی پھواروں سے دھرتی کو سیراب کرتی ہے اور سرسبز و شاداب کرتی ہے۔ ترکوں کے ابتدائی حملوں کے بعد جو پرامن ماحول قائم ہوا تو فاتح اور مفتوح قوموں نے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش شروع کردی اور ان کے درمیان اعلیٰ تہذیبی اور ثقافتی اختلاط سے ایک ایسی تہذیب و تمدن کی بنیاد پڑی جسے ہم مشترکہ تہذیب (Com- posite Culture) کا نام دیتے ہیں جو ہماری میراث ہے۔

مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے یوں تو بے شمار اثرات رونما ہوئے لیکن مذہب اور سماج پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔

عام طور پر جب دو مختلف قوموں یا تہذیبوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو دو طرح کے واقعات جنم لیتے ہیں۔ اگر فاتح قوم کی تہذیب و تمدن مفتوح قوم پر غالب ہو جاتی ہے اور مفتوح قوم اس میں مدغم ہو جاتی ہے اور پھر دوسری صورت میں مفتوح قوم اپنی تہذیب و تمدن کی حفاظت کرنے کی خاطر اپنے خول میں بند ہو جاتی ہے۔ وہ اتحاد کا شکار ہو جاتی ہے اور احیا پرستی کا جذبہ ان کے دل کے اندر بیدار ہونے لگتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے سے جو کچھ ہوا وہ ان دونوں کلیوں سے مختلف وقوع پذیر ہوا اور وہ یہ کہ دونوں مذاہب کے لوگ ایک دوسرے سے متاثر ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ اثر قبول کیا۔ اسی لین دین کے نتیجے میں بھکتی تحریک کا آغاز ہوا اور بلاشک و شبہ کبیر جو ذات کا جولاہا اور بنارس کا باشی تھا اس تحریک کا سب سے بڑا شاعر سمجھا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسلم سلاطین نے اپنی حکومت ضرور قائم کرلی لیکن ہندوستان کے عوام اسلام سے روشناس صوفیائے کرام کے ذریعہ ہوئے جو بارہویں اور تیرہویں صدی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مسلمان حکمرانوں کے سیاسی مرکز سے دور اپنے خانقاہیں قائم کرچکے تھے اور علاقائی زبانوں میں ہی مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلا رہے تھے۔ بابا فرید گنج شکر ملتان سے آکر مغربی ہند کے ساحلی علاقوں میں، شیخ حمید الدین ناگوری وسطی ہند میں، بوعلی قلندر پنجاب و ہریانہ میں، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہار و بنگال میں، امیر خسرو و نظام الدین اولیاء دہلی میں اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی اودھ میں عوام کو خدا کی وحدانیت اور انسانی مساوات کی تعلیم دے رہے تھے۔ انھوں نے شرک و بت پرستی اور ذات پات کو انسانی عزت و وقار کے لئے سم قاتل ٹھہرایا۔

اس طرح مسلمانوں کی آمد سے جو نئے تہذیبی اثرات مرتب ہوئے اس کے ذریعہ بت پرستی اور ذات پات کے خلاف ایک ایسا شعور بیدار ہوا کہ عوام اب یہ سمجھنے لگے کہ نروان اور نجات کا راستہ صرف برہمنوں کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ کوئی بھی شخص عشقِ حقیقی یا بھگتی کے ذریعہ اسے حاصل کرسکتا ہے۔

صوفیائے کرام کے انہی خیالات کی بازگشت ہمیں بھگتی سنتوں

کی تعلیمات میں ملتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ایسے طور پر اور اپنے اردگرد
کے ماحول سے متاثر ہو کر ایسے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں وہ اس
آفاقی سچائی کی طرف مائل ہوئے۔

کبیر نے بھی اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں ان ہی سچائیوں
اور صداقتوں کو پانے کی کوشش کی ہے کیونکہ انھیں ہمیشہ سچائی اور
معرفت کی تلاش رہی اور شاعری کو برائے شاعری نہیں بلکہ اسے
پیغام کا ذریعہ بنایا اور سچائی اور عرفان کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔

کبیر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ خود پڑھے لکھے نہیں تھے۔
انھوں نے خود ہی کہا ہے ؎

"مسی کاگد چھوؤ نہیں، قلم گہی نہیں ہاتھ"

(میں نے کاغذ نہیں چھوا ہے اور قلم کو ہاتھ بھی نہیں لگایا)

اس کے باوجود ان کے کلام کا وافر ذخیرہ تحریری شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔
تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ ابتک تقریباً ۵۳ گرنتھ (مجموعے) ایسے پائے
گئے ہیں جنھیں کبیر کی تصنیف کہا جاتا ہے لیکن تمام کی تمام کبیر کی تصنیف
نہیں ہو سکتی۔ بہرحال ان کی تصنیفیں دو طرح کی ہیں (۱) ساکھی اور (۲) بیجک۔
انھیں پھر تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ساکھی، سبد اور
رمینی۔ یہ اور بات ہے کہ بیجک میں پدوں اور ساکھیوں کی
تعداد کم ملتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ بیجک، بانی کے بعد لکھی ہوئی ہیں۔
تمام بڑے محققین اب اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ان بانیوں اور
بیجکوں میں بہت ہی کم تعداد خود کبیر کے ہیں۔

ان کی شاعری میں جو خیالات ہمیں لوگوں کو ملتے ہیں وہ فلسفۂ حیات
تصوف اور نصیحتوں کا مجموعہ ہیں۔ ان کے کلام میں مذہب، سماج، رسم و
رواج، اخلاقیات، انسان کے آپسی رشتے اور تعلقات کی بھرپور عکاسی
ہوتی ہے۔ انھوں نے جو کچھ کہا وہ بڑی گہرائی کے ساتھ اور منطقی دلائل
کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے۔ ؎

میرا مجھ میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے سو تیرا
تیرا تجھ کو سونپتا، کیا لاگے ہے میرا

ان کی شاعری میں سادگی کے ساتھ ایک دلکشی اور شعری غنائیت
موجود ہے جس میں حیات کی تلخ حقیقتیں اور اس کا گہرا تجربہ بہت ہی
سنجیدگی اور عمیق مشاہدہ کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے جو ان کے شدت
احساس و جذبات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

کبیرا سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانئی سو کافر بے پیر

(اے کبیر پیر وہی ہے جو دوسرے کا درد سمجھے
جو دوسرے کا درد نہیں سمجھتا وہ بے رحم کافر ہے)

ان کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں بلا کا طنز پایا
جاتا ہے۔ ایسا طنز جو سامنے سننے والے کو جن پر طنز کیا گیا ہے تلملا کر
رکھ دے۔ ہر وہ چیز جسے وہ برا سمجھتے ہیں اس پر زبردست تنقید کرتے
ہیں اور اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں ان کے طنز یہ انداز میں بڑی بے خوفی
اور جرأت شامل ہے انھوں نے پنڈت، پجاری، مولوی، مُلّا، اودھوت
بیراگی وغیرہ وغیرہ کو اپنے ملامت کا ہدف بنایا ہے اور انھیں بری طرح
پھٹکارا ہے۔ تمام مذاہب کی ظاہرداری، رسم پرستی، اندھی تقلید کو
آڑے ہاتھوں لیا۔

پاہن پوجے ہری ملیں تو میں پوجوں پہاڑ
تا تے یہ چاکی بھلی پیس کھائے سنسار

(اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا تو میں پہاڑ کو پوجوں کہ مجھے اور بھی بڑا
خدا مل جائے، اور اس پتھر کے ٹکڑے سے تو یہ چکی بہتر ہے جو آدمی کو
روزگار مہیا کرتا ہے)

ان کا انداز بیاں صاف اور واضح ہے اور غیر جانبدارانہ اظہار رائے
کی بناء پر ان کے کلام کو عوامی مقبولیت حاصل ہو سکی۔ ان کا یہ شعر
ملاحظہ فرمائیں: ؎

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیو چقمق میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں ہے جاگ سکے تو جاگ

(جس طرح تل کے اندر تیل اور چقماق کے اندر آگ رہتی ہے
اسی طرح تیرا مالک تجھ میں ہے اگر تو جاگ سکے تو جاگ یعنی یہ سمجھ لے)

دوسرا شعر بھی ملاحظہ فرمائیں: ؎

صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جائے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رسائے

(میرا صاحب یعنی مالک ایک ہی ہے، کسی دوسرے کو مالک نہیں کہہ سکتا
اگر میں کسی دوسرے کو مالک کہوں گا تو میرا مالک سخت ناخوش ہوگا)

ان کے کلام میں انسانی مساوات کی بات کہی گئی ہے۔ وہ بھید بھاؤ کے خلاف ہیں۔ فرقہ پرستی کے خلاف ہیں۔ ذات برادری کے خلاف اور انسان انسان کے درمیان ہر طرح کی تفریق کو غلط خیال کرتے ہیں۔ انسان کو ان کا کھویا ہوا وقار اور مقام دلانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے انھوں نے ہندو اور اسلام مذہب کو ایک سطح پر لا کر برابری دلانے کی کوشش کی ہے اور ان میں یکسانیت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ہندوؤں کے مختلف فرقوں میں اور گروہوں میں ایکائی اور یکجہتی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ رنگ و نسل کے فرق اور ذات برادری کی تفریق مٹانے کی کوشش کی ہے۔ چھوت چھات کی لعنت کو ختم کرنے کی تلقین کی ہے۔

وہی مہادیو، وہی محمدؐ، برہما، آدم کہیئے
کوئی ہندو، کوئی ترک کہائے ایک زمیں پر رہیئے
دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ، رام، کریم، کیشو، ہری حضرت نام دھرایا

خدائی وحدانیت کا پیغام انھوں نے عام کیا ہے اور عشق کے ذریعہ خدا سے لو لگانے کی تلقین کر کے انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں، برہمنوں اور شودروں میں، عالموں اور جاہلوں میں، گرہستیوں اور بیراگیوں میں، بھگتوں اور یوگیوں میں، جانداروں اور سنیاسیوں میں، پیر خدا کے ماننے والوں اور ناستکوں میں یکجہتی اور رواداری قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک ایسی ہم آہنگی اور ایکتا قائم کرنے کی کوشش کی ہے جس کے ذریعہ سماج میں ایک انقلاب برپا ہو جائے تا کہ ظاہر و باطن میں، جسم و روح میں، جانداری اور بیراگ میں، بھکتی اور گیان میں، اپنے اور پرائے میں، خالق اور مخلوق میں، دین اور دنیا میں، خدا اور کائنات میں، سادھنا اور انوبھوتی (مشق و ریاضت اور احساس و ادراک) میں، تیاگ اور بھوگ میں کوئی فرق یا اس کا احساس باقی نہ رہے۔ مختصر یہ کہ ہم اور تم کا فرق مٹ جائے۔ یہ وہ آفاقی سچائی اور حقیقت ہے جس کی طرف کبیر داس نے ہماری توجہ دلائی ہے۔

انھوں نے واحد اللہ (نرگن لیپ خدا) میں لگن لگانے کو ہی اپنا مقصد بنایا اور اس کا اعلان کیا۔ اس لگن اور محبت کا کوئی ذریعہ اس محبت کے علاوہ نہیں ہے۔ کسی اور واسطے یا وسیلہ کو انھوں نے منظور نہیں کیا۔ محبت ہی مقصد ہے۔ محبت ہی ذریعہ۔ اس کا ذریعہ برت بھی نہیں۔ حرم بھی نہیں۔ پوجا بھی نہیں، تیرتھ بھی نہیں

ایک نرنجن آلکھ میرا
ہندو، ترک ہوں، نہیں میرا
راکھوں برت، نا محرم جانا
تت ہی سمروں جو ہے ندانا
پوجا کروں نہ نماز گزاروں
ایک نراکار ہردے نام سنکاروں
ناحج جاؤں نہ تیرتھ پوجا
ایک پچھانیا تو کیا دوجا
کہے کبیر بھرم سب بھاگا
ایک نرنجن سوں من لاگا

پس ان کے نزدیک عشق ہی عرفانِ ذات کا ذریعہ ہے۔ اسی سے آتما کو شانتی ملتی ہے۔ "رام" اور "رحیم" ایک ہیں۔ یہ وہ رام نہیں ہے جو سیتا کا شوہر اور راجہ دسرتھ کا بیٹا ہے بلکہ "رام"، "رحیم" کا ہندی نام ہے۔

عشقِ الٰہی کے لیے دل کی صفائی اور من کا پریم ہی اصل چیز ہے اگر انسان کے اندر یہ نہیں تو پھر وہ انسان نہیں رہتا۔ انھیں خیالات کو کبیر نے ایسے دلآویز انداز میں پیش کیا ہے کہ آج بھی ان کا کلام دلوں کو گرما دیتا ہے۔ صداقت کی لپک، خلوص کی آنچ اور عشق کی گرمی نے ان کی شاعری میں اثر آفرینی کا جادو جگایا ہے۔ کبیر کی شاعری آج بھی زندہ شاعری ہے اور ہمارے خون کو گردش کرا رہی ہے۔ کبیر کے کلام میں عوامی لہجے، آہنگ اور ترنم کی وہ سادگی ہے جو فوراً دلوں میں اتر جاتی ہے۔ بڑے سے بڑا خیال وہ ایسے سیدھے سادے انداز میں بیان کرنے پر قادر ہیں کہ صداقت بکروہ ہمارے اندر گھر کر لیتا ہے۔ یہ وہ آفاقی صداقتیں ہیں جو وقت کے ساتھ نہیں بدلتیں اور ان کا رنگ و روپ ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔ آج کے اس پُر آشوب دور میں جہاں ایک مرتبہ پھر مذہبی عصبیت، فرقہ پرستی اور ذات برادری کی تفریق کو ہوا دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، کبیر کی شاعری ہمارے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتی ہے اور ہندوستانیوں کو اس مشترکہ تہذیب کا احساس دلایا جا سکتا ہے جس کے صوفی سنت کبیر علمبردار تھے۔ ●●



فرہنگِ کبیر[لہ]

پروفیسر محمد انصار اللہ

اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کبیر بنارس کے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ سری رَوِ داس جی کا ان کے گھرانے کے بارے میں بیان ہے ؎

جاکے عید بقرید کُل گئو رے بَدھ کرہِ، مانی اَہِ سیکھ، سہید پیرا
جس کے عید بقرعید خاندان گائے کو ذبح کرتے ہیں مانتے ہیں شیخ، شہید پیر کو
جاکے باپ ویسی کری، پوت ایسی سری، تہوں رے لوک بَرسِدھ کبیرا
جس کا باپ ویسا کرتا تھا بیٹا ایسا ہی عمل کرتا ہے وہی ہے مشہور زمانہ کبیر

اس قطعی اور غیر مبہم بیان میں کوئی اشارہ ایسا نہیں ہے کہ (الف) کبیر لے پالک تھے یا (ب) ان کا گھرانہ مفلس، کم حیثیت اور "نیچ" تھا۔ اس شعر میں جو کچھ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اس گھرانے کے لوگ

(الف) عید، بقرعید کے تہوار مناتے تھے۔
(ب) گائے کی قربانی کرتے تھے۔
(ج) شیخ، شہید اور پیر کو مانتے تھے۔
(د) کبیر اپنے والد کے طریق پر عمل پیرا تھے۔

قربانی صرف اس مسلمان پر واجب ہے جو شرعی اعتبار سے مالدار ہو، چنانچہ کبیر کے گھرانے کا صاحب حیثیت و مالدار ہونا یقینی ہے۔ شیخ، شہید اور پیر کو ماننے سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کے افراد مسلمان بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے اور غالباً کسی سلسلے میں بیعت بھی تھے۔ کبیر کا عمل بھی اسی طریق کے مطابق تھا۔ سری رَوِداس کے اس واضح بیان کو جو سری گرو گرنتھ صاحب میں محفوظ ہے، جھٹلانے کے لئے راقم کا ذہن ہرگز آمادہ نہیں ہوتا، خصوصاً اس لئے بھی کہ اس کے خلاف کوئی معاصر روایت موجود نہیں ہے۔

کبیر کی پیدائش سنبت ۱۴۵۵ بکرمی (مطابق ۱۳۹۸/ ۹۸ء) مانی گئی ہے اور ان کی وفات کے زمانے کا قیاس ذیل کے دوہے سے کیا گیا ہے:

سنبت پندرہ سے پچہتّرا، کیا مگہر کو گون
۱۵۰۵ گزر گیا جانا

ماگھ سُدی ایکادسی، رَلو پَون مَیں پَون
مل گئی ہوا میں

یعنی جب سنبت ۱۵۰۵ گزر گیا تو کبیر مگہر کے لئے روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انھوں نے ماگھ سنبت ۱۵۰۶ (آخر ۱۴۴۹ء، ۸۵۳ھ) میں وفات پائی تھی۔ کبیر مگہر میں اپنی جھونپڑی نما مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔ ان کے مدفن کے اوپر ان کے ایک عقیدت مند نواب بجلی خاں نے ایک بلند و بالا گنبد تعمیر کروا دیا۔ ڈاکٹر پارس ناتھ تواری نے اس بارے میں لکھا ہے:

"بجلی خاں نے بستی ضلع کے مشرق میں دریائے آمی کے ساحل پر کبیر صاحب کا ایک روضہ ۱۴۵۰ء یا سنبت ۱۵۰۷ (۸۵۴ھ) میں بنوایا تھا اور اس کی مرمت نواب فدائی خاں نے ۱۷۰ برس بعد ۱۵۶۷ء یا ۱۶۲۴ بکرمی (۹۷۲ھ) میں کرائی۔"

کبیر نے عمر زیادہ نہیں پائی تھی لیکن خلوص علم و عمل نے ان سے وہ کام لے لیا جو بڑی عمر پا کر بھی اکثر لوگ نہیں پاتے ہیں۔ شیخ قطبن جیسے شخص نے بھی کبیر کی عظمت کے اعتراف میں کہا تھا ؎

ایک کُبلا ہے تے مَیں مارا

اور اس میں شبہ نہیں کہ کبیر علمی اعتبار سے غیر معمولی شخص تھے۔ مسلم معاشرے میں پرورش اور تربیت پانے کے نتیجے میں وہ فارسی اور عربی سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی نظم "الف نامہ" اس دعوے کی دلیل ہے۔ قدیم بُدھ سدّھوں کے کلام پر ان کی بہت اچھی نظر تھی۔ ان کے بعض شعروں کا کبیر نے اپنے زمانے کی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ بابا گورکھ ناتھ کے عقاید اور ان کے علمی کارناموں سے بھی کبیر نے یقینی طور پر استفادہ کیا تھا۔ اور چیزوں کے علاوہ کبیر کی "الٹوا نسیوں" کو بھی ان اکابر کا فیض سمجھنا چاہیئے۔ دکھن (دراوڑ) دیس کی مذہبی اور علمی روایتوں سے بھی کبیر کی عمدہ واقفیت میں شبہ نہیں ہے۔ پرشُو رام چترویدی ستیو برت لال ورمن نے جو تفصیلات قلم بند کی ہیں ان کے علاوہ کسی کا یہ شعر بھی اس

(لہ یعنی مگہر والے کبیر کے کلام میں مستعمل الفاظ کی فرہنگ)

حقیقت پر دلالت کرتا ہے ؎

بھکتی دراوڑ اُپجی لائے رامانند
ریاضت کا طریق پیدا ہوئی
پرگٹ کیا کبیر نے آٹھ دیپ، نو کھنڈ
پھیلا دیا جزیرہ اقلیم

اس وسعتِ علمی نے کبیر کو جو خود اعتمادی عطا کردی تھی اس کا فیض یہ تھا کہ بقول سری رودراس وہ "لوک پرسدھ" (مقبولِ خلائق) ہو گئے۔ ان کی تعلیمات نے ملکی سطح پر تبدیلی اور فکری انقلاب پیدا کر دیا چنانچہ ان کی مخالفت نے بھی غیر معمولی صورت اختیار کرلی۔ مہرستی شیو سرت لال ورمن نے لکھا ہے:

"کاشی جی میں ہولی کے دنوں میں ہر سال کبیر صاحب کا سانگ بنا لیے لیتے۔ کسی کو ہولی کا بھنڈوا بنا لیا اور وہ پھکڑ اور گالی گلوچ دیتا ہوا بولتا ہوا اور ہر دوہے میں کبیر کا نام شامل کرتا ہوا گلی کوچوں سے نکلا اور جس کو جی چاہا ماں بہن کی گالیاں دیں۔ شروع شروع میں کسی کی ہمت اس بات پر بس نہیں کر سکتا تھا کہ بھلے مانس کو ایسی فحش اور مکروہ گالیاں کیوں دیتا ہے کیونکہ ہولی کے بھنڈوے کی گالی معاف ہوتی ہے۔ اس کے جوتی میں لگا کر کوئی اس کی طرف کان نہیں دیتا ہے۔ اس عمل سے براہمنوں نے اپنی دانست میں کبیر صاحب کو ہولی کا بھنڈوا بنا دیا۔
مطلب یہ تھا کہ کبیر صاحب ایسی سخت کلامی سے باز رہیں مگر یہ کب کسی کے سہنے والے تھے نہ یہ ایسی حرکت سے باز آئے اور نہ انھوں نے ہولی کے بھنڈوے کے سانگ کو بند کیا۔ پورب میں ہر جگہ یہ رسم اب تک جاری ہے۔ بھنڈوے "کبیر" گایا کرتے ہیں اور سب کو بے نقط سناتے پھرتے ہیں لیکن اب کسی کو اس بات کا پتا بھی نہیں ہے کہ اس رسم کی ابتدا محض کبیر صاحب کے ستانے اور چھیڑنے کے لئے کی گئی تھی۔ ان بھنڈوؤں کے وہ دوہے کبیر صاحب کی ساکھیوں کے وزن کے ہوتے ہیں اور سب میں کبیر شامل رہتا ہے۔ اس فحش گیت کا نام ہی "کبیر" رکھ دیا گیا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ ان کی ایک آدھ مثال یہاں دے دی جائے مگر اس قدر مکروہ اور فحش ہوتے ہیں کہ یہاں ان کو داخل کرنا بدتہذیبی سمجھی

جائے گی، تاہم وہ اس طرح گاتے ہیں ؎

سنتو سن لو مور کبیر
ست لوگو لو میرا گیت
ٹھرا رارا کبیر
سو کھو گیا جھگڑا ہنگامہ کبیر کا
کبیر ہم تو آئے تمھرے گھریاں، آئے ہم تمھرے مہمان
تمہارے میں
مائی بہن سے اپنی کہہ دو، کریں ہمارا مان — الخ؟
ماں کہہ دو تعظیم

لیکن کبیر صاحب کو کیا پڑی تھی کہ ان سے الجھتے۔ یہ بدنام ہوتے رہے مگر پیر مارتھ کے کام کو کبھی ترک نہیں کیا اور براہمنوں کی مخالفت کام نہیں آئی۔ تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رہا اور وہ اب تک جاری ہے۔

اس سے یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہے کہ طویل مدت سے کبیر کے نام سے ان کی لفظیات و اصطلاحات میں مختلف لوگ شعر کہہ کر مشتہر کرتے آ رہے ہیں اور اس عمل سے انھیں بجز اس کے کچھ مقصود نہیں کہ کبیر کو رسوا کریں۔ چنانچہ کسی بھی شعر کو کبیر کا واقعی کلام تسلیم کرتے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کہتے ہیں کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول سے وجود میں آئی تھی لیکن یہ خیال بالکل بے معنی ہے۔ مسلمان اور ہندو لسانی اعتبار سے کوئی وحدت نہیں ہے۔ عرب، ترک، ایرانی اور افغانی سب ہی مسلمان تھے اور ہر ایک کا لسانی مزاج مختلف تھا۔ اسی طرح ہندوستان کے باشندوں میں آریہ، دراوڑ اور بعض دوسری نسلوں کے لوگ بھی تھے اور ان میں سے ہر جماعت کا مزاج لسانی نقطۂ نظر سے جداگانہ تھا۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ زبان ہندوی اس ملک کے عوام کی زبانوں پر زمانہ قدیم سے حاوی تھی۔ اس زبان کا مزاج، اس کی قواعد اور اس کی آوازیں بھی مخصوص تھیں۔ ایسے کسی خاص زبان کی بدلی ہوئی صورت یا شاخ قرار دینا مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ دعویٰ بھی غالباً قرینِ صحت نہیں ہے کہ زمانہ قدیم میں بھی محض بول چال تک محدود تھی اور کسی زمانے میں اسے تحریری زبان کا درجہ حاصل نہیں رہا ہے۔ زبانوں کے ارتقاء سے متعلق فکر کرتے وقت اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ زبانیں

حالات میں زوال پذیر بھی ہوتی ہیں۔

زبان اردو کا قدیمی نام اس کے علاقے "ہند" کی مناسبت سے ہندی، ہندوی، ہندریہ بتایا گیا ہے۔ "ہند" سے برصغیر کا وہ بہترین خطّہ مراد تھا جسے شمال مغرب سے آنے والے برہمنوں نے اپنا مسکن بنالیا تھا۔ وہ گنگا اور گنگا کی پرستش کرتے تھے۔ برہمنوں نے اپنے مرکز سے سفر کے لئے تو حدیں مقرر کرلی تھیں۔ ان کا ذکر البیرونی نے اس طرح کیا ہے:

"برہمن کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے ملک میں رہے جو اتر طرف سے دریائے سندھ اور دکھن طرف سے دریائے چرمنت (چینبل) کے درمیان واقع ہو۔ برہمن کو ایسے ملک میں رہنا جائز نہیں ہے جہاں وہ گھاس پیدا نہیں ہوتی جس کی انگوٹھی وہ اپنی چھوٹی انگلی میں پہنتا ہے اور جس کے اندر کالے بال کے ہرن نہیں چرتے۔"

علاقۂ ہند کی مغربی حد کی نشاندہی مورخ ضیاء الدین برنی نے ضمناً اس طرح کی ہے:

"وہ جلالی جو ڈاکوؤں کا مسکن تھا اور جہاں ہندوستان جانے والے مسافروں کو لوٹ لیا جاتا تھا، مسلمانوں اور راستے کے محافظوں کا وطن بن گیا اور آج تک ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ قصبہ جلالی (ضلع علی گڑھ) سے مشرق کی طرف چلکر ہند یا ہندوستان کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ دہلی اس میں شامل نہیں تھا چنانچہ اکبر کے عہد تک بلکہ اور بعد تک بھی جب بادشاہ پورب کی طرف سفر کرتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ حضرت سلطان ہندوستان گئے ہیں۔

اگرچہ ہند کی حدیں مغربی بہار تک پھیلی ہوئی تھیں کڑے اور اودھ کی اقطاع کو اس کے مرکزی حصہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اسی حصہ کی زبان کو اہمیت دی جاتی تھی، چنانچہ ذیل کے واقعات شاہد ہیں:

ا۔ التمش کے سکوں پر بادشاہ کے نام اور کلمہ "شری" کو بھی دیوناگری خط میں سین مہملہ سے لکھا گیا ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ بادشاہ "ش" (شین معجمہ) کی آواز سے نہ صرف واقف تھا بلکہ اس آواز کے ادا کرنے پر قادر بھی تھا۔ مقامی تحریر میں تلفظ کا فرق اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اس زبان میں "ش" (شین معجمہ) کی آواز غیر موجود تھی۔ التمش کے دلی والے سکوں پر لفظ "خلیفہ" کو "ख" سے

تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ख کا تلفظ "س" نہیں بلکہ "کھ" تھا۔

اس بادشاہ کے ایک سکہ پر دیوناگری خط میں سلطان کو "سُرِتان" لکھا گیا ہے یہی تلفظ کبیر کے اس مصرعے میں بھی ہے:

سوئی سُرتان جو دوئی سُرتانے ۵

۲۔ بابر نے ہندوستانیوں کے تلفظ کے بارے میں لکھا ہے:

"ہندوستانی اس کو کلہرن کہتے ہیں۔ ا ین کا لاحقہ ہے۔ تخفیف کرکے کلہرن کردیا۔"

"اہل ہند شین کو سین بولتے ہیں۔"

"ہندوستان کے خاص میووں میں سے ایک انبہ ہے۔ اکثر ہندوستانی اس کی بے کو ساکن بولتے ہیں۔"

صحیح یہ ہے کہ اس پھل کا نام آنب یا آم (بسکون آخر) ہی ہے۔ بابر کے مقربین میں سے بعض بادشاہ کی خوشنودی خاطر سے، ممکن ہے کہ بے کو متحرک کردیتے ہوں۔

۳۔ "زبان ہندوی کے جو قدیم ترین فقرے دریافت ہوسکے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے:

"جومنڈا سابا ندھی سو پایں پسری"

یہ صحیح ہے کہ دہلی مسلم سلاطین کا پایۂ تخت تھا لیکن زبان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو درج ذیل واقعات پر بھی نظر رکھنی ضروری ہے:

ا۔ مسلمانوں کی آمد اور ان کی فتوحات کا حال سن کر پورب کے علاقوں کے "یادو" نربدا پار کرکے دکھن کی طرف چلے گئے تھے۔ انھوں نے دیو گری کو آباد کرکے وہ عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا جو مدت تک "عجائب جہاں" میں شمار ہوتا رہا ہے۔ یہی یادو دکھن کے علاقوں میں جادھو کہلائے۔

۲۔ ناصر الدین محمود جو ایک مدت تک بہرائچ میں قید رہا تھا، جب دہلی کا بادشاہ ہوا تو پورب کے علاقوں کے "مرد پایک و سوار" اس کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی بولی دہلی میں بھی مقربین سلطانی کی زبانوں پر جاری اور شاہ پسند رہی۔

۳۔ کڑے کا حاکم ملک علاء الدین خلجی دیوگری کو فتح کرکے آیا تو

بادشاہ نے اسے اودھ کا علاقہ بھی عطا کر دیا۔ بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد علاؤ الدین نے کڑے اور اودھ کے لشکر کے ساتھ جا کر دہلی کے تخت پر قبضہ کیا تھا۔

۴۔ فیروز تغلق نے دہلی میں دولاکھ پوربیے جمع کر لئے تھے جو فیروز کے بعد دہلی میں بادشاہ گر بن گئے تھے۔

یہ واقعات شاہد ہیں کہ دکن اور دہلی میں پورب کے علاقے کی زبان کی بار بار تجدید ہوتی رہی ہے اور ان مقامات پر اس زبان کو برتری بھی حاصل رہی تھی

پورب کا علاقہ پایۂ تخت سے دور ہونے کے سبب ایک حد تک مامون تھا۔ وہاں کا ماحول علمی کاموں کے لئے ساز گار تھا۔ ناصر الدین محمود کے بارے میں تو مشہور کہ ہے کہ وہ کتابت سے روزی حاصل کرتا تھا اور لوگ بھی اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے نویں صدی ہجری کے بزرگوں میں سعد بن عیسوں کے اواخر کے ایک بزرگ سید سلطان بھرائچی کے بارے میں لکھا ہے

"میرے والد نے فرمایا کہ میں بیٹے علم حق کے سلسلے میں سلطان بھرائچی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت کتابت میں مشغول تھے۔"

پورب کے علاقے میں تصنیف و تالیف کے سلسلے بھی جاری تھے۔ چنانچہ شیخ فتح اللہ اودھی کے بارے میں مذکور ہے کہ دہلی میں مسار شمسی کے مدرسہ میں کتابہا شدر ملک خود داشت" کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی ماحول کا یہ فیض تھا کہ اب تک کی معلومات کے مطابق زبان ہندوی کی قدیم ترین معلوم داستان "چندائن" بھی پورب ہی کے علاقے میں تصنیف ہوئی تھی۔ کبیر نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا، پورب دیس میں ایک عمدہ مسلسل اور مربوط علمی روایت قائم ہو چکی تھی۔

احمد نیالتگین پہلا مسلمان سردار تھا جسے "ہند" کے علاقے میں رسائی حاصل ہوئی تھی۔ اس نے پہلی مرتبہ شہر بنارس میں داخل ہونے کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ تاریخ بیہقی میں واقعہ کی تفصیل مرقوم ہے اس میں شہر کا نام "بنارس" آیا ہے۔ البیرونی کی کتاب الہند میں کہیں بنارسی اور کہیں بنارس ملتا ہے۔ یہ تینوں صورتیں جدید ہندی (جو ناگری خط میں لکھی جاتی ہے) کے "تلفظ" "وارانسی" سے مختلف ہیں۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) زبان ہندوی قدیم اردو میں "د" اور "ب" دونوں جداگانہ اور مستقل آوازیں ہیں لیکن بیشتر کلمات میں "ب" ہی آتا ہے۔

(ب) سنسکرت میں مروجہ آواز "ڑاں" (ण) کی جگہ ہندوی میں "ن" کی آواز لیتی ہے۔ فارسی کے قدیم شعراء کے کلام میں بھی "من" اور پانی وغیرہ کلمات اعلان نون کے ساتھ ہی آئے ہیں۔

پورب کے علاقوں کی تہذیبی زندگی میں سالار مسعود غازی کی شخصیت کا اثر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے والد ماجد نے ست رکھ (ضلع بارہ بنکی) کے مقام پر دفات پائی تھی۔ "ست رکھ" بظاہر رشیوں کی بستی تھی اور یہاں زبان ہندوی کا چلن تھا۔ اس زبان میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا شین معجمہ کی آواز غیر موجود ہے چنانچہ ست رکھ کے نام میں بھی شین کی جگہ "کھ" نے لے لی ہے۔

غزنوی دور کے علما میں ابوریحان البیرونی کو ہندوستانیات کے باب میں امتیاز حاصل رہا ہے۔ اپنی زندۂ جاوید تصنیف کتاب الہند میں اس نے جو گنتی لکھی ہے اس کے بیشتر کلمات اب بھی پورب کے علاقوں میں بیوں کی زبان سے سنے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح ہیں۔

۱	ادماسس، برقہ، بروہ	؟ برکت پڑوا
۲	بیسہ	بی بھا؟
۳	تریہ	ترِیا
۴	جوت	جوتھ
۵	بیجے	بیجے
۶	ست	چھٹ، چھٹیں
۷	ستیں	ستیق، ستے
۸	اتھیں	اتھیں اتھیں
۹	لوں	لوتی، لوتیں
۱۰	دھیں	دہیں، دہے
۱۱	یاہے	؟
۱۲	دواہے	؟
۱۳	ترہے	ترہے، تیرہے
۱۴	جودھے	جودے
۱۵	نکلے	؟

کتاب الہند اصلاً عربی میں ہے اور عربی میں زبان ہندوی کی متعدد آوازیں موجود نہیں ہیں چنانچہ عربی خط میں ہندوستانی لفظوں کے تلفظ میں فرق پیدا ہو جانا بھی لازم تھا پھر بھی اصل کا قیاس کیا جا سکتا ہے

بعض لفظ یہ ہیں:

کری = گھڑی ، تومر = تھوہڑ
دانک = ڈانگ ، کندہ = گنیڈا
دوم = ڈوم ، جندال = چنڈال

ان لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زبانِ ہندوی میں زمانۂ قدیم سے 'ڈ' اور 'ڑ' کی جداگانہ آوازیں موجود تھیں اور اس زبان کے لکھنے والوں نے ان دونوں میں فرق بھی کیا تھا۔ وہ ڈال کو دالِ عربی کے ڑے کو رائے عربی کے قریب اور مماثل خیال کرتے تھے۔

سنسکرت کی طرح عربی میں بھی شین معجمہ موجود تھا چنانچہ البیرونی نے ہندوی کے کلمات میں شین کو داخل کر دیا ہے لیکن دوسری آوازیں اصل کے مطابق تحریر کیں، چنانچہ برشکال اور شکر بار میں ہے۔

البیرونی نے جَگیو کو "ججوا" لکھا ہے یعنی 'ی' کی جگہ 'ج' نے لے لی ہے۔ یہ تبدیلی بھی زبان ہندوی کے مزاج اور معمول کے مطابق ہے چنانچہ اردو میں بھی:

یمنا کو جمنا، یوگی کو جوگی، ایودھیا کو اجودھیا
رایا کو راجا، اچاریہ کو اچارج، اشچریہ کو اسچرج

بولتے اور فصیح سمجھتے ہیں۔ قدیم ترین تصانیف میں بھی زبانِ ہندوی میں کریئے پر کریجے اور کیجئے، پتیے پر پتیجے، پی یئے پر پیجے کی ترجیح کا رجحان نمایاں ہے۔

سب سے زیادہ دلچسپ کلمہ "زاتر" ہے۔ جدید ہندی (جو دیوناگری میں لکھی جاتی ہے) میں اس کا تلفظ جیم عربی سے "جاتر" ہے۔ رائے معجمہ سے اس کلمہ کو لکھنا بہ گمانِ غالب مرہٹی زبان کے تلفظ سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس مطابقت کا سبب شروع میں بیان کیا جا چکا ہے۔

پورب کے علاقوں میں شیوخ مقتدر اور موثر تھے۔ انھوں نے مقامی بول چال کو اپنے رسمِ خط (عربی خط) میں لکھنا شروع کیا لیکن بڑی بات یہ تھی کہ اس زبان میں اسما اور اصطلاحات کے سوا عربی کے الفاظ کو شامل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان اصطلاحات کو بھی انھوں نے مقامی لب و لہجہ اور تلفظ کے مطابق ڈھال لینے کی سعی کی تھی چنانچہ مولانا داؤد کی "چندائن" میں بھی یہ رجحان نمایاں ہے۔ اپنے ممدوحین کے بارے میں مولانا نے کہا ہے ؎

پھیروج ساہ دلی سُرتانا ، جونا ساہ اوجیر وکھانا
فیروز شاہ سلطان ، شاہ وزیر

کبیر نے بھی اپنے کلام میں زبانِ ہندوی کی اسی روایت پر عمل کیا۔ ان کا زمانہ کچھ بعد کا ہے اور اس وقت تک عربی کے الفاظ بول چال میں زبانوں پر جاری ہو کر مقامی رنگ ڈھنگ اور آہنگ اختیار کر چکے تھے چنانچہ کبیر کے کلام میں

کاجی = قاضی ، ہجور = حضور ، ہُکم = حکم
تلب = طلب ، ہلال = حلال ، اُجو = وضو

وغیرہ بہ کثرت الفاظ نظم ہوئے ہیں۔ کبیر نے بھی بہ گمانِ غالب اپنے کلام کے لئے عربی خط کا ہی استعمال کیا تھا اپنی نظم "الف نامہ" میں انھوں نے حرف عربی کے حرفوں سے اشعار شروع کئے ہیں۔ ان عربی کے حروف میں کبیر نے لام الف اور ہمزہ کو بھی شامل کیا ہے۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ الف نامہ میں فارسی کے مخصوص حروف پ، چ، ژ، گ سے شروع ہونے والا کوئی شعر نہیں ہے چنانچہ گمانِ غالب ہے کہ مخصوص ہندوستانی آوازوں کے لئے بھی کبیر کے وقت تک کوئی جداگانہ صورت وضع نہیں کی گئی ہوگی۔

شیوخ کے لب و لہجہ اور عربی رسم خط کا اثر یہ بھی ہوا کہ بعض وقت مقامی لفظوں نے بھی عربی کی صورت اختیار کر لی تھی مثلاً امیر خسرو کہتے ہیں ؎

لشکرِ مشرق زعَوض تا بہ جنگ

یہ 'عَوض'، لفظ اودھ کی تبدیل شدہ صورت ہے۔ بابر نے بھی لکھا ہے:

"مجھے مدت سے خیال تھا کہ تارنج نارنگ کا معرّب ہے آخر وہی بات نکلی بجور اور سوات والے نارنج کو نارنگ کہتے ہیں۔"

عہد شاہ جہانی کے مورخ عبدالحمید نے دیوگیر کے قلعہ کی ایک فصیل انبرکوٹ کو "عنبرکوٹ" لکھا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ہوا کہ سنسکرت کے مدّاحوں نے زبانِ ہندوی کے سیدھے سادے لفظوں کو اپنی زبان کے سانچے میں ڈھال لینے کی کوشش کی۔ اس زبان کی خالص اور بے میل صورت صرف ان صوفی شاعروں کے یہاں باقی رہ گئی۔ جنہوں نے عوامی طبقہ سے تعلق برقرار رکھا تھا۔

کبیر نے علم و فضل کے باوجود تمام عمر عوام سے رابطہ پر فخر کیا۔ کہتے تھے ؎

توں بامھن، میں کاسی کا جُلاہا، بوجھہُ مور گیانا
آپ برہمن بنارس آپ کیا سمجھیں گے میرا علم

تمہیں تو جاچے بھوپت راجے، ہر سو مور دھیانا
آپ کو پرکھتے ہیں راجا اور زمیندار خدا سے میرا خیال/لو

کبیر امرا اور علما کی صحبتوں سے الگ عوامی حلقوں کے مابین اپنے اکتسابات

(باقی صفحہ ۳۹ پر)



کبیر کے دوہوں کا لسانی جائزہ

نورُالہدیٰ

کبیر کی پیدائش امیر خسرو کی وفات کے تقریباً سو سال بعد ہوئی۔ علی سردار جعفری کی تحقیق کے مطابق ان کی پیدائش ۱۳۹۸ء میں شیو پوری یعنی بنارس میں ہوئی ہے

سکل جنم شیو پوری گنوایا
مرتی بیر مگہر اُٹھ دھایا

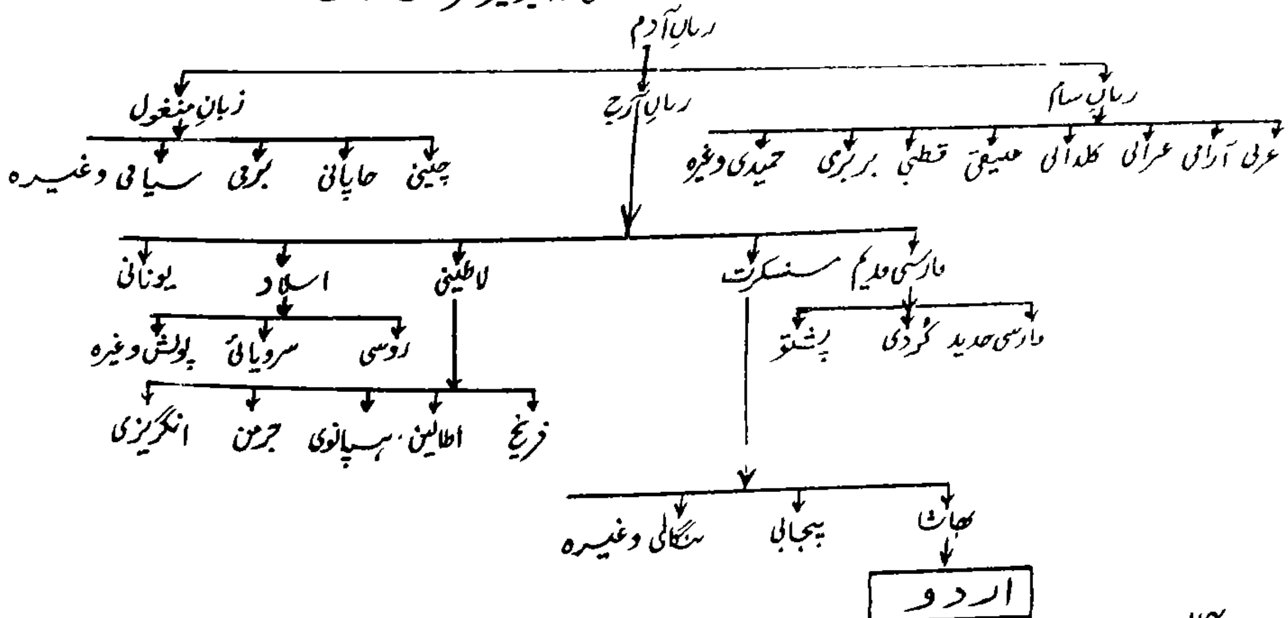
بعض لوگوں کے نزدیک انکی پیدائش ۱۴۴۰ء ہے۔ وہ ذات کے جولاہے تھے۔

"جات جُلاہا، نام کبیرا
آبِ ہوں سیجو نا ہیں"

علی سردار جعفری لکھتے ہیں: "اپنی ذات کے لئے کبیر نے زیادہ تر جولاہے کا لفظ استعمال کیا ہے اور بعض جگہ کوری اور کمینہ بھی کہا ہے، شمالی ہندوستان میں اب ہندو بنکر کوری کہلاتے ہیں ..... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر کے عہد کے آس پاس ہی کوریوں کی ذات کے ایک بڑے حصے نے اسلام قبول کیا تھا" عین ممکن ہے کہ کبیر بھی نو مسلم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فکر و فلسفے میں دونوں مذاہب کے اثرات ملتے ہیں اور یہ مختلف متضاد اثرات Sublimation کے بعد ایک وسیع تر آفاقیت اور انسانیت کا روپ اختیار کر لیتے ہیں جس سے انکی تحریروں میں ہندو بھگتی اور مسلم تصوف کا خوبصورت امتزاج پیدا ہو گیا ہے انھوں نے جس زبان میں اپنا پیغام دیا وہ ایک ناتراشیدہ زبان تھی۔ وہ ایک ان پڑھ انسان تھے۔ امیر خسرو کی طرح وہ فارسی کے اسکالر نہیں تھے۔ خسرو کی مادری زبان ہندوی کہلاتی تھی اور چونکہ دہلی کے اطراف میں بولی جاتی تھی اس لئے اسے دہلوی ہندوی کہتے ہیں۔ فارسی میں ان کا کلام تقریباً تین لاکھ ابیات پر مشتمل ہے ان کے ہندوی کلام کا ذخیرہ بھی کئی لاکھ ہے لیکن اس کی تحقیق و جستجو پر مشکل سے کوئی کام ہوا ہے۔ کبیر اور خسرو دونوں کی زبانوں کا ماخذ بھاشا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ خسرو کی بھاشا پر فارسی کے اثرات تھے اور کبیر کی بھاشا پر پوربی زبانوں کے۔

بولی ہمری پورب کی ہمیں لکھے نہیں کوئی
ہم کو تو سوئی لکھے جو دھر پورب کا ہوئے

لہذا آج ہم جو زبان بولتے ہیں وہ خسرو اور کبیر کی زبانوں کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس سلسلے میں آدم سے عہد حاضر تک کی زبانوں کا شجرہ تحقیق کرنے والوں کیلئے ایک عمدہ چیز ہوگی۔ یہ شجرہ جنوری ۱۹۲۳ء کے رسالۂ الناظر سے اخذ کیا گیا ہے جس کے ایڈیٹر ظفر الملک علوی تھے۔



اس شجرے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر نے پوربی کھڑی بولی (جو ہنوز شمالی بہار اور یوپی میں بولی جاتی ہے) کے میل جول سے اپنی تخلیقات میں جو زبان اختیار کیا وہ اردو کی غیر ترقی یافتہ شکل تھی۔ لیکن ان کی زبان میں وہ صفائی نہیں جو سو سال پہلے خسرو اور ان کے ہمعصر کے یہاں پائی جاتی ہے۔ خسرو کی تک بندی ہے۔

کھیر پکائی جتن سے، چرخا دیا جلا
کتا آیا کھا گیا، تو بیٹھی ڈھول بجا

خسرو کے ہم عصر بوعلی شاہ قلندر کا دوہا ملاحظہ ہو ؎

سجن سکارے جائینگے نین مرینگے روئے
مدھنا ایسی رین کر، بھور کدی نہ ہوئے

شیخ فریدالدین گنج شکر جو ۱۲۶۴ء میں فوت ہوئے کہتے ہیں ؎

سحر وقت مناجات ہے
خیز دراں وقت کہ برکات ہے
عاشق کا رموز پیارا ہے
خزمد دیر کا نہ چارا ہے

ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ جب کبیر سے سو سال پہلے اردو زبان کا رنگ روپ ایسا تھا تو پھر کبیر کی شاعری کو آج اردو زبان کی شاعری کہنا بالکل صحیح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں ہندی کوئی الگ زبان نہیں تھی۔ اور آج کی ہندی بھی بھاشا اور کھڑی بولی کی سنسکرت زدہ شکل ہے جیسے دیوناگری لپی میں لکھا جاتا ہے۔ اگر اسی زبان کو فارسی رسم خط میں سنسکرت کے نامانوس الفاظ کو الگ کر کے لکھا جائے تو وہ اردو ہی ہوگی۔ بلجیت سنگھ مطیر "اردو کا مکمل باغی شاعر" کے عنوان میں لکھتے ہیں۔ " اس طرح یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کبیر صاحب اردو کے شاعر تھے اور ان کا اصل کلام دیوناگری میں نہیں بلکہ اردو رسم خط میں تھا۔" (ص۶)

ان کی تحقیق کے مطابق کبیر کی شاعری کے سیکڑوں دیوناگری ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ چونکہ ان کی بانی کا قلمی نسخہ اردو میں تھا اور دیوناگری میں "ز"، "و"، "ی"، "ے"، "ط"، "ھ" وغیرہ کے اظہار کی گنجائش نہیں لہذا ہندی ترجموں میں بے شمار اغلاط شامل ہو گئے ہیں۔ خصوصاً کبیر کے وہ دوہے اور اشعار جس میں فارسی عربی کا استعمال

بہ کثرت ہے ہندی میں ترجمہ کرنا آسان نہیں ہے۔ ترجمہ کے اپنے تقاضے اور اپنی تہذیب ہوتی ہے۔ غالب کی غزلوں کے ہندی تراجم کی سہل پسندی سامنے۔ وہ اشعار جن میں فارسی کی اصطلاحات اور الفاظ ہیں ان کا ترجمہ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے مشکل ہے ؎

میاں تم سو بولیاں بن نہیں آوے
ہم مسکین خدائی بندے تمہارا جس من بھاوے

اللہ اول دین کا صاحب روز ہیں فرمایا
مرشد پیر تمہارے ہے کو کہو کہاں تھیں آیا
روزہ کریں نماز گزاریں کلمے بھشت نہ ہوئی
ستر کعبے ایک دل بھیتر جیسے کری جانیں کوئی

یا ؎ ہم رفعت رہبر ہو سماں میں خوردہ سماں بسیار
ہم زمین آسمان خالق کند مشکل کار

اردو دنیا کی کبیر سے بے اعتنائی اور عدم توجہ کی متعدد وجہیں ہو سکتی ہیں۔ وہ سوامی رامانند کے شاگرد تھے اور مسلمان صوفیوں کی دینی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے لہذا ہندو بھگتی اور مسلم تصوف کے خلط ملط سے جو تصور حیات ان کے سامنے آیا وہ اہل اردو خصوصاً مسلمانوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی کیونکہ قانون حیات اور ضابطہ زندگی کا بہتر اور واضح تصور ان کے یہاں موجود تھا۔ کبیر کی دو رنگیوں سے ہندو مسلمان دونوں بدظن تھے ؎

ہندو کہو تو میں نہیں مسلماں بھی ناہیں
پانچ تتو (عناصر) کا پوتلا گیبی کھیلے ماہیں

سنت کبیر نے جہاں ہندوؤں کی مذموم روایتوں اور مذہبی رواداریوں کی کھل کر مخالفت کی ہے وہیں ان کے اکثر دوہے اور شعر اہل اردو خصوصاً مسلمانوں کیلئے دل آزاری کے سبب بنے۔ مثلاً ؎ کانکر پاتھر جوڑ کے مسجد لئی بنائے
تا چڑھ ملا بانگ دے بہرا ہوا خدائے

ممکن ہے یہ شعر کبیر کے نہ ہوں اور بعد میں کسی نے ان سے منسوب کر دیا ہو۔ دوسرا شعر ہے ؎ مسلمانوں کے پیر اولیا مرگی مرگا کھائی:- خالہ کی ری بیٹھی بیاہیں گھر ہی میں کریں سگائی

ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح کا طنز کبیر کے مسلک فکر سے مختلف ہے لیکن مسلمانوں میں ان کی عدم مقبولیت اور وجہوں کے یہ بھی ہے —— آج کے ہندوستان اور بدلتے ہوئے سیاسی اور سماجی منظر نامے میں ممکن ہے کبیر کا پیغام اہل اردو کیلئے سود مند ہو۔



کبیر کی شاعری پر عربی و فارسی کے اثرات

ڈاکٹر محمد منصور عالم

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکو برقرار (سعدی)

خدائے بزرگ و برتر نے پیغامات کو صحیح طور سے اس کے بندوں تک پہنچانے کی غرض سے ایک لاکھ چوالیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔ جب ان کے آنے کا سلسلہ ختم ہوا تو بے شمار اولیائے کرام صوفیا اور سنتوں کا ظہور ہوا جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں اس وقت کے حالات کے پیش نظر میں انسانیت کا درس دیا اور محبت کو انسانیت کا واحد وسیلہ بتایا۔ ساری دنیا میں یہ سلسلہ جاری و ساری رہا اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ ہندوستان کو بلاشبہ صوفیوں اور سنتوں کا گہوارہ کہا جا سکتا ہے ان صوفیوں اور سنتوں نے زبان و ثقافت، قومی یکجہتی اور ہندو مسلم اتحاد کے فروغ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ ہند کا روشن باب ہیں۔ مذہب کا زبان سے گہرا تعلق رہا ہے۔ مذہبی افکار کی اشاعت کے لئے زبان کی ضرورت پڑتی ہے لہذا مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ زبان کی ترقی بھی ہوتی رہتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی ہوں یا بابا گرو نانک، چیتنیہ دیو ہوں یا شنکر دیوا، کبیر داس ہوں یا سور داس سب نے اپنے اپنے مذہب، مسلک کی اشاعت و خیالات کی ترجمانی اس وقت کی مقامی زبانوں میں کی اور شاعری کا سہارا لیا۔ ان صوفیوں اور سنتوں کی طویل فہرست میں شاہ کبیر یا کبیر داس کا نام بھی شامل ہے جنہوں نے اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کے لئے پوربی اودھی، یعنی قدیم ہندی کا سہارا لیا اور اس زبان میں شاعری کر کے ادبی حیثیت بخشی اور اپنے افکار کی اشاعت بھی کی۔

ہندوستان کے صوفی شعراء میں کبیر داس کو جو شہرت اور عظمت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے نام سے بھلا کون واقف نہیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ایسے بالغ نظر شاعر کے بارے متعلق بہت سی معلومات آج بھی پردۂ اخفا میں ہیں۔ تحقیقات کے باوجود یہ اب تک واضح نہیں ہوسکا کہ آخر کبیر کا تعلق کس مذہب و عقائد سے تھا۔ مختلف محققین کی رائے میں بھی اختلاف ہے ہندو مسلمان دونوں اس بات پر اڑے ہیں کہ کبیر کا تعلق ان کے مذہب سے تھا اور یہی چیز کبیر کی شہرت کا باعث بھی بنی۔ کبیر داس کی علمی استعداد کیا تھی۔ وہ ہندی کے علاوہ اور کن کن زبانوں سے واقف تھے۔ فارسی عربی سے کس حد تک بلد تھے، یہ سب تحقیق کے اہم سوال ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی آج تک حتمی طور پر صاف نہیں ہو سکا ہے کہ وہ اپنے گرو رامانند سے زیادہ قریب تھے یا انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مسلم صوفیوں کے ساتھ گزارا۔ لیکن ایک بات ان کے یہاں الگ بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ اپنی نوعیت کے واحد صوفی ہیں جنہوں نے کسی مخصوص مذہبی پلیٹ فارم کو استعمال کئے بغیر خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کی اور انسانیت کا درس دیا۔ جبکہ دوسرے صوفیوں نے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیالات کا پرچار کیا۔ کبیر کا تصور اسلام اور ہندو مذہب دونوں سے الگ تھا۔ ہندو مذہب کی بہت سی تعلیمات پر انھیں اعتقاد نہ تھا۔ تناسخ کے وہ سخت مخالف تھے۔ ذات پات کے بھید بھاؤ کو لعنت سمجھتے تھے۔ تیرتھ یاترا، اشنان، بت پرستی کو مذہب کا حصہ تسلیم نہیں کرتے تھے دوسری طرف اسلام کے بعض فرسودہ رسوم کو صوفیوں کی طرح لغو اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

"تیرتھ کے مقدس مقامات میں پانی کے سوا اور کچھ نہیں وہ بالکل بیکار ہیں، میں ان میں نہا کر دیکھ چکا ہوں۔ مورتیاں بے جان ہیں، وہ بول نہیں سکتیں، میں انھیں پکار کر دیکھ چکا ہوں۔"

کبیر کے نزدیک ہندو مسلمان کی تفریق بے معنی تھی، لکھتے ہیں:

"درویش سے یہ دریافت کرنا لاحاصل ہے کہ اس کی ذات کیا ہے، اس لئے کہ درویش، سپاہی، سوداگر اور مرد و زن کل ۳۶ ذاتیں برابر خدا کی تلاش میں ہیں۔"

کبیر کی یہ تعلیم تھی کہ "خدا نہ مسجد میں ملتا ہے اور نہ مندر میں اس کا مسکن صرف دل میں ہے جس بندہ نے اسے ڈھونڈا اسے پالیا۔"

کبیر خدا کے وجود کے قائل تھے اور روح کے منکر تھے۔ وہ خدا کے لئے

رام ہری، گوند اور اللہ کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے اور فلسفۂ ویدانت کے قائل تھے لیکن انھوں نے نہایت شد و مد کے ساتھ دیوتاؤں کے وجود، بت پرستی اور ہندو رسومات کے خلاف آواز اٹھائی۔ جب بنارس میں ان کی زبردست مخالفت ہونے لگی تو وہ مگہر (ضلع بستی) ہجرت کر گئے جہاں زندگی کے باقی ایام اپنے خیالات کے پرچار میں گزارے۔ ان کی بے شمار نظموں کو ان کے شاگردوں نے زبانی یاد کر لی تھیں، جو بعد میں کتابی شکل میں ہم تک پہنچیں۔

چونکہ ہمارا موضوع بحث کبیر کی شاعری پر عربی و فارسی اثرات ہے۔ اس لئے ہم کبیر سے متعلق دیگر باتوں سے صرف نظر کریں گے۔

اس سے قبل کہ ہم کبیر کی شاعری اور اس پر عربی و فارسی کے اثر کا جائزہ لیں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ کبیر کا زمانہ پندرہویں سولہویں عیسوی صدی کا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی اور فارسی کا چلن عام ہو چکا تھا۔ جس زمانے میں مسلمان فاتح کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور باقاعدہ طور پر یہاں سکونت پذیر ہوئے تو یہاں کے باشندے ان کی زبان و تہذیب و عادات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لہٰذا دونوں قوموں میں ارتباط پیدا ہوا۔ اس ارتباط نے ایک دوسرے کا اثر قبول کیا جس کی جھلک دونوں قوموں کی زبانوں میں نظر آئی چنانچہ ہندوستان میں بولی جانے والی تقریباً سبھی زبانوں مثلاً کھڑی بولی، سدھکڑی، برج، پوربی (اودھی)، ہریانی، پنجابی، سندھی، بنگالی اور آسامی وغیرہ میں عربی و فارسی کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فارسی اس وقت حاکم کی زبان تھی۔ ایک زندہ زبان ہونے کی حیثیت سے ان زبانوں نے عربی و فارسی کے الفاظ اپنے اندر سمو لئے۔ اس کی تصدیق ڈاکٹر پی، این منڈل کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ؎

” . . . عربی، فارسی اور ترکی کے ایک شبد اتری بھارت میں سامانیہ بول چال کی بھاشا میں پرچلت ہو گئے تھے۔ یہی کارن (وجہ) ہے کہ ان بدیشی بھاشاؤں (غیر ملکی زبانوں) کا ادھین (غائر مطالعہ) نہ کرنے والے کویوں (شاعروں) نے بھی ان کا سوتنتر تا پوربک پریوگ (آزادانہ استعمال) کیا اور اس پرکار (طرح) اپنی بھاشا کو دیوہارک روپ (روزمرہ کا روپ) دینے میں سمرتھ (قابل) ہو سکے۔“[1] (سور بھارت)

کبیر نے جب شاعری شروع کی تو ان کے سامنے ہندی زبان کا کوئی

اعلیٰ نمونہ موجود نہ تھا۔ انھوں نے مقامی زبان اودھی یا پوربی کا استعمال کیا جس میں پہلے ہی سے عربی و فارسی الفاظ رواج پا چکے تھے۔ لہٰذا انھوں نے اپنی بھاشا کو اتنا آسان اور سلیس سا کر پیش کیا کہ عوام تصوف کے دقیق مسئلے کو بہ آسانی سمجھ سکیں اس کے لئے ان کی روزمرہ کی پوربی بولی کام آئی جس میں کھڑی بولی، پنجابی اور راجستھانی کے واضح نقوش نظر آتے ہیں اور ان ہی زبانوں کے ذریعہ پوربی میں بھی عربی و فارسی کے چھاپ پڑ چکے تھے۔ کبیر نے ایسی زبان کا استعمال کیا جو اس وقت بہار سے پنجاب تک بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ جمیل جالبی نے اس پر یوں روشنی ڈالی ہے ؎

”کبیر کے کلام میں عوامی زبان، لہجے، آہنگ اور ترنم کی وہ سادگی ہے جو فوراً دلوں میں اتر جاتی ہے، بڑے سے بڑا خیال وہ ایسے سیدھے سادے انداز میں بیان کرنے پر قادر ہیں کہ صداقت من کر وہ ہمارے اندر گھر کر لیتا ہے۔ یہ وہ آفاقی صداقتیں ہیں جو وقت کے ساتھ نہیں بدلتیں اور ان کا رنگ و روپ ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔ کبیر ساری عمر شاعری کے ذریعے اپنے افکار و آراء کی تبلیغ کرتے رہے اور عشق و محبت کی گرمی سے عوام میں نئے شعور کی آگ روشن کرتے رہے اور وہ جب مرے تو برعظم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کی آواز پوری توجہ سے سنی جا رہی تھی۔ اس میں ہندو بھی شریک تھے اور مسلمان بھی۔“ (۲)

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ کبیر کی تعلیم بالکل نا ہی تھی لیکن ان کے دوہوں اور پدوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی و فارسی سے آشنا تھے۔ اس بات کی شہادت ان کے مختلف شعروں میں مستعمل فارسی ترکیبوں اور ضرب الامثال سے مل جاتی ہے۔ اس کا سبب تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے بیشتر سال مسلم صوفیوں بالخصوص شیخ تقی کی صحبت میں گزارے۔ ان کی خدمت میں رہ کر رشد و ہدایت کی باتیں سنیں۔ اسلامیات سے آگاہی حاصل کی اور جب شاعری کرنے بیٹھے تو ان تعلیمات کو اس میں داخل کر گئے۔ مخزن الاصفیاء کے مصنف کبیر کے متعلق لکھتے ہیں:

” مرید و خلیفہ شیخ تقی است۔ از اولیاء اللہ و مشاہیر عہد خود است و جمال ولایت را در طریق ولایت مستور داشتی۔ در موحدانِ وقت خود ممتاز بود و اورا در زبان ہندی کلام بسیار عالی است کہ بر علو درجات او دال است . . . . . و اول کسی کہ بزبان ہندی حقائق و معارف بیان فرمودہ است و انواع

استعار مبدو دارد لیکن اکثری از ہمہ لسّس پدو ساکھی از روئے معقول است و اگر بہ نظر انصاف بہ بیں جواہر دقائق دلائی حقائق میزان سنجیدہ است و مثل آں در کلام دیگری یافتہ می شود ۔ ۔ ۔ ۔ و از قوت باطنی او آنکہ اسلام و ہنود و ہر دو فریق لسر و اعتقاد کامل دارند و او را خود شمارند۔ چنانچہ در اہل اسلام بہ پیر کبیر و در ہنود بھگت کبیر اشتہار دارد۔" (۳)

لیہ نے شیخ تقی کے علاوہ دوسرے مسلم صوفیوں اور سنتوں سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔ ڈاکٹر تارا چند اپنی کتاب "ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات" (۳) لکھتے ہیں:

" "That he did not remain long with his teacher, for tradition finds him soon after wandering from place to place and associating with ascetics and Saints he spent Considerable time in the Company of Muslim Saints of this he speaks in x Ramaini Manikpur was the dwelling place of Kabir, where for long he listened Saikh Taqi The same (teaching) he heard at Jaun pur, and at Jhusi (near Allaha-bad) he learnt the name of the Pirs (Muslim preceptors) In place they have a record of 21 Pirs who read the zero (Khutba) in the name of the prophet"4

اس کی تصدیق خود کبیر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ۔

مانک پور ہی کبیر بسیرو

مدحت سن شیخ تقی کسیرو

او جو نسی جوں پور تھانا

جھونسی سن پیرن کے ناما ۵

ڈاکٹر تارا چند مزید لکھتے ہیں ۔

" کبیر کی تعلیمات کے انداز بیان کی صورت گری اولیاء اور صوفیاء

نے کی۔ ہندی زبان کا انھیں کوئی پیش رو نہ ملا۔ اس لئے وہ جن نمونوں کی پیروی کر سکتے تھے وہ مسلمانوں ہی سے مل سکتے تھے۔ مثلاً فریدالدین عطار کا پند نامہ۔ بابا فرید اور کبیر کی نظموں کے عنوان کے تقابل سے یہ امر بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ کبیر نے دوسرے صوفیا کے علاوہ جلال الدین رومی اور شیخ سعدی کا کلام بھی یقیناً سنا ہوگا کیونکہ ان کے کلام میں ان صوفی شعراء کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔" (۶)

لہذا کبیر کی شاعری میں عربی و فارسی کے سیکڑوں الفاظ ہیں جن میں کچھ تو اس وقت کی زبان ہندوی میں رائج ہو چکے تھے اور کچھ براہِ راست صوفیانہ شاعری سے آئے ہیں۔ "ترک دنیا سے انکار، لوگ بھوگ دونوں کو گھریلو زندگی کا حصہ قرار دینا اسلامی تصورات سے واقفیت کا ثبوت ہے۔ رہبانیت سے کبیر کا یہ مقصد تھا کہ انسان حواس اور قویٰ سے مسلسل آمادہ پیکار رہے۔" (۷)

علی سردار جعفری نے بھی اپنی معرکتہ الآرا کتاب "پیغمبرانِ سخن" میں فرمایا ہے۔

"کبیر کی تعلیمات پر رومی کے تصورات کا بھی عکس دکھائی دیتا ہے جیسے انھوں نے ہندو بھگتی کے انداز میں پیش کیا ہے۔ وہی جاہ و جلال، وہی بے تابی اور بے قراری جو رومی کی غزلوں کی خصوصیت ہے، کبیر کی شاعری کا جزِ اعظم ہے۔ فارسی میں رومی مقام لقا کے شاعر ہیں جس طرح کوئی دوسرا صوفی شاعر رومی کے قریب نہیں پہنچتا اسی طرح کوئی دوسرا شاعر سنت کبیر کے قریب نہیں پہنچتا۔" (۸)

درج بالا بحث سے پتہ چلتا ہے کہ کبیر کی شاعری پر دو قسم کے اثرات مرتسم ہوئے ایک تو فکری اور دوسرے لسانی۔ ان کے دوہوں اور پدوں میں فارسی و عربی کے الفاظ کا پتہ تو آسانی سے چل جاتا ہے لیکن اسلامی افکار کا پتہ چلانے کے لئے ان کے کلام کا عمیق مطالعہ درکار ہے۔ کبیر کی فارسی دانی کا ثبوت درج ذیل اشعار بخوبی بہم پہنچاتے ہیں:

اوّل اللہ نور آیا یا قدرت کے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اپجیا کون بھلے کو مندے (۹)

پند کتیب اک ترا کھائی دل کا فکر نہ جائی
ٹک دم قراری جو کرہو، حاضر حضور خدائی

بندے کھوج ہر روز نہ پھر پریشانی ناہیں :: ایہہ جو دنیا سحر میلا دست گیری ناہیں

دروغ پڑھ پڑھ خوشی ہوئی بے خبر بود بکا ہی
حق بیچ خالق حلق میانے سیام مورت ما ہی
آسمان میانے ہنگ دریا غسل کرد نہ بود
کر فکر دایم لائی چشمے جنبہ تہاں موجود
اللہ پاک پاک ہے شک کرو جو دوسر ہوئی
کبیر کرم کریم کا او ہو کرلے جا ہیں سوئی (۱۰)

پھرمان تیرا سرے اوپر نہ کرت بیچار
تہیں دریا، تہی کرّیا، بجھ تے نستار
سدے بندگی اکتیار
ساہب روس دھرو کہ پیار (۱۱)

(پھرمان = فرمان، اکتیار = اختیار، ساہب = صاحب)

نام تیرا آدھار میرا جیون جوں جبنی ہے نار
کہہ کبیر گلام گھر کا جیالے بھاوے سار (۱۲)
ہم مسکین کھدائی سدے، تمرا جس من بھاوے
اللہ اوّل دین کو صاحب جور نہیں پھرماوے (۱۳)
کاجی بولیا بن تہہ آوے

روجا دھرے، نماز گجارے، کلما بھست نہ ہوئی
ستر کر واگھٹ ہی بھیتر جو کر جانے کوئی (۱۴)
کبیر ہری رس یوں پیا، باکی رہی نہ تھاک
پا کا کلس کمہار کا، ہوری چڑھی نہ چاک (۱۵)
قاضی کتابیں کھوجتا کرتا نصیحت اور کو
محرم نہیں اس حال سے قاضی ہوا تو کیا ہوا (۱۶)
سطرنج چوسر گنجفہ ایک مرد ہے دو رنگ کی
بازی نہ لائی پریم کی کھیلا جوا تو کیا ہوا (۱۷)
پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا، پنڈت بھیا نہ کوئے
ڈھائی اکھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے (۱۸)

مذکورہ اشعار میں استعمال شدہ فارسی الفاظ پھرماں (فرماں)، اکتیار (اختیار)، کھدائی (خدائی)، ساہب (صاحب)، کاجی (قاضی)، روجا (روزہ)، نماج (نماز)، اکھر (اچھر = اکشر = حرف)، گلام (غلام)، کی املا غلط ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ کبیر نے اپنے اشعار اپنے چیلوں کو سنائے اور انھوں نے فارسی کی علمیت نہ ہونے کی وجہ سے املا غلط لکھ ڈالی۔ لیکن بعض الفاظ کی املا درست بھی نظر آتی ہے وہ اس لیے کہ ہو سکتا ہے ان اشعار کو کسی ایسے شخص نے نقل کیا ہو جو عربی فارسی کی شد بد رکھتا تھا۔ بہر حال اتنا ضرور ہے کہ کبیر کی شاعری میں جو مٹھاس اور چاشنی پیدا ہو گئی ہے وہ فارسی اور عربی کی دین ہے۔

کبیر کئی لحاظ سے ہندوستانی ادب کی تاریخ میں اہمیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے پوربی اور اودھی کے سادہ استعمال کو ایسی شیرینیت اور دلکشی بخشی کہ اس میں تصنیف و تالیف کا کام ہونے لگا۔ خیریت کے ساتھ ساتھ اثر، جدت اور زور بھی پیدا کیا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین کو انہوں نے روزمرہ کی سادہ زبان میں معمولی تمثیلوں اور تشبیہوں کے ذریعہ اس خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں پر سیدھا اثر کرتا ہے۔ ان کے کلام میں بلا تکلف عربی و فارسی اور ترکی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان کا کلام کہیں سپاٹ اور کہیں ناہموار ہو گیا ہے۔ ان کے اشعار میں شعریت کم اور تصوف کی سادگی زیادہ ہے۔ کبیر کی شاعری دراصل اس دور کے اختلاط کا مکمل نمونہ ہے۔

اگرچہ کبیر کی شاعری اور مسلمان صوفیوں کے کلام میں بہت فرق پایا جاتا ہے تاہم ان کے پدوں اور دوہوں کا عمیق مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ وہ صوفیوں کے خیالات سے بہت متاثر ہیں۔ مسلمان صوفیوں کی طرح انھوں نے ہمہ اوست، ترک دنیا، بے تعلقی، ترک و تجرید، عشق الٰہی، ذکر فنائیت و محویت جیسے مضامین کو اپنے کلام یا تبلیغات میں پیش کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ فارسی کے مشہور صوفی شعرا رومی اور سعدی کے کلام کی جھلک کبیر کے یہاں صاف اور واضح نظر آتی ہے۔ مثلاً مولانا رومی کے اس شعر کو کبیر نے کس خوبصورتی سے اپنی زبان میں اتار لیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے: رومی کہتے ہیں ؎

چشم بند و لب ببند و گوش بند
گر نہ بینی سر حق بر من بخند

اور کبیر ؎ دیکھ رہی دیکھ تجھ میں تیرا ہی دم کور دک دیدار پاوے
دم کور دک اور موں کو بند کر چاند سورج گھر ایک آوے

فردوسی کا ایک شعر ہے ؎

چہ سدی تو دل بر سرائے فسوس
کہ ہر مان ہمی آید آدائے کوس

کبیر کہتے ہیں ؎

کبیر سر پر سرائے ہے کیا سوئے سکھ چین
سوالس پکارا کوچ کا آحت ہے دن رین

ابوالفرح کہتا ہے ؎

ہر کس بقدر خویش فرصتا رخت است
کس را بداده اند برات مسلّمی

کبیر کا قول ہے ؎

راجا کھیا پرجا دکھیا جوگی کود کھ دواری
کہت کبیر سنو بھائی سادھو کوئی مندر نہیں سونا ری

حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

ہر کسی پنج روزه نوبت اوست

کبیر کہتے ہیں ؎

کبیر نوبت اپنی دن دس لیہو بجائے

کبیر کا ایک بہت ہی مشہور شعر ہے ؎

مانٹی کہے کمہار کو تو کیا روندے موے
اک دن ایسا ہو ویگا میں روندوں گی توے

یہ عمر خیام کے فلسفہ سے متاثر ہو کر کہا گیا ہے۔ اس وقت مجھے خیام کی وہ رباعی یاد نہیں آرہی ہے جس میں انھوں نے اس خیال کو نہایت خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے۔

کبیر کی شاعری پر عربی فارسی کے اثرات اور صوفیانہ خیالات کا صاف عکس اگر دیکھنا ہو تو ہمیں ان کے الف نامے کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ کبیر کے الف نامے پر عموماً شبہ کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے کبیر سے منسوب الف نامے کو مستند قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

"کاتب صاحب علم اور صاحب ذوق ہے۔ اس نے سب نظموں کو "از استیاق تمام بحیث مطالعہ خود" بہت اہتمام کے ساتھ ایسے قاعدے، صاف ستھرے انداز سے نقل کیا ہے۔

اس کا استیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنی دانست میں ان کو کسی قابل اعتماد نسخے سے نقل کیا ہوگا اور اسے ان تینوں نظموں کے بارے میں کسی قسم کا شبہہ نہ رہا ہوگا۔ ڈاکٹر رام کمار ورما نے بھی اسے کبیر ہی سے منسوب کیا ہے اور اسے کبیر سے منسوب شبہہ کلام میں شمار نہیں کیا ہے۔ کبیر کے بعد ان کے بعض عقیدت مندوں مثلاً دھرنی داس، یاری صاحب اور بھیکا صاحب وغیرہ نے بھی اسی طور پر الف نامے لکھے تھے اس لئے اس نظم کے تصنیف کردۂ کبیر ہونے پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی" (۱۹)

الف نامۂ کبیر ان کا شاہکار ہے جس میں انھوں نے کھل کر عربی فارسی کے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ نظم الف نامہ عربی کے جملوں، فارسی تراکیب کا استعمال اور اسلامی عقاید کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

فانی آخر ہے فانی فاصل فہم کیا ہے
کُلّ مَن عَلَیھا فان قرآن میں خبر دیا ہے
قلب ایک عرش حق کا قم بادنی کا قادر
قال اللہ لقد کرّمنا خلقت آدم نادر
کراماً کاتبین ہیں منکرا اور نکیرا
نیکی کرو بدی لسرا دکل سین کھین کبیرا
مسلم مرد مسلماں قطع بریدن کرنا
رہنا سدا ایمان سلامت جی بدہ سیں بسترنا
نعوذ باللہ علیھم منھا یک سخن کر کانا
نحن اقرب حبل درید ہے حق کا (فرمانا) فرمایا اضافہ کیا ہے
وجود وجہی میں گویم بیت خمیر تصوف
خیال بدی وسواس دل اندریھ کردہ مخوف یعنی یہ
ہادی نے کیا ھدایت یاد میں رہنا ہر دم
ہے حاضر مصحف کے آیت فاذکرونی اذکرکمُ
لاحول بھیجے جو نہ سنے کر کیا نا
صاحب سے جو قول کیا تھا سو کا ہے بسرا نا ڈگر گیا رشد و ہدایت

مختلف شعروں میں قرآنی آیات کا استعمال، فارسی ترکیبیں عربا

(باقی صفحہ ۴۶ پر)



کبیر داس کی سماجی اور لسانی خدمات

ڈاکٹر عبدالمنان

کبیر داس عظیم المرتبت آفاقی شاعر تھے۔ انسانیت کا پیام، مذہب و ملت کی تفریق کو مٹانے کا درس اور قومی یکجہتی کے فروغ کی تلقین ان کی شاعری کا وصف خاص تھا۔ ان کی فکر کا محور ذات، نسل اور قوم نہیں تھا کہ وہ اس انداز سے نہیں سوچتے تھے اور نہ ہی کسی خاص ملک کے افراد سے مخاطب تھے۔ بڑا شاعر زماں و مکاں کی قید کو کم نظری کی دلیل سمجھتا ہے اور بنی نوع انسان کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے سامنے پیام کو حسین پیرائے میں پیش کرنے کا مقصد فوقیت کا حامل ہے۔ وہ ہندو مسلمان کے فرق کے انداز سے نہیں سوچتے تھے کہ یہ سوچ انسانیت کے فروغ کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ کبیر داس کھلے طور پر کسی مذہب کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ رسوم و قیود اور ظاہر داری کے قائل نہیں تھے ان کا ایمان تھا کہ ذات پات کی سکڑ سمٹی ہوئے آدم کی دلیل نہیں ہے۔ جو افراد اس نہج پر سوچتے ہیں وہ انسان کو محدود کرکے پرکھتے ہیں اور کار جہاں کی داری میں انسان کے عمل و دخل پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

کبیر داس بنارس کے رہنے والے تھے۔ وہ ذات کے جولاہے تھے لیکن ان کی پرورش و پرداخت میں ہندو مسلمان نے برابر کا حصہ لیا تھا۔ انھوں نے انسانیت کی فلاح کے لئے منفرد راہ نکالی تھی کہ ظاہر داری اور فرسودہ انداز حیات سم قاتل ہے۔ توحید پر ان کا ایمان تھا اور بت پرستی اور شرک کی مخالفت کی تھی عشق کو مقدم سمجھتے تھے اور عرفان ذات کا ذریعہ تصور کرتے تھے جو آتما کی شانتی کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ رام اور رحیم خدا کے دو الگ نام ہیں۔ وہ رام نہیں جس کا قصہ بالمیکی اور تلسی کی رامائن میں درج ہے اور جو دسرتھ کا بیٹا ہے۔ خدا نرنکار ہے اور وہی کارخانۂ قدرت چلانے والا ہے جس کی پوجا لوگ اپنے عقیدے کے حساب سے کرتے ہیں۔ انسان کا دل عشق کا مقام ہے جہاں خدا رہتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے عشق کا مادھیم اپنانا چاہئے۔ کبیر کی نظر میں دنیا ایک مایا جال ہے اس لئے وہ دنیا کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں دیتے اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ مقام و مراد عظمت انسانی سے واقف نہیں ہے۔ کبیر داس کی شاعری کے افکار کے متنوع جلوے عظمت انسانی کے دائرے میں ابھرتے ہیں۔ وہ ظاہر داری، فرسودہ اور غیر یقینی باتوں پر ایمان کی لو بھی کو صرف کر دینے کے قائل نہیں تھے۔ اس حقیقت کو کبیر داس کے عہد کے حالات کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ان کے دور میں برائیاں اس قدر عروج پر تھیں کہ انسانیت لرزہ براندام تھی۔ نفرت، عداوت، منافرت اور ظاہر داری کا اس قدر بول بالا تھا کہ صحیح عاقبت ناپید تھا۔ اور مردم بیزاری بڑھ گئی تھی۔ ایسے ماحول میں کاخ انسانیت کے تحفظ کے لئے ایک ایسی صدا کی ضرورت تھی جس کا اثر دیرپا اور دائمی ہو۔ کبیر داس نے اپنی شاعری سے یہی کام لیا۔

کبیر کی شاعری من کے پریم پر مبنی ہے۔ صداقت کی گرمی اور خلوص کی نرمی دلوں میں ایسی روشنی پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے انسانیت روشن ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ہر زمانے کے لئے ہے اور اس میں آفاقیت کی لہریں سمٹ آئی ہیں جو شاعری آفاقی لہروں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے اور وہ وقتی نہیں ہوتی بلکہ ذریعہ عظمت بن جاتی ہے اور ہر دور کے افراد سبق لیتے ہیں۔ وہ ایک ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر عہد کے چہرے صاف دکھائی دیتے ہیں۔

"بیجک اور بانی" ان کے کلام کے دو مجموعے ہیں جن کے اشعار ان کے منفرد اور عمیق خیالات کے دلکش نمونوں کے علاوہ کھڑی بولی اور برج کی کامیاب مثال ہیں۔ کبیر داس نے ایک موقع سے کہا تھا ———

"سنسکرت ہے کوپ جل، بھاشا بہتا نیر"

کبیر نے عام فہم زبان کا سہارا لیا اور ضرورتاً عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندوی الفاظ کا استعمال کیا۔ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے تھے اور وہ جس طرح چاہتے تھے استعمال کرتے تھے۔ وہ محل استعمال اور مزاج و مذاق الفاظ سے خوب واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں

الفاظ غیر مانوس اور بے محل نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ قدماء کی طرح زبان کا کھردرا پن صاف دکھائی دیتا ہے لیکن رفتہ رفتہ سادگی، روانی اور برجستگی زبان کے دامن میں پناہ لے کر اردو کو گلہائے رنگا رنگ سے سجاتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

- پاتھر پوجے ہری ملے تو میں پوجوں پہاڑ
  اس سے اچھا چکی پوجے پیس کھائے سنسار
- کل کرے سو آج کر، آج کرے سو اب
  پل میں پرلے ہوئے گی بہر کرے گا کب
- کال کرے سو آج کر، آج ہے تیرے ہاتھ
  کال کال تو کیا کرے، کال ہے کال کے ساتھ
- مالی آوت دیکھ کر کلیاں کریں پکار
  پھولی پھولی چن لئے کال ہماری بار
- سمرن سرت لگائے کے مکھ تے کچھ نہ بول
  باہر کے پٹ موند کے اندر کے پٹ کھول
- کبیرا سر پر سرائے ہے کیا سوئے سکھ چین
  سانس نگارا کاج کا باجت ہے دن رین

کبیر پوربی کہلاتے تھے اس لئے وہ ہندی کے ساتھ عربی فارسی کو ملاتے نظر آتے ہیں۔ وہ عروض پیمنگل کی پروا کئے بغیر زبان کو جس طرح چاہتے استعمال کرتے تھے۔ لسانی رویے میں جو تبدیلی پیدا کی تھی وہ ان کے دور کی ترجمان ہے۔ مثلاً انہوں نے ق کی جگہ کاف۔ غ کی جگہ گ۔ ش کی جگہ س کا استعمال کیا۔ اس بات کو اس دور کی زبان کے استعمال اور پوربی کے اثرات کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کبیر کے یہاں غریب نواز کے بجائے گریب نواج ملتا ہے۔ وضو کو دجو، کاشی کو کاسی، کاغذ کو کاگد لکھا گیا ہے۔ کبھی کبھی ضرورت کے تحت لفظوں کو توڑ کر پیش کرتے تھے مثلاً کبیر کی جگہ کبیرا۔ بدلی کی جگہ بدریا، درویش کے بجائے درویسا، کتاب کو کتیب، محل کو محلیا اور اس قسم کے بے شمار الفاظ ہیں جن میں تحریف پیدا کی گئی ہے۔ ان کے عوامی زبان کے الفاظ اسی تلفظ کے ساتھ ملتے ہیں۔ یہ انداز اتنا مقبول تھا کہ انہیں عوامی قبولیت بڑی تیزی کے ساتھ حاصل ہوئی اور کم عرصے میں عوام سے قریب ہو گئے۔ لہجے کی سادگی، مترنم آہنگ اور عام فہم زبان کے استعمال نے دلوں میں گھر پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ کبیر پوری عمر شاعری کے ذریعے

قطعاتِ تاریخ

سمیع الدین کمال

خانۂ نور باف کا وہ چراغ
نور بن کر جہان میں چمکا
جستجو تھی سنِ ولادت کی
دل نے "ذات کبیر داس" کہا
۱۳۹۸ء

• • •

کرتا تھا بات بات میں پیدا ہزار بات
بے شبہ اک مہان کوی تھا کبیر داس
فکرِ رسا کو جب ہوئی تاریخ کی تلاش
دل نے کہا کہ آہ دریغا کبیر داس
۱۵۱۸ء

عشق کا پاٹھ پڑھاتے رہے۔ نئے شعور کی شعاعیں روشن کرتے رہے اور محبت و اخوت کا درس دیتے رہے۔ وہ ہندو مسلم کے لئے برابری کا درجہ رکھتے تھے۔ اسے یوں دیکھا جا سکتا ہے کہ جب وہ مرے تو مسلمانوں نے دفن کرنے کا انتظام کیا تو ہندوؤں نے جلانے کا اہتمام کیا۔ ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش پھول میں بدل گئی تھی جسے ہندوؤں نے اپنی رسم کے تحت جلایا اور مسلمانوں نے بانٹ کر دفن کیا یعنی سپرد خاک کیا۔ اس واقعہ کو ابوالفضل کی زبان سے سنئے جس کا ذکر ابوالفضل نے کیا ہے۔

"کبیر داس کی لاش کو ہندو مسلم نے بانٹ لیا۔ ایک نے جلایا اور دوسرے نے دفن کیا۔" (ترجمہ)

اردو میں لسانیاتی ارتقا کی جب بھی تاریخ لکھی جائے گی اور ہندوستان میں اس کے پروان چڑھنے اور لسانی خدمات کا ذکر ہوگا کبیر کا بیان زبان کی خدمات کے سلسلے میں ناقابلِ فراموش حقیقت کا حامل ہوگا۔

■■



الف نامہ از کبیر

ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی

ڈاکٹر رام کمار ورما نے اپنی تصنیف "ہندی ساہتیہ کا آلوچناتمک اتہاس" میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ۱۹۱۱ء تک کی تحقیق رپورٹ کے مطابق کبیر کی اکسٹھ تصانیف کا پتہ چلا ہے اور ان جملہ تصانیف کا پتا چلا ہے اور ان جملہ تصانیف کے قلمی نسخے حاصل ہو گئے ہیں۔ ان اکسٹھ تصانیف کی فہرست کے نمبر ۲ پر کبیر کی تصنیف "الف نامہ" کا ذکر ہے جس میں اشعار کی تعداد چونتیس بتاتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ "الف نامہ" کا ایک قلمی دیوناگری نسخہ "الف نامہ کبیر کا" کے عنوان سے ہے جس میں اشعار کی کل تعداد اکتالیس[۱] ہے۔

اسکو حسنِ اتفاق ہی کہئے کہ اردو کے ایک معروف محقق ڈاکٹر محمد انصار اللہ صاحب ریڈر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جب ملک محمد جائسی کی "پدماوت" کے سلسلے میں تحقیق کام کر رہے تھے اس وقت انھیں ایک ایسی قلمی بیاض ملی جس میں "پدماوت" سے پہلے دو نظمیں "پیم کہانی" اور "الف نامہ از کبیر" ہیں (قلمی نسخہ نمبر ۱۲۹/۴۴ سلیمان کلکشن، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ) اس قلمی بیاض کے ابتدائی ساڑھے پانچ صفحات پر "پیم کہانی" کے چالیس دوہرے ہیں اور جہاں "پیم کہانی" ختم ہوتی ہے وہیں سے "الف نامہ از کبیر" نقل کیا گیا ہے جس میں کل تیس دوہرے ہیں۔ چند صفحات سادہ چھوڑنے کے بعد ملک محمد جائسی کی "پدماوت" کو نقل کرنا شروع کیا ہے جس کا اختتام ورق نمبر ۲۲۲ پر ہوتا ہے اور آخر میں ترقیمہ اس طرح لکھا گیا ہے:

"نسخہ پدماوت من تصنیف ملک محمد جائسی قدس اللہ سرہ العزیز کاتب الحروف بندہ احقر العباد گنہگار امیدوار رحمتِ پروردگار محمد ولد منکا عفی اللہ علیہما متوطن بستی واسنہ علاقہ پرگنہ جعفرآباد سہر مدمضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد بتاریخ دویم شہر رجب المرجب سن ہجری مقدس ۱۱۹۷ یوم سرشنبہ جلوس والا عالم شاہ بادشاہ غازی سنہ ۲۳ از اشتیاق تمام بجہت مطالعہ خود. . . . ."

جس کاتب نے اپنی بیاض میں نسخہ پدماوت کی کتابت ۱۷۸۳ء میں مکمل کی ہے تو ظاہر ہے "الف نامہ کبیر" یا تو ۱۷۸۳ء کے شروع میں یا اس سے کچھ قبل نقل کیا ہوگا۔ یہ بیاض شروع سے آخر تک سیاہ روشنائی اور ایک ہی جیسے قلم سے خطِ نستعلیق میں صاف صاف لکھی ہوئی ہے سرخیوں اور "الف نامہ" کے ابتدائی حروفِ تہجی کو سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے اپنی ایک تصنیف "اردو پر تمل کے اثرات" کے آخر میں "الف نامہ از کبیر" معہ مقدمہ و حواشی پہلی بار ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ میری دانست میں اس سے قبل کبیر کا الف نامہ فارسی یا دیوناگری رسم خط میں کہیں سے شائع نہیں ہوا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کبیر کے اس الف نامہ کو مستند سمجھتے ہیں جس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"کاتب صاحبِ علم اور صاحبِ ذوق شخص ہے۔ اس نے ان سب نظموں کو "از اشتیاقِ تمام بجہت مطالعہ خود" بہت اہتمام کے ساتھ، اچھے کاغذ پر صاف ستھرے انداز سے نقل کیا ہے۔ اس کا اشتیاق تمام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنی دانست میں انکو کسی قابلِ اعتماد نسخے سے نقل کیا گیا ہوگا اور اسے ان تینوں نظموں کے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہ رہا ہوگا۔ وہ "الف نامے" کو یقینی طور پر کبیر کا تصنیف کردہ مانتا اور سمجھتا رہا ہوگا۔ ڈاکٹر رام کمار ورما نے بھی اسے کبیر سے منسوب مشتبہ کلام میں شمار نہیں کیا ہے۔ کبیر کے بعد ان کے بعض عقیدتمندوں مثلاً دولی داس، یاری صاحب اور بھیکا صاحب وغیرہ نے بھی اسی طور پر الف نامے لکھے تھے اس لئے اس لئے اس نظم کے تصنیف کردہ کبیر ہونے پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

(ڈاکٹر محمد انصار اللہ: اردو پر تمل کے اثرات ۱۹۸۸ء علی گڑھ ص ۱۳)

اس مطالعہ میں ڈاکٹر محمد انصار اللہ کی لائے سے میں پوری طرح متفق ہوں۔ اس بیاض کا بذات خود مطالعہ کرنے کے بعد بھی اسی نتیجہ پر پہنچا کہ اس الف نامے کی زبان اور انداز بیان کبیر کا ہی معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے "الف نامہ از کبیر" کو قرأت اور تفہیم

میں سہولت کی غرض سے اعراب اور حروف امدادی کو جدید املا کے مطابق لکھ کر شائع کیا ہے۔ میں اس کو الفاظ کے اسی املا کے عین مطابق یہاں نقل کر رہا ہوں جیسا کہ بیاض میں لکھا ہوا ہے تاکہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اردو الفاظ کے املا کا ایک نمونہ بھی سامنے آجائے۔

الف نامہ از کبیر

(الف)

اول ایک نام سوئی ہے آپ اکیلا سائیں
آد اناد انامد لامد حد نھیں اس کے تائیں — نھیں = نہیں

(ب)

بندہ آدم کوں کیسا، دم کا دیا دردوا — کوں = کوں = کو
اوّل کلمہ پاک سوہنے ھے حکم ربِّ معبودا — سوہنے ھے = سوہا ہے

(ت)

تن میں دیدار ملی کا صاف جو ہوت وجودا — ملی کا = ملے گا
نور جھلکّی ست صاحب کا سبھ کھٹ حق موجودا — سبھ کھٹ = سب گھٹ

(ث)

ثابت ست نام کوسائیں سدا جو قایم باستد — کوسائیں = گوسائیں
پورا ھو سبھ کام کمائی ملی جو پورا مرستد — ملی = ملے

(جیم)

جہہ بکدار جہاں موں دیکھہ نظر ہے — جہہ بکدار = جاہ نگدار
ان کُلّ شیئٍ محیط جمیل باللہ خبر ہے — جہاں موں = جہاں موں = جہاں میں

(ح)

حق کا فرمان حکم حاکم کا بر حق
کُن فیکوں سانس دم سو ھیک ھیک متحق — ھیک = ھیگ = ہو گیا

(خ)

خالق کوں سمر خیر کو خوب یھی ھے — یھی ھے = یہی ہے
خودی خیشت چھور جیست خیر یھی ھے — چھور = چھوڑ

(دال)

دعار درویش دوست کا دور کرے تھ دردا
جس کے دل میں درد نہ آدمی وہ موذی نامردا

(ذال)

ذھن کوں پاک صاف کر ذکر کیے لذت پاوی — ذھن = ذہن ، سین = سیں = سے
ذوق شوق سین ذکر لکاوی ذلت دور بہاوی — لکاوی = لگاوے

(ر)

رحمان رحمت کر تس پر رسم کری جو کوئیے — کوئیے = کوئے = کوئی
رام رحیم ایک کر جانی تب زحمت نھیں ہوئیے — جانی = جانے، نھیں = نہیں

(ز)

زورا ور کوئی نہ بچیا راون سیس دس کندا
زور ظلم ھے زہر کا پیالا مت پی وس پی بندا — وس = وش = زہر پی پیے

(س)

سراسر سائیں کھیے سبھ سرونکی اندر — کھیے = کہیے، سرونکی = سرون کے
سا بچا سبد کھو سار ہو جون سوانتی برک سمندر — سرون = کان، کھو = کہو ، جون = جیوں

(ش)

شہر میں شور پراھی شکر خدا کا کھیتّھیے — پراھی = پڑا ہے، کھیتّھیے = کہیے
ست سمرت اک سانس نہ بسری ہر دم سمرت رھیے — بسری = بسرے، رھیے = رہیے

(ص)

صاحب کوں یاد کرو صاف صفت یھ بھاکو — یھ = یہ
دِل دَر دِل سینہ دَر سینہ دیکھو دل کے آنکھو

(ض)

ضمیر منیر امو اجہہ سبھ کھٹ بیا پک سائیں — سبھ کھٹ = سب گھٹ
ھی حاضر حضرت رحمانان ضد نکر یتی بھائیں — نکر یتی = نہ کریے، ھی = ہے

(ط)

طالب مطلب کو پھونچی طوف کری دل اندر — پھونچی = پہنچے، بھت = بہت
بھت طوافاں جای طواف کوں لانگ پہار سمندر — لانگ پہار = لانگ پہار

(ظ)

ظالم بہتر عزرائیل قبض کری جی جاناں — کری جی = کرے جے، کرے جو
میئے ظلمات سوئی نھیں پانی ساہ سکندر رسیاناں — میئے = میہ، کنوئیں یا چشمے کا بہت زیادہ پانی والا ہوجانا

(ع)

پرھ = پڑھ، نانھیں لادی = نانہیں لائے
علم جو دہ پرھ کر کیے عمل میں نانھیں لادی — یا ناہیں لاوے، نھیں = نہیں
عمل نھیں تو علم عبث ہے دانشمند کھاوی — کھاوے = کہاوے

(ع)

نھیں کھایی = نہیں کھایئے

غلط کب ھی نھیں کھایی غمّا عضب تے آگیں   آگیں = آگیں، بھاگیں = بھاگیں

غیر حق سونیاری رھییے حق سن کے مت بھاگیں   نیاری = نیارے

(ف)

فانی آخر ہے فانی فاصل فہم کیلھے

کُلّ مَن علیھا فان قرآن میں خبر دیلھے   قران = قرآن

(ق)

قلب ایک عرش حق کا قُم باذنی کا قادر

قال اللّٰہ لقد کرّمنا خلقت آدم نادر

(ک)

کراما کاتبین ھیں منکر اور نکیرا   بسراو = بسراؤ

نیکی کرو بدی بسراو کُل سیں کھین کبیرا   کل سین = کل سے کھیں = کہیں

(ل)

کھییّے = کہیے

لعنت ظالم کو کھییّے لالچ لھو زبونا   لھو = لہو، ھادکی = سوادکے

لوھی لم یبث صادکی کارن جی سبھ کرتی خونا   جی سبھ کرتی = جے (جو) سب کرتے

(م)

مسلم مرد مسلمان قطع برید ن کرنا   سداں = سداں = سدا

رہنا سداں ایمان سلامت جھی بدہ سین نِسترنا   جھی بدہ سین = جِھی بدھ سے

(ن)

نعوذ باللّٰہ عَلَیہم مِنھا نیک سخن کر کانا   کانا = گانا

نحنُ اَقربُ حَبْلِ وَرِیْدَن ھے حق کا (فرمانا) "فرمانا" = اضافہ کیاہے

(واؤ)

د خود وجھی میں کویم نیت خیر تصوّف   میں کویم = ہی گویم

خیال بدی وسواس دل اندر یھ مکروہ مخوّف   یھ = یہ

(ھ)

ھادی یے کیا ہدایت یاد میں رہنا ہردم   ھادی = ہادی

سیھے حافظ مصحف کے آیت فاذکرونی اَذکرکم   کے = کی

(لام الف)

لا حول بھیجے جو نہ سُنے گُر کمیانا   گرکیانا = گُرگیانا یعنی رشد وہدایت

صاحب سیے جو قول کیا تھا سو کا ہے بسرانا   سیے = سے

(ھمزہ)

ئیی دو ایک دل ایک صورت ایکسائیں   ئیی = ہمرایے، ایکسائیں = ایک سائیں

ایک میان میں دو دو جمدھر کیسو ناہ سمائین   سمائین = سمائیں

(ی)

ی نام ست سائیں کا سمرد من جیت دی کی   دی کی = دے کے، ی = یے

کایا سیر کبیر کھت ہیں اوّل آخر ایکی   کھت ہیں = کہت ہیں ایکی = ایکے

تشریح طلب چند ہندی الفاظ

آدِ = جو ازل سے ہے۔ آناد = جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، لامتناہی، آبابد = آماہت، جس کو شمار نہ کیا جاسکے، آبد = آہت، بے عیب۔ گھٹ = دل، گوسائیں = خدا۔ سُمر = یادکر۔ دس کندا = دس کندھر، دس کنٹھ وغیرہ راون کے نام ہیں۔ دِس = وش، زہر۔ سَروَن = کان سواتی = ابر نیساں۔ برک = رکھا بارش کے قطرے۔ ھاکو = لولو، کہو۔ ست سُمرت = یاد حق۔ سمرت رہنا = یاد کرتے رہنا۔ بیاپک = پھیلا ہوا، (چار وید) ۱۔ رگ وید۔ ۲۔ یجر وید۔ ۳۔ سام وید۔ ۴۔ اتھروید+ (چھ ویدانگ) ۱۔ شکشا (تعلیم) ۲۔ کلپ ۳۔ نروکت۔ ۴۔ چھند۔ ۵۔ جیوتش (علم نجوم) ۶۔ ویاکرن (قواعد)+ پُران+ میمانسا+ نیائے+ دھرم شاستر۔ بسراؤ = بھولو چھوڑو۔ صاد = سواد، لطف مزہ۔ بدھ = طور طریقہ۔ نِسترنا = چھٹکارا پانا۔ نجات حاصل کرنا۔ گُر گیانا = پیرو مُرشد کی ہدایت۔ بسرانا = بھولنا چھوڑنا۔ جمدھر = یم دھر، دو دھاری تلوار۔ کایا = کیا یہ۔ بیر = بار بار۔ بیر = بہادر آدمی، بھائی۔

کبیر کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کبیر اگرچہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن مسلمان صوفیوں کی صحبت میں رہ کر عربی اور فارسی کے بہت سے الفاظ سے انھیں بخوبی واقفیت حاصل ہوگئی ہوگی جن کو وہ صحیح تلفظ کے ساتھ ہی ادا کرتے ہوں گے لیکن مختلف معتبر ذرائع سے یہ ثابت ہے کہ کبیر نے کبھی قلم اور کاغذ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور وہ لوگوں کی باتوں کا جواب دوہروں، ساکھیوں اور پدوں میں دیا کرتے تھے جن کو ان کے معتقدین لکھ لیتے تھے۔ ان کے معتقدین کا تعلق عوام الناس سے تھا جو پورب کے رہنے والے اور دیوناگری یا فارسی رسم خط سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے تھے۔ کبیر کے کلام کا قدیم ترین قلمی نسخہ جس کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے دیوناگری رسم خط میں ہی ملا ہے جو ان کی حیات میں ہی ترتیب دیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے دیوناگری رسم خط میں لکھے ہوئے قلمی نسخوں کی مدد سے ہی فارسی رسم خط میں قلمی نسخے لکھے گئے جس کے سبب عربی و فارسی الفاظ کا املا دیوناگری میں لکھے ہوئے الفاظ کے تلفظ کے مطابق لکھا گیا مثلاً کھُدا (خدا) کھالک (خالق) کھلک (خلق) گافِل (غافل) وغیرہ۔ (تلخیص ماخوذ از کبیر مشمولہ اردو شاعری میں دوہے کی روایت ۱۹۹۰)



کبیر زبانِ ہندوی کا شاعر

ڈاکٹر شہناز نبی

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد پورے برصغیر میں ایک تبدیلی آئی اور ایک نئی لسانی روایت کی بنیاد پڑی یہ روایت دو تہذیبوں اور دو زبانوں کے میل جول سے تیار ہوئی۔ ہندوستان کا ہندو کلچر، عربی و فارسی تہذیب کا لمس پا کر جگمگا اٹھا۔ لسانی سطح پر ایسی حیرت انگیز اور خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی جو تاریخ ساز بن گئی۔ ہندوستان کی سرزمین پر آریاؤں کے ساتھ وارد ہونے کے بعد اپنی جڑیں مضبوط کر چکنے والی زبان سنسکرت اور سنسکرت کے محدود ہونے کے بعد نمودار ہونے والی پراکرت کے مردہ اور بے روح الفاظ کی جگہ فارسی و عربی و ترکی کے الفاظ نے لینا شروع کیا۔ ایسا ہونا فطری تھا اس لئے کہ عرب و مغلوں کے باہمی روابط کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ یہ رشتہ تلواروں کی جھنکار تھمنے کے بعد ختم نہیں ہوا بلکہ اس بار حملہ آور یہاں رہنے اور بسنے کے ارادے سے آئے تھے۔ ان کا ارادہ لوٹ مار کر کے واپس جانے کا نہیں تھا بلکہ وہ ایک بار ہندوستان کی دھرتی پر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواہشمند تھے حکومت کے قیام کے بعد اس کی توسیع بھی ضروری تھی لہٰذا باہر والوں کا ہندوستانی عوام کے ساتھ ہر سطح پر ٹکراؤ اور انضمام کا عمل لازمی ہو گیا۔ مسلمانوں کے ساتھ آنے والی عربی، فارسی اور ترکی زبانوں نے سنسکرت اور پراکرت کے بیشمار الفاظ کو خارج کر کے صرف اپنے لئے جگہ بنائی بلکہ اکثر الفاظ کی صورت و شکل بھی بدل دی اور روزمرہ کے استعمال کے لئے ایک بالکل نئی زبان آپ ہی آپ ہندوستان کے لسانی منظر نامے پر ابھر کر سامنے آئی۔ اس نئی زبان ہندوی میں اظہار کی بے پناہ قوت کو دیکھتے ہوئے صوفیائے کرام نے اسے تبلیغ و رشد و ہدایت کا وسیلہ بنایا اور اس طرح بے شمار ملفوظات وجود میں آئے جو زبانِ ہندوی کی ابتدائی صورت کے بہترین نمونے ہیں۔ فارسی کے درباری زبان ہونے کی وجہ سے یہ زبان سرکاری سرپرستی سے ایک عرصے تک محروم رہی اور اس کی ترقی کی راہ میں انگنت رکاوٹیں آتی رہیں۔ تاہم اس کی خوش نصیبی یہ تھی کہ اسے شروع میں ہی چند ایسی شخصیتیں مل گئیں جنہوں نے اس کو اپنی شاعری کا ذریعہ بنایا۔ مسعود سعد سلمان، امیر خسرو، عبدالقدوس گنگوہی، نام دیو، کبیر جیسے شعراء نے اس زبان کی نمو پذیری کو پہچان لیا تھا اور انھیں یہ زبان سنسکرت و پراکرت اور عربی و فارسی کے مقابلے زیادہ طاقتور اور جاندار محسوس ہوئی۔ یہ زبان عوامی تھی اس لئے ان شعراء نے عوام کے درمیان اپنے خیالات کا پرچار انہی کی زبان میں کرنے کے ارادے سے اسے گلے لگا لیا۔ غرض ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد نے پورے برصغیر کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ برہمنوں کے زیر سایہ چلنے والے سماج میں ذات پات کی سخت تفریق تھی لیکن مسلمانوں کے ورود کے بعد برہمن واد کی بنیادیں لرزنے لگیں۔ عوام کا شعور بیدار ہونے لگا اور وہ ذات پات کے جھگڑوں سے اوپر اٹھنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اس دور میں بھگتی تحریک کی فضا ہموار ہو گئی اور اس تحریک کو آگے بڑھانے والے لوگ بھی مل گئے جن کا ایک آدرش تھا ایک ہی اصول کہ انسان کو ذات پات کے نام پر تقسیم کرنے والی طاقت کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ خدا تو ایک ہی ہے چاہے اسے کسی نام سے پکارو۔ پھر یہ بھید بھاؤ کیسا۔ یہ تفریق کیسی۔

اس گنگا جمنی تہذیب کے ابتدائی دور میں بھگتی تحریک کے نمائندہ شاعر کبیر نے اپنی سادہ بیانی اور پُر اثر شاعری کی وجہ سے بہت جلد عوام میں اپنی پہچان بنالی۔ کبیر (م ۱۵۱۸ء) جولاہے تھے۔ ہندوستانی سماج میں پھیلی ہوئی فرقہ پرستی، رجعت پسندی انھیں بھی دکھ دے رہی تھی۔ بنارس کے اس جولاہے نے اپنے پوربی لہجے میں پیار، محبت، یگانگت، بھائی چارہ اور اخوت کا سندیس دیا۔ انھوں نے دنیا کی بے ثباتی پر زور دیتے ہوئے اس کی مایا سے بچنے کی تلقین کی اور ان کے نزدیک اس کی مایا سے وہی بچ سکتا ہے جو زندگی گزارنے کے اصولوں سے واقف ہو۔ انھوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اپنے خیالات

کا اظہار کیا اور اس دنیا کو پند و نصیحت کے ذریعہ بہتر بنانے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک اس دنیا میں زندگی گزارنے کا صحت مند طریقہ یہ ہے کہ انسان آپس میں مل جل کر رہے۔ مذہب و ملت کے جھگڑے انسان کو تنگ نظر اور محدود کر دیتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد پر تفرقہ وہی پیدا کرتا ہے جو خدا کو جانتا اور پہچانتا نہیں۔ جس نے اس کو پہچان لیا، اس کو پا لیا، جس نے اسکو اپنے اندر سمو لیا، اس نے سیدھا راستہ پا لیا۔ وہ توحید کے قائل ہیں۔ خدا، ست گرو، رام، رحیم، جیسے نام تو اسے ہم نے دیئے ہیں ورنہ وہ ذاتِ باری تو یکتا و تنہا ہے۔ اس دل میں اس کی جگہ بنانے سے پہلے من کو صاف اور پاک کرنا ضروری ہے۔ جب من پاک اور صاف ہوگا تب ہی وہ اس میں براجے گا۔ نہانے دھونے سے کہیں من کا میل جاتا ہے بھلا۔ مچھلی تو ہر وقت پانی میں رہتی ہے پھر بھی اس کی باس نہیں جاتی۔

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل سمائے
مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

جب انسان کا دل کدورت سے پاک ہوگا تو اس میں خدا کا عشق اور سکر سما جائے گا۔ عشق بندے کو آقا کے قریب لاتا ہے۔ اتنا قریب کہ دو دلوں ایک ہو جاتے ہیں۔ پھر اسے ڈھونڈنے کے لئے اپنی ذات سے باہر بھٹکنا نہیں پڑتا۔ وہ عاشق میں یوں چھپا رہتا ہے جیسے تل میں تیل یا چقماق میں آگ ؎

جیوں تل ماہیں تیل ہے، جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے، جاگ سکے تو جاگ

اور یہ سائیں وہی ہے جس کے نام ایک اور ذات ایک ہے ؎

دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ، رام، رحیم، کیشو، ہری حضرت نام دھرایا

خدا کا عشق انسان کے دل سے دنیا کا موہ ختم کر دیتا ہے۔ جس نے اس ذاتِ واحد کو پا لیا اس کو سنسار سے کیا لینا دینا۔ یہ دنیا ایک مایا جال ہے جو اس مایا جال میں گرفتار ہوا وہ معبودِ حقیقی سے دور ہوا۔ اس دو روزہ دنیا سے اتنا پیار بے کار ہے۔ اصلی سکھ تو گرو کے چرنوں میں ہے ؎

یہ دنیا روز کی، مت کر یہاں سے ہیت
گرو چرن چت لائیے، جو پورن سکھ دیت

اس فانی دنیا میں انسان کا قیام بھی دو روزہ ہے۔ مٹی سے بنے انسان کو مٹی میں ہی مل جانا ہے ؎

ماٹی کہے کمہار سے تو کیا روندے موہے
اک دن ایسا ہوئے گا میں روندوں گی تو ہے

لیکن کبیر کی شخصیت کا ایک دوسرا پہلو جو ان کی شاعری میں ابھر کر سامنے آتا ہے وہ ہے ان کا باعمل ہونا۔ ایک طرف تو وہ دنیا کو چھوڑنے اور معبودِ حقیقی کے عشق میں مبتلا ہونے کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف اس دنیا میں زندگی گزارنے کے طور طریقے بھی بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے ہنس کر ملنا انسان کا بہت بڑا گن ہے۔ لیکن ہنس کر ملنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنی شخصیت کھو دیں۔ سبھوں کے درمیان رہ کر بھی ہمیں اپنی الگ پہچان بنائے رکھنی چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اصولوں پر قائم بھی رہنا چاہئے ؎

سب سے ملئے، سب سے ملئے، سب کو لیجئے نام
ہاں جی، ہاں جی سب سے کیجئے بسئے اپنے ٹھام

واد و واد اور جھگڑوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ خاموشی بہت سی آفتوں کو ٹال دیتی ہے ؎

بالو جیسی کرکری، اُوجل جیسی دھوپ
ایسی میٹھی کچھ نہیں، جیسے میٹھی چُپ

اپنی ضد پر اڑے رہنا اچھی بات نہیں۔ ہٹ کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو موقع و محل کی مناسبت سے گفتگو کرتا ہے۔ ضدی شخص کی حالت کمبل کی سی ہے جو بھیگ کر بھاری ہو جاتا ہے اور پھر کسی کام کا نہیں رہ جاتا ؎

اتی ہٹ مت کر باورے، ہٹ سے بات نہ ہوئے
جیوں جیوں بھیجے کامری، تیوں تیوں بھاری ہوئے

کبیر انسان کے اچھے اوصاف کے قدر داں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اچھے اوصاف کی پہچان اسے ہوتی ہے جو اچھائیوں سے واقف ہوتا ہے اس لئے ہیرے کی کوٹھری کھولنے سے کیا فائدہ۔ بے قدروں کے سامنے خوبیوں کا مظاہرہ رائیگاں جاتا ہے ؎

ہیا ہیرا کی کوٹھری، بار بار مت کھول
ملے ہیرا کا جوہری، تب ہیرا کا مول

کبیر نے انسان کے اخلاق کی تربیت کے لئے قیمتی اور مفید مشورے

دیتے ہیں۔ وہ ذاتِ واحد میں ضم ہونے اور پریم مارگ پر سیدھا چلنے کی ہدایت تو کرتے ہی ہیں، ساتھ ہی ساتھ دنیا کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس دو روزہ دنیا میں مکمل زندگی گزارنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ زندگی اس کی مکمل اور کامیاب ہے جو "جیو اور جینے دو" کے اصول پر کاربند رہتا ہے۔ یہاں جو دوسروں کے حق میں کانٹے بوتا ہے اُسے خود بھی لہولہان ہونا پڑتا ہے ؎

کرتا تھا تو کیوں رہا، اب کری کیوں پچھتائے
بوئے پیڑ ببول کا، آم کہاں تے کھائے

دنیا میں رہنے کے لئے دنیا کے ریت و رسم سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہ دنیا اسی کی ہے جو اُسے جی کر دیکھتا ہے۔ گہرے پانی میں ڈوبنے والے کو موتی ملتا ہے۔ ساحل سے نظارہ کرنے والے کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

جن ڈھونڈا تن پائیا، گہرے پانی پیٹھ
جو بورا ڈوبن ڈرا، رہا کنارے بیٹھ

تحریک ہی زندگی ہے۔ چلنے، بھاگنے، دوڑنے کا عمل ہر شئے کی ہیئت بدل دیتا ہے۔ انسان بھی عشق کے مختلف مدارج طے کرتا ہوا موتی سا انمول بن جاتا ہے اور یہ موتی پگھل کر اپنے ابتدائی روپ میں آنے والا نہیں۔ یہ کوئی برف یا اولا نہیں جو بار بار صورت بدلے۔ یہ تو موتی ہے جو سیپ کے پیٹ میں تخلیقی مراحل سے گزرنے کے بعد جنم لیتا ہے ؎

کھالا، بالا، ہیم جل، سو پھر پانی ہوئے
جو پانی موتی بھیا، سو پھر نیر نہ ہوئے

کبیر اپنی بات پُر اثر انداز میں کہنے کا گُر جانتے تھے۔ انھیں اس کا اندازہ تھا کہ عوام تک اپنی بات پہنچانے کا واحد ذریعہ وہ زبان ہی سکتی ہے جو عوام کی زبان ہے جس نے محلوں اور گلی کوچوں میں جنم لیا ہے جس نے لشکر کی گود میں آنکھیں کھولی ہیں۔ ان کے لہجے میں سادگی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا ترنم ہے جو گاؤں کے رہٹ کا ترنم ہے۔ انھوں نے فارسی الفاظ کو توڑ موڑ کر اور نئی صورت اور شکل میں اپنے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال بے تکلفانہ اور معصوم ہے۔ انھوں نے بحر اور عروض کی پابندی سے بھی احتراز کیا ہے۔ ان کے خیالات کی طرح ان کا اندازِ بیاں بھی بے ریا اور بے باک ہے۔ وہ نکہت، کھلک، گریب نواج، انداجا، وغیرہ کہتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ زبان بگڑ رہی ہے۔ بلکہ اس کے پس پشت ان کا وہ تخلیقی ذہن کام کر رہا ہے جو فارسی کے بگڑنے میں ہندوی کا بننا دیکھ رہا ہے۔ یہی کبیر کی شاعری کی طاقت ہے اور اس کی پہچان بھی۔ ■■

کبیر

شاد محمد

اس نے تبلیغ کی محبت کی
آشتی، ایکتا، اخوت کی
دشمنِ جبر وہ رہا ہر دم
پیکرِ صبر وہ رہا ہر دم
وہ طرفدار تھا غریبوں کا
زیر دستوں کا، بے سہاروں کا
قول اور فعل کا وہ یکساں تھا
وہ نہ ہندو تھا نہ مسلماں تھا
اس کی چشمِ بلیغ میں تھے ایک
اہلِ دیر و حرم، کلیسائی
مہر و الفت کا ایک دریا تھا
رازِ ہستی کا وہ شناسا تھا
دردِ انسانیت وہ رکھتا تھا

اس کا پیغام ہے حیات افزا
اس کی عظمت رہے گی تابندہ
موسم آئیں گے اور جائیں گے!



کبیر ایک سرسری مطالعہ

پروفیسر حیدر صفت

شاہ کبیر، کبیر داس یا کبیر صاحب ـــــ ہم انھیں کسی بھی نام سے پکاریں، علاقہ ان کی ذات سے ہی رہتا ہے، ایک شاعر ایک صوفی یا سنت یا پھر ایک باغی ـــــ یا صرف ایک انسان ـ جس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا، پیار، یگانگی اور یک جہتی۔ خدا کی وحدت پر انھیں مکمل اعتماد تھا، شاید اسی لئے سردار جعفری انھیں ایک ایسے مسلمان صوفی قرار دیتے ہیں جو ہندو بھگتی کی زبان میں بات کرتے ہیں لیکن وہ روایت اور اندھے اعتقاد سے ہمیشہ بغاوت کرتے رہے، مرتے وقت بھی اپنے ایک دوہے میں کہتے ہیں ؎

سکل جنم سیو پوری گنوایا
مرتی بیر مگھر اٹھ دھایا

یعنی ساری زندگی بنارس میں گزاری اور مرتے وقت مگھر (گورکھپور) چلے گئے۔ روایت ہے کہ بنارس میں مرنے والے کی مکتی ہو جاتی ہے اور مگھر میں مرنے والا دوبارہ گدھے کا جنم لیتا ہے۔ روایت سے اس طرح کا انحراف وہی کرسکتا ہے جسے اپنے اور اپنی بھگتی پر پورا بھروسہ ہو ؎

کیا کاسی کیا اوسر مگھر رام ہردے بس مورا
جو کاشی تن تجے کبیرا رامے کون ہنورا

(کاشی ہو یا اجاڑ مگھر میرے لئے دونوں برابر ہیں کیونکہ میرے دل میں بھگوان بسا ہوا ہے۔ اگر کبیر کی روح کاشی میں اس تن کو تج کر نجات حاصل کرے تو اس میں رام کا کون سا احسان ہے)
(پیغمبرانِ سخن۔ علی سردار جعفری ص[1])

"کبیر کی جائے پیدائش کے سلسلہ میں تین مختلف نظریے رکھے آتے ہیں۔ مگھر، کاشی اور بیلا ہارا گاؤں جو اعظم گڑھ میں ہے۔ مگھر کے سلسلے میں حوالے کبیر کی تخلیقات میں ملتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ انھوں نے کاشی دیکھنے سے پہلے مگھر دیکھا ہے اور اپنی موت سے پہلے وہ دوبارہ وہاں آئے۔ مگھر کاشی کے نزدیک ہے اور وہاں ان کی یادگار بھی قائم ہے۔

یہ سچ ہے کہ کبیر اپنی زندگی کا زیادہ تر وقت کاشی میں گزرا۔ اور کبیر پر مختلف کتابیں بھی یہ کہتی ہیں کہ وہ ان کی پیدائش وہاں ہوئی لیکن اس سلسلے میں کوئی ٹھوس ثبوت دستیاب نہیں ہے۔ "بنارس گزٹ" میں یہ درج ہے کہ وہ اعظم گڑھ کے گاؤں بیلا ہارا میں پیدا ہوئے لیکن عوامی سطح پر اس بات پر لوگوں کو یقین ہے کہ وہ کاشی کے لہرتارا میں پیدا ہوئے۔"

کبیر کی تاریخ پیدائش کے بارے میں بھی کافی اختلاف ہے ٹھیک اسی طرح ان کی موت کے بارے میں بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے لیکن ان کے سوانح نگار اس بات پر شاید متفق نظر آتے ہیں کہ وہ سمبت ۱۴۵۵[2] میں پیدا ہوئے اور سمبت ۱۵۷۵ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی عمر کا اندازہ ایک سو بیس برس لگایا جاتا ہے۔ عیسوی سال کے مطابق وہ ۱۳۹۸ء میں پیدا ہوئے اور ان کی موت ۱۵۱۸ء میں ہوئی۔ ان کے ایک شاگرد گرو دھرم داس سے منسوب ایک پد میں اس طرح کہا گیا ہے۔

چودہ سو پچپن سال گئے چندر وار ایک ٹھاٹھ ٹھئے
جیٹھ سدی برسایت کو پورنماسی تتھی پرگھٹ بھئے

(چودہ سو پچپن سال گئے سوموار کے دن جیٹھ سدی پورنماسی کو ظاہر ہوئے)

کبیر گرنتھاولی کے دیباچہ میں بابو سندر داس لکھتے ہیں کہ "چودہ سو پچپن سال گئے" سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ ختم ہو چکا تھا اور سمبت ۱۴۵۶ شروع تھا کیونکہ حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ء میں جیٹھ پورنیما سوموار کو نہیں پڑتی البتہ ۱۴۵۶ کو پڑتی ہے۔

ان کی موت سے متعلق دو تاریخیں بیان کی جاتی ہیں ؎

سمبت پندرہ سو او پانچ مو مگھر کیو گون
اگہن سدی ایکادسی ملے پون میں پون

---

[1] پیغمبرانِ سخن ص ۲۴

[2] Kabir by P. Machwe, P.10

(سمت پندرہ سو پانچ میں مگہر میں انتقال کیا اور اگہن ایکادسی کو ہوا میں ہوا مل گئی)

سمت پندرہ سو پچھتر اکیو مگہر کو گوں
ماگھ سدی ایکادسی رلو پوں میں پوں

(سمت پندرہ سو پچھتر میں مگہر میں انتقال کیا ماگھ سدی ایکادسی کو ہوا میں ہوا مل گئی)

ان دونوں میں پندرہ سو پچھتر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

ان کی پیدائش کے سلسلے میں ایک مشہور روایت ہے کہ ایک مسلمان جولاہے نے انھیں تالاب کے پاس پایا تھا وہ جولاہا یہ روایت ہوئی نیما یا نعیمہ کے ساتھ جب وہاں سے گزر رہا تھا تو اس نے اس نوزائیدہ بچے کو دیکھا وہ انھیں اپنے گھر لے آیا اور اس کی پرورش کی قیامی نے اس بچے کا نام مال کے ذریعہ کبیر نکالا اور یہ جیامی نام بہت مشہور ہوا۔ ان کی پیدائش کی اس روایت کو ان کے ایک شاگرد نے اس پد میں اس طرح کہا ہے

گھن گرجے، دامن دمکے بوندیں برسیں جھولاک گئے
لہر تالاب میں کنول کھلے تہاں کبیر بھانو پرکٹ بھئے

(بادل گرج رہا تھا، بجلی کوند رہی تھی، مینھ برس رہا تھا، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لہر تالاب میں کنول کھلے تھے جس وقت کبیر سورج کی طرح ظاہر ہوئے)

ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بیوہ برہمن عورت کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، اگر اس بات کو سچ مان لیا جائے کہ وہ ایک ہندو عورت کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور پرورش ایک مسلمان خاندان میں ہوئی تو یہ واقعات اس بات کے پیش خیمہ تھے کہ وہ ان دو قوموں کی یکجہتی اور اتفاق کی علامت کے طور پر ابھرے اور ساری زندگی اس یکجہتی کے لئے کوشاں رہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اس سے زیادہ کوشش شاید ہی کسی نے کی ہو۔ انھوں نے اپنی زندگی کے بعض حالات کو اپنی نظموں میں ظاہر بھی کیا ہے، مثلاً یہ تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات کے جولاہے تھے (یا ان کی پرورش جولاہے کے گھر ہوئی تھی) بنارس میں رہتے تھے اور آخر عمر میں مگہر چلے گئے تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے

جات جولاہا کیا کرے ہردے بسے گوپال

(ذات کا جولاہا ہے تو کیا دل میں گوپال بسا ہوا ہے)

تو برہمن میں کاسی کا جولہا بوجھو مور گیانا

(تو برہمن یعنی پنڈت میں کاشی کا جولاہا میرے گیان کو تو سمجھ)

سکل جنم شیو پوری گنوایا
مرتی بار مگہر اٹھ دھایا

(ساری زندگی تو کاشی میں بیتی مرتے وقت مگہر چلا گیا)

کاشی میں ہم پرگٹ بھئے راما نند چیتائے

(کاشی میں ہم پیدا ہوئے اور رامانند نے ہم کو رموز معرفت سے آگاہ کیا)

مسی کاگد چھو یو نہیں کلم گہیو نہ ہاتھ
چاروں جگ کا مہاتم مکھ میں جنائی بات

(روشنائی اور کاغذ کبھی چھوا نہیں، قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا لیکن چاروں جگوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دیئے)

کبیر کا فلسفہ اور ان کی تعلیم:- کبیر نے دو باتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ایک توحید، دوسری بھگتی — دنیا کا مالک ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے سامنے دیوی دیوتاؤں کی کوئی حقیقت نہیں وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اس تک پہونچنے کے لئے محض سچے پریم کی ضرورت ہے، کسی کی وساطت اور شفاعت درکار نہیں جب ہمہ اوست کا رنگ غالب ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ خالق مخلوق میں ہے اور مخلوق خالق میں۔ یہ دونوں الگ الگ نہیں ہیں "اودیا" اور "اگیان" (جہالت اور لاعلمی) نے دوئی کا پردہ ڈال رکھا ہے اگر جہالت کے بادل چھٹ جائیں اور اہنکار (خودی) کی تاریکی دور ہو جائے تو چشم بینا کو ہمہ اوست کی حقیقت صاف نظر آنے لگے۔" ان کا کہنا ہے کہ "مایا کا نقاب ہٹا دو اور معشوق ازل کی آرائش جمال کا معائنہ کرو۔"

صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جائے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھڑا رسائے

(میرا مالک ایک ہے، دوسرا نہیں کہہ سکتا اگر دوسرا مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائے گا)

جاکے منہ ماتھا نہیں ناہیں روپ کروپ
پہپ باس سے پاترا ایسا تتوا انوپ

(جس کے نہ منہ ہے نہ ماتھا، نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت وہ ایک عجیب جوہر ہے جو پھولوں کی لو سے بھی زیادہ لطیف ہے)

جنم مرن سے رہت ہے میرا صاحب سوے
بلہاری اس پیر کے جن سرجا سب کوئے

(جو پیدائش اور موت سے آزاد ہے وہ میرا مالک ہے۔اس محبوب کے قربان جس نے سب کو پیدا کیا)

ہیرت ہیرت ہیر یا رہا کبیر ہرائے
بوند سمائی سمدر میں سو کت ہیری جائے

(اے کبیر ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈنے والا آپ کھو گیا، بوند سمندر میں سما گئی تو کس طرح ڈھونڈھی جائے)

"وہ تمام انسانی برادری کو ایک سمجھتے ہیں اور محبت کو عظیم ترین طاقت۔ وہ اس خدا کی تلقین کرتے ہیں جو سب کا خدا ہے"

(کبیر وچناولی: ہری اودھ۔ ترجمہ سرسوتی سرن کیف ساہتیہ اکاڈمی ص۱۱)

آریاؤں نے دراوڑوں کو فتح کرنے کے بعد اس کے کچھ اعتقادات اور فلسفوں کو اپنانا شروع کیا تو ایک ذہنی انقلاب رونما ہوا۔ ان کے دیوتا شیوا اور شکتی کو اپنا دیوتا تسلیم کرنے کے بعد اس فلسفہ پر بھی ان کی نظر پڑی۔ ویدوں کے منتروں پر غور کرنا شروع کیا اور اسے اخذ کئے۔ یہ اپ نشد اور دوسرے شاستروں کا زمانہ تھا اور یہیں سے دیوتاؤں کی کثرت میں وحدت کا تخیل پیدا ہوا۔ اسی ذہنی منزل کو ویدانت یعنی مابعد وید کا نام دیا گیا اور وحدت الٰہی کا خیال یہیں سے شروع ہوا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ دیوتاؤں میں برھما، وشنو اور مہا دیو کا وجود ان کے اپنے اپنے کام اپنی جگہ ایک طاقت ان سب سے بالاتر ہے جو ان سب کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور اپنی مرضی سے ان سے کام کراتی ہے۔

کبیر نے "سدھ مارگ اور بھگتی مارگ دونوں کا امتزاج کرکے ایک کرکے ایک نئی راہ نکالی"

"ساتھ یا سدھ فلسفہ کے مطابق وجود اعلیٰ کو شیو کا نام دیا گیا جن کی کوئی صفت ہے نہ کوئی حرکت وہ ویدانتوں کے پرم برہم کی طرح شعور محض ہیں ان کے اندر ہی تخلیقی قوت مضمر ہے جسے شکتی کہتے ہیں۔ یہ دونوں بنیادی طور پر ایک ہو جانے کے باوجود عملی طور پر مختلف ہیں کیونکہ شکتی کے زور مارنے پر اپنی لطافت کو بتدریج کم کرتے ہوئے "اپر" پھر "پرم" پھر "شو یہ" پھر "نرنجن" پھر "پرماتما" کا درجہ لیتے ہیں، اور ان حالات میں شکتی بھی علی الترتیب "نیا" "پرم سوکشما اور کنڈلی کا روپ لیتی ہے" (کبیر وچناولی)

بھگتی مارگ، جنوبی ہند کے سوامی رامانج اچاریہ نے شروع کیا۔ "بھگتی یعنی عبودیت اور پریم یعنی محبت کو ملا کر معبود کے بھی ٹھوس تصور اختیار کرنے لگے"۔ سوامی رامانند جو کبیر کے گرو تھے اس بھگتی مارگ کے مشہور سنت تھے۔

کبیر نے ان دونوں دھاروں کو ایک کرنے کی کوشش کی سدھو سے انھوں نے جو چیزیں لیں وہ تھی ذات پات کا استعمال وجود اعلیٰ کا لطیف ترین تصور (یاد رکھئے کہ کبیر کے رام دسرتھ کے بیٹے نہیں وہ شیوا اور برہمو کی طرح وجود لطیف ہیں۔

کبیر مذہبی نمائش اور ظاہری رسم و رواج کے سخت مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ "اگر دل صاف ہوگا اور ایشور کی بھگتی دل میں ہوگی تو افعال آپ سے آپ درست ہو جائیں گے اگر دل صاف نہیں ہے اور اس میں محبت کا جذبہ نہیں تو مذہب کا ظاہری ٹھاٹ فضول ہے بلکہ ریا ہے اور اس واسطے گناہ" وہ وید اور کتاب (قرآن) پنڈت اور قاضی کا مذاق اڑاتے ہیں اور ریاکاری اور جھوٹی نمائش کے خطرے سے لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں۔

بید، پران، قرآن کتیبا نانا بھانت بکھانی
ہندو ترک جین اور جوگی ایکل کاہو نہ جانی

(وید، پران، قرآن یہ سب کتابیں مختلف طرح سے پڑھی جاتی ہیں۔ ہندو، مسلمان، جین اور جوگی کسی نے ایک ایشور کو نہ جانا)

بید شیخ کتاب نہ کچھ پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اپدیش بنا تم جان کے جیوں ہی مارے

(بید شیخ کتاب پڑھتے ہیں، پنڈت شاستر بچارتے ہیں۔ ست گرو کی اپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے جان مارتے ہو)

کبیر رام کا نام بہت لیتے ہیں ؎

رام کا نام جو بید کا مول ہے
(رام کا نام چاروں وید کی جڑ ہے)
نرگن رام نرگن جیو رے
(دھیائیو نرگن رام کو جیو)

مگر ان کا مطلب اجودھیا کے رام چندر سے نہیں ہوتا، بلکہ اس ذات واحد و لاشریک سے ہے جس کو وہ رام، رحیم اور ایسے ہی بہت سے نام وغیرہ کہتے ہیں)

دسرتھ سٹ تہوں لوگ بکھانا
رام نام کا مرم نہ جانا

(دسرتھ کے بیٹے کا سارا دنیا میں بیان ہوتا ہے
رام نام کے بھید کو کوئی نہیں جانتا)

"کبیر نے جس رام کی تخلیق کی اس کے ساتھ وہ تمام اوصاف حمیدہ جوڑ دیئے جو برہم یا خدا یا اللہ کے ساتھ منسلک تھے، رام تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بھی انھوں نے انہی طریقوں کا بیان جو برہم اور خدا تک پہنچنے کے لئے ویدوں اور قرآن میں درج ہیں اور جن کو سنت اور صوفیائے کرام اپنے وعظ کے ذریعہ عوام تک پہنچاتے تھے۔"

کبیر کے موحد ہونے کا ذکر آئین اکبری میں بھی ملتا ہے، اس معاملہ میں وہ واقعی خوش قسمت ہیں کہ آئین اکبری جیسی معتبر کتاب بھی ان کے تذکرے سے خالی نہیں۔

"بعض کا بیان ہے کہ کبیر موحد وہاں دفن ہیں اور لوگ اس وقت تک اس کے اقوال اور اس کے حالات بیان کرتے ہیں، اس نے طریق کی وسعت اور اس کی نظر کی بلندی کی وجہ سے مسلمان اور ہندو دونوں کو دوست رکھتے تھے، جب وہ مرا تو برہمن اس کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنا۔"

(ص ۸۲، آئین اکبری، جلد دوم مطبوعہ نولکشور پریس ۱۸۶۹ء)

دبستان مذاہب میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے

"کبیر جولاہا کہ ہندوستان کے مشہور موحدوں میں ہے، بیراگی تھا لکھتے ہیں کہ کبیر گرو کی تلاش میں مسلمان اور ہندو کاملوں کے پاس گیا جو ڈھونڈھتا تھا نہ پایا آخر کار ایک شخص نے بیر روشن رامانند کی طرف اس کی توجہ دلائی۔" (ص ۲)

اس طرح کبیر کے موحد ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ہندو مسلم یکجہتی جس کے لئے وہ ساری زندگی کوشاں رہے اور اپنی نظموں اور دوہوں میں اس کا اظہار کرتے رہے اس سلسلہ میں ان کی یہ نظم آسانی پیش کی جا سکتی ہے

دوئی جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا

گہنا ایک کنک تے گہنا تا میں بھاؤ نہ دوجا
کہن سنن کو دوئی کر تھاپے ایک نماج ایک پوجا

وہی مہادیو وہی محمد برہما آدم کہیئے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک زمی پر رہیئے

وید کتاب پڑھے وہ کتبا دے مولانا دے پانڈے
جگت جگت نام دھرایو ایک ماٹی کے بھانڈے

کہہ کبیر تے دونوں بھولیں رام ہی کہنوں نے نہ پایا
وے کھسیاوے گائے کٹاویں وادے جنم گنوایا

دنیا کے دو مالک کہاں سے آتے، کہو کس نے دھوکا دیا، اللہ رام کریم کیشو، ہری حضرت، مختلف نام رکھے، گہنا ایک ہی سونے سے بنتا ہے اس میں شبہ نہیں، کہنے سننے کے لئے دو باتیں قائم کیں۔ ایک نماز، اور ایک پوجا۔ وہی مہادیو، وہی محمد اسی کو برہما اسی کو آدم کہتے ہیں ایک زمین پر رہتے ہیں، کوئی مسلمان کوئی ہندو کہلاتا ہے کوئی وید پڑھتا ہے کوئی قرآن، کوئی کتاب (قرآن) اور خطبہ۔ کوئی مولانا کوئی پانڈے طرح طرح کے نام رکھوائے ہیں مگر ہیں ایک ہی مٹی کے برتن۔ کبیر کہتا ہے کہ دونوں بھولے ہیں۔ رام کو کسی نے نہیں پایا ایک بکرا کٹاتا ہے ایک گائے اور جنم بے فائدہ گنوایا ہے۔

شاعری :- کبیر گرنتھاولی میں بالو شیام سندر داس کہتے ہیں

"کبیر بھگت تھے، شاعر نہیں تھے۔ وہ شاعری کے واسطے نہیں کرتے تھے۔ ان کو دنیا کی تلقین کے لئے اپنے خیالات کا اظہار مقصود تھا۔ وہ قدرتی شاعر تھے اور اسی واسطے انھوں نے شاعری کو اپنا آلۂ کار بنایا، مگر وہ شاعری کے فن سے قطعی بے خبر تھے اور پنگل (عروض) نہیں جانتے تھے، نہ اس کی پروا کرتے تھے جو لفظ جس طرح چاہتے تھے اور جہاں چاہتے تھے۔ استعمال کر جاتے ان کی توجہ نفس مضمون کی طرف ہے نہ کہ الفاظ کی طرف انھوں نے شاعری کو حیثیت فن حاصل نہیں کیا تھا۔" (ص ۶)

ان کی شاعری ان کی طبیعت کا آئینہ دار ہے۔ سچی اور کھری، صنعتوں سے پاک، بالکل ان کی فطرت کی طرح بناوٹ سے دور۔ انھیں ہمیشہ سچائی کی تلاش رہی ہے اور محبت ہی وہ ذریعہ ہے جس سے وہ حق کو ڈھونڈنا چاہتے تھے۔ اپنی بات صاف کہنا انھیں آتا تھا اور اس کے لئے وہ تشبیہیں اور تمثیلیں

(باقی صفحہ ۹۵ پر)



کبیر اور قومی یکجہتی

کمال جعفری

ہمارا ملک ہندوستان زمانۂ قدیم سے صوفیوں اور سنتوں کا مسکن رہا ہے۔ ہندوستان مختلف مذاہب اور زبانوں کا ملک ہے اس لئے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب قومی یکجہتی کا نمونہ ہے جس طرح ایک صوفی اپنے پیرو مرشد کی تعلیم پر عمل کر کے تزکیۂ نفس اور پرہیزگاری کی زندگی گزارتا ہے اسی طرح ایک سنت اپنے گرو کی تعلیمات کو اپنا کر اپنے پالنہار کی بھکتی کر کے قلب کو پاکیزہ کرتا ہے اور روحانی لذتوں سے سرشار ہوتا ہے۔

ہندوستان میں جب اسلام آیا تو یہاں مسلم صوفیوں نے عوام سے محبت و یگانگت کا رشتہ پیدا کیا۔ یہاں اپنی خانقاہوں میں ہر قوم کے لوگوں کو آنے جانے کی اجازت دی۔ اور خدمتِ خلق کے ذریعہ آپسی میل ملاپ اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ ان صوفیوں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (متوفی ۱۲۳۶ء) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (دہلی)، بابا فریدالدین گنج شکر (پاک پٹن پنجاب) حضرت شیخ علاؤالدین صابر کلیری (یوپی) اور حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (بہار شریف) کے نام بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔

کبیر داس چودھویں صدی عیسوی کے ایک مایہ ناز سنت ہیں جنہیں صوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی طرح ملک الشعراء بہاری لال، سور داس، عبدالرحیم، سید علام رس لین اور بہار کی میرا بائی کے نام آتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھگتی تحریک اور انسانیت کے فروغ کے لئے خود کو وقف کر رکھا تھا۔

ان صوفیوں اور سنتوں نے انسان دوستی اور خدا پرستی کے جذبوں سے معمور نغموں سے سرزمین ہند کو مالا مال کیا اور اپنے آدرشوں کے ذریعہ دکھی انسانیت کا مداوا کیا۔ ان بزرگوں نے حب الوطنی اور محبت کے پیغام کو عام کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا اور ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کے بے بنیاد اختلافات کو دور کر کے قومی یکجہتی کو فروغ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے تمام لوگ مختلف مذاہب کو ماننے کے باوجود ایک دوسرے کے سچے ہمدرد بن گئے اور قومی اتحاد کا وہ عملی ثبوت پیش کیا کہ آج تقسیم ملک کے باوجود ہندوستان ایک سیکولر اسٹیٹ ہے، جہاں ہر مذہب اور زبان کے لوگوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں، کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا بلکہ بحیثیت قوم تمام ہندوستانی ایک ہی کنبے کے افراد ہیں۔ ایسے موقع پر اقبال کی نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو:

چشتی نے جس زمیں پر پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے

سنت کبیر داس اپنے دوہوں اور نظموں کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول ہوئے وہ مذہب کے ظاہری اعمال کے سخت خلاف تھے۔ لہٰذا ہندو اور مسلمان دونوں پر اپنے اشعار کے ذریعہ طنز کیا اور جگہ جگہ ٹوکا۔ کبیر داس بچپن ہی سے دکھی تھے وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ماحول کے قدیم رسم و رواج سے وہ شروع سے ہی نالاں تھے لہٰذا انھوں نے بھکتی تحریک کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ انھوں نے جو تحریک چلائی وہ مخالفت کا شکار بھی ہوئی مگر ان کے ماننے والے بڑی تعداد میں تیار ہوئے اور "کبیر پنتھی" کہلائے۔ کبیر نے غم کے مارے عام انسانوں کی حمایت میں اپنی شاعری اور تعلیم کو ملک بھر میں عام کیا اور اپنے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد اپنے وطن خاص "مگہر" (یوپی) میں جمع کرلی۔

کبیر داس نے سچے پریم (محبت) پر زور دیا ہے ان کے نزدیک پریم کا لفظ بڑی اہمیت رکھتا ہے اسی لئے ان کا ایک شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

پوتھی پوتھی پڑھ جگ موا پنڈت ہوا نہ کوئے
ڈھائی اکچھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے

ترجمہ:۔ "دنیا بھر میں گھوم گھوم کر کتابیں پڑھنے سے آدمی عالم نہیں بن سکتا لیکن ڈھائی حروف سے ترتیب دیا ہوا لفظ "پریم" پڑھنے والا عالم ہو سکتا ہے")

کبیر داس نے اس شعر میں بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پڑھنے سے زیادہ کم پڑھ کر عمل کرنے والا ہی عالم بنتا ہے میں نے جب کبیر کے لفظ "پریم" جو ڈھائی حروف سے ترتیب پاتا ہے پر غور کیا تو "لا الٰہ" کا لفظ ذہن میں آیا۔ جس کا مفہوم ہے "نہیں ہے کوئی معبود"۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ کا پورا مفہوم ہے۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ صرف ایک اللہ سے محبت کی جائے تو تمام مصنوعی معبود کا تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور مختلف عقائد میں گھرے انسان ایک مرکز پر سمٹ آتا ہے۔ لہذا، جو معبود سے سچی محبت کرے گا وہی سچا بھکت (بندہ) ہوگا پریم کے اس وسیع مفہوم کو ذہن میں رکھ کر کبیر داس کی زندگی اور تعلیمات کا جائزہ لینا چاہیئے۔ غالبًا کبیر داس کے جذبۂ محبت کی تشریح بنگال کے ایک قدیم اور معروف سنت جو بھکتی تحریک کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ میری مراد شاعر کالی چرن داس سے ہے جنھوں نے فرمایا تھا

ہر دے ماہِیں پریم ہو، نینوں جھلکائے
سوئی چھماری رس پگا وایک پرسوں دھائے

(ترجمہ: "جس کے من میں موہ اور آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں وہ شخص اگر مجھے کہیں مل جائے تو اس کے قدموں میں اپنا سر رکھ دوں")

اس طرح حقیقت کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کبیر داس ایک خدا ترس بزرگ تھے انھوں نے طنز کے نشتر سے کام لے کر دنیا کے ظاہری انسانوں کی ریاکاری کا پردہ فاش کیا ہے۔ کبیر کے

بارے میں کتابوں میں بہت کچھ پڑھا اور بزرگوں سے سنا لیکن میری آنکھیں اس وقت کھلیں جب میں نے بہ نفس نفیس کبیر کی پوجا استھان اور مزار مبارک دونوں کا نظارہ کیا۔ "مگہر" جو یوپی کا ایک شہر ہے، آج بھی کبیر کی قومی یکجہتی کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ ایک جانب کبیر کا مزار مسلم صوفیوں کے مزار کے طرز کا بنا ہوا ہے اور ان کے مریدوں کی بھی قبریں ہیں تو دوسری جانب پوجا استھان ایک الگ عمارت میں موجود ہے۔ مزار پر زائرین فاتحہ خوانی میں مصروف ہیں اور ہندو بھائی پوجا استھان پر مصروف ہیں۔ یہ قومی یکجہتی کا نادر نمونہ آج بھی یوپی کے مگہر شہر میں موجود ہے۔ مگہر ضلع دیوریا، یوپی کا وہ شہر ہے جس کا ریلوے اسٹیشن کبیر داس کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ ریلوے اسٹیشن کی عمارت گنبد نما بھی ہے اور مندر مٹھ جیسا بھی ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ کبیر کے ماننے والے ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی ہیں۔

کبیر داس کے دوہوں اور نظموں کے مطالعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک پاکیزہ معاشرہ کے قائل تھے۔ ان کا مقصد معبود حقیقی سے محبت پیدا کر کے اپنے نفس کو مادی لذتوں سے پاک کرنا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں قومی یکجہتی کو کبیر جیسے صوفی کی تعلیمات کو اپنا کر فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک ایسے ماحول کی بنیاد ڈالنی چاہیئے جہاں ذات پات بھید بھاؤ نفرت اور تعصب کا گزر نہ ہو اور ہندوستانی سماج دنیا کا ایک ایسا عملی سماج ہے جو سچی قومی یکجہتی کا علمبردار ہو۔ کبیر داس کی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ہم ایسے معاشرے میں رہیں جہاں انسان اپنی نفسانی خواہشات اور خودغرضی سے الگ تمام انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرے ؎

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں
(حالی پانی پتی)



کبیر کی شاعری میں پیغامِ انسانیت

ڈاکٹر سید شاہد اقبال

کبیر داس ہندی ادب میں بھگتی تحریک کے مشہور و مقبول شاعر ہیں۔

کبیر کا ہندی کلام قومی یکجہتی کا ایک عظیم الشان روشن مینارہ ہے جو بنی نوع انسان کی عالمگیر محبت پر مبنی ہے۔

کبیر کی حیات اور شخصیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر سوامی رامانند جی اور شیخ تقی جیسے صوفیائے کرام کی تعلیمات کے اثرات تھے۔ اس لئے کبیر کے کلام میں ہندو وحدانیت کا ملمع اور اسلامی تصوف کے ملے جلے نقوش جلوہ گر نظر آتے ہیں۔

ہندی ادب کے بھگتی کال کی شاعری تصوف اور وحدانیت کے اسی میل ملاپ کا نتیجہ نظر آتی ہے۔ بھگتی شاعری میں اسی لئے تصوف اور وحدانیت کے گنگا جمنی نقوش نظر آتے ہیں جو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی علامت ہیں۔ کبیر کی شاعری ہندو مسلم تصورات کا حسین سنگم ہے ــــ کبیر کا کلام عظیم الشان تہذیبی ورثہ ہے جو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی کامیاب عکاسی کرتا ہے۔ یہی تمام امور کبیر کی شاعری کو ہمہ گیر مقبولیت عطا کرتے ہیں۔ کبیر کی شاعری قومی یکجہتی کا دلکش نمونہ ثابت ہوتی ہے۔

کبیر نے مذہب کے جو معاملے عوام کی روزمرّہ زندگی اور معمولات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے، ان کا قلع قمع کر دیا۔ ایسے معاملات کو جن میں الجھ کر عام لوگ سچائی کی راہوں سے دور ہو کر محض نمود و ریا پر اپنی صلاحیتوں کو ختم کرنے لگے تھے، انھوں نے سیدھی سے تعبیر کیا اور عوام کے کورانہ عقیدوں پر بڑی دوراندیشی کے ساتھ تنقید کرکے زندگی کو متوازن اور سیدھی راہ دکھائی۔

کبیر نے مذہب کو محض نمائش کا سامان بنائے رکھنے کے بجائے تفکر کے حوالے سے فروغ کا ذریعہ بنایا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ مذہبی ضابطوں میں استدلال کی جو دقت تھی اور جو عام انسان کی سمجھ سے باہر تھی اسے انھوں نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس کی جگہ انھوں نے مذہب کو زندگی کے ایسے سادہ تجربوں سے جوڑ دیا کہ وہ انسانیت کے معمولی موضوعات کا مترادف بن گیا۔ اس طرح کے ہر شخص مذہب کے فیوض سے مستفید ہو سکتا تھا۔

ورنہ مذہب کے میدان میں کبیر نے ایک انقلاب پیدا کر دیا جو مذہب کے کسی عالم کے ذریعہ اس وقت تک رونما نہیں ہو سکا۔ یہ اندازِ فکر عوام کے لئے ایک ایسی قوت بنا جو ان کی زندگی میں عزم اور حوصلہ کا ذریعہ ثابت ہوا۔

کبیر کا پیغامِ انسانیت عالمگیر محبت پر مبنی تھا۔ کبیر کا پیغام ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں مقبول ہوا کہ سب کا خدا ایک ہے اور سب خدا کے بندے ہیں۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خلوص اور محبت ضروری ہے۔ کبیر نے صدیوں کی پریشاں مزاجی کو دور کرکے سماج کے ہر فرد کو زیادہ سے زیادہ شائستہ بنایا اور سماج میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ؎

کبیرا کھڑا بازار مانگے سب کی خیر
نہ کاہو سے دوستی نہ کاہو سے بیر
کبیرا آپ ٹھگائیے اور نہ ٹھگئے کوئی
آپ ٹھگے سکھ ہوت ہے اور ٹھگے دکھ ہوئے

کبیر نے عوام میں ایسے مذہبی عقیدوں کا پرچار شاعری کے سہارے کیا۔ کبیر نے مذہب جیسے سنجیدہ موضوع کے بیان کے لئے جب عوام کی بولی کا استعمال شروع کیا تو یہ ایک زبردست ذمہ دارانہ اقدام تھا۔ انھیں اپنی زبان کو ایسا روپ بھی دینا تھا جو عوام میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ ہو سکے۔ یہی سبب ہے کہ وہ پسندِ عام اور سلاست روی کے خیال سے اپنی زبان کو آسان روپ دینے کے حامی تھے۔ انھیں عوام کی پسندیدہ زبان ہی کو شعر کے دائرہ میں لانا پڑا۔

اس اعتبار سے کبیر کو اپنے لئے خود ہی ایک نیا راستہ بھی دریافت کرنا تھا اور عمدہ شعری روایات کی بھی بنیاد ڈالنی تھی۔ چنانچہ اس میں ہمیشگی کا رنگ بھر دینا کبیر کا بڑا کارنامہ ہے۔ تلسی اور سور کو زبان کا بنا بنایا خاکہ حاصل ہو گیا تھا۔ ملک محمد جائسی نے اودھی کو ادبی خاکہ دے کر اس میں شاعری کی روایت قائم کر دی تھی۔ اسی طرح سورداس اور گوکل ناتھ نے برج بھاشا کی نظم و نثر میں تخلیقات پیش کر کے اس بھاشا کو حسن عطا کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد میں تلسی اور سور نے زبان کے خاکے میں اپنی زندہ جاوید تخلیقات پیش کیں لیکن کبیر کے سامنے زبان یا خیالوں کا اس طرح کا کوئی نمونہ نہیں تھا۔

ایسی حالت میں شاعری کے نقطۂ نظر سے سور اور تلسی کی تخلیقات سے کبیر کی شاعری کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ــــ کبیر موجودہ ہندی شاعری کی اعلیٰ روایتوں کے خالق ہیں اور ان کا کلام نقشِ اول کی حقیقت رکھتا ہے۔

کبیر کی تعلیمات کا حلقہ اس قدر وسیع اور قابل قبول تھا کہ ان کے بعد شمالی مشرقی ہندوستان کا شاید ہی کوئی قابلِ ذکر شاعر، سنت، صوفی، مذہبی، فرقہ یا خطہ ایسا ہو کہ جس نے ان کی تعلیمات کو کلی یا جزوی طور پر نہ اپنا لیا ہو۔ رام چرت مانس کے مصنف تلسی داس کا مسلک کبیر سے مختلف تھا۔ کبیر توحید اور تلسی داس اوتار کے قائل تھے۔ تلسی کے یہاں نہ صرف یہ کہ کبیر کے بعض دوہے یا ان کے ٹکڑے جوں کے توں پائے جاتے ہیں بلکہ رام چرت مانس کا مرکزی کردار "رام" بھی کبیر کے 'رام' سے مشتق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کبیر کا 'رام' "رحیم" "خدا" یا "اللہ" کا ہم پلہ ہے اور تلسی کا رام ایودھیا کے راجہ دشرتھ کا فرزند ہے جس نے برائی کا قلع قمع کرنے کے لئے اوتار لیا تھا۔ یہی معاملہ سورداس کا ہے۔ وہ بھی اوتار واد میں یقین رکھتے ہیں اور کرشن کو بھگوان کا اوتار سمجھتے ہیں۔ ان کی عظیم تصنیف سور ساگر میں بھی کبیر بانی کے بعض دوہے ملائے جاتے ہیں۔ یہی حال رحیم اور ملک محمد جائسی کا ہے۔

اکبر اعظم نے جس دینِ الٰہی کو رائج کرنے کی سعی کی تھی۔ اس میں اور کبیر کے پیغام شاعری میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اس طرح اردو کا ہر بڑا شاعر بھی کبیر سے متاثر نظر آتا ہے۔

انھوں نے دکبیر نے) گاندھی جی کی طرح ہندو اعتقادات اور اسلام میں مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اس کے برخلاف وہ ہندو اور مسلمان دونوں کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ ان کا اپنا مسلک ہے اور اپنا فلسفہ ہے جس کو انھوں نے ہندو یا مسلمان طبقے تک محدود نہیں رکھا۔ اس بناء پر وہ مذہبی اتحاد کے حامی ہیں۔ ان کا لہجہ سمجھانے بجھانے کا نہیں بلکہ سخت مخالفت کا ہے۔ اس کی وجہ تو ان کا ذاتی مزاج رہا ہوگا، دوسرے زندگی میں ان کو مذہبوں کے ماننے والوں کی ظاہرداریوں سے کچھ ایسا سابقہ پڑا اور مذہبوں کے خود ساختہ ٹھیکیداروں کی ریاکاری اور مکر و فریب سے دل پر کچھ ایسی چوٹ پڑی کہ وہ ان کی شدید مخالفت پر تل گئے۔ چنانچہ وہ تمام ظاہرداریوں عقیدتوں اور رسومات کی مخالفت کرتے ہیں جو انسان سے انسان کو جدا کرتی ہیں اور نفرت کے بیج بوتی ہیں۔ وہ تمام انسان برادری کو ایک سمجھتے ہیں اور محبت کو عظیم ترین طاقت۔ وہ اس خدا کی تلقین کرتے ہیں جو سب کا خدا ہے۔ ■■

سرسوتی سرن کیف

(ماخوذ از کبیر کے فلسفے کا پس منظر، مشمولہ کبیر وچناولی ساہتیہ اکاڈمی)

لہٰذا کبیر کا شاعرانہ درجہ بہت بلند ہے۔ انھوں نے جس بے باکی سے اپنے زمانے کی رسمی مذہب کی دھجیاں بکھیری ہیں اور انسانوں کو ایشور بھگتی کی تعلیم دی ہے اور ایشور کے احکام کو تمام امور پر ترجیح دینے کو کہا ہے اس سے کبیر کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں ؎

کہتا ہوں، کہے جات ہوں، کہیا بجائے ڈھول
سو انسانا کی جات ہے تیں لوک کا مول

غرض کہ کبیر کا کلام عظیم الشان تہذیبی ورثہ ہے جو ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی کامیاب عکاسی کرتا ہے۔ یہی تمام امور کبیر کی شاعری کو ہمہ گیر مقبولیت عطا کرتے ہیں۔ کبیر کی شاعری قومی یکجہتی کا دلکش نمونہ ہے۔ کبیر کے پیغام شاعری میں بنی نوع انسان کے لئے راہِ نجات پوشیدہ ہے۔

(بشکریہ پاسبان چنڈی گڑھ بابت نومبر ۱۹۸۸ء) ■■



کبیر بانی کا فکری پس منظر

ابوذر ہاشمی

کبیر بانی ہندوستان کے فلسفۂ ویدانت اور ایران کے نظریۂ
بت کا کشتہ اتصال ہے، ایک ایسا نکتہ جو علما کی فلسفیانہ موشگافی،
نوں کی تبلیغ اور ناظروں کے مناظرے سے عاری ہے لیکن گزشتہ ۵۰۰ برسوں
وام کی زبان پر جاری ہے۔ بھکتی اور تصوف کے اس اتصال نے ایک
پر ہندو اور مسلمان کی تفریق کو ختم کردیا۔ ایک طرف ہندوؤں نے کبیر
باسنت مانا تو دوسری جانب مسلمانوں نے انھیں اپنا شیخ یا شاہ
لیم کرلیا۔ چنانچہ مخزن الاصفیاء کے مصنف کبیر کو

"مرید و خلیفۂ شیخ تقی است، از اولیا اللہ و مشاہیرِ
عہدِ خود است و جمالِ ولایت را در طریقِ ولایت مستور
داشتے و در موحدانِ وقتِ خود ممتاز بود"

لفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ہر دو فرقے میں کبیر کی مقبولیت کا اندازہ اس
یت سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبیر کی موت کی خبر پر آخری رسوم کی ادائیگی
لئے دونوں فریق میں جنگ کی نوبت آگئی حتیٰ کہ کبیر کو پھولوں کے ڈھیر
شکل میں دو نصف ہوکر فریقین کی دلجوئی کرنا پڑی۔ کبیر کی تقسیم کا معاملہ
یا پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ لسانی بنیاد پر بھی وہ تقسیم ہوتے رہے ہیں۔ ہندی
ں نے کبیر داس کو اپنا لیا تو اردو والے بھی مصر ہیں کہ وہ اردو زبان
شاعر ہیں اور اس کے لئے ان کے پاس مضبوط دلائل بھی ہیں۔ وہ بھی
م کبیر سے مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً کبیر کا ایک دوہا دیکھئے۔

کبیر پڑھوا دور کر پستک دیو بہائی
باون اکھر سودھ کرے الف میم چت لائی

ں دوہے میں رے، الف، میم کے حروف استعمال ہوئے ہیں جو عربی
ردو کے حروف ہیں اس لئے کبیر اردو کے شاعر ہیں۔ کبیر کے کلام میں ایسے
ت سے اشعار ملتے ہیں جن میں فارسی کے حروف اور الفاظ استعمال ہوئے
، بلکہ ان کے کلام کا اصل مسودہ بھی فارسی رسم الخط میں تھا جسے دیوناگری
، منتقل کرنے کی بنا پر بہت سی غلطیاں راہ پاگئی ہیں اور کلام تبدیل ہوگیا
ہے۔ ایسے بہت سے دلائل ہیں جو کبیر کے اردو شاعر ہونے کے دعوے کے
ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ کبیر نے جس زمانے
میں شاعری کی اسوقت ہندی یا اردو کا کینڈا مقرر نہیں ہوا تھا۔ یہ
زبانیں علاقائی تصرفات کے ساتھ ہندوستان کے طول و عرض میں بولی جاتی
تھیں۔ کبیر نے سنسکرت کی بجائے ان علاقائی عوامی زبانوں میں اپنی بات
کہی۔ اس میں ہندی اور اردو دونوں کی ابتدائی شکلیں شامل تھیں۔

مطالعۂ کبیر دراصل متضاد اور متخالف رویے اور رجحانات
کا حامل رہا ہے جو بذات خود اس کا بین ثبوت ہے کہ کبیر کی ذات
اور فکر ہندوستان کے پس منظر میں اس گنگا جمنی فکر و خیال کا سنگم
تھی جو فلسفۂ ویدانت اور تصوف کی آمیزش سے پیدا ہوئی ہے۔ کبیر
کا وجود خود بھی دو انتہاؤں کے سنگم سے عبارت رہا ہے۔ وہ ایک ہندو
ودھوا کے بطن سے پیدا ہوئے لیکن پرورش و پرداخت ایک ایسے مسلم
جولاہے (نور علی) کے گھر میں ہوئی جو اسلام کا قیودِ رسوم کی حد تک پابند
تھا اور اسلام کے متعلق عام معلومات رکھتا تھا۔ نور علی کے اجداد ناتھ
پنتھی تھے لیکن اسلام لے آئے تھے اور ایسے نومسلموں میں ناتھ پنتھی کے
اثرات باقی تھے۔ ناتھ پنتھیوں کے یہاں ناتھ (بھگوان) کی یاد ہی نجات کا
واحد راستہ تھا یعنی کبیر کو خدا یا بھگوان کی یاد (تصوف کی زبان میں
عشقِ الٰہی) ورثے میں ملی تھی۔ کبیر کی رسمی تعلیم کسی مدرسہ یا پاٹھ شالا
میں نہیں ہوئی وہ خود کہتے ہیں:

مسی کاگد چھویو نہیں کلم گہیو نہیں ہاتھ
چار یُگ کا مہاتم مکھ ہیں جنائی کی بات

(روشنائی اور کاغذ کبھی نہیں چھویا، قلم کبھی نہیں پکڑا، لیکن چار یگوں کے
حالات میں نے زبان سے بیان کردیئے۔)

رسمی تعلیم کی عدم موجودگی میں کبیر نے جو کچھ بھی حاصل کیا، وہ اپنی خداداد
صلاحیت، مشاہدہ و تجربہ، دھیان گیان، اس وقت کے سماج کے متعدد

وسیع رجحانات اور صوفی سنتوں سے ملاقات کا نتیجہ تھا۔ کبیر بانی کی فکری اور نفسی کیف و کم کی شناخت کے لئے ان ہی نکات پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

کبیر نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تابندگی کا زمانہ تھا۔ ایک طرف مسلم حکومت ہندوستان میں مستحکم ہو چلی تھی تو دوسری طرف مسلم صوفیاء کی کاوشوں کے باوصف ہندوستان میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا ایسے میں مسلم بیزاری اور منافرت کی عام لہر بھی قائم تھی اور مسلمانوں کو کھلے عام ملیچھ کہا جاتا تھا۔ تبدیلی مذہب کا باعث مسلمانوں کا جاہ و حشمت نہیں بلکہ چھوت چھات، ذات پات، استحصال اور عدم مساوات سے نجات پا جانے کا یقین تھا۔ صوفیاء کی شخصیت بلا تفریق مذہب و ملت سبھوں کے لئے باعث کشش تھی ان کی تعلیم و تلقین بھی اسلام کے کٹر فقہی مسائل کے بیان کی جائے ذکر و فکر کی ہوا کرتی تھی جو ساتھ ہی بھگتوں کے تلسی میلان اور ویدانت کے بھگتی کے فلسفے سے قریب تر تھی۔ قبول اسلام در رد مسلمان کی اس فضا میں کبیر نے اپنے شعور کی آنکھیں کھولیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مذاہب کی قدیم تاریخ جو سنتوں اور رشیوں کی زبانی سامنے آئی تھی وہ بھی یہ تھی کہ جب جب ویدک دھرم خود ساختہ عقائد کی کڑیوں میں کھو کر کمزور پڑا ہے اور اس کے نتیجے میں دوسرے مذاہب نے زور پکڑا ہے تو بھگتی تحریک اس کے احیا کے لئے سامنے آئی ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ اس بھگتی نے ہی ہندو مذہب کے وجود کو باقی رکھا ہے ورنہ یہ مذہب مرورِ زمانہ کے ہاتھوں اس قدر تبدیل ہوتا رہا ہے کہ اپنی اصل سے دور جا پڑا۔ اس مذہب کے بارے میں مشہور فلسفی اور مفکر ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنی کتاب ہندوؤں کا نظریۂ زندگی میں لکھتے ہیں

" بہت سے لوگ ہندو دھرم کو دعووں کی فہرست کہتے ہیں۔ کیا یہ مختلف عقاید کا عجائب خانہ ہے یا رسومات کا انبوہ یا محض جغرافیائی اظہار کا ایک لفظ ہے؟ اس کے عقاید کی فہرست زمانہ بہ زمانہ تبدیل ہوتی رہی ہے۔ ویدک زمانہ میں اس کا ایک مطلب تھا۔ برہمنی زمانہ میں دوسرا اور بودھ زمانہ میں تیسرا۔ کیا اسے ایک چیز سمجھتے ہیں۔ وستو دوسری اور ساکت تیسری "

لیکن ہندو مذہب کے اس اختلاف کے باوجود بھگتی اپنا جادو جگاتی رہی ہے۔ کبیر کے عہد طفلی میں بھی رامانند نے بھگتی کو فروغ دیا تھا اور کبیر ان کے چیلا بھی

بن گئے تھے۔ اس پس منظر میں کبیر بھی ہندو یا مسلم عقائد کی پیروی کی بجائے اپنی روح کی گہرائیوں میں اتر کر بھگتی کے اسیر ہو گئے اور برہمنوں کی اصطلاح "برہما" سے اپنے "کرتا" یا "خالق" کو ممیز کرنے کے لئے "رام" یا "ہری" کی تراکیب پر تمام زور صرف کر دیا۔ گرچہ رام اور ہری کی اصطلاح قبل سے غیر شعوری طور پر کرتا یا خالق کے لئے استعمال ہوتی آئی تھی لیکن کبیر نے اس کا استعمال شعور کی سطح پر تواتر کے ساتھ کیا تاکہ اسے برہمنوں کے "برہما" سے ممیز کیا جا سکے۔ اس بھگتی کے اسیر ہو کر وہ صوفیوں سے ملتے رہے اور تاثرات قبول کئے۔ ان ہی اثرات کی بنا پر مسلم تذکرہ نویس انھیں شاہ کبیر کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کبیر شیخ تقی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس مقام پر آ کر کبیر کی فکر کا بنیادی ماخذ ایک بار پھر موضوعِ بحث بن جاتا ہے۔ کیا واقعی کبیر دیگر مسلم صوفیوں کی طرح اسلام کے مبلغ تھے؟ یا پھر ان کے یہاں ہندو اور مسلم آدرش آمیز ہو کر ایک نئے فلسفے کی شکل میں سامنے آئے؟ یا یہ کہ وہ فلسفۂ ویدانت کے اسیر اور شنکر اچاریہ، رامانج، رامانند اور دیگر سنتوں کی طرح بھگتی کے پرچارک تھے۔

کبیر بانی پہلی نظر میں ہندو مسلم ایکتا کے نظریے سے سرشار نظر آتی ہے اور ایک نئے آدرش کی بنیاد رکھتی ہے جسے ہم دورِ حاضر کی اصطلاح میں Common Religious Code کہہ سکتے ہیں یا اکبر اعظم کی اصطلاح میں دین الٰہی۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کی منقولہ رائے میں ہندو دھرم کو عقاید اور رسومات کا عجائب خانہ کہا گیا ہے۔ کبیر نے بلاشبہ عقاید کے اس مجموعۂ روزگار اور رسومات کے انبوہ کو دھرم ماننے سے انکار کر دیا ساتھ ہی مسلمانوں کے بعض معمولات پر بھی معترض ہوئے اور مذہب کو بھگتی یا عشق الٰہی میں تلاش کیا۔ کبیر کا کلام توحید، چھوت چھات اور بت پرستی کی مذمت سے بھرا پڑا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کہے کبیر داس مکیرا اپنی راہ چلی بھائی
ہندو ترک کا کرتا ایکی تاگتی لکھی نہ جائی

(یعنی کبیر داس کہتا ہے کہ اپنی راہ چلو ہندو اور ترک (مسلمان) کا مالک ایک ہی ہے)

ہندو کہے رام مو ہے پیارا مسلماں کہے رحیم
آپس میں دونوں لڑی مرے نہ جانے کو تو مریم

(ہندو کہے کہ رام ہم کو پیارا ہے اور مسلم کہے کہ رحیم۔ آپس میں دونوں ا

پر لڑمریں لیکن کوئی بھی اسے پہچانتا نہیں)

رام، رحیم، کریما کیشو، ہری حضرت ہے سوئی
گہنا ایکے در ہے گہنا دینا اور نہ کوئی

(رام اور رحیم، کریم اور کیشو، ہری اور حضرت سب کچھ وہی ہے اور وہ ایک ہی زیور سب سے بختہ ہے)

ایسے تمام اشعار میں ہندو اور مسلمان کے خدا کے ایک ہونے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کو صحیح معنوں میں نہ پہچاننے کی شکایت کی گئی ہے۔ کبیر ہندو اور مسلمان دونوں سے ناراض ہیں کہ وہ راہ سے بھٹک گئے ہیں اور رسومات میں قید ہیں۔ وہ ان رسومات پر تنقید کرتے ہیں اور "رام" یا "ہری" کو نرنکار اور مالک کل مان کر من سے یاد کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ چند اشعار پیش ہیں ؎

پاہن پوجے ہری ملے تو میں پوجوں پہاڑ
تاتے تو چاکی بھلی کہ پیس کھائے سنسار

(مورتی کو پوج کر اگر ہری مل سکتا ہے تو میں پہاڑ کو پوجوں لیکن اس سے تو پتھر کی چکی بھلی ہے جس سے سنسار آٹا پیس کر کھاتی ہے)

ایک جیوتی ہیں سب اتپنا کون باہمن کون سودر

(سب ایک جیوتی سے پیدا ہوئے ہیں کوئی برہمن اور کوئی سودر نہیں ہے)

سندھیا پرات اسنان کرا ہیں
جیو بھئے دادر پانی ماہیں

(صبح سویرے پتھر کی مورتیوں کو پانی سے دھوتے ہیں جیسے کہ پانی سے دھلنے کے بعد یہ زندہ ہو جائیں گی)

کہے کبیر موہے اچرج آوے
کوا کھائے پتر کیوں پاوے

(کبیر کہتا ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کوے کا کھایا ہوا مردے کو کیسے ملے گا)

اسی طرح وہ مسلمانوں کو بھی ان کے رسومات اور عقاید پر پھٹکارتے ہیں، کبھی اذان کی رسم پر تو کبھی زکوٰۃ اور حج پر :

کانکر پاتھر جور کر مسجد لیا بنائے
تا چڑھ ملا بانگ دے بہرہ ہوا خدائے

(کنکر پتھر جوڑ کر مسجد بنا لیا۔ ملا اس پر چڑھ کر بانگ دے گا کیا خدا بہرہ ہو گیا ہے)

قبل عرض ہوا کہ کبیر اصطلاحاً تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ ان کی معلومات مطالعہ

پر نہیں مشاہدے کی رہین منت تھیں۔ اس لئے وہ اذان کی آواز کو خدا کو سنانے پر محمول کرتے ہیں۔ محمود شیرانی اور بعض دوسرے مسلم اہل الرائے کا خیال ہے کہ یہ کلام الحاقی ہے، ورنہ کبیر اتنے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ اذان کی غرض و غایت کو نہ سمجھیں! اگر تاویل کو صحیح بھی مان لیں تو بھی اسلام کی حقیقت سے کبیر کی واقفیت پر سوالیہ نشان لگا دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کلامِ کبیر میں دیگر مقامات پر بھی اذان کو خدا کو سنانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو :

نہ جانے تیرا صاحب کیسا ہے
مسجد بھیتر ملا پکارے کیا تیرا صاحب بہرا ہے
چیونٹی کے پگ نیور باجے سو بھی صاحب سنتا ہے
پنڈت ہوئے کے آسن مارے لمبی مالا جپتا ہے
انتر تیرے کپٹ کترنی سو بھی صاحب لکھتا ہے

(مسجد کے اندر ملا آواز لگاتا ہے کیا تیرا صاحب بہرا ہے، وہ چیونٹی کے پاؤں کی آواز بھی سن لیتا ہے۔ پنڈت ہو کر آسن مار کر لمبی مالا جپتا ہے لیکن تیرے اندر جو کینے کی قینچی ہے وہ بھی صاحب دیکھتا ہے)

اس دوہے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کبیر اذان کی اصلیت سے واقف نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دوہا بھی الحاقی ہے کسی شاگرد نے عقیدت میں ان کے طرز پر کہنے کی کوشش کی ہے جو بعد میں ان کے نام سے منسوب ہو گیا۔ لیکن اسلام سے کما حقہٗ واقفیت کی کمی پھر بھی بعض دیگر دوہوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً وہ قربانی پر معترض ہیں اور کہتے ہیں ؎

گلا کاٹ کر بسمل کریں تے کافر بے بوجھ
اورن کو کافر کہیں اپنا کفر نہ سوجھ

(گلا کاٹ کر بسمل کرتے ہیں وہ بے بوجھے کافر ہیں۔ وہ دوسروں کو کافر کہتے ہیں مگر اپنا کفر سجھائی نہیں دیتا)

بودھ اور جین مذاہب کے اثرات کے نتیجے میں ہندو دھرم میں زبردست تبدیلیاں آئیں۔ ان تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی یہ بھی ہے کہ جانوروں کی قربانی بند کی جائے۔ وہ بھی جان رکھتے ہیں اور قربانی بھی دراصل قتل کے مترادف ہے جس سے رام یا ہری خوش نہیں ہوتے۔ بالخصوص وشنو کے ماننے والے قربانی کو جیو کی جائے پاپ تصور کرتے ہیں۔ اس لئے کبیر معترض ہیں کہ مسلمان گلا کاٹتے ہیں اور خدا کا نام بھی لیتے ہیں اور

دوسروں کو کافر بھی کہتے جب کہ ناسمجھی میں وہ خود کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس دوبہ سے میں کفر یا کافر دراصل اس عام خیال کی گونج ہے جو ہندوستان میں کم پڑھے لکھے لوگوں کی زبان پر رہا ہے یعنی یہ کہ مسلمان اپنے علاوہ سب کو کافر سمجھتے ہیں، خواہ وہ ہندو ہو، سکھ ہو یا بدھ دھرم کا ماننے والا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ذات واحد یا کبیر کے لفظوں میں "ہری" یا "رام" کا انکار کرنے والا ہی کافر ہو سکتا ہے اور اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرنے والا مشرک۔ اس دوبہ سے بھی کبیر کی ناقص اسلامی معلومات کے معیار کا پتہ چلتا ہے تاہم کبیر ہندوؤں اور مسلمانوں کو رسومات سے بلند ہو کر بھکتی کے رس میں ڈبو دینا چاہتے ہیں ؎

بقول کبیر ؎ کہے کبیر اک رام جپو رے ہندو ترک نہ کوئی

(کبیر کہتا ہے کہ ایک رام کو جپو، کوئی ہندو ہے نہ ترک)

یا پھر ؎ پیٹ میں کاہو نہ وید پڑھایا

سنت کرائے ترک نہیں آیا

(پیٹ میں کسی کو وید نہیں پڑھایا گیا ترک (مسلمان) پیٹ سے سنت کرا کے پیدا نہیں ہوا)

اس دوہے میں کبیر وید پڑھنے کو ہندو ہونے کی لازمی پہچان قرار دیتے ہیں تو ترک کے لئے سنت (ختنہ) کرانے کو یعنی مسلمانوں کے متعلق اس عام خیال کو پیش کرتے ہیں کہ ترک کی شناخت اس کا ختنہ کیا ہوا ہونا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مسلمان تو وحدت پر ایمانِ کامل رکھنے سے ہوتا ہے خواہ اس کا ختنہ نہ ہو سکا ہو۔ یہاں بھی اسلام کی بنیادی معلومات سے کبیر کی عدم واقفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مسلمان کو ترک کے حوالے سے جانتے اور ترک کو مسلمان مانتے ہیں۔ یہ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کبیر اسلام کی بجائے اپنی نظروں کے سامنے ترک کو دیکھتے ہیں اور یہ مشاہدہ ہی ان کی فکر کا ماخذ ہے۔ اسی طرح کبیر کی تحریک کا ماحصل یہ سامنے آتا ہے کہ ہندو اور ترک ایک ہو کر ہری کو پوجیں اور اس کی اصلیت کو جانیں۔ کبیر کے افکار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے اس پد کو سامنے رکھا جائے

ایسے بچارا سواری کیجئے ۔۔۔ سہج کے پائڈے پاؤں جو دیجئے

جن کبیرا ایسا اسوارا ۔۔۔ بید کتب دو ہوں تھے نیارا

(مجھ بچارے کو ایسی زین سے دو اور عشقِ الٰہی کے رکاب میں پاؤں رکھنے دو،

کبیر کہتا ہے کہ اچھے سوار وہی ہیں جو ویدوں اور قرآن مجید سے دور رہتے ہیں)

اپنے اس اصول کی بناء پر کبیر قرآن، وید، ختنہ، حج، ملا، قاضی، پنڈت، مورتی، مندر، شرادھ، چھوت چھات سب کی نفی کرتے ہیں اور ہری رام یا اللہ کے عشق میں خود کو ڈبو دینا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے عقائد معاشرے کی اچھائیوں اور برائیوں اور روزمرہ کے معمولات سے اخذ کئے اور ان ہی کے حوالے سے اپنی بات لوگوں کو اس طرح سمجھائی کہ ان پڑھ لوگوں کی بڑی تعداد نے اسے قبول کر لیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کبیر کے یہ معتقدات وید یا قرآن سے کتنے الگ ہیں یا پھر ویدانت سے کتنے قریب ہیں۔ عشقِ الٰہی تصوف کا خاص موضوع رہا ہے۔ دوسری جانب ویدانت نے بھگتی کے جذبے کو بیدار کیا ہے۔ کبیر یوں بھی سنتوں کے علاوہ صوفیوں سے بھی ملتے رہے ہیں۔ ان سنتوں اور صوفیوں نے کبیر کے افکار پر کیا اثر ڈالا۔ کبیر کی بھگتی یا عشقِ الٰہی کی خصوصیات کیا ہیں۔ اس بھگتی اور عشق کا ماحصل کیا ہے اس پر فلسفۂ ویدانت اور نظریۂ تصوف کے کیا اثرات ہیں۔ کبیر کے کلام کے مطالعے سے یہ نکات صاف ہو جاتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔ کبیر کہتے ہیں ؎

۞ آیا سب پر ایک سمان

تب ہم پایا پد نروان

۞ جب لگ بھاؤ بھگتی نہیں کرہو

تب لگ بھوساگر کیوں ترہو

۞ بن ہری بھگتی نہ مکتی ہوئی

کہے کبیر ہری بھگتی بن ناہیں کچھ مول

الغرض کبیر کی بھگتی یا عشق اس لئے ہے کہ مکتی حاصل ہو جائے۔ وہ خدا کے عشق میں اس لئے مبتلا نہیں ہوتے کہ اس سے جنت ملے گی بلکہ وہ کہتے ہیں:

جب لگ ہے بے کنٹھ کی آسا

تب لگ ہری چرن نواسا

(جب تک جنت کی امید ہے تب تک ہری کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے) کبیر مکتی چاہتے ہیں۔ یہ مکتی آواگون سے مکتی ہے۔ خدا کی خوشنودی اس لئے کہ پھر جنم نہ لینا پڑے۔ برہمنوں نے آواگون سے نجات پانے کے لئے کرم کا نظریہ دیا تھا۔ بودھ مت نے گیان اور عشق کو نروان کا ذریعہ بتایا۔ لیکن ویدانت نے عشقِ الٰہی میں ڈوب جانے کو مکتی کا ذریعہ بتایا۔ خدا کو عشق کے

ذریعہ اس طرح قریب کر لیا جائے کہ اس کا داس یا بھگت ہو کر بھی اس سے مہر و نوازش کی توقع رکھی جائے۔ ایسا تعلق کہ مالک اپنے داس کی ناز برداری کا متمنی رہے۔ عشق کے اس طور کے اظہار کے لئے ویدانت نے خدا اور بندے کے عشق کو شوہر و عورت کے عشق کی تمثیل میں پیش کیا ہے اور کبیر بھی اپنے عشق کو زوج کے عشق سے تعبیر کرتے ہیں یعنی خدا اپنے بھگت کے معاملات میں شوہر کی طرح دخیل بھی ہوتا ہے اور زوج کا ناز بردار بھی۔ اس طرح ویدانت یا بھکتی وحدت کے تصور کے باوجود ثنویت کی علمبردار ہو جاتی ہے۔ وہ ثنویت جو ایران کے زرتشتیوں کا خاص وصف تھا۔ ایران کے زرتشت مزاج ہندوستان کے ست پرستوں کے قریب تھے۔ اوستا بھی وحدت کا قائل ہے لیکن ثنویت سے بھی اسے مفر نہیں۔ اوستا کے مقدس نغمے، وید کے مذہبی نغموں سے مطابقت بھی رکھتے ہیں ایسے میں ویدانت کا فلسفہ ایران گیا تو اس کی بھی سیرابی کا سامان فراہم کر گیا اور ویدانت کا فلسفۂ روحانیت ایک قوت بن گیا۔ اسلام ایک فعال اور مکمل نظام حیات بن کر ایران میں پھیلا تو ژند اور اوستا کے پرستار جو ہند کے برہما کے بھگتوں کے مماثل تھے، نے عملی سطح پر اس قوت کو روکنے میں ناکام ہو کر اس روحانیت کا شوشہ اہل اسلام میں بھی چھوڑا۔ زرتشتیوں نے فلسفۂ ویدانت سے رنگ و روغن حاصل کیا تھا۔ اسلام کے ایرانی کینوس پر بھی عشق الٰہی کا رنگ ابھرا جانے لگا۔ بایزید بسطامی نے پہلی بار ابو علی سندھی سے تصوف سیکھا اور اپنی ذات میں خدا کو سمو لیا۔ اسلام نے 'ہمہ از اوست' کی تعلیم دی تھی۔ معبود اور عبد اور خالق اور مخلوق کے رشتے پر زور دیا تھا لیکن تصوف ویدانت کے "تت توام آسی" یعنی "وہ تم میں ہے" کا اسیر ہو کر "ہمہ اوست" کا نعرہ لگا بیٹھا۔ اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کی بحث میں الجھ گیا۔ اس طرح ایرانی تصوف نے بھی حلول کے نظریے کو قبول کر لیا۔ ویدانت کے اسی حلول کے نظریے نے بت پرستی اور قبر پرستی کی راہ ہموار کی۔ تصوف اس بھول بھلیوں میں کھو گیا اور جب یہ منصور تک آیا تو انا الحق کا نعرہ کھلے عام گونجنے لگا۔ جب ایرانی صوفیا اور حکام ہندوستان آئے تو اس نظریے کو مسلمانی نظریے کے طور پر لائے۔ حالانکہ حلول کا نظریہ خالص ویدانت کا فلسفہ تھا اس لئے ایک انگریز مصنف بجا طور پر کہتا ہے:

"Sufism is the lyrical version of Vedanta"

(تصوف (دراصل) ویدانت کا شاعرانہ بیان ہے)

کبیر کے یہاں یہی شاعرانہ بیان ویدانت کے فلسفے سے آملا کہ مسلمان یا

ویدانت سے متعلق ان کی معلومات "مطالعہ یا تحقیق" کا حاصل نہ تھیں بلکہ بقول کبیر: ؎ تیرا میرا منوا کیسے ایک ہوئے رے

میں کہتا ہوں آنکھن دیکھی
تو کاغد کی لیکھی
میں کہت سجھاؤں ہاری
تو رکھیو اوجھائی رے

اس آنکھوں دیکھی میں ترکوں کا تصوف بھی تھا اور ہندوستانی معاشرے کے رگ و پے جاری ویدانت کے معتقدات بھی۔ چنانچہ کبیر نے گرچہ وحدت کے گیت گائے لیکن ویدانت کی پیروی میں عشق کی اس منزل سے گزرے بھی جس کی تمثیل زن و شو کے مراسم سے دی گئی ہے۔ کبیر نے اپنی بھکتی میں خدا کو شوہر کا درجہ بھی دیا اور زوج کو بیوی کا۔ اس طرح وحدت کا نعرہ بلند کرنے کے باوجود ثنویت کے شکار ہو گئے۔ تناسخ سے مکتی پانے کیلئے ہی انھوں نے بھکتی کو اپنایا۔ کبیر خود کہتے ہیں ؎

دیکھو کرم کبیر کا کچھ پورب جنم کا لیکھا
جنم ایک گیا اور آیا
جیوں جل چھار باہر ھیو ہنا
پورب جنم ہوں تپ کا ہٹیا

(دیکھو کبیر کا کرم پچھلے جنم کا لکھا ہے۔ کئی ایک جنم آئے اور گئے۔ مچھلی کی طرح پانی چھوڑ کر نکل آیا (شاید) پچھلے جنم میں کچھ تپ میں کمی تھی)

آواگون کا یہ نظریہ ویدانت کی عطا ہے۔ جب تک مکتی نہ ملے اسے جاری رہنا ہے اور مکتی کی صورت کبیر کی نظر میں رام بھکتی ہے۔ یہ بھکتی جب ایرانی فلسفے ہمہ اوست سے لاگ کھاتی ہے تو پکار اٹھتی ہے۔

کھالک ہے کھلک، کھلک میں کھالک
سب گھٹ رہو سمائے

(خالق خلق ہے اور خلق میں خالق، سبھوں میں وہ سمایا ہوا ہے)

اور جب یہ تت توام اسی کی تفسیر بنتی ہے تو کہتی ہے ؎

رام کبیر ایک بھئے ہیں کون سکے پہچان

یا پھر: تیرا سائیں تجھ میں بسے جیوں پہوپن میں باس
کستوری کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈھے گھاس

(تیرا مالک تجھ میں اس طرح بستا ہے جیسے پھولوں میں خوشبو اور تو اس کو

(باقی صفحہ 100 پر)



کبیر کی صوفیانہ شاعری

اشرف احمد جعفری

کبیر ہندوستان کا نہایت ہی معروف نام ہے، جس کی شہرت کی بنیادی وجہ اس کی شاعری ہے اور اس کی شاعری کی انفرادیت کا سبب ہے عوام الناس کے نام اس کے انسانیت کا پیغام۔ ایسا پیغام جس کے پس پشت کسی مولویت کو نہیں بلکہ تصوف کو دخل ہے اور کبیر کی شاعری میں پائی جانے والی آفاقیت دراصل اسی متصوفانہ خیالات ہی میں مضمر ہے۔

مذہب کا آغاز بھی اصل میں لوگوں کو تصوف کی روح سے آشنا کرنے کی خاطر ہی ہوا تھا لیکن مولویت کی بیجا دخل اندازی نے آج مذہب ہی کو سارے فرقہ وارانہ فسادات کا اصل سبب بنا کر رکھ دیا ہے، جس کے نتیجے میں کل جس مذہب کا کام دلوں کو جوڑنا تھا، آج وہی ان میں دوری پیدا کرنے کی وجہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ بعض لوگ اس تبدیلی کو سیاست کی کارفرمائیوں سے تعبیر کرتے ہیں لیکن غور کیا جائے تو آج سیاست کی چکی بھی اسی مذہبی تعصب کے ہاتھوں چلائی جا رہی ہے جس میں پس رہے ہیں بیچارے عوام النّاس۔

ایسی صورتِ حال میں صرف مذہبِ انسانیت کی تبلیغ ہی اشد ضروری ہے اور یہی کام آج سے سینکڑوں برس قبل کبیر نے انجام دیا تھا۔ اسے مذہبی تعصب سے نفرت تھی اور مذہب کے نام پر نفاق پھیلانے والوں سے وہ سخت متنفر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس نے ایک طرف ملّا کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے تو دوسری طرف پنڈت کو بھی نہیں بخشا، چنانچہ کہتا ہے ؎

مسجد بھیتر ملّا پکارے کیا تیرا صاحب بہرا ہے
چیونٹی کے پگ نیور باجے تو بھی صاحب سنتا ہے
پنڈت ہو کے آسن مارے لمبی مالا جپتا ہے
انتر تیرے کپٹ کترنی سو بھی صاحب لکھتا ہے

بہرحال اپنی صوفیانہ شاعری کے ضمن میں کبیر نے سب سے پہلے تو الٰہیات کے نقطۂ نظر سے خدا کی ذات کے سلسلے میں اسی عالمی تصور کی تبلیغ کی ہے جس کے تحت خدا کو 'نراکار' یا جس کی صفات کو 'تنزیہہ' کے نام سے پکارا جاتا ہے یعنی خدا موجود رہتے ہوئے بھی بے وجود ہے، اور مکاں رکھتے ہوئے بھی لامکاں۔ اسی عقیدے کو کبیر نے واضح لفظوں میں یوں بیان کیا ہے کہ ؎

جا کے منہہ ماتھا نہیں، ناہیں روپ کروپ
پہپ باس تیں پاترا، ایسا تتو انوپ
دیہی ناہیں نہ دیہہ ہے صاحب سرت سروپ
انت لوک میں رم رہا، جا کے رنگ نہ روپ
جنم مرن سے رہت ہے، میرا صاحب سوئے
بلہاری وہ پیو کی، جن سرجا سب کوئے

یعنی جس کی نہ کوئی شکل و صورت ہے نہ حسن و قبح، وہ جسم رکھ کر بھی مجسم نہیں اور ہر رنگ روپ میں مقید حتّٰی کہ وہ موت و حیات کی گرفت سے بھی آزاد ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کے معاملے میں، کبیر اپنے دور کے مروجہ تصور، ویدانت، وحدت الوجود یا ہمہ اوست کا معتقد تھا، جس کے تحت اس کے ہاں 'قدر' کے بجائے 'جبر' کا مسلک ہی رائج العقیدہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے کہا ؎

صاحب سوں سب ہوت ہے بندے تے کچھ ناہیں
رائی تے پربت کرے، پربت رائی ماہیں

یا پھر ؎

جو کچھ کیا سو تم کیا، میں کچھ کیا ناہیں
کہو کہی جو میں کیا، تم ہی تھے مجھ ماہیں

بے ثباتیٔ حیات بھی تصوف کا اہم موضوع ہے جس میں یہی باور کرایا جاتا ہے کہ زندگی محض چار دن کی چاندنی ہے پھر موت کی اندھیری رات۔ لہٰذا ایسی چاندنی کو دائمی تصور کرنا، عقلمندی کا تقاضہ نہیں۔ کبیر بھی یہی باور کراتا ہے کہ ؎

دیکھن تو سب کوئی بھلا جیسے سیٹ کا کوٹ
دیکھت ہی ڈھہہ جائے گا بادھ سکے نہ پوٹ

یعنی دنیا برف کا ایک قلعہ ہے جو دیکھنے میں تو خوبصورت ہے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے گھل کر ایسا بے وجود ہو جاتا ہے کہ ہاتھ خالی کے خالی رہ جاتے ہیں۔

کبیر نے بھی حیاتِ انسانی کو حباب آسا قرار دیا ہے جس کے ثبات کو صبح کے تارے کی مختصر سی زندگی سے تشبیہ دی ہے ؎

پانی کیرا بد بدا، اس مانس کی بات
دیکھت ہی چھپ جائے گا جیوں تارا پربھات

ایسی بے وفا دنیا کے متعلق انسان کو کبیر کا مشورہ یہی ہے کہ ؎

با دنیا میں آئے کے چھانڑ دیئے تو اینٹھ
لینا ہوئے سو لئے اٹھی جات ہے پینٹھ

یعنی دنیا کے بازار سے جو کچھ بھی لینا ہے لے لو ورنہ یہ اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ یہ بھی چیتونی دیتا ہے کہ ؎

اُت تے کوئی نہ باہُرا جا سے پوچھوں دھائے
اِت تیں سب ہی جات ہیں بھار لدائے لدائے

یعنی یہ لوگ پھر اسی جگہ روانہ ہو جائیں گے جہاں سے کوئی نہیں لوٹتا ہے۔

الٰہیات اور بے ثباتیٔ حیات کے بعد تصوف کا اصل موضوع اخلاقیات ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ ہی بنی نوعِ انسان کو انسانیت کا آفاقی درس دیا جا سکتا ہے اور کبیر نے اپنی شاعری کے ذریعہ اسی درس کی تدریس کی ہے چنانچہ اس ضمن میں اس کے یہاں بھی وہی آفاقی نظریۂ اخلاق ملتا ہے جو دراصل دنیا کے ہر مذہب کی اصل روح ہے لہٰذا کبیر بھی بلا امتیازِ مذہب و ملت، ہر دین دھرم کے معتقدین سے مخاطب ہو کر انہیں یہی سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ ؎

ایسی بانی بولئے، من کا آپا کھوئے
اورن کو سیتل کرے، آپہو سیتل ہوئے

یعنی انسان کو آپس میں ایسی ہی باتیں کرنی چاہئیں جن سے دل میں تعصب کی جلن نہیں بلکہ محبت کی ٹھنڈک پہنچے کیونکہ ؎

مدھر بچن ہے اوشدھی، کٹک بچن ہے تیر
سرون دوار ہوئے سنچرے سالے سکل سریر

یعنی میٹھی بولی ہی دوا ہے اور کڑوی بولیاں وہ تیر جو کانوں کے رستے اتر کر جسم کے سارے عضو کو تکلیف پہنچاتی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے۔ ؎

کبرا آپ ٹھگائیے اور نہ ٹھگئے کوئے
آپ ٹھگا سکھ ہوت ہے اور ٹھگا دکھ ہوئے

لیکن چونکہ ایسا جذبۂ انسانیت اس وقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا، جب تک کہ انسان کا دل آتشِ محبت کی حدت سے پگھل کر سیال نہ ہو جائے لہٰذا کبیر بھی محبت کا پرچار کرتا ہے اور یہی پرچار دراصل کبیر کی شاعری کا اصل مقصد ہے۔ اس نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ جب تک انسان خود کو مختلف مذاہب کے خانوں میں بانٹ کر اسکی جکڑبندیوں میں مقید رہے گا، اس کے دل میں پنپنے والا جذبۂ محبت جانب داری کا شکار رہے گا۔ ایسے غیر جانبداری کی کھلی فضا میں سانس لینے کے لئے مذہب کی بیجا جکڑبندیوں سے آزاد ہونا ہی پڑے گا جس کے بعد انسان کو اپنی سماجی شناخت کے لئے اپنے سینے پر کسی مذہب کی تختی لٹکانے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ اس کا انسان ہونا ہی اس کے لئے سب کچھ ہوگا۔ اور جب تک ایسا نہیں ہوگا دنیا میں بھائی چارگی و مساوات کے نظریات مجروح رہیں گے کیونکہ بقول کبیر ؎

نہائے دھوئے کیا بھیا، جو من میل نہ جائے
مین سدا جل میں رہے، دھوئے باس نہ جائے

لہٰذا کبیر نے بڑے ہی خلوص کے ساتھ لوگوں کو آپس میں ملانے کی کوشش کی ہے اور یہی بتانا چاہا ہے کہ ؎

جگ میں بیری کوئی نہیں، جو من سیتل ہوئے
یا آپا کو ڈار دے، دیا کرے سب کوئے

یعنی جب تک تم دوسروں سے محبت کرنا نہیں سیکھو گے دوسرا بھی تمہارے ساتھ مہربانی سے پیش نہیں آئے گا۔ مذہبِ انسانیت ہی اصل مذہب ہے اور اس کی شریعت ہے۔ اپنے ہم جنسوں سے محبت۔ اگر محبت نہیں تو سب بیکار ہے ؎

جہاں دیا، تنہہ دھرم ہے، جہاں لوبھ تنہہ پاپ
جہاں کرودھ تنہہ کال ہے، جہاں چھما تنہہ آپ

یعنی جہاں محبت نہیں، وہاں مذہب نہیں، جہاں لالچ ہے وہاں گناہ

(باقی صفحہ ۹۷ پر)



سنت کبیر

ڈاکٹر معصوم شرقی

شمالی ہندوستان میں بھکتی تحریک کی ابتدا وشنو آچاریوں کی تحریک سے ہوئی۔ یہ بھکتی تحریک صرف اصولوں کے حصار ہی میں محدود ہو کر رہ جاتی اگر اسے عوامی شاعروں کی صف میں جگہ نہیں ملتی۔ ان شعراء نے اپنے وقت کی عوامی بولیوں میں بھکتی کی روشنی پھیلا کر عام انسانی تقاضوں کو پورا کیا۔ ایسے ہی عوامی شاعروں میں کبیر کا نام سرِفہرست ہے۔ کبیر کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ انھوں نے بھکتی وچاروں کو اسلامی تصوف سے ہم آہنگ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

کبیر کی شاعری ایک طرح سے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالات کی کھلی کتاب تھی۔ انھوں نے انسانی اتحاد کے لئے مذہبی ظاہر داری سے پرے صرف محبت پر مبنی ایسا اصول مرتب کیا جسے عوام نے خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ مذموم روایتوں اور متعصب حالات کے برخلاف کبیر نے انسانیت کی بنیاد پر ایک ایسے عالمی مذہب کی بنیاد رکھی جو عوامی سطح پر قابلِ قبول ہوا۔

کبیر مذہبی علم (شاستریہ گیان) کے مقابلے میں تجرباتی علم (انوبھو گیان) کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ انھیں انسانی نجات کیلئے تصوف پر مکمل یقین تھا۔ انھوں نے ویدانت سے اتنا علم تو ضرور حاصل کیا کہ

خدا ایک ہے
اس کا کوئی شریک نہیں

ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ مایا اور فریب ہے۔ کبیر کا خدا ایک ہے جو اعلیٰ صفات کا حامل ہے۔ اس کا کوئی روپ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی شکل ہے۔ اسے مورتی یا جسمانیت میں محدود کرنا خدا کی لامحدودیت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اس نرا کار خالقِ کائنات کی عبادت بھکتی اور عقیدت سے کی جا سکتی ہے لیکن ان سب میں بندگی سب سے عظیم ہے۔ بھکتی کے لئے کسی شخصیت سے پرے خالقِ کائنات کو جسمانیت میں مقید نہ کرنے کے بجائے کبیر نے اسے علامتوں میں قائم کیا۔ انھوں نے خدا سے اپنا ذہنی رشتہ قائم کیا۔ خدا، استاد، راجہ، باپ، ماں، آقا، دوست اور شوہر کی شکل میں ہے۔ شوہر کا روپ قبول کرنے پر روح اس کا معشوق بن جاتی ہے۔ اسی عاشق اور معشوق کے تعلق سے جواز دوائی محبت دکھائی دیتی ہے اسی میں کبیر کی رمزیہ شاعری (رہسیہ واد) کی تشکیل ہوئی ہے۔ ان کی ذہنی عبادت میں نہ تو کسی عمل کی ضرورت ہے اور نہ مورتی یا جسمانیت کی۔ یہ اور بات ہے کہ کبیر نے اپنے خدا کے لئے اوتار وادی نام بھی قبول کیا ہے کیونکہ خدا کے نام بے شمار ہیں۔

کبیر کی شخصیت اور شعوری زاویۂ نگاہ اتنا متاثر کن تھا کہ ان کے افکار کی بنیاد پر ایک طبقہ اٹھ کھڑا ہوا جسے صوفیوں کے نام سے موسوم کیا گیا۔ کبیر کی شخصیت کے حوالے سے مشہور نقاد ڈاکٹر ہزاری پرساد رقمطراز ہیں:

"وہ سر سے پاؤں تک مست مولا، طبیعت سے درویش صفت، عادت سے سرکش، پیروکار کے سامنے شفیق، ظاہر پرستوں کے سامنے شاطر، دل کے صاف، دماغ کے درست، اندر سے نرم، باہر سے سخت، پیدائش سے صادق اور عمل سے سراپا بندگی کے لائق تھے۔"

اس طرح کبیر کی شخصیت اپنے آپ میں منفرد اور جامع تھی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر رام کمار ورما رقمطراز ہیں:

"ہندو اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ پرستی کے حدود کو توڑ کر انھیں ایک ہی فکری بہاؤ میں بہالے جانے کی قوتِ بیکراں کبیر کی شاعری میں موجزن تھی۔ انھوں نے آزادانہ اور نڈر خیالات سے اصلاح کی ایک نئی راہ دکھائی۔ ان کے منفرد نظریات نے انھیں زندہ و جاوید اور آفاقی بنا دیا۔"

کبیر کے درج ذیل اشعار (دوہے) سے ان کے عقائد و نظریات کی توثیق ہوتی ہے

ایسا یہ سنسار ہے جیسا سیمر پھول
دن دس کے بیوہار میں جھوٹے رنگ نہ بھول

(ترجمہ: یہ دنیا ایک سیمر کے پھول کی مانند ہے لہٰذا دن دس کے تعلق میں انسان کو اپنی حقیقت کو ہرگز بھولنا نہیں چاہیئے)

ناری کے جھائیں پرت اندھا ہوت بھجنگ
کبیرا تن کی کون گتی بت ناری کے سنگ

(ترجمہ: عورت کی پرچھائیں انسان کے تمام حسی اعضاء کو بے ہوش کر دیتی ہے اور وہ جو دن رات عورت کی صحبت میں رہتا ہے اس کی زندگی کی انفرادیت یقیناً غیر یقینی ہے)

مایا مہا ٹھگنی ہم جانی
ترگن پھانس لئے کر ڈولے، بولے مدھری بانی

(ترجمہ: دنیا کی محبت ایک جعلساز عورت کی مانند ہے یعنی دنیا کی ہر شئے فریب دینے والی ہے جو پیار اور میٹھے بول سے انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔)

کبیرا یہ گھر پریم کا خالہ کا گھر ناہی
سیس اتارے بھوئیں دھرے جا پیٹھے گھر ماہی

(ترجمہ: یہ دنیا سچی محبت اور شفقت کی جگہ ہے جہاں دلوں کی سچائی ہمیشہ اپنی انفرادیت قائم کر لیتی ہے لیکن جو لوگ جھوٹے ہیں وہ ہمیشہ پشیماں رہتے ہیں۔ دربار الٰہی میں دلوں کی سچائی ہی انسان کو اولیت بخشتی ہے)

گرو گوبند دواؤ کھڑے کاکے لاگوں پائے
بلی ہاری گرو آپنی، گوبند دیو بتائے

(ترجمہ: استاد اور اللہ میں استاد کا مرتبہ ہمیشہ اوّل ہے کیونکہ استاد اللہ اور اس کی رحمانیت و ربوبیت کا احساس دلاتا ہے)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کبیر کو وحدانیت پر ایمان ہے۔ وہ ایک ہی خدا کو سب کے مالک مانتے ہیں۔ وہ اس دنیا کو اس ایک خالق کی تخلیق تصور کرتے ہیں جس نے سبھوں کو پیدا کیا۔ خدا نے سبھوں کے لئے دنیا میں ہزاروں نعمتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی مخلوق ان سے مستفید ہو سکے۔ لیکن سماج کے مفاد پرست عناصر نے ان کو مختلف حالوں میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ دنیا کی نعمتوں اور دولتوں سے تنہا مستفید ہو سکے۔ کبیر نے مساوات کی تعلیم دی اور تفریق و نفرت کی جگہ محبت و اتحاد کے پیغام کو عام کیا۔ ان کا یہ طریقۂ عمل ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے۔ ■

بقیہ: کبیر ایک سرسری جائزہ از پروفیسر حمید رصعت

بھی ایسی ہی استعمال کرتے تھے جن کا روزمرہ کی زندگی سے علاقہ ہو۔

سائیں میرا بانیا سہج کرے بیوپار
بن ڈانڈی بن پالڑے تولے سب سنسار

ان کی زبان عوامی تھی اور مثالیں بھی عوامی بول چال سے اخذ کی ہوئیں، کمہار کی مٹی، بنئے کا تولنا، کیول کا کھلنا، بید کا سفر دیکھنا، چندن کی خوشبو، وغیرہ بے تکلف نظم کرتے ہیں۔ وہ الفاظ کی صحت پر دھیان نہیں دیتے تھے جو لفظ عوام میں جس طرح رائج تھا اسی طرح نظم کر دیتے تھے اور کبھی کبھی نظموں کی ضرورت سے لفظوں کو توڑ مروڑ بھی ڈالتے تھے۔ ماہر لسانیات ان کی زبان کو برج بھاشا، کھڑی بولی، پنجابی اور راجستھانی کا مشترکہ روپ مانتے ہیں، لیکن خود وہ اپنی زبان کے بارے میں کہتے ہیں کہ "میری زبان پوربی ہے"۔

اس بات پر کبیر کے تمام ناقد متفق ہیں کہ کبیر کی شاعری میں اردو اور فارسی کے الفاظ کی بھرمار ہے لیکن، کبیر کیا ہندی کے شاعر تھے، عام طور پر کبیر ہندی کے شاعر تھے ذرا سا مشکل دکھتا ہے"، اردو کا ایک مکمل باغی شاعر" کبیر"، کے مصنف بلجیت سنگھ مطیر نے ایک شعر پیش کرتے ہوئے اس بحث کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔

کبیرا ایٹھوا دور کر پستک دیؤ بہائے
باون اکھر سودھ کر رے الف میم چت لائے

دوسرے مصرع میں "رے الف میم" کا مطلب ہے رام۔ رے الف میم اردو کے حروف ہیں۔ اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبیر اردو کے شاعر تھے۔ ان کا کلام دیوناگری میں نہیں بلکہ اردو رسم خط میں تھا۔ ■■

بقیہ: کبیر، صفحہ نمبر ۱۰۳ کا

انسانی کی جداگانہ انفرادیت کا قائل تھا، جسے وصال الٰہی کسی علم یا رسمی عبادت کے ذریعے سے نہیں بلکہ عشق کے ذریعے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے سادہ مثالوں اور روزمرہ کی زندگی سے گہرے تعلق کی مدد سے اپنے عقائد ایسی شکل میں پیش کئے کہ ان پڑھ لوگوں نے، جن پر اس کے پیروؤں کی اکثریت مشتمل نظر آتی ہے انھیں بلا تامل قبول کر لیا۔
(ماخوذ از اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ دانش گاہ پنجاب، لاہور)



صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جائے

پروفیسر عرشی نقوی

ہر دور میں ایسے بھی انسان پیدا ہوتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد انسانی ترقی کے لئے آپسی اتحاد اور محبت کو فروغ دینا رہا ہے۔ کبیر بھی ان ہی عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کا مقصدِ حیات پیغامِ محبت کو عام کرکے سماج میں پھیلی ہوئی بے جا نفرتوں اور کدورتوں کو ختم کرنا تھا۔ ان کی شخصیت اپنے دور میں ایک مصلح کی سی تھی۔ انھوں نے اپنے رہن سہن، طور طریقے اور گفتار سے ملک میں پھیلی ہوئی طبقاتی کشمکش اور مذہبی جھگڑوں کو کم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کے سلسلے میں بے شمار قصے سننے کو ملتے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسلمان صوفی ہونے کے باوجود ماتھے پر تلک لگاتے تھے اور جسم پر جنیو پہنتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک کا سفر کیا لیکن ہر جگہ اپنے پیروکاروں اور مریدوں کو انسانی محبت کی تعلیم دی۔ ان کے نزدیک رنگ روپ، ذات پات اور مذہب و ملت کے حالوں میں انسان کو مقید نہیں ہونا چاہئے۔ انھوں نے انسانی عظمت سے آگے مقامی تقدس کو بھی کمتر سمجھا۔ لہذا وہ اپنے ایک دوہے میں فرماتے ہیں ؎

کیا کاشی کیا اُوسر مگھر رام ہردے بس مورا
جو کاشی تن تجے کبیرا رامے کون ہنورا

یعنی کبیر کے نقطۂ نظر سے کاشی اور مگہر دونوں استھان برابر ہے۔ یہ نہیں کہ کاشی میں مرنے والے کو مکتی ہو جائے اور مگہر میں مرنے والا دوبارہ گدھے کی صورت میں جنم لے۔ اگر انسان کے دل میں اپنے محبوب حقیقی سے سچی محبت ہے تو اس کا ماننے والا خواہ کسی بھی جگہ مرے اسکو نجات حاصل ہوگی چنانچہ کبیر کے بارے میں ملتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس مگہر میں لی۔

کبیر اپنے مریدوں کو انسان سے محبت اور پریم کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انسان کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خواہ وہ کسی بھی ذات اور مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ اس کے دکھ درد اور غم میں برابر کا شریک ہو کیونکہ انسان کا دل کعبہ ہے اور کعبہ کو ٹھیس پہنچانا گویا خدا کی نافرمانی کرنا ہے چنانچہ کبیر اپنے اس دوہے میں فرماتے ہیں ؎

سرگن کی سیوا کرو، نرگن کا کرو گیان
نرگن سرگن کے پرے، تہیں ہمارا دھیان

کبیر نے زندگی کے کسی بھی موڑ پر اپنے کسی بھی مرید کو ایسی تعلیم نہیں فرمائی جس سے انسانی برادری میں تفرقہ پیدا ہو بلکہ وہ اپنے مریدوں میں اکثر کہتے کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ شاہراہ ہیں لیکن اس پر چلنے والوں کی منزل ایک ہے۔ یعنی رام اور رحیم ایک ہیں۔ یہ وہ رام نہیں ہے جو سیتا کا شوہر اور راجہ دسرتھ کا بیٹا ہے بلکہ "رام" "رحیم" کا ہندوی نام ہے۔ یہی اللہ ہے جو ہمہ صفات ہے۔ ماورائی بھی ہے اور سریانی بھی جس کی کوئی شکل نہیں ہے۔ جو ہر جگہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر کبیر کے دوہے ملاحظہ ہوں ؎

بھائی رے دوئی جگدیش کہاں تے آیا کہو کونے بھرمایا
اللہ، رام، کریما، کیشو، ہری، حضرت نام دھرایا

وہی مہادیو وہی محمد برہما آدم کہیے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک زمین پر رہیے
وید کتیب پڑھیں وہ کتبے وے ملنا وے پانڈے
بیگر بیگر نام دھرایا ایک مٹیا کے بھانڈے
ہندو ترک کی راہ ایک ہے ستگورو یہے بتائے
کہے کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہوں خدائے

تاریخ کے اوراق میں کبیر کے بارے میں یہ بھی ملتا ہے کہ انھیں ہندو یا مسلم نام رکھنے سے بھی انکار تھا کیونکہ وہ ہر مذہب

اور ہر ذات سے یکساں پیار کرتے تھے۔ وہ انسان کی حقیقت سے واقف تھے ؎

ہندو کہو تو میں نہیں، موسلمان بھی ناہیں
پانچ تتو کا پوتلا گیبی کھیلے ماہیں

کبیر نے جہاں باہمی محبت اور ایکتا کی بات کی ہے وہاں ہندو اور مسلمان میں پھیلی ہوئی شرک اور بدعت کی کھلی مخالفت بھی کی ہے۔ وہ انسان کی ظاہر پرستی کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ دکھاوے کی عبادت اور بت پرستی دونوں کے خلاف آواز بلند کی۔ دراصل وہ انسان کو مذہبی استحصال کا شکار دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں ؎

سر جانے صاحب کیسا ہے :: ملا ہو کر بانگ جو دیوے
کیا تیرا صاحب بہرا ہے :: کیڑی کے پگ نیور باجے
سو بھی صاحب سنتا ہے
مالا پھیری تلک لگایا :: لمبی جٹا بڑھتا ہے
انتر تیرے کفر کٹاری :: یوں نہیں صاحب ملتا ہے

کبیر کا خیال تھا کہ مندر، مسجد اور گردوارے وغیرہ میں ایک ہی خدا کی حکمرانی ہے۔ لہٰذا اس کے بھگتوں کو آپس میں میل محبت اور پریم کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے۔ انھوں نے اپنے مریدوں اور بھگتوں پر اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ محبت اور پریم کا اصل حقدار وہی خدائے واحد ہے جو ہر ذی روح میں موجود ہے اس لئے اس کے بندوں سے محبت کرنا دراصل خدا سے پریم کرنا ہے۔ کبیر کے یہ چند دوہے ملاحظہ ہوں ؎

صاحب میرا ایک ہے دوجا کہا نہ جائے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رسائے
نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جائے
مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

کبیر جہاں بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کا درس دیتے ہیں وہاں اس کے اظہار کے لئے بھی ایک ایسی زبان کا سہارا لیتے ہیں جو شمال سے جنوب تک عوام میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ انہوں نے

اپنے آپ کو کسی ایک بولی یا زبان تک محدود نہیں کیا بلکہ اپنے پیغام کو عام کرنے کے لئے پنجابی، بھوجپوری، کھڑی بولی، بنگالی، راجستھانی، بھاشا اور عربی و فارسی کے بے شمار الفاظ کو اپنی شاعری کے لئے استعمال میں لایا اور اس طرح مختلف زبانوں کے الفاظ کو اپنے کلام میں استعمال کرکے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ زبان کی سطح پر بھی کوئی بھید بھاؤ نہیں رکھتے بلکہ یکتا اور بھائی چارگی کو برقرار رکھتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ کبیر جیسے انسان پرست اور قومی یکجہتی کے علمبردار شخص کی موت کے بعد اس کے مریدوں اور بھگتوں نے انھیں دو مذہبی خانوں میں بانٹ دیا جو کبیر کے پیغام انسانیت کے خلاف ہے۔

آج کے دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مذہبی عقائد، ذات پات اور علاقائی عصبیت سے بالاتر ہو کر ان کے پیغام محبت کو عام کریں۔ اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر ایک ایسی دنیا کی تعمیر کریں جہاں انسانیت سب سے مقدم ہو اور محبت زندگی کی شرط اوّل ! ■■

بقیہ: کبیر کی صوفیانہ شاعری از اشرف احمد جعفری

ہے، جہاں نفرت ہے وہاں موت ہے اور جہاں جذبۂ عفو ہے وہاں خود اپنا اثبات۔ بہ الفاظ دیگر ؎

میں چھما صاحب اد بچے الکھ ورشٹ تب ہوئے
بنا سیل پہنچے نہیں لاکھ کتھے جو کوئے

یعنی بندگان خدا سے بنا محبت کئے خدا تک رسائی ممکن نہیں کیونکہ

من کے ہارے ہار ہے، من کے جیتے جیت
کہہ کبیر پیو پایئے من ہی کی پرتیت

اور اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر لاکھ اخلاقی کتابیں پڑھ لی جائیں۔ کچھ حاصل ہونے والا نہیں کیونکہ ؎

پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا پنڈت ہوا نہ کوئے
ڈھائی اچھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے

الغرض انسانیت ہی اس کا مذہب تھا، اور اسی کی تبلیغ ہی اس کی شاعری کا مقصد۔ ■■



مسی کاگد چھوؤیو نہیں

نسیم عزیزی

ایک سچے اور کامیاب فنکار کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادب کے اعلیٰ قدروں کی عمل پاسداری کرے۔ اس کی تحریروں اور کارناموں میں اس کی شخصیت و کردار کی حقیقی تصویریں جلوہ گر ہوں۔ وہ ایسے تجربات و مشاہدات کو تخلیقی شہ پاروں میں منتقل کرتے وقت حق گوئی اور بے باکی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ایسے احساسات کو الفاظ کا جامہ پہناتے وقت کسی قسم کی جانب داری سے اجتناب کرے اور تخلیقات میں بھی التزام ملحوظ رکھتے ہوئے صداقت بیانی کو مصلحت کی آنچ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ محولہ بالا باتوں کی روشنی میں جب ہم کرم ویر یعنی داس کبیر کے شعری جواہر پاروں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں اس البیلے اور مستانے شاعر کی شاعری میں جگہ جگہ زندگی کے مثبت رد عمل کا برملا اظہار اور حق بیانی کی بازگشت واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ کبیر داس کے سلسلے میں عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سنت کوی تھے اور صوفیانہ شاعری ہی دراصل ان کی شناخت کا واحد ذریعہ ہے۔ ان کی شاعری میں بہ حرف صوفیوں، سنتوں، سادھوؤں کے دلوں کی آوازوں کی کارفرمائی متوجہ کرتی ہے بلکہ عام انسانوں کے دلوں کی دھڑکنیں بھی صاف طور پر سنائی دیتی ہیں۔ ان کی شاعری میں لوگوں کے مسائل کا حل جا بجا نظر آتا ہے۔ ان کا قلم پیغام انسانیت کو ہر شئے پر مقدم متصور کرتے ہوئے اسے لوائے سحر گاہی سے تعبیر کرتا ہے۔ انسانیت کے پیغام کو آفاقی سمجھتے ہوئے انھوں نے اپنی شاعری کو انسانوں کے احساسات و جذبات کی ترجمانی کا آلۂ کار سمجھا اور حتی المقدور کوشش کی کہ انسان ایک دوسرے کے کام آئے۔ مذہب، ذات پات، رنگ نسل، زبان، قوم، برادری سے بالاتر ہو کر ایک مثالی معاشرے کی بنیاد ڈالے۔ تفریق و امتیاز، نفاق و نفرت کی لعنتوں سے پرہیز کرے۔ دھرم کے نام پر سماج میں پائی جانے والی بدعنوانیوں، بے قاعدگیوں، مذموم رسموں کا ارتکاب کرنے والی مفاد پسند قوتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہی ان کے قلم کا شیوہ رہا ہے۔ ان کے نعلق خامہ سے باغیانہ لہجے کی جھنک صاف سنائی دیتی ہے۔ انھوں نے سماج کے نام نہاد ٹھیکیداروں کے خلاف علم احتجاج اٹھایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عام انسانوں کے دلوں اور ذہنوں کو جھنجھوڑنے کیلئے استعارہ، کنایہ، اشارہ، تمثیل وغیرہم سے مکمل طور پر احتراز کرنے کا عمل ہی مقصد برآوری کے لئے ممد ثابت ہو سکتا ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے افکار و خیالات کی ترسیل کے لئے طرز ادا کی بنیاد سیدھے سادے پیرائے پر رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف ان کی شاعری کو جہاں عامۃ الناس کا اکثریتی طبقہ بنظر استحسان دیکھ رہا تھا اور ان کے عمدہ اسلوب پر فریفتہ ہو رہا تھا، وہیں دوسری طرف ان لوگوں میں بے چینی اور غم و غصہ کی لہر پائی جا رہی تھی جو بھولے بھالے عوام کو مذہب، ذات پات، زبان و قوم کے نام پر فریب دے رہے تھے اور ہر طرح سے ان کا استحصال کر رہے تھے۔

کبیر داس کی سنہ پیدائش کے سلسلے میں وثوق کے ساتھ کہنا جتنا دشوار طلب ہے۔ اتنا ہی ان کی وفات کے ضمن میں بتانا مشکل ہے تاہم روایت کے مطابق کبیر کا جنم بنارس میں ہوا۔ حالانکہ بنارس گزیٹیر میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بیلہرا میں ان کی پیدائش کا پتا ملتا ہے۔ کبیر داس نے خود کہا ہے ؎

چودہ سو پچپن سال گئے چندروار ایک ٹھاٹھ ٹھئے
جیٹھ سُدی برسات کو پورنماسی تیتھی پرگٹ بھئے

ویسٹ کوٹ نے اپنی تصنیف "کبیر اور کبیر پنتھ" میں ان کی سنہ پیدائش کو قابل اعتبار نہیں ٹھہرایا۔ حالانکہ یہ امر دلچسپ ہے کہ انھوں نے اپنے موقف کی حمایت میں جو دلیل پیش کی وہ بھی حقیقت کے موافق نہیں پڑتی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر ہنٹر، شیام سندر، ڈاکٹر ماتا پرساد گپت وغیرہم نے بھی سنہ پیدائش سے اختلاف کیا لیکن ان لوگوں نے اپنے موقف کی دلالت کا ثبوت نہیں دیا۔ نتیجہ کے طور پر اکثر اہل علم کی متفقہ رائے کو تسلیم

کرتے ہوئے ۱۳۹۸ء کو ان کی پیدائش کا سال قرار دیا جانے لگا۔

کبیر خود کو خدا کا بندہ مانتے تھے۔ انھیں خدا کی وحدانیت اور قادر مطلق ہونے کا یورا یقین تھا۔ معبود حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے انسانی محبت کو مقدم جانا۔ انھوں نے خدا کو صاحب بھی کہہ کر پکارا ہے۔ ان کا ایمان تھا کہ صانع حقیقی کا جلوہ ہر شئے میں موجود ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اس کا نہ کوئی رنگ ہے نہ روپ ؎

دیہی ماہیں بدیہہ ہے صاحب سرت سروپ
اننت لوک میں رم رہا جاکے رنگ نہ روپ

مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان معمولی باتوں پر پیدا ہونے والی فرقہ وارانہ کشیدگی اور دونوں فرقوں کے افراد کو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے دیکھ کر کبیر افسردہ خاطر ہو جاتے۔ اپنے اپنے رب کی برتری اور افضلیت کو ثابت کرنے کے لئے دونوں قومیں جس طرح نفرت و تصادم کے مواقع پیدا کر رہی تھیں وہ کسی بھی طور پر کبیر کے لئے قابل برداشت نہ تھا لہٰذا وہ کہتے ہیں ؎

ہندو کہیں موہی رام پیارا
ترک کہیں رحیمانا
کبیرا لڑی لڑی دو ؤ موئے
مرمن کا ہو نہ جانا

جیسا کہ سطور بالا میں عرض کر چکا ہوں کہ کبیر نے انسانیت کے پیغام کو انسانی زندگی کا ماحصل بتایا ہے، انھوں نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور محبت و اتحاد کے جذبے کی قدر کی۔ انھوں نے فرقہ پرستی کی سخت مذمت کی۔ انھوں نے تفریق و امتیاز کے اصول سے انحراف کیا۔ ایک طرف جہاں انھوں نے مورتی پوجا کی مخالفت کی تو دوسری طرف صرف مسجد میں خدا کی موجودگی کی وکالت کو رد کیا۔ بھگوان کے ان نام نہاد بھگتوں کو بھی پھٹکارا جو اپنے دلوں اور ذہنوں سے کدورت، نفرت، ریاکاری، فریب، مکاری کے احساسات و جذبات کو ختم نہیں کرتے اور لوگوں پر اپنا رعب جمانے کے لئے تلک دھاری بنے پھرتے ہیں ؎

مالا پھیری تلک لگایا لمبی جٹا بڑھاتا ہے
انتر تیرے کفر کٹاری یوں نہیں صاحب ملتا ہے
کانکر پاتھر جوری کے مسجد لئی چنائے تا چڑھی ملا بانگ دے کیا بہرہ ہوا خدائے

پاہن پوجے ہری ملے، تو میں پوجوں پہاڑ
تاتے یہ چاکی بھلو، پیس کھائے سنسار

کبیر آدمی سے اس کی ذات پات، نسل و زبان، مذہب و عقائد سے متعلق کچھ پوچھنے کو کار زیاں تصور کرتے تھے۔ وہ کسی قسم کے امتیاز کے قائل نہ تھے۔ ان کی نظر میں سب ایک ہیں اور انسانیت کی عظمت مسلّم ہے۔ انسان کو بحیثیت انسان پہچاننے کے لئے وہ اس بات پر زور دیتے ہیں ؎

جاتی نہ پوچھو سادھو کی، پوچھ لیجئے گیان
مول کرو تلوار کا، پڑا رہن دو میان

یہ امر دلچسپ ہے کہ کبیر تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ انھوں نے اپنے ناخواندہ ہونے کا اعتراف بھی کیا۔ ان کے والدین نیرو یا نوری / نیمہ نے ان کی پرورش کی۔ ان کے استاد کے بارے میں بھی کچھ عجیب قصہ ہے کہا جاتا ہے کہ راما نند نے کبیر کو شاگرد بنانے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ نچلی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک روز کبیر ندی کی گھاٹ پر لیٹ گئے جہاں راما نند روزانہ غسل کرنے آتے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے ان کا پاؤں کبیر پر جا پڑا۔ وہ فوراً "رام رام" کہہ اٹھے۔ کبیر کو وہیں سے خود کو شاگرد کہلانے کا سنہرا موقع مل گیا۔ یہی سبب ہے کہ اس قصّے سے کبیر کے ہندو ہونے کے مفروضے کو کافی تقویت پہنچتی ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں کسی پیتامبر پیر کا ذکر ہے جنہیں کبیر کا استاد سمجھا گیا ہے حالانکہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ان کے شاگرد رہے ہوں گے البتہ ان کا احترام ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ بہرحال کچھ محققین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کبیر نہ کبھی اسکول گئے اور نہ ان کا کوئی گرو تھا ؎

مسی کاگد چھیو نہیں، قلم گہیو نہیں ہاتھ
چار یوگ کا مہاتم، کبیر امکھہیں جنائی بات

داس جلاہا، نام کبیرا
بن بن پھروں اداسی

بُنّا تنتا تیاگی کے پریت چرن کبیرا
نیچ کُل جُلاہا بھیہو گو پنے گہیرا
کاسی میں پرگٹے داس کہائے نیرو کے گرہ آئے
راما نند کے شِشیہ بھئے، بھوساگر پنتھ چلائے

99

کبیر نے مختلف شہروں کی سیر و سیاحت کی۔ وہ سیلانی طبیعت
کے مالک تھے۔ اتر پردیش، گجرات، پنجاب، راجستھان، مالوہ بھی گئے۔
راجستھان میں مانکٹر پردیش کو دیکھ کر کافی متاثر ہوئے۔ اس پردیش
کے حکمراں کو لائق و فائق سمجھا۔ انہیں غریب پرور اور رعایا کا ہمدرد بتایا۔
خاص طور سے وہاں کے لوگوں کی خوشحالی دیکھ کر مسرور و شاداں ہوئے
اور اپنے احساسات کا اظہار کئے بنا نہ رہ سکے۔

مانکٹر دیش لوگوں کا گھر ہے
اس سے تو مالوہ دیش مہا گمبھیر
ڈگ ڈگ روٹی پگ پگ نیر

کبیر زیادہ تر سارس یا ملہریں بھی تھے۔ پیدائش کے وقت ہی
سے ان کی زبان پوربی تھی۔ کبیر کے ادب پر اودھی کا اثر نمایاں طور پر
دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کی زبان پر راجستھانی، مالوی، پنجابی،
بھوجپوری، برج، کھڑی بولی کا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر
درج ذیل مصرعے دیکھے جا سکتے ہیں ؎

اودھی . بیری کی ساری مرغ کھائی
حس تو لسی تو ہی کوئی نہ جائی

بھوجپوری . دل ٹھہر رورہ بہت ہے، راتی بہت ہیں کاٹے
پھول پھل پھوال مال جال کو پھل
پھولوا سی کیل بھورا نراسل

راجستھانی . کیا جالوں اس پیولوں، کیسے رہی رنگ
چھوڑیا چھالا پڑیا

برج . کون پوت تو کا کی باپ

کھڑی بولی . ایک اچنبھا ایسا بھیا گرد کے سد میں مری ارگی ہوگا

کبیر داس کو بالخصوص "دوہے" کے سبب آفاقی شہرت نصیب
ہوئی حالانکہ دوہوں کے علاوہ انھوں نے سیکڑوں شبد، گیت، نظمیں،
دھرم سنگیت وغیرہ سپرد قلم کروائے۔ ان کی شعری کاوشوں پر خامہ فرسائی
کرنے کے لئے ایک طویل دفتر کی ضرورت ہوگی۔ تاہم اس مختصر سے جائزے
میں جو چیز حد درجہ متاثر کرتی ہے وہ یہ کہ انسان نوازی کو انھوں نے
عملی طور پر برتنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ذات پات کے بھید بھاؤ
سے وہ ہمیشہ بالاتر رہے۔ وہ انسانیت کے علمبردار تھے۔ عوام کے مسائل
کو نہ صرف وہ سمجھتے تھے بلکہ اپنی تحریروں میں ان کی عکاسی کرنا اپنا ادبی
فریضہ سمجھتے تھے۔ ان کے لہجے میں احتجاج کی گونج جگہ جگہ سنائی دیتی ہے۔
عوام کے دلوں میں گھر کرنے والا یہ شاعر آج خواص میں بھی اتنے ہی احترام
کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو کسی بھی شاعر کے لئے باعث انبساط ہے
اور ساتھ ہی ساتھ کبیر کو زندگی کا شاعر ہونے کی بشارت ملتی ہے۔
کبیر داس نے اپنے دوہوں میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے کبھی
کاغذ کو ہاتھ نہیں لگایا (مضمون کا عنوان بھی یہی ہے) لیکن اس کے
باوجود انھوں نے اتنا کچھ لکھا یا اپنی تخلیقات دوسروں سے لکھوائیں
یقیناً ہمیں حیرت میں ڈالتا ہے کہ زندگی کے اس امر گلوکار نے اپنی شاعری کے گلستاں
میں کیسے کیسے گل بوٹے کھلائے ہیں اور جس کی مہک آج بھی ہمارے دل و دماغ کو معطر کرتی ہے۔ ●●

بقیہ .. بھگتی تحریک کا سب سے بڑا شاعر کبیر از جمیل حالی

رہیں بسوختن روئے اورد و مسلماں بگورستان بودن۔"
گرو گرنتھ میں جہاں اور سنتوں کا کلام ملتا ہے وہاں کبیر کا بھی
بہت سا کلام موجود ہے۔ دوہے کا نام لیتے ہی کبیر کا نام ذہن میں
آجاتا ہے۔ گرو نانک (۱۴۶۹ء — ۱۵۳۸ء) اور ان کے جانشین بنیادی
طور پر کبیر ہی کے مسلک کے پیرو ہیں۔ کبیر کی فکر نے گرو نانک کے فکر اور
خیال کو جنم دیا جو رفتہ رفتہ ایک نئے مذہب کی شکل میں ڈھل گئے ●●
(منقولہ تاریخ ادب اردو (حصہ اول))

بقیہ: کبیر بانی کا فکری پس منظر از ابوذر ہاشمی

ادھر ادھر تلاش کرتا ہے جس طرح ہرن اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ
نافہ اس کے جسم میں ہے اور وہ گھاس میں ڈھونڈھتا ہے)
اس طرح کبیر بانی جب سلمانی سے مس کرتی ہے تو بھی ویدانت کے فلسفہ آواگون
مکتی، نروان کے حصار میں ہوتی ہے اور جب مورتی پوجا، ذات پات، چھوت
چھات اونچ نیچ اور شرادھ وغیرہ کی ملامت کرتی ہے تو بھی عقائد کے عجائب
خانہ اور رسومات کے اسوہ سے ہندو دھرم کو مکتی دلانے کا فرض انجام دیتی
ہے اور اپنی قوت نمو بھی وہیں سے حاصل کرتی ہے۔ ●●



پھول مرجھا گیا خوشبو کا سفر جاری ہے

الماس شیخ

ہر عہد میں سیکڑوں لوگوں کے بیچ شاعر و ادیب بھی آئے لیکن احتساب کیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ ان میں معدودے چند کے علاوہ کوئی بھی آج زندہ نہیں۔ ایسے شعرا صرف اپنے عہد تک ہی سانس لے پاتے ہیں۔ اس کا عہد گزرتے ہی وہ بھی گزرا ہوا کل بن جاتے ہیں۔ اور اس کی تازگی اور اہمیت اس قدر کم ہو جاتی ہے کہ وہ تاریخ کے بکھرے اوراق میں بھی شامل نہیں ہو پاتے لیکن چند ایک ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے عہد میں کم اور اپنے آنے والے عہد میں زیادہ جیتے ہیں۔ ایسے شاعروں میں ایک اہم نام سنت کبیر کا ہے جن کا نام چھ سو سال کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد آج بھی تابندہ ہے۔ اس کی سب سے اہم وجہ شاید یہ ہے کہ ان کی شاعری دل کی شاعری ہے کیونکہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ اگر شاعر کا دل زندہ ہے تو شاعری بھی جاندار ہوگی۔ کبیر کی زندگی کے سرسری مطالعہ سے ذہن میں یہ احساس ابھرتا ہے کہ کبیر کو خدا نے محض اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا۔ حالی نے شاعری سے بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ "دنیا میں سیکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں آدمی ایسے پیدا ہوئے ہیں جن کو قدرت نے اسی کام (شاعری) کے لئے پیدا کیا تھا اور یہ ملکہ ان کی طبیعت میں ودیعت کیا تھا۔" کبیر بھی ایسے ہی شاعر ہیں جن کی طبیعت میں قدرت نے یہ ملکہ ودیعت کیا تھا۔ اسی لئے آج بھی احساس کا کبیر زندہ ہے۔ سردار جعفری اس حقیقت کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں: "حالات و واقعات کا کبیر زندہ نہیں ہے لیکن فکر و شعور کا کبیر، جذبے اور احساس کا کبیر، شعور و نغمے کا کبیر زندہ ہے۔"

یہ بحث صدیوں سے ہوتی رہی ہے کہ کبیر کا تعلق کس مذہب سے تھا۔ ایچ۔ ایچ۔ ولسن اور آر۔ جی۔ بھنڈارکر اسے ہندو مانتے ہیں جبکہ گریرسن کا نظریہ یہ ہے کہ اس نے اپنے خیالات عیسائی ماخذ سے حاصل کئے ہیں لیکن تحقیق کاروں کی تحقیق سے اب تک یہی بات واضح ہوئی ہے کہ کبیر کا جنم ایک براہمن گھرانے میں ہوا لیکن نشو و نما مسلمان جولاہے کے گھر میں ہوئی اور کبیر کو اپنے مسلمان جولاہا ہونے کا شدید احساس بھی تھا۔ انھوں نے اپنی تعلیم بھی مسلم صوفی اور اولیاء کے انداز میں دی لیکن اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان کی پرورش مسلم گھرانے میں ہوئی بلکہ ان کے سامنے مسلم صوفیوں کی تخلیقات بطور نمونہ تھیں۔ انہیں تخلیقات کے زیر اثر انھوں نے اپنے دوہے لکھے۔ اس لئے مسلم صوفیوں کا اثر ان پر نظر آتا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کبیر کا تعلق صرف مذہب اسلام سے تھا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس بحث پر ملکی سی روشنی ڈالی گئی ہے "وہ جہاں یوگیوں کی پیشہ وارانہ رہبانیت کو حقارت سے دیکھتا تھا وہاں کٹر مذہبی لوگوں کے عقاید و ضوابط سے بھی بے پرواہ تھا" ڈاکٹر تارا چند اس بات کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔ "وہ کبیر نے ایک آفاقی راہ والے مذہب کی طرف انسان کی توجہ پھیری .... کوئی ہندو ہو یا مسلمان اس مذہب سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ یہ کبیر کے مشن کا تعمیری پہلو تھا۔ کبیر خود کہتے ہیں کہ ان کا تعلق کسی خاص مذہب سے نہیں ہے۔ اچھے لوگ وہی ہیں جو مذہبی صحیفوں سے دور رہتے ہیں۔

ہندو کہو تو میں نہیں، مو سلمان بھی ناہیں
پانچ تتو کا پوتلا، گیہیں کھیلے ماہیں
اپنے بچارا سواری کیجئے
سہج کے پائڈے پاؤ جب دیجئے
جن کبیرا ایسے اسوارا
بید کتیب دو ہو تھے نیارا

ہمارے ملک میں لوگ صدیوں سے بھگوان کو پتھر کے روپ میں پوجتے آرہے ہیں۔ جبکہ یہ حقیقت خود ان پر آشنا ہے کہ یہ محض ایک پتھر ہے۔

کبیر کا کہنا ہے کہ ایک ایسے پتھر کی پوجا کرنے سے کیا حاصل جب وہ کسی کام کا نہیں۔ یہ صرف ایک جگہ پھولوں سے لپٹا ہوا پڑا رہتا ہے۔ جبکہ اس سے زیادہ اہمیت چکی کے اس پتھر کی ہے جو آٹے پیس کر

بھوکے انسانوں کا پیٹ بھرتا ہے۔

پاہن پوجے ہری ملے تو میں پوجوں پہاڑ
تے سے بھلی چاکی پس کھائے سنسار

کبیر دراصل مذہبی ظاہر داری اور بے معنی رسموں کے خلاف تھے۔ وہ سماج اور مذہب کے ٹھیکہ داروں پر جم کر حملہ کرتے ہیں۔ وہ ان کی کوشش بھی کو جھٹلاتے ہیں جو خود کو پاک باز، خدا کا نمائندہ اور اعلیٰ صفت سمجھتے ہیں اور ان کو یہ خوش فہمی مذہب کی موٹی موٹی کتابیں پڑھ کر ہو جاتی ہیں۔ ان کا ذہن آسمان کی سیر کرنے لگتا ہے۔ زمین سے جڑی چیزوں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی بھول جاتے ہیں کہ انسان ہی خدا تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ بے جان رسموں کی پابندی میں ان کا دل و ذہن مفلوج ہو جاتا ہے۔ جہاں عشق کی کلی کبھی نہیں کھلتی ؎

پوتھی پڑھ پڑھ جگ موا پنڈت بھیا نہ کوئی
ڈھائی اچھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئے

ان کے طنز کا شکار صرف پنڈت ہوئے بلکہ ملاؤں کی خام خیالی کا بھی خوب خوب مذاق اڑایا گیا ؎

کنکر پتھر جوڑ کے مسجد بنائی
تا چڑھ ملا بانگ دے کا بہرا ہوا خدائے
وہی مہادیو، وہی محمد برہما آدم کہیے
کوئی ہندو کوئی ترک کہاوے ایک زمیں پر رہیے

کبیر کے دوہے کا ایک خاص موضوع دنیا کی "بے ثباتی" ہے۔ یہ حقیقت ہر کسی پر عیاں ہے کہ یہ جہاں فانی ہے۔ اس لئے روزِ اوّل سے ہی ہر شاعر اسے موضوع سخن بناتا آیا ہے۔ کسی نے دنیا کو "مانند حباب" کہا ہے۔ کسی نے فریب ہستی کہہ کر اس کے دھوکے سے بچنے کی تلقین کی۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے "سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ" چاہے انسان جتنی بلندی کو چھو لے لیکن وہ وقت کو مات نہیں دے سکتا۔ وقت کے ساتھ ہر چیز خاک میں مل جائے گی۔ شیکسپیئر نے اپنی ایک نظم میں اس احساس کو یوں بیان کیا ہے ؎

Time will Come and take my love away

کبیر نے بھی اس بے ثباتی کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ جو بھی اس جہان میں آیا ہے اسے خالی ہاتھ ہی جانا ہے۔ اس کا ہر مال و اسباب دنیا میں ہی رہ جائے گا "اسباب لشارہ میں یاں ہر سفری کا"۔ اسی موضوع کو کبیر نے یوں کہا ہے ؎

چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دوئی پٹ بھیتر آئی ثابت گیا نہ کوئے
کل کرے سو آج کر، آج کرے سو اب
پل میں پرلے ہوئے گی بہیر کرے گا کب
مالی آوت دیکھ کر کلیاں کریں پکار
پھولی پھولی چن لئے کال ہماری بار
ہاڑ جلے جوں لاکڑی، کیس جلے جوں گھاس
سب تن جلتا دیکھ بھیا کبیرا اداس

کبیر دراصل اس پیغام کے ذریعے انسان کو دنیاوی ہوس سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ انسان جو مختلف مذاہب، عقائد اور خواہشوں کے جال میں پھنسا ہے۔ وحدانیت کے توسط سے ایک مرکز پر متحد ہو جائے کیونکہ اس کی ترقی اور خوشحالی کا یہی واحد وسیلہ ہوگا۔ کبیر کے نزدیک مذاہب عقائد سے اعلیٰ انسانیت ہے۔ انھوں نے انسانیت کے فروغ کے لئے محبت اور اتحاد کو پہلی شرط قرار دیا۔ اس طرح دیکھا جائے تو کبیر کی پوری شاعری عالم انسانیت کے لئے ایک پیغام ہے جو خالص محبت پر مبنی ہے۔

کبیر کی ضرورت اس عہد میں زیادہ ہے اور صرف اس عہد میں نہیں بلکہ ایک مضبوط و متحد سماج کے لئے آنے والا ہر عہد کبیر کو یاد کرے گا اور فکر و احساس کا کبیر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ■■

بقیہ: کبیر کی اہمیت از ڈاکٹر رام کمار ورما

بہت حد تک معدوم ہے یہی نہیں بلکہ دونوں برابری، زندگی کی سادہ روی، علم اور اطمینان کے مضامین پر مشتمل کتنے ہی اشعار محبت کے ساتھ مل جل کر گایا کرتے ہیں۔ کبیر نے صدیوں کی پریشان مزاجی کو دور کر کے سماج کے ہر فرد کو زیادہ سے زیادہ شائستہ بنا دیا ہے۔ انھوں نے سماج میں ایک انقلاب سا پیدا کر دیا تھا۔ دھرم کے نام پر کی جانے والی بدعنوانیوں کا مقابلہ کر کے عوام کی بولی کے ذریعے معاشرہ میں بیداری پیدا کر دینے میں کبیر کی حیثیت سب سے مقدم ہے۔ ■■



کبیر

کبیر پندرہویں صدی کا ایک ہندوستانی صوفی تھا۔ اس کے بارے میں ہندو اور مسلمان دونوں نے دعوی کیا کہ وہ ان کے مذہب کا پیرو تھا۔ اس سے ہندی دوہوں کی ایک کثیر تعداد منسوب کی جاتی ہے، لیکن ان کا مستند ہونا مشتبہ ہے۔ اسی طرح اس کے حالات زندگی کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اصل حقیقت افسانوی روایات کے نیچے دب کر رہ گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک مسلمان جلاہے کا بیٹا یا متبنی تھا اور ویشنو مت کے ایک مصلح راما نند کا چیلا بن گیا تھا۔ وہ بنارس میں راما نند کے چرنوں میں بیٹھتا اور ان مذہبی اور فلسفیانہ مباحث میں حصہ لیتا رہا، جن میں اس کا گرو برہمنوں اور صوفیوں کے ساتھ حصہ لیا کرتا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ ساہوکاری اس کی گزر اوقات کا ذریعہ تھی۔ اس نے شادی بھی کی تھی اور اس کے بچے بھی ہوئے۔ وہ جہاں یوگیوں کی بیشتر وارانہ رہبانیت کو حقارت سے دیکھتا تھا وہاں کٹر مذہبی لوگوں کے عقائد و ضوابط سے بھی بے پروا تھا، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ اس نے اپنے صوفیانہ عقیدے کے مطابق توحید الٰہی کے گیت گائے۔ اس کے باعث اسے جبر و تشدد کا ہدف بھی بننا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۴۹۵ء میں جب اس کی عمر ساٹھ برس کے لگ بھگ تھی اسے بنارس سے نکال دیا گیا۔ اس نے بالآخر ۱۵۱۵ء میں مگہر (ضلع بستی) میں وفات پائی۔ مشہور ہے کہ اس کی میت کی آخری رسوم ادا کرنے کے سلسلے میں اس کے ہندو اور مسلمان چیلوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا کیوں کہ ہندو اسے جلانا اور مسلمان دفن کرنا چاہتے تھے۔ جب انھوں نے وہ کپڑا اٹھایا جس سے لاش ڈھکی ہوئی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ میت کے بجائے پھولوں کا ایک ڈھیر پڑا ہے۔ ان میں سے نصف پھول ہندوؤں نے بنارس میں نذر آتش کر دیئے اور باقی نصف مسلمانوں نے مگہر میں سپرد خاک کئے۔ جہاں ان کی خانقاہ مسلمان کبیر پنتھیوں کے زیر نگرانی آج تک موجود ہے۔ کبیر کے معاصرین کی طرح عصر حاضر کے علماء میں بھی یہ اختلاف رائے موجود ہے کہ وہ ان دو مختلف مذہبوں میں کس کا پیرو تھا۔ ایچ ایچ ولسن (H H Wilson) (ص ۶۹، ۷۲) اور آر جی بھنڈارکر (ص ۶۹) اسے ہندو مانتے ہیں، اور جی۔ ایچ ویسٹ کوٹ G H Westcott (ص ۲۹) مسلمان گریرسن (G H Grierson) کا خیال ہے (۱۹۰۷ء، ص ۳۲۵، ۹۲، JRAS) کہ اس نے اپنے خیالات عیسائی ماخذ سے حاصل کئے تھے۔ ایک بے بنیاد خوش فہمی ہے اور اسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اس کے کلام کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسے منظم مذہب سے منسلک ہونے کی کوئی خواہش نہیں تھی:

اپنے بچارا سواری کیجئے
سہج کے پانڈے پاؤں دیجئے
جن کبیر ایسا اسوارا
وید کتیب دو ہوں تھے نیارا

(کبیر گرنتھاولی، بتصحیح شیام سندر داس، بار چہارم، سمت ۲۰۰۸/ ۱۹۵۱ء ص ۱۶) یعنی مجھ بچارے کو اپنی زین بنا لے دو اور عشق الٰہی کی رکاب میں پاؤں رکھنے دو۔ کبیر کہتا ہے کہ اچھے سوار وہی ہیں جو ویدوں اور قرآن مجید سے دور رہتے ہیں"۔ ایسے ہی اس نے اپنے کسی مذہبی یا فلسفیانہ نظام کو تشکیل دینے کی بھی کوشش نہیں کی۔ بایں ہمہ اس نے کسی خاص اوتار سے تعلق قائم کئے بغیر اپنے زمانے کی ویشنو دھرم کی تعلیمات کو عام کیا اور آزادانہ طور پر خدا کو رام، ہری، علی، یا اللہ کے نام سے پکارا۔ اس نے ہندو دھرم کے ظواہر، مثلاً جنیو، ذات پات کی تمیز اور مندروں میں پوجا پاٹ کی رسوم کو رد کر دیا۔ اسی طرح اسلامی اسناد و تاسیسات (مثلاً قرآن مجید، ختنہ، حج، ملّا، قاضی وغیرہ) کے بارے میں اس نے جو اشارے کئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اسے انھیں تسلیم کرنے سے انکار تھا۔ اس کے نزدیک خدا ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ روح

(باقی صفحہ ۹۵ پر)



کبیر شناسی

کبیر سے موسوم کتابوں کی فہرست

ٹی۔ رحمٰن

۱ ـــ آدی گرنتھ: سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ اس میں گورو نانک صاحب کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا کلام بھی درج ہے۔ کبیر صاحب کا بہت کچھ کلام اس میں ملتا ہے۔

۲ ـــ بیجک: کبیر صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن ہیں۔ سب سے مشہور وہ ایڈیشن ہے جس کو مہاراجہ وشوناتھ سنگھ والئی ریواں نے تالیف کرکے نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع کرایا تھا۔ اس میں کبیر صاحب کے کلام کی شرح بھی درج ہے اور اس کو وید و مذہب کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پادری احمد شاہ نے ایک ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں ہمیر پور سے شائع کیا تھا۔

۳ ـــ کبیر کسوٹی: کبیر پنتھ کے پانچ بزرگوں کی تصنیف ہے۔ کتابی باتوں کے علاوہ اس میں وہ احوال بھی درج ہیں جو کبیر پنتھیوں میں سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں۔ کبیر کسوٹی ۱۸۸۵ء میں بمبئی میں چھپی تھی۔

۴ ـــ کبیر بچناولی: مرتبہ پنڈت ایودھیا سنگھ جی اپادھیائے۔ یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا کی طرف سے منورنجن پستک مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۱۱۲ صفحوں کا ایک بسیط مقدمہ ہے اور باقی کتاب میں کبیر صاحب کا کلام درج ہے۔

۵ ـــ کبیر گرنتھاولی: مرتبہ بابو شیام سندر داس جی، بی۔ اے۔ یہ کتاب بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا کی گرنتھ مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۷۱ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے اور اس کے بعد کبیر صاحب کا کلام درج ہے۔

۶ ـــ نورتن: مرتبہ پنڈت گنیش بہاری مصر، پنڈت شیام بہاری مصر اور پنڈت سکدیو بہاری مصر۔ اس کتاب میں ہندی کے نو مشہور شاعروں کا ذکر ہے اور کبیر داس کے حالات مع ان کے کلام کے نمونوں کے درج ہیں۔

۷ ـــ کوِیتا کومدی: مصنفہ پنڈت رام نریش ترپاٹھی (ہندی مندر، پریاگ) اس کتاب کے پانچ حصے ہیں پہلے حصے میں پرانے ہندی شاعروں کا بیان ہے اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کا بھی ذکر ہے۔ دوسرا حصہ ہندی کے نئے شعرا کے متعلق ہے، تیسرے حصہ میں سنسکرت اور چوتھے میں اردو شعراء کا تذکرہ ہے۔ پانچویں حصے میں دیہات کے گیتوں کا دلچسپ مجموعہ ہے۔

۸ ـــ آئین اکبری: کے دفتر دوم میں صوبہ بنگال کے تحت میں کٹک کا بیان ہے، اسی سلسلے میں کبیر صاحب کا ذکر بھی آگیا ہے۔

۹ ـــ دبستان مذاہب: مصنفہ محسن فانی، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۱ء۔ اس کتاب میں مختلف مذاہب کا مفصل بیان ہے مثلاً پارسی، ہندو، یہود، نصاریٰ، اسلام وغیرہ۔ اس میں ویشنوؤں کے ذیل میں بیراگیوں کا حال لکھا ہے اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کے حالات بیان کئے ہیں۔

۱۰ ـــ خزینۃ الاصفیاء: مصنفہ مولوی غلام سرور ۱۸۶۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

۱۱ ـــ بھگت مال: یہ کتاب کئی سو برس ہوئے نابھاجی نے لکھی تھی۔ سوامی پریہ داس نے اس کی شرح لکھی۔ اس کے کئی ترجمے اردو میں ہوئے۔ رائے تلسی رام کا ترجمہ نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔ اس میں سیکڑوں بھگتوں اور سنتوں کے حالات درج ہیں۔

۱۲ ـــ رہنمایانِ ہند: مترجمہ بالو نارائن پرشاد ورما صاحب مہر تخلص۔ یہ کتاب ایک انگریزی کتاب برافٹس آف انڈیا

(Prophets of India) کا ترجمہ ہے۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے ۱۹۰۴ء میں اسے چھپوایا تھا۔ اب کمیاب ہے۔

۱۳۔ کبیر صاحب اور ان کی تعلیم :- از بابو شیو برت لال ورمن صاحب ایم اے، رفاہ عام اسٹیم پریس ۱۹۰۸ء۔

۱۴۔ کبیر جنم ساکھی :- مولفہ منشی محمد خلیل صاحب انصاری شاہجہاں پریس دہلی ۱۹۲۵ء مگہر میں کبیر صاحب نے وفات پائی تھی۔ مولف نے اس مقام کو خود جا کر دیکھا ہے اور وہاں کے چشم دید حالات لکھے ہیں۔

۱۵۔ پیمبرانِ سخن :- علی سردار جعفری کے ان طویل دیباچوں پر مشتمل کتاب ہے جسے مصنف نے دیوانِ غالب اور کبیر بانی کے لئے لکھا تھا۔ ہر دیباچہ بجائے خود ایک مکمل مقالہ ہے۔ کبیر پر لکھے گئے اس مقالہ کا عنوان ہے "کبیر: حرفِ محبت" ہے اس کے مطالعہ سے کبیر کی حیات و حالات کے وہ تمام پہلو ابھر کر سامنے آجاتے ہیں جو اہلِ اردو کی نظر سے پوشیدہ تھے (مملوکہ مغربی بنگال اردو اکاڈمی، لائبریری)

۱۶۔ شعرِ کبیر :- ڈاکٹر رام کمار ورما کی کتاب "کبیر پداولی" کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے اردو کے سانچے میں ڈھال کر ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ اس کے مشمولات میں ڈاکٹر ورما کے مقدمہ اور مترجم کے حواشی نے کتاب کی معنویت کو کافی بڑھا دیا ہے۔ کتاب میں کبیر کے پدوں کو مختلف راگ راگنیوں کے تحت کئی ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔

(مملوکہ مولانا آزاد کالج لائبریری، کلکتہ)

۱۷۔ کبیر صاحب :- ۱۵۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ۱۹۳۰ء میں الٰہ آباد ہندوستانی اکاڈمی نے شائع کیا۔ اس کتاب کے مصنف منوہر لال زتشی ہیں۔ کتاب میں کبیر کے حالاتِ زندگی کے ساتھ ان کی شاعری اور تعلیم و تلقین پر بھی مدلل بحث کی گئی ہے۔ (مملوکہ نیشنل لائبریری کلکتہ)

۱۸۔ اردو کا مکمل بانی شاعر کبیر :- بلجیت سنگھ مطیر کی لکھی اس کتاب کو کاپا پبلی کیشنز، ہریانہ نے ۱۹۸۴ء میں شائع کیا۔ مشمولات ہیں، کبیر صاحب کے حالات، کبیر صاحب کی وراثت۔ مذہبی تناظر میں "کبیر صاحب" کی شاعری کا فکری پہلو، اسلوب، کبیر بانی کا لسانیاتی تجزیہ، کبیر بانی کا رسم الخط۔ اردو، دوسرے شعراء پر کبیر صاحب کے اثرات، انتخاب کلام کبیر۔

(مملوکہ نیشنل لائبریری کلکتہ)

۱۹۔ کبیر وچناولی :- کبیر کے دوہوں اور پدوں پر مشتمل یہ کتاب ساہتیہ اکاڈمی کی ہے جسے ہری اودھ نے مرتب کیا اور سرسوتی سرن کیف نے سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ اس میں ہری پرساد دویدی کا ایک طویل مضمون شامل ہے جو کبیر کی عظمت کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔

(مملوکہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری، کلکتہ)

۲۰۔ کبیر دوہاولی :- کبیر کے چیدہ چیدہ دوہوں کا اردو مجموعہ ہے جسے سوامی ستری نکلا نند نے مرتب کیا اور جنرل بک ڈپو لوہاری گیٹ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا اس میں کبیر صاحب کے مختصر سوانح حیات کے ساتھ ان کے ۸۸۱ دوہے مع معنی درج کئے گئے ہیں۔ بعد میں کبیر کے دوہوں کا دوسرا حصہ کبیر شبداولی کے نام سے اسی ادارے کے تحت شائع ہوا۔

(مملوکہ نیشنل لائبریری، کلکتہ)

۲۱۔ کبیر :- ڈاکٹر پارس ناتھ تواری کی یہ کتاب (۱۹۶۸ء) نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے زیر اہتمام قومی سوانح حیات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کو ایم کے درانی نے ترجمہ کیا۔ اس میں بال کرشن کیسکر کا دیباچہ، کبیر کے سوانح حیات اور ان کی بانیاں شامل ہیں۔

(مملوکہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری، کلکتہ)

۲۲۔ ہندوستانی ادب کا معمار کبیر :- ڈاکٹر پربھاکر ماچوے کی لکھی کتاب کا اردو ترجمہ ہے جسے ساہتیہ اکاڈمی نے شائع کیا۔ اس چھوٹی سی کتاب میں کبیر کے حالات، فلسفہ اور شاعری پر تفصیلی بحث شامل ہے۔

(مملوکہ اوڈیرن گورنمنٹ اسکول لائبریری)

۲۳۔ اردو شاعری میں دوہے کی روایت :- ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی کی اس کتاب میں کبیر پر بھی ایک طویل مضمون شامل ہے۔ اس میں الف نامہ از کبیر پر کافی مواد یکجا کئے گئے ہیں۔ اس کے ناشر اردو بک سنٹر علی گڑھ ہے اور سالِ اشاعت ۱۹۹۰ء ہے۔ (مملوکہ مولانا آزاد کالج لائبریری، کلکتہ)

۲۴۔ کبیر داس اور ان کی شاعری از مستی حسین مطبوعہ رسالہ "اردو" بابت جنوری ۱۹۴۳ء

۲۵۔ ہندی ادب کی بھگتی کال پر مسلم ثقافت کے اثرات :- مصنف ڈاکٹر سید اسد علی مترجم ڈاکٹر ماجدہ اسد اور ناشر ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی ہیں۔ اس کتاب میں ہندی شعراء کی عربی۔ فارسی آمیز شاعری کے ضمن میں کبیر کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس میں مثال کے طور پر کبیر کے کئی کلام پیش

کئے گئے ہیں۔ (مملوکہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری، کلکتہ)

کبیر پر چند انگریزی کتابیں

۲۶۔ ہوریس ہیمن ولسن (Horace Hayman Wilson):-
ایک مشہور انگریزی متشرق ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا نوکر ہو کے کلکتہ آیا اور مختلف عہدوں پر تعینات رہا، سنسکرت زبان سیکھی اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کا بیس برس تک سکریٹری رہا۔ اس نے ہندوؤں کے مذہب اور سنسکرت علوم کے متعلق مختلف مضامین اور کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ہے ایسیز اینڈ لیکچرز آن دی ریلیجن آف دی ہندوز۔ (Essays and Lectures on the Religion of the Hindus)۔ اس میں ایک مستقل باب کبیر پنتھیوں کے متعلق ہے۔

۲۷۔ جرمنی میں ایک سلسلہ تصانیف انسائیکلوپیڈیا آف انڈو آرین ریسرچ (Encyclopedia of Indo-Aryan Research) کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں سر رام کرشن گوپال بھنڈارکر کی ایک تصنیف وشنوازم شیوازم اینڈ ادر مائنر ریلیجس سسٹمس (Vaishnavism, Shaivism, and other Minor Religious Systems) کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے انیسویں باب میں کبیر صاحب کا بیان ہے۔

۲۸۔ سر ولیم ہنٹر کی تصنیف دی انڈین امپائر (The Indian Empire)۔ اس میں کئی باب ہندوؤں کے عقائد و رائض اور ہندو مذہب کے ارتقا کے متعلق ہیں۔

۲۹۔ کبیر اینڈ دی کبیر پنتھ (Kabir and the Kabir Panth) مصنفہ ریورنڈ جی، ایچ ویسکٹ مطبوعہ کرائسٹ چرچ مشن، کانپور ۱۹۰۷ء۔

۳۰۔ دی بیجک آف کبیر (The Bijak of Kabir) مرتبہ ریورنڈ احمد شاہ مطبوعہ ہمیر پور ۱۹۱۷ء

۳۱۔ کبیر کی ایک سو نظمیں۔ رابندرا ناتھ ٹیگور نے کبیر کی ایک سو پدوں کو انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کو میکمیلن اینڈ کمپنی نے ۱۹۱۵ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔

(مملوکہ نیشنل لائبریری، کلکتہ)

کبیر کے کلام پر مبنی دیگر کتابیں

اکھراولی : بلویڈیئر پریس، الہ آباد ۱۹۱۳ء
انوراگ ساگر : گلشن پنجاب پریس، بنارس، ۱۹۰۲ء
انوراگ ساگر : ویشولیشر پریس، بنارس ۱۹۴۹ء
آستابودھ : شنکرام داس سنہا، حیدرآباد ۱۹۰۱ء
بھاشت پرکاش : پرمانند سادھو مکوہ نور پریس، لاہور ۱۹۸۳ء
بیجک دانی : بہرام جی فیروز شاہ مدان، بمبئی ۱۹۱۰
لودھ ساگر : یوگالاسد (بھاگ ا تا ۶) وینکٹیشور پریس، بمبئی ۱۹۰۶ء
اکوتراشنک : وینکٹیشور پریس، بمبئی، ۱۹۲۰
ہنس مکتا شبداولی : لام لال دیال داس، سورت ۱۸۹۳ء
گیان سماج : گلزار ہند پریس، گڑگاؤں ۱۹۶۹ء
کافر لودھ : بھگوان داس رام جی، بھیولا ۱۸۹۲ء
کبیر درپن : سیت ولی، محمد پیر محمد، بمبئی ۱۸۹۸ء
کبیر گرنتھاولی: انڈین پریس الہ آباد، ۱۹۲۸ء
کبیر ساگر : یوگالانند وینکٹیشور پریس بمبئی ۱۸۰۶ء
رمینی : لائٹ پریس، بنارس ۱۹۶۸ء
شبداولی : گنپت داس، لکشمن داس بیٹیاری (ایم۔پی)
شبداولی : بلویڈر پریس، الہ آباد ۱۹۲۲ء
ستنک ٹیکا : اکھے رائے، کبیر چورا، بنارس ۱۹۰۱ء
اپدیس رتناولی : بھارت سندھو پریس علی گڑھ ۱۹۶۲ء
بیجک بھاشا : سدا پھل دیو کی ٹیکا، مکتی پستکالیہ، بلیا ۱۹۵۶
بیجک کبیر : وشو ناتھ سنہا کی ٹیکا، موہن لال بھارگو، لکھنؤ ۱۹۱۵
بیجک مول : بھارگو پستکالیہ، بنارس
کبیر : دیوگی ہری، نئی دہلی، سستا ساہتیہ منڈل، ۱۹۵۹ء
کبیر بیجک مول: پستک مندر، متھرا
کبیر دوہاولی : مہندر کمار جین، دکشن بھارت ہندی پرچار سبھا الہ آباد ۵۲
کبیر گرنتھاولی : پشپا پال سنگھ، اشوک پرکاش دلی ۱۹۶۲ء
کبیر صاحب کا بیجک گرنتھ بمن رام صاحب (سمارک) موتی داس چیتا داس، سولویہ کا پایا بڑودا، ۱۹۵۵
کبیر ساکھی سنگرہ : بلویڈیر پریس، الہ آباد، ۱۹۱۲ء

کبیر سنگر : سیتارام چترویدی، پانچواں ایڈیشن، ہندی ساہتیہ سمیلن الٰہ آباد ۱۹۶۴ء

کبیر و چنامرت : منشی رام شرما، دوسرا ایڈیشن، آچاریہ شکلا، سادھنا سدن، کانپور ۱۹۵۵ء

بیجک : ٹیکا پورن صاحب اور پرسودھت کاشی داس دوارا، لکشمی وینکٹیشور پریس، بمبئی ۱۹۳۶ء

ساکھی گرنتھ : ٹیکا مہاراج راگھو داس، دوسرا ایڈیشن، بابو بیج ناتھ پرساد بک سیلر، بنارس ۱۹۵۰ء

سمسکر بیجک گرنتھ : ہنومان داس، مصنف موتی داس، دوسرا ایڈیشن سوسلو یدہ کاریالیہ، بڑودا، ۱۹۵۰ء

سنت کبیر : ساہتیہ بھون، الٰہ آباد، ۱۹۴۳ء

سنت کبیر کی شبداولی : منی لال تلسی داس مہتا، وٹھل داس کھیم چند داس، احمد آباد، ۱۹۵۸ء

کبیر کا رہسیہ واد : ڈاکٹر رام کمار ورما، ساہتیہ بھون، چوتھا ایڈیشن، الٰہ آباد ۱۹۴۱ء

کبیر ساکھی سار : مصنف تارک ناتھ بالی ٹیکا راموشٹ، ولنود پستک مندر، آگرہ ۱۹۳۶ء

کبیر کے شبد : پستک مندر متھرا

کبیر وچناولی : ایودھیا سنگھ اپادھیائے ہری اودھ، دوسرا ایڈیشن ناگری پرچارنی سبھا، وارانسی ۱۹۴۰ء

کبیر گرنتھاولی : پارس ناتھ تواری ۷۵۸۱، مقالہ منظور شدہ الٰہ آباد یونیورسٹی، الٰہ آباد وشو ودیالیہ پرکاش ۱۹۶۱ء

ہندی میں کبیر پر لکھی گئی کتابیں

اگروال، تارک ناتھ : کبیر پریچے : کلکتہ ہیا نگیا ہندی پریشد ۱۹۵۱ء

بھٹ ناگر، رام رتن : کبیر ساہتیہ کی کھوج کا : رام نارائن لال، الٰہ آباد ۱۹۵۰ء

کبیر : دوسرا ایڈیشن، کتاب محل، الٰہ آباد ۱۹۵۵ء

چترویدی پرشورام : کبیر ساہتیہ کی پرکھ : بھارتی بھنڈار، الٰہ آباد ۱۹۵۴ء

بالی، تارک ناتھ : لوگعر رشنا : ولنود پستک مندر، آگرہ ۱۹۵۷ء

بھارت بھوشن : "سروج"، اور سرما، سری نواس : مہاتما کبیر، ہندی ساہتیہ سنسار دلی، ۱۹۵۸ء

دویدی، ہزاری پرساد : کبیر، دوسرا ایڈیشن، ہندی گرنتھ رتناکر، بمبئی ۱۹۴۷ء

دویدی، کیدار ناتھ، کبیر اور پنتھ، تل ناتمک ادھیاین، ہندی ساہتیہ سمیلن، الٰہ آباد ۱۹۶۵ء

گوڑ، راجیندر سمہا : سنت کبیر درشن، ساہتیہ بھون، الٰہ آباد ۱۹۵۵ء

گیتا سیو : کبیر ساہتیہ سمکت، نویگ پستک بھنڈار، لکھنؤ ۱۹۶۵ء

مینی دھرم پال : کبیر کے دھارمک وشواس، بھارتیند و بھون، چنڈی گڑھ

سرما سریام سنہا، کبیر ایک ویچن، ہندی ساہتیہ سنسار دلی ۱۹۶۰ء

شری واستو پرشوتم : کبیر ساہتیہ کا ادھیاین، ساہتیہ رتن مالا کاریالے بنارس ۱۹۵۱ء

تواری بھولا ناتھ : کبیر اور ان کا کاویہ، راج کمل دلی ۱۹۶۲ء

تری گنایت گووند : کبیر کی وچار دھارا، دوسرا ایڈیشن، ساہتیہ نکیتن کانپور ۱۹۵۷ء

ورما، رام کمار : کبیر کا رہسیہ واد، پانچواں ایڈیشن، ساہتیہ بھون، لمیٹڈ الٰہ آباد ۱۹۴۴ء

وجیندر اسناتک، کبیر : رادھا کرشن پرکاشن، دلی ۱۹۵۹ء

بقیہ :— مکمل باغی شاعر از لجیت سنگھ مطیر

کہتے ہیں ؎

کہے کبیر اک رام جپے رے ہندو ترک نہ کوئی

؎ آیا پرسم چاہیے تب دیکھے سرب سمان

یعنی دھن دولت عوام میں مساوی طور پر تقسیم کی جانی چاہئے۔ اس کے بعد چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہو جائے گی اور سب لوگ برابر نظر آنے لگیں گے (اس نظریہ کے پیش نظر کبیر صاحب کارل مارکس سے چار سو سال آگے کہے جا سکتے ہیں) دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

جیوں ماکھی سہد ہیں سہرے، جوڑ جوڑ دھن کینا

موئے پیچھے لیہو لیہو کرے، کھوت رہنے کیوں دیا

یعنی اگر شہد کی مکھی کی طرح آدمی میں دولت جمع کرنے کی عادت نہ ہو تو اقتصادی نابرابری اپنے آپ ختم ہو جائے گی۔

اسی لئے انھوں نے اپنی تعلیم میں سنتوں اور فقیروں کو تاکید کی تھی کہ ؎

سنت نہ باندھے گاٹھری، پیٹ سما تا لئی

یعنی سنت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی شئے کو جوڑ کر نہ رکھے فقط اتنا ہی حاصل کرے جس سے اس کا پیٹ بھر جائے اور وہ اپنے آپ کو زندہ رکھ سکے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کبیر صاحب مکمل باغی شاعر تھے۔ انھوں نے برہمنوں کے خلاف بھی بغاوت کی اور ملاؤں کے خلاف بھی۔ راجاؤں کے خلاف بھی بغاوت کی اور گمراہ کن مگر با اثر مذہبی فرقوں کے خلاف بھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے کہ ہندوستانی سماج کو مکمل بغاوت کے ذریعہ ہی دوبارہ ابھارا جا سکتا ہے (ماخوذ از کتاب "اردو کا مکمل باغی شاعر کبیر" ۱۹۸۴ء)



کبیر دوہاولی

(۱)

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے
بال نہ باںکا کر سکے جو جگ ویری ہوئے

ارتھ ۔ جس کی سائیں رکھشا (حفاظت) کرتے ہیں اس کو کوئی نہیں مار سکتا اگر تمام دنیا بھی اس کی دشمن ہو جائے تو بھی کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

(۲)

ایسی بانی بولیئے۔ من کا آپا کھوئے
اوروں کو سیتل کرے آپا سیتل ہوئے

ارتھ ۔ ایسی بات چیت کرنی چاہیئے جس میں غرور کا شمول نہ رہے اس سے دوسرے ٹھنڈے ہوتے ہیں اور آپ بھی انسان ٹھنڈا ہوتا ہے۔

(۳)

بولی تو انمول ہے جو کوئی جانے بول
ہردے ترازو تول کر۔ تب مکھ باہر کھول

ارتھ ۔ اگر کسی کو بات چیت کرنا آوے۔ تو بولی نہایت قیمتی چیز ہے۔ دل کے ترازو میں تول کر تب بات منہ سے نکال۔

(۴)

کٹل بچن سب سے برا جا کرے تن چھار
سادھو بچن جل روپ ہے برسے امرت دھار

ارتھ ۔ سخت الفاظ بہت برے ہوتے ہیں۔ تن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ سادھو کے الفاظ پانی کی خاصیت رکھتے ہیں اور ان سے امرت کی دھار برستی ہے۔

(۵)

سبھ ترازو آن کر۔ سب رس دیکھا تول
سب رس ماہیں جیبھ رس جو کوئی جانے بول

ارتھ ۔ دل کے قدرتی ترازو میں تمام لذات کو تول کر دیکھ لیا۔ سب رس میں زبان کی لذت کا مزا کچھ اور ہے بشرطیکہ کوئی بولنا جانتا ہو۔

(۶)

شبد برابر دھن نہیں ۔ جو کوئی جانے بول
ہیرا تو داموں ملے ۔ شبد کا مول نہ تول

ارتھ ۔ شبد (لفظ) کے برابر کوئی دولت نہیں ہے بشرطیکہ کوئی بولنا جانتا ہو۔ ہیرا تو دام دینے سے ملتا ہے مگر شبد کی نہ تو قیمت ہے نہ وزن۔

(۷)

شیتل شبد اچارئیے ۔ آہنگ آنیئے نا نہہ
تیرا پریتم تجھ میں ۔ دشمن بھی تجھ مانہہ

ارتھ ۔ ٹھنڈی باتیں کہیئے غرور کو دل میں نہ آنے دیجیئے کیونکہ تمہارے دل میں جہاں تمہارا دوست رہتا ہے۔ وہاں دشمن بھی رہتا ہے۔

(۸)

تروور سرور سنت جن چوتھے برسیں مینہ
پرمارتھ کے کارنے چاروں دھاریں دیہہ

ارتھ ۔ درخت، تالاب، مہاتما لوگ اور چوتھے مینہ کا برسنا یہ سب دوسروں کی بھلائی کے لیئے جسم دھارن کرتے ہیں۔

(۹)

برچھا پھلے نہ آپ کو۔ ندی نہ پیوے نیر
پرسوارتھ کے کارنے سنتن دھرا شریر

ارتھ ۔ درخت ثمر آور ہو کر اپنے آپ کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ نہ دریا ہی اپنا پانی خود پیتا ہے۔ دوسروں کی بھلائی کیلئے سنت لوگ دنیا میں پیدا ہوتے ہیں

(۱۰)

پریم بھاؤ اک چاہیئے۔ بھیس انیک بنائے
چاہے گھر میں باس کر۔ چاہے بن کو جائے

ارتھ ۔ پریم بھاؤ ایک ہونا چاہیئے خواہ کئی ایک بھیس بناؤ۔ خواہ گھر میں بود و باش رکھو۔ خواہ جنگل میں چلے جاؤ۔

(۱۱)

کتھا کیرتن کرن کی ۔ جاکی تس دن ریت
کہیں کبیر وا داس سے نشچے کیجئے پریت

ارتھ:۔ کتھا اور کیرتن کرنا جس کی ہر روز کی عادت میں داخل ہو گیا ہے ۔ کبیر صاحب کہتے ہیں کہ اس سے ضرور پریت (محبت) کیجئے ۔

(۱۲)

کتھا کیرتن رات دن ۔ جاکے اُودھم دیہہ
کہیں کبیر تا داس کے ۔ ہم چرنن کی کھیہ

ارتھ:۔ رات دن کتھا کیرتن کرنا ۔ جن کا شیوہ ہو گیا ہے ۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس شخص کے پاؤں کی خاک ہیں ۔

(۱۳)

جا کی پونجی سوانس ہے ۔ چھن آوے چھن جائے
تا کو ایسا چاہیئے ۔ رہے نام لو لائے

ارتھ:۔ جن کی دولت سانس ہے ۔ جو کبھی آتی ہے ۔ کبھی چلی جاتی ہے ۔ ایسے شخص کو چاہیئے کہ ہر دم پربھو بھگتی میں لگا رہے ۔

(۱۴)

کہتا ہوں، کہے جات ہوں کہا بجاؤں ڈھول
سوانسا خالی جات ہے ۔ تین لوک کا مول!

ارتھ:۔ کہتا ہوں اور کہتا جاتا ہوں، کیا ڈھول بجاؤں ۔ سانس خالی جا رہا ہے جس کی قیمت تین لوک کی قیمت کے برابر ہے ۔

(۱۵)

ایسے مہنگے مول کا ایک سوانس جو جائے
چودہ لوک پٹ تر نہیں ۔ کیوں تو دھول ملائے

ارتھ:۔ ایسی گراں قیمت چیز کا ایک سانس بھی جو گزر جاتا ہے چودہ لوک اس کے برابر نہیں ۔ تو کیوں مٹی میں ملا رہا ہے ۔

(۱۶)

نیند نشانی موت کی اُٹھ کبیرا جاگ
اور رسائن چھوڑ کر تو نام رسائن لاگ

ارتھ:۔ نیند موت کی نشانی ہے ۔ کبیر اٹھ بیدار ہو ۔ تو دوسری رسائن (کیمیا) کو چھوڑ کر پربھو بھگتی کی رسائن کی طرف لگ جا ۔

(۱۷)

ایک نام کو جان کر دوجا دیئے بہائے
تیرتھ برت جپ تپ نہیں ست گور چرن سمائے

ارتھ:۔ ایک پربھو کے نام کو جان کر دوسرا نام بھلا دینا چاہیئے ۔ ست گورو چرنوں میں سما جائے پر تیرتھ برت جپ تپ کی ضرورت نہیں رہتی ۔

(۱۸)

جو یہ ایکے جانیا ۔ تو جانا سب جان
جو یہ ایک نہ جانیا ۔ تو سب ہی جان اجان

ارتھ:۔ جس نے اس ایک کو جان لیا ۔ اس نے سب کچھ جان لیا ۔ جس نے ایک کو نہیں جانا ۔ اس نے کچھ بھی نہیں جانا ۔

(۱۹)

سب آئے اس ایک میں ڈال پات پھل پھول
کبیرا پاچھے کیا رہا ۔ گہہ پکڑا جب مول

ارتھ:۔ اس ایک میں ٹہنی ۔ پتے ۔ پھل اور پھول سب آجاتے ہیں ۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں ۔ جب مول (جڑھ) کو ہی پکڑ لیا ۔ تو پھر پیچھے کیا رہا ۔

(۲۰)

پریم پیالہ جو پیئے ۔ سیس دکھشنا دے
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے

ارتھ:۔ جو پریم کا پیالہ پیتا ہے اسے سر دکھشنا میں دینا پڑتا ہے ۔ لالچی سر نہیں دے سکتے ۔ وہ ناحق پریم کا نام لیتے ہیں ۔

(۲۱)

پریم پریم سب کوئی کہے ۔ پریم نہ جانے کوئے
آٹھ پہر بھنیا رہے ۔ پریم کہاوے سوئے

ارتھ:۔ پریم پریم تو سب کوئی کہتا ہے مگر پریم کر کسی کو نہیں آتا ۔ آٹھ پہر (چوبیس گھنٹے) جو پریم میں مست رہے وہ پریم کہلاتا ہے ۔

(۲۲)

گھٹے بڑھے چھن ایک میں سو تو پریم نہ ہوئے
گھٹ پریم پنجر بسے ۔ پریم کہاوے سوئے

ارتھ:۔ جو ایک لمحہ میں کم ہو جاتا ۔ اور دوسرے لمحہ میں بڑھ جاتا ہے اسکو پریم ہم نہیں کہتے ۔ پریم اسے کہتے ہیں جو جسم کے رگ رگ میں بس چکا ہو اور کبھی کم نہ ہو ۔

(۲۳)

مایا تو ٹھگنی بھئی ٹھگت پھرے سب دیس
جا ٹھگ نے ٹھگنی ٹھگی۔ تا ٹھگ کو آدیس

ارتھ:۔ مایا تو ٹھگنے والی ٹھگنی ہے اور تمام دنیا کو ٹھگتی پھرتی ہے جس نے اس کو ٹھگ لیا۔ اس ٹھگ کو نمسکار ہے۔

(۲۴)

موٹی مایا سب تجیں۔ جھینی تجی نہ جائے
پیر پیمبر اولیا۔ جھینی سب کو کھائے

ارتھ:۔ سب لوگ موٹی مایا کو چھوڑتے ہیں مگر سوکھشم (لطیف) مایا کسی سے نہیں چھوڑی جاتی۔ سوکھشم (لطیف) مایا پیر پیمبر اور اولیا سب کو کھا جاتی ہے

(۲۵)

جھینی مایا جن تجی۔ موٹی گئی سرائے
ایسے جن کے نکٹ سے سب دکھ گئے بلائے

ارتھ۔ جنھوں نے سوکھشم (لطیف) مایا کو تیاگ کر دیا۔ موٹی مایا تو خود کھو گئی اور ایسے بھگتوں کے قریب پھر دکھ نہیں آتے۔

(۲۶)

آس آس جگ پھندیا۔ رہے ارودھ لپٹائے
گورو آس پوری کریں سبھی آس مٹ جائے

ارتھ:۔ تمام سنسار کے لوگ آشا کی جال میں پھنسے ہوئے ادھوگتی کے حال میں پڑے ہوئے ہیں اگر گورو آشا پوری کر دیں۔ تو ساری آشائیں ہی مٹ جاتی ہیں۔

(۲۷)

آسا کا ایندھن کرو۔ منسا کرو بھبھوت
جوگی پھیری یوں پھرو۔ تب تن آوے سوت

ارتھ۔ آشا کی لکڑی سا کر جلا دو اور منسا کو خاک سیاہ کر دو۔ جوگی، اگر تم اس طرح پھیری پھرنا قبول کرو۔ تو تمھی (آتما کے ساتھ) تمہارا رشتہ پیدا ہو جائے گا۔

(۲۸)

مایا ترورتر بدھ کا۔ دکھ سکھ سنتاپ
شیتلتا سپنے نہیں پھل پھیکا تس تاپ

ارتھ:۔ مایا تین پرکار کا درخت ہے اس سے دکھ سکھ سنتاپ پیدا ہوتے ہیں۔ خواب میں بھی۔۔ شانتی نہیں ملتی۔ اس کا پھل پھیکا اور اس سے ان کو دکھ ہوتا ہے۔

(۲۹)

کبیر جگ کو کیا کہوں۔ بھوجل بوڑے داس
ست نام کو چھوڑ کر۔ کریں جگت کی آس

ارتھ۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ میں لوگوں کی بات کیا کہوں۔ جو بھگت اور سیوک ہیں۔ وہ بھی بھوساگر میں غوطہ کھا رہے ہیں۔ یہ بھی ست نام کو چھوڑ کر جگت کی آشا کر رہے ہیں۔

(۳۰)

کبیر مایا موہنی۔ بھئی اندھیاری لوئے
جو سوتے سو مُس لئے۔ رہے وستو کو کھوئے

ارتھ۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ یہ مایا موہنی ہے۔ اس کی وجہ سے (بھرم) اندھکار ہوتا ہے (جو بھرم اور اگیان کی نیند میں غافل) سوتے ہیں۔ ان کا یہ سب کچھ چھین لیتی ہے اور وہ (آرام) وستو کو کھو بیٹھتے ہیں۔

(۳۱)

مایا۔ دیپک۔ نر پتنگ۔ بھرم نا ہیں پرنت
کوئی ایک گورو گیان سے ابھرے سادھو سنت

ارتھ مایا چراغ کی طرح جل رہی ہے اور انسان بھرم کی وجہ سے اس میں گر کر پروانہ کی طرح جل رہے ہیں۔ کوئی شاذ و نادر سادھو ست گورو گیان کی مدد سے بچ جاتے ہیں۔

(۳۲)

سمرن سے من لائیے۔ جیسے کامی کام
ایک پلک بسرے نہیں نِس دن آٹھوں جام

ارتھ۔ سمرن اس طرح کرو جیسے شہوت پرست آدمی استری کا دھیان کرتا ہے۔ ایک لمحہ نہیں اس کو بھولتا ہے۔ رات دن اور آٹھوں پہر یاد رکھتا ہے۔

(۳۳)

سمرن سے من لائیے۔ جیسے پانی مین
پران تجے چھن بچھڑے ست کبیر کہہ دین

ارتھ:۔ سمرن میں اپنے من کو اس طرح لگاؤ جیسے مچھلی کو پانی سے تعلق رہتا ہے ایک لمحہ کی جدائی سے اس کی جان نکل جاتی ہے۔ کبیر سچ سچ کہتے ہیں۔

(۳۴)

سمرن سرت لگائے کر مکھ سے کچھ نہ بول
باہر کا پٹ دیکر۔ انتر کا پٹ کھول

ارتھ:۔ سُرت لگا کر سمرن کر۔ منھ سے کچھ مت کہو۔ باہر کے دروازوں کو بند کر کے اندر کے دروازوں کو کھول دے۔

(منقولہ از کبیر دوہاولی (۱۹۴۶ء) مولفہ سوامی شری یگلانند)



کبیر کے دوہے

۱۔ جاکے مُنہّ ماتھا نہیں ناہیں روپ کُرُوپ
پُہُپ باس تیں پاترا ایسا تتّو انوپ

(جس کے نہ منہ نہ پیشانی، جو نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت،
جو پھولوں کی خوشبو سے بھی لطیف تر ہے۔ ایسی لامثال حقیقت ہے وہ)

۲۔ دیہی ماہیں بدیہہ ہے صاحب سرت سروپ
است لوک میں رم رہا جاکے رنگ نہ روپ

(وہ جسم یا سارے اجسام میں غیر مجسم ہوکر تخیل کی صورت رہتا ہے
وہ جس کا نہ رنگ ہے نہ روپ جانئے لامحدود میں ساری ہے)

۳۔ چار بُھجا کے بھجن میں بھول پرے سب سنت
کبیرا سُمرے تاس کو جاکے بُھجا اننت

(سارے سنت یہاں تما چار باہوں والے دیوتاؤں کی پرستش میں گمراہ ہیں
کبیر تو اس ذات کی یاد کرتا ہے جس کے لاتعداد بازو ہیں۔)

۴۔ جنم مرن سے رہت ہے میرا صاحب سوئے
بلہاری وہ پیو کی جن سِرجا سب کوئے

(میرا مالک تو وہی ہے جو پیدائش اور موت سے معرا ہے
میں ایسے اس محبوب کے نثار ہوں جو سبھی کا خالق ہے)

۵۔ ایک کہوں تو ہے نہیں دوے کہوں تو گارِ
ہے جیسا تیسا رہے کہے کبیر وچار

(اگر میں اسے ایک کہتا ہوں تو وہ ہے ہی نہیں یعنی اس کا پتہ نہیں اور دو کہوں تو گالی ہو جائے گی
کبیر سوچ بچار کر یہ کہتا ہے کہ وہ جیسا ہے ویسا ہی ہے یعنی اس کا بیان ناممکن ہے)

۶۔ ریکھ روپ جیہہ ہے نہیں ادھر دھر و نہیں دیہہ
گگن منڈل کے مدھیہ میں رہتا پرکھ بدیہہ

(اس کی خطوط سے تصویر بن سکتی ہے نہ اس کی کوئی صورت ہے نہ وہ کسی چیز پر ٹکا ہے
نہ اس کے جسم ہے ۔ وہ لاجسم قادر مطلق عرشیات کے درمیان رہتا ہے)

۷۔ سرگُن کی سیوا کرو نرگن کو کر گیان
نرگن سرگن سے پرے تہیں ہمارا دھیان

(تم چاہے باصفات خدا کی پرستش کرو یا لاصفات کی معرفت کرو
ہمارا دھیان تو اسی میں لگا ہے جو باصفت اور لاصفت سے آگے ہے)

۸۔ صاحب سوں سب ہوت ہے بندے تے کچھ ناہیں
رائی تے پربت کرے پربت رائی ماہیں

(جو کچھ بھی ہوتا ہے ذات الٰہی سے ہوتا ہے بندے سے کچھ نہیں ہوتا۔
وہ چاہے تو رائی کو پہاڑ بنا دے اور پہاڑ کو رائی جیسا کر دے)

۹۔ تیرا سائیں تجھ میں جیوں پہپن میں باس
کستوری کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس

(تیرا مالک تجھ میں اس طرح سمایا ہے جیسے پھولوں میں خوشبو
تو کیوں کستوری کے ہرن کی طرح گھوم گھوم کر گھاس میں خوشبو تلاش کرتا ہے)

۱۰۔ جا کارن جگ ڈھونڈھیا سو تو گھٹ ہی ماہیہ
پردہ دِیا بھرم کا تاتیں سوجھے ناہیہ

(جس مالک کی ساری دنیا میں تلاش کی وہ تو جسم کے اندر ہے
اس نے بےیقینی کا پردہ ڈال دیا ہے اسی لئے دکھائی نہیں دیتا)

۱۱۔ جیتا گھٹ تیتا متا بہُت بانی بہُت بھیکھ
سب گھٹ بیاپک ہوئے رہا سوئی آپ الیکھ

(جتنے جسم یعنی افراد ہیں اتنے خیالات ہیں۔ لوگوں کی طرح طرح کی بولیاں اور چلے ہیں۔ جو ان سارے اجسام میں موجود ہے وہ وہی ایک ہے جو ناقابل بیان ہے)

۱۲۔ بھولا بھولا کیا پھرے سر پر بندھ گئی بیل
تیرا سائیں تجھ میں جیوں تِل ماہیں تیل

(تو کیوں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اسی چکر میں تیرے سر پر دنیاداری سوار ہو گئی ہے۔
تیرا مالک تو تیرے اندر ہے جیسے تل کے اندر تیل ہوتا ہے)

۱۳۔ جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چقمق میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں جاگ سکے تو جاگ
(جس طرح تل کے اندر تیل اور چقماق کے اندر آگ رہتی ہے
اسی طرح تیرا مالک تجھ میں ہے۔ اگر تو جاگ سکے تو جاگ یعنی سمجھ لے)

۱۴۔ جیوں نینن میں پتلی یوں خالق گھٹ ماہیں
مورکھ لوگ نہ جانہی باہر ڈھونڈن جاہیں
(جس طرح آنکھوں میں پتلی رہتی ہے اسی طرح خالق ہر جسم میں ہے
احمق لوگ یہ بات نہیں جانتے اور اسے تلاش کرنے باہر جاتے ہیں)

۱۵۔ [illegible]
[illegible]
([illegible]
[illegible])

۱۶۔ ایک سبد سکھ راس ہے ایک سبد دکھ راس
ایک سبد بندھن کٹے ایک سبد گل پھانس
(ایک ایسا لفظ ہوتا ہے جس سے راحت ملتی ہے اور دوسرے لفظ سے دکھ ملتے ہیں۔
ایک لفظ سے ساری بندشیں ٹوٹتی ہیں دوسرے لفظ سے گردن میں پھانسی لگتی ہے)

۱۷۔ سبد سبد سب کوئی کہے سبد کے ہاتھ نہ پاؤں
ایک سبد اوشدھ کرے ایک سبد کرے گھاؤ
(ہر شخص الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ لفظوں کے نہ ہاتھ ہوتے ہیں نہ پاؤں۔
تاہم ایک لفظ مرض میں دوا کا کام کرتا ہے اور ایک لفظ زخم پیدا کرتا ہے)

۱۸۔ سبد برابر دھن نہیں جو کوئی جانے بول
ہیرا تو داموں ملے سبد ہیں مول نہ تول
(الفاظ جیسی کوئی دولت نہیں بشرطیکہ ٹھیک بولنا آتا ہو
ہیرا تو قیمت دے کر مل جاتا ہے لیکن لفظوں کا کوئی مول ہے نہ تول)

۱۹۔ سیتل سبد اچاریئے اہم آنئے ناہیں
تیرا پریتم تجھ میں ستر و بھی تجھ ماہیں
(تم ٹھنڈے یعنی آرام دینے والے الفاظ بولو اور غرور نہ کرو
تمہارا محبوب تمہارے اندر ہے اور تمہارا دشمن بھی تمہارے اندر ہے)

۲۰۔ لگی لگن چھوٹے نہیں جیبھ چونچ جر جائے
میٹھا کہا انگار میں جاہ چکور چبائے
(چاہے اس کی زبان اور چونچ جل جائے لیکن اس کی لگن نہیں چھوٹی
لگن ہی تو ہے ورنہ انگارے میں کون سی حلاوت ہے جسے چکور کھاتا ہے)

۲۱۔ سوؤں تو سپنے ملے جاگوں تو من ماہیں
لوئن راتا سدھ ہری بچھرت کبہوں ناہیں
(جب سوتا ہوں تو وہ محبوب خواب میں آتا ہے اور جاگتے وقت دل میں رہتا
میں اس کے حسن میں سرشار رہوں، اس نے میری سدھ بدھ ختم کر دی ہے، وہ کبھی مجھ سے علیحدہ نہیں)

۲۲۔ ارب کھرب لوں درب ہے اُدے است لوں راج
بھکتی مہاتم نا تلے یہ سب کونے کاج
(چاہے ارب کھربوں کی دولت ہو چاہے مشرق سے مغرب تک کی سلطنت
بھکتی کی عظمت ان سے نہیں پائی جا سکتی، یہ سب بے کار ثابت ہوتے ہیں)

۲۳۔ اور کرم سب کرم ہیں بھکتی کرم نہکرم
کہے کبیر پکار کے بھکتی کرو تج دھرم
(دوسرے کام کام ہیں عبودیت بے کام یعنی بے غرض چیز ہے
کبیر پکار پکار کر کہتا ہے کہ مذہب کو چھوڑو اور عبودیت حاصل کرو)

۲۴۔ یہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر ناہیں
سیس اتارے بھوئیں دھرے تب بیٹھے گھر ماہیں
(یہ محبت کا گھر ہے کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے
جو کوئی اس میں آنا چاہے پہلے اپنا سر کاٹ کر زمین پر رکھ کر آ)

۲۵۔ سیس اتارے بھوئیں دھرے تا پر راکھے پاؤں
داس کبیرا یوں کہے ایسا ہوئے تو آؤ
(محبت کرنے والا اپنا سر کاٹ کر زمین پر رکھے اور اس پر اپنا پاؤں
کبیر داس کہتے ہیں جو ایسا کر سکے وہی یہاں آئے)

۲۶۔ پریم نہ باڑی اوپجے پریم نہ ہاٹ بکائے
راجا پرجا جیہہ رچے سیس دیہی لے جائے
(محبت نہ تو باغ میں اُگتی ہے نہ بازار میں بکتی۔
راجا پرجا جسے بھی اس کی ضرورت ہے اپنا سر دے کر لے جا

۲۷۔ پریم پیالہ جو پیئے سیس دچھنا دیئے
لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لئے

(محبت کا پیالہ جو پیتا ہے اسے نذرانے میں اپنا سر دینا ہوتا ہے
لالچی آدمی سر تو دے نہیں سکتا، محبت کا صرف نام لیا کرتا ہے)

۲۸۔ جا گھٹ پریم نہ سنچرے سو گھٹ جان مسان
جیسے کھال لوہار کی سانس لیت بن پران

(جس جسم میں محبت نہیں اسے مردہ سمجھنا چاہیئے
وہ لوہار کی دھونکنی جیسا ہے جو جان نہ ہونے پر بھی سانس لیتی ہے)

۲۹۔ سو جوجن ساجن بسے مانو ہردے منجھار
کپٹ سنیہو آنگنیں جانو سمند رپار

(محبوب سیکڑوں کوس پر بسے تو دل میں رہتا ہے
لیکن جھوٹا حبیب گھر کے صحن میں ہو تو بھی اتنی دور ہے جیسے سمندر پار رہتا ہو)

۳۰۔ ہم تمھرو سمرن کریں تم موہے چیتو ناہیہ
سمرن من کی پریت ہے سو من تم ہی ماہیہ

(ہم تمہاری سمرن کرتے ہیں اور تم مجھے دیکھتے بھی نہیں
سمرن تو دل کی محبت ہے اور میرا دل تمہارے ہی پاس ہے)

۳۱۔ پریت جو لاگی گھل گئی پیٹھ گئی من ماہیہ
روم روم پیو پیو کہے مکھ کی سردھا ناہیہ

(جب مجھے محبت ہوئی تو وہ گھل کر دل میں سما گئی
اب جسم کا رواں رواں محبوب پکار رہا ہے، محض زبانی عقیدت کی بات نہیں)

۳۲۔ پیا چاہے پریم رس راکھا چاہے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

(اگر کوئی جامِ محبت پینا چاہے اور ساتھ ہی اپنا اعزاز بھی قائم رکھے
تو یہ ایک میان میں دو تلواروں کی بات ہوگی جو دیکھی کیا سنی تک نہیں گئیں)

۳۳۔ کبرا پیالا پریم کا انتر لیا لگائے
روم روم میں رم رہا اور امل کیا کھائے

(اے کبیر میں نے تو محبت کا پیالہ ہی دل سے لگا لیا ہے
اب رؤئیں رؤئیں میں وہی سما گیا ہے میں اور کوئی نشہ کیا کروں)

۳۴۔ لیسے رسائن میں کیا پریم سمان نہ کوئے
رتی اک تن میں سنچرے سب تن کنچن ہوئے

(میں نے ہر طرح کی کیمیا آزمائی لیکن محبت جیسی کوئی نہ نکلی
یہ ایک رتی بھر بھی اندر جاتی ہے تو سارا جسم سونے کا ہو جاتا ہے)

۳۵۔ راتا ماتا نام کا پییا پریم اگھائے
متوالا دیدار کا مانگے مکتی بلائے

(میں تو اس کے نام میں محو ہوں، میں نے جی بھر محبت کا رس پیا ہے
میں تو اپنے محبوب کے دیدار کا متوالا ہوں، مکتی میری بلا مانگے)

۳۶۔ جوئی ملے سو پریت میں اور ملے سب کوئے
من سو منسا نا ملے دیہہ ملے کا ہوئے

(ملنا تو اسی کو کہتے ہیں جو محبت میں ہوتا ہے
جب دل ہی دل سے نہ ملے تو جسم کے ملنے سے کیا ہوتا ہے)

۳۷۔ جب لگ مرنے سے ڈرے تب لگ پریمی ناہیہ
بڑی ڈور ہے پریم گھر سمجھ لیہو من ماہیہ

(جب تک کوئی موت سے ڈرے تب تک وہ عاشق نہیں ہو سکتا
یہ بات دل میں اچھی طرح سمجھ لو کہ محبت کا مقام بڑی دور جانے پر ملتا ہے)

۳۸۔ ہری سے تو جن ہیت کر کر ہرجن سے ہیت
مال ملک ہری دیت ہیں ہرجن ہری ہی دیت

(تو چاہے اللہ سے محبت نہ کر اللہ والوں سے محبت ضرور کر۔
اللہ تو تجھے ملک و دولت ہی دے گا اللہ والے تو اللہ ہی کو تیرے ہاتھ میں دیدیں گے)

۳۹۔ نینن تو جھر لائیا رہٹ بہے نس باس
پپیہا جیوں پیو پیو رٹے پیا ملن کی آس

(میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے جیسے رات دن رہٹ چل رہا ہو
اور میں برابر پپیہے کی طرح محبوب سے ملنے کی امید میں پی پی پکارے جا رہا ہوں)

۴۰۔ بہت دنن کی جوہتی رٹت تمہارو نام
جیو ترسے تو ملن کو من ناہیں بسرام

(میں بہت دنوں سے تمہارا نام رٹتے ہوئے تمہارا انتظار کر رہی ہوں
میرا دل تم سے ملنے کو ترس رہا ہے میرے دل کو آرام نہیں ہے)

۴۱۔ برہ بھونگم تن ڈسا منتر نہ لاگے کوئے
رام بیوگی نا جیئے جیئے تو باؤ رہو ئے

(ہجر کے سانپ نے میرا جسم ڈس لیا ہے اور کوئی منتر اس کا زہر نہیں اتار پاتا
تمہارے رام کا مہجور زندہ نہیں رہے گا اور جیئے گا بھی تو باؤلا ہو کر جیئے گا)

۴۲۔ برہ کمنڈل کر لیے بیراگی دو نین
مانگیں درس مدھوکری چھکے رہیں دن رین

(میری دو نقیر آنکھیں ہجر کا کمنڈل ہاتھ میں لئے
تمہارے دیدار کی روٹی یعنی بھیک مانگ رہے ہیں تاکہ بیر رات دن سیر رہیں)

۴۳۔ یہ تن کا دیولا کروں باتی میلوں جیو
لوہو سینچو تیل جیوں کب مکھ دیکھا پیو (تب؟)

(مجھے اس جسم کا چراغ بنا لینا اور اس میں جان کی بتی ڈالنی ہے
اور اپنے لہو کو تیل سا کر ملا لیتا کہ محبوب کا دیدار کر سکوں)

۴۴۔ کر یا آیا درس کو کڑوا لاگا کام
کایا لاگی کال ہوئے میٹھا لاگا نام

(محبوب کے دیدار کے لئے آیا ہے۔ اسے دنیوی کام کڑوا لگنے لگا ہے
اسے اپنا جسم بھی موت جیسا لگنے لگا ہے، اسے صرف محبوب کا نام میٹھا لگتا ہے)

۴۵۔ ہنس ہنس کنت نہ پائیاجن پایا تن روئے
جو ہانسی کھیلے پیر ملیں کون سہاگن ہوئے

(کہو لوگ تو سرسری محبوب حقیقی ہنستے ہوئے نہیں ملتے وہ روتے ہوئے ملتے ہیں
جس عورت کو ہنستے کھیلتے شوہر مل جائیں اسے سہاگن نہیں کہا جانا چاہئے)

۴۶۔ جن ڈھونڈھا تن پائیا گہرے پانی پیٹھ
میں بپرا ڈوبن ڈرا رہا کنارے بیٹھ

(جن لوگوں نے گہرے پانی میں گھس کر تلاش کیا انھیں موتی مل گیا
میں بے چارہ ڈوبنے سے ڈر گیا اور کنارے ہی پر بیٹھا رہا)

۴۷۔ ہیرت ہیرت ہیر یا رہا کبیر ہرائے
بند سمانی سمند رمیں سو کت ہیری جائے

(اپنے مقصد کی تلاش کرتے کرتے کبیر خود ہی گم ہو گیا
تو لو ند سمندر میں مل گئی تو اب اس کی تلاش کون کر سکتا ہے)

۴۸۔ ہردے مانہی آرسی مکھ دیکھا نہیں جائے
مکھ تو تب ہی دیکھئے دوبدھا دیئے بھگائے

(آئینہ دل میں ہے لیکن اس میں چہرہ دکھائی نہیں دیتا یعنی خودی کی معرفت
نہیں ہوتی۔ چہرہ تبھی دکھائی دے گا جب تذبذب کو بھگا دیا جائے گا)

۴۹۔ پڑھا گنا سیکھا سبھی مٹا نہ سنسے سول
کہہ کبیر کاسوں کہوں یہ سب دکھ کا مول

(میں نے سب کچھ پڑھا، گنا اور سیکھا لیکن شک کا کانٹا دور نہ ہوا
کبیر کہتے ہیں کہ میں کسے بتاؤں کہ یہ شک ہی ساری تکلیفوں کی جڑ ہے)

۵۰۔ چینٹی چاول لے چلی بچ میں مل گئی دار
کہے کبیر دوؤ نا ملے ایک لے دوجی ڈار

(چیونٹی چاول کا دانہ لے چلی راستے میں اسے دال کا دانہ مل گیا
کبیر کہتے ہیں کہ دونوں نہیں مل سکتے، ایک ہی کو لو دوسرے کو چھوڑ دو)

۵۱۔ ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام
دبدھا میں دوؤ گئے مایا ملی نہ رام

(سچا نام تو کڑوا لگتا ہے اور دھن دولت میٹھی لگتی ہے
اس تذبذب میں دونوں ہاتھ سے جاتے رہے نہ دولت ملی نہ خدا ہی ملا)

۵۲۔ کتھنی میٹھی کھانڈ سی کرنی بس کی لوئے
کتھنی تج کرنی کرے بس سے امرت ہوئے

(بات کرنا اتنا آسان کو شکر جیسا میٹھا لگتا ہے اور عمل زہر کی پنڈ کی سا لگتا ہے
لیکن اگر باتیں چھوڑ کر عمل کو اپنا لیا جائے تو وہ زہر آب حیات بن جاتا ہے)

۵۳۔ کتھنی بدنی چھاڑ کے کرنی سو چت لائے
نرہ پیرپیائے بنا کبھوں پیاس نہ جائے

(گفتگو اور دعوے چھوڑ کر عمل پر توجہ کرو
پیاسے کی پیاس تو پانی کے پینے ہی سے بجھتی ہے یعنی محض پانی کی بات کرنے سے نہیں بجھتی)

۵۴۔ کرنی بن کتھنی کرے اگیانی دن رات
کوکر جیوں بھونکت پھرے سنی سنائی بات

(لاعلم شخص عمل کے بغیر رات دن بات کرتا رہتا ہے
وہ سنی سنائی باتوں پر کو کتے کی طرح بھونکتا پھرتا ہے)

۵۵۔ پانی ملے نہ آپ کو اورن بکست چھیر
آپن من نسچل نہیں اور بندھاوت دھیر
(خود کے پینے کو پانی نہیں ہے دوسروں کو دودھ کی بخشش کرتے ہو
ایسے مزاج میں تو یکسوئی نہیں دوسروں کے من کو ٹھہراتے ہو۔)

۵۶۔ کتھنی تھوتھی جگت میں کرنی اُتّم سار
کہہ کبیر کرنی سبل اترے بھوجل پار
(دنیا میں باتیں کرنا بیکار ہے، اصل جوہر عمل ہے
کبیر کہتے ہیں کہ عمل بہت قوی چیز ہے اسی سے دنیا کا سمندر عبور کیا جا سکتا ہے)

۵۷۔ بدجو رے ساکھی کہے سادھن پڑ گئی رَوس
کاڑھا جل پیوے نہیں کاڑھ پین کی ہوس
(تیری عادت پڑ گئی ہے کہ پد اور ساکھیاں کہہ کر ہی معرفت کی راہ پر چل رہا ہے
یہ بیکار بات ہے تو کوئیں سے نکالا پانی نہیں پیتا اور چاہتا ہے کہ پانی نکال کر پیئے)

۵۸۔ مارگ چلتے جو گرے تا کو ناہیں دوس
کہہ کبیر بیٹھا رہے تا سر کرڑے کوس
(جو شخص راستہ چلنے میں گر پڑے اسے کوئی قصوروار نہیں کہتا
لیکن کبیر کہتے ہیں کہ جو بیٹھا رہے اس کے سر پر کڑے کوس چڑھے ہی رہیں گے)

۵۹۔ کہتا تو بہتا ملا گہتا ملا نہ کوئے
سو کہتا بہہ جان دے جو نہہ گہتا ہوئے
(کہنے والے تو بہت ملے پر پکڑنے والا یعنی عمل کرنے والا کوئی نہیں ملا
ایسے کہنے والے کو بہہ جانے دو جو با عمل نہ ہو)

۶۰۔ ایک ایک نروار یا جو نرواری جائے
دوے دوے منہہ کا بولنا گھنے طمانچے کھائے
(اگر سمجھ سکو تو ایک ایک کر کے باتوں کو سلجھاؤ یعنی جو کہو اس پر عمل کرو
دو دو منہ سے بولنے کا نتیجہ سخت طمانچے کھانا ہوتا ہے)

۶۱۔ مکھ کی میٹھی جو کہے ہردیا ہے مت آن
کہہ کبیر تہہ لوگ سے راموں بڑے سیان
(جو شخص منہ سے میٹھی بات کہتا ہے لیکن اس کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے
کبیر کہتے ہیں کہ ایسے شخص سے خدا بھی ہوشیار رہتا ہے)

۶۲۔ چندن کی کُٹکی بھلی نہہ ببول لکھ راؤں
سادھن کی جھوپڑی بھلی نا ساکٹ کو گاؤں
(صندل کی ایک ٹہنی اچھی ہے ببول کا پورا باغ اچھا نہیں
سادھو کی ایک جھونپڑی اچھی ہے بیہودہ لوگوں کا پورا گاؤں اچھا نہیں)

۶۳۔ ہری سیتی ہر یجن بڑے سمجھ دیکھ من ماہیہ
کہہ کبیر جگ ہری دکھے سو ہری ہر یجن ماہیہ
(اللہ والے اللہ سے بھی بڑے ہیں یہ بات دل میں سمجھ لو
کبیر کہتے ہیں کہ دنیا اللہ کی تلاش میں ہے اور اللہ اللہ والوں کے اندر موجود ہے)

۶۴۔ بیکت ایکشی کارنے سب جگ رہا بھلان
نربکشی ہوئے ہری بھجے سوئی سنت سجان
(فرقہ بندی کی وجہ سے ساری دنیا بھلاوے میں پڑی ہے
جو فرقہ بندی سے علاحدہ ہو کر خدا کی یاد کرتا ہے وہی فہیم سادھو ہے)

۶۵۔ سمجھ بوجھ جڑ ہوئے رہے بل تج نربل ہوئے
کہہ کبیر تا سنت کو پلا نہ پکرے کوئے
(جو سمجھ بوجھ کر احمق سا بنا رہے یعنی علم ظاہر نہ کرے اور طاقت رکھتے ہوئے بھی ناتواں
بنا رہے — کبیر کہتے ہیں کہ ایسے سادھو کی برابری کوئی نہیں کر سکتا)

۶۶۔ سونا سجّن سادھو جن ٹوٹ جریں سو بار
دُرجن کنبھ کمہار کے ایکے دھکا درار
(سونا نیک طبیعت لوگ اور سادھو سو بار ٹوٹ کر جڑ جاتے ہیں یعنی آزمائشوں سے گزر چلتے ہیں
بد طبیعت لوگ کمہار کے گھڑے کی طرح ہوتے ہیں جن میں ایک دھکے ہی سے دراڑ پڑ جاتی ہے)

۶۷۔ سنگت بھئی تو کیا بھیا ہردا بھیا کٹھور
نو نیزہ پانی چڑھے تئو نہ بھیجے کور
(جب آدمی کو اچھی صحبت ملی بھی تو کیا ہوگا کیونکہ اس کا دل سخت ہے
اگر نو نیزہ گہرا پانی ہو تو بھی اس کا دامن نہ بھیگے گا۔)

۶۸۔ ہریا جانے روکھڑا جو پانی کا نیہہ
سوکھا کاٹھ نہ جانہی کیتہہ برسا میہہ
(ہرا درخت اسے کہو جو پانی سے محبت کرے یعنی اسے جو سے
خشک لکڑی پر کیا اثر ہو سکتا ہے چاہے جتنا مینہ برسے)

۶۹۔ پانی کیرا بدبدا اس مانس کی جات
دیکھت ہی چھپ جائے گا جیوں تارا پربھات
(آدمی کی ذات پانی کے بلبلے کی طرح ہے
وہ دیکھتے دیکھتے ہی ایسے چھپ جائے گا جیسے صبح کا تارا)

۷۰۔ رات گنوائی سوئی کر دِوس گنوایا کھائے
ہیرا جنم امول تھا کوڑی بدلے جائے
(تو نے رات سو کر گنوائی اور دن کھانے پینے میں گنوایا
تیرا جنم بیش بہا ہیرا تھا جسے تو نے کوڑی کے بدلے دے دیا)

۷۱۔ آچھے دن پاچھے گئے گورو سے کیا نہ ہیت
اب پچھتاوا کیا کرے چڑیاں چگ گئیں کھیت
(تیرے اچھے دن گزر گئے اور تو نے گورو سے محبت نہیں کی
اب تیرے پچھتانے سے کیا فائدہ جب چڑیاں کھیت چگ گئی ہوں)

۷۲۔ کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب
پل میں پرلے ہوئے گی بہُر کرے گا کب
(جو کچھ کل کرنا ہے وہ آج کر لو اور جو آج کرنا ہے وہ ابھی کر لو
ایک پل میں تو دنیا کا خاتمہ ہونے والا ہے، پھر کب کرو گے)

کبیر پداولی —— معانی و مطالب —— تیسرے ورق سے

۱۔ آنکھوں نے آئے کھا خیال ہے۔
اوپر نیچے کی دنیاؤں کے درمیان رات صبح و شام لاالمکی رہتی
حسن کے پیچھے دنیا بھٹکتی پھر رہی ہے اس مالک نے دل میں مقام کیا ہے
وہ آسمان اور زمین میں بھرا ہوا ہے، میں جدھر دیکھتا ہوں مالک ہی دکھائی دیتا ہے
میرے مالک نے مجھے ایک تسبیح دی ہے، کبیر کہتے ہیں اسے دل ہی میں پھیرتا ہوں۔

۲۔ ستارۂ آسمان کس میں لگا ہے۔ اے خوش نصیب سمجھ والے سمجھ
آسمان کے بیچ تارا دکھائی دیتا ہے۔ ایک کہتا ہے دوسرا صرف دیکھتا ہے
تم جسے کھوجتے ہو وہ وہاں نہیں ہے۔ وہ لافانی مقام ہے
کبیر کہتے ہیں کہ یہ بھید وہی سمجھ سکتا ہے جس کی زبان اور دل ایک ہی ہوں یعنی سچا ہو

۳۔ اے پنڈت دل میں غور کر کے دیکھو کون مرد ہے کون عورت
ذاتِ اعلیٰ ہر جسم میں موجود ہے، اس کی کرنی نرالی ہے
کیا کہہ کر اس کا نام لیا جائے، اس کا روپ رنگ کچھ نہیں ہے
اے پاگل آدمی تو میں اور تو نہ کر میرا اور تیرا کیا کرتا ہے
رام، خدا، شکتی، شیو ایک ہی ہیں، یہ بات کس سے بتائی
وید، پران، قرآن، کتاب وغیرہ نے طرح طرح اس کا بیان کیا
لیکن یہ کسی نے نہ سمجھا کہ ہندو، مسلمان، جین، یوگی وغیرہ سب ایک ہیں
میں نے تو اسے دل میں وہی نام رکھا ہے جو چھوؤ درشنوں میں تاست ہے
کبیر کہتے ہیں کہ لگتا ہے ہمیں دیوانے ہیں باقی دنیا ہوشیار ہے

۴۔ مرنے پر اس جسم کا کیا کرو گے۔ جان نکل جائے گی تو باہر نکال کر رکھو گے
جسم کے مسئلے کو لیکر اختلاف ہوا ہے۔ کوئی جلاتا ہے کوئی زمین میں گاڑتا ہے
ہندو جلاتا ہے مسلمان دفن کرتا ہے۔ اس جھگڑے میں میں نے دونوں کو چھوڑ دیا
اعمال نے دنیا کو پھانسنے کے لئے جال پھیلایا ہے جیسے ماہی گیر مچھلی کو پکڑ مارتا ہے
رام کے بغیر آدمی کیسا ہے ویسا ہی جیسے راہ چلتا اگوبر کا کیڑا
کبیر کہتے ہیں کہ بعد میں پچھتاؤ گے
جب اس گھر سے اُس گھر کو جاؤ گے

۵۔ اے بھائی کس سے بات کریں۔ لوٹتے ہی اندر کی دولت ختم ہو جاتی ہے
بہت لوٹنے میں خرابی پیدا ہوتی ہے وہی لو لو جائیے جو فہم میں قائم ہو جائے
اگر اچھا آدمی ملے تو اس سے دو بات کر لو۔ اگر خراب آدمی ملے تو چپ چاپ رہو
عالم آدمی سے بات کرنے میں فائدہ ہے، احمق سے بات کرنا بھک مارنا ہے
کبیر کہتے ہیں کہ آدھی بات ہو تو اندر ہی رکھو۔ پوری بات ہو تو سوچ سمجھ کر بولو

۶۔ اے میرے دل جاگ جاگ، اب کیوں سو رہا ہے
چوروں کا بڑا خطرہ ہے، اٹھ اٹھ کر پہرہ لگا
در سرکار کو کھول اور میرا پیں کو اندر کر لے اور گیان کا جوہر لے کر جاگ
ایسی حالت میں ملک الموت آ کر جان لے لے تو قسمت کھل جائے
اگر ایسا جاگنا کوئی جاگے تو اسے خدا سہاگ دے گا یعنی وصل نصیب ہوگا
کبیر کہتے ہیں کہ چاہے خانہ دار ہو چاہے بیراگی جاگتے سبھی کو رہنا چاہئے

(ترجمہ از سرسوتی سرن کیف، مشمولہ کبیر وچناولی، ساہتیہ اکاڈمی)

پندرہ روزہ

مغربی بنگال
کلکتہ

جلد نمبر ۴۶ • ۱۵ر نومبر سنہ ۱۹۹۹ء • شمارہ نمبر ۲۱

مدیر اعلیٰ:۔ تارا پدا گھوش
مدیر معاون:۔ محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ: دس روپئے • نصف سالانہ: پانچ روپئے
• فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ
بزنس منیجر،
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext : 710

ترتیب

■ ■

وزیر اعلیٰ کی اپیل



ہم سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اڑیسہ کا پورا ساحلی علاقہ اور ریاست کے دیگر علاقے طوفانی گردباد سے بُری طرح متاثر ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے بھاری تباہی ہوئی ہے۔

یہ ہم سب ہوں کا اجتماعی فرض ہے کہ ہم اڑیسہ کے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لئے سامنے آئیں۔ ہمیں اس کی مدد کرنے اور آڑے وقت پر کام آنے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔

میں عوام کے تمام طبقہ کے لوگوں، سماجی اور رضاکار تنظیموں، ایوان صنعت و تجارت، ٹریڈ یونیوں کمیونیٹی کالی یوتھا کمیٹیوں اور دیگر اداروں اور تنظیموں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حکومت اڑیسہ کے سائیکلون ریلیف فنڈ میں امداد کرنے کے سلسلے میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ کے ریلیف فنڈ (اسپیشل ریلیف) کے لئے دل کھول کر مدد کریں۔

دستخط : **جیوتی باسو**

وزیر اعلیٰ حکومت مغربی بنگال

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں ۵ ویں فلم فسٹول ۱۹۹۹ء کا افتتاح



مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۱۰ نومبر کی شام کو کلکتہ فلم سنٹر نندن میں منعقدہ ایک تقریب میں دیپ جلا کر ۵ ویں فلم فسٹول ۹۹ء کا افتتاح کیا۔ شری باسو نے ہندوستان کی رنگارنگ ثقافت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ثقافت کی ان رنگارنگ خصوصیات کی استحکامت کے ذریعہ ہی ہندوستان کو مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔ پولس اور فوجیوں کے ذریعے مرکز کے ہاتھ مضبوط نہیں ہوسکتے۔ انھوں نے کہا کہ یہ خبر انتہائی افسوسناک ہے کہ اگلے سے بین الاقوامی تہوار صرف نئی دہلی میں ہوگا۔ ہم نے ہمیشہ لامرکزیت کی بات کہی ہے۔ فلمی ثقافت کے سلسلے میں بھی ہم ایسا ہی چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں دلی کے ساتھ ہماری بات چیت ہوگی۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ہندوستانی بین الاقوامی فلمی اتسو ہندوستان کے دیگر بڑے شہروں میں گھوم گھوم کر ہو تاکہ فلمیں بنانے والے مراکز کے فنکار حضرات بھی مستفید ہوسکیں۔

انھوں نے مزید بتایا کہ اس ریاست کے عوام کو بیرونی ممالک کی اچھی اچھی فلمیں دکھانے کی غرض سے کلکتہ فلم فسٹول کا آغاز کیا گیا ہے۔ ناظرین حضرات کو چاہئے کہ وہ ان فلموں کو دیکھ کر اپنی آراء سے ریاستی حکومت کو آگاہ کریں تاکہ ایسے تہواروں کا معیار بلند ہوسکے۔

شری باسو نے اس فسٹول کی کل آمدنی کے ۷۵ فیصد رقم کو اڑیسہ کے مصیبت زدہ عوام کے لئے عطیہ کرنے کے فیصلے پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے اڑیسہ کے عوام کے حق میں بھائی چارگی کے مظاہرے کے لئے فلمی حکام کو مبارکباد دی۔

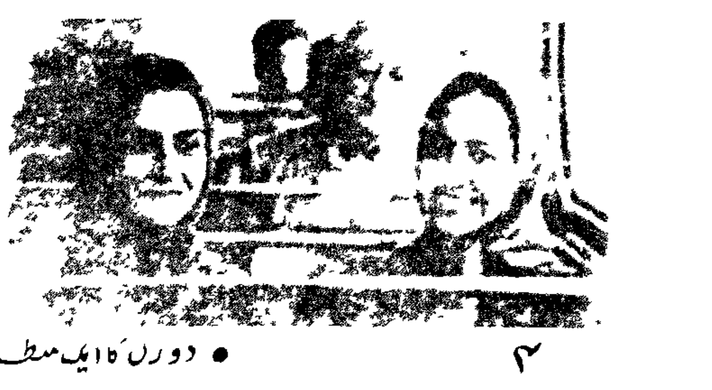
وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے اپنی تقریر میں اڑیسہ کے عوام کی مصیبت و تباہی پر اظہار افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اڑیسہ کی تباہ کن قدرتی آفات کی غیر متوازن صورتحال کی وجہ سے اس تہوار کے انعقاد کا امکان تقریباً معدوم ہوگیا تھا لیکن پیش رفت ہوئی۔ سینٹرل ایسوسی ایشن آف فلمس سوسائٹیز آف انڈیا کے تعاون سے فلم فسٹول کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ کل ۱۲ سینما گھروں میں تمام فلمیں دکھائی

جائیں گی۔ انھوں نے مزید کہا کہ فلموں کے انتخاب کے سلسلے میں تعداد سے زیادہ معیار کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہے۔

اس افتتاحی تقریب میں مہمان اعلیٰ کے طور پر اٹلی کے مشہور فلم ساز جیلو پنٹیکورنو نے اپنی مختصر سی تقریر میں سینما کی زبان کے اندرونی معنی کی وضاحت کی۔ انھوں نے کہا کہ سینما کے معنی ابلاغ کا ہے۔ یہ تہہ میں چھپے مرکزی نکات کو اجاگر کر دینے کی کوشش کرتا ہے۔ انھوں نے کلکتہ کے باذوق ناظرین میں خود کو پاکر بے حد خوشی کا اظہار کیا علاوہ ازیں انھوں نے بتایا کہ اٹلی کی حکومت نے کھاڑی کے مصیبت زدہ عوام کی بچاؤ کے لیے اپنا دست تعاون بڑھایا ہے۔

مہمان اعزازی اور مشہور فلم ساز شیام بینیگل نے کلکتہ فلم فسٹول کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ تہوار ہندوستان بھر میں ہونے والے تمام فلم تہواروں کے لئے باعث تحریک ہو گا۔ مسٹر بینیگل نے اپنی تقریر میں فلم ساز کے لئے حوصلہ اور تخلیقی صلاحیت کو دو بنیادی عناصر قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ دو عناصر اچھے سینما کی ترقی اور تسلسل کے لئے اہم ہیں۔

افتتاحی تقریب کے بعد مشہور ایرانی فلم ساز تہمینہ میلانی کی فلم "دو زن" (Two Women) کی نمائش کی گئی۔ یہ ان دو کمسن عورتوں کی کہانی ہے جو ایک کالج آف آرکیٹیکچر کی طالب علم ہیں اور آپس میں گہرے دوست ہیں اور زمانہ کے ہاتھوں جدا ہو جاتی ہیں اور پھر ۱۵ سال کے بعد ایک دوسرے سے ملتی ہیں دونوں اپنے گزرے ہوئے برسوں کی داستان سناتی ہیں جو دردناک ہونے کے ساتھ ساتھ عبرتناک ہے۔ متعدد فلموں کی نمائش کے ساتھ ۲۰ نومبر کو اس فسٹول کا اختتام ہو جائے گا۔ ■■



● دو زن کا ایک منظر

کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں فلم مارکٹ کا عارضی قیام



فیڈریشن آف فلم سوسائٹیز آف انڈیا (ایف ایف ایس آئی) نے پانچویں کلکتہ فلم فسٹول حکام کی جانب سے کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں ایک فلم مارکٹ کا اہتمام کیا۔ اس مارکٹ کا افتتاح گزشتہ ۱۱ نومبر کو برازیل کے فلم ڈائریکٹر مسٹر اینٹونیو اورالو نے کیا۔ مسٹر اورالو نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ ایک فلم فسٹول ایسے فلم مارکیٹ کے بغیر نامکمل کہلائیگا۔

اس مارکٹ کے قیام کا اصل مقصد ہندوستانی فلموں کے لئے دور دراز علاقوں میں ایک بازار قائم کرنا اور اسے فروغ دینا ہے۔ فلم ڈویژن کے تیار کردہ ویڈیو کیسٹوں کو بھی اس مارکیٹ سے بیرونی ممالک میں مختلف شعبوں کے ذریعے خود کو نمائش کرنے کا موقع فراہم ہو گا۔ فلمس ڈویژن، نیشنل فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن، ویسٹ بنگال فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن، ستیہ جیت رے فلمس اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ، آر۔ ڈی بنسال گروپ ان علمی اداروں میں سے ہیں جنھوں نے اس فلم مارکیٹ میں یونٹیں قائم کی ہیں۔ یہاں "رائز ورلڈ" (رے کی دنیا) کی بھی نمائش کی گئی۔ ■■

۵ ویں کلکتہ فلم فسٹول

شری بدھا دیب بھٹاچاریہ کا پریس کانفرنس سے خطاب



• وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھادیب بھٹاچاریہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

پانچویں کلکتہ فلم فسٹول کے لئے انتظار کی گھڑیاں

گزشتہ ۱۳ نومبر کو پریس کانفرنس کے انعقاد کے بعد سے گھٹنے لگیں، وزیر اطلاعات و ثقافتی امور و داخلہ (پولس) شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کلکتہ فلم فسٹول کو انٹرنیشنل فیڈریشن آف فلم پروڈیوسرز ایسوسی ایشن (آئی ایف اے پی ایف) کی تائید حاصل ہوئی ہے۔ اس سے بین الاقوامی فلموں کی دستیابی آسان ہو گئی ہے۔

انھوں نے بتایا کہ فلم سازوں سے سفارت خانوں کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کا سابقہ طریقۂ کار سے کافی تکلیف اور تضیع اوقات ہوتی تھی۔ آئی ایف اے پی ایف کی تائید سے اب کم وقتوں میں اچھی معیاری فلمیں حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

انھوں نے مزید کہا کہ فسٹول چلانے کے لئے ایک سوسائٹی کی تشکیل کی گئی ہے جو حکومت کے ساتھ تال میل رکھ کر اپنی کارکردگی انجام دے رہی ہے۔ امسال کل ۱۲ تھیٹروں میں بین الاقوامی فلمیں دکھائی جائیں گی۔ ان میں نندن I، نندن II، نندن III، راسد ارلسدن، گریس سنیما، سپنیرسنیما، اسدرا سنیما، جیبلیں، لائٹ ہاؤس، گورکی سدن بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سینٹرل کلب اور نیٹ سنیما میں بہت سی فلموں کی نمائش کریگا۔ فیڈریشن آف فلم سوسائٹیز آف انڈیا جمنا سنیما میں فلموں کی نمائش کرے گی جو صرف فلم سوسائٹی ممبروں کے لئے ہوں گی۔

وزیر موصوف نے بتایا کہ اس موقع پر اٹلی کے مشہور ہدایت کار و فلم ساز جیلو پنٹیکورلو کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا جائے گا۔ الفرڈ ہچکوک کو صد سالہ خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔ اس موقع پر ان کی بہت ساری معرکتہ الآرا فلمیں دکھائی جائیں گی۔ فسٹول میں جیکو پنٹیکور لو، سرگیئی پرزنوف کو بھی خراج محبت پیش کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ترکی کے مشہور ڈائریکٹر علی اصغر ترک اور عالمی شہرت یافتہ کیمرہ مین سبرالو مترا کی ایک ریٹروسپیکٹو (Retrospective)

بھی ہوگی، اس میلے میں ڈیڑھ فلمیں خاص توجہ کا باعث ہوں گی۔ ہالی وڈ کی کچھ کلاسیکی فلمیں بھی دکھائی جائیں گی۔ وزیر موصوف نے جدید فرانسیسی فلموں، مشرقی یورپی فلموں کی نمائش کا بھی اعلان کیا۔ انھوں نے کہا کہ اس میلے میں مارسیلو ماسترلیونی کی کئی فلموں کی نمائش کے ساتھ ان کی ۷۵ ویں سالگرہ بھی منائی جائے گی اور مینز دکوچی اور اوشیما کو خراج عقیدت پیش کیا جائے گا انھوں نے بتایا کہ ۲۹ ملکوں کی کل ۱۰ فلمیں اس میلے میں دکھائی جائیں گی۔ سرور دزایف ایف ایس ان کے زیر اہتمام "اوپن مارم" بے فنت بات چیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے جس میں فلمی صنعت کے ممتاز ڈائرکٹر، فلم سار اور فلمی شخصیتیں حصہ لیں گی۔

ایف ایف ایس آئی اس موقع پر بہت سی کتابوں کی اشاعت بھی کرے گی۔

شری بدھا دیب بھٹا چاریہ نے مزید اعلان کیا کہ تجارتی نمائش سے حاصل ہونے والی آمدنی خیراتی فنڈ میں بطور عطیہ دے دی جائے گی۔ آمدنی کی چار تہائی حصہ اڑیسہ سائیکلون ریلیف فنڈ میں جمع دیا جائے گا۔ اور باقی رقم سینے ورکرس ویلفیر فنڈ کو دی جائے گی۔

اس موقع پر وزیر اطلاعات وثقافتی امور کے ہمراہ ان کے پرسنل سکریٹری امیت کرن دیب بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔ ••

ہیچکوک اور ریتک گھٹک پر ایک نمائش کا افتتاح



ریاستی وزیر سیاحت وماحولیات شری مانس مکھرجی تصویری نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے۔

ریاستی وزیر سیاحت وماحولیات وخدمات نوجوان شری مانس مکھرجی نے گزشتہ ۱۱ نومبر کو سدن ۱۱ کے لان میں ۵ ویں کلکتہ فلم فیسٹول حکام کی جانب سے منعقدہ ایک نمائش کا افتتاح کیا اس نمائش کے ذریعے عالمی شہرت یافتہ فلم ساز الفریڈ ہیچکوک کے جشن صدی اور مشہور ہندوستانی فلمی ڈائرکٹر ریتک گھٹک کی ۷۵ ویں سالگرہ پر انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ یہ نمائش دو لیجنڈ عظیم شخصیتوں کی مختلف اہم فلموں کی تصاویر پر مبنی ہے۔ اس موقع پر شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرسنل سکریٹری امیت کرن دیب اور کلکتہ فلم فیسٹول کے ڈائرکٹر شری انگشو سور بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔ ••

قانون کے تحت صارفین کا تحفظ

وشو ناتھ چکرورتی

صارفین کے تحفظ کی تاریخ:- دنیا کے تمام ممالک میں فروخت کنندگان کی اپنی ایک انجمن ہے اور یہ لوگ متحد ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس گاہکوں/خریداروں کی کوئی انجمن یا یونین نہیں ہے اور اس لئے یہ لوگ بڑی آسانی سے استحصال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی کے دوران فروخت کنندگان اور خریداروں کے درمیان تعلقات پر "کاویٹ ایمپٹر" (یعنی ہوشیار خریدار) کے اصول کا زبردست تسلط تھا۔ اس اصول کے تحت خریدے ہوئے ساز و سامان میں کوئی نقص نکل آنے پر خریدار اس سے متعلق کوئی شکایت درج نہیں کر سکتا تھا۔ تہذیب و تمدن میں ترقی کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹکنالوجی میں بھی حیرت انگیز ترقی واقع ہوئی۔ فروخت کنندگان کی جانب سے استحصال کے طور و طریقہ میں بھی خفیہ طور پر تبدیلی آئی اور اس تبدیلی نے خریداروں کو فروخت کنندگان کے رحم و کرم کا دست نگر بنا ڈالا۔ لیکن مہذب سماج میں ناجائز کاروبار کی روایت کے مطلب پرست مقاصد کو جاری و ساری رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے اور دنیا کے ہر حصہ میں ۲۰ویں صدی کے آغاز سے ہی رفتہ رفتہ صارفین کے اندر بیداری فروغ پانے لگی۔

۱۹۲۷ء کے دوران ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تحریک صارفین اور فروغ صارفین کی شروعات ہوئی اور ۱۹۳۶ء کے دوران اس نے ایک مکمل شکل اختیار کر لی۔ ۱۹۶۰ء کے دوران صارفین یونین کی ایک بین الاقوامی انجمن (آئی۔ او۔ سی۔ یو) کا قیام عمل میں آیا۔ انجمن ہذا کا مقصد صارفین سے اکائیوں کے درمیان تال میل اور تعاون کا ماحول پیدا کرنا تھا۔ کچھ عرصہ بعد انجمن ہذا ترقی پاکر ایک بین الاقوامی فورم بن گئی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں حقوقِ صارفین کو بل آف رائٹس میں شامل کیا گیا ہے۔ بل ہذا کے پاس کرنے کے دوران مارچ ۱۹۶۲ میں امریکی کانگریس کے نام اپنے پیغام میں صدر امریکہ جان ایف کنیڈی نے صارفین کے چار حقوق کو بیان کیا۔ ذیل میں ملاحظہ کیجیے:۔

(۱) بچاؤ اور سلامتی کا حق (۲) خبرگیری و واقفیت کا حق (۳) چننے اور انتخاب کرنے کا حق (۴) سنے جانے اور سماعت پانے کا حق۔

فی الحال دو مزید حقوق کو بل آف رائٹس میں جگہ دی گئی ہے وہ یہ ہیں:۔

(۵) تدارک اور دادرسی کا حق

(۶) تعلیم صارفین سے آراستہ ہونے کا حق

بل آف رائٹس کو فی الحال حقوق صارفین میگنا کارٹا تسلیم کیا گیا ہے۔

برطانیہ کی تحریک صارفین کی تاریخ میں ڈونوگھو بمقابلہ اسٹیونسن (۵۶۲ اے سی ۱۹۳۲) کے فیصلہ کو ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں بیئر (شراب) کی بوتل میں ایک گھونگا کے نکلنے پر خریدار نے اسے تیار کرنے والے کارخانہ پر ایک مقدمہ دائر کر دیا اور دعویٰ کیا کہ اسے اس کی وجہ سے کافی خسارہ اٹھانا پڑا ہے۔ آخرکار مدعی کو عدالت نے اس کے خسارے کا ایک اچھا خاصہ معاوضہ دلوایا۔ برطانیہ میں تحفظ صارفین کی ابتدا در اصل سامان فروخت ایکٹ برائے ۱۸۹۳ء کے نفاذ کے ساتھ ہوئی۔ ایکٹ ہذا کی نہایت ہی قابل تحسین خصوصیت یہ ہے کہ فروخت کنندہ کے فروخت کردہ سامان کو بازار کے معیار پر پورا اور کھرا اترنا لازمی ہے اور خریداروں کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ اگر خریدے جانے کے بعد سامان بازار کے معیار پر پورے اور کھرے نہیں پائے جاتے ہیں تو خریدار سامان مرمت کے بعد فروخت کنندگان سے واپس لیں گے یا اس کی جگہ دوسرا نقص سے پاک سامان لیں گے یا سامان کی قیمت خرید واپس لیں گے۔ ۲۰ویں صدی کے دوران مغربی ممالک میں تحریک صارفین نے بڑا زور پکڑا اور اس تحریک کے دوش بدوش چلنے کے نظریہ کے تحت ہائر پرچیز (خرید کرایہ) ایکٹ برائے ۱۹۶۵ء صارفین کریڈٹ (صارفین ساکھ) ایکٹ برائے ۱۹۷۴ء، کنزیومر سیفٹی (صارفین سلامتی) ایکٹ برائے ۱۹۷۸ اور کنزیومر پروٹیکشن (صارفین تحفظ) ایکٹ برائے ۱۹۸۷ء جیسے بے شمار قوانین برطانیہ میں نافذ کیے گئے۔

صارفین تحفظ اور ہندوستان:- برطانوی حکومت کے تحت ہندوستان

میں بے ایمان تاجر بڑی بے رحمی سے صارفین کا استحصال کیا کرتے تھے اور جو ایکٹ صارفین کے لئے ایک امید کی کرن بن کر آیا تھا وہ ہندوستانی معاہدہ ایکٹ برائے ۱۸۷۲ء تھا۔ یہ اپنے اندر نو آبادیاتی نظام کے تحت دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ سامانوں کی فروخت سے متعلق چند گنجائشیں بھی رکھتا تھا۔ خصوصاً پیچیدہ عدالتی کارروائیوں کے ساتھ اور مروجہ قانون جارحانہ تجارتی عوامل سے دو چار ہونے کا اہل بالکل نہیں تھا۔ نتیجہ کے طور پر سامانوں کی فروخت کا ایکٹ برائے ۱۹۳۰ء کا نفاذ عمل میں آیا۔

آزادی کے بعد حکومت ہند نے صارفین کو کچھ راحت پہنچانے اور صارفین کے مفاد کو تحفظ بخشنے کی غرض سے لاتعداد قوانین وضع کیے۔ خوراک میں ملاوٹ پر روک ایکٹ برائے ۱۹۵۴ء، لازمی اشیاء ایکٹ برائے ۱۹۵۵ء، انڈین اسٹانڈرڈ انسٹی ٹیوٹس (سرٹی فیکیشن مارکس) ایکٹ برائے ۱۹۵۲ء، دی مونوپولیز اینڈ ریسٹرکٹو ٹریڈ برائے ۱۹۶۹ء، ڈرگس (کنٹرول) ایکٹ برائے ۱۹۵۰ء، ڈرگس اینڈ میجک ریمیڈیز (آبجیکشنیبل ایڈورٹیزمنٹس) ایکٹ برائے ۱۹۵۴ء وغیرہ کا ان وضع شدہ قوانین میں شمار ہوتا ہے جو دستور ہند خصوصاً پریمبل اور ڈائرکٹو پرنسپلس آف اسٹیٹ پالیسی (پارٹ ۱۷ آف دی کانسٹی ٹیوشن) کے مقاصد کو تحفظ بخشتا ہے اور یہ مقاصد لوگوں کی رفاہ و فلاح کو فروغ دینے کی غرض سے ایک سماجی نظام کو موثر حد تک جہاں تک ممکن ہے سلامتی اور تحفظ بخشتے ہوئے لوگوں کی فلاح و رفاہ کو فروغ دینے کی ضمانت دیتے ہیں۔

<u>تحریک صارفین اور ہندوستان:-</u> ۱۹۵۰ء سال کے دوران ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل سی۔ راجہ گوپال اچاریہ نے ہندوستان میں پہلی رضاکارانہ صارفین کی انجمن قائم کی تھی لیکن صحیح معنوں میں ہندوستان میں تحریک صارفین کا آغاز ۱۹۶۰ء کے بعد ہوا۔ احمد آباد کی تعلیم صارفین اور تحقیق انجمن، ممبئی کی کاؤنسل آف فیئر بزنس پریکٹس اور کلکتہ کی صارفین فورم نے صارفین کے مفاد کو سامنے رکھ کر کام کرنا شروع کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ استحصال کے خلاف موثر اور تیز تر تدارک کرنے کی گنجائش رکھتے ہوئے صارفین کے تمام طبقات تک پہنچ رکھنے والے ایک آسان اور سہل قانون جو صرف سامان فروخت کنندگان کے لئے ہی نہیں بلکہ خدمات فروخت کنندگان کے لئے بھی نفع بخش ہوگا، کی ضرورت کو قوانین سازوں اور سماجی اصلاح کاروں دونوں نے ہی شدت سے محسوس کیا تھا۔

حکومت ہند نے بھی ایک ایسے قانون کی ضرورت کو محسوس کیا تھا جو شکلاً آسان ہو اور فطرت کے اعتبار سے موثر ہو اور اس کے تحت حکومت ہذا نے دسمبر ۱۹۸۶ء کو "دی کنزیومر پروٹیکشن بل برائے ۱۹۸۶ء" پیش کیا جس کا مقصد صارفین کے مفاد کو بہتر تحفظ بخشنا ہے۔ اس کی وضاحت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

یہ درج ذیل طور پر صارفین کے حقوق کو فروغ اور تحفظ بخشتی ہے:-

(الف) وہ اشیاء جو جان و مال کے لئے ضرر رساں ہیں، کو بازار میں لانے سے روکنے کے حقوق۔ (ب) سامانوں کی مقدار، اثر آفرینی، پاکیزگی، معیار اور قیمت کے بارے میں جانکاری رکھنے کا حق۔ (ج) موازاتی قیمتوں پر اشیاء کے اقسام جہاں تک ممکن ہو پہنچنے پر یقین ہونے کا حق (د) مناسب اور موزوں فورموں پر صارفین کے مفاد کو جائز توجہ ملے گی، سے متعلق پُریقین ہونے اور شنوائی پانے کا حق۔ (ہ) پر فریب تجارت و پیشہ یا صارفین کے ناجائز استحصال کے خلاف تدارک کی اقدامات لئے جانے کا حق (و) تعلیم صارفین حاصل کرنے کا حق۔

مرکزی اور ریاستی سطح پر صارفین تحفظ کاؤنسل قائم کی جائے اور کاؤنسل ہذا کے ذریعہ مقاصد ہذا کو فروغ اور تحفظ بخشے جائیں۔ (گزٹ آف انڈیا، اکسٹرا آرڈینری، پارٹ II، سیکشن ۲، مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا)

<u>صارفین تحفظ اور قانون:-</u> یوبی آئی جس آئی بی آئی ریمیڈیم

معزز جسٹس کرشنا آئیر فرماتے ہیں۔ "قانون میرے مشاہدہ کے مطابق ایک سماجی اور اوڈیٹر (یعنی محاسب) کی حیثیت کا مالک ہے اور اس کے اس محاسباتی کام کو اس وقت سرگرم اور متحرک بنایا جا سکتا ہے جب کوئی شخص سچے عوامی مفاد کے ساتھ جورس ڈکشن (دائرہ اختیار) میں آگ لگائے" ہندوستانی دستور صحیح معنوں میں ایک سماجی دستاویز ہے اور حصہ ـ ۱۷ (ڈائرکٹو پرنسپلس آف اسٹیٹ پالیسی) میں یہ بات نہایت ہی واضح طور پر کہی گئی ہے کہ اگرچہ ڈائرکٹو پرنسپلس شہریوں کو کوئی قابل نفاذ حق عطا نہیں کرتا ہے تاہم یہ ریاست کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ پرنسپلس ہذا کو بروئے کار لاتے ہوئے قوانین وضع کرے اور درحقیقت صارفین تحفظ ایکٹ برائے ۱۹۸۶ کا آغاز ڈائرکٹو پرنسپلس میں مضمر ہے۔ ایکٹ ہذا ایسے رفاہی قانون کا ایک اہم جزو ہے جو تا حال

کاشتکاروں / کارخانہ داروں کے استحصال اور فریب پر مشتمل ناجائز تجارت اور پُر فریب پیشوں سے صارفین کے مفاد کو تحفظ بخشتا ہے ۔

<u>دی ایکٹ</u> :۔ صارفین تحفظ ایکٹ کے اندر ۳۱ دفعات ہیں اور یہ ۴ ابواب میں منقسم ہے۔ ایکٹ ہذا " صارفین " کی تشریح و تعریف میں اپنی مثال آپ ہے اور ویبسٹرس نیو ڈکشنری میں پیش کردہ صارفین کے مفہوم کو تسلیم کرتا ہے ۔ اس اصطلاح کی رو سے ایکٹ ہذا اپنے حلقہ مفہوم میں سبھی خریداروں اور کسی شے یا خدمت کو برتنے استعمال لانے والے کو رکھتا ہے لیکن فروخت کنندگان اور تاجروں کو اپنے حلقہ مذکورہ میں شامل نہیں کرتا ہے۔ ایکٹ ہذا مرکزی اور ریاستی صارفین تحفظ کاؤنسل (الیس الیس ۴ تا ۸) پر یہ قانونی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ایکٹ ہذا میں مندرجہ دفعہ ۶ کے مطابق صارفین حقوق کو فروغ دیں اور تحفظ بخشیں ۔ ایکٹ ہذا مالی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے سہ درجہ تدارکی ایجنسیوں کی سہولت فراہم کرتا ہے ہر ضلع میں ایک صارفین تنازعہ تدارکی فورم موجود ہے ۔ اس ضلع فورم میں تین اراکین ہوتے ہیں اور اس کا صدر ایک ضلع جج یا ضلع جج کی اہلیت کا حامل کوئی شخص ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تین اراکین میں سے ایک رکن ایک سماجی کارکن خاتون ہوتی ہیں ۔ پانچ لاکھ روپے کی مالیت کا کوئی تنازعہ کی شکایت ضلع فورم میں درج کروائی جاتی ہے ۔ اسی طرح صارفین تنازعہ تدارکی کمیشن ایک ریاستی سطح ایجنسی ہے اور یہ تین اشخاص پر مشتمل ہے اور تین اشخاص میں ایک خاتون رکن ہوتی ہیں ۔ اس ریاستی کمیشن کا صدر ہائی کورٹ کا ایک سیٹنگ جج یا کوئی ریٹائرڈ جج ہوتا ہے بقیہ ۲ اراکین کا انتخاب تجارت، صنعت، معاشیات، قانون اور انتظامیہ وغیرہ کے میدان میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک اشخاص میں سے کیا جاتا ہے ۔

تدارکی ایجنسیوں کا اعلیٰ اور بلند ترین ادارہ نئی دہلی میں واقع قومی کمیشن ہے ۔ یہ قومی کمیشن ۵ اراکین پر مشتمل ہوتا ہے اور ان میں سے ایک خاتون رکن ہوتی ہیں ۔ ہندوستان کے سپریم کورٹ کے کسی سیٹنگ یا ریٹائرڈ جج کو کمیشن ہذا کا چیئرمین منتخب کیا جاتا ہے اور اس کے دیگر اراکین کا انتخاب سماج کے مختلف حلقوں سے کیا جاتا ہے ۔ پانچ لاکھ روپئے کی مالیت کے کسی بھی تنازعے کو تصفیہ کے لئے ضلع فورم کے پیش کیا جا سکتا ہے اور اگر مذکورہ تنازعہ کی مالیت ۵ لاکھ روپے سے تجاوز کر جاتی ہے لیکن ۲۰ لاکھ روپئے کے اندر رہوتی ہے تو تنازعہ ہذا کو ریاستی کمیشن کے رو برو رکھا جاتا ہے علاوہ ازیں اگر کسی تنازعہ کی مالیت ۲۰ لاکھ روپئے سے تجاوز کر جاتی ہے تو اسے قومی کمیشن (الیس الیس ۱۱، ۱۷ اور ۲۱) کے روبرو پیش کیا جاتا ہے ۔

اگر کسی شخص کو ضلع فورم کے فیصلہ سے تشفی نہیں ملتی ہے تو ریاستی کمیشن کے سامنے مذکورہ فیصلہ کے خلاف اپیل درج کروا سکتا ہے اور اگر ریاستی کمیشن کے فیصلہ سے بھی وہ خوش نہیں ہوتا ہے تو وہ مذکورہ تنازعہ کو ہندوستان کے سپریم کورٹ تک لے جا سکتا ہے ۔ ان تمام معاملات کی اپیل دائر کرنے کی میعاد ۳۰ دن ہے ۔

تدارکی فورم یا کمیشن مقامی عدالتوں کے ذریعہ اپنے فیصلہ پر عملدرآمد کروانے کا اختیار رکھتی ہے اور دفعہ ۲۷ کے تحت فیصلہ کی خلاف ورزی یا اسے نہ ماننے کی صورت میں سزا ہو سکتی ہے ۔ ایک ماہ سے تین سال قید کی سزا ہو سکتی ہے اور کم از کم ۲۰۰۰ روپئے اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰۰۰ روپئے بطور جرمانہ ادا کرنے پڑیں گے ۔ المختصر قید اور جرمانے کا اطلاق ساتھ ساتھ ہوگا ۔ غیر سنجیدہ اور پریشان کن شکایت (دفعہ ۲۶) کے لئے اس میں جرمانہ کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے ۔

صارفین تحفظ ایکٹ مسلمہ طور پر ہندوستان میں نافذ ہونے والے قوانین میں ایک بہترین سماجی قانون ہے ۔ اس عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کے لئے نا ہی کوئی کورٹ فی ادا کرنی پڑتی ہے اور نہ ہی کسی اسٹامپ ڈیوٹی کی ضرورت پڑتی ہے اور یہاں مقدموں کے فیصلے بھی بہت جلد ہوتے ہیں ۔

<u>قانون اور حقیقت</u> :۔ قانون موجود ہے لیکن لوگ اس کے متعلق نہیں جانتے ہیں ۔ لاتعداد قوانین (یا یہ کہنا بہتر ہوگا کہ یہ قوانین کی کتابوں میں روپوش ہیں) صارفین کے مفاد کو تحفظ بخشنے کے لئے ہمارے ملک میں موجود ہیں لیکن صارفین ان سے کہاں تک واقف ہیں ؟ کیا لوگ جانتے ہیں کہ طاق میں رکھی ہوئی روٹی ۲۴ گھنٹوں تک خراب نہیں ہوتا ؟ اس امر سے یہ لوگ واقف ہیں کہ تمام برقی آلات کے صحیح اور درست ہونے کی گارنٹی آئی الیس آئی اسٹانڈرڈ کرتا ہے ؟ کیا لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ کونگو رڈ، میثانل (کیسری) یا کا پر گرین جو اکثر و بیشتر پکے ہوئے کھانوں اور مٹھائیوں کو رنگین بنانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، جیسے ممنوع رنگ انسان کے جسم کو کینسر جیسا موذی مرض دیتے

ہیں۔ ڈلسن جیسے اکثر چینی کی جگہ پر کولڈ ڈرنکس اور چاکلیٹ میں استعمال کیا جاتا ہے، جس سے کینسر کا مرض ہوتا ہے۔ کتنے لوگ ان حقیقت سے واقف ہیں کہ ٹیٹراسائکلین ۱۲ سال سے کم عمر کے بچوں کے لئے نقصان دہ ہے؟ کیا صارفین یہ جانتے ہیں کہ تجارتی ناموں سے زیادہ عام ناموں کی دوائیں زیادہ سستی ہیں؟ گمراہ کن اشتہارات صارفین کو بے وقوف بناتے ہیں۔ واٹر فلٹر جراثیم سے پاک پانی مہیا نہیں کرپاتا ہے۔ جیسی شفا خانے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ موٹاپا کم کرنے والے مراکز فرضی تختیاں لگاتے ہیں۔

عوامی سیکٹر کی صورت حال بھی بہت اچھی نہیں ہے۔ چونکہ ہمارے ملک کی حکومت سامان و خدمات سب سے زیادہ فراہم کرتی ہے اس لئے بیشتر علاقوں میں اسے اجارہ داری حاصل ہے۔ خواہ بجلی، نقل و حمل، مواصلات، بینکنگ وغیرہ جیسے عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ یہ لازمی اشیاء کی سپلائی ہو یا عوامی خدمات۔ ان جملہ مقامات پر صارفین کے لئے کسی کو کوئی مکرلا حق نہیں ہے۔

اس سے ہندوستان کے صارفین کی صورت حال کا ایک خاکہ ذہن میں بنتا ہے اور صورت حال صارفین کی بے بسی اور معصومیت کے آئینہ دار ہیں۔ معصومیت اور ناخواندگی بلاشبہ صارفین کے استحصال کے بہت بڑے ذمہ دار ہیں لیکن اس استحصال کے پیچھے ست پیدا ان کے نہایت ہی معقول اسباب صارفین کے ایک بڑے سیکٹر کی خراب ترین معاشی حالت سے وابستہ ہیں۔

یہ جان کر صحیح معنوں میں بڑی حیرت ہوتی ہے کہ روزانہ تقریباً جملہ صارفین اپنے خریدے ہوئے سامان اور خدمات کے اقسام اور مقدار میں متوقع معیار سے محروم رہتے ہیں۔ صارفین منافع خور تاجروں کے ہاتھوں ٹھگے جاتے ہیں۔ خوردہ فروش سامان کے پیکٹ پر چھپے داموں کی کبھی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ یہ لوگ مختلف ٹیکسوں اور چارجوں کے بہانے بناکر اپنی مرضی کے مطابق قیمت پر چیزیں فروخت کرتے ہیں۔

<u>قانون کا نفاذ</u>۔ کواڈیری بان ڈیسٹ فینکم ویلیٹ سائلنٹ بحس اتھارٹی لکھنؤ میں ڈیولپمنٹ اتھارٹی بمقابلہ ایم کے گپتا (اے آئی آر ۱۹۹۴ ایس سی ۷۸۷) کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ہندوستان کے سپریم کورٹ نے کہا۔ ”سماجی فوائد سے مزین قانون کو صارفین کے مفاد سامنے رکھ کر نافذ کرنا چاہئے۔“ عدالت عالیہ کے اس نظریہ کو بدقسمتی سے ذیلی اور ضمنی عدالتوں نے نہیں اپنایا ہے خصوصاً تدارکی فورموں اور کمیشنوں نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے جلدبازی کے ساتھ فیصلے صادر کئے ہیں اور ان سے صارفین بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ایک تحریری قانون کو قانونی ادارے کا معتبر محفوظ خانہ تصور کیا جاتا ہے اور عدالت کا کام ان میں بیان کی گئی باتوں کو بغیر کسی تبدیلی کے پیش کرنا ہے اور عدالت کو اس کام سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہئے۔ اس مقولہ پر اچھی طرح ڈٹے رہنا چاہئے ۔”اسٹریس مجس ویلیٹ کوام پیریٹ“ (یعنی حالی رہنے سے بہتر کچھ کر گزرنا ہے) موجودہ تدارکی نظام کے لئے اس ایک لاموڈ از ماکش سے چھٹکارا پانا نہایت ہی مشکل ہے اور اس کے اسباب کتاب بنام ”دی پالیٹکس آف دی جوڈیشیری“ میں پائے جاسکتے ہیں۔ اس کتاب میں پروفیسر گریفتھ کہتے ہیں کہ اگر کسی جج سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ کوئی زبردست تبدیلی لائے گا تو یہ ایک خام خیالی ہوگی۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے ایک آنارکسٹ سے یہ توقع کی جائے کہ وہ آمریت پسند سماج کی حمایت میں لڑے گا۔

<u>تعلیم صارفین</u>:۔ لہذا صارفین کو قانونی اور عدالتی عقدہ سلجھانے کے لئے خود کو تعلیمی زیور سے آراستہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک عریاں حقیقت ہے کہ لوگ سخت محنت اور مشقت کے بعد روٹی کماتے ہیں لیکن اس روٹی کے معیار سے متعلق بالکل غافل رہتے ہیں جب تک وہ لوگ جو بیداری پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، سماج میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے مضبوط ارادے کے ساتھ سامنے نہیں آتے ہیں اس وقت تک ریاست اکیلا استحصال کے شکار صارفین کی کوئی مدد نہیں کرسکتا ہے۔ اس ملک کی چند رضاکار انجمنیں تحریک صارفین کو ایک خاص سمت دینے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان میں سے بیشتر انجمنیں اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے آلات اور ہتھیار سے پوری طرح لیس نہیں ہیں۔ ان لوگوں کو اس مخصوص شعبے میں تعلیم بھی حاصل کرنی ہوگی کیونکہ یہ جنگ یہ لوگ منظم سیکٹروں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ چند سال قبل حکومت ہند نے مغربی بنگال (کلکتہ) میں ایک قومی ادارہ برائے تعلیم صارفین قائم کرنے کا فیصلہ بھی کیا تھا اور اس سلسلہ میں لازمی فنڈ کا انتظام بھی کیا تھا لیکن پالیسی کی عمل درآمد میں تاخیر کی وجہ سے ادارہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا اگرچہ قومی ادارہ برائے تعلیم صارفین (این آئی سی ای) جیسا ادارہ نظام قانون کی پیچیدگیوں کو واقف کرنے رضاکار تنظیموں کے صارفین کے اندر بیداری پیدا کرنے کی غرض سے نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ رضاکار تنظیمیں اس کام میں بطور ایک سرمایہ دار کے کام کریں گی۔

نون کا دائرہ عمل ۔ ساکسی براہ راست لحاظ یا مروت (مثلاً
رکاری ہسپتال، میونسپلٹیاں) کے لوگوں کو اپنی خدمات بہم پہنچانے
دوران کسی عوامی ادارہ سے کوئی بھول ہو جاتی ہے یا اس کے کام میں
یٔ نقص پایا جاتا ہے تو ایکٹ ہذا اس کا کوئی تدارک یا اس کی
یٔ اصلاح نہیں کرپاتا ہے۔ اسں کے برعکس نرسنگ ہوم، پالیتھو
یکل لیباریٹری جیسے نجی ادارے سی۔ پی۔ ایکٹ کے تحت آتے ہیں۔ میڈیکل
لیٹنرس (یعنی ڈاکٹر حضرات) ایکٹ ہذا کے تحت آتے ہیں جبکہ لیگل
نیٹنرس (یعنی وکلا حضرات) ایکٹ ہذا کے تحت نہیں آتے ہیں اور عدالتی
ئے اس مسئلہ پر منقسم ہے۔ جناب جسٹس لکشمن راؤ کی رائے میں خدماتٌ کو کسی لحاظ یا
ی ط عوامی فوائد خدمات کے تحت آتے ہیں کو سی۔ پی۔ ایکٹ کے سروس کے
اور وسعت کے اعتبار سے سروس میں تسلیم کرنا چاہئے اور عوامی فوائد
ٹیکنگس پر قانونا یہ بات لاگو ہوتی ہے کہ اپنی خدمات میں کسی طرح کی
یا نقص کے پائے جاتے پر وہ اس کی تلافی کریں (۱۹۹۱ سی پی آر ۳۵)۔
ان جسٹس بالاکرشنا اراڈی (قومی کمیشن کے چیئرمین) اس کے برعکس
رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ پارلیمان اگر ایسا چاہتا ہے تو معاملہ کو
تالی کرسکتا ہے اور ایکٹ مذکورہ اس طور پر ترمیم لا سکتا ہے کہ قانون
عہوم اور اس کی تشریح میں کوئی ابہام یا ابہام باقی نہیں رہے (۱۹۹۱ سی پی
۱ ق ا) - میڈیکل سروس (خدماتٌ) کی سی پی ایکٹ میں شمولیت سے بلاشبہ میڈیکل
یٹنرس کے پیشہ ورانہ کام کو زبردست خطرہ لاحق ہوسکتا ہے اور اس کے
ے پیشہ ورانہ عملت کو ٹرکی سختی سے ہیٹا جائے گا۔ اور ور پر صحت کے مابین معاملہ
ہیصلہ سناتے ہوئے لارڈ ڈیننگ نے کہا ہے کہ "ہم لوگ بڑے پیمانے پر لوگوں کو
ساں پہنچائیں گے اگر ہم لوگ ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کو ان کے یہاں ہونے والی
لطی کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے ایسی صورت میں ڈاکٹر حضرات اپنے مریضوں کی
ائی سوچنے سے پہلے اپنی سلامتی اور بچاؤ سے متعلق سوچیں گے (۲ ۱۹۵۴) ۲ کیو
۶۶) ۔ اے الیس متل معاملہ میں ہندوستان کی سپریم کورٹ نے ایک ایسے میڈیکل
یکٹنر کی بھول کا مشاہدہ کیا جو اپنے پیشہ سے انصاف نہیں کر رہا تھا اسے
لت ایکٹ کے تحت قصور وار ٹھہرایا [اے الیس متل با ریاست یوپی معاملہ
۱۹۸) ۳ الیس سی سی ۳۴ ۲۵]۔ مذکورہ بالا فیصلہ کی روشنی میں یہ بات واضح
جاتی ہے کہ ایک ڈاکٹر کی صلاحیت کو جانچنے کے لئے اس کے کام کا جائزہ لینا
لازمی ہے! در یہ واضح اور صاف حقیقت ہے کہ ایک ڈاکٹر کے کام کاج کا جائزہ غیر

تکنیکی اختصاص پر مشتمل صارفین تدارک کی ایجنسیاں نہیں لے سکتی ہیں بلکہ یہ طبی ماہرین کا
کام ہے جو اسے نہایت ہی حسن و خوبی سے کرپائیں گے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ پیشہ ورون
کی پیش کردہ خدمات میں کمی یا نقص پائے جانے کی صورت میں تدارکی ایجنسیوں کی جانب سے
فیصلہ صادر کئے جانے کے قبل تکنیکی ماہرین کی ایک جماعت اس معاملہ کا جائزہ لے گی
اور اس کی جانچ کریگی لیکن ایکٹ ہذا ریاستی سطح یا قومی سطح پر ایسی کسی تکنیکی ماہرین
کی جماعت کا حوالہ دستور سے نہیں پیش کرتا ہے۔

احتساب ۔ قانونی اور انتظامی دونوں ہی طرح کے اقدامات کی افراط کے باوجود صارفین
تحفظات ایک بے روح جسم کی طرح موجود ہے۔ ہمارے ملک میں صارفین تجارتی اور صنعتی
ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہاتھوں کسمپرسی و بے چارگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بے انتہا
غریبی کے خلاف جنگ لڑنے کے دوران صارفین کو صارفین تحفظ کی جنگ میں شرکت
کرنے کا وقت بڑی مشکل سے مل پاتا ہے۔ غریبی کے علاوہ صارفین کی بیداری کی راہ میں
آنے والی رکاوٹوں میں ناخواندگی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ایک عرصہ دراز سے
تسلیم شدہ مقولہ ہے کہ قانون تنہا کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے لہذا یہ ضروری
ہے کہ (الف) صارفین کو سی پی ایکٹ کی رو سے دستیاب ان کے حقوق اور
ان کے مسائل دور کرنے کے طریق کاروں سے روشناس کروایا جائے۔
(ب) صارفین کے کاز کو آگے بڑھانے کے کام میں رضاکار تنظیموں کی
ہمت افزائی کی جائے۔
(ج) مذکورہ بالا تنظیموں کو بحالتِ موثر طور پر تربیت فراہم کی جائے کہ
وہ صارفین قانون کے مقاصد کی نشر و اشاعت بہتر طور پر کرپائیں۔
(د) منظم سیکٹروں کے خلاف معاشی اعتبار سے پست طبقات کی
جنگ میں طبقاتِ ہذا کو قانونی امداد بہم پہنچانے کے انتظامات کئے جائیں۔
(ہ) نچلی سطح پر نظام تعلیم میں کنزیومرازم (صارفیت) کو ایک موضوع
کے طور پر شامل کیا جائے۔
(و) لازمی فنڈ اور لاتعداد مزدور کے ساتھ تدارکی فورموں کو تقویت
اور مضبوطی بخشی جائے اور
(ز) قانون کو کامیاب طور پر لاگو کرنے کے لئے عیوب سے پاک پالیسی
تشکیل کی جائے۔

اس مقالہ کے مصنف کا اسم شریف لسوا ناتھ چکرورتی ہے۔ آپ
اسٹیٹ فوڈ اینڈ سپلائز سروس کے ایک رکن ہیں۔ فی الحال آپ ڈبلیو بی ای سی ایس
سی لمیٹڈ کے تحت منیجر انچارج (قانون) کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ہوشیار صارف ہی ایک محفوظ صارف ہے

پی۔ وینکٹیسن

کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم میں سے ہر فرد کسی نہ کسی لحاظ سے صارف ہے۔ روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہمیں مختلف اشیاء اور خدمات حاصل کرنا پڑتی ہیں۔ ہوشیار اور باخبر ہونے کی وجہ سے ہم تاجروں، صنعتکاروں نیز خدمات فراہم کرنے والوں کے استحصال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آزادی کے بعد کے دور میں صارفین کے مفادات کا تحفظ مرکزی حکومت کی بڑی تشویشات میں شامل رہا ہے۔

صارفین کے مفادات کے تحفظ کے لئے پالیسیاں تیار کی گئیں اور قوانین بنائے گئے ہیں تاکہ ان کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور رسد، تحفظ، اطلاع کے حصول اور شکایتوں کے ازالہ کے حقوق حاصل ہو سکیں۔ صارفین کے تحفظ اور مال و خدمات میں معیارات کو فروغ دینے کے لئے مرکز میں امور صارفین کا ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ صارفین کے مفادات کے تحفظ کو حکومت اور پالیسی ساز کس قدر اہمیت دیتے ہیں۔

<u>صارفین کے مفادات کے تحفظ سے متعلق قانون</u>:۔ صارفین کے مفادات کے تحفظ کے لئے ۱۹۸۶ء میں ایک قانون بنایا گیا۔ اس ایکٹ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ صارفین کے تحفظ کے لئے قانون میں کئی دفعات موجود ہونے کے باوجود مصنوعات تیار کرنے والی کمپنیاں، تاجر اور خدمات فراہم کرنے والے ان کا استحصال کرنے سے گریز نہیں کر رہے تھے۔ یہ ایک جامع اور انوکھا قانون ہے۔ اس کے ذریعہ قومی، ریاستی اور ضلعی سطحوں پر صارفین کی شکایتوں کے ازالہ کے لئے ایک سہ درجاتی نیم عدلیہ مشنری قائم کی گئی ہے۔ اس ایکٹ نے صارفین کے حقوق کے میدان میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس کی نظیر دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔

پرانے قوانین یا تو سزا دیا کرتے تھے یا ان کی نوعیت انسدادی ہوا کرتی تھی لیکن اس ایکٹ کا زور ہرجانہ دلانے پر ہے۔ ایک ایکٹ کا مقصد یہ ہے کہ صارفین کی شکایات کا ازالہ تیز رفتاری کے ساتھ سہل طریقے سے ہو اور اس پر زیادہ خرچ نہ آئے۔ مخصوص نوعیت کی راحت ملے اور ضرورت کے مطابق صارف کو ہرجانہ مل سکے۔

ہر صارف کو اس ایکٹ سے متعلق عام حقائق سے واقفیت ہونی چاہیئے تاکہ صارف میں اعتماد پیدا ہو اور وہ بے بسی نہ محسوس کرے۔

<u>دائرۂ عمل</u>:۔ اس ایکٹ کا اطلاق تمام مالوں اور خدمات پر ہوتا ہے۔ پرائیویٹ، سرکاری اور کوآپریٹیو غرض یہ کہ تمام سیکٹر اس کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں۔ یہ جان و مال کے لئے مضرت رساں مالوں اور خدمات کے خلاف صارفین کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صارف کو مالوں یا خدمات کے معیار، مقدار، اہلیت، معیار و قیمت وغیرہ کی اطلاع حاصل ہو تاکہ اسے بے ایمانی کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے۔ مناسب قیمت پر مالوں اور خدمات کی فراہمی اور بے ایمان تاجروں کے استحصال سے صارف کو بچانے کے لئے ایک ایکٹ بنایا گیا ہے۔ صارف کے لئے معلومات کے حصول کا حق بھی یقینی بنایا گیا ہے۔

<u>صارفین کے لئے عدالتیں</u>۔ صارفین کی شکایتوں کے سہل، تیز رفتار اور کم خرچ ازالہ کے لئے اس ایکٹ کے تحت قومی، ریاستی اور ضلعی سطحوں پر سہ درجاتی نیم عدالتی مشنری قائم کی گئی ہے، جنہیں صارفین کی عدالتیں کہا جاتا ہے۔ یہ عدالتیں اس لئے قائم کی گئی ہیں کہ خراب مال یا ناقص خدمات سے متعلق صارفین کی شکایتوں کا ازالہ بلا معاوضہ ہو سکے اور انہیں بے ایمان تاجروں کے استحصال سے بچایا جاسکے۔

صارفین کی شکایتوں کا ازالہ کرنے والا قومی کمیشن نئی دہلی میں قائم کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر ریاست میں صارفین کی شکایتیں اور ان کے تنازعات دور کرنے کے لئے ایک کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ ہر ضلع میں اسی مقصد کے لئے فورم قائم کئے گئے ہیں۔

اس ایکٹ کے وجود میں آنے سے متعلقہ کوئی بھی قانون مستقل یا عارضی طور پر کالعدم نہیں ہوا ہے۔

<u>صارف کون ہے؟</u>:۔ صارف وہ شخص ہے جو قیمتاً کوئی مال خریدتا ہے یا خریدنے کا وعدہ کرتا ہے جس کی قیمت وہ جزوی یا مکمل ادا کر دیتا

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مُہلک مرض : ملیریا کی روک تھام

اے ۔ این ۔ خان

ملیریا مرض نے تاریخ کے آغاز سے قبل ہی عالم انسانیت کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے ۔ ترقی پذیر ممالک میں اس نے سماجی اور اقتصادی ترقی کو پامال کر رکھا ہے ۔ یہ مہلک مرض ہر سال ۱۵۰ اور ۲۷۰ ملین افراد کو ساری دنیا میں لقمۂ اجل بناتا ہے ۔ جبکہ ۳۰۰ اور ۵۰۰ ملین کے درمیان افراد کو بیمار ڈالتا ہے بسا اوقات سنگین علیل بناتا ہے ۔ ان اموات میں ایک ملین سے زائد اموات پانچ سال سے کم عمر کے بچوں اور پہلے یا دوسرے حمل والی عورتوں کی ہوتی ہیں ۔ نوجوان بالغ افراد اور بغیر ٹیکہ والے مسافر بھی موت کا شکار ہوتے ہیں ۔ غریب ترین ملکوں میں ملیریا نے دہشت مچا رکھی ہے ۔ استوائی اور نیم استوائی خطوں میں ملیریا کا زور رہتا ہے ۔ ان کے علاوہ ساحلی میدانی علاقوں ، دریائی وادیوں اور گنجان علاقوں میں یہ قاتل مرض پھلتا پھولتا ہے ۔ ایشیا میں خاص طور سے ہندوستان میں یہ مرض موذی ہے ۔

تاریخ :- ملیریا قدیم ترین معروف جراثیمی امراض میں سے ایک ہے ۔ ہندوستان میں بہت صدیوں قبل اسے "امراض کے بادشاہ" کے نام سے جانا جاتا تھا ۔ بعض مورخین کی دانست میں یونانی اور رومن سلطنتوں کے زوال میں ملیریا کا کافی دخل رہا تھا اور اس کی وجہ سے پراسرار طور پر آبادی میں کافی کمی واقع ہوئی تھی ۔ اس کا بھی تعین نہیں کیا جا سکتا ہے کہ انگ کور جنگ میں اور پولوں نارد وا ، سیلانگ میں عوامی تباہ کاریوں میں اس کا کتنا دخل رہا ہے مگر یہ یقینی ہے کہ ملیریا انسانیت کی تباہی و بربادی میں عظیم ترین اسباب میں ایک اہم سبب رہا ہے ۔ ۱۸ ویں صدی کے دوران اٹلی میں جب عوام لگاتار بخار میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے تو کہا گیا کہ وہ لوگ "ملیریا" کی "خراب ہوا" کے شکار ہوئے ہیں ۔ اسی وقت سے لفظ ملیریا کا استعمال عام ہوا ہے ۔

طبّی دریافت اور متلاشی میں ملیریا کے اسباب ، اس کے پھیلنے کی نوعیت اور تدارک کی اقدامات انتہائی عدیم المثال کامیابیوں میں سے ایک ہے ۔ پیرالوی راہبوں نے ۱۷ ویں صدی عیسوی میں ملیریا کے خلاف خصوصی علاج کے طور پر سنکونا کو متعارف کیا جو ان بخار کی خصوصی شناخت کی حیثیت سے پہلا اقدام تصور کیا گیا ہے ۔ مگر اس وقت تک ملیریا کے جراثیم کی شایانِ شان دریافت نہیں ہو سکی ۔ ۱۸۸۰ء میں الفانسے لاویرن نے انکشاف کیا کہ ملیریائی بخار کے ارتقائی جراثیم کہاں سے آئے ہیں

۱۸۹۷ء میں ہندوستان میں رونالڈ راس نے اور ۱۸۹۸ء میں اٹلی میں بی ۔ گراسی نے منکشف کیا کہ مچھر ملیریا بخار کے ذمہ دار ہیں ۔ اس طرح ملیریا کے پھیلنے کے بارے میں واضح تصویر سامنے آئی مگر پلازموڈیم کے پیچیدہ لائف سائیکل میں کچھ عرصے تک بعض حصے اوجھل رہے ۔ ۱۹۴۸ء میں ایچ ۔ ای ۔ شارٹ اور پی ۔ سی ۔ گرنا ہیم نے ملیریا کے جراثیم کی مکمل وضاحت کی ۔

جراثیم اور تشخیص :- ملیریا کا پیراسائٹ ایک چھوٹا پروٹوزوا ہے جو ہیمو اسپوری ڈیا آرڈر سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس کا کلاس اسپوروزوا اور فیملی پلازموڈیڈا ہے ۔ چار تسلیم شدہ نمونے ہیں جو انسان میں مرض پیدا کرتے ہیں مثلاً پلازموڈیم وائوکس ، پی فالسی پارم ، پی ۔ ملیریا اور پی اوویٹ ۔ انسانوں کے اندر ایک انسان سے دوسرے انسان کے اندر مادہ انافولیس مچھر کے ذریعے انسانی ملیریائی جراثیم پھیلتے ہیں ۔ یہ مادہ مچھر طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے درمیان کاٹتی ہے

چونکہ جراثیمی سائیکل مختلف ہوتا ہے اس لئے ملیریا مرض کی تشخیص میں بسا اوقات دشواریاں حائل ہوتی ہیں ۔ تشخیص اگرچہ آسان ہے بشرطیکہ ڈاکٹر اس کے امکان کے بارے میں غور کرے ۔ مرض کی پہلی علامت کی کلینکی پہچان بعض اوقات وہ نہیں ہوتی جیسا کہ عام طور پر بیان کی جاتی ہے ۔ ملیریا سے پاک علاقوں میں بہت سے

ڈاکٹر بخار کے ساتھ آنتوں کے مرض، ٹائیفائڈ، انفلوئنزا، نمونیا، ہیپاٹائٹس یا سیفرائٹس کی تشخیص ملیریا کے بارے میں سوچنے سے پہلے کرتے ہیں۔ ملیریا تمام امراض پر حاوی ہو سکتا ہے۔ مریض اگر ہوش و حواس میں ہے تو بعض اوقات ملیریا علاقے میں رکنا یا قیام کرنا فراموش کر دیتا ہے۔ فیلسی پورم ملیریا کی وجہ سے المناک اموات ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جراثیم کی سرکوبی کے لیے ابتدائی مرحلوں میں ہی اس کا علاج کیا جائے۔

مرض کا سبب معلوم ہونے سے کافی پہلے ہی اس کا علاج معلوم ہو گیا تھا۔ سنکونا درخت کا انتہائی سرگرم اصول "کونین" ملیریا کے علاج کے لئے ساری دنیا میں استعمال کیا جانے لگا ہے۔ اگرچہ یہ بخار ختم کر دیتا ہے اور خون کے جراثیم کا صفایا کر دیتا ہے مگر اس کا کوئی پروبائی لیٹک ایکشن نہیں ہوتا اور نہ ہی کیسے تو سائیکلس پر اس کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ ۱۹۳۰ء سے متعدد سنتھیٹک کیمو تھیرا پیٹک کمپاؤنڈس تھیراپی اور ملیریا کے پروبائی لیکس میں تعارف کئے گئے ہیں اناپرائن، کلوروکوئن، پرائماکوئن، پالوڈرین، پاری میتھامائن اور دیگر دوائیں استعمال میں آنے لگیں۔ دیگر پیٹنٹ دواؤں میں شامل ہیں میفلوکوئن (لاریام) اور میس میف۔

کیڑے مکوڑوں کی بیخ کنی میں مچھر کی مزاحمت اور جراثیموں کی دواؤں سے مزاحمت ملیریا کی روک تھام کے لئے معروف ہے۔ روایتی اور جدید دواؤں دونوں ہی طریقوں سے ملیریا کی روک تھام کے لئے نت نئی کاوشیں جاری ہیں۔ ایک موثر ویکسن ایک فاضل طاقتور وسیلہ ثابت ہوگا۔ گذشتہ دہے میں ملیریا کے ایک ویکسن کی تلاش میں خاطر خواہ پیش رفت ہوئی ہے اور رواں صدی کے اختتام تک اس طرح کے ایک یا زائد ویکسن منظر عام پر آ جائیں گے جن سے ملیریا کا موثر علاج ممکن ہو سکے گا۔

یو این ڈی پی/عالمی بینک/ڈبلیو ایچ او کے خصوصی پروگرام ٹراپیکل ڈیزیز (ٹی ڈی آر) میں تحقیقات اور تربیت کے لئے مربوط کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے فی الحال ہی میلیسی پاروم ملیریا ویکسن کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور سال ۲۰۰۵ء تک کلینکی آزمائش ویکسن کے سلسلے میں ہوں گی۔ اگر سب ٹھیک طرح سے رہا تو توقع ہے کہ اگلے دہے میں ملیریا ویکسن استعمال کے لئے تیار ہو جائے گا۔

ملیریا کی بیخ کنی

ہندوستان کا قومی ملیریا بیخ کنی پروگرام (این ایم ای پی) ملک کے تین چوتھائی ملیریا مرض کا صفایا کر چکا ہے۔ اگرچہ ملیریا کے کیس آٹھویں دہے تک گھٹ کر ۲ ملین رہ گئے تھے۔ مگر ملٹی پل ڈرگ کی مزاحمت کے مسائل سے ملیریا کنٹرول کو دو چار ہونا پڑا ہے۔ پی فیلسی پارم کی مزاحمت کلوروکوئن سے ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں جراثیم کے پھیلاؤ کی نوعیت میں فرق آیا ہے۔

۱۹۹۸ء میں ۲۵ اکتوبر تک ۱۱٫۳۰ فیصد کے مقابلے میں ملیریا کے کیسوں میں ۱۷٫۰۵ فیصد تک کمی آئی ہے۔ ۱۹۹۷ء کی مدت مذکور کے دوران ۲۶۹۱ کیس ہوئے اس کا مطلب ہے کہ گوا، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کو چھوڑ کر تمام ریاستوں میں ملیریا کیسوں کی مجموعی تعداد میں کمی آئی ہے۔

حکومت نے انسداد ملیریا مثلاً کلوروکوئن، پرائماکوئن، کونین اور جراثیم کش دواؤں مثلاً ڈی ڈی ٹی، سنتھیٹک پیریتھرائیڈس اور لاروی سائیڈس کی صورت میں امداد مہیا کی ہے۔
عالمی بینک سے ۱۲۹ کروڑ روپئے کی امداد کے علاوہ حکومت نے سال ۱۹۹۸-۹۹ء کے لئے ملیریا کنٹرول پروگرام کے لئے ۱۳۰٫۹۹ کروڑ روپئے بھی منظور کئے ہیں۔

مثبت نتائج کے لئے کمیونٹی کا رول مزید موثر اور متحرک ہونا چاہیئے۔ تالابوں میں ریت کی بھرائی، تالابوں اور دھاروں، چشموں کے کناروں سے خس و خاشاک کی صفائی وغیرہ کے ذریعے مچھروں کی نسل کشی کے ذریعے ملیریا کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ ملیریا کے مچھروں کے لاروا کو برباد کرنے کے لئے کراسن آئل کی فلم کے ساتھ جمے ہوئے پانی کا احاطہ کیا جانا چاہیئے۔ ایک اور متبادل طریقہ ہے کہ تمام افزائش نسل کے مقامات کی جدید صفائی کا طریقہ تیار کیا جائے۔ تیموں موس کے ذریعے ہفتہ واری اسپرے کیا جائے جو انتہائی ماحول دوستانہ اور محفوظ ترین جراثیم کش دستیاب اسپرے ہے۔ دیگر قدرتی طریقے بھی ہیں مثلاً اسر پلس فیڈنگ کا تعارف، نیو گموسیا جو مچھر کا قدرتی دشمن ہے۔ ٹائیڈ گیٹس کے

کے ذریعے سمندر کے کنارے پانی کی نمکینی میں اضافہ، پانی کی سطحوں کو گھٹانے اور بڑھانے کا طریقہ، مزید برآں، پتے میں اضافہ اور پھیلاؤ رکھنے والے تمام افراد کا علاج انسانی جراثیم بردار کی میں کمی کرے گا۔

بیخ کنی کی کاوشوں میں بتدریج حکمت عملی کو دخل ہے اس طرح جراثیم کے خلاف تحفظ رہے گا اور کیس کی سنگینی میں کمی آئیگی۔ رعایتی مچھر دانی کی تقسیم کے لئے ایک پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ بھی کامیاب رہا ہے۔ بھاپ والی چٹائی (ٹکلٹ) کا استعمال ایک بہت چھوٹے سے گرم الیکٹرک پلیٹ پر جس میں پیرے تھرائیڈ مثلاً بائیو۔ الیتھرین شامل ہو۔ اس کے علاوہ ایک غیر برقی طریقہ جس میں الکحل اور مچھر کوئلسی خیموں یا دیگر جھونپڑیوں کے لئے دستیاب ہوں جہاں بجلی نہیں ہوتی۔ پیرے تھرائیڈ کی ایروسول چھڑکی بھی استعمال کے لئے محفوظ اور کارگر ہے۔ پہلے کھانے کے لائق دوائیں استعمال کی جائیں۔

بیرونی کاٹنے والے کیڑے مکوڑوں کے خلاف استعمال کیلئے کیمیادی تدارکی اقدامات واحد موثر اقدامات ہیں۔ مچھر کے تدارکی لوشن، رال۔ آن۔ اسٹیکس، کریم، ایروسول اور صابن بھی دستیاب ہیں۔

عالمی ملیریا روک تھام حکمت عملی :- آج جبکہ ہم مچھر اور جراثیم کی صلاحیت کا حد درجہ احترام کرتے ہیں اور اسی لئے اپنی کوششوں میں اضافہ کر رہے ہیں جن میں بہت سی سماجی اور اقتصادی وجوہات مضمر ہیں، ان خیالات میں ایک نئی حکمت عملی وضع کی جا رہی ہے۔ ملیریا کی کثرت والے ممالک نے ایک عالمی ملیریا روک تھام حکمت عملی وضع کی ہے جس کی توثیق کی گئی ہے۔ ملیریا کی روک تھام سے متعلق ایک وزارتی کانفرنس میں پہلی مرتبہ توثیق کی گئی جو ڈبلیو ایچ او نے ۱۹۹۲ء میں ایمسٹرڈم میں طلب کی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۹۴ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے طلب کی تھی۔ ۱۹۹۵ء میں اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل نے ایک منصوبہ عمل وضع کیا۔ ڈبلیو۔ ایچ او، عالمی بینک اور یونیسکو کے درمیان اشتراک عمل ہے اور میڈیا کے لئے تعلیمی مواد اور اطلاعات رسانی تیار کی جا رہی ہے۔ تقریباً تمام متعلقہ ممالک قومی منصوبہ عمل پر کام کر رہے ہیں اس کے لئے قومی اور مقامی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جا رہا ہے۔ مچھروں کی افزائش نسل پر قابو پانے کے لئے مزید موثر تیکنیکوں کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ ملیریا کا زور کم کرنے کی سعی ہو رہی ہے۔ اس مہلک مرض سے افراد اور طبقوں کو پوری طرح آگاہ کیا جا رہا ہے اور خطیر رقومات صرف کی جا رہی ہیں۔ ■■

بقیہ :- ہوشیار صارف ہی ایک محفوظ صارف ہے ـــــ ۵

ہے یا ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کی شرائط میں حقیقی خریدار کے علاوہ اس کی منظوری سے سامان استعمال کرنے والا دوسرا شخص بھی شامل ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص مال کو دوبارہ فروخت کرنے کے خیال سے یا تجارت کے مقصد سے خریدتا ہے تو وہ صارف کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

صارفین کے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک خصوصی قانون موجود ہے اسی طرح پورے ملک میں پھیلی ہوئی صارفین کی عدالتیں بھی بلا معاوضہ صارفین کے تنازعات میں فیصلے کرایا کرتی ہیں۔ مرکز اور ریاستوں کی حکومتیں اس ایکٹ کو موثر بنانے اور صارفین کی عدالتوں کو با اثر بنانے کے لئے کوششیں کرتی رہتی ہیں۔

اس کے علاوہ حکومت مختلف ایجنسیوں کے توسط سے صارفین میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کی بھی کوششیں کرتی ہے۔ صارفین کا بہبود اب خود ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر صارفین ہوشیار و چوکس رہیں اپنے حقوق کو منوا سکیں، غیر معیاری مال و خدمات کو قبول نہ کریں اور ضرورت پیش آنے پر بلا جھجک صارفین کی عدالتوں سے رجوع کریں تو مصنوعات بنانے والی کمپنیاں تاجر اور خدمات فراہم کرنے والے ان کے ساتھ من مانی نہیں کر سکیں گے اور انھیں معیاری مال و خدمات کی فراہمی لازمی بنانا پڑے گی۔ اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ چوکس صارفین نہ صرف اپنی حفاظت کر سکتے ہیں بلکہ وہ صارفین کی آزادی کو ایک حقیقت بھی بنا سکتے ہیں۔ (ڈپٹی سکریٹری، محکمہ امور صارفین، بشکریہ پی آئی بی) ■■

اعلانات

* یوحاتی تعطیل کی وجہ سے یکم نومبر کا شمارہ شائع نہیں ہو سکا۔
* آئندہ شمارہ انتخابات ۹۹ء کے مفصل نتائج پر مشتمل ہوگا۔ (ادارہ)

دستورِ ہند

باب ۴ اے

بُنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے

بنیادی فرائض:۔ ہندوستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ :

(الف) دستور ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

(ب) آزادی کے لئے ہماری قومی جد و جہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور اُن کی پیروی کرے۔

(ج) ہندوستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(د) اپنے ملک کی دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

(ہ) ہندوستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارگی کے جذبہ کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان اور خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو۔ ایسے عمل کو ترک کرے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

(و) ہماری ملی جُلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(ز) قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں، فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

(ح) سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

(ط) عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

(ی) انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جد وجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

■■

(انگریزی سے ترجمہ)

پندرہ روزہ

کلکتہ

مغربی بنگال

عام انتخابات نمبر، ۱۹۹۹ء

جلد نمبر ۴۶ • یکم دسمبر اور ۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء • شمارہ نمبر ۲۲ اور ۲۳

مدیر اعلیٰ:۔ تارا پدا گھوش

مدیر معاون:۔ محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ: دس روپئے ٥ نصف سالانہ: پانچ روپئے

٥ فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے

• اس خصوصی شمارہ کی قیمت: ۲؍ روپئے

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ

بزنس منیجر!
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext : 710

مشمولات

حرفِ چند

گذشتہ ۳ اکتوبر کو مغربی بنگال میں ہونے والے ۱۳ ویں لوک سبھا
انتخابات کے مفصل نتائج مع پس منظر پیش خدمت ہیں۔ ساتھ ہی
ریاست کے ۵ حلقوں میں ہوئے والے ضمنی انتخابات کے نتائج بھی شامل
اشاعت ہیں۔ نتائج کی طباعت کے ہر مرحلے میں ہم نے انتہائی باریکی سے
ساتھ اعداد و شمار کی جانچ کی ہے۔ اس کے باوجود ممکن ہے کہ اس نمبر میں
کچھ اغلاط رہ گئے ہوں۔ ان اغلاط کے عوامل کچھ بھی ہوں ہم انہیں اپنی ہی
غلطی تسلیم کریں گے اور ہمارے قارئین کی جانب سے آئے ہوئے
صحیح مشوروں کا خیر مقدم کریں گے۔

کل ہند نتائج کے لئے ہم حکومتِ ہند کے پریس انفارمیشن بیورو کے
ممنون ہیں جنہوں نے طباعت کے دوران کل ہند نتائج فراہم کئے ہم حکومت مغربی بنگال
کے انگریزی پندرہ روزہ ویسٹ بنگال کے مدیر کے بھی شکر گزار ہیں
جنہوں نے ہمیں اس نمبر کی اشاعت میں ہماری مدد کی۔

حالیہ انتخابات کے نتائج کے ساتھ سابقہ کئی انتخابات
کے نتائج و پس منظر بھی شامل اشاعت ہیں تاکہ اس نمبر کو
ایک دستاویزی حیثیت دیا جا سکے۔ انتخابات نمبر کیسا ہے آپ
اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔

محمد مصطفیٰ (اکبر)

۱۳ویں لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۹ء

ملک میں کئی مرحلوں میں ہونے والے ۱۳ویں لوک سبھا انتخابات کے ساتھ مغربی بنگال میں گزشتہ ۳ اکتوبر ۹۹ء کو عام انتخابات ہوئے جو انتظامیہ اور عوام کے باہمی اشتراک سے مجموعی طور پر پُرامن ہوئے۔ انتخابات میں کل ۷۵ فیصد سے زائد ووٹ پڑے۔ اس چناؤ کے نتائج سابقہ چناؤ کے نتائج سے قدرے مختلف ہیں۔ حکمراں بائیں محاذ نے اپنے بیشتر سابقہ کامیاب نشستوں پر قابض رہے جبکہ انڈین نیشنل کانگریس اور بی جے پی۔ ترنمول کانگریس کے اتحاد نے اپنی پوزیشن پہلے کے بہ نسبت کچھ بہتر کی ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس نے گزشتہ سال صرف ایک نشست حاصل کی تھی جبکہ اس بار اس نے دو مزید نشستیں حاصل کر کے اپنے کھاتے میں اضافہ کیا ہے۔ اس نے رائے گنج اور برہمپور سے بالترتیب ایک ایک نشست حاصل کی ہے۔ ترنمول کانگریس نے ہوڑہ کی سابقہ کامیاب نشست کو گنوا کر سی پی آئی (ایم) سے لوادیپ اور کسائی کی نشستیں حاصل کی ہیں۔

پارلیمانی انتخابات کے ساتھ ساتھ مغربی بنگال میں اسمبلی کی پانچ نشستوں کے لئے بھی انتخابات ہوئے جن میں ترنمول کانگریس اور بی جے پی نے ۳ نشستیں حاصل کیں۔ شری بادل بھٹاچاریہ مغربی بنگال اسمبلی میں بی جے پی کے پہلے ممبر کی حیثیت سے داخل ہوئے ہیں۔ سی پی ایم نے باقی ۲ نشستوں پر فتح حاصل کی۔

شری اٹل بہاری واجپئی نے گذشتہ ۱۳ اکتوبر کو وزیر اعظم کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف لیا۔ وہ ۷۰ رکنی وزراء کاؤنسل کے سربراہ ہوئے ہیں۔ بعد میں اس وزارت میں مزید توسیع کی جائے گی۔

صدر ہند شری کے۔ آر۔ نرائنن نے وزیر اعظم اور ان کے ۲۵ وزراء کابینہ، سات وزراء ریاست (خود مختار) اور دیگر ۳۷ وزراء ریاست کو ان کے عہدوں کا حلف دلایا۔ مغربی بنگال سے مس ممتا بنرجی کو وزیر ریلوے کی حیثیت سے وزارت میں شامل کیا گیا ہے جبکہ شری اجیت کمار پانجا اور شری ستین سکدر کو بالترتیب وزیر خارجی امور اور وزیر ٹیلی مواصلات کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے۔ اس نئی وزارت میں ۸ خواتین بھی شامل ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ریاست میں پُرامن انتخابات کیلئے عوام اور انتظامیہ کو مبارکباد دی۔ ••

قلمدانِ وزارت

شری اٹل بہاری واجپئی

وزیر اعظم

وزراءِ کابینہ

نام	قلمدان
۱۔ شری ایل۔ کے۔ اڈوانی	داخلہ
۲۔ شری اننت کمار	ثقافت امور نوجوانان، اسپورٹس
۳۔ شری ٹی۔ آر۔ بالو	ماحولیات و جنگلات
۴۔ مس ممتا بنرجی	ریل
۵۔ شری جارج فرنانڈیز	دفاع
۶۔ شری جگموہن	شہری ترقیات
۷۔ شری ستیہ نارائن جاتیہ	شہری روزگار تخفیف افلاس
۸۔ شری رام جیٹھ ملانی	قانون، عدل اور کمپنی امور
۹۔ شری منوہر جوشی	بھاری صنعت و عوامی تجارتی ادارے
۱۰۔ ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی	ترقیات انسانی وسائل اور سائنس و ٹکنالوجی
۱۱۔ شری آر۔ کمار منگلم	توانائی
۱۲۔ شری پرمود مہاجن	پارلیمانی امور اور آبی وسائل
۱۳۔ شری موراسولی مارن	تجارت و صنعت
۱۴۔ شری رام نائک	پٹرولیم اور قدرتی گیس
۱۵۔ شری نتیش کمار	ارضی نقل و حمل
۱۶۔ شری جوال اورم	قبائلی امور
۱۷۔ شری رام ولاس پاسوان	مواصلات
۱۸۔ شری نوین پٹنائک	کان و معدنیات
۱۹۔ شری سندر لال پٹوا	دیہی ترقیات
۲۰۔ شری سریش پربھاکر پربھو	کیمیا اور کیمیائی کھاد

نام	محکمہ
٢١ - شری کاشی رام رانا	ٹیکسٹائل ،،
٢٢ - شری شانتا کمار	امور صارفین وعوامی تقسیم
٢٣ - شری جسونت سنگھ	خارجی امور
٢٤ - شری یشونت سنہا	مالیات
٢٥ - شری شرد یادو	شہری ہوابازی

وزیر ریاست (خود مختارانہ ذمہ داری)

نام	محکمہ
١ - مس منیکا گاندھی	سماجی عدل و مختاری
٢ - شری ارون جیٹلی	اطلاعات ونشریات
٣ - شری ایم۔ کنپّن	غیر رسمی توانائی وسائل
٤ - شری دلیپ رائے	اسپات
٥ - مس وسندھرا راجے	چھوٹے پیمانے کی صنعتیں، زرعی دیہی صنعتیں
٦ - شری این۔ ٹی سنموگم	صحت وخاندانی رفاہ
٧ - مس اوما بھارتی	سیاحت

وزراء ریاست

نام	محکمہ
١ - شری رمیش بیس	کیمیاو کیمیاوی کھاد
٢ - مس بیجویا چکرورتی	آبی وسائل
٣ - شری سری رام چوہان	پارلیمانی امور
٤ - شری بندارو دتاتریہ	شہری ترقیات
٥ - شری سنتوش گنگوار	سائنس وٹکنالوجی
٦ - جئے سنگھ راؤ گیکواڈ پاٹیل	ترقیات انسانی وسائل
٧ - پروفیسر چمن لال گپتا	شہری ہوابازی
٨ - سید شہنواز حسین	فوڈ پراسیسنگ
٩ - ڈاکٹر وللب بھائی راجی بھائی کتھیریا	بھاری صنعت وعوامی تجارتی ادارے
١٠ - شری فگن سنگھ کولاستے	پارلیمانی امور
١١ - شری وی دھننجیہ کمار	مالیات
١٢ - شری بنگارو لکشمن	منصوبہ بندی
١٣ - مس سومترا مہاجن	ترقیات انسانی وسائل
١٤ - شری سبھاش مہاریہ	دیہی ترقیات
١٥ - شری بابولال مارنڈی	ماحولیات وجنگلات
١٦ - مس جیہ ونتی مہتہ	توانائی
١٧ - مونی لال	محنت وروزگار
١٨ - شری عمر عبداللہ	تجارت وصنعت
١٩ - شری اجیت کارپانجا	خارجی امور
٢٠ - شری ہرین پاٹھک	دفاع
٢١ - ڈاکٹر دیبندر پردھان	ارضی نقل وحمل
٢٢ - شری ای۔ پنّا سوامی	پٹرولیم
٢٣ - شری اے۔ راجا	دیہی ترقیات
٢٤ - شری او۔ راجہ گوپال	قانون، عدل وکمپنی امور
٢٥ - ڈاکٹر رمن	تجارت وصنعت
٢٦ - شری جنگی۔ این۔ راجندرن	ٹیکسٹائل
٢٧ - شری چنامنینی ودیاساگر راؤ	داخلہ
٢٨ - شری ایس۔ بی۔ پی۔ بی۔ کے ستیہ نارائینہ راؤ	زراعت
٢٩ - شری باچی سنگھ راوت	دفاع
٣٠ - شری تپن سکدار	مواصلات
٣١ - شری ڈگ وجے سنگھ	ریل
٣٢ - شری ٹھاکر چوباسنگھ	ثقافت، امور نوجوانان اور اسپورٹس
٣٣ - شری وی۔ سرینواس پرساد	امور صارفین وعوامی تقسیم
٣٤ - شری آئی ڈی سوامی	داخلہ
٣٥ - ڈاکٹر (شریمتی) ریتا ورما	کان ومعدنیات
٣٦ - شری ای۔ وی عرف بالا صاحب وکھے پاٹیل	مالیات
٣٧ - شری حکم دیو نارائن یادو	زراعت

غیر مقررہ وزارت کی دیکھ بھال وزیر اعظم کریں گے۔

مس وسندھرا راجے اپنی ذمہ داری کے علاوہ وزیر ریاست ہوں گی جو وزارت ملازمین وعوامی شکایات وپنشن، شعبۂ ایٹمی توانائی اور شعبۂ خلاء کی وزارت میں وزیر اعظم کے ساتھ تعاون کریں گی۔ شری دلیپ رائے اور سنتوش گنگوار اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ وزارت پارلیمانی امور کے ساتھ تعاون کریں گے ■■

(بشکریہ ویسٹ بنگال، پندرہ روزہ (انگریزی)

عام لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۹ء

ریاست مغربی بنگال سے مقابلہ کرنے والے امیدواروں کی فہرست

۱۔ کوچ بہار (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* امر رائے پردھان	اے آئی ایف بی
امبیکا چرن رائے	اے آئی ٹی سی
دیپا برمن	بی ایس پی
سیتا رائے	آئی این سی
اوشا رائے	این سی پی
نریش کارجی	آزاد
نہندرا ناتھ داس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۲۔ علی پور دوار (ایس ٹی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* جوکم باکھلا	آر ایس پی
دھیریندرا رحیارے	بی جے پی
سنتی باریک	آئی این سی
کولہا باریک	آیں سی پی
رندرا کمار برمن	آزاد
رام پرتاپ باریک	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چھ

۳۔ جلپائی گوڑی

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
انیل رائے	بی ایس پی
کلیان چکرورتی	اے آئی ٹی سی
گرھا سرکار رائے	آئی این سی
* مینا تی سین	سی پی آئی (ایم)
پورترا مورتا	آمرا بنگالی
جگدیش چندرا رائے	آزاد
بمل دتہ	آزاد
شنکر گانگولی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : نو

۴۔ دارجلنگ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
ترون رائے	اے آئی ٹی سی
نربہادر کھاتیوارا	آئی این سی
* ایس پی لیپچا	سی پی ایم
کرشنا بکھتا پوریل	آزاد
آر بی رائے	آزاد
سمپد رائے	آزاد
سنیل رائے	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۵۔ رائے گنج

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* پریہ رنجن داس منشی	آئی این سی
سیلب مترا	اے آئی ٹی سی
سرتا مکھرجی	سی پی ایم
سبھاس سالا	بی ایس پی
اجیت داس	سی پی آئی (ایم ایل) ایل
ادھیایک محمد صلاح الدین	این سی پی
سلیمان	ایم یو ایل

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* رانین برمن	آر ایس پی
بکاش برمن	آئی این سی
وستو ناتھ برمن	بی ایس پی
سبھاش چندر برمن	بی جے پی
گور برمن	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ

۷۔ مالدہ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اجیج الدین	جے ڈی (ایس)
* ابوبرکات عطاء الغنی خاں چودھری	آئی این سی
مظفر خان	بی جے پی
سیلن سرکار	سی پی ایم
بدھرے کسکو	جے ایم ایم
محمد نیکم الدین	آزاد
عطاء الرحمٰن	آزاد
انخر اسلام	آزاد
لونی گوپال سرکار	آزاد
بسوا ناتھ گوہا	آزاد
ڈاکٹر لیباس منڈل	آزاد
ہیلاریس مارڈی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : بارہ

۸۔ جنگی پور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* ابوالحسنات خان	سی پی ایم
خیرالعالم	بی ایس پی
معین الحق	آئی این سی
سید مشتاق مرشد	اے آئی ٹی سی
اتپل مجمدار	این سی پی
دواریکا ناتھ داس	آزاد

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
مہر کمار داس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۹۔ مرشد آباد

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*معین الحسن	سی پی ایم
مساں حسین	آئی این سی
سدھیر منڈل	بی ایس پی
صغیر حسین	اے آئی ٹی سی
مولانا محمد عبدالباری	ایم یو ایل
اتم ہالدار	آزاد
خدیجہ بانو	آزاد
نریندر ناتھ منڈل	آزاد
رضوان میررا	آزاد
حسرت علی منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : دس

۱۰۔ بہرام پور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*ادھیر رنجن چودھری	آئی این سی
پراموتیش مکھرجی	آر ایس پی
کرنل (ریٹائرڈ) سبیہ ساچی باگچی	بی جے پی
سنیل کمار منڈل	بی ایس پی
نورالاسلام	ایم یو ایل
انارالحق ملیتھا	آزاد
کانن کمار ساہا	آزاد
جیوتی موئے ٹھاکر	آزاد
سنتوش ماجھی	آزاد
سادھن رائے	آزاد
سدھارت چڑجی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : گیارہ

۱۱۔ کرشنا نگر

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اِل کمار منڈل	بی ایس پی
اشیم ساہا	آئی این سی
دلیپ چکرورتی	سی پی ایم
*ستیہ براتو مکھرجی	بی جے پی
کمل بسواس	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)
ظفراللہ ملا	آزاد
شیخ خدابخش	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۱۲۔ نوادیپ (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اشیم بالا	سی پی ایم
*آنند موہن بسواس	اے آئی ٹی سی
بسواس نشا شنکا شیکھر	آئی این سی
سوشیل کمار سرکار	بی ایس پی
جیون کوی راج	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)
دینابندھو بسواس	آزاد
مدھوسدن منڈل	آزاد
ستندرا ناتھ منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : آٹھ

۱۳۔ باراسات

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
گھوشال دیوی	آئی این سی
سوروج حوالدار	بی ایس پی
*ڈاکٹر رجیت کمار پانجا	اے آئی ٹی سی
سرل دیب	اے آئی ایف بی
پاچو گوپال منڈا	اے بی
جگت نارائن سریواستو	آزاد
مستفیض الرحمٰن	آزاد
شنکر گھوش	آزاد
ستیا مل چندرا داس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : نو

۱۴۔ بشیر ہاٹ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*اجے چکرورتی	سی پی آئی
ابوطیب ایم معظم حسین	آئی این سی
محمد نورالزماں	اے آئی ٹی سی
محمد شہادت علی	ایم یو ایل
اردن گھوش	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ

۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
کرشنا پدا مجمدار	بی جے پی
جگت پدو سنیوئی	آئی این سی
*سنت کمار منڈل	آر ایس پی
دیویک سونکر	آزاد
ریبو پدا ہالدار	آزاد
سبھاش منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چھ

۱۶۔ متھورا پور (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
گوبندا چندرا نسکر	اے آئی ٹی سی
منورنجن ہالدار	آئی این سی
*رادھیکا رنجن پرامانک	سی پی ایم
پردملد کمار پرکیت	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چار

۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
سومک لاہری	سی پی ایم
سردار امجد علی	اے آئی ٹی سی
دولت علی شیخ	آئی این سی
کشور کمار گھوش	آزاد
گوپال رائے سفائی	آزاد
سیتن منڈل	آزاد
سچو منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۱۸- جادوپور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
آست لتا مجدار	بی ایس پی
کانتی گانگولی	سی پی ایم
* کرشنا بوس	اے آئی ٹی سی
ڈاکٹر مایا گھوش	آئی این سی
جیون سیراگی	آزاد
تپن رائے چودھری	آزاد
لوتن منڈل	آزاد
رام چندر کوئل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : آٹھ ۸

۱۹- بارکپور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اشوک شکلا	آئی این سی
جیتو بھٹا چاریہ	اے آئی ٹی سی
* تڑت برن توپدار	سی پی ایم
پریمل کانتی رائے	بی ایس پی
میا پال	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)
ریاض الدین احمد	این سی پی
الونیم دتہ	آزاد
اشوک سیریا	آزاد
نرمل گوپال چیٹرجی	آزاد
سوپن بسواس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : دس ۱۰

۲۰- دمدم

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
انیل بھٹا چاریہ	سی پی ایم
* تپن سکدر	بی جے پی
بمل کرشنا بسواس	بی ایس پی
رمیش بھٹا چاریہ	آئی این سی
سریہ رائے	این سی پی

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
احیت نندی	آزاد
پراویر گھوسال	آزاد
مانس چکرورتی	آزاد
سنکیت نائیک	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : نو ۹

۲۱- کلکتہ شمال مغرب

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
مسرت بیگم	جے ڈی (ایس)
راج دیو گوالا	سی پی ایم
سدھارت سنکر رائے	آئی این سی
* سودیپ بندھوپادھیہ	اے آئی ٹی سی
اسیر الدین	آر جے ڈی
پریمل بسواس	جے پی
بہاری لال لقالیہ	آزاد
امتیاز عالم (فہیم)	آزاد
اندراییل کمار	آزاد
مارائن ساہا	آزاد
پرادیوت ساہا	آزاد
پرنا چندر اگھوش	آزاد
سنکا ساہا	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : تیرہ ۱۳

۲۲- کلکتہ شمال مشرق

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
* اجیت کمار پانجا	اے آئی ٹی سی
بالی کرن کوری	بی جے پی
محمد سلیم	سی پی ایم
تاپش رائے	آئی این سی
محمد غوث علی	ایس پی
اسیم کمار ساہا	آزاد
محمد سلیم	آزاد

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
سمر داس	آزاد
سوکھین دولائی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : نو ۹

۲۳- کلکتہ جنوب

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
پارتھو رائے چودھری	آئی این سی
* ممتا بنرجی	اے آئی ٹی سی
محمد شہاب الدین	بی ایس پی
سوبھنکر چکرورتی	سی پی ایم
ڈاکٹر پارتھو سارتھی گھوش	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)
کویتا مکھرجی	آزاد
پریانا تھ بنرجی	آزاد
بندنا بسواس	آزاد
مراری موہن گھوش	آزاد
رنجن کمار داس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پندرہ ۱۵

۲۴- ہوڑہ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
ڈاکٹر کاکولی گھوش دستیدار	اے آئی ٹی سی
رام سیلاس پرساد	بی ایس پی
شیامل بہاری سنگھ	جے ڈی ایس
ڈاکٹر سبھاش چندرا بندھوپادھیہ	آئی این سی
* سودیش چکرورتی	سی پی ایم
اشوک کمار اگروال	آر جے ڈی
بجے کمار سنگھ	ایس پی
رجندر پرساد	این سی پی
اشوک رائے	آزاد
بستو گوپال منڈل	آزاد
پرسنتا کمار مہتو	آزاد
بجوئے سنگھ	آزاد

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
بیچھن لال چودھری	آزاد
رنجیت چٹرجی	آزاد
شیخ علاؤالدین راج	آزاد
سمر منڈل	آزاد
سوشیل باگانی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : اٹھارہ ۱۸

۲۵۔ الوبڑیا

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
سیسر کمار سین	آئی این سی
ڈاکٹر سدیپتا رائے	اے آئی ٹی سی
*حنّان مُلّا	سی پی ایم
نرمل گھوش	بی جے پی
جینتو دولوئی	آزاد
جھنٹو دولوئی	آزاد
بابلو دیاشی	آزاد
سلیب چکرورتی	آزاد
شنکر مجمدار	آزاد
سوشیل بنگال	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : دس ۱۰

۲۶۔ سیرام پور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*اکبر علی خندکار	اے آئی ٹی سی
بردیپ بھٹاچاریہ	آئی این سی
سودرشن رائے چودھری	سی پی ایم
گوتم پائن	آزاد
ہارون رشید ملک	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ ۵

۲۷۔ ھگلی

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
تپن داس گپتا	اے آئی ٹی سی
دلیپ ناتھ	آئی این سی
*روپ چند پال	سی پی ایم
اجیت کمار کولے	آزاد
سبھرا پرساد گھوش	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ ۵

۲۸۔ آرام باغ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*انیل باسو	سی پی ایم
ادریس علی	آئی این سی
چُنّی لال چکرورتی	بی جے پی
جوئے کرشنا بیرا	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چار ۴

۲۹۔ پانسکودہ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*گیتا مکھرجی	سی پی آئی
گوری گھوش	اے آئی ٹی سی
رجنی کانت دولائی	آئی این سی
اجیت ملک	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چار ۴

۳۰۔ تملوک

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
نرملندو بھٹاچاریہ	اے آئی ٹی سی
مانک بھومک	آئی این سی
*لکشمن چندر سیٹھ	سی پی ایم
بدھادیب جانا	آزاد
بھگتی ادھیکاری	آزاد
سری کیش پرامانک	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چھ ۶

۳۱۔ کنٹائی

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اجیت کھانڑا	آئی این سی
*نتیش سین گپتا	اے آئی ٹی سی
سدرسن منّا	جے ڈی (ایس)
سدھیر گیری	سی پی ایم
ڈاکٹر بی دیو رائے	این سی پی
تپن کمار منڈل	آزاد
مانبندرا منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات ۷

۳۲۔ مدناپور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*اندرجیت گپتا	سی پی آئی
منورنجن دتہ	بی جے پی
سمیر رائے	آئی این سی
اکشے کمار خان	آزاد
مرتین جئے چکرورتی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ ۵

۳۳۔ جھاڑگرام (ایس ٹی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
گوپی ناتھ منڈی	بی ایس پی
دکھن مرمو	اے آئی ٹی سی
*روپ چند مرمو	سی پی ایم
الوک کمار منڈی	جے ایم ایم
مرمو بسوا ناتھ	جے کے پی (این)

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ ۵

۳۴۔ پرولیا

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
تپاتی مہاتو	بی ایس پی
نیپال مہاتو	آئی این سی
*بیر سنگھ مہاتو	اے آئی ایف بی
گومستا پرساد سورین	بی جے پی
پرفلا کمار مہاتو	امرا بنگالی
سچیندن ساؤ	این سی پی
پرانتی بھٹاچاریہ	آزاد
رام چند مہاتو	آزاد

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
ستیال چند باوڑی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : نو

۳۵۔ بانکوڑہ

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*اچاریہ باسو دیب	سی پی ایم
بولا چیٹرجی	آئی این سی
مہیش ساہ	شیومیبا
لکشمی کانتا مہاتو	آمرا بنگالی
اجیتا ساگر مہاتو	آزاد
جے دیب پال	آزاد
ستو بار باگدی	آزاد
لارام مہاتو	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : آٹھ

۳۶۔ وشنوپور (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
ادھیس دولے	اے آئی ٹی سی
ملیکا منڈل	آئی این سی
*سندھیا باوڑی	سی پی ایم
ساہا اجیت	جے پی (ایس)
سہا دردولے	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد پانچ

۳۷۔ درگاپور (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اسیل کمار ساہا	بی جے پی

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
*سیل خان	سی پی ایم
پرلوحن منڈل	آئی این سی
تارا پدا منڈل	آزاد
رہندرا ناتھ ساہا	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ

۳۸۔ آسنسول

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اجیت کھٹک (مولائے کھٹک)	اے آئی ٹی سی
*ویکاس چودھری	سی پی ایم
مانک اپادھیہ	آئی این سی
مانک باوری	بی ایس پی
حتندرا منڈل	آمرا بنگالی
دلیپ پاسوان	آزاد
پردیپ کمار سرحی	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : سات

۳۹۔ بردوان

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
انوپ مکھرجی	بی جے پی
راج کرستادون	آئی این سی
*ستر سیکھیلانند	سی پی ایم
جمارداورم	جے پی
ماسب سدھو پادھیہ	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ

۴۰۔ کٹوا

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
امل کمار دتہ	اے آئی ٹی سی
توہین سمنتا	آئی این سی
*محبوب زاہدی	سی پی ایم
رالنو گولدار	بی ایس پی
سلیل دتہ	سی پی آئی (ایم ایل لا ایل)
اجیئے منڈل	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : چھ

۴۱۔ بولپور

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
سنیتی چٹرجی	اے آئی ٹی سی
ڈاکٹر سشیل برجی	آئی این سی
سومناتھ چٹرجی	سی پی ایم
سترمتی ماطمہ	جنتا پارٹی

امیدواروں کی کل تعداد : چھ پاس

۴۲۔ بیربھوم (ایس سی)

امیدواروں کے نام	پارٹی کے نام
اسیت کمار مال	آئی این سی
ڈاکٹر مدن لال چودھری	بی جے پی
*رام چندرا ڈوم	سی پی ایم
بارائیں چندرا داس	آزاد
راجتو موہن داس	آزاد

امیدواروں کی کل تعداد : پانچ

میزان :- کل تین سو نو امیدوار ۳۰۹

مرد = ۲۸۳   عورت = ۲۶

مغربی بنگال میں لوک سبھا انتخابات کے لئے نوٹیفیکیشن

نوٹی فیکیشن جاری کرنے کی تاریخ	۷ ستمبر ۱۹۹۹ء	امیدواری کی واپسی کی آخری تاریخ	۱۷ ستمبر ۱۹۹۹ء
نامزدگی جمع کرنے کی آخری تاریخ	۱۴ 〃 〃	انتخابات کی تاریخ	۳ اکتوبر 〃
نامزدگی کی جانچ کی آخری تاریخ	۱۵ 〃	ووٹوں کی گنتی کی تاریخ	۶ 〃 〃

انتخابات کے تمام کام کاج کو مکمل کر لینے کی آخری تاریخ ۱۰ اکتوبر ۹۹ء

مغربی بنگال میں ۱۳ویں لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۹ء کے حلقہ وار مفصل نتائج

نمبر شمار، امیدواروں کے نام، پارٹی، حاصل کردہ ووٹ، فیصد

۱۔ کوچ بہار (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۱۱۶۵۲۳
جائز ووٹ : ۸۹۱۸۲۹
ردکردہ ووٹ : ۱۰۶۵۸
جیت کا فرق : ۱۰۸۱۶۵

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
*۱۔ امر رائے پردھان،	۴۴۳۱۴۸
اے آئی ایف بی	۴۹٫۶۹
۲۔ امیکا چرن رائے	۳۳۴۹۸۳
اے آئی ٹی سی	۳۷٫۵۹۱
۳۔ پپیا برمن	۱۷۱۸۸
بی ایس پی	۱٫۹۲۷
۴۔ سیتا رائے	۹۳۷۸
آئی این سی	۱٫۱۳۴
۵۔ اوشا رائے	۹۸۱
ایس سی پی	۰٫۱۱۰
۶۔ نرین کارجی	۲۳۸۵
آزاد	۰٫۲۶۸
۷۔ مہیندرا ناتھ داس	۲۷۶۶
آزاد	۰٫۳۱۰

۲۔ علی پور دوار (ایس ٹی)

کل ووٹ : ۱۰۴۴۲۳۸
جائز ووٹ : ۷۶۰۸۶۲
ردکردہ ووٹ : ۱۶۷۵۶
جیت کا فرق : ۱۵۳۱۳۳

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
*۱۔ جوکم باکسلا	۳۸۹۹۱۹
آر ایس پی	۵۱٫۲۴۷
۲۔ دھیریندر ناتھ رائے	۲۳۶۷۸۶
بی جے پی	۳۱٫۱۲۱
۳۔ بسنتی باریک	۱۱۹۳۰۹
آئی این سی	۱۵٫۶۸۱
۴۔ ربیندرا کمار برمن	۷۴۰۳
آزاد	۰٫۹۷۳
۵۔ رام پرتاپ باریک	۵۱۹۹
آزاد	۰٫۶۸۳
۶۔ کوبھا باریک	۲۲۴۶
این سی پی	۰٫۲۹۵

۳۔ جلپائی گوڑی

کل ووٹ : ۱۱۰۰۸۶۶
جائز ووٹ : ۸۳۱۷۹۵
ردکردہ ووٹ : ۱۱۷۲۷
جیت کا فرق : ۱۰۸۹۳۷

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
*۱۔ میناتی سین	۴۰۵۷۸۵
سی پی آئی (ایم)	۴۸٫۷۸۴
۲۔ کلیان چکرورتی	۲۹۶۸۴۸
اے آئی ٹی سی	۳۵٫۶۸۸
۳۔ گریجا شنکر رائے	۹۹۹۹۴
آئی این سی	۱۲٫۰۲۱
۴۔ بھیم چندرا رائے	۱۴۶۸۸
آزاد	۱٫۷۶۶
۵۔ شنکر گانگولی	۵۱۶۵
آزاد	۰٫۶۲۱
۶۔ جگدیش چندرا رائے	۳۳۶۸
آزاد	۰٫۴۰۵
۷۔ انیل رائے	۲۷۵۱
بی ایس پی	۰٫۳۳۱
۸۔ بیمل دتّہ	۱۸۰۵
آزاد	۰٫۲۱۷
۹۔ پبترا موترا	۱۳۹۱
آمرا سگالی	۰٫۱۶۷

۴۔ دارجلنگ

کل ووٹ : ۱۲۷۶۷۵۳
جائز ووٹ : ۵۸۰۴۷۱
ردکردہ ووٹ : ۹۴۸۸
جیت کا فرق : ۱۱۱۹۶۹

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ ترون رائے	۱۲۷۶۰۳
اے آئی ٹی سی	۲۱٫۹۸۳
۲۔ نر بہادر کھتیوارا	۱۴۴۸۵۷
آئی این سی	۲۴٫۹۵۵
*۳۔ ایس پی لیپچا	۲۵۶۸۲۶
سی پی آئی (ایم)	۴۴٫۲۴۴
۴۔ کرشنا بھگتا پوڑیل	۵۱۱۸
آزاد	۰٫۸۸۲
۵۔ آر۔ بی۔ رائے	۳۱۷۱۹
آزاد	۵٫۴۶۵
۶۔ سمیدر رائے	۲۵۵۱
آزاد	۰٫۴۳۹
۷۔ سنیل رائے	۱۱۷۹۷
آزاد	۲٫۰۳۲

۵۔ رائے گنج

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد

کل ووٹ : ۱۱۴۴۳۰۰

جائز ووٹ : ۸۷۵۷۱۶

ردکردہ ووٹ : ۹۶۹۲

جیت کا فرق : ۷۵۲۵۵

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱*	پریہ رنجن داس منشی	۴۰۹۳۳۱
	آئی این سی	۴۶٫۷۴۲
۲	سبرتا مکھرجی	۳۳۴۰۷۶
	سی پی آئی (ایم)	۳۸٫۱۴۹
۳	ببلب موئترا	۱۱۰۰۴۹
	اے آئی ٹی سی	۱۲٫۵۶۷
۴	ادھیایک محمد صلاح الدین	۸۳۸۶
	این سی پی	۰٫۹۵۸
۵	اجیت داس	۸۰۹۳
	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۰٫۹۲۴
۶	سبھاشش بالا	۳۳۳۲
	بی ایس پی	۰٫۳۸۰
۷	سلیمان	۲۴۴۹
	ایم یو ایل	۰٫۲۸۰

۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۱۰۷۲۰۹

جائز ووٹ : ۸۴۰۸۹۸

ردکردہ ووٹ ۔ ۱۰۵۳۵

جیت کا فرق : ۶۲۹۲۱

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱*	رنین برمن	۳۷۵۶۶۹
	آر ایس پی	۴۴٫۶۷۵
۲	ویکاش برمن	۱۴۳۰۳۴
	آئی این سی	۱۷٫۰۱۰
۳	وشوناتھ برمن	۴۴۶۱
	بی ایس پی	۰٫۵۳۰
۴	سبھاش چندرا برمن	۳۱۲۷۴۸
	بی جے پی	۳۷٫۱۹۲
۵	گور برمن	۴۹۸۶
	آزاد	۰٫۵۹۳

۷۔ مالدہ

کل ووٹ : ۱۰۴۶۹۰۵

جائز ووٹ : ۸۱۰۱۹۶

ردکردہ ووٹ : ۹۵۷۴

جیت کا فرق : ۲۴۵۵۳

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱	اصیح الدین خان	۴۲۲
	جے ڈی (ایس)	۰٫۰۵۲
۲*	اے بی اے غنی خان چودھری	۳۲۵۸۳۳
	آئی این سی	۴۰٫۲۱۷
۳	مظفر خان	۱۷۲۵۷۵
	بی جے پی	۲۱٫۳۰۰
۴	سیلین سرکار	۳۰۱۲۸۰
	سی پی آئی (ایم)	۳۷٫۱۸۶
۵	بدھرائی کسکو	۲۹۲۸
	جے ایم ایم	۰٫۳۶۱
۶	محمد نعیم الدین	۸۷۲
	مسلم لیگ	۰٫۱۰۸
۷	عطاء الرحمٰن	۱۲۲۸
	آزاد	۰٫۱۵۱
۸	انور اسلام	۷۹۰
	آزاد	۰٫۰۹۸
۹	لونی گوپال سرکار	۱۰۲۷
	آزاد	۰٫۱۲۷
۱۰	وشوناتھ گوہا	۱۹۸۱
	آزاد	۰٫۲۴۴
۱۱	ڈاکٹر لبیا آس منڈل	۶۳۰
	آزاد	۰٫۰۷۸
۱۲	ہلارئیس مارڈی	۶۳۰
	آزاد	۰٫۰۷۸

۸۔ جنگی پور

کل ووٹ : ۱۰۸۷۲۰۳

جائز ووٹ : ۷۷۵۴۹۳

ردکردہ ووٹ : ۱۰۳۰۴

جیت کا فرق : ۶۱۳۱۷

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱*	ابوحسنات خان	۳۵۲۵۸۰
	سی پی آئی (ایم)	۴۵٫۴۶۵
۲	خیر العالم	۱۸۵۷
	بی ایس پی	۰٫۲۴۰
۳	معین الحق	۲۹۱۲۶۳
	آئی این سی	۳۷٫۵۵۸
۴	سید مشتاق مرشد	۱۲۰۷۷۰
	اے آئی ٹی سی	۱۵٫۵۷۳
۵	اتپل مجدار	۲۳۳۹
	این سی پی	۰٫۳۰۲
۶	دواریکاناتھ داس	۶۰۷۴
	آزاد	۰٫۷۸۳
۷	مہیر کمار داس	۶۱۰
	آزاد	۰٫۰۷۹

۹۔ مرشد آباد

کل ووٹ : ۱۱۷۲۷۶۰

جائز ووٹ : ۸۱۷۳۹۵

ردکردہ ووٹ : ۸۷۲۵

جیت کا فرق : ۱۲۳۳۶۰

نمبر شمار	امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱*	معین الحسن سی پی آئی (ایم)	۳۹۱۳۶۶ ۴۷٫۹۳۰۱

نمبر شمار امیدواروں کے نام / پارٹی	حاصل کردہ ووٹ / فیصد
۲- منان حسین	۲۶۸۰۰۹
آئی این سی	۳۲،۳۹۲
۳- سندھیا منڈی	۳۲۸۹
بی ایس پی	۰،۳۹۸
۴- صغیر حسین	۱۴۲۲۷۵
اے آئی ٹی سی	۱۷،۱۹۵
۵- مولانا محمد عبدالباری	۶۲۲۰
ایم یو ایل	۰،۷۵۲
۶- اتم بالدار	۸۵۹
آزاد	۰،۱۰۴
۷- خدیجہ بانو	۱۱۷۷۳
آزاد	۱،۴۲۳
۸- نریندر ناتھ منڈل	۲۱۷۸
آزاد	۰،۲۶۳
۹- رضوان میرزا	۵۰۸
آزاد	۰،۰۶۱
۱۰- حسرت علی منڈل	۹۲۱
آزاد	۰،۱۱۱

۱۰- برہم پور

کل ووٹ : ۱۲۱۲۵۵۴

جائز ووٹ : ۹۲۶۳۷۵

رد کردہ ووٹ : ۱۱۲۷۱

جیت کا فرق : ۹۵۳۹۱

نمبر شمار امیدواروں کے نام / پارٹی	حاصل کردہ ووٹ / فیصد
*۱- ادھیر رنجن چودھری	۴۳۴۰۷۳
آئی این سی	۴۶،۸۵۷
۲- پرموتھیس مکھرجی	۳۳۸۹۸۲
آر ایس پی	۳۶،۵۶۰
۳- کرنل (ریٹائرڈ) سبتا ساچی باگچی	۱۲۴۵۶۹
بی جے پی	۱۳،۴۵۲۷
۴- سنیل کمار منڈل	۱۰۶۶
بی ایس پی	۰،۱۱۵
۵- نورالاسلام	۳۶۱۸
ایم یو ایل	۰،۳۹۱
۶- انار الحق ملیتھا	۲۰۳
آزاد	۰،۰۲۲
۷- کانن کمار ساہا	۹۱۱
آزاد	۰،۰۹۸
۸- جیوترموئے ٹھاکر	۸۹۴۸
آزاد	۰،۹۶۶
۹- سنتوش ماجھی	۷۴۵
آزاد	۰،۰۸۰
۱۰- سادھن رائے	۸۸۱
آزاد	۰،۰۹۵
۱۱- سدھارت چٹرجی	۲۶۷۹
آزاد	۰،۲۸۹

۱۱- کرشنا نگر

کل ووٹ : ۱۰۸۴۴۴۹

جائز ووٹ : ۸۳۷۴۲۴

رد کردہ ووٹ : ۸۰۶۵

جیت کا فرق : ۲۲۲۳۴

نمبر شمار امیدواروں کے نام / پارٹی	حاصل کردہ ووٹ / فیصد
۱- امل کمار منڈل	۲۴۹۷
بی ایس پی	۰،۲۹۸
۲- اشیم ساہا	۱۰۶۱۳۷
آئی این سی	۱۲،۶۷۴
۳- دلیپ چکرورتی	۳۴۴۷۲۰
سی پی آئی (ایم)	۴۱،۱۶۴
*۴- ستیبراتو مکھرجی	۳۶۶۹۵۴
بی جے پی	۴۳،۸۱۹
۵- بمل بسواس	۸۰۸۵
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۰،۹۶۶
۶- ظفراللہ ملا	۳۴۸۳
آزاد	۰،۴۱۶
۷- شیخ خدا بخش	۵۵۴۸
آزاد	۰،۶۶۳

۱۲- نوادیپ (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۳۲۰۳۵۸

جائز ووٹ : ۱۰۰۲۰۸۴

رد کردہ ووٹ : ۱۲۲۹۵

جیت کا فرق : ۳۹۱۳۵

نمبر شمار امیدواروں کے نام / پارٹی	حاصل کردہ ووٹ / فیصد
۱- اشیم بالا	۴۲۰۱۸۴
سی پی آئی (ایم)	۴۱،۹۳۱
*۲- آنند موہن بسواس	۴۵۹۳۱۹
اے آئی ٹی سی	۴۵،۸۳۶
۳- شیو سنکا شیکھر بسواس	۱۰۸۴۶۴
آئی این سی	۱۰،۸۲۴
۴- سوشیل کمار سرکار	۸۷۷۵
بی ایس پی	۰،۸۷۶
۵- جیون کوی لاج	۳۵۳۲
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۰،۳۵۲
۶- دینا بندھو بسواس	۳۲۷
آزاد	۰،۰۳۳
۷- مدھوسدن منڈل	۱۱۴۹
آزاد	۰،۱۱۵
۸- ستیندر ناتھ منڈل	۳۳۹
آزاد	۰،۰۳۳

۱۳- باراسات

کل ووٹ : ۱۳۰۱۷۳۷

نمبر شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

جائز ووٹ : ۱۰۳۱۲۸۵
رد کردہ ووٹ : ۱۲۳۰۵

جیت کا فرق: ۹۶۹۰۰

۱۔ دیبی گھوشال ۷۶۷۵۱
آئی این سی ۷٫۴۴۲
۲۔ منوج حوالدار ۸۸۷۴
بی ایس پی ۰٫۸۶۱
*۳۔ ڈاکٹر رنجیت کار پاکا ۵۱۸۵۲۰
اے آئی ٹی سی ۵۰٫۲۷۹
۴۔ سرل دیب ۴۲۱۶۲۰
اے آئی ایف ال ۴۰٫۸۸۳
۵۔ پاچو گوپال منڈا ۱۲۳۶
اے ایم بی ۰٫۱۲۰
۶۔ جگت نارائن سری واستو ۵۸۱ ۱
آزاد ۰٫۰۵۶
۷۔ مستفیض الرحمٰن ۶۵۰
آزاد ۰٫۰۶۳
۸۔ شنکر گھوش ۲۸۷۸
آزاد ۰٫۲۷۹
۹۔ شیامل چندر داس ۱۷۵
آزاد ۰٫۰۱۷

۱۴۔ بشیر ہاٹ

کل ووٹ : ۱۰۷۱۳۸۷
جائز ووٹ : ۸۵۶۲۹۵
رد کردہ ووٹ : ۸۶۹۳

جیت کا فرق: ۸۲۵۸۷

*۱۔ اجے چکرورتی ۴۰۷۹۰۳
سی پی آئی ۴۷٫۶۳۶
۲۔ ابوطیب ایم معظم حسین ۱۱۸۶۱۲
آئی این سی ۱۳٫۸۵۲
۳۔ ایم نورالزماں ۳۲۵۳۱۶
اے آئی ٹی سی ۳۷٫۹۹۱
۴۔ محمد شہادت علی ۲۴۱۷
ایم یو ایم ۰٫۲۸۲
۵۔ ارون گھوش ۲۰۴۷
آزاد ۰٫۲۳۹

۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۱۱۶۸۵۸
جائز ووٹ : ۸۰۲۵۲۹
رد کردہ ووٹ : ۱۳۰۰۷

جیت کا فرق: ۱۱۲۳۰۱

۱۔ کرشنا پدو مجمدار ۲۸۴۰۸۲
بی جے پی ۳۵٫۳۹۸
۲۔ جگت بدو سنیوئی ۴۶۱۷۳
آئی این سی ۵٫۷۵۳
*۳۔ سنت کمار منڈل ۳۹۶۳۸۳
آر ایس پی ۴۹٫۳۹۲
۴۔ ویویک شنکر ۱۴۴۶
آزاد ۰٫۱۸۰
۵۔ رینو پدو ہالدار ۷۴۰۱۶
آزاد ۹٫۲۲۳
۶۔ سبھاش منڈل ۴۲۹
آزاد ۰٫۰۵۴

۱۶۔ متھوراپور (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۰۷۶۷۳۰
جائز ووٹ : ۸۱۸۶۰۹
رد کردہ ووٹ : ۱۰۱۰۴

جیت کا فرق: ۵۱۶۲۵

۱۔ گوبندا چندر اسکر ۳۳۱۲۳۷
اے آئی ٹی سی ۴۰٫۴۶۳
۲۔ منورنجن ہالدار ۸۹۷۱۹
آئی این سی ۱۰٫۹۶۰
*۳۔ رادھیکا رنجن پرامانک ۳۸۲۹۶۲
سی پی آئی (ایم) ۴۶٫۷۸۲
۴۔ پراہلد کار پورکیت ۱۴۶۹۱
آزاد ۱٫۷۹۵

۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر

کل ووٹ : ۱۱۳۶۸۷۹
جائز ووٹ : ۸۴۴۳۴۲۰
رد کردہ ووٹ : ۱۳۵۷۶

جیت کا فرق: ۷۱۱۶۳

*۱۔ سمک لاہیری ۴۰۲۷۶۱
سی پی آئی (ایم) ۴۷٫۷۰۱
۲۔ سردار امجد علی ۳۳۱۵۹۸
اے آئی ٹی سی ۳۹٫۲۷۳
۳۔ دولت علی ۱۰۶۳۴۴
آئی این سی ۱۲٫۵۹۵
۴۔ کیشور کمار گھوش ۱۱۶۵
آزاد ۰٫۱۳۸
۵۔ گوپال رائے صافی ۱۰۸۸
آزاد ۰٫۱۲۹
۶۔ پتن منڈل ۸۱۴
آزاد ۰٫۰۹۶
۷۔ سچو منڈل ۵۷۲
آزاد ۰٫۰۶۸

۱۸۔ جادوپور

کل ووٹ : ۱۴۰۳۴۱۳
جائز ووٹ : ۹۹۱۱۹۸
رد کردہ ووٹ : ۱۳۵۲۰

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
جیت کا فرق : ۶۶۷۶۵	
۱۔ آستا لتا مجمدار	۱۸۱۰
بی ایس پی	۰٫۱۸۳
۲۔ کاستی گانگولی	۴۱۸۶۰۱
سی پی آئی (ایم)	۴۲٫۲۳۲
*۳۔ کرشنا بوس	۴۸۵۳۶۶
اے آئی ٹی سی	۴۸٫۹۶۸
۴۔ ڈاکٹر مایا گھوش	۷۹۶۷۲
آئی این سی	۸٫۰۳۸
۵۔ جیون بیراگی	۷۴۸
آزاد	۰٫۰۷۵
۶۔ تپن رائے چودھری	۳۵۲۸
آزاد	۰٫۳۵۶
۷۔ نوتن منڈل	۵۰۹
آزاد	۰٫۰۵۱
۸۔ رام چندر کائیل	۹۶۴
آزاد	۰٫۰۹۷

۱۹۔ بارک پور

کل ووٹ : ۱۰۳۹۵۴۸

جائز ووٹ : ۸۳۰۷۱۹

ردکردہ ووٹ : ۱۴۴۷۰

جیت کا فرق : ۴۰۷۷۵

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱۔ اشوک شکلا	۵۹۷۳۲
آئی این سی	۷٫۱۹۰
۲۔ جینتو بھٹاچاریہ	۳۵۸۴۹۴
اے آئی ٹی سی	۴۳٫۱۵۵
*۳۔ تورِت برن توپدار	۳۹۹۲۶۹
(سی پی آئی (ایم)	۴۸٫۰۶۳
۴۔ بریگل کانتی رائے	۳۴۹۸
بی ایس پی	۰٫۴۲۱

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۵۔ مینا پال	۲۱۸۶
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۰٫۲۶۳
۶۔ ریاض الدین احمد	۷۱۶
این سی پی	۰٫۰۸۶
۷۔ الزیم دتہ	۳۳۷۳
آزاد	۰٫۴۰۶
۸۔ اشوک سیریا	۱۶۰۶
آزاد	۰٫۱۹۳
۹۔ نرمل گوپال چیٹرجی	۶۹۲
آزاد	۰٫۰۸۳
۱۰۔ سوپن بسواس	۱۱۵۳
آزاد	۰٫۱۴۰

۲۰۔ دمدم

کل ووٹ : ۱۵۹۷۳۳۲

جائز ووٹ : ۱۱۹۱۱۱۴

ردکردہ ووٹ : ۱۸۸۱۲

جیت کا فرق : ۱۳۴۵۶۱

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱۔ انیل بھٹاچاریہ	۴۷۹۹۱۰
سی پی آئی (ایم)	۴۰٫۲۹۱
*۲۔ تپن سکدر	۶۱۴۴۷۱
بی جے پی	۵۱٫۵۸۸
۳۔ بمل کرشنا بسواس	۴۸۴۸
بی ایس پی	۰٫۴۰۷
۴۔ رمیش بھٹاچاریہ	۸۵۶۴۸
آئی این سی	۷٫۱۹۱
۵۔ سمریہ رائے	۱۶۵۸
این سی پی	۰٫۱۳۹
۶۔ اجیت نندی	۹۴۵
آزاد	۰٫۰۷۹

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۷۔ پردیپ گھوشال	۹۵۶
آزاد	۰٫۰۸۰
۸۔ مانش چکرورتی	۱۸۶۲
آزاد	۰٫۱۵۶
۹۔ سیکت نائیک	۸۱۶
آزاد	۰٫۰۶۹

۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب

کل ووٹ . ۶۹۸۰۰۹

جائز ووٹ : ۴۴۳۴۸۶

ردکردہ ووٹ : ۷۳

جیت کا فرق : ۹۴۱۷۰

شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱۔ مسرت بیگم	۳۰۷۶
جے ڈی (ایس)	۰٫۶۹۳
۲۔ راج دیو گوالا	۱۱۲۵۱۴
سی پی آئی (ایم)	۲۵٫۳۷۰
۳۔ سدھارت شنکر رائے	۱۰۶۴۳۰
آئی این سی	۲۳٫۹۹۹
*۴۔ سدیپ بندھو پادھیائے	۲۰۶۶۸۴
اے آئی ٹی سی	۴۶٫۶۰۴
۵۔ اسیر الدین	۲۶۰۲
آر جے ڈی	۰٫۵۸۷
۶۔ بریکل بسواس	۱۰۱۷
جے پی	۰٫۲۳۰
۷۔ بہاری لال تھالیہ	۵۶۴
آزاد	۰٫۱۲۷
۸۔ امتیاز عالم (فہیم)	۶۲۶
آزاد	۰٫۱۴۱
۹۔ اندرانیل کمار	۱۱۴۱
آزاد	۰٫۲۵۷

نمبر شمار	امیدوار کا نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

۱۔ بارائی ساہا ۱۸۵۷
آزاد ۰٫۴۱۹

۱۰۔ پریہ دُت ساہا ۱۱۷۳
آزاد ۰٫۲۶۴

۱۱۔ بِرناچندرا گھوش ۱۹۱۴
آزاد ۰٫۴۳۲

۱۲۔ ساسکا ساہا ۳۸۸۸
آزاد ۰٫۸۷۷

۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق

کل ووٹ ۔ ۹۲۴۶۱۳
جائز ووٹ ۔ ۶۵۸۶۳۱
ردکردہ ووٹ : ۱۰۹

جیت کا فرق : ۴۱۵۷۴

۱۔ اجیت کمار پانجا ۲۹۷۴۹۱
اے آئی ٹی سی ۴۵٫۱۶۸

۲۔ سائی کرن کوڑی ۴۴۴۸
بی جے پی ۰٫۶۷۵

۳۔ محمد سلیم (۱۵/۱۴، اکسی تیرتھ سرانی کلکتہ ۲۳) ۲۵۵۹۱۷
سی پی آئی (ایم) ۳۸٫۸۵۰

۴۔ تاپس رائے ۸۴۵۱۴
آئی این سی ۱۲٫۸۳۲

۵۔ محمد غوث علی ۳۲۶۷
ایس پی ۰٫۴۹۶

۶۔ اسیم کمار ساہا ۲۱۴۳
آزاد ۰٫۳۲۵

۷۔ محمد سلیم (۵/۱۷، اصیاس چودھری لین) کلکتہ ۲۶ ۳۸۹۳
آزاد ۰٫۵۹۲

۸۔ سمر داس ۱۶۷۴
آزاد ۰٫۲۵۴

| نمبر شمار | امیدوار کا نام | پارٹی | حاصل کردہ ووٹ | فیصد |

۹۔ سوکھن ددلوئی ۵۲۸۲
آزاد ۰٫۸۰۲

۲۳۔ کلکتہ جنوب

کل ووٹ : ۱۳۰۲۸۳۷
جائز ووٹ ۔ ۸۰۵۱۲۱
ردکردہ ووٹ : ۱۴۷ (پی بی)

جیت کا فرق : ۲۱۴۰۰۸

۱۔ یاربھولائے چودھری ۵۱۷۳۵
آئی این سی ۶٫۴۲۶

۲۔ * ممتا بنرجی ۴۶۹۱۰۳
اے آئی ٹی سی ۵۸٫۲۶۵

۳۔ محمد شہاب الدین ۶۹۱
بی ایس پی ۰٫۰۷۵۷

۴۔ ستوبھکر چکرورتی ۲۵۵ ۹۵
سی پی آئی (ایم) ۳۱٫۶۸۴

۵۔ ڈاکٹر یاربھو سرائی گھوش ۶۱۸۶
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل) ۰٫۷۶۸

۶۔ کویتا مکھرجی ۲۱۶۰
آزاد ۰٫۲۶۸

۷۔ پریہ ناتھ بنرجی ۲۷۴۰
آزاد ۰٫۳۴۰

۸۔ سدیپا بسواس ۱۶۵۸
آزاد ۰٫۲۰۶

۹۔ مراری موہن گھوش ۴۵۱۲
آزاد ۰٫۵۶۰

۱۰۔ رکمن کمار داس ۵۸۴۱
آزاد ۰٫۷۲۶

۲۴۔ ہوڑہ

کل ووٹ ۔ ۱۳۸۱۷۵۱

| نمبر شمار | امیدوار کا نام | پارٹی | حاصل کردہ ووٹ | فیصد |

جائز ووٹ : ۹۸۱۳۹۹
ردکردہ ووٹ : ۱۲۲۳۶

جیت کا فرق : ۱۰۳۴۴۹

۱۔ ڈاکٹر کاکولی گھوش دستی دار ۳۸۷۰۸۸
اے آئی ٹی سی ۳۹٫۴۴۲

۲۔ رام بلاس پرساد ۱۶۰۵
بی ایس پی ۰٫۱۶۴

۳۔ شیام بہاری سنگھ ۸۲۴
جے ڈی (ایس) ۰٫۰۸۴

۴۔ ڈاکٹر سبھاش چندرا بدھوپادھیہ ۹۰۵۹۲
آئی این سی ۹٫۲۳۱

* ۵۔ سودیش چکرورتی ۴۹۰۵۳۷
سی پی آئی (ایم) ۴۹٫۹۸۳

۶۔ اشوک کمار اگروال ۹۰۸
آر جے ڈی ۰٫۰۹۳

۷۔ بیجوئے کمار سنگھ ۲۹۵۲
ایس پی ۰٫۳۰۱

۸۔ راجندر پرساد ۱۹۵
ایس سی پی ۰٫۰۲۰

۹۔ اشوک رائے ۴۳۸
آزاد ۰٪۴۵

۱۰۔ آستوگوپال منڈل ۳۲۱۴
آزاد ۰٫۳۲۷

۱۱۔ دیویندر کمار شنکر ۴۹۸
آزاد ۰٫۰۴۸

۱۲۔ پرسنتا کمار مہاتو ۱۹۶
آزاد ۰٫۰۲۰

۱۳۔ بیجوئے سنگھ ۷۲۹
آزاد ۰٫۰۷۴

نمبر شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۱۴۔ بچن لال چودھری	۸۶۹
آزاد	۰٫۰۸۸
۱۵۔ رنجیت جنرجی	۲۷۱
آزاد	۰٫۰۲۸
۱۶۔ شیخ علاؤالدین راج	۱۹۳
آزاد	۰٫۰۲
۱۷۔ سمر منڈل آزاد	۲۰۰ (۰٫۱)
۱۸۔ سوشیل رنگانی آزاد	۱۲۰ (۰٫۱۲)

۲۵۔ اُلبیڑیا

کل ووٹ : ۱۱۰۰۹۵۳

جائز ووٹ : ۸۰۸۵۶۴

ردکردہ ووٹ ۰ ۹۹۰۷

جیت کا فرق : ۶۷۵۷۷

۱۔ سیسر کمار سین	۲۱۹۷۸
آئی این سی	۸٫۹۰۲
۲۔ ڈاکٹر سودیپتا رائے	۳۳۱۸۲
اے آئی ٹی سی	۴۱٫۰۳۸
*۳۔ حنان ملا	۳۹۹۳۹۷
سی پی آئی (ایم)	۴۹٫۳۹۶
۴۔ نرمل گھوش	۱۴۴۵
جے پی	۰٫۱۷۹
۵۔ جینتو دلوئی	۳۷۷
آزاد	۰٫۰۴۷
۶۔ جھنٹو دلوئی	۲۸۶
آزاد	۰٫۰۳۵
۷۔ بابلو دیاشی	۷۴۸
آزاد	۰٫۰۹۳
۸۔ بیلپ چکرورتی	۱۳۶۰
آزاد	۰٫۱۶۸

نمبر شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۹۔ شنکر مجمدار	۶۰
آزاد	۰٫۰۷۴
۱۰۔ سوشیل بنگال	۵۵۳
آزاد	۰٫۰۶۸

۲۶۔ سیرام پور

کل ووٹ : ۱۳۲۵۳۷۵

جائز ووٹ : ۹۱۱۳۰۶

ردکردہ ووٹ : ۱۳۸۹۵

جیت فرق : ۴۷۷۶۴

*۱۔ اکبر علی حمد کار	۴۱۱۴۰۶
اے آئی ٹی سی	۴۵٫۱۴۵
۲۔ پرادیپ بھٹاچاریہ	۱۳۳۱۵۵
آئی این سی	۱۴٫۶۱۱
۳۔ سدھرشن رائے چودھری	۳۶۳۶۴۲
سی پی آئی (ایم)	۳۹٫۹۰۳
۴۔ گوتم پائن	۱۶۰۹
آزاد	۰٫۱۷۷
۵۔ ہارون رشید ملک	۱۴۹۴
آزاد	۰٫۱۶۴

۲۷۔ ہگلی

کل ووٹ : ۱۱۶۰۸۷۰

جائز ووٹ : ۹۱۹۲۵۰

ردکردہ ووٹ : ۱۱۰۲۵

جیت کا فرق : ۱۲۴۸۵

۱۔ تپن داس گپتا	۴۲۸۱۸۹
اے آئی ٹی سی	۴۶٫۵۸۰
۲۔ دلیپ ناتھ	۴۸۰۴۸
آئی این سی	۵٫۲۲۹
*۳۔ روپ چند پال	۴۴۰۶۷۴
سی پی آئی (ایم)	۴۷٫۹۳۸

نمبر شمار امیدواروں کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ فیصد
۴۔ اجیت کمار کولے	۱۳۷۶
آزاد	۰٫۱۵۰
۵۔ سمبرا پرساد گھوش	۹۴۳
آزاد	۰٫۱۰۳

۲۸۔ آرام باغ

کل ووٹ : ۱۱۴۳۴۰۵

جائز ووٹ : ۹۳۳۵۰۰

ردکردہ ووٹ : ۱۰۰۸۶

جیت کا فرق : ۱۱۶۷۲۱

*۱۔ انیل باسو	۵۰۳۹۲۰
سی پی آئی (ایم)	۵۳٫۹۸۲
۲۔ ادریس علی	۴۰۸۱۶
آئی این سی	۴٫۳۷۲
۳۔ چُنی لال چکرورتی	۳۸۷۱۹۹
بی جے پی	۴۱٫۴۷۸
۴۔ بجے کرشنا پرا	۱۵۶۵
آزاد	۰٫۱۶۸

۲۹۔ پانسکوڑہ

کل ووٹ . ۹۸۶۷۱۳

جائز ووٹ : ۸۱۶۱۳۰

ردکردہ ووٹ : ۸۴۳۴

جیت کا فرق : ۴۶۸۵۸

۱۔ گیتا مکھرجی	۴۰۱۴۳۱
سی پی آئی	۴۹٫۱۸۷
۲۔ گوری گھوش	۳۵۴۵۷۳
اے آئی ٹی سی	۴۳٫۴۴۶
۳۔ رجنی کانتا دلوئی	۵۹۱۴۷
آئی این سی	۷٫۲۴۷
۴۔ اجیت ملک	۹۷۹
آزاد	۰٫۱۲۰

نمبر شمار امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

۲۔ تملوک

ل ووٹ : ۱۰۹۷۸۰۰
ئز ووٹ : ۹۰۹۶۸۲
کردہ ووٹ : ۹۲۰۷

یت کا فرق : ۵۴۸۲۶

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
...ز لیمدو بھٹاچارجی	۴۰۰۳۴۲
اے آئی ٹی سی	۴۴٫۰۰۹
...مانک بھومک	۴۴۶۲۲
آئی این سی	۴٫۹۰۵
...لکشمن حیدر اسیٹھ	۴۵۵۱۶۸
سی پی آئی (ایم)	۵۰٫۳۷
...ندھادیب جانا	۱۱۵
آزاد	۰٫۱۲۱
...ھگتی ادھیکاری	۸۲۲
آزاد	۰٫۰۹۰
...سری کیشن پرامانک	۷۶۲۳
آزاد	۰٫۸۳۸

۳۔ کنتھائی

ل ووٹ : ۹۹۰۹۱۷
بائز ووٹ : ۸۱۵۴۴۸
ردکردہ ووٹ : ۸۲۴۰

جیت کا فرق: ۱۲۱۳۴۳

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ اجیت مائزا	۳۴۰۷۰
آئی این سی	۴٫۱۷۸
۲۔ ستیش سین گپتا	۳۹۵۰۴۸
اے آئی ٹی سی	۴۸٫۴۴۶
۳۔ سدھرسن منّا	۱۴۵۱
جے ڈی (ایس)	۰٫۱۷۸
۴۔ سدھیر گیری	۳۸۲۹۱۵
سی پی آئی (ایم)	۴۶٫۹۵۸
۵۔ ڈاکٹر ڈبل دیب رائے	۱۰۳۸
این سی پی	۰٫۱۲۷
۶۔ تپن کمار منڈل	۲۹۰
آزاد	۰٫۰۳۶
۷۔ نائبیدرا منڈل	۶۳۶
آزاد	۰٫۰۷۷

۳۲۔ مدنا پور

کل ووٹ : ۱۰۹۹۳۸۵
جائز ووٹ : ۸۵۲۴۹۲
ردکردہ ووٹ : ۱۰۰۷۵

جیت کا فرق : ۲۸۷۷۳

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ اندر جیت گپتا*	۴۱۴۵۴۵
سی پی آئی	۴۸٫۶۲۸
۲۔ منورنجن دتہ	۳۸۵۷۷۲
بی جے پی	۴۵٫۲۵۲
۳۔ سمیر رائے	۴۷۰۱۳
آئی این سی	۵٫۵۱۵
۴۔ اکتیے کار خان	۴۵۱۲
آزاد	۰٫۵۲۹
۵۔ مرتنجوئے چکرورتی	۶۵۰
آزاد	۰٫۰۷۶

۳۳۔ جھاڑگرام (ایس ٹی)

کل ووٹ : ۹۹۱۳۲۶
جائز ووٹ : ۹۷۱۷۰۰
ردکردہ ووٹ : ۱۱۵۰۰

جیت کا فرق : ۱۰۸۶۸۱

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ گوپی ناتھ منڈی	۱۸۰۷
بی ایس پی	۰٫۲۲۸
۲۔ دکھن مرمو	۲۹۳۶۴۴
اے آئی ٹی سی	۳۷٫۰۹۰
۳۔ روپ چند مرمو*	۴۰۲۳۲۵
سی پی آئی (ایم)	۵۰٫۸۱۸
۴۔ الوک کمار منڈی	۹۵۹۲
جے ایم ایم	۱٫۲۱۲
۵۔ بسوا ناتھ مرمو	۸۴۳۳۲
جے پی (نورین)	۱۰٫۶۵۲

۳۴۔ پرولیا

کل ووٹ : ۱۰۰۷۷۷۱
جائز ووٹ : ۶۸۱۱۹۶
ردکردہ ووٹ : ۱۰۵۲۶

جیت کا فرق: ۱۷۴۸۷۰

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ تیوتی مہاتو	۱۷۶۲۷۳
بی ایس پی	۲۵٫۸۷۸
۲۔ بینیال مہاتو	۱۳۹۳۴۵
آئی این سی	۲۰٫۴۵۶
۳۔ بیر سنگھ مہاتو*	۳۵۱۱۴۳
اے آئی ایف بی	۵۱٫۵۴۸
۴۔ گومستا پرساد سورین	۲۵۷۴
جھارکھنڈ پارٹی	۰٫۳۷۸
۵۔ پرفلا کمار مہاتو	۲۷۱۳
آمرا بنگالی	۰٫۳۹۸
۶۔ سچیندر ساؤ	۱۳۱۰
این سی پی	۰٫۱۹۲
۷۔ پرانت بھٹاچاریہ	۳۴۶۹
آزاد	۰٫۵۰۹
۸۔ رام چندرا مہاتو	۳۹۲۶
آزاد	۰٫۵۷۶
۹۔ سیام چند باوڑی	۴۴۳
آزاد	۰٫۰۶۵

نمبر شمار امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

۳۵۔ بانکوڑہ

کل ووٹ : ۱۰۳۱۰۶۷۰
جائز ووٹ : ۷۲۳۹۲۹
رد کردہ ووٹ : ۱۷۲۷۴
جیت کا فرق : ۱۰۶۹۹۸

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱*۔ باسودیب اچاریہ	۳۸۱۷۲۰
سی پی آئی (ایم)	۵۲٫۷۲۹
۲۔ لولا چٹرجی	۳۵۵۱۲
آئی این سی	۴٫۹۰۶
۳۔ مہیش شاہ	۷۴۴۴
شیوسینا	۱٫۰۲۸
۴۔ لکشمی کانتا مہاتو	۴۵۶۹
آمرا بنگالی	۰٫۶۳۱
۵۔ اجیتیہ ساگر مہاتو	۲۱۹۹
آزاد	۰٫۳۰۳
۶۔ جئے دیب پال	۱۳۰۷۹
آزاد	۱٫۸۰۵
۷۔ نتو سرما گدی	۲۷۴۷۲۲
آزاد	۳۷٫۹۴۹
۸۔ ملرام مہاتو	۴۶۹۷
آزاد	۰٫۶۴۹

۳۶۔ وشنوپور (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۰۷۱۱۵۱
جائز ووٹ : ۸۳۴۵۰۲
رد کردہ ووٹ : ۱۱۸۳۷
جیت کا فرق : ۱۸۱۵۷۰

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ ادھیباس دولے	۳۰۱۵۱۴
اے آئی ٹی سی	۳۶٫۱۳۱
۲۔ ملیکا منڈل	۲۹۲۳۷
آئی این سی	۳٫۵۰۴

نمبر شمار امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۳*۔ سندھیا باوری	۴۸۳۰۸۴
سی پی آئی (ایم)	۵۷٫۸۸۹
۴۔ اجیت ساہا	۱۷۱ ۹
جھارکھنڈ پارٹی (نریا)	۲٫۰۵۰
۵۔ بہادر دولے	۳۵۵۸
آزاد	۰٫۴۲۶

۳۷۔ درگاپور (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۲۱۲۳۴۴
جائز ووٹ : ۸۹۹۰۹۱
رد کردہ ووٹ : ۱۵۹۸۵
جیت کا فرق : ۱۱۷۹۶۳

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ اسیل کمار ساہا	۳۴۳۹۷۷
بی جے پی	۳۹٫۵۷۹
۲*۔ سنیل خان	۴۶۱۹۴۰
سی پی آئی (ایم)	۵۳٫۱۵۲
۳۔ سرادھن منڈل	۵۸۴۰۷
آئی این سی	۶٫۷۲۰
۴۔ تارا پدا منڈل	۳۲۲۲
آزاد	۰٫۳۷۱
۵۔ رمیندرا ناتھ ساہا	۱۵۴۵
آزاد	۰٫۱۷۸

۳۸۔ آسنسول

کل ووٹ : ۱۲۹۵۳۳۰
جائز ووٹ : ۸۱۵۲۹۲
رد کردہ ووٹ : ۱۳۸۵۵
جیت کا فرق : ۳۷۸۹۴

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ اجیت کھٹک (مولویہ کھٹک)	۳۳۹۴۰۱
اے آئی ٹی سی	۴۱٫۶۲۹
۲*۔ سیکاس چودھری	۳۷۷۲۹۵
سی پی آئی (ایم)	۴۶٫۲۷۴

نمبر شمار امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۳۔ مانک اُپادھیہ	۸۹۲۹۱
آئی این سی	۱۰٫۶۴۸
۴۔ مانک باؤری	۵۲۲۲
بی ایس پی	۰٫۶۲۱
۵۔ جتیندرا منڈل	۲۳۵۴
آمرا بنگالی	۰٫۲۸۸
۶۔ دلیپ باسوال	۸۱۹
آزاد	۰٫۱۰۱
۷۔ پردیپ کمار سنرجی	۹۷۰
آزاد	۰٫۱۱۹

۳۹۔ بردوان

کل ووٹ : ۱۲۱۶۲۷۴
جائز ووٹ : ۹۷۱۷۵۴
رد کردہ ووٹ : ۱۲۵۸۲
جیت کا فرق : ۳۰۱۶۸۳

امیدوار / پارٹی	ووٹ / فیصد
۱۔ الوپ مکھرجی	۲۹۶۴۸۷
بی جے پی	۳۰٫۵۱۰
۲۔ راج کرسنا داون	۶۷۰۹۶
آئی این سی	۶٫۹۰۵
۳*۔ نکھیلانند اسار	۵۹۸۱۷۰
سی پی آئی (ایم)	۶۱٫۵۵۹
۴۔ جارو اورم	۹۳۵۳
جھارکھنڈ پارٹی	۰٫۹۶۲
۵۔ مانس سدھو پادھیہ	۶۴۸
آزاد	۰٫۰۶۷

۴۰۔ کٹوا

کل ووٹ : ۱۱۸۲۳۳۹
جائز ووٹ : ۹۱۸۳۴۹
رد کردہ ووٹ : ۱۱۶۸۷

نمبر شمار امیدوار کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد
جیت کا فرق : ۱۰۸۳۶۲		
۱۔امل کمار دتہ	۳۵۳۱۴۰	
اے آئی ٹی سی	۳۸۶۴۵۴	
۲۔ تو ہین سمنتا	۹۱۲۰۴	
آئی این سی	۹،۹۳۱	
٭۳۔ محبوب زاہدی	۴۶۱۵۰۲	
سی پی آئی (ایم)	۵۰،۲۵۴	
۴۔ رالو گولدار	۲۸۳۱	
بی ایس پی	۰،۳۰۸	
۵۔ سلیل دتہ	۸۱۹۴	
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۰،۸۹۲	
۶۔ اجئے منڈل	۱۴۷۸	
آزاد	۰،۱۶۱	

۴۱۔ بولپور

نمبر شمار امیدوار کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد
کل ووٹ : ۱۰۳۶۹۳۶		
جائز ووٹ : ۷۸۱۹۵۴		
ردکردہ ووٹ : ۱۰۹۱۷		
جیت کا فرق : ۱۸۶۳۸۹		
۱۔ ستی چٹرجی	۲۷۷۸۱۰	
اے آئی ٹی سی	۳۵،۵۲۸	
۲۔ ڈاکٹر سوسیل بنرجی	۳۷۰۹۳	
آئی این سی	۴،۷۴۳	
٭۳۔ سومناتھ چٹرجی	۴۶۴۱۹۹	
سی پی آئی (ایم)	۵۹،۳۴۴	
۴۔ جتر یتی باطلہ	۲۸۵۲	
جنتا پارٹی	۰،۳۶۵	

۴۲۔ بیربھوم (ایس سی)

نمبر شمار امیدوار کے نام پارٹی	حاصل کردہ ووٹ	فیصد
کل ووٹ : ۱۰۴۳۴۳۸		
جائز ووٹ : ۷۲۳۵۶۰		
ردکردہ ووٹ : ۱۰۶۱۳		
جیت کا فرق : ۱۵۷۱۵۶		
۱۔ اسیت کمار مال	۱۲۶۳۰۵	
آئی این سی	۱۷،۴۵۶	
۲۔ ڈاکٹر مدن لال چودھری	۲۱۴۵۳۱	
بی جے پی	۲۹،۹۲۶	
٭۳۔ رام چندرا ڈوم	۳۷۳۶۸۷	
سی پی آئی (ایم)	۵۱،۶۴۶	
۴۔ نارائن چندرا داس	۲۲۲۹	
جنتا پارٹی	۰،۳۰۸	
۵۔ براجو موہن داس	۴۸۰۸	
آزاد	۰،۶۶۴	

مغربی بنگال میں مقابلہ کرنے والی پارٹیوں کے مکمل نام

آئی این سی	انڈین نیشنل کانگریس	این سی پی	نیشنلسٹ کانگریس پارٹی
بی جے پی	بھارتیہ جنتا پارٹی	جے ڈی (ایس)	جنتا دل (سیکولر)
اے آئی ٹی سی	آل انڈیا ترنمول کانگریس	جے ایم ایم	جھارکھنڈ مکتی مورچہ
اے آئی ایف بی	آل انڈیا فارورڈ بلاک	ایم ایل	مسلم لیگ
سی پی آئی (ایم)	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسی)	اے بی	آمرا بنگالی
سی پی آئی	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا	آر جے ڈی	راشٹریہ جنتا دل
آر ایس پی	ریوولیوشنری سوشلسٹ پارٹی	جے پی	جھارکھنڈ پارٹی
بی ایس پی	بہوجن سماج پارٹی	ایس پی	سماج وادی پارٹی
سی پی آئی (ایم ایل) ایل	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ لیسٹ) لبریشن	ایس ایس	شیوسینا
		جے پی (این)	جھارکھنڈ پارٹی (نورین)

مغربی بنگال اسمبلی کے ضمنی انتخابات ۱۹۹۹ء کے نتائج

۸۸- اشوک نگر

کل ووٹ : ۱۷۱۱۶۴

جائز ووٹ : ۱۲۶۵۵۳

ردکردہ ووٹ : ۳۴۸۴

جیت کا فرق : ۹۴۹۸

شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
۱-	نارائن ساہا (ناڑو)	آئی این سی	۱۴۰۰
۲-	نیل رتن بسواس	بی ایس پی	۱۳۶۲
*۳-	بادل بھٹاچاریہ	بی جے پی	۵۹۹۲۲
۴-	ریکھا گوسوامی	سی پی آئی (ایم)	۵۰۴۲۴
۵-	ارون کمار چٹرجی	آزاد	۲۹۸
۶-	گوپال بسواس	آزاد	۵۴۷

۱۲۵- پاتھر پراتیما

کل ووٹ : ۱۴۲۸۲۰

جائز ووٹ : ۱۱۲۵۲۱

ردکردہ ووٹ : ۱۶۸۹

جیت کا فرق : ۱۷۳۶۳

شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
*۱-	کمریشور داس	سی پی آئی (ایم)	۵۴۳۳۳
۲-	شکتی پدا منڈل	آئی این سی	۱۸۸۶۹
۳-	سمیر جانا	اے آئی ٹی سی	۳۶۹۷۰
۴-	بھونی گھوش گوجیت	آزاد	۲۳۴۹

۱۴۱- شیام پوکھر

کل ووٹ : ۸۹۷۹۲

جائز ووٹ : ۶۲۴۰۳

ردکردہ ووٹ : ۰۲

جیت کا فرق : ۷۹۸۳

شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
*۱-	پولک چندر داس	اے آئی ٹی سی	۳۱۸۲۹
۲-	بیہار رائے چودھری	اے آئی ایف بی	۲۳۸۴۶
۳-	سمیر چکرورتی	آئی این سی	۵۴۸۰
۴-	منوج چکرورتی	آزاد	۷۶۷
۵-	گوپال گھوش	آزاد	۴۸۱

۲۰۴- مہیشادل

کل ووٹ : ۱۳۴۵۸۰

جائز ووٹ : ۱۱۳۲۴۵

ردکردہ ووٹ : ۱۲۲۹

جیت کا فرق : ۱۰۸۰

شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
*۱-	دیپک گھوش	اے آئی ٹی سی	۵۳۱۵۰
۲-	سوکمار مسرا	آئی این سی	۷۵۰۲
۳-	سرتا کمار مائتی	سی پی آئی (ایم)	۵۲۰۷۰
۴-	سرا داس چٹرجی	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۴۵۴
۵-	رام گوپال پرامانک	آزاد	۶۹

۱۳۱- رگھوناتھ پور (ایس سی)

کل ووٹ : ۱۳۳۷۴۲

جائز ووٹ : ۸۹۹۷۳

ردکردہ ووٹ : ۳۳۷۲

جیت کا فرق : ۸۹۲۲

شمار	امیدواروں کے نام	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
۱-	اوما رانی باوڑی	سی پی آئی (ایم)	۴۴۲۶۹
۲-	لویوراج باوڑی	اے آئی ٹی سی	۳۵۳۴۷
۳-	لوروتم باوڑی	آئی این سی	۴۸۲۹
۴-	کوشادھواج منڈل	آزاد	۴۹۶۹
۵-	سادھو باوڑی	آزاد	۵۵۹

عام لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۹ء

پارٹی وار نتائج

ریاستوں کی تعداد :- ۳۲

کُل پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات = ۵۴۳ کُل رائے دہندگان کی تعداد = ۶۲۰۳۹۴۰۶۵ *

وہ حلقہ ہائے انتخابات جن کے اعداد و شمار دستیاب ہو سکے = ۵۳۷

پارٹی	حلقہ ہائے انتخابات	
	مقابلہ کرنے والے امیدوار	کامیاب امیدوار
بی جے پی	۳۳۹	۱۸۲
آئی این سی	۴۵۳	۱۱۲
سی پی ایم	۷۲	۳۲
جے ڈی (یو)	۶	۲۰
بی ایس پی	۲۲۵	۱۴
سی پی آئی	۵۴	۴
جے ڈی (ایس)	۹۶	۱
ٹی ڈی پی	۳۴	۲۹
ایس پی	۱۵۱	۲۶
ایس ایچ ایس	۶۳	۱۵
ڈی ایم کے	۱۹	۱۲
اے ڈی ایم کے	۲۹	۱۰
بی جے ڈی	۱۲	۱
اے آئی ٹی سی	۲۹	۸
این سی پی	۱۳۲	۷
آر جے ڈی	۶۱	۷
پی ایم کے	۸	۵
آئی این ایل ڈی	۵	۵
جے کے این	۶	۴
ایم ڈی ایم کے	۵	۴

پارٹی	حلقہ ہائے انتخابات	
	مقابلہ کرنے والے امیدوار	کامیاب امیدوار
آر ایس پی	۵	۳
ایف بی ایل	۱۵	۲
ایم یو ایل	۱۲	۲
ایس اے ڈی	۹	۲
ایس جے پی (آر)	۱۴	۱
ایم ایس سی پی	۲	۱
ایچ وی سی	۱	۱
ایس ڈی ایف	۱	۱
کے ای سی	۱	۱
کے ای سی (ایم)	۱	۱
آر ایل ڈی	۱۵	۲
اے بی ایل ٹی سی	۴	۲
سی پی آئی (ایم ایل) (ایل)	۵۶	۱
بی بی ایم	۴	۱
پی ڈبلیو پی آئی	۲	۱
اے آئی ایم آئی ایم	۱	۱
ایس اے ڈی (ایم)	۱	۱
ایم اے ڈی ایم کے	۱	۱
آزاد	۱۹۴۵	۵
	میزان	۵۳۷

* یہ اعداد جو عبوری ہیں

لوک سبھا عام انتخابات برائے سنہ ۱۹۹۹

منتخب ہونیوالے اور دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدواروں کی تفاصیل مع اعداد فرق

آندھرا پردیش

ریاست حلقہ	کامیاب ہونیوالے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ سریکاکولم	یرّن نائیڈو کنجاریو	تیلگودیشم پارٹی	کانیتی وسواناداھم	آئی این سی	۹۶۸۸۲
۲۔ پروا تی پورم (ایس ٹی)	دا دیچیلو کا ویرا گوری شنکرا راؤ	تیلگودیشم پارٹی	کے سی سریا نارائینا دیو ویریچرلا	آئی این سی	۱۳۲۸۱
۳۔ بوبّلی	بوتچا ستیہ نارائینا	آئی این سی	سُشریکتی ارونا یڈالا	تیلگودیشم پارٹی	۳۸۲۱
۴۔ دشاکھاپٹنم	ایم وی وی۔ ایس مورتی	تیلگودیشم پارٹی	ٹی سبّا رامی ریڈی	آئی این سی	۳۸۹۱۹
۵۔ بھدراچلم (ایس ٹی)	ڈُمیامیری وِدیایا کماری	تیلگودیشم پارٹی	ٹی۔ رتنابائی	آئی این سی	۳۷۱۰۳
۶۔ اناکاپلّی	گنٹا سری نیواسا راؤ	تیلگودیشم پارٹی	گروندھارا دُگڈیواڈا	آئی این سی	۵۸۴۶۴
۷۔ کاکی ناڈا	مدراگاڈا پدمانابھم	تیلگودیشم پارٹی	ٹھوٹا سبّا راؤ	آئی این سی	۱۲۱۴۵۳
۸۔ راجہ منڈری	ستیہ نارائنا راؤ ایس۔ بی۔ پی۔ بی کے	بھارتیہ جنتا پارٹی	جتّوری رو یندرا	آئی این سی	۶۰۳۱
۹۔ املا پورم (ایس سی)	گنتی موہنا چندرا بالا یوگی	تیلگودیشم پارٹی	گولاّپلّی سوریہ راؤ	آئی این سی	۱۱۸۸۷۹
۱۰۔ نارسا پور	اُپّالا پتی وینکٹا کرشنم راجو	بھارتیہ جنتا پارٹی	کانومور وباپی راجو	آئی این سی	۱۶۵۹۴۷
۱۱۔ ایلورو	مُلاّ بُنّی رمیّہ	تیلگودیشم پارٹی	مگانتی وینکٹیشورا	آئی این سی	۶۲۲۳۱
۱۲۔ مچھلی پٹنم	امبٹی برہمانیّہ	تیلگودیشم پارٹی	کاورو سمبا سیوا راؤ	آئی این سی	۸۲۹۹۶
۱۳۔ وجے واڑہ	گدّے راماموہن	تیلگودیشم پارٹی	اپیندرا پروا تھانینی	آئی این سی	۸۷۰۶۶
۱۴۔ ٹینالی	اوما ریڈی وینکٹیشورلو	تیلگودیشم پارٹی	پی سیوا شنکر	آئی این سی	۷۳۰۲۹
۱۵۔ گنٹور	یمپارالا وینکٹیشورا راؤ	تیلگودیشم پارٹی	رایا پتی سمبا سیوا راؤ	آئی این سی	۴۰۳۳۰
۱۶۔ باپٹلا	ڈی راما نائیڈو	تیلگودیشم پارٹی	جیسوداس سیلم	آئی این سی	۹۲۴۵۷
۱۷۔ نرسا راؤ پیٹ	جنار دھاریڈی نیدورو ملّی	آئی این سی	لال جان باشا۔ ایس۔ ایم	تیلگودیشم پارٹی	۱۳۸۸۲
۱۸۔ اُونگولے	کارانام بالارام کرشنا مورتی	تیلگودیشم پارٹی	سرینوا سولو ریڈی ماگنتا	آئی این سی	۲۱۹۴۸
۱۹۔ سیلور (ایس سی)	راجیشور راماؤ کلاّ	تیلگودیشم پارٹی	پانا باکا لکشمی	آئی این سی	۴۰۴۵۳
۲۰۔ یترو پتی (ایس سی)	ڈاکٹر ایس۔ وینکٹا سوامی	بھارتیہ جنتا پارٹی	چنتھا موہن	آئی این سی	۱۲۴۹۷
۲۱۔ چتوڑ	نوتھانا کلوارام کرشنا ریڈی	تیلگودیشم پارٹی	آر۔ گوپی ناتھ	آئی این سی	۱۸۶۳۸
۲۲۔ راجم پیٹ	گوٹی پتی رتیّہ	تیلگودیشم پارٹی	اناّئیہ گاری سائی پرتھاپ	آئی این سی	۲۷۱۷۰
۲۳۔ کڈاپاہ	ولویکانندا ریڈی وائی۔ ایس	آئی این سی	کنڈولا راج موہن ریڈی	تیلگودیشم پارٹی	۲۶۵۹۷

ریاست حلقے	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۲۴۔ ہندو پور	بی کے پارتھا سارتھی	تیلگو دیشم پارٹی	ایس گنگا دھر	آئی این سی	۱۳۴۵۵۷
۲۵۔ اننتا پور	کلاوا سرینواسو	"	اننتا وینکٹا رامی ریڈی	"	۲۱۱۰۲
۲۶۔ کرنول	کٹلا پتی - کرشنا مورتی	"	کوٹلا وجیا بھاسکرا ریڈی	"	۲۴۴۸۷
۲۷۔ ندیال	بھوما ناگی ریڈی	"	گنگولا پرابھاکر ریڈی	"	۷۲۶۰۹
۲۸۔ نگر کرنول (ایس سی)	ڈاکٹر منداجگن ناتھ	"	ڈاکٹر ملو روی	"	۴۴۹۰
۲۹۔ محبوب نگر	اے۔ پی جتیندر ریڈی	بی جے پی	ڈاکٹر ملک الرحمن	"	۵۰۸۹۵
۳۰۔ حیدرآباد	سلطان صلاح الدین اویسی	اے آئی ایم آئی ایم	ندم بال ریڈی	بی جے پی	۱۱۰۸۲۱
۳۱۔ سکندرآباد	بنڈارو دتاترایا	بی جے پی	بادندلا بھاسکرا راؤ	آئی این سی	۹۷۴۲۴
۳۲۔ سدی پیٹ (ایس سی)	ایم۔ راجیا	تیلگو دیشم پارٹی	بالیتہ سدی	"	۱۵۳۷۲۱
۳۳۔ میدک	اے۔ نریندرا	بی جے پی	ایم۔ باگا ریڈی	"	۲۲۰۸۳
۳۴۔ نظام آباد	لنکا ریڈی لکشم	تیلگو دیشم پارٹی	ایس۔ سنتوش ریڈی	"	۳۴۳۶
۳۵۔ عادل آباد	ڈاکٹر ایس وینوگوپال اچاریہ		محمد سلطان احمد	"	۱۰۹۷۲۳
۳۶۔ پدا پلی (ایس سی)	ڈاکٹر سریمتی سی سوگونا کماری	"	جی۔ وینکٹ سوامی	"	۱۵۸۸۹
۳۷۔ کریم نگر	چنامنینی ودیا ساگر راؤ	بی جے پی	آسدراؤ جیلی میڈا	"	۱۹۳۷
۳۸۔ ہنم کونڈا	چاڑا سوریش ریڈی	تیلگو دیشم پارٹی	ایم کمال الدین احمد	"	۸۵۷۸۱
۳۹۔ ورنگل	لوڈا گسٹی وینکٹیشورلو	"	ڈاکٹر ٹی۔ کلپنا دیوی	"	۱۳۳۶۶
۴۰۔ کھمم	رینوکا چودھری	آئی این سی	بے بی سوریا کماری میڈی نیس	تیلگو دیشم پارٹی	۸۳۹۸
۴۱۔ نلگنڈہ	گوتھا سوکھیندر ریڈی	تیلگو دیشم پارٹی	کالو کولا جنردھن ریڈی	آئی این سی	۲۵۷۴۴
۴۲۔ میریالا گوڈا	جے پال ریڈی سودینی	آئی این سی	رنگاستائی ریڈی یادے ویلی	تیلگو دیشم پارٹی	۵۲۰۷۷

اروناچل پردیش

ریاست حلقے	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ اروناچل مغرب	جارلوم گاملن	آئی این سی	اومک اپانگ	اے سی	۶۷۲۳
۲۔ اروناچل مشرق	ونگچھا راج کمار		تاپیر وگاؤ	بی جے پی	۳۱۴۱۴

آسام

ریاست حلقے	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ کریم گنج (ایس سی)	نیپال چندرا داس	آئی این سی	پریمل شکلا بیدیہ	بی جے پی	۴۲۲۵۹
۲۔ سلچر	سنتوش موہن دیب	"	کبیدرا پورکائستھا	"	۱۰۷۷۵۲
۳۔ آٹونومس ڈسٹرکٹ (ایس ٹی)	ڈاکٹر جینتا رونگ پی	سی پی آئی (ایم ایل)	بیرن سنگھ انگٹی	آئی این سی	۵۹۸۷۵
۴۔ کوکراجھار (ایس ٹی)	سنسوما کھونگور بسمو تھیاری	آزاد	تقیو ذور کسکو ایاز	یو آر ایم سی اے	۸۷۴۲۵
۵۔ بار پیٹا	اے۔ ایف۔ غلام عثمانی	آئی این سی	رمانی کانتا ڈیکا	بی جے پی	۸۹۳۴۲
۶۔ گوہاٹی	بجریا چکرورتی	بی جے پی	بھوبنیشور کالیتا	آئی این سی	۷۱۵۱۰

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۷۔ منگل دوئی	مادھب راج بگتی	آئی این سی	مسد راسنگھا لہکار	بی جے پی	۱۶۴۳۴
۸۔ تیز پور	موئی کمار سبا	″	رام پرساد شرماہ	″	۲۵۷۰۶
۹۔ نوگونگ	راجن گوہین	بی جے پی	ربین گوسوامی	آئی این سی	۳۵۴۲۸
۱۰۔ کالیابور	ترن گوگوئی	آئی این سی	کیشب مہانتا	اے جی پی	۱۶۷۳۹۲
۱۱۔ جورہاٹ	بجوئے کرسنا ہانڈیق	″	جانکی ناتھ ہانڈیق	بی جے پی	۹۹۳۶۰
۱۲۔ ڈبروگڑھ	پبن سنگھ گھاٹوار	″	اجیت چالیہا	″	۶۷۱۱۶
۱۳۔ لکھم پور	رانی نارہ	″	سربانند اسونووال	اے جی پی	۵۴۵۲۳
بہار					
۱۔ باگاہا (ایس سی)	مہیندر بیٹھا	جے ڈی (یو)	پرناماسی رام	آر جے ڈی	۵۴۷۵۰
۲۔ بتیاہ	ڈاکٹر مدن پرساد جیسوال	بی جے پی	عطاء الرحمٰن	″	۳۹۶۵۰
۳۔ موتیہاری	رادھا موہن سنگھ	″	رمادیوی	″	۲۱۶۷۰
۴۔ گوپال گنج	رگھوناتھ جھا	جے ڈی (یو)	کالی پرساد پانڈے	″	۳۶۱۲۴
۵۔ سیوان	ایم شہاب الدین	آر جے ڈی	امرناتھ یادو	سی پی آئی (ایم ایل)	۱۲۹۸۳۴
۶۔ مہاراج گنج	پربھوناتھ سنگھ	جے ڈی (یو)	مہاچندرا پرساد سنگھ	آئی این سی	۱۰۴۰۶۳
۷۔ چھپرا	راجیو پرتاپ روڈی	بی جے پی	ہیرالال رائے	آر جے ڈی	۴۳۵۵۳
۸۔ حاجی پور (ایس سی)	رام ویلاس پاسوان	جے ڈی (یو)	رمائی رام	″	۱۰۵۵۰۴
۹۔ ویشالی	رگھوونش پرساد سنگھ	آر جے ڈی	لولی آنند	بی پی ایس پی	۴۵۳۹۲
۱۰۔ مظفرپور	کیپٹن جے نارائن پرساد نشاد	جے ڈی (یو)	مہندر ساہنی	آر جے ڈی	۶۰۷۲۰
۱۱۔ سیتامڑھی	نول کشور رائے	″	سرپا دیو رائے	″	۱۱۲۱۷
۱۲۔ سیوہر	محمد انوار الحق	آر جے ڈی	آنند موہن	بی پی ایس پی	۲۵۳۵
۱۳۔ مدھوبنی	حکم دیو نارائن یادو	بی جے پی	ڈاکٹر شکیل احمد	آئی این سی	۶۲۶۱۵
۱۴۔ جھنجھارپور	دیویندرا پرساد یادو	جے ڈی (یو)	سریندر پرساد یادو	آر جے ڈی	۱۲۷۸۱۴
۱۵۔ دربھنگہ	کیرتی آزاد	بی جے پی	محمد علی اشرف فاطمی	″	۵۵۵۴۸
۱۶۔ روسیرا (ایس سی)	رام چندر پاسوان	جے ڈی (یو)	پیتامبر پاسوان	″	۱۴۲۹۱۶
۱۷۔ سمستی پور	منجئے لال	″	مہیندرا پرساد ہمانشو	ایل ایس	۱۲۶۸۸
۱۸۔ باڑھ	نتیش کمار	″	وجے کرشنا	آر جے ڈی	۱۳۳۵
۱۹۔ بلیا	رام جیون سنگھ	جے ڈی (یو)	اشوک کمار	″	۱۲۰۳۲
۲۰۔ سہرسہ	دنیش چندر یادو	″	سوریہ نارائن یادو	″	۹۴۴۹۳
۲۱۔ مدھے پورا	شرد یادو	″	لالو پرساد	″	۳۰۳۱۹

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۲۲۔ ارار یہ (ایس سی)	سکھ دیو پاسوان	آر جے ڈی	پرماسدرشی دیو	بی جے پی	۲۱۶۹
۲۳۔ کشن گنج	سید شاہنواز حسین	بی جے پی	تسلیم الدین	آر جے ڈی	۸۶۴۸
۲۴۔ کٹیہار	نکھیل کمار چودھری	〃	مدن موہن سنگھ نشاد	بی ایس پی	۱۳۶۸۵۲
۲۵۔ رمکا (ایس ٹی)	بابولال مارنڈی	〃	روپی سورین کسکو	جے ایم ایم	۴۶۴۸
۲۶۔ گوڈا	جگدمبی پرساد یادو	〃	سورج منڈل	〃	۷۹۸۸۳
۲۷۔ بانکا	دگ وجے سنگھ	جے ڈی (یو)	گیری دھر یادو	آزاد	۲۱۴۰۸
۲۸۔ مونگیر	برہمانند منڈل	〃	بجوئے کمار بجوئے	آر جے ڈی	۲۱۸۱۵
۲۹۔ بیگوسرائے	راجو سنگھ	آئی این سی	شیام سندر سنگھ	جے ڈی (یو)	۱۹۹۵۰
۳۰۔ نالندہ	جارج فرنانڈیز	جے ڈی (یو)	گیا سنگھ	سی پی آئی	۱۰۵۸۲۱
۳۱۔ پٹنہ	سی پی ٹھاکر	بی جے پی	رام کرپال یادو	آر جے ڈی	۴۶۸۹۲
۳۲۔ آرہ	رام پرساد سنگھ	آر جے ڈی	ایچ پی سنگھ	جے ڈی (یو)	۹۲۲۸۲
۳۳۔ بکسر	لال منی چوبے	بی جے پی	شیوانند تیواری	آر جے ڈی	۱۱۶۰۶
۳۴۔ ساسارام (ایس سی)	منی لال	〃	رام کیشی بھارتی	〃	۱۸۹۷۶
۳۵۔ بکرم گنج	کانتی سنگھ	آر جے ڈی	وششٹ نارائن سنگھ	جے ڈی (یو)	۳۴۷۶۸
۳۶۔ اورنگ آباد	شیاما سنگھ	آئی این سی	سوشیل کمار سنگھ	〃	۷۰۴۱۶
۳۸۔ جہان آباد	ارون کمار	جے ڈی (یو)	سریندر پرساد یادو	آر جے ڈی	۱۷۲۸۷
۳۹۔ نوادا (ایس سی)	سنجے پاسوان	بی جے پی	وجے کمار چودھری	〃	۸۴۰۸۵
۴۰۔ گیا (ایس سی)	رام جی مانجھی	〃	راجیش کمار	〃	۲۰۷۷۲
۴۱۔ چترا	ناگ منی	آر جے ڈی	دھیریندر اگروال	بی جے پی	۵۵۰۹۹
۴۲۔ کوڈرما	تلک دھاری پرساد سنگھ	آئی این سی	ریت لال پرساد ورما	〃	۱۰۱۷۸
۴۳۔ گریڈیہہ	رویندر کمار پانڈے	بی جے پی	راجندر پرساد سنگھ	آئی این سی	۱۹۷۸۶
۴۴۔ دھنباد	ریتا ورما	〃	اے کے رائے	ایم سی او	۱۴۲۲۶
۴۵۔ ہزاری باغ	یشونت سنہا	〃	اکالو رام مہتو	آر جے ڈی	۱۴۲۶۴۲
۴۶۔ رانچی	رام ٹہل چودھری	〃	کے کے تیواری	آئی این سی	۲۴۱۱۷۷
۴۷۔ جمشید پور	آبھا مہتو	〃	گھنشیام مہتو	〃	۱۲۱۴۸۸
۴۸۔ سنگھ بھوم (ایس ٹی)	لکشمن گلوا	〃	وجے سنگھ سوئے	〃	۸۲۳۱۱
۴۹۔ کھنٹی (ایس ٹی)	کریہ منڈا	〃	سوشیلا کرکیٹا	〃	۲۶۳۶۳
۵۰۔ لوہار ڈاگا (ایس ٹی)	دکھا بھگت	〃	اندرا ناتھ بھگت	〃	۳۷۶۸
۵۱۔ پلامو (ایس سی)	برج موہن رام	〃	جوراور رام	آر جے ڈی	۸۵۱۱۹

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
گوا					
۱۔ پاناجی	سری پد یاسو نائک	بی جے پی	کھالپ رماکانت	آئی این سی	۳۶۷۲۱
۲۔ مورموگاؤ	انگلے رماکانت سوئیرد	"	اے ماؤ جواکوئیم براز	"	۱۴۴۵۷
گجرات					
۱۔ کچھ	گدھوی پشپدن شمبھودن	بی جے پی	مالوبھائی میگھ جی ستاہ	آئی این سی	۴۳۱۵۴
۲۔ سریندر نگر	مکوانا سوشن بھائی کاکی بھائی	آئی این سی	دوے بھاونبن کاردم کمار	بی جے پی	۲۵۹۵
۳۔ جام نگر	کوراڈیا چندریش بھائی والجی بھائی	بی جے پی	پٹیل راگھواجی ہنس راج بھائی	آئی این سی	۱۹۷۵۳
۴۔ راجکوٹ	ڈاکٹر کاٹھیریا ولبھ بھائی رام جی بھائی	"	رادادیہ وٹھل بھائی ہنس راج بھائی	"	۸۹۷۴۷
۵۔ پوربندر	جاویہ گوردھن بھائی جادو بھائی	"	مالویہ بلونت بھائی بچو بھائی	"	۱۰۱۳۰۷
۶۔ جوناگڑھ	چیکھالیہ بھاونا دیوراج بھائی	"	چھوڈا بیٹھال جی سمائی سقا بھائی	"	۴۶۸۴۸
۷۔ امریلی	دلیپ سنگھانی	"	ورجی بھائی ٹھومار	"	۳۶۳۲۴
۸۔ بھاونگر	رانا راجندر سنگھ گھنشیام سنگھ آر رانا	"	گوہیل دلیپ سنگھ اجیت سنگھ دلیپ سنگھ گوہیل	"	۱۰۱۳۵۳
۹۔ دھن دھوکہ (ایس سی)	درمارتی لال کالیداس	"	مالو بھائی پارمر	"	۵۲۲۳
۱۰۔ احمد آباد	ہارن پاٹھک	"	گریش پورپٹ لال دانی گریش دانی	"	۵۲۹۶۸
۱۱۔ گاندھی نگر	لال کرشن اڈوانی (ایل۔ کے۔ اڈوانی)	"	ٹی۔ این۔ سیشن	"	۱۸۸۹۲۷
۱۲۔ مہسانہ	پٹیل آتمارام مگن بھائی	آئی این سی	ڈاکٹر اے کے پٹیل	بی جے پی	۵۵۷۳۵
۱۳۔ پاٹن (ایس سی)	راشٹرا پال پروین چندر اسوما بھائی	"	کالوڈیہ مہیش کمار مٹھا بھائی	"	۱۷۱۲۷
۱۴۔ بانس کانٹھا	چودھری ہری بھائی پارتھی بھائی	بی جے پی	بی۔ کے۔ گڈھوی	آئی این سی	۲۵۹۷۶
۱۵۔ سابر کانٹھا	نشا امر سنگھ چودھری	آئی این سی	پٹیل کالو بھائی روجی بھائی	بی جے پی	۱۴۳۷۶
۱۶۔ کپڑونج	واگھیلا شنکر سنگھ لکشمن سنگھ	"	چوہان جے سنگھ جی مان سنگھ جی	"	۱۶۵۳۸۱
۱۷۔ ڈوہاڈ (ایس ٹی)	کٹارا بابو بھائی کھیما بھائی	بی جے پی	سوم جی بھائی ڈامور	آئی این سی	۱۲۴۳۱
۱۸۔ گوڈھرا	سولنکی بھوپیندر سنگھ پربھات سنگھ	"	پٹیل شانتی لال پرشوتم داس	"	۹۵۰۲۲
۱۹۔ کائرا	دنشا پٹیل	آئی این سی	چوہان پربھات سنگھ ہاتھی سنگھ	بی جے پی	۳۳۷۱۷
۲۰۔ آنند	پٹیل دیپک بھائی چمن بھائی ساتھی	بی جے پی	چھوڈا ایشور بھائی کھدا بھائی	آئی این سی	۳۶۹۱
۲۱۔ چھوٹا اودے پور (ایس ٹی)	رام سنگھ رتھوا	"	نارن بھائی رتھوا	"	۱۱۹۸
۲۲۔ بروڈہ	شریمتی جیابن ٹھکر	"	ڈاکٹر ارمیلا بن چمن بھائی پٹیل	"	۹۲۶۴۹
۲۳۔ بروچ	من سکھ بھائی وسوا	"	امر سنگھ رام سنگھ وسوا	"	۴۷۱۴۰
۲۴۔ سورت	کاشی رام رانا	"	روپن رمیش چندر پنچھیگر	"	۲۴۹۱۹۷
۲۵۔ مانڈوی (ایس ٹی)	پٹیل مان سنگھ بھائی	"	گمٹ چھیتو بھائی	"	۵۶۸۳۱

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۲۶۔ بلسار (ایس ٹی)	منی بھائی رام جی بھائی چودھری	بی جے پی	اتم بھائی ہارجی بھائی پٹیل	آئی این سی	۲۶۷۵۷

ہریانہ

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ امبالہ (ایس سی)	رتن لال کٹریا	بی جے پی	پھول چند ملآنا	آئی این سی	۱۲۴۴۷۸
۲۔ کورکھیترا	پروفیسر کیلاشو دیوی	آئی این ایل ڈی	اوم پرکاش جندل	"	۱۶۳۶۱۰
۳۔ کرنال	آئی۔ ڈی۔ سوامی	بی جے پی	بھجن لال	"	۱۴۷۸۵۴
۴۔ سونی پت	کشن سنگھ سنگوان	"	چیرنجی لال	"	۲۶۶۱۳۸
۵۔ روہتک	اندر سنگھ	آئی این ایل ڈی	بھوپندر سنگھ	"	۱۴۴۶۹۳
۶۔ فرید آباد	رام چندر بائندا	بی جے پی	ذاکر حسین	"	۳۴۲۴۸
۷۔ مہندر گڑھ	ڈاکٹر سدھا یادو		اندر جیت سنگھ	"	۱۳۹۱۴۰
۸۔ بھیوانی	اجے سنگھ چوتالا	آئی این ایل ڈی	دھرم بیر	"	۲۰۳۴۰۶
۹۔ ہسار	سریندر سنگھ بروالا		ہریندر سنگھ	"	۱۶۰۴۵۲
۱۰۔ سرسا (ایس سی)	ڈاکٹر سوشیل کمار اندورا		اوم پرکاش	"	۲۱۹۷۲۶

ہماچل پردیش

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ شملہ (ایس سی)	کرنل ڈھانی رام شانڈل	ایچ وی سی	گنگو رام مسافر	آئی این سی	۴۶۹۳۰
۲۔ منڈی	مہیشور سنگھ	بی جے پی	کول سنگھ	"	۱۳۱۰۲۵
۳۔ کانگڑا	شانتا کمار	"	ست مہاجن	"	۱۰۰۷۴۲
۴۔ ہمیر پور	سوریش چنڈیل	"	رام لال	"	۱۲۹۲۴۷

جموں و کشمیر

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ بارہ ملّاہ	عبدالرشید شاہین	جے کے این	مظفر حسین بیگ	آزاد	۳۶۱۱۳
۲۔ سری نگر	عمر عبداللہ	"	محبوبہ مفتی	"	۳۶۸۵۹
۳۔ اننت ناگ	علی محمد نائک	"	مفتی محمد سعید	"	۱۳۴۹۲
۴۔ لدّاخ	حسن خان	"	تھوپٹن چھیوانگ	آئی این سی	۲۰۹
۵۔ ادھم پور	پروفیسر چمن لال گپتا	بی جے پی	جگجیون لال	جے کے این	۱۱۸۳۰۷
۶۔ جموں	وشنو دت شرما		راجندر سنگھ چِب	"	۱۴۲۰۱۹

کرناٹک

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ بیدار (ایس سی)	رام چندر ویرپا	بی جے پی	نرسنگھا راؤ سوریہ ونشی	آئی این سی	۱۵۲۰۳۳
۲۔ گلبرگہ	اقبال احمد سرادگی	آئی این سی	باساوراج پٹیل سیدم	بی جے پی	۶۹۸۰۹
۳۔ رائے چور	اے وینکٹیش نائک	"	عبدالصمد صدیق	جے ڈی (یو)	۱۷۲۲۰۶
۴۔ کپّال	ایچ۔ جی۔ رمولو	"	باسوا راجا رایہ ریڈی	"	۱۲۵۱۲

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۵۔ بیلاری	سونیا گاندھی	آئی این سی	سشما سوراج	بی جے پی	۵۶۱۰۰
۶۔ دیوان گری	جی۔ ملک ارجن اپّا	بی جے پی	شامنور شیو شنکر اپّا	آئی این سی	۱۶۲۶۹
۷۔ چترا درگا	ششی کمار	جے ڈی (یو)	سی۔ پی۔ مدلاگریاپّا	"	۱۱۱۷۸
۸۔ تمکور	جی۔ ایس۔ بسواراج	آئی این سی	ایس ملک ارجن اپّا	بی جے پی	۶۳۹۳۷
۹۔ چک بلاپور	آر۔ ایل۔ جلپّا	"	این۔ رمیش	جے ڈی (یو)	۲۱۱۱۹۸
۱۰۔ کولار (ایس سی)	کے۔ ایچ۔ منیاپّا	"	جی۔ من گمّا	بی جے پی	۸۲۷۸۲
۱۱۔ کنک پورا	ایم۔ وی۔ چندر شیکھر مورتی	"	ایم۔ سری نیواسن	"	۳۴۵۵۱
۱۲۔ بنگلور شمال	سی۔ کے۔ جعفر شریف	"	مائکل بی۔ فرنانڈیز	جے ڈی (یو)	۱۷۵۸۹۵
۱۳۔ بنگلور جنوب	اننت کمار	بی جے پی	بی کے۔ ہری پرساد	آئی این سی	۶۶۰۵۴
۱۴۔ منڈیا	امبریش امرناتھ ایم۔ ایچ	آئی این سی	کرشنا	جے۔ ڈی (ایس)	۱۵۲۱۹۱
۱۵۔ چھاراجا نگر (ایس سی)	وی۔ سری نیواس پرساد	جے۔ ڈی (یو)	اے۔ سدّا راجو	آئی این سی	۱۶۱۴۶
۱۶۔ میسور	شری کانتا دتا نرسمہا راجا وڈیار	آئی این سی	سی ایچ۔ وجے شنکر	بی جے پی	۱۳۴۳۱
۱۷۔ منگلور	وی۔ دھنجے کمار	بی جے پی	ایم۔ ویرپّا موئلی	آئی این سی	۸۴۶۹
۱۸۔ اوڈوپی	ونے کمار سوراکے	آئی این سی	آئی۔ ایم۔ جیارام شیٹی	بی جے پی	۳۱۸۸۷
۱۹۔ حسن	جی پٹا سوامی گوڑا	"	ایچ۔ ڈی۔ دیوگوڑا	جے ڈی (ایس)	۱۴۱۷۵۷
۲۰۔ چکما گلور	ڈی۔ ڈی۔ شری کانت اپّا	بی جے پی	ڈی ایم پٹّے گوڑا	آئی این سی	۳۰۲۷۷
۲۱۔ ششی موگا	ایس۔ بنگارپّا	آئی این سی	آیانور منجوناتھا	بی جے پی	۹۵۰۳۸
۲۲۔ کنارا	مارگریٹ الوا	"	اننت کمار	"	۱۰۵۹۱
۲۳۔ دھرواد جنوب	پروفیسر آئی۔ جی۔ سناڈی	"	بی۔ ایم۔ میسکائی	جے ڈی (یو)	۴۰۱۹۸
۲۴۔ دھرواد شمال	وجے۔ سنکیشور	بی جے پی	ویرنّا ایے۔ متّی کٹّی وی ایے	آئی این سی	۴۱۶۰۲
۲۵۔ بلگاؤں	امر سنگھ وسنت راؤ پٹیل	آئی این سی	بابا گوڑا پٹیل	بی جے پی	۴۹۸۹۸
۲۶۔ چکوڈی (ایس سی)	جگا جی ناگی۔ رمیش چند اپّا	جے ڈی (یو)	کے پردیپ کمار شنکر آنند کناگل	آئی این سی	۸۴۵۹۰
۲۷۔ بگل کوٹ	آر۔ ایس۔ پٹیل	آئی این سی	اجے کمار سمبسدا شیوسر نائک	جے ڈی (یو)	۷۴۴۳۴
۲۸۔ بیجاپور	بسن گوڑا۔ آر۔ پٹیل (دیھتال)	بی جے پی	گدّا دگّی لکشمی بائی بسا گونڈاپا	آئی این سی	۳۶۶۳۹

کیرالا

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ کاسارا گوڈ	ٹی۔ گووندن	سی پی ایم	کھادیر منگڈ	آئی این سی	۳۱۵۷۸
۲۔ کنانور	اے پی عبداللہ کٹی	"	ملاپلّی رام چندرن	"	۱۰۲۴۷
۳۔ بڈاگارا	اے۔ کے۔ پریماجم	"	پی۔ ایم۔ سوریش بابو	"	۲۵۸۴۴
۴۔ کالی کٹ	کے مرالی دھرن	آئی این سی	سی۔ ایم۔ ابراہیم	جے ڈی (ایس)	۵۰۴۰۲

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۵۔ منجیری	ای احمد	ایم ۔ ایل	اے ڈی ۔ دی ۔ آئی ۔ ٹی ۔ حبیب	سی ۔ پی ایم	۱۲۳۴۱۱
۶۔ پنّانی	جی ۔ ایم ۔ بنات والا	"	پی ۔ پی ۔ سونیر	سی پی آئی	۱۲۹۴۷۸
۷۔ پالاگھاٹ	ایس ۔ این ۔ کرشنا داس	سی پی ایم	ایم ۔ ٹی ۔ پدما	آئی این سی	۳۰۷۶۷
۸۔ اٹاّپالم (ایس سی)	ایس ۔ اجے کمار	"	پنڈالم سدھاکرن	"	۱۳۷۰۵
۹۔ تری چور	اے ۔ سی ۔ جوس	آئی این سی	وی ۔ وی ۔ راگھون	سی پی آئی	۱۱۶۳۲
۱۰۔ مکندا پورم	کے کرونا کرن	"	ای ۔ ایم ۔ شری دھرن	سی پی ایم	۵۲۴۶۳
۱۱۔ ارناکلم	اے ۔ ڈی ۔ وی ۔ جارج ایڈن	"	من وٹھیا ٹھیل	آزاد	۱۱۱۳۰۵
۱۲۔ مووا ٹو پوزھا	اے ڈی دی پی سی تھامس	کے ۔ سی ایم	اے ڈی وی پی ۔ ایم ۔ اسماعیل	سی پی ایم	۷۶۹۳۹
۱۳۔ کوٹّایم	سریش کورو پ	سی پی ایم	پی ۔ سی چیکو	آئی این سی	۱۰۵۹۹
۱۴۔ ایڈوکّی	کے ۔ فرانسس جارج	کے سی	پروفیسر پی ۔ جے ۔ کورین	"	۹۲۹۸
۱۵۔ ایلپّی	وی ۔ ایم ۔ سودھیرن	آئی این سی	مورالی	سی پی ایم	۳۵۰۹۴
۱۶۔ ماوی لیکّارا	رمیش چنّی تھالا	"	پروفیسر بینن کوشی	آزاد	۳۳۴۴۳
۱۷۔ آدوور (ایس سی)	کوڈک کونّیال سوریش	"	جیکاراسور ینیدرن	سی پی آئی	۲۲۰۰۶
۱۸۔ کوئلن	پی ۔ راجندرن	سی پی ایم	ایم ۔ پی ۔ گنگادھرن	آئی ۔ این سی	۱۹۲۸۴
۱۹۔ چیرائن کل	ورکالا رادھاکرشن	"	ایم ۔ آئی ۔ شاناواس	"	۳۱۳۲
۲۰۔ تریویندرم	ایڈوکیٹ وی ایس شیوکمار	آئی این سی		سی پی آئی	۱۵۲۸۲

مدھیہ پردیش

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ مورینا (ایس سی)	اشوک چھبی رام ارگل	بی جے پی	گوپال داس	آئی این سی	۶۲۲۲۶
۲۔ بھنڈ	ڈاکٹر رام لکھن سنگھ	"	ستیہ دیو کٹارے	"	۵۳۵۷۴
۳۔ گوالیار	جے بھان سنگھ پوایا	"	چندر موہن ناگوری	"	۸۳۱۱۶
۴۔ گونا	مادھو راؤ سندھیا	آئی این سی	راؤ دیش راج سنگھ	بی جے پی	۲۱۴۴۲۸
۵۔ ساگر (ایس سی)	ویریندر کمار	بی جے پی	مادھوی چودھری ایڈوکیٹ	آئی این سی	۶۰۴۷۳
۶۔ کھاجوراہو	ستیہ ورت چترویدی (ولولدھیّا)	آئی این سی	اکھنڈ پرتاپ سنگھ یادو	بی جے پی	۸۱۱۵۷
۷۔ داموہ	ڈاکٹر رام کرشنا کسماریا	بی جے پی	تلک سنگھ لودھی	آئی این سی	۱۳۷۱۹
۸۔ ستنا	رماسد سنگھ	"	راجندر کمار سنگھ	"	۳۴۰۵
۹۔ ریوا	سندر لال تیواری	آئی این سی	رام لکھن سنگھ پٹیل	بی ایس پی	۶۴۱۵۱
۱۰۔ سدھی (ایس ٹی)	چندر پرتاپ سنگھ (باباصاحب)	بی جے پی	تلک راج سنگھ	آئی این سی	۴۸۵۵۴
۱۱۔ شاہ دول (ایس ٹی)	دلیپ سنگھ	"	اجیت جوگی	"	۱۹۸۹۹
۱۲۔ سرگجا (ایس ٹی)	کھیل سائی سنگھ	آئی این سی	لارنگ سائی	بی جے پی	۶۱۴۲۷

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۳۔ رائے گڑھ (ایس ٹی)	وستو دیو سائی	بی جے پی	پشپا دیوی سنگھ	آئی این سی	۵۷۷۳
۱۴۔ جنجگیر	ڈاکٹر چرن داس مہانت	آئی این سی	ڈاکٹر بنسی لال مہاتو	بی جے پی	۱۴۶۸۳
۱۵۔ بلاس پور (ایس سی)	پنو لال مہالے	بی جے پی	رمیشور کوسریا	آئی این سی	۷۵۳۳۳
۱۶۔ سارنگ گڑھ (ایس سی)	پی۔ آر۔ کھوٹے	"	پارس رام بھردواج	"	۵۱۷۵۹
۱۷۔ رائے پور	رمیش بائس	"	جگل کیشور ساہو	"	۸ ۰۶۰
۱۸۔ مہاسمند	ستیا چرن شکلا	آئی این سی	چندر شیکھر ساہو "چپو"	بی جے پی	۱۵۴۳۵
۱۹۔ کنکیر (ایس ٹی)	سوہن پوٹائی	بی جے پی	چھبیلا اروند نیتم	آئی این سی	۸۸۱۹۱
۲۰۔ بستر (ایس ٹی)	بلی رام کیشپ	"	مہیندرا کرما	"	۲۰۷۳۷
۲۱۔ درگ	تارا چند ساہو	"	پردیپ چوبے	"	۴۴۵۱۸
۲۲۔ راج نند گاؤں	ڈاکٹر رمن	"	موتی لال وورا	"	۲۶۷۱۵
۲۳۔ بالاگھاٹ	پرہلاد سنگھ پٹیل	"	وشویشور بھگت	"	۲۰۶۷۸
۲۴۔ منڈلا (ایس ٹی)	پھگن سنگھ کولستے	"	دیویندر ٹیکم	"	۶۵۷۲
۲۵۔ جبل پور	جے شری بنرجی (بھابھی جی)	"	چندر موہن	"	۱۰۹۷۵۴
۲۶۔ سیونی	رام نریش ترپاٹھی	"	وملا ورما	"	۱۵۹۳۴
۲۷۔ چھندوارا	کمل ناتھ	آئی این سی	سنتوش جین	بی جے پی	۱۸۸۹۲۸
۲۸۔ بیتول	وجے کمار کھنڈیل وال (منی بھیا)	بی جے پی	غفران بھائی	آئی این سی	۶۴۴۷۲
۲۹۔ ہوشنگ آباد	سندر لال پٹوا	"	راج کمار پٹیل	"	۴۴۴۴۷
۳۰۔ بھوپال	اوما بھارتی	"	سوریش پچوری	"	۱۴۸۸۶۴
۳۱۔ ویدیشا	شیوراج سنگھ	"	جسونت سنگھ	"	۸۲۳۹۷
۳۲۔ راج گڑھ	لکشمن سنگھ	آئی این سی	بھاردواج ستیس جنرل	بی جے پی	۶۵۶۹۳
۳۳۔ شاجاپور (ایس سی)	تھاور چند گہلوت	بی جے پی	رادھا کشن مالویہ	آئی این سی	۳۴۶۶۶
۳۴۔ کھانڈوا	نند کمار سنگھ چوہان	"	تن ونت سنگھ	"	۱۲۶۱۰۳
۳۵۔ کھارگونے	تارا چند پٹیل	آئی این سی	مال کرشنا پاؤں پٹی دار	بی جے پی	۳۸۱۴۶
۳۶۔ دھر (ایس ٹی)	گجندر سنگھ راجو کھیڈی	"	ہرش چوہان	"	۳۴۱۰۵
۳۷۔ اندور	سمترا مہاجن	بی جے پی	مہیش جوشی	آئی این سی	۱۳۱۳۱۵
۳۸۔ اجین (ایس سی)	ڈاکٹر ستیہ نارائن جاٹیہ	"	تلسی سلاوٹ	"	۶۸۰۳۸
۳۹۔ جھابوا (ایس ٹی)	کانتی لال بھوریا	آئی این سی	دلیپ سنگھ بھوریا	بی جے پی	۱۴۹۳۷۷
۴۰۔ مندسور	ڈاکٹر لکشمن نارائن پانڈے	بی جے پی	راجندر سنگھ گوتم	آئی این سی	۵۵۴۸۵

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
مہاراشٹر					
۱۔ راجاپور	سوریش پربھاکر پربھو	شیوسینا	پرومیسر مدھو ڈنڈوتے	جے ڈی (ایس)	۱۱۲۸۵۰
۲۔ رتناگری	اننت گنگارام گیتے	״	چمن سوجیت بھاگوجی	این سی پی	۱۱۵۳۴۳
۳۔ کولابا	رام شیٹھ ٹھاکر	پی ڈبلیو پی آئی	ڈی بی پاٹیل	شیوسینا	۴۳۱۱۷
۴۔ ممبئی جنوب	جیاونتی مہتا	بی جے پی	مرلی دیورا	آئی این سی	۱۰۲۲۳
۵۔ ممبئی جنوب مرکزی	موہن وشنو راوالے	شیوسینا	اے محمد میمن ایڈوکیٹ	ایس پی	۷۹۰۳۶
۶۔ ممبئی شمال مرکزی	منوہر گجانن جوشی	״	راجا ڈھالے	بی بی ایم	۱۶۸۹۹۵
۷۔ ممبئی شمال مشرق	کیرٹ سومیہ	بی جے پی	ایڈوکیٹ گمت گورو داس	آئی این سی	۷۲۱۸
۸۔ ممبئی شمال مغرب	سنیل دت	آئی این سی	مدھوکر سرپوٹ دار	شیوسینا	۸۵۵۳۹
۹۔ ممبئی شمال	رام نائک	بی جے پی	چندرکانت گوسالیہ	آئی این سی	۱۵۴۱۳۶
۱۰۔ تھانے	پرکاش پرانجپے	شیوسینا	سگن پاٹیل	״	۹۸۹۹۷
۱۱۔ دہانو (ایس ٹی)	ایڈوکیٹ چنتامن وناگے	بی جے پی	شنکر دادا مودر ہارکو	״	۶۲۲۷۰
۱۲۔ ناسک	ڈھکلے اتم راؤ ناتھو	شیوسینا	پاٹیل مادھو بلونت	این سی پی	۳۶۸۱۲
۱۳۔ مالی گاؤں (ایس ٹی)	مہالے ہری بھاؤ شنکر	جے ڈی (ایس)	گنگوردے نامن راؤ لہانو	بی جے پی	۴۳۹۲۴
۱۴۔ دھولے	رام داس روپلا گاویت	بی جے پی	تھاؤرے بالو ہری	آئی این سی	۱۲۹۸۵
۱۵۔ سندربار (ایس سی)	گاویت مانک راؤ ہوڈلیہ	آئی این سی	وساوے گوردن رامو	این سی پی	۱۳۰۷۷۱
۱۶۔ ایرن ڈول	اناصاحب ایم۔ کے۔ پاٹیل	بی جے پی	موٹے وسنت راؤ جیون راؤ	این سی پی	۱۰۶۴۴۸
۱۷۔ جلگاؤں	وائی جی مہاجن سر	״	ڈاکٹر الہاس واسودیو پاٹیل	آئی این سی	۸۹۷۹۵
۱۸۔ بلدھانہ	اڈسل آنند راؤ وٹھوبا	شیوسینا	واسنک مکل بال کرشنا	״	۴۸۶۹۷
۱۹۔ آکولہ	امبیدکر پرکاش یشونت	بی بی ایم	فنڈکار پنڈرنگ پنڈرنک	بی جے پی	۸۷۱۶
۲۰۔ واسیم	بھاونا پنڈلک راؤ گوال	شیوسینا	دیش مکھ اننت راؤ وٹھل راؤ	آئی این سی	۳۹۵۹۵
۲۱۔ امراوتی	آر۔ ایس۔ گوال	آر پی آئی	گوڈے اننت مہادیو اپا	شیوسینا	۷۱۶۵۲
۲۲۔ رام ٹیک	سبودھ موہیتے	شیوسینا	پروہت بنواری لال	آئی این سی	۱۱۶۸۹
۲۳۔ ناگپور	ولاس متیمور	آئی این سی	ولود یشونت راؤ گڈادھے پاٹیل	بی جے پی	۷۲۶۹۵
۲۴۔ بھنڈارا	چنی لال بھاؤ ٹھاکر	بی جے پی	ڈاکٹر شری کانت جیچکر	آئی این سی	۳۸۱۹
۲۵۔ چیمور	دیوا جی تے نام دیو پرباجی	״	کوڑے جوگیندر نکسن	آر پی آئی	۷۰۰۴۰
۲۶۔ چندرپور	پگلیہ نریش کمار چنالال	آئی این سی	اہیر ہنس راج گنگارام	بی جے پی	۲۸۴۷
۲۷۔ واردھا	پربھاراؤ	״	سوریش گنپت راؤ واگھمارے	״	۷۱۶۲
۲۸۔ یاوت مل	اتم راؤ دیوراؤ پاٹیل	״	ہری بھاؤ راٹھود	״	۱۵۲۲۶

ریاست حلقہ	کامیاب ہونیوالے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۲۹۔ ہنگولی	مانے شیواجی گیاباراؤ	شیوسینا	ایڈوکیٹ پولے نائک مادھوراؤ بھیاراؤ	بی بی ایم	۸۰۶۲۷
۳۰۔ نندید	گھاٹ گاؤنکر بھاسکر راؤ باپوراؤ	آئی این سی	دھناجی راؤ ویکنٹ راؤ دیش مکھ	بی جے پی	۳۲۵۷۵
۳۱۔ پربھانی	جادھو سوریش رام راؤ	شیوسینا	تمکراؤ صاحب بھاؤ صاحب	آئی این سی	۴۳۶۶۵
۳۲۔ جالنا	دلوے راؤ صاحب دادا راؤ پٹیل	بی جے پی	سگر دیانند دیوگیت راؤ	〃	۱۲۳۹۶۹
۳۳۔ اورنگ آباد	چندرکانت کھیرے	شیوسینا	اے۔آر۔ انتولے	〃	۳۴۴۷۵
۳۴۔ بیڑ	جے سنگھ راؤ گائکواڑ پٹیل	بی جے پی	رادھا کرشن صاحب بھاؤ پٹیل	این سی پی	۵۱۱۹۰
۳۵۔ لاتور	پٹیل شیوراج وشواناتھ	آئی این سی	ڈاکٹر گوپال راؤ وٹھل راؤ پٹیل	بی جے پی	۴۰۲۹۰
۳۶۔ عثمان آباد (ایس سی)	کمبلے شیواجی وٹھل راؤ	شیوسینا	دیو کلے کالف ناتھ	این سی پی	۵۹ ۷۳
۳۷۔ سولاپور	شندے سوشیل کمار سمبھاجی راؤ	آئی این سی	ولیال لنگراج بالی ریا	بی جے پی	۷۷۱۲۲
۳۸۔ پاندھرپور (ایس سی)	اٹھاولے رام داس بنڈو	آزاد	سیرساگر ناگ ناتھ دتا رائے	〃	۲۵۹۵۰۵
۳۹۔ احمد نگر	دلیپ کمار منسکھ لال گاندھی	بی جے پی	ماروتی دیورام عرف دادا پٹیل	این سی پی	۲۸۴۵۷
۴۰۔ کوپر گاؤں	ای۔وی۔ عرف بالا صاحب وکھے پٹیل	شیوسینا	سولیسیٹر گلاب راؤ سکھارام تلکے	〃	۴۷۴۱۵
۴۱۔ کھیڑ	اشوک نام دیو راؤ موہول	این سی پی	بنکھیلے کسان راؤ بابو راؤ	شیوسینا	۵۷۰۱۸
۴۲۔ پونے	پردیپ راوت	بی جے پی	جوشی موہن	آئی این سی	۹۱۲۸۵
۴۳۔ بارامتی	پوار شرد چندر گووند راؤ	این سی پی	ڈاکٹر پرتیبھا لوکھانڈے	بی جے پی	۲۹۸۹۰۳
۴۴۔ ستارا	لکشمن راؤ پانڈورنگ جادھو (پٹیل)	این سی پی	ہندوراؤ این عرف نائک نمبالکر	شیوسینا	۱۲۴۷۷۱
۴۵۔ کراڈ	سری نواس دادا صاحب پٹیل (مارلکر)	〃	چاوان پرتھوی راج داجی صاحب	آئی این سی	۱۲۲۹۶۱
۴۶۔ سانگلی	پرکاش باپو وسنت راؤ پٹیل	آئی این سی	پٹیل مدن وشواناتھ	این سی پی	۱۶۰۵۶۰
۴۷۔ اچلکرانجی	مانے نودیتا سمبھاجی راؤ	این سی پی	آواڈے کلپا بابو راؤ	آئی این سی	۱۲۸۱۲
۴۸۔ کولہاپور	منڈلک سداشیوراؤ دادوبا	〃	اودے سنگھ راؤ گائکواڑ	〃	۱۰۹۰۰۰
منی پور					
۱۔ انر منی پور	ٹی ایچ چاؤبا	ایم ایس سی پی	کھیدم مانی	ایم پی پی	۸۱۹۵
میگھالیہ					
۱۔ شیلونگ	پٹی ریپل کیان ڈیاہ	آئی این سی	اسٹانلنگس ڈی۔ کھونگویر	یو ڈی پی	۳۷۸۲۳
۲۔ تورا	پرنو اگیٹوک سنگما	این سی پی	اتول سی۔ ماراک	آئی این سی	۱۱۳۵۷۹
میزورم					
۱۔ میزورام (ایس ٹی)	وان لال زوما	آزاد	روکم لووا	آزاد	۴۸۶۵۹
ناگالینڈ					
۱۔ ناگالینڈ	کے۔ اسنگبا سنگتم	آئی این سی	شورہوزیلے	آزاد	۳۵۳۵۹۸

ریاست	حلقہ	کامیاب ہونیوالے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
اڑیسہ						
	۱۔ میور بھنج (ایس ٹی)	سال کھان مرمو	بی جے پی	کملا تیریا	آئی این سی	۱۴۷۹۰۴
	۲۔ بالاسور	مہامیگھا بہن ائیراکوسیلا سوائی	″	سوبھنکر مہاپاترا	″	۱۳۶۳۷۲
	۳۔ بھدرک (ایس سی)	ارجن چرن سیٹھی	بی جے ڈی	بیجاس منڈل	″	۱۲۲۴۳۳
	۴۔ حاج پور (ایس سی)	جگن ناتھ ملک	″	رام چندر ملک	″	۱۱۳۹۸۴
	۵۔ کیندرا پاڑہ	پربھات کار سامنتارائے	″	ارچیا نائک	″	۱۰۲۱۳۹
	۶۔ کٹک	بھرتر دہاری مہاتاب	″	کاہو چرن لنکا	″	۲۰۵۳۱۷
	۷۔ جگت سنگھ پور	تری لوچن کانون گو	″	رنجیب بسوال	″	۱۴۸۸۱۲
	۸۔ پوری	برجا کستور تریاٹھی	″	جینتا داس	″	۱۳۱۶۵۹
	۹۔ بھونیشور	پرستا کارپٹا سال	″	بیبھوتی بھوشن سنگھ ماردراج	″	۲۳۳۹۶۱
	۱۰۔ اسکا	نوین پٹنائک		دوتی کرشنا پانڈا	سی پی آئی	۲۵۶۶۷۵
	۱۱۔ برہمپور	انادی چرن ساہو	بی جے پی	جیتی پٹنائک	آئی این سی	۵۳۸۷۵
	۱۲۔ کوراپٹ (ایس ٹی)	ہیماگمنگ	آئی این سی	جیارام پانگی	بی جے ڈی	۱۲۲۱۶
	۱۳۔ نورنگ پور (ایس ٹی)	پرسورام ماجھی	بی جے پی	چندر شیکھر ماجھی	آئی این سی	۱۵۸۸۲
	۱۴۔ کالاہانڈی	بکرم کیشاری دیو	″	بھکتا چرن داس	″	۱۱۶۳۲۵
	۱۵۔ پھول بانی (ایس سی)	پدمالو بہیرا	بی جے ڈی	مرتنجے نائک	″	۱۰۲۲۱۵
	۱۶۔ بولان گیر	سنگیتا کماری سنگھ دیو	بی جے پی	سرت پٹنائک	″	۱۸۰۸۶۹
	۱۷۔ سمبل پور	پرستا اچاریہ	بی جے ڈی	ڈاکٹر کرو پا سندھو بھوئی	″	۱۲۶۸۱۰
	۱۸۔ دیوگڑھ	ڈاکٹر دیبیندر پردھان	بی جے پی	ہیمانند بسوال	″	۸۶۶۴۴
	۱۹۔ دھین کنال	کامکھیہ پرساد سنگھ دیو	آئی این سی	تاتھاگتا ست پتھی	بی جے ڈی	۳۷۵۲
	۲۰۔ سندر گڑھ (ایس ٹی)	جوئیل اورام	بی جے پی	کرسٹو فر ایکا	آئی این سی	۱۵۲۵۱۴
	۲۱۔ کیونجھر (ایس ٹی)	است نائک	بی جے پی	یشوبنتا سنگھ لاگوری	″	۲۲۲۴۵۳
پنجاب						
	۱۔ گرداس پور	ونود کھنہ	بی جے پی	سکھ بنس کور	آئی این سی	۱۳۹۹
	۲۔ امرتسر	رگھونندن لال بھاٹیہ	آئی این سی	دیا سنگھ سودھی	بی جے پی	۳۱۹۹۹
	۳۔ ترن تارن	ترلوچن سنگھ تور	ایس اے ڈی	گرنیندر پرتاپ سنگھ کیروں	آئی این سی	۷۵۶۱۷
	۴۔ جالندھر	بلبیر سنگھ	آئی این سی	پربھ جوت کور	ایس اے ڈی	۳۴۵۶۶
	۵۔ پھلّور (ایس سی)	سنتوش چودھری	″	ستنام سنگھ کینتھ	ڈی بی ایس ایم	۲۶۵۷۳
	۶۔ ہوشیارپور	چرنجیت سنگھ چینی	″	کمل چودھری	بی جے پی	۳۴۲۰۶

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۷۔ روپڑ (ایس سی)	شمشیر سنگھ	آئی این سی	ستوندر کور	ایس اے ڈی	۷۷۳۸۱
۸۔ پٹیالہ	پرنیت کور		سرجیت سنگھ رکھڑا	〃	۷۸۹۰۸
۹۔ لدھیانہ	گرچرن سنگھ غالب	〃	امریک سنگھ آلیوال	〃	۱۰۵۲۴۶
۱۰۔ سنگرور	سمرجیت سنگھ مان	ایس اے ڈی (ایم)	سرجیت سنگھ برنالا	〃	۸۶۳۱۷
۱۱۔ بھٹنڈا (ایس سی)	بھان سنگھ بھاؤڑا	سی پی آئی	چیتن سنگھ ساماؤن	〃	۶۱۳۱۷
۱۲۔ فرید کوٹ	جگمیت سنگھ برار	آئی این سی	سکھبیر سنگھ بادل	〃	۵۱۴۸۵
۱۳۔ فیروز پور	زورا سنگھ	ایس اے ڈی	...س راج	آئی این سی	۱۴۸۶۱
راجستھان					
۱۔ گنگا نگر (ایس سی)	نہال چند	بی جے پی	...تیکر پنو	〃	۹۵۸۸۶
۲۔ بیکانیر	رمیشور لال ڈوڈی	آئی این سی	رام پرتاپ کسانیہ	بی جے پی	۹۴۵۰۹
۳۔ چورو	رام سنگھ کاسوان	بی جے پی	رینندر کمار بوڈانیہ	آئی این سی	۴۶۸۰۹۴
۴۔ جھنجھنو	سسرام اولا	آئی این سی	سواری لال سیمی	بی جے پی	۷۶۳۴۸
۵۔ سیکر	سبھاش مہاریہ	بی جے پی	سرام	آئی این سی	۲۸۱۷۳
۶۔ جے پور	گردھاری لال بھارگوا	〃	پنڈت رگھو سترما	〃	۱۴۱۷۹۰
۷۔ داؤسا	راجیش پائلٹ	آئی این سی	روہی تاش کمار سترما	بی جے پی	۶۹۰۲
۸۔ الوار	ڈاکٹر جسونت سنگھ یادو	بی جے پی	مہندرا کماری (ڈبلیو)	آئی این سی	۵۷۹۲۸
۹۔ بھرت پور	وستوندرا سنگھ	〃	حکت سنگھ	〃	۹۷۰۱۸
۱۰۔ بیانہ (ایس سی)	بہادر سنگھ	〃	جگن ناتھ پہاڑیا	〃	۳۳۳۳۲
۱۱۔ سوائی مادھو پور (ایس ٹی)	جس کور	〃	اوستا	〃	۵۸۸۸۱
۱۲۔ اجمیر	رسا سنگھ راوت	〃	پرابھا ٹھاکر	〃	۸۷۶۷۴
۱۳ ٹونک (ایس سی)	سیام لال بنسی وال	〃	دوار کا پرساد بیروا	〃	۴۸۳۵۸
۱۴۔ کوٹا	رگھوویر سنگھ کوشل	〃	رام نارائن مینا	〃	۲۴۷۹۹
۱۵۔ جھلاور	ون سندھارا راجے (ڈبلیو)	〃	ڈاکٹر ابرار احمد	〃	۱۵۲۴۱۵
۱۶۔ بنس وارا (ایس ٹی)	تارا چند بھاگورا	آئی این سی	راجیش کٹارا	جے ڈی (یو)	۱۱۶۲۹۴
۱۷۔ سلمبر (ایس ٹی)	بھیرو لال مینا	آئی این سی	مہاویر بھگورا	بی جے پی	۵۲۴۰۸
۱۸۔ اودے پور	گرجا ویاس	〃	شانتی لال چاپلوٹ	〃	۵۴۰۹۱
۱۹۔ چتوڑ گڑھ	سری چند کرپلانی	بی جے پی	اودے لال انجانا	آئی این سی	۳۷۳۷۷
۲۰۔ بھیلواڑا	وجیندرا پال سنگھ	〃	رام پال اپادھیائے	〃	۱۴۲۲۹
۲۱۔ پالی	پشپ جین	〃	مٹھالال جین	〃	۱۰۴۶۶۶

ریاست	حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
	۲۲۔ جالور (ایس سی)	بوٹا سنگھ	آئی این سی	بنگارو لکشمن	بی جے پی	۳۵۹۲۴
	۲۳۔ بارمر	کرنل سونا رام چودھری	"	منوندر سنگھ	"	۳۲۱۴۰
	۲۴۔ جودھپور	جسونت سنگھ وشنوئی	بی جے پی	بوتم چاند	آئی این سی	۱۱۳۲۹۷
	۲۵۔ ناگور	رام رگھوناتھ چودھری	آئی این سی	وجے پونیہ	بی ایس پی	۴۸۴۴۹
سکم						
	۱۔ سکم	بھیم پرساد داہل	ایس ڈی ایف	ستیش چندر رائے	ایس ایس پی	۲۱۳۶۲
تامل ناڈ						
	۱۔ مدراس شمال	کپوسوامی سی	ڈی ایم کے	سوندرا راجن، ایے	سی پی ایم	۱۵۹۷۸۹
	۲۔ مدراس سنٹرل	موراسولی مارن	"	عبدالطیف، ایم	اے ڈی ایم کے	۱۳۶۹۴۹
	۳۔ مدراس جنوب	بالو۔ ٹی۔ آر	"	دھنڈایودھا پانی۔ وی	آئی این سی	۲۴۰۱۸۴
	۴۔ سری پرمبدور (ایس سی)	کرشنا سوامی۔ اے	"	وینو گوپال۔ کے	اے ڈی ایم کے	۷۵۰۰۲
	۵۔ چنگل پٹو	مورتھی۔ اے۔ کے	پی۔ ایم کے	تھرونا وکاراسو۔ ایس ایس	"	۱۲۸۱۱
	۶۔ اراکونم	جگتھ رکشکن ایس۔ ڈاکٹر	ڈی ایم کے	تھنگکابالو۔ کے۔ وی	آئی۔ این سی	۹۵۶۴۴
	۷۔ ویلور	شانموگم۔ این۔ ٹی	پی ایم کے	محمد آصف	اے ڈی ایم کے	۲۵۶۸۵
	۸۔ تروپتور	وینو گوپال۔ ڈی	ڈی ایم کے	راجندرن اے۔ آر	"	۲۳۶۱۳
	۹۔ وندا واسی	ڈورائی۔ ایم	پی ایم کے	کرشنا سوامی۔ ایم	آئی این سی	۵۹۱۹۷
	۱۰۔ تیندی وانم	راما چندرن این۔ جنگی	ایم ڈی ایم کے	راما مورتھی۔ کے۔	"	۹۳۵۰
	۱۱۔ کڈالور	سنکرادھی	ڈی ایم کے	دھموتھرن۔ ایم سی۔	اے۔ ڈی ایم کے	۷۳۹۵۳
	۱۲۔ چدمبرم (ایس سی)	پتو سوامی۔ ای	پی ایم کے	تھیروماوالاون۔ آر	ٹی ایم سی۔ ایم	۱۱۹۵۶۳
	۱۳۔ دھرما پوری	ایلان گوان۔ پی۔ ڈی	"	منوسامی کے پی	اے ڈی ایم کے	۲۵۵۴۰
	۱۴۔ کرشنا گری	وسٹریسلون وی	ڈی ایم کے	تھم بیدورائی ایم	"	۳۱۸۲۴
	۱۵۔ راسی پورم (ایس سی)	سروجا ڈاکٹر وی	اے ڈی ایم کے	اتھیاراسو ایس	پی ایم کے	۳۸۴۰۵
	۱۶۔ سیلم	سلواگناپتھی ٹی ایم	"	راما مورتھی۔ کے	ٹی آر سی	۲۵۴۱۱
	۱۷۔ تروچینگوڈے	کنتھاتھی۔ ایم	ایم ڈی ایم کے	پلانی سوامی کے	اے ڈی ایم کے	۴۵۵۶
	۱۸۔ نیلگیریس	ماتھن ایم عرف ماسٹر ماتھن ایم	بی جے پی	پربھو۔ آر	آئی این سی	۲۱۹۵۹
	۱۹۔ گوبی چیٹی پالایام	کالیاپن کے کے	اے ڈی ایم کے	ارجن کے جی ایس	ڈی ایم کے	۳۰۰۱۲
	۲۰۔ کوئمبتور	رادھا کرشنن سی پی	بی جے پی	ملا کنو آر	سی پی آئی	۵۴۰۷۷
	۲۱۔ پولاچی (ایس سی)	کرشنن ڈاکٹر سی	ایم ڈی ایم کے	تھیاگا راجن ایم	اے ڈی ایم کے	۹۵۱۵
	۲۲۔ پالانی	کمارسوامی پی	اے ڈی ایم کے	گنیسا مورتھی اے	"	۲۸۷۱۷

ریاست حلقے	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۲۳۔ ڈنڈی گل	سری نیواسن۔سی۔	اے ڈی ایم کے	چندرسیکھر۔ایس	ڈی ایم کے	۲۰۳۴۳
۲۴۔ مدورائی	موہن۔پی	سی پی ایم	متھورا مالنگم پون	〃	۳۷۲۱۵
۲۵۔ پیریاکولم	دیپا کارن	اے ڈی ایم کے	سیلوندرن۔پی	〃	۴۵۸۰۶
۲۶۔ کارور	چنّا سوامی۔ایم	〃	یلانی سوامی کے سی	〃	۲۸۴۷
۲۷۔ تیروچیراپلی	رنگاراجن کمارامنگلم	بی جے پی	اڈے کالاراج۔ایل	آئی این سی	۸۹۱۹۷
۲۸۔ پیرامبلور (ایس سی)	راجا۔اے	ڈی ایم کے	راجارے تھینم پی	اے ڈی ایم کے	۶۸۰۵۱
۲۹۔ مائی لادو تورائے	منی ستکرائیر	آئی این سی	اروِل موزھی۔پی ڈی	پی ایم کے	۴۰۱۳۱
۳۰۔ ناگاپٹنم (ایس سی)	وجیان۔اے کے ایس	ڈی ایم کے	سلواراسو۔ایم	سی پی آئی	۲۲۴۶۶
۳۱۔ تھانجاوُر	پلانی مانی کم۔ایس ایس	〃	تھنگاموتھو۔کے	اے ڈی ایم کے	۳۳۰۱۴
۳۲۔ پوڈوکوٹائی	تیرونا واکاراسو	ایم ڈی ایم کے	سنگاراوادیویلو۔ایس	آئی این سی	۶۴۳۰۲
۳۳۔ سیواگنگا	سدرسنا نچیپن ای ایم	آئی این سی	راجا ایچ	بی جے پی	۲۳۸۱۱
۳۴۔ رامانتھاپورم	مالائے سوامی۔کے	اے ڈی ایم کے	بھوانی راجن تھیرن ایم ایس کر (شریمتی)	ڈی ایم کے	۶۶۴۶
۳۵۔ سیواکاسی	واٹیکو	ایم ڈی ایم کے	راماسوامی وی جسٹس	اے ڈی ایم کے	۷۴۷۸۱
۳۶۔ تیرونل ویلی	پانڈین پی۔ایچ	اے ڈی ایم کے	گیتھاجیون۔پی	ڈی ایم کے	۲۶۴۹۴
۳۷۔ تینکاسی (ایس سی)	مورو گیسن	〃	اروموگم ایس	بی جے پی	۸۸۷
۳۸۔ تیروچندر	جیاسیلن اے۔ڈی۔کے	ڈی۔ایم کے	راجن ڈاکٹر۔بی۔پی	اے ڈی ایم کے	۵۹۴۴۴
۳۹۔ ناگرکوئل	رادھاکرشنن۔پی	بی جے پی	ڈینس۔این	آئی این سی	۱۴۵۶۴۳
تری پورہ					
۱۔ تری پورہ مغرب	سمر چودھری	سی پی ایم	سودھیر رنجن مجمدار	اے آئی ٹی سی	۱۹۸۳۹۹
۲۔ تری پورہ مشرق (ایس ٹی)	باجوبان ریانگ	〃	جشمو دیب برما	بی جے پی	۱۵۰۵۰۰
اتر پردیش					
۱۔ تہری گڑھوال	منبدر ساہا	بی جے پی	وجے بہوگنا	آئی این سی	۱۷۷۵۱
۲۔ گڑھوال	میجر جنرل (ریٹائرڈ) بی سی کھنڈوری	〃	ستپال مہاراج	〃	۲۹۶۸۲
۳۔ الموڑا	بچی سنگھ راوت	〃	ہریش راوت	〃	۱۱۴۵۹
۴۔ نینی تال	نارائن دت تیواری	آئی این سی	بلراج پاسی	بی جے پی	۱۱۲۴۰۷
۵۔ بجنور (ایس سی)	ستیش رام سنگھ راوی	بی جے پی	اوم وتی دیوی	ایس پی	۲۳۷۰۰
۶۔ امروہہ	رشید علوی	بی ایس پی	چیتن چوہان	بی جے پی	۹۳۲۹۵
۷۔ مراد آباد	چندر دے سنگھ عرف بیبی راجا	ایل سی	ڈاکٹر شفیق الرحمٰن برق	ایس پی	۹۶۴۵۰
۸۔ رامپور	بیگم نور بانو عرف ایم زید بیگم	آئی این سی	مختار عباس نقوی	بی جے پی	۱۱۵۴۷۱

۳۷

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۹۔ سنبھل	ملائم سنگھ یادو	ایس پی	سی ایچ بھوپندر سنگھ	بی جے پی	۱۱۵۸۳۴
۱۰۔ بدایوں	سلیم اقبال شیروانی	"	ستائی دیوی ستکیہ	"	۴۰۷۱۴
۱۱۔ آنولہ	کنور سرو راج سنگھ	"	راج ویر سنگھ	"	۱۷۹۵۸
۱۲۔ بریلی	سنتوش گنگوار	بی جے پی	ماسٹر چھوٹے لال گنگوار	ایس پی	۱۳۴۷۰۰
۱۳۔ پیلی بھیت	مینکا گاندھی	آزاد	ایس احمد خان عرف بھول بابو	بی ایس پی	۲۳۹۸۵۵
۱۴۔ شاہجہاں پور	کنور جتندر پرساد	آئی این سی	رام مورتی سنگھ ورما	ایس پی	۱۷۹۹۲
۱۵۔ کھیری	روی پرکاش ورما	ایس پی	راجندر کمار گپتا	بی جے پی	۴۵۱۵
۱۶۔ شاہ آباد	داؤد احمد	بی ایس پی	رگھونندر سنگھ	"	۴۲۱۳۲
۱۷۔ سیتاپور	راجیش ورما	"	جنردن پرساد مشرا	"	۳۶۳۶۲
۱۸۔ مسریکھ (ایس سی)	سوشیلا سروج	ایس پی	رام شنکر بھارگو	بی ایس پی	۴۲۰۷۴
۱۹۔ ہردوئی (ایس سی)	جے پرکاش	ایل سی	اوشا ورما	ایس پی	۵۴۰۴
۲۰۔ لکھنؤ	اٹل بہاری واجپائی	بی جے پی	ڈاکٹر کرن سنگھ	آئی این سی	۱۲۳۶۲۴
۲۱۔ موہن لال گنج (ایس سی)	ریا چودھری	ایس پی	پرنیما ورما	بی جے پی	۳۵۳۵۸
۲۲۔ اُناؤ	دیپک کمار	"	محمد معین	بی ایس پی	۳۷۷۷۵
۲۳۔ رائے بریلی	کیپٹن ستیش شرما	آئی این سی	گجادھر سنگھ	ایس پی	۷۳۵۴۹
۲۴۔ پرتاپ گڑھ	راج کماری رتنا سنگھ	"	ابھئے پرتاپ سنگھ	بی جے پی	۶۰۱۲
۲۵۔ امیٹھی	سونیا گاندھی	"	ڈاکٹر سنجے سنگھ	"	۳۰۰۶۳۶
۲۶۔ سلطان پور	جے بھدرا سنگھ	بی ایس پی	رام لکھن ورما	ایس پی	۱۴۵۹۹
۲۷۔ اکبرپور (ایس سی)	مایاوتی	"	رام پیارے سومن	"	۵۳۳۸۹
۲۸۔ فیض آباد	ونے کٹیار	بی جے پی	سیا رام نشاد	بی ایس پی	۵۷۵۶۲
۲۹۔ بارہ بنکی (ایس سی)	رام ساگر	ایس پی	بیج ناتھ راوت	بی جے پی	۵۵۲۹۱
۳۰۔ قیصر گنج	بینی پرساد ورما	"	سی ایم پرتاپ حیدر عرف سی۔ پی سی سنگھ	"	۵۱۵۵۹
۳۱۔ بہرائچ	پدماسین چودھری	بی جے پی	محمد عارف خان	بی ایس پی	۵۷۵۱
۳۲۔ بلرام پور	رضوان ظہیر عرف رجو بھیا	ایس پی	بی ایس تیواری عرف کوشل تیواری	بی جے پی	۲۰۱۵۸
۳۳۔ گونڈہ	برج بھوشن سنگھ	بی جے پی	کیرتی وردھان سنگھ راجا بھیا	ایس پی	۵۹۱۷۴
۳۴۔ بستی (ایس سی)	شری رام چوہان	"	لال منی پرساد	بی ایس پی	۱۸۱۵
۳۵۔ ڈومریا گنج	رام پال سنگھ	"	محمد مقیم	آئی این سی	۳۵۷۹۱
۳۶۔ خلیل آباد	بھال چند یادو	ایس پی	رام پرساد چودھری	بی ایس پی	۳۰۰۲۵
۳۷۔ بانس گاؤں (ایس سی)	راج نارائن پاسی	بی جے پی	شبھاوتی پاسوان	ایس پی	۹۶۸۸

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۳۸- گورکھپور	ادتیہ ناتھ	بی جے پی	جمنا پرساد نشاد	ایس پی	۷۳۳۹
۳۹- مہاراج گنج	اکھلیش سنگھ	ایس پی	پنکج چودھری	بی جے پی	۱۰۶۴۴
۴۰- پدراونا	رام نگینہ مشرا	بی جے پی	بلیشور یادو	ایس پی	۲۶۷۳۸
۴۱- دیوریا	شری پرکاش مانی	〃	موہن سنگھ	〃	۴۲۱۴۱
۴۲- سلیم پور	ببن راج بھر	بی ایس پی	ہری ونس سہائے	〃	۹۰۵۰
۴۳- بلیا	چندر شیکھر	ایس جے پی آر	رام کرشنا عرف گوپال	بی جے پی	۵۵۶۷۵
۴۴- گھوسی	بال کرشنا	بی ایس پی	سدھارتھ رائے	جے ڈی (یو)	
۴۵- اعظم گڑھ	رماکانت یادو	ایس پی	اکبر احمد ڈمپی	بی ایس پی	۲۶۹۷۹
۴۶- لال گنج (ایس سی)	ڈاکٹر بالی رام	بی ایس پی	داروگا	ایس پی	۳۰۹۹۹
۴۷- مچھلی شہر	چندر ناتھ سنگھ	ایس پی	رام ویلاس ویدانتی	بی جے پی	۲۱۱۵۹
۴۸- جون پور	چھوٹے آنند	بی جے پی	پارس ناتھ	ایس پی	۸۶۳۵
۴۹- سعید پور (ایس سی)	طوفانی سروج	ایس پی	ستار دا پرساد	بی ایس پی	۳۱۳۷۱
۵۰- غازی پور	منوج	بی جے پی	اوم پرکاش	ایس پی	۱۱۰۳۳
۵۱- چندولی	جواہر لال جسوال	ایس پی	آنند رتن موریہ	بی جے پی	۷۳۵۲۹
۵۲- وارانسی	شنکر پرساد جیسوال	بی جے پی	راجیش کمار مشرا	آئی این سی	۵۲۸۵۹
۵۳- ردبنس گنج (ایس سی)	رام شکل	〃	ہری پرساد عرف گماڑی سنگھ	ایس پی	۱۵۹۲۸
۵۴- مرزاپور	پھولن دیوی	ایس پی	ویریندر سنگھ	بی جے پی	۸۴۴۷۶
۵۵- الہ آباد	ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی	بی جے پی	کنور ریواتی رمن عرف مانی جی	ایس پی	۷۰۳۳۱
۵۶- پھول پور	دھرم راج سنگھ پٹیل	ایس پی	بینی مادھب بند	بی جے پی	۲۰۰۳۹
۵۷- چیل (ایس سی)	سوریش پاسی	بی ایس پی	ڈاکٹر امرت لال بھارتی	〃	۲۹۲۸۵
۵۸- فتح پور	اشوک پٹیل	بی جے پی	شریا بالی نشاد	بی ایس پی	۱۰۶۳
۵۹- بوڈا	رام سجیون	بی ایس پی	ستیا ماچرن گپتا	ایس پی	۲۸۶۳۱
۶۰- ہمیرپور	اشوک کمار سنگھ چنڈیل	〃	راج نارائن عرف رجو مہاراج	〃	۱۱۶۶۴
۶۱- جھانسی	سوجن سنگھ بنڈیلیا	آئی این سی	راجندر اگنی ہوتری	بی جے پی	۸۲۵۲۱
۶۲- جلاؤن (ایس سی)	برج لال کھبری	بی ایس پی	بھانو پرتاپ سنگھ ورما	〃	۱۳۳۵۲
۶۳- گھٹم پور (ایس سی)	پیارے لال سنکھور	〃	اردن کماری کوری	ایس پی	۱۰۵
۶۴- بلہور	ستیام بہاری مشرا	بی جے پی	راجا رام پال	بی ایس پی	۳۲۲۸
۶۵- کانپور	شری پرکاش جیسوال	آئی این سی	جگت ویر سنگھ درون	بی جے پی	۳۴۴۵۹
۶۶- ایٹاوہ	رگھوراج سنگھ ستاکیہ	ایس پی	شیو پرساد یادو	بی ایس پی	۸۳۷۸۳

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۶۷۔ قنوج	ملائم سنگھ یادو	ایس پی	اروند پرتاپ سنگھ	اے بی ایل ٹی سی	۷۹۱۳۹
۶۸۔ فرخ آباد	چندر بھوشن سنگھ (منو بھائی)	〃	پروفیسر رام بخش سنگھ ورما	بی جے پی	۴۲۵۶۲
۶۹۔ مین پوری	بلرام سنگھ یادو	〃	درشن سنگھ یادو	〃	۲۸۰۲۶
۷۰۔ جلیسر	پروفیسر ایس پی سنگھ بگھیل	〃	اوم پال سنگھ ندار	〃	۲۰۸۹
۷۱۔ ایٹاہ	کنور دیویندر سنگھ یادو	〃	ڈاکٹر مہادیپک سنگھ شاکیہ	〃	۴۷۷۰۵
۷۲۔ فیروز آباد (ایس سی)	رام جی لال سمن	〃	پربھو دیال کٹھیریا	〃	۸۳۳۶۸
۷۳۔ آگرہ	راج ببر	〃	بھگوان شنکر راوت	〃	۱۱۲۹۸۲
۷۴۔ متھرا	چودھری تیج ویر	بی جے پی	رمیشور سنگھ	آر ایل ڈی	۴۱۷۲۷
۷۵۔ ہاتھرس (ایس سی)	کشن لال دلیر	〃	گنگا پرشاد پشکر	بی ایس پی	۴۸۴۰۷
۷۶۔ علی گڑھ	شیلا گوتم	〃	صاحب سنگھ	〃	۸۰۸۱۷
۷۷۔ کھرجا (ایس سی)	اشوک کمار پردھان	〃	شریمتی ستیہ وتی عرف ستیہ بہن	آئی این سی	۱۱۰۲۹۸
۷۸۔ بلند شہر	چھترپال	〃	سعید الحسن	〃	۶۱۹۲۹
۷۹۔ ہاپڑ	رمیش چند طومار	〃	تری لوک تیاگی	آر ایل ڈی	۱۱۹۴۹
۸۰۔ میرٹھ	اوتار سنگھ بھڈانا	آئی این سی	امر پال سنگھ	بی جے پی	۲۴۸۳۶
۸۱۔ باغپت	اجیت سنگھ	آر ایل ڈی	سوم پال	〃	۱۵۴۴۱۹
۸۲۔ مظفر نگر	سعید الزماں	آئی این سی	سوہن ویر سنگھ	〃	۲۵۷۵۱
۸۳۔ کیرانا	امیر عالم	آر ایل ڈی	نرانجن سنگھ مالک	〃	۳۸۲۷۲
۸۴۔ سہارنپور	منصور علی خاں	بی ایس پی	رشید مسعود	آر ایل ڈی	۲۲۳۰۷
۸۵۔ ہردوار (ایس سی)	ہرپال سنگھ ساتھی	بی جے پی	رمیش کمار برمن	بی ایس پی	۳۲۸۴۷

مغربی بنگال

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ کوچ بہار (ایس سی)	امر رائے پردھان	اے آئی ایف بی	امبیکا چرن رائے	اے آئی ٹی سی	۱۰۸۱۶۵
۲۔ علی پور دوار (ایس ٹی)	جواکم باکسلا	آر ایس پی	دھیریندر نرجینا رائے	بی جے پی	۱۵۳۱۳۳
۳۔ جلپائی گوڑی	مناتی سین	سی پی ایم	کلیان چکرورتی	اے آئی ٹی سی	۱۰۸۹۳۷
۴۔ دارجلنگ	ایس۔پی۔لیپچا	〃	نر بہادر کھٹیوارا	آئی این سی	۱۱۱۹۶۹
۵۔ رائے گنج	پریہ رنجن داس منشی	آئی این سی	سبرتا مکھرجی	سی پی ایم	۷۵۲۵۵
۶۔ بالور گھاٹ (ایس سی)	برمن رانین	آر ایس پی	سبھاش چندر برمن	بی جے پی	۶۲۹۲۱
۷۔ مالدہ	اے۔بی۔اے غنی خان چودھری	آئی این سی	سیلین سرکار	سی پی ایم	۲۴۵۵۳
۸۔ جنگی پور	ابوالحسنات خان	سی پی ایم	معین الحق	آئی این سی	۶۱۳۱۷
۹۔ مرشد آباد	معین الحسن	〃	منان حسین	〃	۱۲۳۳۶۰

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنیوالے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۰۔ برہمپور	ادھیر رنجن چودھری	آئی این سی	پرامو تھیس مکھرجی	آر ایس پی	۹۵۳۹۱
۱۱۔ کرشنانگر	ستیہ برتا مکھرجی	بی جے پی	دلیپ چکرورتی	سی پی ایم	۲۲۲۳۴
۱۲۔ نوادیپ (ایس سی)	آنند موہن بسواس	اے آئی ٹی سی	اسیم بالا	″	۳۹۱۳۵
۱۳۔ باراسات	ڈاکٹر رنجیت کمار پانجہ	″	سرل دیب	اے آئی ایف بی	۹۶۹۰۰
۱۴۔ بشیرہاٹ	اجوئے چکرورتی	سی پی آئی	ایم۔ نورالزماں	اے آئی ٹی سی	۸۲۵۸۷
۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)	سنت کمار منڈل	آر ایس پی	کرشنا پدا مجدار	بی جے پی	۱۱۲۳۰۱
۱۶۔ متھورا پور (ایس سی)	رادھیکا رنجن پرمانک	سی پی ایم	گوبند چندر نسکر	اے آئی ٹی سی	۵۱۷۲۵
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	سمیک لاہری	″	سردار امجد علی	″	۷۱۱۶۳
۱۸۔ جادوپور	کرشنا بوس	اے آئی ٹی سی	کانتی گانگولی	سی پی ایم	۶۶۷۶۵
۱۹۔ بارک پور	ترت برن توپدار	سی پی ایم	جیتو بھٹاچاریہ	اے آئی ٹی سی	۴۰۷۷۵
۲۰۔ دمدم	تپن سکدار	بی جے پی	امیل بھٹاچاریہ	سی پی ایم	۱۳۴۵۶۱
۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب	سودیپ بندو پادھیائے	اے آئی ٹی سی	راج دیو گوالا	″	۹۴۱۷۰
۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق	اجیت کمار پانجہ	″	محمد سلیم	″	۴۱۵۷۴
۲۳۔ کلکتہ جنوب	ممتا بنرجی	″	سوبھنکر چکرورتی	″	۲۱۴۰۰۸
۲۴۔ ہوڑہ	سودیش چکرورتی	سی پی ایم	ڈاکٹر کاکولی گھوش دستی دار	اے آئی ٹی سی	۱۰۳۵۱۵
۲۵۔ البیڑیا	حنّان ملّا	″	ڈاکٹر وشدیپتا رائے	″	۶۷۵۷۷
۲۶۔ سیرامپور	اکبر علی خندکار	اے آئی ٹی سی	سدرسن رائے چودھری	سی پی ایم	۴۷۷۶۴
۲۷۔ ہگلی	روپ چند پال	سی پی ایم	تپس داس گپتا	اے آئی ٹی سی	۱۲۴۸۵
۲۸۔ آرام باغ	انیل باسو	″	چنی لال چکرورتی	بی جے پی	۱۱۶۷۲۱
۲۹۔ پانسکوڑا	گیتا مکھرجی	سی پی آئی	گوری گھوش	اے آئی ٹی سی	۴۶۸۵۸
۳۰۔ تاملوک	لکشمن چندر سیٹھ	سی پی ایم	نرملیندو بھٹاچاریہ	″	۵۴۸۲۶
۳۱۔ کنٹائی	ستیش سین گپتا	اے آئی ٹی سی	سدھیر گیری	سی پی ایم	۱۲۱۳۳
۳۲۔ مدناپور	اندرجیت گپتا	سی پی آئی	منورنجن دتہ	بی جے پی	۲۸۷۷۳
۳۳۔ جھاڑگرام (ایس ٹی)	روپ چند مرمو	سی پی ایم	دکھن مرمو	اے آئی ٹی سی	۱۰۸۶۸۱
۳۴۔ پرولیا	بیر سنگھ مہاتو	اے آئی ایف بی	تاپتی مہاتو	بی جے پی	۱۷۴۸۷
۳۵۔ بانکوڑا	اچاریہ باسودیب	سی پی ایم	نٹا ر باگدی	آزاد	۱۰۶۹۹۸
۳۶۔ وشنو پور (ایس سی)	سندھیہ باوڑی	″	ادھیا سس دولے	اے آئی ٹی سی	۱۸۱۵۷۰
۳۷۔ درگاپور (ایس سی)	سنیل خان	″	انیل کمار ساہا	بی جے پی	۱۱۷۹۶۳

۴۱

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۳۸۔ آسنسول	بکاش چودھری	سی پی ایم	اجیت گھٹک (مولائی گھٹک)	اے آئی ٹی سی	۳۷۸۹۴
۳۹۔ بردوان	سار کھیل آسد	،	الوپ مکھرجی	بی جے پی	۳۰۱۹۸۳
۴۰۔ کٹوا	محبوب زاہدی	،	امل کمار دتہ	اے آئی ٹی سی	۱۰۸۳۹۲
۴۱۔ بولپور	سومناتھ چٹرجی	،	شیتنی جیتوراج	،	۱۸۹۳۸۹
۴۲۔ بیر بھوم (ایس سی)	رام چندر ڈوم	،	ڈاکٹر مدن لال چودھری	بی جے پی	۱۵۷۱۵۶

انڈمان اور نیکوبار جزائر

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ انڈمان اور نیکوبار جزائر	بشنو پدا رائے	بی جے پی	منورنجن بھکتا	آئی این سی	۱۳۹۴۷

چنڈی گڑھ

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ چنڈی گڑھ	پون کمار بنسل	آئی این سی	کرشنا لال شرما	بی جے پی	۵۴۴۹

دادرا اور نگر حویلی

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ دادرا اور نگر حویلی	ڈیلکر موہن بھائی سنجی بھائی	آزاد	کھرگڈ دلیپ بھائی نوجیو بھائی	بی جے پی	۱۴۸۷۸

دمن اور دیو

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ دمن اور دیو	پٹیل داہیہ بھائی ولّبھ بھائی	آئی این سی	ٹنڈیل دیوجی بھائی جوگی بھائی	بی جے پی	۳۲۹۹

دہلی

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ نئی دہلی	جگ موہن	بی جے پی	آر کے دھون	آئی این سی	۲۷۸۹۳
۲۔ جنوبی دہلی	وجے کمار ملہوترا	،	ڈاکٹر منموہن سنگھ	،	۲۹۹۹۹
۳۔ آؤٹر دہلی	صاحب سنگھ ورما	،	دیپ چند شرما	،	۲۰۲۴۷۲
۴۔ مشرقی دہلی	لال بہادر تیواری	،	اے وی ایم ایچ ایل کپور	،	۸۲۷۹۰
۵۔ چاندنی چوک	وجے گوئل	،	جے پرکاش اگروال	،	۱۹۹۵
۶۔ دہلی صدر	مدن لال کھورانہ	،	جگدیش ٹائٹلر	،	۱۳۸۷۰
۷۔ کرول باغ (ایس سی)	انیتا آریہ	،	میرا کمار	،	۱۲۴۴۵

لکشادیپ

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ لکشادیپ (ایس ٹی)	پی۔ ایم۔ سعید	آئی این سی	ڈاکٹر کے پی متوکویا	جے ڈی (یو)	۳۱۸۹

پونڈیچری

ریاست حلقہ	کامیاب ہونے والے امیدوار	پارٹی	دوسرے نمبر پر آنے والے امیدوار	پارٹی	اعداد فرق
۱۔ ایم۔ او۔ ایچ۔ فاروق		آئی این سی	ایم۔ رام داس	پی ایم کے	۲۴۱۸۸

۱۳ویں لوک سبھا کیلئے منتخب خواتین ممبران پارلیامنٹ

ریاست/یو۔ٹی	حلقوں کے نام اور نمبر	امیدوار	پارٹی
آندھرا پردیش			
۱	۵۔ بھادراچلم	ڈمیامیری دیجوئیا کماری	تیلگو دیشم
۲	۱۹۔ بلور	راجیش ورما وکالا	تیلگو دیشم
۳	۳۶۔ پڈاپلی	ڈاکٹر سترپتی سوگوما کماری	تیلگو دیشم
۴	۴۰۔ کھمام	رینوکا چودھری	انڈین نیشنل کانگریس
اترپردیش			
۵	۸۔ رام پور	بیگم نور بانو عرف مہتاب زمانی بیگم	انڈین نیشنل کانگریس
۶	۱۸۔ مسرکھ	سوشیلا سروج	سماج وادی پارٹی
۷	۲۱۔ موہن لال گنج	رینا چودھری	سماج وادی پارٹی
۸	۲۴۔ پرتاپ گڑھ	راج کماری رتنا سنگھ	انڈین نیشنل کانگریس
۹	۲۵۔ امیٹھی	سونیا گاندھی	انڈین نیشنل کانگریس
۱۰	۲۷۔ اکبر پور	مایاوتی	بہوجن سماج پارٹی
۱۱	۵۴۔ مرزا پور	پھولن دیوی	سماج وادی پارٹی
۱۲	۷۶۔ علی گڑھ	شیلا گوتم	بھارتیہ جنتا پارٹی
آسام			
۱۳	۷۔ گوہاٹی	بجوئیا چکرورتی	بھارتیہ جنتا پارٹی
۱۴	۱۴۔ لکھیم پور	رانی نارہ	انڈین نیشنل کانگریس
اڑیسہ			
۱۵	۱۲۔ کوراپت	ہیما گامنگ	انڈین نیشنل کانگریس
۱۶	۱۶۔ بولنگیر	سنگیتا کماری سنگھ دیو	بھارتیہ جنتا پارٹی
بہار			
۱۷	۳۹۔ بکرم گنج	کانتی سنگھ	راشٹریہ جنتا دل
۱۸	۴۰۔ اورنگ آباد	شیاما سنگھ	انڈین نیشنل کانگریس
۱۹	۴۷۔ دھنباد	ریتا ورما	بھارتیہ جنتا پارٹی
۲۰	۵۰۔ جمشید پور	آبھا مہاتو	بھارتیہ جنتا پارٹی
پنجاب			
۲۱	۵۔ فلاور	سنتوش چکرورتی	انڈین نیشنل کانگریس
۲۲	۸۔ پٹیالہ	پرنیت کور	انڈین نیشنل کانگریس
تامل ناڈو			
۲۳	۱۵۔ راسی پورم	ڈاکٹر وی سروجا	اے آئی اے ڈی ایم کے

۴۳

ریاست/یو-ٹی	حلقوں کے نام اور نمبر	امیدوار	پارٹی
دھلی			
۲۴	۷۔ کرول باغ	انیتا آریہ	بھارتیہ جنتا پارٹی
راجستھان			
۲۵	۱۱۔ سوائی مدھوپور	جس کور	بھارتیہ جنتا پارٹی
۲۶	۱۵۔ جھالاور	وسندھرا راجے	بھارتیہ جنتا پارٹی
۲۷	۱۸۔ اودے پور	گریجا دیاس	انڈین نیشنل کانگریس
کرناٹک			
۲۸	۵۔ بیلاری	سونیا گاندھی	انڈین نیشنل کانگریس
۲۹	۲۲۔ کنارا	الوا مارگریٹ	انڈین نیشنل کانگریس
کیرالا			
۳۰	۳۔ بداگرا	اے کے پریما جم	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکس)
گجرات			
۳۱	۴۔ جوناگڑھ	چھیکھالیا بھابنا بن	بھارتیہ جنتا پارٹی
۳۲	۱۵۔ سابر کانٹھا	نیشا امر سنگھ چودھری	انڈین نیشنل کانگریس
۳۳	۲۲۔ بڑودا	جیون ٹھاکر	بھارتیہ جنتا پارٹی
مدھیہ پردیش			
۳۴	۲۵۔ جبل پور	جئے شری بنرجی (بھابی جی)	بھارتیہ جنتا پارٹی
۳۵	۳۔ بھوپال	اوما بھارتی	بھارتیہ جنتا پارٹی
۳۶	۲۷۔ اندور	سومترا مہاجن	بھارتیہ جنتا پارٹی
مہاراشٹر			
۳۷	۴۔ ممبئی جنوب	جیاونتی مہتہ	بھارتیہ جنتا پارٹی
۳۸	۲۔ واشم	بھاونا پنڈلیک راؤ گوالی	شیو سینا
۳۹	۲۷۔ وردھا	پربھا راؤ	انڈین نیشنل کانگریس
۴۰	۴۷۔ اچل کرنجی	مانے نیویدیتا سمبھاجی راؤ	نیشنل کانگریس پارٹی
مغربی بنگال			
۴۱	۳۔ جلپائی گوڑی	میناتی سین	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکس)
۴۲	۱۸۔ جادو پور	کرشنا بوس	آل انڈیا ترنمول کانگریس
۴۳	۲۳۔ کلکتہ جنوب	ممتا بنرجی	آل انڈیا ترنمول کانگریس
۴۴	۲۹۔ بانکوڑا	گیتا مکھرجی	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا
۴۵	۳۶۔ وشنو پور	سندھیا باوری	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکس)
ہریانہ			
۴۶	۲۔ کوروکشیترا	پروفیسر کیلاشو سینی	انڈین نیشنل لوک دل
۴۷	۷۔ مہندر گڑھ	ڈاکٹر سدھا یادو	بھارتیہ جنتا پارٹی

مغربی بنگال سے ۱۳ویں لوک سبھا کیلئے منتخب امیدوار

شمار نمبر	حلقہ ہائے انتخابات	کامیاب امیدوار	پارٹی	ووٹ حاصل کئے	فیصد	فرق
۱	کوچ بہار (ایس سی)	امررائے پردھان	اے آئی ایف بی	۴۴۳۱۴۸	۴۹٫۶۹۰	۱۰۸۱۶۵
۲	علی پوردوار (ایس ٹی)	جوکھم باکسلا	آر ایس پی	۳۸۹۹۱۹	۵۱٫۲۴۷	۱۵۳۱۳۳
۳	جلپائی گوڑی	میناتی سین	سی پی ایم	۴۰۵۷۸۵	۴۸٫۷۸۴	۱۰۸۹۳۷
۴	دارجلنگ	ایس بی لیپچا	سی پی ایم	۲۵۶۸۲۸	۴۴٫۲۴۴	۱۱۱۹۶۹
۵	رائے گنج	پریہ رنجن داس منشی	آئی این سی	۴۰۹۳۳۱	۴۶٫۷۴۲	۷۵۲۵۵
۶	بالورگھاٹ (ایس سی)	رانین برمن	آر ایس پی	۳۷۵۶۶۹	۴۴٫۶۷۵	۶۲۹۲۱
۷	مالدہ	اے بی اے غنی خاں چودھری	آئی این سی	۳۲۵۸۳۳	۴۰٫۲۱۷	۲۴۵۵۳
۸	جنگی پور	ابوالحسنات	سی پی ایم	۳۵۲۵۸۰	۴۵٫۴۶۵	۶۱۳۱۷
۹	مرشدآباد	معین الحسن	سی پی ایم	۳۹۱۳۶۶	۴۷٫۳۰۱	۱۲۳۳۶۰
۱۰	برہم پور	ادھیررنجن چودھری	آئی این سی	۴۳۴۰۷۳	۴۶٫۸۵۷	۹۵۳۹۱
۱۱	کرشنا نگر	ستیہ براتو مکھرجی	بی جے پی	۳۶۶۹۵۴	۴۳٫۸۱۹	۲۲۲۳۴
۱۲	نوادیپ (ایس سی)	آنند موہن بسواس	اے آئی ٹی سی	۴۵۹۳۱۹	۴۵٫۸۳۶	۳۹۱۳۸
۱۳	باراسات	ڈاکٹر رنجیت کمار پانجا	اے آئی ٹی سی	۵۱۸۵۲۰	۵۰٫۲۷۹	۹۶۹۰۰
۱۴	بشیرھاٹ	اجئے چکرورتی	سی پی آئی	۴۰۷۹۰۳	۴۷٫۶۳۶	۸۲۵۸۷
۱۵	جئے نگر (ایس سی)	سنت کمار منڈل	آر ایس پی	۳۹۶۳۸۳	۴۹٫۳۹۲	۱۱۲۳۰۱
۱۶	متھورا پور (ایس سی)	رادھیکا رنجن پرامانک	سی پی ایم	۳۸۲۹۶۲	۴۶٫۷۸۲	۵۱۷۲۵
۱۷	ڈائمنڈ ہاربر	سمک لاہیری	سی پی ایم	۴۰۲۷۶۱	۴۷٫۷۰۱	۷۱۱۶۳
۱۸	جادو پور	کرشنا بوس	اے آئی ٹی سی	۴۸۵۳۶۶	۴۸٫۹۶۸	۶۶۷۶۵
۱۹	بارکپور	توڑت برن توپدار	سی پی ایم	۳۹۹۲۶۹	۴۸٫۰۶۳	۴۰۷۷۵
۲	دمدم	تپن سکدر	بی جے پی	۶۱۴۴۷۱	۵۱٫۵۸۸	۱۳۴۵۶۱
۲۱	کلکتہ شمال۔مغرب	سدیپ بندھوپادھیائے	اے آئی ٹی سی	۲۰۶۶۸۴	۴۶٫۶۰۴	۹۴۱۷۰
۲۲	کلکتہ شمال۔مشرق	اجیت کمار پانجا	اے آئی ٹی سی	۲۹۷۴۹۱	۴۵٫۱۶۸	۴۱۵۷۴
۲۳	کلکتہ جنوب	ممتا بنرجی	اے آئی ٹی سی	۴۶۹۱۰۳	۵۸٫۲۶۵	۲۱۴۰۰۸
۲۴	ہوڑہ	سودیش چکرورتی	سی پی ایم	۴۹۰۵۳۷	۴۹٫۹۸۳	۱۰۳۴۴۹
۲۵	الوبیڑیا	حنّان مُلّا	سی پی ایم	۳۹۹۳۹۷	۴۹٫۳۹۶	۶۷۵۷۷

شمار نمبر	حلقہ ہائے انتخابات	کامیاب امیدوار	پارٹی	ووٹ حاصل کئے	فیصد	فرق
۲۶	سیرامپور	اکبر علی حیدکار	اے آئی ٹی سی	۴۱۱۴۰۶	۴۵٫۱۴۵	۴۷۷۶۴
۲۷	ہگلی	روپ چند پال	سی پی ایم	۴۴۰۶۷۴	۴۷٫۹۳۸	۱۲۴۸۵
۲۸	آرام باغ	انیل باسو	سی پی ایم	۵۰۳۹۲	۵۳٫۹۸۲	۱۱۶۷۲۱
۲۹	پانسکوڑا	گیتا مکھرجی	سی پی آئی	۴۰۱۴۳۱	۴۹٫۱۸۷	۴۶۸۵۸
۳۰	تاملوک	لکشمن چندر سیٹھ	سی پی ایم	۴۵۵۱۶۸	۵۰٫۰۳۷	۵۴۸۲۶
۳۱	کنٹائی	ستیش سین گپتا	اے آئی ٹی سی	۳۹۵۰۴۸	۴۸٫۴۴۶	۱۲۱۳۳
۳۲	مدناپور	اندرجیت گپتا	سی پی آئی	۴۱۴۵۴۵	۴۸٫۶۲۸	۲۸۷۷۳
۳۳	جھاڑ گرام (ایس ٹی)	روپ چند مرمو	سی پی ایم	۴۰۲۳۲۵	۵۰٫۸۱۸	۱۰۸۶۸۱
۳۴	پرولیا	بیر سنگھ مہاتو	اے آئی ایف بی	۳۵۱۱۴۳	۵۱٫۵۴۸	۱۷۴۸۷۰
۳۵	بانکوڑا	باسودیب اچاریہ	سی پی ایم	۳۸۱۷۲	۵۲٫۷۲۹	۱۰۶۹۹۸
۳۶	وشنو پور (ایس سی)	سندھیا باوڑی	سی پی ایم	۴۸۳۰۸۴	۵۷٫۸۸۹	۱۸۱۵۷۰
۳۷	درگاپور (ایس سی)	سنیل جانا	سی پی ایم	۴۶۱۹۴۰	۵۳٫۱۵۲	۱۱۷۹۶۳
۳۸	آسنسول	بکاش چودھری	سی پی ایم	۳۷۷۲۶۵	۴۶٫۲۷۴	۳۷۸۶۴
۳۹	بردوان	نکھیلا نند اسار	سی پی ایم	۵۹۸۱۷۰	۶۱٫۵۵۶	۳۱۶۸۳
۴	کٹوا	محبوب زاہدی	سی پی ایم	۴۶۱۵۰۲	۵۰٫۲۵۴	۱۰۸۳۶۲
۴۱	بولپور	سومناتھ چٹرجی	سی پی ایم	۴۶۴۱۹۹	۵۹٫۳۶۴	۱۸۶۳۸۹
۴۲	بیربھوم (ایس سی)	رام چندر ڈوم	سی پی ایم	۳۷۳۶۸۷	۵۱٫۶۴۶	۱۵۷۱۵۶



پس منظر

مغربی بنگال سے ۱۲ ویں لوک سبھا کیلئے منتخب امیدوار

نمبر شمار	حلقہ ہائے انتخابات	کامیاب امیدوار	پارٹی	ووٹ حاصل کئے	فیصد	فرق
۱	کوچ بہار (ایس سی)	امر رائے پردھان	ایف بی ایل	۳۹۶۱۴	۴۳٫۷۷	۱۲۳۱۶۶
۲	علی پور دوار (ایس ٹی)	جوکھم باکسلا	آر ایس پی	۴۱۵۰۰۶	۵۱٫۴۷	۱۹۵۵۹۹
۳	جلپائی گوڑی	میناتی سین	سی پی ایم	۴۲۶۶۷۲	۴۹٫۱۲	۱۷۴۹۷۵
۴	دارجلنگ	آنند پاٹھک	سی پی ایم	۲۸۰۵۸۹	۴۴٫۷۵	۱۲۲۵۵۶
۵	رائے گنج	سبرتو مکھرجی	سی پی ایم	۳۵۰۸۹۷	۳۹٫۷۶	۶۲۸۱
۶	بالورگھاٹ (ایس سی)	رانن برمن	آر ایس پی	۴۲۸۷۱	۴۸٫۹۰	۱۷۲۱۷۵
۷	مالدہ	اے بی اے غنی خان چودھری	آئی این سی	۳۵۳۱۱۷	۴۲٫۴۲	۴۹۰۸۲
۸	جنگی پور	ابوالحسنات	سی پی ایم	۳۹۶۷۶۱	۴۷٫۹۴	۷۲۵۰۱
۹	مرشدآباد	معین الحسن	سی پی ایم	۴۶۳۴۱	۴۹٫۹۶	۱۹۰۴۶۶
۱	برہم پور	پرامیتس مکھرجی	آر ایس پی	۳۸۵۹۷۹	۴۴٫۴۶	۱۲۳۳۴۹
۱۱	کرشنا نگر	اجے مکھوپادھیائے	سی پی ایم	۳۷۲۴۹۰	۴۲٫۰۳	۴۰۶۷۲۰
۱۲	نوادیپ (ایس سی)	اسیم بالا	سی پی ایم	۴۶۳۸۱۳	۴۳٫۰۴	۴۱۱۵۴
۱۳	باراسات	ڈاکٹر رنجیت کمار پانجا	ڈبلیو بی ٹی سی	۴۹۹۱۸۱	۴۷٫۱۳	۶۶۷۰۷
۱۴	بشیرہاٹ	اجے چکرورتی	سی پی آئی	۴۲۵۴۴۲	۴۸٫۸۵	۱۲۰۰۷۶
۱۵	جے نگر (ایس سی)	سنت کمار منڈل	آر ایس پی	۴۰۶۷۴۵	۴۸٫۴۸	۱۷۶۰۶۱
۱۶	متھورا پور (ایس سی)	رادھیکا رنجن پرامانک	سی پی ایم	۳۹۳۶۳۵	۴۶٫۵۰	۱۰۱۸۷۶
۱۷	ڈائمنڈ ہاربر	سامک لاہیری	سی پی ایم	۴۰۵۰۴۸	۴۵٫۹۷	۶۰۹۵۶
۱۸	جادو پور	کرشنا بوس	ڈبلیو بی ٹی سی	۵۱۴۳۳۸	۴۸٫۸۸	۷۸۲۰۱
۱۹	بارکپور	توڑت برن توپدار	سی پی ایم	۳۸۳۰۵۴	۴۶٫۰۱	۲۷۹۵۷
۲۰	دمدم	تپن سکدر	بی جے پی	۶۳۱۳۸۳	۵۰٫۶۹	۱۳۷۴۰۵
۲۱	کلکتہ شمال۔مغرب	سدیپ سدھوپادھیائے	ڈبلیو بی ٹی سی	۲۲۶۸۳۲	۴۹٫۰۷	۷۳۴۸۳
۲۲	کلکتہ شمال۔مشرق	اجیت کمار پانجا	ڈبلیو بی ٹی سی	۳۱۰۳۶۱	۴۷٫۱۰	۶۴۸۷۲
۲۳	کلکتہ جنوب	ممتا بنرجی	ڈبلیو بی ٹی سی	۵۰۳۵۵۱	۵۹٫۳۷	۲۲۴۰۸۱
۲۴	ہوڑہ	ڈاکٹر بکرم سرکار	ڈبلیو بی ٹی سی	۴۳۷۲۲۴	۴۳٫۱۸	۶۵۳۵
۲۵	الوبیڑیا	حنان ملا	سی پی ایم	۴۰۴۰۰۰	۴۷٫۵۱	۱۱۳۵۳۰

شمار نمبر	حلقہ ہائے انتخابات	کامیاب امیدوار	پارٹی	ووٹ حاصل کئے	فیصد	فرق
۲۶	سیر امپور	اکبر علی خوندکار	ڈبلیو بی ٹی سی	۴۳۹۲۶۶	۴۴٫۶۸	۴۴۶۱۱
۲۷	ہگلی	روپ چند پال	سی پی ایم	۴۳۱۲۲۹	۴۶٫۲۵	۶۱۱۶
۲۸	آرام باغ	انیل باسو	سی پی ایم	۵۲۱۵۷	۵۶٫۱۵	۱۸۷۳۰۰
۲۹	پانسکوڑا	گیتا مکھرجی	سی پی آئی	۴۵۰۹۲	۵۴٫۸۸	۱۷۹۵۴۳
۳	تاملوک	لکشمن چندر سیٹھ	سی پی ایم	۴۷۷۵۱۶	۵۱٫۲۴	۸۷۹۵۲
۳۱	کنٹائی	سدھیر گیری	سی پی ایم	۳۹۴۰۲۱	۴۷٫۸۰	۷۴۸۶۰
۳۲	مدنا پور	اندرجیت داس گپتا	سی پی آئی	۴۵۲۵۷۱	۵۲٫۷۵	۲۷۵۴۱۹
۳۳	جھاڑ گرام (ایس ٹی)	روپ چند مرمو	سی پی ایم	۴۵۵۶۲۵	۵۶٫۷۸	۲۸۷۱۸۸
۳۴	پرولیا	بیر سنگھ مہاتو	ایف بی ایل	۳۷۶۳۱۳	۵۱٫۲۷	۱۵۷۱۳۷
۳۵	بانکوڑا	باسودیب اچاریہ	سی پی ایم	۳۶۹۶۹۵	۴۹٫۴۲	۱۱۱۵۸۳
۳۶	وشنو پور (ایس سی)	سندھیا باؤری	سی پی ایم	۴۷۹۷۲۷	۵۶٫۷۹	۱۷۳۴۴۱
۳۷	درگا پور (ایس سی)	سنیل خان	سی پی ایم	۴۶۸۴۴۹	۵۱٫۸۱	۱۴۲۰۲۹
۳۸	آسنسول	بیکاش چودھری	سی پی ایم	۳۵۵۳۸۲	۴۱٫۰۹	۲۶۱۴۹
۳۹	بردوان	نکھل آنند سور	سی پی ایم	۵۷۸۸۲۵	۵۸٫۸۸	۲۷۲۲۵۳
۴۰	کٹوا	محبوب زاہدی	سی پی ایم	۴۷۰۵۴۳	۴۹٫۴۷	۱۳۸۷۰۷
۴۱	بولپور	سومناتھ چٹرجی	سی پی ایم	۴۷۰۶۴۵	۵۹٫۵۵	۲۵۱۰۹۲
۴۲	بیربھوم (ایس سی)	رام چندر ڈوم	سی پی ایم	۳۸۰۳۱۴	۴۹٫۰۶	۱۶۱۵۱۲

عام انتخابات سنہ ۱۹۹۸ء

مغربی بنگال سے لوک سبھا کیلئے کامیاب خواتین امیدوار

نام	پارٹی	حلقہ ہائے انتخابات
۱۔ میناتی سین	سی پی ایم	۳۔ جلپائی گوڑی
۲۔ کرسنا بوس	ڈبلیو بی ٹی سی	۱۸۔ جادو پور
۳۔ ممتا بنرجی	ڈبلیو بی ٹی سی	۲۳۔ کلکتہ جنوب
۴۔ گیتا مکھرجی	سی پی آئی	۲۹۔ پانسکوڑہ
۵۔ سندھیا باؤری	سی پی ایم	۳۶۔ وشنو پور (ایس سی)

مغربی بنگال میں ۱۳ ویں لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۹ء: پارلیمانی حلقہ وار و پارٹی وار نتائج

پارلیمانی حلقہ انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان کی کل تعداد	کل جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ ٪	سی پی آئی (ایم) ٪	اے آئی ٹی سی ٪	آئی این سی ٪	بی جے پی ٪	سی پی آئی ٪	اے ایف بی ٪	آر ایس پی ٪	بی ایس پی ٪	سی پی آئی (ایم ایل) ٪	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں ٪	آزاد ٪
۱۔ کوچ بہار (ایس سی)	۱۱۱۶۵۱۲	۸۹۱۸۲۹ (۷۹٫۸۵)	۱۰۴۵۸ (۱٫۱۸۰)		۳۳۲۹۹۳ (۳۷٫۵۹۱)	۹۳۷۸ (۱٫۱۳۲)			۴۴۳۱۴۸ (۴۹٫۷۹۹)		۱۷۱۸۸ (۱٫۹۲۷)		۹۸۱ (۰٫۱۱)	۵۱۵۱ (۰٫۵۸)
۲۔ علی پوردوار (ایس ٹی)	۱۰۴۴۲۳۸	۷۶۸۹۲ (۷۴٫۸۹۲)	۱۶۷۵۶ (۲٫۱۵۷)			۱۱۹۳۹ (۱۵٫۶۸۱)	۲۳۶۷۸۶ (۳۱٫۱۲۱)			۳۸۹۹۱۹ (۵۱٫۲۴۷)			۲۲۴۶ (۰٫۲۹۵)	۱۴۶۰۲ (۱٫۹۲۸)
۳۔ جلپائی گوڑی	۱۱ ۸۹۹	۸۳۱۷۹۵ (۷۵٫۵۵۸)	۱۱۴۲۷ (۱٫۳۹)	۴ ۵۷۸۵ (۴۸٫۷۸۷)	۲۹۶۸۴۸ (۳۵٫۶۸۸)	۹۹۹۹۴ (۱۲٫۰۲۱)					۲۷۵۱ (۰٫۳۳۱)		۱۳۹۱ (۰٫۱۶۷)	۲۵۰۳۶ (۳٫۰۹)
۴۔ دارجلنگ	۱۲۷۶۷۵۳	۵۸۰۴۷۱ (۴۵٫۴۴۶)	۹۴۸۸ (۱٫۶۸)	۲۵۶۸۲۶ (۴۴٫۲۴۴)	۱۲۷۶۰۳ (۲۱٫۹۸۳)	۱۴۴۸۵۰ (۲۴٫۹۵۵)								۵۱۱۸۵ (۸٫۸۱۸)
۵۔ رائی گنج	۱۱۴۴۴۰۰	۸۷۵۴۱۶ (۷۵٫۹۴۴)	۹۶۹۲ (۱٫۹۴)	۳۳۴۰۴۷ (۳۸٫۱۴۹)	۱۱۰۴۹ (۱۲٫۶۹۷)	۴۰۹۳۳۱ (۴۶٫۷۴۲)					۳۳۳۲ (۰٫۳۸)	۸۰۹۳ (۰٫۹۲۴)	۱۸۳۵ (۱٫۲۳۸)	
۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)	۱۱۰۷۲۰۹	۸۴۰۸۹۸ (۷۵٫۹۴۷)	۱۰۵۳۵ (۱٫۲۳۴)			۱۴۳۰۴۴ (۱۷٫۰۱)	۳۱۲۷۴۸ (۳۷٫۱۹۲)			۳۷۵۹۹۹ (۴۴٫۴۶۵)	۴۴۶۱ (۰٫۵۳۰)			۴۹۸۶ (۰٫۵۹۳)
۷۔ مالدہ	۱۰۴۹۶ ۵	۸۱۰۱۹۶ (۷۷٫۳۸۹)	۹۵۷۴ (۱٫۱۹۷)	۳۰۱۲۸۰ (۳۷٫۱۸۶)		۳۲۵۸۳۳ (۴۰٫۲۱۷)	۱۷۲۵۷۵ (۲۱٫۳)						۴۲۲۲ (۰٫۵۲۱)	۶۲۸۶ (۰٫۷۷۶)
۸۔ جنگی پور	۱ ۸۷۲ ۳	۷۷۵۴۹۳ (۰٫۱۳۳۹)	۱۰۳ ۴ (۱٫۳۱۱)	۳۵۲۵۸۰ (۴۵٫۴۶۵)	۱۲۰۷۷۰ (۱۵٫۵۷۴)	۲۹۱۲۶۳ (۳۷٫۵۵۸)					۱۸۵۷ (۰٫۲۴)		۲۳۳۹ (۰٫۳۰۲)	۶۶۸۴ (۰٫۰۷۹)
۹۔ مرشدآباد	۱۱۷۲۷۹۰	۸۲۷۳۹۵ (۷۰٫۵۵۱)	۸۷۲۵ (۱٫۰۴۳)	۳۹۱۳۶۶ (۴۷٫۳۰۱)	۱۲۲۲۷۵ (۱۴٫۷۹۵)	۲۶۸۰۰۶ (۳۲٫۳۹۲)					۳۲۸۹ (۰٫۳۹۸)		۴۲۲ (۰٫۰۵۲)	۱۶۳۳۹ (۱٫۹۹۲)
۱۰۔ برہم پور	۱۲۱۲۵۵۴	۹۲۶۳۷۵ (۷۶٫۳۹۸)	۱۱۲۷۱ (۱٫۲۲)			۴۴۴۷۳ (۴۷٫۸۵۷)	۱۳۴۵۹۹ (۱۴٫۵۲۷)			۳۳۸۹۸۲ (۳۶٫۵۹)	۱۴۴ (۰٫۱۱۵)		۳۶۱۸ (۰٫۳۹۱)	۱۴۳۶۳ (۱٫۵۵۵)
۱۱۔ کرشنا نگر	۱۰۸۴۴۴۹	۸۳۷۴۲۳ (۷۷٫۲۲۱)	۸۰۴۵ (۰٫۹۵۳)	۳۴۴۷۲ (۴۱٫۱۶۴)		۱۰۹۱۳۷ (۱۲٫۹۷۴)	۳۶۶۹۴۴ (۴۳٫۸۱۹)				۲۴۹۷ (۰٫۲۹۸)	۷۸۵ (۰٫۹۴۴)		۹۰۳۱ (۱٫۰۷۹)
۱۲۔ نوادیپ (ایس سی)	۱۳۲۲۳۵۸	۱۰۲۰۸۴ (۵۰٫۸۹۴)	۱۲۲۹۵ (۱٫۲۱۲)	۴۲۰۱۸۴ (۴۱٫۶۹۳)	۴۵۹۳۱۹ (۴۵٫۸۳۹)	۱۰۸۴۹۴ (۱۰٫۸۲۷)					۸۷۷۵ (۰٫۸۷۶)	۳۵۳۲ (۰٫۳۵۲)		۱۸۱۰ (۰٫۱۸۱)
۱۳۔ باراسات	۱۳۰۱۷۳۷	۱ ۳۱۲۸۵ (۷۹٫۲۳۳)	۱۲۳۰۵ (۱٫۱۹)		۵۱۸۵۲ (۵۰٫۲۷۹)	۷۶۷۵۱ (۷٫۴۴۲)			۴۲۱۶۲ (۴۰٫۸۳۴)		۸۸۷۴ (۰٫۸۶۱)		۱۲۳۶ (۰٫۱۲۰)	۴۲۸۴ (۰٫۴۱۵)
۱۴۔ بشیرہاٹ	۱۱۷۱۳۸۷	۸۵۶۲۹۵ (۷۹٫۶۴۳)	۸۶۹۳ (۱٫۰۰۴)		۳۲۵۳۱۶ (۳۷٫۹۹۱)	۱۱۸۶۱۲ (۱۳٫۸۵۲)		۴۰۷۹۰۳ (۴۷٫۶۳۴)					۲۴۱۰ (۰٫۲۸۲)	۲۰۴۷ (۰٫۲۳۹)

پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان کی کل تعداد	کل جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	اے آئی ٹی سی	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایف بی ایل	آر ایس پی	بی ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل)	دیگر رجسٹرڈ غیر تسلیم شدہ	آزاد
	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪
۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)	۱۱۱۶۸۵۸	۸۰۲۵۲۹ (۷۱.۸۵۵)	۱۳۰۷ (۱.۶۹۴)			۴۶۱۷۳ (۵.۷۵۳)	۲۹۴۸۲ (۳۵.۳۶۹)			۳۹۶۳۹۳ (۴۹.۳۹۲)				۷۵۸۹۱ (۹.۴۵۷)
۱۶۔ متھرا پور (ایس سی)	۱۰۷۶۷۳	۸۱۸۶۰۹ (۷۶.۰۲۷)	۱۱۰۲ (۱.۲۱۹)	۳۸۲۹۹۲ (۴۶.۷۸۳)	۳۳۱۲۲۷ (۴۰.۴۶۳)	۸۹۷۱۹ (۱.۰۹۶)								۱۴۶۹۱ (۱.۷۹۵)
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	۱۱۳۶۸۷۹	۸۴۴۳۴۲ (۷۴.۲۷۸)	۱۳۵۷۶ (۱.۶۰۸)	۴۰۲۷۶۱ (۴۷.۷۰۱)	۳۳۱۵۹۸ (۳۹.۲۷۳)	۱۰۴۳۴۴ (۱۲.۳۵۹)								۳۶۴۹ (۰.۴۳۱)
۱۸۔ جادو پور	۱۳۴۳۴۱۳	۹۹۱۱۹۸ (۷۳.۷۲۰)	۱۳۵۰۳ (۱.۳۲۵)	۴۱۸۶۰۱ (۴۲.۲۳۲)	۴۸۵۳۶۶ (۴۸.۹۶۸)	۷۹۶۷۲ (۸.۰۳۹)					۱۸۱ (۰.۱۸۳)			۵۷۴۹ (۰.۵۷۹)
۱۹۔ بارکپور	۱۰۳۹۵۴۹	۸۳۰۱۹ (۷۹.۹۱۱)	۱۴۴۰ (۰.۱۷)	۳۹۹۲۴۹ (۴۸.۰۹۱)	۳۵۸۴۴۴ (۴۳.۱۵۵)	۵۹۰۳۲ (۷.۱۱۵)					۳۴۹۸ (۰.۴۲۱)	۲۱۸۶ (۰.۲۶۳)	۷۱۴ (۰.۰۸۶)	۶۸۲۲ (۰.۸۲۲)
۲۰۔ دمدم	۱۵۹۷۳۳۲	۱۱۹۱۱۱۴ (۷۴.۵۶۹)	۱۸۸۱۲ (۱.۵۷۹)	۵۴۰۹۹۱ (۴۵.۴۹۱)		۸۵۶۴۸ (۷.۱۹۱)	۶۱۴۴۷۱ (۵۱.۵۸۸)				۴۸۴۸ (۰.۴۰۷)		۱۶۵۸ (۰.۱۳۹)	۴۵۷۹ (۰.۳۸۴)
۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب	۶۹۸۰۰۹	۴۴۴۶۸۶ (۶۳.۷۰۹)	۴۳ (۰.۱۰)	۱۱۲۵۱۴ (۲۵.۰۳۷)	۳۰۰۶۸۴ (۶۷.۶۴۴)	۱۰۶۴۳ (۲.۳۹۹)							۶۶۹۵ (۱.۵۰۱)	۱۱۱۶۳ (۲.۵۱۷)
۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق	۹۲۴۶۱۳	۶۵۸۶۳۱ (۷۱.۲۳۳)	۱۰۹ (۰.۰۱۶)	۲۵۵۹۱۷ (۳۸.۸۵۷)	۲۹۷۴۹۱ (۴۵.۱۶۸)	۸۴۵۱۶ (۱۲.۸۳۲)					۴۴۴۸ (۰.۶۷۵)		۳۲۶۷ (۰.۴۹۶)	۱۲۹۹۲ (۱.۹۷۳)
۲۳۔ کلکتہ جنوب	۱۲۰۲۸۳۷	۸۰۵۱۲۱ (۶۶.۹۳۵)	۱۴۷	۲۵۵۰۹۵ (۳۱.۶۸۴)	۴۷۰۹۱۳ (۵۸.۴۹۰)	۵۱۷۳۵ (۶.۴۲۶)					۶۰۹۱ (۰.۷۵۷)	۶۱۸۶ (۰.۷۶۸)		۱۶۹۱۱ (۲.۱۰)
۲۴۔ ہوڑہ	۱۳۸۱۷۵۱	۹۸۱۳۹۹ (۷۱.۰۲۵)	۱۲۲۳۶ (۱.۲۳۱)	۴۹۰۵۳۷ (۴۹.۹۸۳)	۳۸۷۰۸۸ (۳۹.۴۴۱)	۹۰۵۹۲ (۹.۲۳۱)					۱۴۰۵ (۰.۱۴۳)		۴۸۷۹ (۰.۴۹۸)	۹۴۹۸ (۱.۴۴۵)
۲۵۔ الوبیریا	۱۱۰۰۹۵۳	۸۰۸۵۴۴ (۷۳.۴۴۲)	۹۹۷ (۰.۱۲۳)	۳۹۹۳۹۷ (۴۹.۳۹۶)	۳۳۳۱۸۲ (۴۱.۲۰۸)	۷۱۹۷۸ (۸.۹۰۲)							۱۴۴۵ (۰.۱۷۹)	۳۹۲۴ (۰.۴۸۵)
۲۶۔ سیرامپور	۱۳۲۵۳۷۵	۹۱۱۳۰۶ (۶۸.۷۵۸)	۱۳۸۹۵ (۱.۵۰۱)	۳۶۳۴۴۲ (۳۹.۹۰۳)	۴۱۱۴۰۶ (۴۵.۱۴۵)	۱۳۳۱۵۵ (۱۴.۶۱۱)								۳۱۰۳ (۰.۳۴۱)
۲۷۔ ہگلی	۱۱۶۸۷۰	۹۱۹۲۵ (۷۹.۱۸۶)	۱۱۲۵ (۰.۱۲)	۴۴۰۶۷۴ (۴۷.۹۳۸)	۴۲۸۱۸۹ (۴۶.۵۸)	۴۸۰۶۸ (۵.۲۲۹)								۲۳۱۹ (۰.۲۵۳)
۲۸۔ آرام باغ	۱۱۴۳۴۰۵	۹۳۳۵۰۰ (۸۱.۶۴۲)	۱۰۸۶ (۰.۱۰)	۵۰۳۹۲ (۵۳.۹۸۲)		۴۰۸۱۶ (۴.۳۷۲)	۳۸۷۱۹۹ (۴۱.۴۷۸)							۱۵۶۵ (۰.۱۶۸)
۲۹۔ پانسکوڑا	۹۸۶۷۱۳	۸۱۶۱۳۰ (۸۲.۷۱)	۸۴۳۴ (۰.۰۱)		۳۵۴۵۴۳ (۴۳.۴۴۴)	۵۹۱۴۷ (۷.۲۴۷)		۴۰۱۴۳۱ (۴۹.۱۸۷)						۹۷۹ (۰.۱۲)
۳۰۔ تاملوک	۱۰۹۷۸۰	۹۰۹۶۸۲ (۸۲.۸۶۴)	۹۲۰۷ (۰.۰۹)	۴۵۵۱۶۸ (۵۰.۰۳۷)	۴۰۰۳۴۴ (۴۴.۰۱)	۴۴۶۲۲ (۴.۹۰۵)								۹۵۵۰ (۱.۰۴۹)

پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان کی کل تعداد	کل جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	اے آئی ٹی سی	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایف بی ایل	آر ایس پی	بی ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل) ایل	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد
	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪	٪
۳۱- کنٹائی	۹۹۰۹۱۷	۸۱۵۴۴۸ (۸۲٫۳۹۲)	۸۲۴۰ (۰٫۹)	۳۸۲۹۱۵ (۴۶٫۹۵۸)	۳۹۵۰۴۸ (۴۸٫۴۴۹)	۳۴۰۷ (۰٫۴۱۸)							۲۴۸۹ (۰٫۳۰۵)	۹۲۶ (۰٫۱۱۳)
۳۲- مدناپور	۱۰۹۹۳۸۵	۸۵۲۴۹۳ (۷۷٫۵۴۲)	۱۰۰۷۵ (۱٫۱۶۸)			۴۷۰۱۳ (۵٫۵۱۵)	۳۸۵۷۷۲ (۴۵٫۲۵۲)	۴۱۴۵۴۵ (۴۸٫۶۲۸)						۵۱۶۲ (۰٫۶۰۵)
۳۳- جھاڑگرام (ایس ٹی)	۹۹۱۳۲۶	۷۹۱۷۰۰ (۷۹٫۸۶۲)	۱۱۵۰۰ (۱٫۴۳۱)	۴۰۲۳۲۵ (۵۰٫۸۱۸)	۲۹۳۶۴۴ (۳۷٫۰۹)						۱۸۰۷ (۰٫۲۲۸)		۹۳۹۲۴ (۱۱٫۸۶۴)	
۳۴- پرولیا	۱۰۰۷۷۷۱	۶۸۱۱۹۶ (۶۷٫۵۹۴)	۱۰۵۲۶ (۱٫۵۴۱)			۱۳۹۳۴۵ (۲۰٫۴۵۶)			۳۵۱۱۴۳ (۵۱٫۵۴۸)		۱۷۶۲۷۳ (۲۵٫۸۷۸)		۶۵۹۷ (۰٫۹۶۸)	۷۸۳۸ (۱٫۱۵)
۳۵- بانکوڑا	۱۰۴۱۰۶۷	۷۲۳۹۲۹ (۶۹٫۵۴۲)	۱۷۳۷۴ (۲٫۳۴۳)	۳۸۱۷۲۰ (۵۲٫۷۲۹)		۳۵۵۱۲ (۴٫۹۰۶)							۱۲۱۳ (۱۴٫۴۵۹)	۲۹۴۴۸۴ (۴۰٫۶۷۹)
۳۶- وشنوپور (ایس سی)	۱۰۷۱۱۵۱	۸۳۴۵۰۴ (۷۷٫۹۰۷)	۱۱۸۳۷ (۱٫۳۹۸)	۴۸۳۰۸۴ (۵۷٫۸۸۹)	۳۰۱۵۱۴ (۳۶٫۱۳۱)	۲۹۲۳۷ (۳٫۵۰۴)							۱۷۱۰۹ (۲٫۰۵)	۳۵۵۸ (۰٫۴۲۶)
۳۷- درگاپور (ایس سی)	۱۲۱۲۳۶۶	۸۶۹۰۹۱ (۷۱٫۶۸۵)	۱۵۹۸۵ (۱٫۸۴)	۴۶۱۹۴ (۵۳٫۱۵۲)		۵۸۴۰۷ (۶٫۷۲)	۳۴۳۹۷۷ (۳۹٫۵۷۹)							۴۷۹۷ (۰٫۵۴۹)
۳۸- آسنسول	۱۲۶۵۳۳۰	۸۱۵۲۹۲ (۶۴٫۴۳۳)	۱۳۸۵۵ (۱٫۶۷)	۳۷۷۲۴۵ (۴۶٫۲۷۴)	۳۳۹۴۰۱ (۴۱٫۶۴۹)	۸۹۲۶۱ (۱۰٫۹۴۸)					۵۲۴۴ (۰٫۶۴۳)		۲۳۵۴ (۰٫۲۸۸)	۱۷۸۹ (۰٫۲۲)
۳۹- بردوان	۱۲۱۶۲۷۴	۹۷۱۷۵۴ (۷۹٫۸۹۵)	۱۲۵۸۴ (۱٫۲۷۸)	۵۹۸۱۷۰ (۶۱٫۵۵۴)		۶۷۹۹ (۶٫۹۵)	۲۹۶۴۸۷ (۳۰٫۵۱)						۹۳۵۳ (۰٫۹۶۲)	۶۴۸ (۰٫۰۶۷)
۴۰- کٹوا	۱۱۸۲۳۳۹	۹۱۸۳۴۹ (۷۷٫۶۷۲)	۱۱۶۸۷ (۱٫۲۵۶)	۴۶۱۵۰۲ (۵۰٫۲۵۴)	۳۵۳۱۴ (۳۸٫۴۵۴)	۹۱۲۰۴ (۹٫۹۳۱)					۲۸۳۱ (۰٫۳۰۸)	۸۱۹۴ (۰٫۸۹۲)		۱۴۷۸ (۰٫۱۶۱)
۴۱- بولپور	۱۰۳۴۹۳۶	۷۸۱۹۵۴ (۷۵٫۵۰۱)	۱۰۹۱۷ (۱٫۳۷۶)	۴۶۴۱۹۹ (۵۹٫۳۴۴)	۲۷۷۸۱۰ (۳۵٫۵۲۸)	۳۷۰۹۳ (۴٫۷۴۳)							۲۸۵۲ (۰٫۳۶۵)	
۴۲- بیربھوم (ایس سی)	۱۰۴۳۴۳۸	۷۲۲۵۶۰ (۶۹٫۲۴۷)	۱۰۶۱۳ (۱٫۴۶۹)	۳۷۳۶۸۷ (۵۱٫۷۱۷)		۱۲۶۳۵ (۱٫۷۴۹)	۳۱۶۵۳۱ (۲۹٫۹۲۶)						۲۲۲۹ (۰٫۳۰۹)	۴۸۰۸ (۰٫۶۶۴)
میزان	۴۷۶۳۸۴۷۵	۳۵۲۹۲۹۶۵ (۷۴٫۰۸۵)	۴۵۳۸۷۱ (۱٫۲۶۹)	۱۲۵۵۳۹۹۱ (۳۵٫۵۷۱)	۹۱۸ ۹۴۳ (۲۶٫۰۳۸)	۴۶۸۸۹۴۲ (۱۳٫۲۸۵)	۳۶۵۲۱۵۱ (۱۰٫۳۴۳)	۱۲۲۲۸۷۹ (۳٫۴۶۷)	۱۲۱۵۹۱۱ (۳٫۴۴۵)	۱۵ ۹۵۳ (۴٫۲۵۲)	۳۴۲۵۲۲ (۰٫۹۷۳)	۳۶۴۷۶ (۰٫۱۰۲)	۲۰۳ ۸۵ (۰٫۵۸۱)	۴۶۵۹۲۹ (۱٫۸۸۹)

ریاست مغربی بنگال میں لوک سبھا کیلئے عام انتخابات ۱۹۹۸ پارلیمانی حلقہ وار و پارٹی وار نتائج

پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دھندگان کی کل تعداد	کل جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی ایم	ڈبلیو بی ٹی سی	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایف بی ایل	آر ایس پی	بی ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل)	سمتا	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد
۱۔ کوچ بہار (ایس سی)	۱۰۹۷۱۹۳	۹۰۵۰۷۸ (۸۲٫۴۹۰)	۱۱۵۶۴ (۱٫۲۶۲)		۲۱۸۹۳ (۲٫۴۱۹)				۳۹۶۱۴۰ (۴۳٫۷۶۹)		۱۳۴۸۰ (۱٫۴۸۹)			۲۷۷۳۶۵ (۳۰٫۶۴۵)	
۲۔ علی پوردوار (ایس ٹی)	۱۰۲۳۵۶۰	۸ ۶۲۲۷ (۷۸٫۷۶۸)	۲۱۱۱۵ (۲٫۵۵۲)			۱۶۲۱۶۹ (۲۰٫۱۱۴)	۲۱۵۴ ۰ (۲۷٫۰۲۱۳)			۴۱۵۰۰۶ (۵۱٫۴۷۴)				۶۶۹۹ (۰٫۸۳۱)	۲۹۶۷ (۰٫۳۶۸)
۳۔ جلپائی گوڑی	۱۰۸۵۲۵۷	۸۶۸۶۷۳ (۸۰٫۰۴۳)	۱۷۵۰۳ (۱٫۹۷۵)	۴۲۶۶۷۲ (۴۹٫۱۱۸)	۲۵۱۶۹۷ (۲۸٫۹۷۵)	۱۶۵۸۴۵ (۱۹٫۰۹۱)					۴۳۸۷ (۰٫۵۰۵)				۲۰۰۷۱ (۲٫۳۱)
۴۔ دارجلنگ	۱۲۳۸۵۸۷	۶۲۶۶۹۶ (۵۰٫۶۲۰)	۱۴۳۱۲ (۲٫۲۲۲)	۲۸۰۵۸۹ (۴۴٫۷۵۳)	۱۱۴۶۸۸ (۱۸٫۳۰۳)	۱۵۸ ۳۳ (۲۵٫۲۶)					۳۷۲۷ (۰٫۵۹۴)				۶۹۹۳۲ (۱۱٫۱۵۴)
۵۔ رائے گنج	۱۱۲۶۳۱	۸۸۲۴۸۸ (۷۸٫۳۵۲)	۱۵۸۱۳ (۱٫۷۶۰)	۳۵ ۸۹۷ (۳۹٫۷۶۲)		۳۴۴۶۱۶ (۳۹٫۰۵۱)	۱۶۰۲۳۹ (۱۸٫۱۵۸)				۲۸۱۲ (۰٫۳۱۸)	۸۴۸۱ (۰٫۹۶۱)		۱۱۶۷ (۰٫۱۳۲)	۱۴۲۷۶ (۱٫۶۱۸)
۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)	۱۰۸۸۱۰۵	۸۷۶۶۴۵ (۸۰٫۵۶۶)	۱۴۷۳۵ (۱٫۶۵۳)		۲۵۶۵۳۵ (۲۹٫۲۶۳)	۱۸۲۸۴۶ (۲۰٫۸۵۰)				۴۲۸۷۱۰ (۴۸٫۹۰۳)	۳۸۸۸ (۰٫۴۴۴)				۴۶۶۶ (۰٫۵۳۳)
۷۔ مالدہ	۱۳۰۳۴۴۳	۸۳۲۴۶۹ (۹٫۷۹۵)	۱۲۸۹۸ (۱٫۵۲۶)	۳۰۴۰۳۵ (۳۶٫۵۲۲)		۳۵۳۱۱۷ (۴۲٫۴۱۸)	۱۶۹۲۶۰ (۲۰٫۳۳۲)				۴۲۲۴ (۰٫۵۰۸)				۱۸۳۳ (۰٫۲۲۰)
۸۔ جنگی پور	۱۰۷۱۱۸۹	۸۲۷۶۲۵ (۷۷٫۲۶۲)	۱۲۴۰۷ (۱٫۴۷۷)	۳۹۶۷۶۱ (۴۷٫۹۴۰)	۹۹۰۲۸ (۱۱٫۹۶۵)	۳۲۴۲۶۰ (۳۹٫۱۷۹)								۶۰۱۴ (۰٫۷۲۷)	۱۵۶۳ (۰٫۱۸۹)
۹۔ مرشد آباد	۱۱۵۴۱۰۷	۹۲۷۵۹۸ (۸۰٫۳۷۴)	۱۱۶۴۲ (۱٫۲۴۰)	۴۶۳۴۰۱ (۴۹٫۹۵۷)	۱۴۹۰۶۱ (۱۶٫۰۷)	۲۷۲۹۳۵ (۲۹٫۴۲۴)								۱۶۲۵۴ (۱٫۷۵۲)	۲۵۹۴۷ (۲٫۷۹۷)
۱۰۔ برہم پور	۱۱۹۰۰۳۶	۸۶۸۲۴۶ (۷۲٫۹۶۰)	۱۲۷۴۷ (۱٫۴۴۷)			۱۸۸۹۸۵ (۲۱٫۷۶۶)	۲۶۲۶۱۰ (۳۰٫۲۴۶)			۳۸۵۹۷۹ (۴۴٫۴۵۵)				۲۹۸۸۸ (۳٫۴۴۳)	۷۸۴ (۰٫۰۹)
۱۱۔ کرشنا نگر	۱۰۶۸۰۸۰	۸۸۶۲۸۵ (۸۲٫۹۷۹)	۱۱۶۴۳ (۱٫۲۹۷)	۳۷۲۴۹ (۴۲٫۰۲۸)		۱۵۶۸۰۰ (۱۷٫۶۹۲)	۳۳۱۸۱۸ (۳۷٫۴۳۹)				۳۶۲۴ (۰٫۴۰۹)	۱۱۶۰۸ (۱٫۳۱)		۲۸۸۳ (۰٫۳۲۵)	۷۰۶۲ (۰٫۷۹۷)
۱۲۔ نوادیپ (ایس سی)	۱۲۹۷۴۳۸	۱۰۷۷۵۵۶ (۸۳٫۰۵۳)	۱۲۹۴ (۱٫۱۱۰)	۴۶۳۸۱۳ (۴۳٫۰۴۳)	۴۲۲۶۵۹ (۳۹٫۲۲۴)	۱۷۶۴۸۵ (۱۶٫۳۷۸)					۱۴۵۹۹ (۱٫۳۵۵)				
۱۳۔ باراسات	۱۲۷۳۴۰۰	۱۰۵۹۱۸۴ (۸۳٫۱۷۸)	۱۱۷۶۲ (۱٫۰۹۸)		۴۹۹۱۸۱ (۴۷٫۱۲۹)	۱۱۳۱۱۵ (۱۰٫۶۷۹)			۴۳۲۲۷۴ (۴۰٫۸۳۱)		۱۱۲۰۲ (۱٫۰۵۸)			۲۵۰۳ (۰٫۲۳۶)	۷۰۹ (۰٫۰۶۷)
۱۴۔ بشیر ہاٹ	۱۰۵۳۲۶۲	۸۷۰۹۰۹ (۸۲٫۶۸۷)	۱۲۰۲۶ (۱٫۳۶۲)		۳۰۵۳۶۶ (۳۵٫۰۶۳)	۱۳۱۸۸۷ (۱۵٫۱۴۴)		۴۲۵۴۴۲ (۴۸٫۸۵۰)						۷۷۴۸ (۰٫۸۵۹)	۷۳۶ (۰٫۰۸۴)

لوک سبھا حلقہ ھائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دھندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایل ڈی	جے ڈی	جے پی	ایف بی ایل	آر ایس پی	ایم ایل	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)	۹۵۶۳۵۶	۷۳۵۵۳۹ (۷۶٫۹۱٪)	۱۸۸۱۱ (۲٫۴۹٪)	-	۲۰۶۱۰۳ (۲۸٫۰۲٪)	۸۱۲۹۳ (۱۱٫ ۵٪)	-	-	-	-	-	۳۳۸۴۸ (۴۶٫۰۱٪)	-	-	۱۰۹۷۳۵ (۱۴٫۹۲٪)
۱۶۔ متھورا پور (ایس سی)	۹۰۲۸۷۷	۷۲۷۶۷۷ (۸۰٫۶۰٪)	۱ ۱۱۸ (۱٫۳۷٪)	۳۴۳۲۷۸ (۴۷٫۱ ٪)	۳۲۲۹۶۲ (۴۴٫۳۸٪)	۳۴۳۴۴ (۴٫۷۲٪)	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۷۶۶۳ (۳٫۸۰٪)
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	۹۶۱۸۰۲	۷۰۴۱۷۶ (۷۳٫۲۱٪)	۱۶۳۶ (۲٫۲۶٪)	۳۳۸۸۸۴ (۴۸٫۱۲٪)	۲۹۳۳۷۲ (۴۱٫۶۶٪)	۶۲۲۱۹ (۸٫۸۴٪)	-	-	-	-	-	-	۳۷۴۰ (۰٫۵۳٪)	۱۵۵۲ (۰٫۲۲٪)	۴۴۰۹ (۰٫۶۳٪)
۱۸۔ جادو پور	۱۱۷۳۳۱۶	۸۵۱۹۶۰ (۷۲٫۹۱٪)	۱۵۱۱۲ (۱٫۷۴٪)	۳۹۸۸۹۶ (۴۶٫۸۲٪)	۳۴۸۵۹۵ (۴۰٫۹۲٪)	۸۷۸۵۹ (۱۰٫۳۱٪)	-	-	-	۲۶۶۷ (۰٫۳۱٪)	-	-	-	۴۷۸۷ (۰٫۵۶٪)	۹۲۱۶ (۱٫۰۸٪)
۱۹۔ بارکپور	۹۳۰۳۳۰	۶۸۱۲۵۴ (۷۳٫۲۳٪)	۱۴۶۵۸ (۲٫۱۱٪)	۳۲۴۰۲۵ (۴۷٫۵۶٪)	۲۶۴۱۷۳ (۳۸٫۷۸٪)	۷۲۸۸۲ (۱۰٫۷۰٪)	-	-	-	۲۴۸۳ (۰٫۳۶٪)	-	-	-	۷۱۵۱ (۱٫۰۵٪)	۱۰۵۴۰ (۱٫۵۵٪)
۲۰۔ دمدم	۱۳۲۴۳۳۲	۹۶۸۹۶۸ (۷۳٫۱۷٪)	۲۰۸۵۶ (۲٫۱۱٪)	۴۴۶۵۴۴ (۴۶٫۰۹٪)	۳۴۱۴۹۹ (۳۵٫۲۶٪)	۱۶۳ ۷ (۱۶٫۸۳٪)	-	-	-	۴۸۵۷ (۰٫۵۰٪)	-	-	-	۱۱۵۹۲ (۱٫۲۰٪)	۱۱۸۶ (۰٫۱۲٪)
۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب	۷۰۴۴۸۳	۴ ۱۵۸۴ (۵۷٫۶۰٪)	۷۹۸ (۱٫۹۵٪)	-	۱۶۶۲۲۷ (۴۱٫۳۹٪)	۸۹۱۵۵ (۲۲٫۲۲٪)	-	۴۲۱ (۰٫۱۶٪)	۱۳۴۴۰۸ (۳۳٫۴۷٪)	۲۱۹ (۰٫۵۴٪)	-	-	-	۲۲۶۵ (۰٫۵۶٪)	۶۷۱۸ (۱٫۶۸٪)
۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق	۸۵۸۱۷۰	۵۵۸۱۲۱ (۶۵٫۰۴٪)	۱۵۳۲۲ (۲٫۶۷٪)	-	۲۷۶۳۹۹ (۴۹٫۵۲٪)	۵۵۰۶۴ (۹٫۸۷٪)	-	-	۲۰۴۹۴۳ (۳۶٫۷۲٪)	۷۳۶۰ (۱٫۳۲٪)	-	-	-	۶۱۴۵ (۱٫۱۰٪)	۸۲۱ (۱٫۴۷٪)
۲۳۔ کلکتہ جنوب	۱۰۴۳۰۱۶	۷۰۱۲۹۰ (۶۷٫۲۴٪)	۱۳۱۰۵ (۱٫۸۳٪)	۲۷۴۲۳۳ (۳۹٫۱٪)	۳۶۷۸۹۶ (۵۲٫۴۶٪)	۵۰۵۴۱ (۷٫۲۰٪)	-	-	-	-	-	-	-	۲۳۲۶ (۰٫۳۴٪)	۶۲۹۴ (۰٫۹٪)
۲۴۔ ہوڑہ	۱۱۶۶۴۱۳	۷۸۶۷۹۳ (۶۷٫۴۵٪)	۱۴۶۵۸ (۱٫۸۳٪)	۳۵۱۷۴۴ (۴۴٫۷۰٪)	۳۴۴۳۶۴ (۴۳٫۷۷٪)	۶۹۱۳۶ (۸٫۷۹٪)	-	-	-	۲۰۹۵ (۰٫۲۷٪)	-	-	-	۳۹۶۲ (۰٫۵۰٪)	۱۵۴۹۲ (۱٫۹۷٪)
۲۵۔ الوبیڑیا	۹۸۷۹۹۷	۷۴۲۱۶۳ (۷۵٫۱۲٪)	۱۳۹۷۴ (۱٫۸۵٪)	۳۷۱۹۵۵ (۵۰٫۱۲٪)	۲۹۴۴۷۴ (۳۹٫۶۸٪)	۶۵۵۳۲ (۸٫۸۳٪)	-	-	-	-	-	-	-	۶۶۱۶ (۰٫۸۹٪)	۳۵۸۵ (۰٫۴۸٪)
۲۶۔ سیرام پور	۱۱۲۰۷۴۱	۷۹۳۲۲۸ (۷۰٫۷۸٪)	۱۷۳۸۰ (۲٫۱۴٪)	۳۴۴۵۳۵ (۴۳٫۲۱٪)	۳۲۲۰۲۸ (۴۰٫۶۶٪)	۹۱۲۸۹ (۱۱٫۵۱٪)	-	-	-	-	-	-	-	۳۹۴۴ (۰٫۵٪)	۹۴۳۲ (۱٫۱۸٪)
۲۷۔ ہگلی	۱۰۰۲۴۶۶	۷۸۲۱۷۶ (۷۸٫۰۳٪)	۱۳۹۸۴ (۱٫۷۶٪)	۳۸۳۲۲۸ (۴۹٫ ٪)	۳۲۷۵۷۹ (۴۱٫۸۸٪)	۵۸۴ ۶ (۷٫۴۷٪)	-	-	-	-	-	-	-	۴۹۴۴ (۰٫۶۳٪)	۸۰۰۹ (۱٫۰۲٪)
۲۸۔ آرام باغ	۹۷۶۸۸۲	۷۹۶۷۴۶ (۸۱٫۵۶٪)	۱۳۴۳۱ (۱٫۶۶٪)	۴۴۸۳۱۸ (۵۶٫۲۷٪)	۳ ۴۶ (۳۷٫۶۶٪)	۳۷۳۹۳ (۴٫۶۹)	-	-	-	-	-	-	-	۴۳۱۰ (۰٫۵۴)	۶۶۷۹ (۰٫۸۴)
۲۹۔ پانسکوڑا	۸۷۱۴۴۶	۷۱۲۲۸۹ (۸۱٫۷۴٪)	۱۱۵۰۷ (۱٫۵۹٪)	-	۲۶۵۲۰۹ (۳۷٫۲۳٪)	۴۲۰۵۹ (۵٫۹٪)	۳۹۱۵۰۹ (۵۴٫۹۶٪)	-	-	۳۸۷۴ (۰٫۵۴٪)	-	-	-	۱۲۷۸ (۰٫۱۹٪)	۸۳۶۰ (۱٫۱۸٪)
۳۰۔ تاملوک	۹۳۹۹۰۰	۷۶۲۸۵۰ (۸۱٫۱۶)	۱۰۸۹۲ (۱٫۴۱)	۳۵۲۱۳۶ (۴۶٫۱۶٪)	۳۵۱ ۷۷ (۴۶٫۲٪)	۳۳۴۲۵ (۴٫۳۸٪)	-	-	-	-	-	-	-	۱۳۶۸ (۰٫۱۸٪)	۲۴۸۴۱ (۳٫۲۶٪)

لوک سبھا حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایل ڈی	جے ڈی	جے پی	ایف بی ایل	آر ایس پی	ایم ایل	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۳۱۔ کسٹائی	۸۷۰۹۰	۶۸۴۷۴۶ (۷۸٫۷۷٪)	۱۱۵۲۷ (۱٫۶۶٪)	۳۲۲۳۹۰ (۴۷٫۳۲٪)	۳ ۲۷۴ (۴۳٫۸۵٪)	۴۵۳۸۴ (۶٫۶۳٪)	–	–	–	۴۷۹۹ (۰٫۷٪)	–	–	–	۲۴۵ (۰٫۳۶٪)	۸۴۴۹ (۱٫۲۴٪)
۳۲۔ مدناپور	۹۴۰۹۴۱	۷۱۹۸۴۱ (۷۶٫۹۳٪)	۱۴۶۵۸ (۲٫۰٪)	–	۲۲۲۷۵۸ (۳۲٫۳۳٪)	۶۹۷۷۲ (۹٫۵۵٪)	۳۹۶۲۸۱ (۵۵٫۰۵٪)	–	–	۲۵۵ (۰٫۳۶٪)	–	–	–	۷۷۱۳ (۱٫۰۸٪)	۱۱۷۹۷ (۱٫۶۳٪)
۳۳۔ جھاڑگرام (ایس ٹی)	۸۸۳۹۴۹	۶۷۳۵۳۰ (۷۶٫۲٪)	۱۴۴۵۳ (۲٫۱٪)	۳۰۵۷۶ (۵۵٫۴۹٪)	–	۳۶ ۱۸ (۵٫۳۵٪)	–	–	–	–	–	–	–	۲۳۳۳۱۱ (۳۴٫۶۴٪)	۲۸۴۴۱ (۴٫۲۲٪)
۳۴۔ پرولیا	۹۱۴۹۵۹	۶۵۲۳۴۳ (۷۱٫۲۹٪)	۱۹۷۸۶ (۲٫۹۴٪)	–	۲۱ ۱۶۵ (۳۲٫۴۲٪)	۲۵۱۱۵ (۳٫۸۵٪)	–	–	–	۱۷۴۲ (۰٫۲۷٪)	۳۳۶۱۵ (۵۱٫۵۳٪)	–	–	۶۷۶۰ (۱٫۰۴۸)	۱۲۱۱۶ (۱٫۸۵٪)
۳۵۔ بانکوڑا	۹۳۹۲۳۵	۷۴۴۱۴۵ (۷۹٫۲۱٪)	۱۸۳۸۶ (۲٫۴۹٪)	۳۷۴۰۵۸ (۵۰٫۳۲٪)	۱۹۱۴۳۵ (۲۸٫۸۳٪)	۵۸۹۷۸ (۸٫۸۸٪)	–	–	–	–	–	–	–	۳۲۵۳ (۰٫۴۹٪)	۳۶۴۲۱ (۵٫۴۸٪)
۳۶۔ وشنوپور (ایس سی)	۹۳۵۰۸۴	۷۲۱۴۱۱ (۷۷٫۱۳٪)	۱۷۴ ۳ (۲٫۳۹٪)	۴۲۲۳۸۵ (۵۸٫۵۷٪)	۲۳۲۱۱۲ (۳۲٫۱۸٪)	۵۸۵۵۵ (۸٫۱۲٪)	–	–	–	–	–	–	–	۱۹۷۴ (۰٫۲۷٪)	۶۱۸۵ (۰٫۸۶)
۳۷۔ درگاپور (ایس سی)	۱۰۴۱۱۶۰	۷۴۹۷۹۶ (۷۲٫۲٪)	۱۸ ۷۴ (۲٫۳۵٪)	۴۱۵ ۱۱ (۵۵٫۳۵٪)	۲۳ ۳۹۵ (۳۰٫۷۳٪)	۸۵۸۰۶ (۱۱٫۴۴٪)	–	–	–	–	–	–	–	۱۳۱۷۶ (۱٫۷۶٪)	۵۴۰۸ (۰٫۷۲)
۳۸۔ آسنسول	۱۱۲۶۲۰۷	۷۰۱۲۴ (۶۲٫۲۲٪)	۲۱۰۵۰ (۲٫۹۱٪)	۳۱۶۵ ۴ (۴۵٫۱۳٪)	۲۲۱۶۴۶ (۳۱٫۶۱٪)	۱۳۵۶۴۱ (۱۹٫۳۴٪)	–	–	–	۴۵۶۶ (۰٫۶۵٪)	–	–	–	۱۲۸۸۱ (۱٫۸۴٪)	۱۰ ۰۲ (۱٫۴۳٪)
۳۹۔ بردوان	۱۰۶۱۳۰۰	۸۴۱۴۳۹ (۷۹٫۲۸٪)	۱۳۶۸۶ (۱٫۶۰٪)	۴۷۹۷۲۱ (۵۷٫۰۱٪)	۲۵۷۸۲۹ (۳۰٫۶۴٪)	۹۰۲۴۲ (۱۰٫۷۲٪)	–	–	–	۴۵۲۴ (۰٫۵۵٪)	–	–	–	۶۰۱۷ (۰٫۷۳٪)	۳۱۰۶ (۰٫۳۵٪)
۴۰۔ کٹوا	۱۰۱۰۰۷۷	۸۰۴۸۴۸ (۷۹٫۶۸٪)	۱۴۷۸۴ (۱٫۸۰٪)	۴۰۴۲۵۸ (۵۰٫۲۴٪)	۲۴۹۶۳۴ (۳۱٫۰۲٪)	۱۲۶۸۷۳ (۱۵٫۷۶٪)	–	–	–	–	–	–	–	۹۶۲۳ (۱٫۲۰٪)	۱۴۳۶۰ (۱٫۷۸٪)
۴۱۔ بولپور	۹۲۵۰۵۹	۶۹۶۴۹۷ (۷۵٫۲۹٪)	۱۷۳۴۷ (۲٫۴۳٪)	۳۹۴۴۹۶ (۵۶٫۶۴٪)	۱۶۷۸۷۲ (۲۴٫۱٪)	۱۱۷۳۹۴ (۱۶٫۸۵٪)	–	–	–	۲۳۹۲ (۰٫۳۴٪)	–	–	–	۳۵۷۴ (۰٫۵۱٪)	۱۰۷۶۹ (۱٫۵۶٪)
۴۲۔ بیربھوم (ایس سی)	۹۲۰۷۸۱	۶۷۲۵۶۶ (۷۳٫۰۴٪)	۱۹۹۴۲ (۲٫۸۸٪)	۳۳۴۳۷ (۴۹٫۷۱٪)	۱۷۱۲۷۶ (۲۵٫۴۷٪)	۱۴۰۹۴۴ (۲۰٫۹۱٪)	–	–	–	–	–	–	۳۷۸۹ (۰٫۵۶٪)	۵۸۱۶ (۰٫۸۶٪)	۱۶۴۳۴ (۲٫۴۴٪)
میزان	۴۲۳۸۷۵۴۵	۳۱۰۶۷۱۹۰ (۷۵٫۰۶٪)	۷۶ ۰۸۵ (۲٫۱۱٪)	۱۰۹۳۱۱۸۶ (۳۵٫۱۸٪)	۱۱۴۹۹۶۵ (۳۶٫۲۱٪)	۳۶۱۴۸۵۶ (۱۱٫۶۷٪)	۱۱۴۵۵۶۴ (۳٫۶۹٪)	۱۹۶۳ (۰٫۰۱٪)	۳۳۹۳۵۱ (۱٫۰۹٪)	۷۱۶۸۴ (۰٫۲۳٪)	۱۱۳۳۰۳۸ (۳٫۶۵٪)	۱۴۲۶۱۵ (۴٫۵۱٪)	۳۰۲۱۵ (۰٫۱٪)	۵۴۸۶۹۸ (۱٫۷۷٪)	۵۸۸۴۱۵ (۱٫۸۹٪)

لوک سبھا انتخابات برائے ۱۹۹۶ء پارٹی وار و حلقہ وار نتائج

لوک سبھا حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی ایم	آئی این سی	بی جے پی	سمتا	جے ڈی	ایف بی (ایس)	سی پی آئی	اے آئی ایف بی	آر ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل)	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۱۔ کوچ بہار (ایس سی)	۱۰۶۴۷۹۱	۹۳۲۴۶۳ (۸۷.۵۷٪)	۲۱۱۵ (۲.۲۲٪)	—	۳۰۴۶۴۳ (۳۲.۶۷٪)	۷۵۴۵۶ (۸.۰۹٪)	—	—	۱۴۵۰۷۸ (۱۵.۵۶٪)	—	۳۹۳۶۶۷ (۴۲.۲۲٪)	—	—	۱۱۶۵۰ (۱.۲۵٪)	۱۹۷۹ (۰.۲۱٪)
۲۔ علی پور دوار (ایس ٹی)	۱۰۰۰۴۵۵	۸۲۳۵۴۳ (۸۲.۶۳٪)	۳۰۸۹۳ (۳.۶۲٪)	—	۲۹۹۵۴۱ (۳۶.۳۷٪)	۶۵۴۹۳ (۷.۹۵٪)	—	—	—	—	—	۴۳۷۳۷۱ (۵۳.۱۱٪)	—	—	۲۱۱۳۸ (۲.۵۷٪)
۳۔ جلپائی گوڑی	۱۶۵۴۸۵	۸۹۲۳۸۴ (۸۳.۷۵٪)	۲۶۸۵۹ (۲.۹۲٪)	۳۴۴۵۷۷ (۳۸.۶۰٪)	۳۲۲۱۱۵ (۳۶.۰۸٪)	۷۹۱۹۵ (۸.۸۷٪)	—	—	۲۷۶۰۷ (۳.۰۹٪)	—	—	—	—	۴۵۱۰ (۰.۵۳٪)	۲۲۳۴۸ (۲.۵۱٪)
۴۔ دارجلنگ	۱۲۱۳۴۳۲	۷۷۸۲۴۹ (۶۴.۱۴٪)	۶۵۰۴۸ (۷.۷۱٪)	۳۵۷۲۹۱ (۴۵.۹۱٪)	۲۸۰۱۹۷ (۳۶٪)	۶۸۴۲۱ (۸.۷۹٪)	—	—	—	—	—	—	—	۲۰۹۵ (۰.۲۷٪)	۷۰۲۷۵ (۹.۰۳٪)
۵۔ رائے گنج	۱۱۱۱۱۲۷	۸۷۴۷۴۰ (۷۸.۷۲٪)	۲۴۹۵۶ (۲.۹۹٪)	۳۸۳۰۵۱ (۴۳.۷۹٪)	۳۷۲۰۹۵ (۴۲.۵۴٪)	۹۲۱۴۳ (۱۰.۵۳٪)	—	—	—	—	—	—	۱۰۲۹۴ (۱.۱۸٪)	—	۱۷۱۷۹ (۱.۹۶٪)
۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)	۱۰۶۷۷۷۱	۸۹۸۲۰۷ (۸۴.۱۲٪)	۲۸۲۲۰ (۳.۰۵٪)	—	۲۹۶۵۷۹ (۳۳.۰۲٪)	۱۴۵۲۵۷ (۱۶.۱۷٪)	—	—	—	—	—	۴۴۲۸۳ (۴۹.۰۲٪)	—	—	۱۶۰۹۱ (۱.۷۹٪)
۷۔ مالدہ	۱۰۱۲۸۳۸	۸۵۵۴۶۴ (۸۴.۴۸٪)	۳۰۵۸۹ (۳.۳۵٪)	۳۲۷۶۰۵ (۳۸.۲۹٪)	۴۱۷۴۲۷ (۴۸.۷۸٪)	۸۹۲۵۵ (۱۰.۴۳٪)	—	—	—	—	—	—	—	—	۲۱۳۷۷ (۲.۵۰٪)
۸۔ جنگی پور	۱۰۴۷۲۱۳	۸۶۲۵۰۱ (۸۲.۳۶٪)	۲۵ ۸۸ (۲.۸۴٪)	۳۷۹۸۴۰ (۴۴.۰۴٪)	۴۳۲۹۴۳ (۵۰.۵۶٪)	۶۶۰۹۵ (۷.۶۶٪)	۷۴۷ (۰.۰۸٪)	—	—	—	—	—	—	۶۱۱۴ (۰.۷۱٪)	۱۶۷۸۳ (۱.۹۵٪)
۹۔ مرشد آباد	۱۱۳۷۳۳۰	۹۷۲۵۴۳ (۸۵.۵۱٪)	۲۴۰ ۶ (۲.۴۱٪)	۴۵۲۲۷۳ (۴۶.۵۱٪)	۴۱۵۰۸۸ (۴۲.۶۸٪)	۶۰۳۳۹ (۶.۲۰٪)	—	—	—	—	—	—	—	۷۵۱۶ (۰.۷۷٪)	۳۷۳۲۷ (۳.۸۴٪)
۱۰۔ برہمپور	۱۱۶۷۱۲۵	۹۲۲۰۷۶ (۷۹.۰۰٪)	۲۳۰۹۰ (۲.۴۴٪)	—	۴۰۵۲۹۹ (۴۳.۹۵٪)	۵۶۰۷۳ (۶.۰۸٪)	—	—	—	—	—	۴۴۹۶۵۴ (۴۸.۷۷٪)	—	۳۸۵۸ (۰.۴۲٪)	۷۱۹۰ (۰.۷۸٪)
۱۱۔ کرشنا نگر	۱۶۹۹۸۵	۸۸۹ ۲۴ (۸۳.۰۹٪)	۲۲۵۹۰ (۲.۴۸٪)	۴۰۸۳۸۹ (۴۵.۹۴٪)	۳۶۹۴۷۹ (۴۱.۵۹٪)	۷۱۲۸۹ (۸.۰۲٪)	۹۸۴ (۰.۱۱٪)	—	—	—	—	—	۱۰۹۹۸ (۱.۲۳٪)	۱۲۸۸۶ (۱.۴۵٪)	۱۵۰۳۱ (۱.۶۹٪)
۱۲۔ نوادیپ (ایس سی)	۱۳۰۶۲۹۰	۱۱۱۱۳۸۵ (۸۵.۰۸٪)	۲۳۴۱۹ (۲.۰۸٪)	۵۲۲۱۵۱ (۴۶.۹۸٪)	۴۸۳۰۸۳ (۴۳.۴۷٪)	۸۰۲۹۸ (۷.۲۲٪)	—	—	—	—	—	—	—	۱۴۷۷۲ (۱.۳۳٪)	۱۱۰۸۱ (۱.۰۰٪)
۱۳۔ باراسات	۱۲۴۱۸۶۸	۱۰۴۷۸۴۰ (۸۴.۳۸٪)	۲۲۱۴۹ (۲.۲۵٪)	—	۴۴۹۱۲۷ (۴۲.۸۶٪)	۶۵۷۲۲ (۶.۲۷٪)	—	—	—	—	۴۸۴۷۷۴ (۴۶.۲۶٪)	—	—	۳۵۰۱۳ (۳.۳۴٪)	۱۳۵۰۴ (۱.۲۹٪)
۱۴۔ بشیر ہاٹ	۱۰۲۳۱۷۸	۸۹۴۹۳۲ (۸۷.۴۷٪)	۱۷۶۴۲ (۱.۹۳٪)	—	۳۶۷۱۱۰ (۴۱.۰۲٪)	۶۲۶۲۰ (۷ ٪)	—	—	—	۴۵۳۱۲۶ (۵۰.۶۳٪)	—	—	—	۷۴۹۱ (۰.۸۴٪)	۴۵۸۵ (۰.۵۱٪)

لوک سبھا حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	آئی این سی	بی جے پی	سمتا	جے ڈی	ایف بی (ایس)	سی پی آئی	اے آئی ایف بی	آر ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل)	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)	۱۰۶۴۲۵۲	۸۶۸۵۲۱ (۸۱٫۶۱٪)	۲۶۰۷۱ (۲٫۹۱٪)	–	۲۷۷۴۴۶ (۳۱٫۹٪)	۴۲۳ (۴٫۸۷٪)	–	–	–	–	–	۴۱۸۳۷۳ (۴۸٫۱۷٪)	–	۲۸۳۱ (۰٫۳۳٪)	۱۳۰۵۷۱ (۱۵٫۰۳٪)
۱۶۔ متھوراپور (ایس سی)	۱۰۱۵۰۰۰	۸۵۲۴۳۹ (۸۴٫۰۰٪)	۲۲۷۷۵ (۲٫۶٪)	۴۱۰۱۱ (۴۸٫۱٪)	۳۹۴۰۴۳ (۴۶٫۲۱٪)	۲۲۳۵۶ (۲٫۶۳٪)	–	–	–	–	–	–	–	۱۶۶۴ (۰٫۲۰٪)	۲۴۴۵۷ (۲٫۸۷٪)
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	۱۰۹۴۲۵۶	۸۶۹۵۱۱ (۷۹٫۴۶٪)	۲۲۲۴ (۳٫۲۷٪)	۴۱۱۸۴۴ (۴۷٫۳۷٪)	۳۸۹۳۱۸ (۴۴٫۷۷٪)	۵۵۵۱۸ (۶٫۳۸٪)	–	–	–	–	–	–	–	۷۷۴۶ (۰٫۸۹٪)	۵۰۸۵ (۰٫۵۹٪)
۱۸۔ جادو پور	۱۳۷۷۳۲	۱۰۵۳۱۲۷ (۷۶٫۱۴٪)	۳۲۱۸۸ (۳٫۰۹٪)	۴۸۴۲۱۶ (۴۶٫۱۷٪)	۴۹۹۲۵۴ (۴۷٫۴۱٪)	۵۲۴۷ (۴٫۹۸٪)	–	–	–	–	–	–	–	۷۸۹۰ (۰٫۷۵٪)	۷۲۹۷ (۰٫۶۹٪)
۱۹۔ بارکپور	۱۱۲۱۲۶	۸۰۶۳۶۷ (۷۹٫۶۷٪)	۱۸۹۳۱ (۲٫۲۹٪)	۳۹۹۴۶۶ (۴۹٫۵۴٪)	۲۴۸۵۷۲ (۳۰٫۸۳٪)	۴۷۸۸۴ (۵٫۹۴٪)	–	–	–	–	–	–	–	–	۱۰۴۴۵ (۱٫۲۹٪)
۲۰۔ دمدم	۱۵۴۳۸۹۵	۱۲۲۴۷۲۱ (۷۹٫۳۳٪)	۳۷۷۰۸ (۳٫۲۱٪)	۵۸۴۵۵ (۴۷٫۳۹٪)	۵۳۲۱۴۴ (۴۳٫۴۳٪)	۱۰۷۵۰۱ (۸٫۷۸٪)	–	–	–	–	–	–	–	۶۴۵۷ (۰٫۵۳٪)	۸۱۴۴ (۰٫۶۷٪)
۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب	۶۹۳۹۵۲	۴۴۰۱۲۴ (۶۳٫۴۲٪)	۱۲۶۳۳ (۲٫۷۹٪)	–	۲۱۲۶۳۷ (۴۸٫۳۱٪)	۵۹۳۹۵ (۱۳٫۵٪)	۶۸۴ (۰٫۱۶٪)	۱۴۷۶۸۶ (۳۳٫۵۵٪)	–	–	–	–	–	۱۳۳۳ (۰٫۳۰٪)	۱۸۳۸۹ (۴٫۱۸٪)
۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق	۹۰۷۲۴۸	۶۴۶۰۶۵ (۷۱٫۲۱٪)	۱۴۳۴۸ (۲٫۱۷٪)	۲۷۰۸۷۰ (۴۱٫۹۳٪)	۳۳۵۸۵۵ (۵۱٫۹۸٪)	۳۳۲۴۶ (۵٫۱۵٪)	–	–	–	–	–	–	–	۶۱۶ (۰٫۰۹٪)	۵۴۷۸ (۰٫۸۵٪)
۲۳۔ کلکتہ جنوب	۱۱۶۸۰۶۹	۸۳۴۵۸۳ (۷۱٫۴۵٪)	۱۷۸۷۵ (۲٫۱٪)	۳۳۴۹۹۱ (۴۰٫۱۴٪)	۴۳۸۲۵۲ (۵۲٫۵۱٪)	۴۵۰۶۶ (۵٫۴٪)	–	–	–	–	–	–	–	۲۸۱۲ (۰٫۳۴٪)	۱۳۴۶۲ (۱٫۶۱٪)
۲۴۔ ہوڑہ	۱۳۲۱۲۵۷	۹۵۸۵۴ (۷۲٫۵۵٪)	۲۶۹۴۷ (۲٫۸۱٪)	۴۲۵۱۲۸ (۴۴٫۳۵٪)	۴۵۹۰۵۹ (۴۷٫۸۹٪)	۵۸۳۶۷ (۶٫۰۹٪)	–	–	–	–	–	–	–	۷۲۴ (۰٫۰۸٪)	۱۵۲۶۲ (۱٫۵۹٪)
۲۵۔ الوبیڑیا	۱۰۴۳۳۴۰	۸۴۶۹۶۳ (۸۱٫۱۸٪)	۱۶۹۴۳ (۱٫۹۶٪)	۴۱۵۵۹۲ (۴۹٫۸۷٪)	۳۸۷۷۵ (۴۵٫۷۸٪)	۳۸۰۱۰ (۴٫۴۹٪)	–	–	–	–	–	–	–	۱۴۳۸ (۰٫۱۷٪)	۴۱۷۳ (۰٫۴۹٪)
۲۶۔ سیرام پور	۱۲۴۸۴۰۶	۹۶۷۳۴۸ (۷۷٫۴۹٪)	۲۳۴۲۵ (۲٫۳۶٪)	۴۴۳۷۴۲ (۴۵٫۸۷٪)	۴۴۹۲۰۵ (۴۶٫۴۴٪)	۶۰۱۲۲ (۶٫۲۲٪)	–	–	–	–	–	–	–	۹۶۰۰ (۰٫۹۹٪)	۴۶۷۹ (۰٫۴۸٪)
۲۷۔ ہگلی	۱۰۹۵۹۵۸	۹۱۷۴۶۰ (۸۳٫۷۱٪)	۱۷۴۸۱ (۱٫۸۷٪)	۴۵۳۳۵۳ (۴۹٫۳۱٪)	۴۱۳۸۵۶ (۴۵٫۱۱٪)	۳۷۸۱۲ (۴٫۱۲٪)	–	–	–	–	–	–	–	۹۰۳۵ (۰٫۹۸٪)	۴۴۴ (۰٫۰۴۸)
۲۸۔ آرام باغ	۱۰۷۵۴۱	۹۱۳۶۹۴ (۸۵٫۵۹٪)	۱۷۹۵۹ (۱٫۹۳٪)	۵۴۴۲۸۹ (۵۹٫۵۷٪)	۳۱۷۹۵۶ (۳۴٫۸۲٪)	۴۲۷۷۹ (۴٫۶۸٪)	–	–	–	–	–	–	–	–	۸۶۷۰ (۰٫۹۵٪)
۲۹۔ بانکوڑا	۹۴۰۷۸۲	۸۳۰۷۷ (۸۸٫۳٪)	۱۴۸۲۲ (۱٫۷۵٪)	–	۳۴۴۲۶ (۴۱٫۴۲٪)	۱۵۵۶۳ (۱٫۸۷٪)	–	–	–	۴۵۵۴۶۴ (۵۴٫۸۲٪)	–	–	–	۸۲۴ (۰٫۱٪)	۱۴۸۸۰ (۱٫۷۹٪)
۳۰۔ تاملوک	۱۰۷۲۹۳	۹۲۵۵۱۵ (۸۸٫۳۷٪)	۱۳۳۷۴ (۱٫۴۳٪)	۴۴۲۵۶۳ (۴۷٫۸۲٪)	۴۵۰۴۷۳ (۴۸٫۶۷٪)	۱۹۴۷۵ (۲٫۱٪)	–	–	–	–	–	–	–	–	۱۳۰۰۴ (۱٫۴۱٪)

لوک سبھا حلقہ ہائے انتخابات کا نام اور نمبر	رائے دھندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	آئی این سی	بی جے پی	سمتا	جے ڈی	ایف بی (ایس)	سی پی آئی	اے آئی ایف بی	آر ایس پی	سی پی آئی (ایم ایل)	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۳۱-کنٹائی	۹۳۱۲۳۲	۸۱۵۱۰۶ (۸۷.۵۳٪)	۱۳۹۶۸ (۱.۶۸٪)	۳۹۷۰۲۸ (۴۸.۷۱٪)	۳۷۲۹۸۶ (۴۵.۷۶٪)	۳۲۹۲۴ (۴.۰۴٪)	—	—	•	—	—	—	—	—	۱۲۱۹۸ (۱.۴۹٪)
۳۲-مدنا پور	۱۰۵۱۸۵۴	۸۶۷۹۳۶ (۸۲.۵۱٪)	۲۱۲۵۲ (۲.۳۹٪)	—	۲۷۷۹۲۰ (۳۲.۰۲٪)	۵۸۷۵۱ (۶.۷۷٪)	۱۰۴۶ (۰.۱۲٪)	—	—	۴۸۸۵۶۹ (۵۶.۲۹٪)	—	—	—	۱۲۸۹۵ (۱.۴۸٪)	۲۸۷۸۵ (۳.۳۲٪)
۳۳-جھاڑگرام (ایس ٹی)	۹۴۴۰۰۵	۸۰۵۳۴۳ (۸۵.۳۱٪)	۲۲۶۱۹ (۲.۷۳٪)	۴۸۵۴۹۸ (۶۰.۲۹٪)	۱۳۸۲۳۴ (۱۷.۱۶٪)	۴۰۷۷۸ (۵.۰۶٪)	—	—	—	—	—	—	—	۱۳۸۹۷۴ (۱۷.۲۲٪)	۲۱۵۹ (۰.۲۷٪)
۳۴-پرولیا	۹۶۷۳۰۰	۷۳۶۱۰۶ (۷۶.۱۰٪)	۲۹۷۲۷ (۳.۸۸٪)	—	۲۶۵۶۸۹ (۳۶.۱۰٪)	۱۷۸۳۹ (۲.۴۲٪)	—	—	—	—	۳۷۵۵۵۹ (۵۱.۰۲٪)	—	—	۶۸۷۰۴ (۹.۳۳٪)	۸۳۱۵ (۱.۱۳٪)
۳۵-بانکوڑا	۹۹۴۱۴۴	۷۴۷۵۰۳ (۷۵.۱۹٪)	۲۷۴۱۳ (۳.۵۴٪)	۴۲۰۴۴۲ (۵۶.۲۴٪)	۱۹۴۱۵ (۲۵.۴۱٪)	۴۰۲۱۳ (۵.۳۸٪)	—	—	—	—	—	—	—	۶۴۰۷۹ (۸.۵۷٪)	۳۱۳۹۴ (۴.۲۰٪)
۳۶-وشنو پور (ایس سی)	۱۰۱۱۸۳۰	۸۲۶۹۶۵ (۸۱.۷۳٪)	۲۴۲۹۲ (۲.۸۵٪)	۴۸۰۷۷۷ (۵۸.۱۴٪)	۲۱۴۹۳۱ (۲۵.۹۹٪)	۷۹۳۵۷ (۹.۵۹٪)	—	—	—	—	—	—	—	—	۵۱۹۰۰ (۶.۲۸٪)
۳۷-درگاپور (ایس سی)	۱۱۳۹۴۸۷	۸۹۱۲۴۲ (۷۸.۲۱٪)	۲۶۷۲۸ (۲.۹۱٪)	۴۹۶۲۵۰ (۵۵.۶۸٪)	۳۱۴۵۳۷ (۳۵.۲۹٪)	۷۳۵۹۹ (۸.۲۶٪)	—	—	—	—	—	—	—	—	۶۸۵۶ (۰.۷۷٪)
۳۸-آسنسول	۱۲۰۹۲۷۲	۸۱۲۵۲۵ (۶۷.۱۹٪)	۲۹۲۱۱ (۳.۴۷٪)	۳۷۶۸۰۶ (۴۶.۳۸٪)	۳۲۹۸۵۹ (۴۰.۶۰٪)	۶۹۷۳۷ (۸.۵۸٪)	—	—	—	—	—	—	—	۱۴۴۰۹ (۱.۷۷٪)	۲۱۷۱۷ (۲.۶۷٪)
۳۹-بردوان	۱۱۴۴۱۹۱	۹۶۵۱۱۱ (۸۴.۳۵٪)	۱۸۴۰۴ (۱.۸۷٪)	۵۷۸۲۷۹ (۵۹.۹۲٪)	۳۱۵۵۶۵ (۳۲.۷٪)	۵۴۹۱۷ (۵.۶۹٪)	—	—	—	—	—	—	—	۱۰۰۱۵ (۱.۰۴٪)	۶۳۳۵ (۰.۶۵٪)
۴۰-کٹوا	۱۱۱۵۱۰۷	۹۴۱۸۰۱ (۸۴.۴۶٪)	۱۹۱۱۵ (۱.۹۹٪)	۴۷۵۲۶۴ (۵۰.۴۶٪)	۳۶۹۰۶۲ (۳۹.۱۹٪)	۷۷۳۳۸ (۸.۲۱٪)	—	—	—	—	—	—	۶۲۷۷ (۰.۶۷٪)	۱۰۵۴۲ (۱.۱۲٪)	۳۳۱۸ (۰.۳۵٪)
۴۱-بولپور	۹۷۴۸۰۱	۷۷۸۸۰۸ (۷۹.۸۹٪)	۲۳۴۹۰ (۲.۹۳٪)	۴۷۱۵۴۹ (۶۰.۵۵٪)	۲۱۷۹۰۳ (۲۷.۹۸٪)	۷۶۵۴۸ (۹.۸۳٪)	—	—	—	—	—	—	—	—	۱۲۸۰۸ (۱.۶۴٪)
۴۲-بیر بھوم (ایس سی)	۹۹۶۰۲۵	۸۰۰۱۱۵ (۸۰.۳۳٪)	۲۷۲۵۱ (۳.۲۹٪)	۴۰۲۸۹۳ (۵۰.۳۵٪)	۲۹۱۸۷۳ (۳۶.۴۸٪)	۸۸۳۴۳ (۱۱.۰۴٪)	—	—	—	—	—	—	—	—	۱۷۰۰۶ (۲.۱۳٪)
میزان	۴۵۶۱۹۴۴۳	۳۶۷۰۲۹ (۸۰.۴۵٪)	۹۷۷۱۱۳ (۲.۵۹٪)	۱۳۴۷۵۲۲ (۳۶.۷۰٪)	۱۴۷۱۱۵۳۸ (۴۰.۰۸٪)	۲۵۲۵۸۶۴ (۶.۸۸٪)	۳۴۹۱ (۰.۰۱٪)	۱۴۷۹۸۶ (.۴۰٪)	۱۴۲۶۸۵ (۰.۴۷٪)	۱۳۹۷۱۰۹ (۳.۸۱٪)	۱۲۵۳۷۰ (۳.۴۲٪)	۱۴۴۵۶۸۳ (۴.۷۴٪)	۲۷۵۳۷ (۰.۰۷٪)	۴۸۰۱۶۳ (۱.۳۱٪)	۷۶۷۸۱ (۲.۰۹٪)

ریاست مغربی بنگال میں لوک سبھا کیلئے عام انتخابات ۱۹۹۱ء پارلیمانی حلقہ وار و پارٹی وار نتائج

لوک سبھا حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دھندگان	ڈالے گئے جائز ووٹ	رد کردہ ووٹ	سی پی آئی (ایم)	آئی این سی	بی جے پی	سی پی آئی	ایل ڈی	جے ڈی	جے پی	ایف بی ایل	آر ایس پی	ایم ایل	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں	آزاد امیدوار
۱- کوچ بہار (ایس سی)	۹۸۱۸۶۵	۸۱۹۳۶ (۸۳٫۳۵٪)	۱۳۷۰۶ (۱٫۶۵٪)	–	۲۸۱۸۰۵ (۳۴٫۳۹٪)	۱۰۴۲۵۱ (۱۲٫۹۷٪)	–	–	–	–	۳۴۱۴۳۴ (۵۰٫۵۳٪)	–	–	۱۴۰۸۱ (۱٫۷۲٪)	۳۱۸۶ (۰٫۳۹٪)
۲- علی پور دوار (ایس ٹی)	۹۱۸۸۱۵	۶۹۱۷۸۱ (۷۵٫۲۹٪)	۱۹۲۵۵ (۲٫۷۱٪)	–	۲۲۵۲۵۸ (۳۴٫۰۱٪)	۷۹۹۹۴ (۱۱٫۵۴٪)	–	–	–	–	–	۳۶۵۳۷ (۵۲٫۸۲٪)	–	۵۶۰۶ (۰٫۸۱٪)	۵۵۵۳ (۰٫۸٪)
۳- جلپائی گوڑی	۹۴۸۹۸۵	۷۴۳۳۸۵ (۷۸٫۵۴٪)	۱۷۵۹۰ (۲٫۳۶٪)	۳۶۴۲۸۵ (۵۰٫۱۵٪)	۲۴۹۹۲۹ (۳۴٫۴۱٪)	۷۷۷۴۱ (۱۰٫۷٪)	–	–	–	–	–	–	–	۱۱۵۳۴ (۱٫۵۹٪)	۲۲۸۹۶ (۳٫۱۵٪)
۴- دارجلنگ	۱۰۹۴۲۲۱	۷۳۷۷۷۵ (۶۷٫۳۰٪)	۲۵۱۱۱ (۳٫۲۹٪)	۳۰۲۷۴۸ (۴۱٫۴۲٪)	۲۵۴۶۴۵ (۳۴٫۸۷٪)	۵۴۹۶۹ (۷٫۴۵٪)	–	۱۳۴۲ (۰٫۱۸٪)	–	–	–	–	–	۳۶۸۸ (۰٫۵٪)	۲۰۳۸۳ (۲٫۷۹٪)
۵- رائے گنج	۱۰۱۴۸۰۷	۷۴۱۱۷۴ (۷۲٫۶۹٪)	۲۱۹۳۹ (۲٫۸۷٪)	۳۰۱۱۶۷ (۴۱٫۸۵٪)	۲۸۰۱۹۹ (۳۷٫۸۰٪)	۱۲۱۷۱۷ (۱۶٫۴۲٪)	–	–	–	۳۳۳۶۷ (۰٫۴۵٪)	–	–	۳۵۶۳ (۰٫۴۸٪)	۷۶۸۳ (۱٫۰۴٪)	۱۴۴۷۸ (۱٫۹۶٪)
۶- بالور گھاٹ (ایس سی)	۹۶۸۳۹۷	۷۷۹۱۶۶ (۸۰٫۴۶٪)	۱۵۶۲۹ (۱٫۹۷٪)	–	۲۶۷۰۷۸ (۳۴٫۲۸٪)	۱۴۷۵۴۴ (۱۸٫۹۴٪)	–	–	–	۴۰۸۷ (۰٫۵۱٪)	–	۳۵۳۱۵۹ (۴۵٫۳۳٪)	–	–	۷۲۹۸ (۰٫۹۴٪)
۷- مالدہ	۹۲۲۴۶۷	۷۰۹۳۰۷ (۷۶٫۸۹٪)	۱۳۵۶۶ (۱٫۸۸٪)	۲۹۰۰۱۵ (۴۰٫۸۸٪)	۲۹۱۸۳۵ (۴۱٫۱۵٪)	۱۱۷۳۸۲ (۱۶٫۵۴٪)	–	–	–	–	–	–	۲۳۴۴ (۰٫۳۴٪)	۷۷۳۳ (۱٫۰۹٪)	–
۸- جنگی پور	۹۴۳۶۹۶	۷۱۱۷۶۱ (۷۵٫۴۲٪)	۱۶۳۱۶ (۲٫۲۴٪)	۳۰۳۲۵۴ (۴۲٫۶۱٪)	۲۵۶۶۱۵ (۳۶٫۰۵٪)	۱۳۱۰۷۱ (۱۸٫۴۲٪)	–	–	–	۲۹۱۵ (۰٫۴۱٪)	–	–	۳۲۳۲ (۰٫۴۵٪)	۵۲۸۰ (۰٫۷۴٪)	۹۳۹۴ (۱٫۳۲٪)
۹- مرشد آباد	۹۹۵۰۷۴	۷۸۳۳۶۸ (۷۸٫۷۲٪)	۱۵۹۸۳ (۲٫۰٪)	۳۷۸۶۰۶ (۴۸٫۳۳٪)	۲۶۶۸۲۶ (۳۴٫۰۶٪)	۸۶۷۵۰ (۱۱٫۰۷٪)	–	–	–	۴۴۸۳ (۰٫۵۷٪)	–	–	۲۶۴۹ (۰٫۳۴٪)	۱۶۸۱۶ (۲٫۱۵٪)	۲۷۲۳۸ (۳٫۴۸٪)
۱۰- برہمپور	۱۰۶۹۲۲۵	۷۹۳۳۷۹ (۷۴٫۲۰٪)	۱۹۴۲۴ (۲٫۳۹٪)	–	۲۶۶۴۶۶ (۳۴٫۵۹٪)	۱۶۰۴۶۷ (۲۰٫۷۳٪)	–	–	–	۳۸۷۰ (۰٫۴۹٪)	–	۳۴۵۶۷۸ (۴۳٫۵۷٪)	–	۴۶۹۱ (۰٫۵۸٪)	۱۲۲۰۴ (۱٫۵۴٪)
۱۱- کرشنا نگر	۹۲۸۵۲۳	۷۴۸۹۳۷ (۸۰٫۶۶٪)	۱۵۴۱۸ (۲٫۰۴٪)	۳۲۴۵۰۸ (۴۳٫۳۳٪)	۲۶۴۹۳۳ (۳۵٫۳۷٪)	۱۲۱۶۲۴ (۱۶٫۲۴٪)	–	–	–	۳۵۵۳ (۰٫۴۷٪)	–	–	–	۱۹۷۳۴ (۲٫۶۳٪)	۱۴۵۸۵ (۱٫۹۶٪)
۱۲- نوادیپ (ایس سی)	۱۰۹۴۲۱۵	۸۹۶۶۱۰ (۸۱٫۹۴٪)	۱۵۵۸۹ (۱٫۷۱٪)	۴۱۸۳۷۴ (۴۶٫۶۶٪)	۳۵۱۷۹۷ (۳۹٫۲۴٪)	۱۰۹۴۹۲ (۱۲٫۲۱٪)	–	–	–	–	–	–	–	۶۰۹۰ (۰٫۶۸٪)	۱۰۸۵۷ (۱٫۲۱٪)
۱۳- باراسات	۱۰۷۵۱۶۴	۸۷۸۲۷۹ (۸۱٫۶۹٪)	۱۵۲۱۶ (۱٫۷۰٪)	–	۳۳۸۴۷۵ (۳۸٫۵۴٪)	۱۲۳۴۲۹ (۱۴٫۰۵٪)	–	–	–	–	۳۸۲۸۹۶ (۴۳٫۶۶٪)	–	۹۲۳۰ (۱٫۰۵٪)	۱۳۵۲۱ (۱٫۵۴٪)	۱۰۷۲۸ (۱٫۲۲٪)
۱۴- بشیر ہاٹ	۹۱۹۰۲۲	۷۶۰۹۲۲ (۸۲٫۸۰٪)	۱۳۷۹ (۱٫۷۸٪)	–	۲۸۶۱۳۲ (۳۷٫۶٪)	۱۰۳۰۳۵ (۱۳٫۵۴٪)	۳۵۷۷۷۴ (۴۷٫۰۲٪)	–	–	۳۳۷۰ (۰٫۴۴٪)	–	–	۱۶۷۰ (۰٫۲۲٪)	۳۱۵۳ (۰٫۴۲٪)	۵۷۸۸ (۰٫۷۶٪)

پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان کی کل تعداد %	کل جائز ووٹ %	رد کردہ ووٹ %	سی پی ایم %	ڈبلیو ٹی سی %	آئی این سی %	بی جے پی %	سی پی آئی %	الف بی ایل %	آر ایس پی %	بی ایس پی %	سی پی آئی (ایم ایل) (ایل) %	سمتا %	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں %	آزاد %
۱۵۔ جوئے نگر (ایس سی)	۱۱۰۰۷۷۹	۸۳۹ ۱۶ (۷۶٫۲۲۰)	۱۹۳۴ (۲٫۲۵۳)			۱۰۷۱۱۹ (۱۲٫۷۶۷)	۲۳۰۶۸۴ (۲۷٫۴۹۵)			۴ ۶۷۴۵ (۴۸٫۴۷۹)					۹۴۴۶۸ (۱۱٫۲۵۹)
۱۶۔ متھورا پور (ایس سی)	۱۰۴۱۶۲۵	۸۴۶۴۸۶ (۷۹٫۷۳۵)	۱۳۵۳۱ (۱٫۵۷۳)	۳۹۳۶۳۵ (۴۶٫۵۰۲)	۲۹۱۷۵۹ (۳۴٫۴۶۷)	۱۳۹۳۲۶ (۱۶٫۴۵۹)									۲۱۷۶۶ (۲٫۵۷۲)
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	۱۱۲۲۶۹۴	۸۸۱۱۰۴ (۷۸٫۴۸۱)	۱۴۹۴۸ (۱٫۶۹۶)	۴ ۵۰۴۸ (۴۵٫۹۷۱)	۳۴۴۰۹۲ (۳۹٫۰۵۲)	۱۲۷۳۳۵ (۱۴٫۱۱۱)								۳۲۱ (۰٫۰۳۶۴)	۴۴۱۹ (۰٫۵۰۲)
۱۸۔ جادو پور	۱۳۷۹۰۵۵	۱۰۵۲۱۸۹ (۷۶٫۲۹۸)	۱۵۲۵۹ (۱٫۴۴۹)	۴۳۶۱۳۷ (۴۱٫۴۵۰)	۵۱۴۳۳۸ (۴۸٫۸۸۳)	۹۱۴۰۷ (۸٫۶۸۷)					۳۵۶۸ (۰٫۳۳۹)				۶۷۳۹ (۰٫۶۴۱)
۱۹۔ بارک پور	۱۰۲۵۱۷۷	۸۳۲۶۱۱ (۸۱٫۲۱۶)	۱۳۷۶۲ (۱٫۶۲۶)	۳۸۴۵۰۴ (۴۶٫۰۰۹)	۳۵۵۰۹۷ (۴۲٫۶۴۹)	۸۲۷۴۱ (۹٫۹۳۷)					۷۰۵۹ (۰٫۸۴۸)	۳۳۱۵ (۰٫۳۹۸)			۱۳۴۵ (۰٫۱۶۲)
۲۰۔ دم دم	۱۵۵۹۸۴۴	۱۲۴۵۴۸۱ (۷۹٫۸۴۷)	۱۶۹۰۳ (۱٫۳۳۹)	۴۹۳۹۷۸ (۳۹٫۶۶۲)		۱۱۱۰۷۸ (۸٫۹۱۸)	۶۳۱۳۸۳ (۵۰٫۶۹۲)				۳۵۲۴ (۰٫۲۸۳)			۷۶۳ (۰٫۰۶۱)	۴۷۵۵ (۰٫۳۸۲)
۲۱۔ کلکتہ شمال مغرب	۴۹۵۶۴۹	۴۶۲۲۶۹ (۶۶٫۴۵۱)	۷۱۰۹ (۱٫۵۱۵)	۱۵۲۳۳۹ (۳۳٫۱۷۳)	۲۲۶۸۳۲ (۴۹٫۰۶۹)	۷۵۰۴۷ (۱۶٫۲۳۵)							۴۸۰ (۰٫۱۰۴)	۲۲۶۶ (۰٫۴۹)	۴۲۹۵ (۰٫۹۲۹)
۲۲۔ کلکتہ شمال مشرق	۹۱۰۷۳۸	۶۵۸۹۳۲ (۷۲٫۳۵۱)	۱۰۰۱۰ (۱٫۴۹۶)	۲۴۵۴۸۹ (۳۷٫۲۵۵)	۳۱۰۳۶۱ (۴۷٫۱۱)	۹۴۰۲۴ (۱۴٫۲۶۹)									۹۰۵۸ (۱٫۳۷۵)
۲۳۔ کلکتہ جنوب	۱۱۷۸۵۱۰	۸۴۸۱۹۴ (۷۱٫۹۷۲)	۱۱۸۸۴ (۱٫۳۸۲)	۲۷۹۴۷۰ (۳۲٫۹۴۹)	۵۰۳۵۵۱ (۵۹٫۳۶۷)	۵۶۷۲۵ (۶٫۶۸۸)								۱۴۹۸ (۰٫۱۷۷)	۶۹۵۰ (۰٫۸۱۹)
۲۴۔ ہوڑہ	۱۳۶۷۳۱۳	۱۰۱۲۵۰۲ (۷۴٫۰۵)	۱۵۲۸۰ (۱٫۴۸۷)	۴۳۴۶۸۹ (۴۲٫۵۳۷)	۴۳۷۲۲۴ (۴۳٫۱۸۳)	۱۳۴۷۸۷ (۱۳٫۳۱۲)									۹۸۰۲ (۰٫۹۶۸)
۲۵۔ الوبیڑیا	۱۰۸۶۶۱۷	۸۵۰۴۴۰ (۷۸٫۲۶۵)	۱۲۲۵۵ (۱٫۴۲۸)	۴ ۴۰۰ (۴۷٫۵۰۵)	۲۹۰۴۷۰ (۳۴٫۱۵۵)	۱۴۵۰۸۱ (۱۷٫۰۵۹)									۱۰۸۸۹ (۱٫۲۸۱)
۲۶۔ سیرام پور	۱۳۸۲۰۵	۹۸۳۲۴۲ (۷۵٫۱۶۰)	۱۴۸۱۰ (۱٫۴۸۴)	۳۹۴۶۵۸ (۴۰٫۱۳۹)	۴۳۹۲۶۹ (۴۴٫۶۷۴)	۱۴۳۹۹۹ (۱۴٫۶۴۵)								۴۰۶۴ (۰٫۴۱۳)	۱۲۵۲ (۰٫۱۲۷)
۲۷۔ ہگلی	۱۱۳۷۳۵۳	۹۳۲۴۶۲ (۸۱٫۹۸۵)	۱۱۲۰۸ (۱٫۱۸۸)	۴۳۱۲۲۶ (۴۶٫۲۴۶)	۴۲۵۱۱۳ (۴۵٫۵۹)	۷۶۱۲ (۸٫۱۶۴)									
۲۸۔ آرام باغ	۱۱۱۶۱۵۱	۹۲۸۸۱۹ (۸۳٫۲۱۶)	۱۱۵۴۰ (۱٫۲۲۷)	۵۲۱۵۰۷ (۵۶٫۱۴۷)		۷۳۱۰۵ (۷٫۸۷۱)	۳۳۴۲۷ (۳۵٫۹۸۲)								
۲۹۔ پانسکوڑہ	۹۶۶۷۳۹	۸۲۰۰۸۰ (۸۴٫۸۳)	۱۰۶۹۱ (۱٫۲۸۷)		۲۷۰۵۴۹ (۳۲٫۹۹۰)	۹۹۴۳۹ (۱۲٫۱۲۶)		۴۵۰۰۹۲ (۵۴٫۸۸۴)							
۳۰۔ تاملوک	۱۰۸۸۳۴۳	۹۳۱۹۹۷ (۸۵٫۶۳۴)	۱۰۹۶۸ (۱٫۱۶۳)	۴۷۷۵۱۴ (۵۱٫۲۳۶)	۳۸۹۵۶۴ (۴۱٫۷۹۹)	۵۶۵۳۸ (۶٫۰۶۶)								۸۳۷ (۰٫۰۹۰)	۷۵۴۲ (۰٫۸۰۹)

پارلیمانی حلقہ ہائے انتخابات کے نام اور نمبر	رائے دہندگان کی کل تعداد	کل جائز ووٹ ٪	رد کردہ ووٹ ٪	سی پی ایم ٪	ڈبلیو ٹی سی ٪	آئی این سی ٪	بی جے پی ٪	سی پی آئی ٪	اے ایف بی ٪	آر ایس پی ٪	بی ایس پی ٪	سی پی آئی (ایم ایل) ایل ٪	سمتا ٪	دیگر رجسٹرڈ پارٹیاں ٪	آزاد ٪
۳۱۔ کونٹائی	۹۷۲۲۳۱	۸۲۴۳۵۷ (۸۴٫۷۹)	۹۸۴۲ (۱٫۱۸)	۳۹۴۰۲۱ (۴۷٫۹۷)	۳۱۹۱۹۱ (۳۸٫۷۱)	۱۱۰۲۴۹ (۱۳٫۳۷)								۹۲۶ (۰٫۱۲)	
۳۲۔ مدناپور	۱۰۸۱۸۶۳	۸۵۸۱۱۰ (۷۹٫۳۱۸)	۱۶۵۲۹ (۱٫۸۹)		۱۳۱۳۵۲ (۱۵٫۳۷)	۹۰۷۳۷ (۱۰٫۵۷۴)	۱۷۷۱۵۲ (۲۰٫۶۴۳)	۴۵۲۵۷۱ (۵۲٫۷۴۱)						۲۸۵ (۰٫۳۳۲)	۳۴۴۸ (۰٫۴۰۲)
۳۳۔ جھاڑگرام (ایس ٹی)	۹۷۱۲۰۸	۸۰۲۴۰۳ (۸۲٫۶۱۹)	۱۸۷۱۸ (۲٫۲۸۱)	۴۵۵۶۲۵ (۵۶٫۷۸۲)	۱۶۸۴۳۷ (۲۰٫۹۹۲)									۱۷۴۱۸۶ (۲۱٫۷۸)	۴۱۵۵ (۰٫۵۱۸)
۳۴۔ پرولیا	۹۹۴۸۸۲	۷۳۳۰۵۹ (۷۳٫۶۸۴)	۱۳۵۰۶ (۱٫۸۰۷)			۲۱۹۱۷۶ (۲۹٫۸۵۸)	۹۷۹۹۶ (۱۳٫۳۵)		۳۷۵۳۱۳ (۵۱٫۲۶۵)					۳۵۶۲۹ (۴٫۸۵۴)	۴۹۴۵ (۰٫۶۷۳)
۳۵۔ بانکوڑہ	۱۰۲۸۶۲۲	۷۴۸ (۷۲٫۷۱۹)	۱۸۶۴ (۲٫۴۳۱)	۳۶۹۶۹۵ (۴۹٫۴۲۴)		۷۴۱۴۵ (۹٫۹۱۲)	۲۵۸۱۱۲ (۳۴٫۵۰۷)							۳۸۲۹۹ (۵٫۱۲۱)	۷۷۴۹ (۱٫۰۳۶)
۳۶۔ وشنوپور (ایس سی)	۱۰۶۴۷۴	۸۴۴۸۰۶ (۷۹٫۳۹۴)	۱۷۷۲۴ (۲٫۰۵۵)	۴۷۹۷۲۷ (۵۶٫۷۸۵)	۳۰۶۴۸۶ (۳۶٫۲۷۹)									۵۶۷۹۷ (۶٫۷۲۳)	۱۷۹۶ (۰٫۲۱۳)
۳۷۔ درگاپور (ایس سی)	۱۱۹۱۶۹۷	۹ ۴۱۲۲ (۷۵٫۸۶۸)	۱۷۳۵۱ (۱٫۸۸۳)	۴۶۸۴۴۹ (۵۱٫۸۱۳)		۱۰۹۲۵۳ (۱۲٫۰۸۴)	۳۲۶۴۲ (۳۶٫۱۰۳)								
۳۸۔ آسنسول	۱۲۴۲۶۹۰	۸۶۴۸۴۰ (۶۹٫۵۹۴)	۱۵۹۰۷ (۱٫۸۰۶)	۳۵۵۳۸۲ (۴۱٫۰۹۲)	۲۲۹۲۳۳ (۲۸٫۰۶۹)	۱۱۰۶۱۸ (۱۲٫۷۹۱)					۸۳۸۶ (۰٫۹۷)			۵۰۷۴۹ (۵٫۸۶۸)	۱۰۴۷۲ (۱٫۲۱)
۳۹۔ بردوان	۱۱۹۰۳۷۹	۹۸۳۱۰۷ (۸۲٫۵۸۸)	۱۳۷۹۱ (۱٫۳۸۳)	۵۷۸۸۲۵ (۵۸٫۸۷۷)		۹۴۴۹۷ (۹٫۶۴۳)	۳۰۶۵۶۲ (۳۱٫۱۸۴)							۲۷۱۳ (۰٫۲۷۶)	
۴۰۔ کٹوا	۱۱۵۶۵۴۲	۹۵۱۲۲۵ (۸۲٫۲۴۶)	۱۳۰۷۴ (۱٫۳۵۶)	۴۷۰۵۴۳ (۴۹٫۴۶۶)	۳۳۱۸۳۶ (۳۴٫۸۸۵)	۱۳۵۶۷۲ (۱۴٫۲۶۳)					۳۷۱۵ (۰٫۳۹۱)	۷۸۹۰ (۰٫۸۲۹)		۱۵۴۹ (۰٫۱۶۵)	
۴۱۔ بول پور	۱۰۲۲۷۳۵	۷۹۰۲۸۹ (۷۷٫۲۷۲)	۱۳۰۹۳ (۱٫۶۳۰)	۴۷۰۴۴۵ (۵۹٫۵۵۴)	۲۱۹۵۵۳ (۲۷٫۷۸۱)	۱۰۰۰۹۱ (۱۲٫۶۶۵)									۱۱۴۵ (۰٫۱۴۸)
۴۲۔ بیربھوم (ایس سی)	۱۰۲۸۱۱۴	۷۷۵۱۲۱ (۷۵٫۳۹۳)	۱۴۷۸۸ (۱٫۸۷۲)	۳۸۰۳۱۴ (۴۹٫۰۶۵)		۱۶۴۵۵۵ (۲۱٫۲۲۹)	۲۱۸۸۰۲ (۲۸٫۲۲۸)								
میزان	۱۴۸۴۶۷۰۵	۱۱۵۲۲۲۳۴ (۷۷٫۶۹۱)	۵۸۴۹۰۱ (۱٫۵۷۶)	۱۲۹۳۱۴۳ (۳۵٫۴۰۷)	۸۹۲۵۸۵ (۲۴٫۴۵)	۵۵۵۱۴۵۴ (۱۵٫۲۰۰)	۳۷۱۴۴۶۲ (۱۰٫۱۹۸)	۱۳۲۸۱۰۵ (۳٫۶۴۳۷)	۱۲۰۴۹۲۷ (۳٫۲۹۹)	۱۴۳۶۴۴۰ (۴٫۴۸۱)	۸۸۱۹۵ (۰٫۲۴۲)	۳۱۲۹۴ (۰٫۰۸۶)	۴۸۰ (۰٫۰۰۱)	۷۲۴۴۰۶ (۱٫۹۸۹)	۳۷۷۸۴۱ (۱٫۰۳۵)

مغربی بنگال میں لوک سبھا انتخابات : ۵۲ تا ۱۹۹۹ء کا مفصل خاکہ

رائے دہندگان، ڈالے گئے ووٹ اور ان کا فیصد

سال	نشستوں کی تعداد	مخصوص نشستیں برائے ایس سی اور ایس ٹی	کُل رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	ڈالے گئے ووٹ کا فیصد
۱۹۵۲	۳۴	ایس سی ۶ - ایس ٹی ۲	۱۲۳۸۹۲۷۰	۷۶۱۳۹۳۲	۶۰،۹۴
۱۹۵۷	۳۶	ایس سی ۶ - ایس ٹی ۲	۱۵۲۱۶۵۳۲	۱۰۶۳۲۸۳۷	۶۹،۸۸
۱۹۶۲	۳۶	ایس سی ۶ - ایس ٹی ۲	۱۸۰۰۵۶۳۵	۱۰۰۳۸۵۳۳	۵۵،۷۵
۱۹۶۷	۴۰	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۲۰۲۴۸۹۰۰	۱۳۳۷۰۴۴۹	۶۶،۰۰
۱۹۷۱	۴۰	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۲۲۰۶۳۶۸۴	۱۳۶۶۷۳۰۰	۶۱،۹۴
۱۹۷۷	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۲۵۱۲۲۴۱۶	۱۵۱۳۳۰۵۵	۶۰،۲۳
۱۹۸۰	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۲۹۷۶۸۱۴۶	۲۱۰۳۵۴۴۱	۷۰،۶۶
۱۹۸۴	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۳۲۹۵۵۶۴۳	۲۵۹۰۷۷۹۰	۷۸،۶۱
۱۹۸۹	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۴۰۴۱۴۲۳۹	۳۱۳۵۲۲۳۷	۷۹،۸۵
۱۹۹۱	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۴۱۳۸۷۵۴۵	۳۱۷۳۷۲۷۵	۷۷،۱۷
۱۹۹۶	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۴۵۶۱۹۴۴۳	۳۷۶۷۷۱۴۲	۸۳،۰۴
۱۹۹۸	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۴۶۸۴۶۷۰۵	۳۷۱۰۷۱۳۵	۷۹،۵۴
۱۹۹۹	۴۲	ایس سی ۸ - ایس ٹی ۲	۴۷۶۳۸۴۷۵	۷۴۴۶۸۳۶	۷۵،۳۵

* ایس سی = شیڈولڈ کاسٹ ، ایس ٹی = شیڈولڈ ٹرائب

پس منظر

لوک سبھا انتخابات ۵۲ تا ۱۹۹۹ء

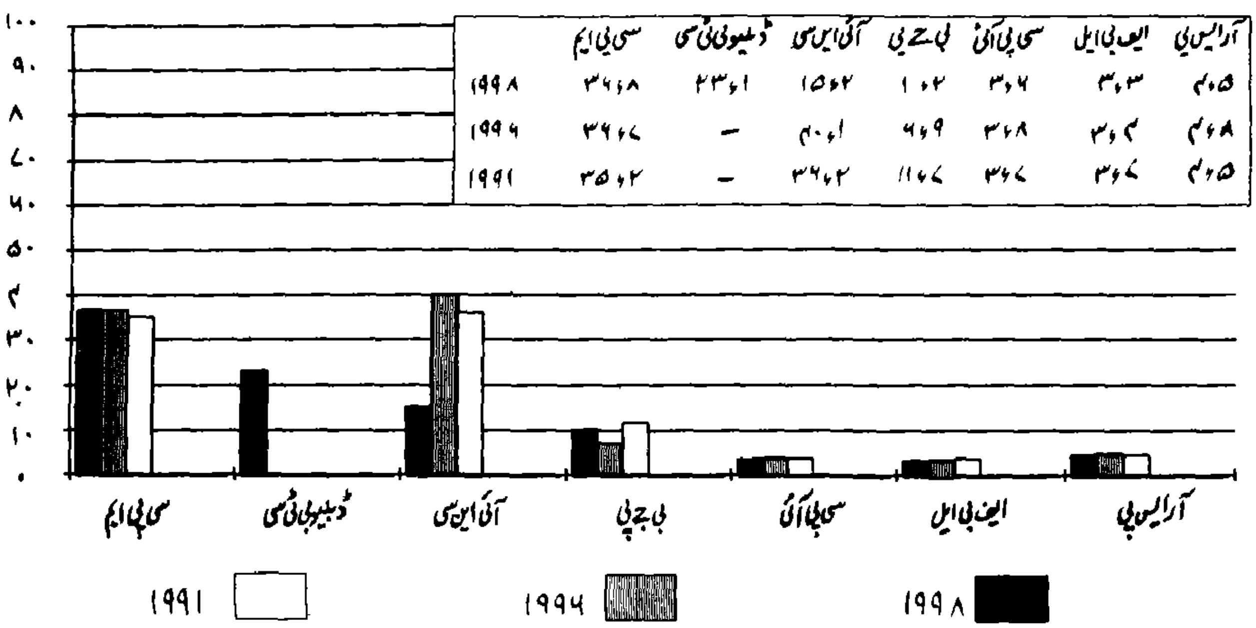
مغربی بنگال کی سیاسی پارٹیوں کا تقابلی جائزہ، ۱۹۵۲ تا ۱۹۹۹ء

سال	۱۹۵۲	۱۹۵۷	۱۹۶۲	۱۹۶۷	۱۹۷۱	۱۹۷۷	۱۹۸۰	۱۹۸۴	۱۹۸۹	۱۹۹۱	۱۹۹۶	۱۹۹۸	۱۹۹۹
کُل نشستیں	۳۴	۳۶	۳۶	۴۰	۴۰	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
کانگریس	۲۴	۲۳	۲۲	۱۴	-	۳	-	-	-	-	-	-	-
کانگریس (آر)	-	-	-	-	۱۳	-	-	-	-	-	-	-	-
آئی ایس سی	-	-	-	-	-	-	۴	۱۶	۴	۵	۹	۱	۳
سی پی آئی (غیر منقسم ۶۴ء تک)	۵	۶	۹	۵	۳	-	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳
سی پی آئی (ایم)	-	-	-	۵	۲۰	۱۷	۲۸	۱۸	۲۷	۲۷	۲۳	۲۴	۲۱
آر ایس پی	۱	۱	۱	۱	۱	۳	۴	۳	۴	۴	۴	۴	۳
اے آئی ایف بی	-	۲	۱	۲	-	۳	۳	۲	۳	۳	۳	۲	۲
بنگلہ کانگریس	-	-	-	۵	۱	-	-	-	-	-	-	-	-
جنتا دل	-	-	-	-	-	۱۵	-	-	-	-	-	-	-
پی ایس پی	-	۲	-	۱	۱	-	-	-	-	-	-	-	-
ایس ایس پی	-	-	-	۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-
ایل ایس ایس	-	۱	۱	۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-
ایس یو سی	-	-	-	۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-
جے ایس	۲	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
ایچ ایم	۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
ڈبلیو بی ٹی سی ★	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۷	۸
بی جے پی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱	۲
آزاد و دیگر	۱	۱	۲	۴	۱	۱	-	-	۱	-	-	-	-

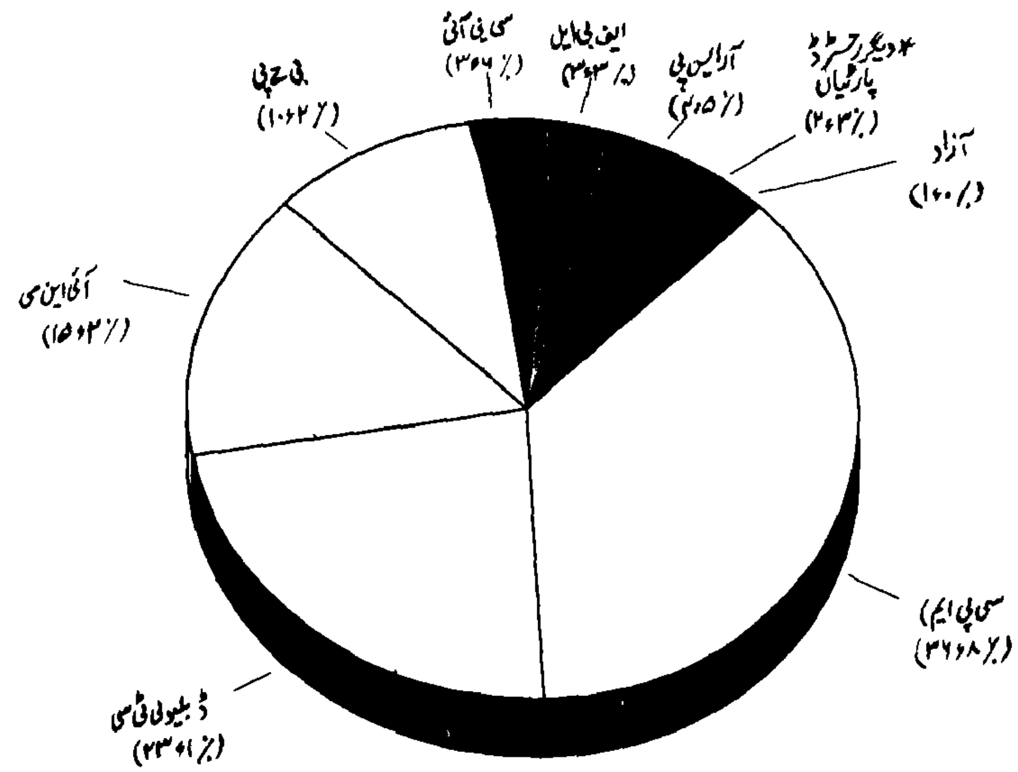
★ موجودہ اے آئی ٹی سی

لوک سبھا انتخابات ۱۹۹۱ تا ۱۹۹۸ء : ایک خاکہ

ریاست مغربی بنگال (بائیں طرف سے)



آر ایس پی	ایف بی ایل	سی پی آئی	بی جے پی	آئی این سی	ڈبلیو بی ٹی سی	سی پی ایم	
۴٫۵	۳٫۳	۳٫۶	۱۰٫۲	۱۵٫۲	۲۳٫۱	۳۶٫۸	۱۹۹۸
۴٫۸	۳٫۴	۳٫۸	۶٫۹	۴۰٫۱	—	۳۶٫۷	۱۹۹۶
۴٫۵	۳٫۷	۳٫۷	۱۱٫۷	۳۶٫۲	—	۳۵٫۲	۱۹۹۱



یہ عکسی خاکہ ۱۹۹۸ء کے چناؤ میں مختلف سیاسی پارٹیوں کی جانب سے حاصل کردہ جائز ووٹوں کا فیصد دکھا رہا ہے۔

مغربی بنگال سے گذشتہ چار لوک سبھا انتخابات میں

کامیاب امیدواروں اور دوسرے نمبر پر آنے والے امیدواروں کے حاصل کردہ ووٹوں کا تقابلی جائزہ (۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۹ء)

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	۱۹۹۱ کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	۱۹۹۱ حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	۱۹۹۱ فرق	۱۹۹۶ کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	۱۹۹۶ حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	۱۹۹۶ فرق	۱۹۹۸ کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	۱۹۹۸ حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	۱۹۹۸ فرق	۱۹۹۹ کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	۱۹۹۹ حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	۱۹۹۹ فرق
۱۔ کوچ بہار (ایس سی)	امرائے پردھان (الیف بی ایل) سیتا رائے (آئی این سی)	۴۱۴۰۳۷ (۵۰٫۵۳) ۲۸۱۸۰۵ (۳۴٫۳۹)	۱۳۲۲۳۲	امرائے پردھان (الیف بی ایل) سیتا رائے (آئی این سی)	۳۹۳۴۶۷ (۴۶٫۲۲) ۳۰۴۴۳۳ (۳۲٫۶۷)	۸۹۰۳۴	امرائے پردھان (الیف بی ایل) گوسدو رائے (ایف بی (ایس))	۳۹۶۱۴۰ (۴۳٫۷۷) ۲۷۲۹۷۴ (۳۰٫۱۶)	۱۲۳۱۶۶	امرائے پردھان (الیف بی ایل) امبیکا چرن رائے (اے آئی ٹی سی)	۴۴۳۴۴۸ (۴۹٫۶۶) ۳۳۴۹۸۳ (۳۷٫۵۶)	۱۰۸۴۶۵
۲۔ علی پوردوار (ایس ٹی)	پیوش ترکے (آر ایس پی) ملپ منج (آئی این سی)	۳۶۵۳۷۰ (۵۲٫۸۲) ۲۳۵۲۵۸ (۳۴٫۰۱)	۱۳۰۱۱۲	جواکیم بکسلا (آر ایس پی) پیوش ترکے (آئی این سی)	۴۳۷۳۷۱ (۵۳٫۱۱) ۲۹۹۵۶۱ (۳۶٫۳۷)	۱۳۷۸۱۰	جواکیم باکسلا (آر ایس پی) دھیریندر نرجینا رائے (بی جے پی)	۴۱۵۰۰۶ (۵۱٫۴۷) ۳۱۹۴۰۷ (۲۷٫۲۱)	۹۵۵۹۹	جوکم باکسلا (آر ایس پی) دھیریندر نرجینا رائے (بی جے پی)	۳۸۹۹۱۹ (۵۱٫۲۴) ۲۳۶۷۸۶ (۳۱٫۲۱)	۱۵۳۱۳۲
۳۔ جلپائی گوڑی	جتندر ناتھ داس (سی پی ایم) تارکانتی چودھری (آئی این سی)	۳۶۴۲۸۵ (۵۰٫۱۵) ۲۴۹۹۲۹ (۳۴٫۴۱)	۱۱۴۳۵۶	جتندر ناتھ داس (سی پی ایم) دیبا پرساد رائے (آئی این سی)	۴۳۴۵۷۷ (۴۸٫۷۰) ۳۲۲۱۱۵ (۳۶٫۱۰)	۱۱۲۴۶۲	میناتی سین (سی پی ایم) کلیان چکرورتی (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۲۶۶۷۲ (۴۹٫۱۲) ۲۵۱۶۹۷ (۲۸٫۹۸)	۱۷۴۹۷۵	میناتی سین (سی پی ایم) کلیان چکرورتی (اے آئی ٹی سی)	۴۰۵۷۸۵ (۴۸٫۷۸) ۲۹۶۸۴۸ (۳۵٫۶۸)	۱۹۶۸۵۴
۴۔ دارجلنگ	اندرجیت (آئی این سی) آنند پاٹھک (سی پی ایم)	۳۵۴۶۴۵ (۴۸٫۰۷) ۳۰۲۷۴۸ (۴۱٫۰۴)	۵۱۸۹۷	رتنا بہادر رائے (سی پی ایم) کے بی چھتری (آئی این سی)	۳۵۷۲۹۱ (۴۵٫۹۱) ۲۸۰۱۴۷ (۳۶٫۰۰)	۷۷۱۴۴	آنند پاٹھک (سی پی ایم) پرسانتا ساسدی (آئی این سی)	۲۸۰۵۸۹ (۴۴٫۷۵) ۱۵۸۰۳۳ (۲۵٫۲۱)	۱۲۲۵۵۶	ایس پی لیپچا (سی پی ایم) نر بہادر کھیتوارا	۲۵۶۸۲۶ (۴۴٫۲۴) ۱۴۴۸۵۷ (۲۴٫۹۵)	۱۱۱۹۶۹

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	1991 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	1996 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	1998 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	1999 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق
۵۔ رائے گنج	سبرتا مکھرجی (سی پی ایم) غلام یزدانی (آئی این سی)	۳۱۰۱۶۷ (۴۱،۸۵) ۲۸۰۱۹۹ (۳۷،۸۰)	۲۹۹۶۸	سبرتا مکھرجی (سی پی ایم) غلام یزدانی (آئی این سی)	۳۸۳۰۵۱ (۴۳،۷۹) ۳۷۲۰۹۵ (۴۲،۵۴)	۱۰۹۵۶	سبرتا مکھرجی (سی پی ایم) پریہ رنجن داس منشی (آئی این سی)	۳۵۰۸۹۷ (۳۹،۷۶) ۳۴۴۶۱۶ (۳۹،۰۵)	۶۲۸۱	پریہ رنجن داس منشی (آئی این سی) سبرتا مکھرجی (سی پی ایم)	۴۰۹۳۳۱ (۴۶،۷۴۲) ۳۳۴ ۷۶ (۳۸،۱۴۹)	۷۵۲۵۵
۶۔ بالورگھاٹ (ایس سی)	بلاس برمن (آر ایس پی) راجندر ناتھ برمن (آئی این سی)	۳۵۳۱۵۹ (۴۵،۳۳) ۲۶۷۰۷۸ (۳۴،۲۸)	۸۶۰۸۱	رانین برمن (آر ایس پی) ستندر ناتھ رائے (آئی این سی)	۴۴۰۲۸۳ (۴۹،۰۲) ۲۹۶۵۷۶ (۳۳،۰۲)	۱۴۳۷۰۷	رانین برمن (آر ایس پی) نانی گوپال رائے (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۲۸۷۱۰ (۴۸،۹۰) ۲۵۶۵۳۵ (۲۹،۲۶)	۱۷۲۱۷۵	رانین برمن (آر ایس پی) سبھاش چندر برمن (بی جے پی)	۳۷۵۶۶۹ (۴۴،۶۷۵) ۳۱۲۷۴۸ (۳۷،۱۹۲)	۶۲۹۲۱
۷۔ مالدہ	اے بی اے غنی خان چودھری (آئی این سی) سیلن سرکار (سی پی ایم)	۲۹۱۸۳۵ (۴۱،۶۵) ۲۹۰۰۱۵ (۴۰،۸۸)	۱۸۲۰	اے بی اے غنی خان چودھری (آئی این سی) سیلن سرکار (سی پی ایم)	۴۱۷۴۲۷ (۴۸،۷۸) ۳۲۷۶۰۵ (۳۸،۲۹)	۸۹۸۲۲	اے بی اے غنی خان چودھری (آئی این سی) حیبن موئترا (سی پی ایم)	۳۵۳۱۱۷ (۴۲،۴۲) ۳۰۴۰۳۵ (۳۶،۵۲)	۴۹۰۸۲	الوالبرکات عطاء الغنی خان چودھری (آئی این سی) سیلن سرکار (سی پی ایم)	۳۲۵۸۳۳ (۴ ،۲۱۷) ۳۰۱۲۸۰ (۳۷،۱۸۶)	۲۴۵۵۳
۸۔ جنگی پور	زین العابدین (سی پی ایم) حسان حسین (آئی این سی)	۳۰۳۲۵۴ (۴۲،۶۱) ۲۵۶۶۱۵ (۳۶،۰۵)	۴۶۶۳۹	محمد ادریس علی (آئی این سی) زین العابدین (سی پی ایم)	۳۹۲۹۴۲ (۴۵،۵۶) ۳۷۹۸۲۰ (۴۴،۰۴)	۱۳۱۲۲	الوالحسنات خان (سی پی ایم) ابو ہاشم خان چودھری (آئی این سی)	۳۹۶۷۶۱ (۴۷،۹۴) ۳۲۴۲۶۰ (۳۹،۱۸)	۷۲۵۰۱	الوالحسنات خان (سی پی ایم) معین الحق (آئی این سی)	۳۵۲۵۸۰ (۴۵،۴۶۵) ۲۹۱۲۶۳ (۳۷،۵۵۸)	۶۱۳۱۷
۹۔ مرشد آباد	مسعود الحسین سید (سی پی ایم) علی حسین منڈل (آئی این سی)	۳۷۸۶۰۶ (۴۸،۳۳) ۲۶۶۸۲۶ (۳۴،۰۶)	۱۱۱۷۸۰	مسعود الحسین سید (سی پی ایم) انار الحسین خان (آئی این سی)	۴۵۲۲۷۳ (۴۶،۵۱) ۴۱۵۰۸۸ (۴۲،۶۸)	۳۷۱۸۵	معین الحسن (سی پی ایم) انار الحسین خان (آئی این سی)	۴۶۳۴۰۱ (۴۹،۹۶) ۲۷۲۹۳۵ (۲۹،۴۲)	۱۹۰۴۶۶	معین الحسن (سی پی ایم) منان حسین (آئی این سی)	۳۹۱۳۶۶ (۴۷،۳۰۱) ۲۶۸ ۶ (۳۲،۳۹۲)	۱۲۲۳۹۰
۱۰۔ برہمپور	نانی بھٹاچاریہ (آر ایس پی) کمار دیپ سین گپتا (آئی این سی)	۳۴۵۶۷۸ (۴۳،۵۷) ۲۶۶۴۶۹ (۳۳،۵۹)	۷۹۲۰۹	پرموتیش مکھرجی (آر ایس پی) سدھارتھ شنکر رائے (آئی این سی)	۴۴۹۶۵۶ (۴۸،۷۷) ۴۰۵۲۹۹ (۴۳،۹۵)	۴۴۳۵۷	پرموتیش مکھرجی (آر ایس پی) کرنل (ریٹائرڈ) سبیہ ساچی باگچی (بی جے پی)	۳۸۵۹۷۹ (۴۴،۴۶) ۲۶۲۶۱۰ (۳۰،۲۵)	۱۲۳۳۶۹	ادھیر رنجن چودھری (آئی این سی) پرموتیش مکھرجی (آر ایس پی)	۴۳۴۰۷۳ (۴۶،۸۵۷) ۳۳۸۶۸۲ (۳۶،۵۶)	۹۵۳۹۱

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۱)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۱)	فرق (۱۹۹۱)	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۶)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۶)	فرق (۱۹۹۶)	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۸)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۸)	فرق (۱۹۹۸)	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۹)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۹)	فرق (۱۹۹۹)
۱۱- کرشنا نگر	اجوئے مکھوپادھیائے (سی پی ایم) جیوترموئے بھٹاچارجی (آئی این سی)	۳۲۴۵۰۸ (۴۳٫۳۳) ۲۶۴۹۳۳ (۳۵٫۳۷)	۵۹۵۷۵	اجوئے مکھوپادھیائے (سی پی ایم) جیوترموئے بھٹاچاریہ (آئی این سی)	۴۰۸۳۸۹ (۴۵٫۹۴) ۳۶۹۴۷۹ (۴۱٫۵۶)	۳۸۹۱۰	اجوئے مکھوپادھیائے (سی پی ایم) ستیہ برتا مکھرجی (بی جے پی)	۳۷۲۴۹۰ (۴۲٫۰۳) ۳۳۱۸۱۸ (۳۷٫۴۴)	۴۰۶۷۲	ستیہ برتا مکھرجی (بی جے پی) دلیپ چکرورتی (سی پی ایم)	۳۶۶۹۵۲ (۴۳٫۸۱۹) ۳۴۴۷۲ (۴۱٫۱۶۴)	۲۲۳۴۴
۱۲- نوادیپ (ایس سی)	اشیم بالا (سی پی ایم) الپورسالال مجمدار (آئی این سی)	۴۱۸۳۷۴ (۴۶٫۶۶) ۳۵۱۷۹۷ (۳۹٫۲۴)	۶۶۵۷۷	اشیم بالا (سی پی ایم) پرتاپ کانتی رائے (آئی این سی)	۵۲۲۱۵۱ (۴۶٫۹۸) ۴۸۳۰۸۳ (۴۳٫۴۷)	۳۹۰۶۸	اشیم بالا (سی پی ایم) ڈاکٹر آنندرناتھ بسواس (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۶۳۸۱۳ (۴۳٫۰۴) ۴۲۲۶۵۹ (۳۹٫۲۲)	۴۱۱۵۴	آنند موہن بسواس (اے آئی ٹی سی) اشیم بالا (سی پی ایم)	۴۵۹۳۱۹ (۴۵٫۸۳۶) ۴۲۰۱۸۴ (۴۱٫۹۳)	۳۹۱۳۵
۱۳- باراسات	چتا باسو (اے ایف بی ایل) اشوک کرشنا دتا (آئی این سی)	۳۸۲۸۹۶ (۴۳٫۶۶) ۳۳۸۴۷۵ (۳۸٫۵۴)	۴۴۴۲۱	چتا باسو (اے ایف بی ایل) رنجیت کمار پانجہ (آئی این سی)	۴۸۴۴۷۴ (۴۶٫۲۳) ۴۴۹۱۲۷ (۴۲٫۸۶)	۳۵۳۴۷	ڈاکٹر رنجیت کمار پانجہ (ڈبلیو بی ٹی سی) چترا گھوش (اے ایف بی ایل)	۴۹۹۱۸۱ (۴۷٫۱۳) ۴۳۲۴۷۴ (۴۰٫۸۳)	۶۶۷۰۷	ڈاکٹر رنجیت کمار پانجہ (اے آئی ٹی سی) سرل دیب (اے ایف بی ایل)	۵۱۸۵۲ (۵۰٫۲۷۹) ۴۲۱۶۲۰ (۴۰٫۸۸۳)	۹۶۹۰۰
۱۴- بشیرہاٹ	منوربجن سور (سی پی آئی) سردار امجد علی (آئی این سی)	۳۵۷۷۷۴ (۴۷٫۶۲) ۲۸۶۱۳۲ (۳۷٫۶۶)	۷۱۶۴۲	اجے چکرورتی (سی پی آئی) دلیپ مجمدار (آئی این سی)	۴۵۳۱۲۶ (۵۰٫۶۳) ۳۶۷۱۱۰ (۴۱٫۰۲)	۸۵۰۱۶	اجے چکرورتی (سی پی آئی) ڈاکٹر سدیپتا رائے (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۲۵۴۴۲ (۳۸٫۸۵) ۳۰۵۳۶۶ (۲۵٫۰۶)	۱۲۰۰۷۶	اجے چکرورتی (سی پی آئی) محمد نورالزماں (اے آئی ٹی سی)	۴۰۷۹۰۳ (۴۷٫۶۳۶) ۳۲۵۳۱۶ (۳۷٫۹۹۱)	۸۲۵۸۷
۱۵- جوئے نگر (ایس سی)	سنت کمار منڈل (آر ایس پی) نارائن سکر (آئی این سی)	۳۳۸۴۰۸ (۴۶٫۰۱) ۲۰۶۱۰۳ (۲۸٫۰۲)	۱۳۲۳۰۵	سنت کمار منڈل (آر ایس پی) جوگیش رائے (آئی این سی)	۴۱۸۳۷۳ (۴۸٫۱۷) ۲۷۴۴۴۶ (۳۱٫۶۰)	۱۴۳۹۲۷	سنت کمار منڈل (آر ایس پی) کرشنا پدا مجمدار (بی جے پی)	۴۰۶۷۴۵ (۴۸٫۴۸) ۲۳۰۶۸۴ (۲۷٫۴۹)	۱۷۶۰۶۱	سنت کمار منڈل (آر ایس پی) کرشنا پدا مجمدار (بی جے پی)	۳۹۶۳۸۳ (۴۹٫۳۹۲) ۲۸۴۰۸۲ (۳۵٫۳۹۸)	۱۱۲۳۰۱
۱۶- متھرا پور (ایس سی)	رادھیکا رنجن پرامانک (سی پی ایم) منوربجن ہلدار (آئی این سی)	۳۴۲۷۰۸ (۴۷٫۶۵) ۳۲۲۹۶۲ (۴۴٫۳۸)	۱۹۷۴۶	رادھیکا رنجن پرامانک (سی پی ایم) سجیت پٹواری (آئی این سی)	۴۱۰۱۱۰ (۴۸٫۱۰) ۳۹۴۰۴۲ [illegible]	۱۶۰۶۸	رادھیکا رنجن پرامانک (سی پی ایم) جگا رنجن ہلدار [illegible]	۳۹۳۶۳۵ (۴۶٫۵۰) ۲۹۱۷۵۹ [illegible]	۱۰۱۸۷۶	رادھیکا رنجن پرامانک (سی پی ایم) گوبندا چندر ناسکر (اے آئی ٹی سی)	۳۸۲۹۶۲ (۴۶٫۷۸۲) ۳۳۱۲۳۷ [illegible]	۵۱۷۲۵

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق
	۱۹۹۱			۱۹۹۶			۱۹۹۸			۱۹۹۹		
۱۷۔ ڈائمنڈ ہاربر	امل دتہ (سی پی ایم) ڈاکٹر مایا گھوش (آئی این سی)	۳۳۸۸۸۴ (۴۸٫۱۲) ۲۹۳۳۷۲ (۴۱٫۶۶)	۴۵۵۱۲	سمک لاہری (سی پی ایم) احمد علی سردار (آئی این سی)	۴۱۱۸۴۴ (۴۷٫۳۷) ۳۸۹۳۱۸ (۴۴٫۷۷)	۲۲۵۲۶	سمک لاہری (سی پی ایم) کاکولی گھوش دستی دار (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۰۵۰۴۸ (۴۵٫۹۷) ۳۴۴۰۹۲ (۳۹٫۰۵)	۶۰۹۵۶	سمک لاہری (سی پی ایم) سردار احمد علی (اے آئی ٹی سی)	۴۰۲۷۶۱ (۴۷٫۰۱) ۳۳۱۵۹۸ (۳۹٫۲۷)	۷۱۱۶۳
۱۸۔ جادو پور	مالنی بھٹاچاریہ (سی پی ایم) سنتوش بھٹاچاریہ (آئی این سی)	۳۹۸۸۹۶ (۴۶٫۸۳) ۳۴۸۵۹۵ (۴۰٫۹۲)	۵۰۳۰۱	کرسنا بوس (آئی این سی) مالنی بھٹاچاریہ (سی پی ایم)	۴۹۹۲۵۴ (۴۷٫۴۱) ۴۸۶۲۱۶ (۴۶٫۱۷)	۱۳۰۳۸	کرسنا بوس (ڈبلیو بی ٹی سی) مالنی بھٹاچاریہ (سی پی ایم)	۵۱۴۳۳۸ (۴۸٫۸۸) ۴۳۶۱۳۷ (۴۱٫۴۵)	۷۸۲۰۱	کرسنا بوس (اے آئی ٹی سی) کانتی گانگولی (سی پی ایم)	۴۸۵۳۶۶ (۴۸٫۹۸) ۴۱۸۶۰۱ (۴۲٫۳۲)	۶۶۷۶۵
۱۹۔ بارک پور	ترت برن تویدار (سی پی ایم) دیبی گھوشال (آئی این سی)	۳۲۴۰۲۵ (۴۷٫۵۶) ۲۶۴۱۷۳ (۳۸٫۷۸)	۵۹۸۵۲	ترت برن تویدار (سی پی ایم) دیبی گھوشال (آئی این سی)	۳۹۹۴۶۶ (۴۹٫۵۴) ۳۴۸۵۷۲ (۴۳٫۲۳)	۵۰۸۹۴	ترت برن تویدار (سی پی ایم) ادھیکاری ترون (ڈبلیو بی ٹی سی)	۳۸۳۰۵۴ (۴۶٫۰۱) ۳۵۵۰۹۷ (۴۲٫۶۵)	۲۷۹۵۷	ترت برن تویدار (سی پی ایم) جیتو بھٹاچاریہ (اے آئی ٹی سی)	۳۹۹۲۶۹ (۴۸٫۶۳) ۳۵۸۴۹۴ (۴۳٫۱۵۵)	۴۰۷۷۵
۲۰۔ دمدم	نرمل کانتی چٹرجی (سی پی ایم) لال بہادر سنگھ (آئی این سی)	۴۴۴۵۶۴ (۴۶٫۰۹) ۳۴۱۶۹۹ (۳۵٫۲۶)	۱۰۲۸۶۵	نرمل کانتی چٹرجی (سی پی ایم) آشوتوش لاہا (آئی این سی)	۵۸۰۴۵۵ (۴۷٫۳۹) ۵۲۲۱۶۴ (۴۲٫۶۳)	۵۸۲۹۱	تپن سکدار (بی جے پی) نرمل کانتی چٹرجی (سی پی ایم)	۶۳۱۳۸۳ (۵۰٫۶۹) ۴۹۳۹۷۸ (۳۹٫۶۶)	۱۳۷۴۰۵	تپن سکدر (بی جے پی) انیل بھٹاچاریہ (سی پی ایم)	۶۱۲۴۷۱ (۵۱٫۵۸۸) ۴۷۹۹۱۰ (۴۰٫۲۹۱)	۱۳۲۵۶۱
کلکتہ ۲۱۔ شمال مغرب	دیبی پرشاد پال (آئی این سی) دلیپ چکرورتی (بی جے پی)	۱۶۶۲۲۷ (۴۱٫۳۹) ۱۳۴۴۰۸ (۳۳٫۴۷)	۳۱۸۱۹	دیبی پرشاد پال (آئی این سی) شیامل بھٹاچاریہ (بی جے پی)	۲۱۲۶۳۷ (۳۸٫۳۱) ۱۴۷۶۸۶ (۳۳٫۵۵)	۶۴۹۵۱	سودیپ بندوپادھیائے (ڈبلیو بی ٹی سی) سرلا مہیشوری (سی پی ایم)	۲۲۶۸۳۲ (۴۹٫۰۷) ۱۵۳۳۴۹ (۳۳٫۱۷)	۷۳۴۸۳	سدیپ بندیوپادھیائے (اے آئی ٹی سی) راج دیو گوالا (سی پی ایم)	۲۰۶۶۸۴ (۴۶٫۶۴) ۱۱۲۵۱۴ (۲۵٫۳۷)	۹۴۱۷۰
کلکتہ ۲۲۔ شمال مشرق	اجیت کمار پانجہ (آئی این سی) پرتاپ چندر چندر (جنتا دل)	۲۷۶۳۹۹ (۴۹٫۵۲) ۲۰۴۹۴۳ (۳۶٫۷۲)	۷۱۴۵۶	اجیت کمار پانجہ (آئی این سی) دیبن گھوش (سی پی ایم)	۳۳۵۸۵۵ (۵۱٫۹۸) ۲۷۰۸۷۰ (۴۱٫۹۳)	۶۴۹۸۵	اجیت کمار پانجہ (ڈبلیو بی ٹی سی) پرسانتا چٹرجی (سی پی ایم)	۳۱۰۳۶۱ (۴۷٫۱۰) ۲۴۵۴۸۹ (۳۷٫۲۶)	۶۴۸۷۲	اجیت کمار پانجہ (اے آئی ٹی سی) محمد سلیم (سی پی ایم)	۲۹۷۴۹۱ (۴۵٫۱۹۸) ۲۵۵۹۱۷ (۳۸٫۸۵۶)	۴۱۵۷۴

حلقہ وار نمبر اوران کے نام	کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۱)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۱)	فرق (۱۹۹۱)	کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۶)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۶)	فرق (۱۹۹۶)	کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۸)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۸)	فرق (۱۹۹۸)	کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام (۱۹۹۹)	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد (۱۹۹۹)	فرق (۱۹۹۹)
۲۳- کلکتہ جنوب	ممتا بنرجی (آئی این سی) بیلب داس گپتا (سی پی ایم)	۳۶۷۸۹۶ (۵۲٫۶۱) ۲۷۴۲۳۳ (۳۹٫۱۰)	۹۳۶۶۳	ممتا بنرجی (آئی این سی) بھارتی مکھرجی (سی پی ایم)	۴۳۸۲۵۲ (۵۲٫۵۱) ۳۳۴۹۹۱ (۴۰٫۱۴)	۱۰۳۲۶۱	ممتا بنرجی (ڈبلیو بی ٹی سی) پرسانتا سور (سی پی ایم)	۵۰۳۵۵۱ (۵۹٫۳۷) ۲۷۹۴۷۰ (۳۲٫۹۵)	۲۲۴۰۸۱	ممتا بنرجی (اے آئی ٹی سی) سوبھنکر چکرورتی (سی پی ایم)	۴۶۹۱۰۲ (۵۸٫۲۵۷) ۲۵۵۰۹۵ (۳۱٫۶۸۱)	۲۱۴۰۰۷
۲۴- ہوڑہ	سوسانتا چکرورتی (سی پی ایم) پریہ رنجن داس منشی (آئی این سی)	۳۵۱۷۴۴ (۴۴٫۷۰) ۳۴۴۳۶۴ (۴۳٫۷۷)	۷۳۸	پریہ رنجن داس منشی (آئی این سی) سوسانتا چکرورتی (سی پی ایم)	۴۵۹۰۵۹ (۴۷٫۸۹) ۴۲۵۱۲۸ (۴۴٫۳۵)	۳۳۹۳۱	ڈاکٹر بکرم سرکار (ڈبلیو بی ٹی سی) سودیش چکرورتی (سی پی ایم)	۴۳۷۲۲۴ (۴۳٫۱۸) ۴۳۰۶۸۹ (۴۲٫۵۴)	۶۵۳۵	سودیش چکرورتی (سی پی ایم) ڈاکٹر کاکولی گھوش دستی دار (اے آئی ٹی سی)	۴۹۰۵۳۷ (۴۹٫۹۸۳) ۳۸۷۰۸۸ (۳۹٫۴۴۳)	۱۰۳۴۴۹
۲۵- الوبڑیا	حنان ملا (سی پی ایم) منالی ادھیکاری (آئی این سی)	۳۷۱۹۵۵ (۵۰٫۱۲) ۲۹۴۴۷۴ (۳۹٫۶۸)	۷۷۴۸۱	حنان ملا (سی پی ایم) منالی ادھیکاری (آئی این سی)	۴۱۵۵۹۲ (۴۹٫۰۷) ۳۸۷۷۵۰ (۴۵٫۷۸)	۲۷۸۴۲	حنان ملا (سی پی ایم) سارا دندو بسواس (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۰۴۰۰۰ (۴۷٫۵۱) ۲۹۰۴۷۰ (۳۴٫۱۶)	۱۱۳۵۳۰	حنان ملا (سی پی ایم) ڈاکٹر سدیپتا رائے (اے آئی ٹی سی)	۳۹۹۳۹۷ (۴۹٫۳۹۹) ۳۳۱۸۲۰ (۴۱٫۰۳۸)	۶۷۵۷۷
۲۶- سیرامپور	سدرشن رائے چودھری (سی پی ایم) بمل کانتی گھوش (آئی این سی)	۳۶۶۵۳۵ (۴۶٫۲۱) ۳۲۲۰۳۸ (۴۰٫۶۰)	۴۴۴۹۷	پردیپ بھٹاچاریہ (آئی این سی) سدرشن رائے چودھری (سی پی ایم)	۴۴۹۲۰۵ (۴۶٫۴۴) ۴۴۳۷۴۲ (۴۵٫۸۷)	۵۴۶۳	اکبر علی کھنڈکار (ڈبلیو بی ٹی سی) سدرشن رائے چودھری (سی پی ایم)	۴۳۹۲۶۹ (۴۴٫۶۸) ۳۹۴۶۵۸ (۴۰٫۱۴)	۴۴۶۱۱	اکبر علی کھنڈکار (اے آئی ٹی سی) سدرشن رائے چودھری (سی پی ایم)	۴۱۱۴۰۶ (۴۵٫۱۴۵) ۳۶۳۶۴۲ (۳۹٫۹۰۳)	۴۷۷۶۴
۲۷- ہگلی	روپ چند پال (سی پی ایم) ارما شنکر ہالدار (آئی این سی)	۳۸۳۲۳۸ (۴۹٫۰۰) ۳۲۷۵۷۹ (۴۱٫۸۸)	۵۵۶۵۹	روپ چند پال (سی پی ایم) گوری شنکر بنرجی (آئی این سی)	۴۵۲۳۵۳ (۴۹٫۳۱) ۴۱۳۸۵۶ (۴۵٫۱۱)	۳۸۴۹۷	روپ چند پال (سی پی ایم) تپن داس گپتا (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۳۱۲۲۹ (۴۶٫۲۵) ۴۲۵۱۱۳ (۴۵٫۵۹)	۶۱۱۶	روپ چند پال (سی پی ایم) تپن داس گپتا (اے آئی ٹی سی)	۴۴۰۶۷۴ (۴۷٫۹۳۸) ۴۲۸۱۸۹ (۴۶٫۵۸۹)	۱۲۴۸۵
۲۸- آرام باغ	انیل باسو (سی پی ایم) شیخ حسن امام (آئی این سی)	۴۴۸۳۱۸ (۵۶٫۲۷) ۳۰۰۰۴۶ (۳۷٫۶۶)	۱۴۸۲۷۲	انیل باسو (سی پی ایم) معور بخش باجرا	۵۴۴۲۸۹ (۵۹٫۵۷) ۳۱۷۹۵۶ (۳۴٫۸۰)	۲۲۶۳۳۳	انیل باسو (سی پی ایم) چنی لال چکرورتی (بی جے پی)	۵۲۱۵۰۷ (۵۶٫۱۵) ۳۳۴۲۰۷ (۳۵٫۹۸)	۱۸۷۳۰۰	انیل باسو (سی پی ایم) چنی لال چکرورتی (بی جے پی)	۵۰۳۹۲۰ (۵۳٫۹۸۲) ۳۸۷۱۹۹ (۴۱٫۴۷۸)	۱۱۶۷۲۱

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	1991 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	1991 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1991 فرق	1996 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	1996 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1996 فرق	1998 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	1998 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1998 فرق	1999 کامیاب امیدوار اور مد مقابل امیدوار کے نام	1999 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1999 فرق
۲۹۔ پانسکوڑہ	گیتا مکھرجی (سی پی آئی) سدھانشو بھومک (آئی این سی)	۳۹۱۵۰۹ (۵۴٫۹۶) ۲۶۵۲۰۹ (۳۶٫۲۳)	۱۲۶۳۰۰	گیتا مکھرجی (سی پی آئی) پدما حستگر (آئی این سی)	۴۵۵۱۴۵ (۵۴٫۸۳) ۳۴۴۰۲۶ (۴۱٫۴۲)	۱۱۱۳۸۸	گیتا مکھرجی (سی پی آئی) ڈاکٹر سومن مہاپاترا (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۵۰۰۹۲ (۵۴٫۸۸) ۲۷۰۵۴۹ (۳۲٫۹۹)	۱۷۹۵۴۳	گیتا مکھرجی (سی پی آئی) گوری گھوش (اے آئی ٹی سی)	۴۰۱۴۳۱ (۴۹٫۱۸۷) ۳۵۴۵۷۳ (۴۳٫۴۴۹)	۴۶۸۵۸
۳۰۔ تاملوک	ستیہ گوپال مشرا (سی پی ایم) جوئنتو بھٹاچاریہ (آئی این سی)	۳۵۲۱۳۹ (۴۶٫۱۶) ۳۵۱۰۷۷ (۴۶٫۰۲)	۱۰۶۲	جوئنتو بھٹاچاریہ (آئی این سی) لکشمن چندر سیٹھ (سی پی ایم)	۴۵۰۴۷۴ (۴۸٫۶۷) ۴۴۲۵۴۳ (۴۷٫۸۲)	۷۹۱۰	لکشمن چندر سیٹھ (سی پی ایم) نرملیندو بھٹاچاریہ (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۷۷۵۱۴ (۵۱٫۲۴) ۳۸۹۵۶۴ (۴۱٫۸۰)	۸۷۹۵۰	لکشمن چندر سیٹھ (سی پی ایم) نرملیندو بھٹاچاریہ (اے آئی ٹی سی)	۴۵۵۱۶۸ (۵۰٫۰۳۷) ۴۰۰۳۴۴ (۴۴٫۰۰۹)	۵۴۸۲۴
۳۱۔ کونٹائی	سدھیر گیری (سی پی ایم) ابھا مائتی (آئی این سی)	۳۲۳۳۹۰ (۴۷٫۲۲) ۳۰۰۲۷۴ (۴۳٫۸۵)	۲۳۱۱۶	سدھیر گیری (سی پی ایم) نیتیش سین گپتا (آئی این سی)	۳۹۷۰۲۸ (۴۸٫۷۱) ۳۷۲۹۸۶ (۴۵٫۷۶)	۲۴۰۴۲	سدھیر گیری (سی پی ایم) اکھیل گیری (ڈبلیو بی ٹی سی)	۳۹۴۰۲۱ (۴۷٫۱۸) ۳۱۹۱۴۱ (۳۸٫۷۲)	۷۴۸۸۰	نیتیش سین گپتا (اے آئی ٹی سی) سدھیر گیری (سی پی ایم)	۳۹۵۰۴۸ (۴۸٫۸۴۳) ۳۸۲۹۱۵ (۴۶٫۹۵۸)	۱۲۱۳۳
۳۲۔ مدنا پور	اندرجیت گپتا (سی پی آئی) بریگیڈیئر بجوئے مالادیو (آئی این سی)	۳۹۴۲۸۱ (۵۵٫۰۵) ۲۳۲۷۵۸ (۳۲٫۳۳)	۱۶۱۵۲۳	اندرجیت گپتا (سی پی آئی) ڈی پی رائے (آئی این سی)	۴۸۸۵۴۹ (۵۶٫۲۹) ۲۶۷۹۲۰ (۳۲٫۰۲)	۲۲۰۶۲۹	اندرجیت گپتا (سی پی آئی) منورنجن دتہ (بی جے پی)	۴۵۲۵۷۱ (۵۲٫۷۵) ۱۷۷۱۵۲ (۲۰٫۶۴)	۲۷۵۴۱۹	اندرجیت گپتا (سی پی آئی) منورنجن دتہ (بی جے پی)	۴۱۴۵۲۵ (۴۸٫۶۲۸) ۳۸۵۷۷۲ (۴۵٫۲۵۲)	۲۸۷۵۳
۳۳۔ جھاڑ گرام (ایس ٹی)	روپ چند مرمو (سی پی ایم) امیر سکو (جے جی)	۳۷۵۷۶۰ (۵۵٫۷۹) ۲۲۳۴۵۳ (۳۳٫۱۷)	۱۵۲۳۰۷	روپ چند مرمو (سی پی ایم) سوبودھ ہانسدا (آئی این سی)	۴۸۵۴۹۸ (۶۰٫۲۹) ۱۳۸۲۳۴ (۱۶٫۱۷)	۳۴۷۲۶۴	روپ چند مرمو (سی پی ایم) سمے منڈی (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۵۵۴۲۵ (۵۴٫۷۸) ۱۶۸۴۳۷ (۲۰٫۹۹)	۲۸۶۹۸۸	روپ چند مرمو (سی پی ایم) دکھن مرمو (اے آئی ٹی سی)	۴۰۲۳۲۵ (۵۰٫۸۱۸) ۲۹۳۹۴۴ (۳۷٫۰۹۰)	۱۰۸۳۸۱
۳۴۔ پرولیا	چترنجن مہاتا (ایف بی ایل) سنت مکھرجی (آئی این سی)	۳۳۴۱۰۵ (۵۱٫۵۳) ۲۱۰۱۴۵ (۳۲٫۲۲)	۱۲۵۹۶۰	بیر سنگھ مہاتو (ایف بی ایل) گووند مکھرجی (آئی این سی)	۳۷۵۵۵۹ (۵۱٫۰۲) ۲۶۵۶۸۹ (۳۶٫۱۰)	۱۰۹۸۷۰	بیر سنگھ مہاتو (ایف بی ایل) نیپال مہاتو (آئی این سی)	۳۷۴۳۱۳ (۵۱٫۲۷) ۲۱۹۱۷۶ (۲۹٫۸۶)	۱۵۵۱۳۷	بیر سنگھ مہاتو (ایف بی ایل) تاپتی مہاتو (بی جے پی)	۳۵۱۱۴۳ (۵۱٫۵۴۸) ۱۲۶۲۷۳ (۲۵٫۸۷۷)	۲۲۴۸۷۰

حلقہ دار نمبر اور ان کے نام	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق	کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	فرق
	۱۹۹۱			۱۹۹۶			۱۹۹۸			۱۹۹۹		
۳۵۔ بانکوڑہ	باسودیب اچاریہ (سی پی ایم) برحانا تمی سمواس (آئی این سی)	۳۰۰۵۰۱ (۶۰،۳۲) ۱۹۱۴۳۵ (۲۶،۲۱)	۱۰۹۶۶۳	باسودیب اچاریہ (سی پی ایم) دوری سنترلے (آئی این سی)	۳۴۲۴۰۲ (۵۶،۲۴) ۱۹۱۴۰۵ (۲۵،۹۱)	۲۲۱۹۱۷	باسودیب اچاریہ (سی پی ایم) سوکمار سرکی (بی جے پی)	۳۴۹۹۶۵ (۴۶،۲۲) ۲۵۹۱۱۲ (۳۴،۵۱)	۱۱۵۸۳	باسودیب اچاریہ (سی پی ایم) شتر ناگدی (آزاد)	۳۸۱۷۲ (۵۲،۲۹) ۲۷۴۷۲۲ (۳۷،۹۴)	۱۴۹۹۸
۳۶۔ وشنوپور (ایس سی)	سکھندو خان (سی پی ایم) سادھن ماجھی (آئی این سی)	۴۲۲۳۹۵ (۵۸،۰۵) ۲۳۲۱۱۲ (۳۲،۱۹)	۱۹۰۲۰۳	سندھیا باوڑی (سی پی ایم) اسٹیشن رحمے (آئی این سی)	۴۸۱۰۰۰ (۵۸،۱۴) ۲۱۴۹۳۱ (۲۵،۹۹)	۲۶۵۹۷۴	سندھیا باوڑی (سی پی ایم) پریس اوجار (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۷۹۰۲۷ (۵۶،۰۹) ۳۰۶۴۸۶ (۳۶،۲۸)	۱۰۳۲۴۱	سندھیا باوڑی (سی پی ایم) ادھیباس دولے (آئی ٹی سی)	۴۸۳۸۴ (۵۷،۸۹) ۳۰۱۵۱۴ (۳۹،۳۱)	۱۸۱۵۷۰
۳۷۔ درگاپور (ایس سی)	پرماچندر مالک (سی پی ایم) بھگوت ماجھی (آئی این سی)	۴۱۵۱۱ (۵۵،۳۵) ۲۳۰۳۹۵ (۳۰،۷۳)	۱۸۴۶۱۶	سنیل خاں (سی پی ایم) جیتندر عس پرمانک (آئی این سی)	۴۹۶۲۵۰ (۵۵،۶۶) ۳۱۴۵۳۷ (۳۵،۲۹)	۱۸۱۷۱۳	سنیل خاں (سی پی ایم) سوریہ رائے (بی جے پی)	۴۶۸۴۴۹ (۵۱،۸۱) ۳۲۶۴۲ (۳۶،۱۰)	۱۴۲۰۲۹	سنیل خاں (سی پی ایم) ایل کارساہا (بی جے پی)	۴۶۱۹۴۰ (۵۳،۱۵۲) ۳۴۳۹۷۷ (۳۹،۵۹)	۱۱۷۹۶۳
۳۸۔ آسنسول	ہرادھن رائے (سی پی ایم) دیا پرساد رائے (آئی این سی)	۳۱۶۵۰۴ (۴۵،۱۳) ۲۲۱۶۴۶ (۳۱،۶۱)	۹۴۸۵۸	ہرادھن رائے (سی پی ایم) سوکمار سدھو یادھیائے (آئی این سی)	۳۷۶۸۰۶ (۴۶،۳۸) ۳۲۹۸۵۶ (۴۰،۶۰)	۴۶۹۵۰	بکاش چودھری (سی پی ایم) اجیت گھٹک (ڈبلیو بی ٹی سی)	۳۵۵۳۸۲ (۴۱،۰۹) ۳۲۹۲۳۳ (۳۸،۰۷)	۲۶۱۴۹	بکاش چودھری (سی پی ایم) اجیت گھٹک / مولوئے گھٹک (آئی ٹی سی)	۳۷۷۲۹۵ (۴۶،۲۷) ۳۳۹۴۱ (۴۱،۶۹)	۳۷۸۶۴
۳۹۔ بردوان	سدھیر رائے (سی پی ایم) اسیت برن پاترا (آئی این سی)	۴۷۹۷۲۱ (۵۷،۰۱) ۲۵۷۸۲۹ (۳۰،۶۷)	۲۲۱۸۹۲	لولائی رائے (سی پی ایم) رتیش کاردستر (آئی این سی)	۵۷۸۲۷۹ (۵۹،۹۲) ۳۱۵۵۶۵ (۳۲،۷)	۲۶۲۷۱۴	نکھیلا نندسار (سی پی ایم) پرودیسر سریمتی شانتی رائے (بی جے پی)	۵۷۸۸۲۵ (۵۸،۸۸) ۳۰۶۵۷۲ (۳۱،۱۸)	۲۷۲۲۵۳	نکھیلا نندسار (سی پی ایم) الوپ مکھرجی (بی جے پی)	۵۹۸۱۷۰ (۶۱،۵۵۹) ۲۹۹۴۸۷ (۳۰،۵۱)	۳۰۱۹۸۳
۴۰۔ کٹوا	سیف الدین چودھری (سی پی ایم) نورالاسلام (آئی این سی)	۴۰۴۳۵۸ (۵۰،۱۴) ۲۴۹۶۳۴ (۳۱،۰۲)	۱۵۴۷۲۴	محبوب زاہدی (سی پی ایم) نورالاسلام (آئی این سی)	۴۷۵۲۶۴ (۵۰،۴۶) ۳۶۹۰۶۲ (۳۹،۱۹)	۱۰۶۲۰۲	محبوب زاہدی (سی پی ایم) سیں دیپ ساہا (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۷۰۵۴۳ (۴۹،۴۷) ۳۳۱۸۳۶ (۳۴،۸۹)	۱۳۸۷۰۷	محبوب زاہدی (سی پی ایم) امل کاردستہ (آئی ٹی سی)	۴۶۱۵۰۲ (۵۰،۲۵) ۳۵۳۱۴۰ (۳۸،۴۵)	۱۰۸۳۶۲

حلقہ وار نمبر اور ان کے نام	1991 کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	1991 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1991 فرق	1996 کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	1996 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1996 فرق	1998 کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	1998 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1998 فرق	1999 کامیاب امیدوار اور مدمقابل امیدوار کے نام	1999 حاصل کردہ ووٹ اور جائز ووٹوں کا فیصد	1999 فرق
۴۱- بولپور	سوم ناتھ چٹرجی (سی پی ایم) جیش مکھوپادھیائے (آئی این سی)	۳۹۴۴۹۶ (۵۶،۶۴) ۱۶۷۸۷۲ (۲۴،۱۰)	۲۲۶۶۲۴	سوم ناتھ چٹرجی (سی پی ایم) سیل داس (آئی این سی)	۴۷۰۵۴۷ (۶۰،۵۵) ۲۱۶۹۰۳ (۲۷،۹۸)	۲۵۳۶۴۴	سوم ناتھ چٹرجی (سی پی ایم) گوڑہری چیدرا (ڈبلیو بی ٹی سی)	۴۷۰۶۴۵ (۵۹،۵۵) ۲۱۹۵۵۳ (۲۷،۷۸)	۲۵۱۰۹۲	سومناتھ چٹرجی (سی پی ایم) سیتی چٹرجی (آئی ٹی سی)	۴۶۴۱۹۹ (۵۹،۳۴۴) ۲۷۷۸۱۰ (۳۵،۵۲۸)	۱۸۶۳۸۹
۴۲- سر بھوم (ایس سی)	رام چندر ڈوم (سی پی ایم) شہید و منڈل (آئی این سی)	۳۲۴۶۰۷ (۴۹،۷۱) ۱۶۱۲۷۶ (۲۵،۴۷)	۱۶۳۳۳۱	رام چندر ڈوم (سی پی ایم) ممتا ساہا (آئی این سی)	۴۰۲۸۹۳ (۵۰،۳۵) ۲۹۱۸۷۳ (۳۶،۴۸)	۱۱۱۰۲۰	رام چندر ڈوم (سی پی ایم) ڈاکٹر مدن لال چودھری (بی جے پی)	۳۸۰۳۱۴ (۴۹،۶) ۲۱۸۸۰۲ (۲۸،۲۳)	۱۶۱۵۱۲	رام چندر ڈوم (سی پی ایم) ڈاکٹر مدن لال چودھری (بی جے پی)	۳۷۳۶۸۷ (۵۱،۶۴۶) ۲۱۶۵۳۱ (۲۹،۹۲۶)	۱۵۷۱۵۶



دستورِ ہند

باب ۴ اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے

بنیادی فرائض:- ہندوستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ :

(الف) دستور ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

(ب) آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

(ج) ہندوستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(د) اپنے ملک کی دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

(ہ) ہندوستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارگی کے جذبہ کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان اور خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کرے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

(و) ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(ز) قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں، فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

(ح) سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

(ط) عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

(ی) انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعیٔ و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)



• ڈپٹی وزیراعلیٰ شری مدھادیب بھٹاچاریہ اپنا ووٹ ڈالتے ہوئے۔

MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
December 1 & 15, 1999

A Special number on Elections, 1999

REGD No WB/CC-596
Vol No 46, Issue No 22 & 23
Price Rs 2/-








Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst. Editor Md Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700012